لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين

AL-HILAL

Proprietor & Chief Editor.

Abul Kalam Azad.

7-1 McLeod Street,

CALCUTTA.

Telegraphic Address.

"AL - HILAL"

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4 - 12.

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

میر مسئول و خصوصی

مسلم کلام الکلام الدہلوی

مقـام اشاعت

۷ - ۱ مکلوڈ اسٹریٹ

کلکتہ

عنوان تلغراف

« الهلال »

قیمت

سالانہ ۸ روپیہ

ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

جلد ۲ — کلکتہ : چہارشنبہ ۲۶ ربیع الاول ۱۳۳۱ ہجری — نمبر ۹

Calcutta Wednesday, March 5, 1913.

تلغراف خصوصی

— * —

جنگ پر ایک پر اسرار خاموشی طاری ہے - اس تمام ہفتے میں کوئی تار برقی دفتر میں نہیں پہنچی - رائٹر کی تار برقیوں میں جنگ کی ایک جنگ کی خبر دی گئی ہے - اور محمود شوکت کا سرکاری بیان نقل کیا ہے کہ صلح کی کوئی خواہش نہیں کی گئی - یہ پہلے سے معلوم تھا -

اطـــلاع

— * —

(۱) یہ نمبر غیر معمولی تاخیر کے بعد یعنی اتوار کے دن ڈاک میں ڈالا جاتا ہے - ایندہ سے پرچہ عین وقت پر نکلے گا یا نہیں نکلے گا -

(۲) ایڈیٹر سخت بیمار ' اور خطوط کے جواب سے معذور -

(۳) اس نمبر کی اشاعت کے اسباب میں علاوہ علالت کے ' ایک خاص سبب یہ تھا کہ کمپوزیٹروں نے اسٹرائک کردی تھی - جسکی وجہ سے کام بالکل بند رہا -

(۴) خط و کتابت میں اِن امور کا خیال رکھیے ' ورنہ دفتر کی دقتیں بڑھتی جائیں گی -

(الف) جو خطوط دفتر کے متعلق ہوں ان پر ایڈیٹر کا نام نہ لکھا جاے منیجر کا نام ہو -

(ب) بعض حضرات ایک ہی خط میں ایڈیٹر کو بھی مخاطب کرتے ہیں اور پھر اُن امور کو بھی لکھتے ہیں ' جنکا تعلق دفتر سے ہے - اگر وہ خط دفتر میں بھیجدیا جاے ' تو ایڈیٹر جواب کیلیے اسے رکھہ نہیں سکتا - اگر جواب لکھنے کے انتظار میں رکھدیا جاے تو تعمیل میں تاخیر ہو - پس ضروری ہے کہ جو خطوط ایڈیٹر کو لکھے جائیں انمیں صرف وہی امور ہوں ' جنکا تعلق ایڈیٹر سے ہے -

البتہ دفتر کی کسی بدنظمی یا شکایت پر اگر ایڈیٹر کو توجہ دلانی ہو تو وہ دوسری بات ہے - کم از کم اتنا تو ضرور کیا جاے کہ ایک ہی لفافے میں الگ الگ دو کاغذ ہوں -

فہرس

— * —

تصـاویـر

— * —

شذرات

چندۂ ہلال احمر

ایک خطرۂ عظیم

(۲)

لیکن اب سوال یہ ہے کہ بحالت موجودہ کیا کرنا چاہیے ؟

اولین کام یہ تھا کہ چندے کے وصولی کے کاموں کو صرف چند معتبر ہاتھوں میں محدود کردیا جاتا اور ایک سنٹرل کمیٹی اسکے لیے قائم کی جاتی ' تاکہ جو طوائف الملوکی پھیلی ہوئی ہے اسکا انسداد ہو -

لیکن سردست اس بحث کو بوجوہ نہیں چھیڑنا چاہتے - اگر چھیڑینگے تو ایک نیا مناقشۂ شدید پیدا ہوجائیگا - صرف اسقدر کہدینا کافی سمجھتے ہیں کہ لوگ احتیاط اور عقلمندی سے کام لیں ' اور مشتبہ ہاتھوں سے اپنے نقدی بچائیں - خواہ وہ ہاتھ کتنا ہی بلند اور معزز ہو -

اسکے بعد اہم ترین سوال قسطنطنیہ کا سامنے آتا ہے - ہم کو صاف صاف طور پر کہنا پڑتا ہے کہ انجمن ہلال احمر قسطنطنیہ کے نام روپیہ بھیجنا کسی طرح قرین مصلحت نہیں - اس وقت تک لاکھوں روپیہ اسکے نام جا چکا ہے - اور اب تک بعض لوگ بھیج رہے ہیں - اول تو وہ کوئی ذمہ دار حکومت کی جماعت نہیں - پھر جیسا کہ پچھلے اشاعت میں لکھ چکے ہیں ' ارسال زر سے اصل مقصود اعانت حکومت ہے ' نہ کہ وہاں کی کسی انجمن کیلیے روپیہ فراہم کرنا -

پس آیندہ سے کوئی صاحب چندہ ہلال احمر کا روپیہ " انجمن " کے نام نہ بھیجیں ' بلکہ براہ راست حکومت کے نام روانہ کریں - اسکے لیے ضروری بات یہ تھی کہ دولت عثمانیہ کو صحیح طور پر علم ہو جاتا کہ ارسال زر سے اصل مقصود ہمارا کیا ہے ؟ ہم نے اپنی جس چٹھی کا ذکر گذشتہ اشاعت میں کیا تھا ' اسمیں علاوہ اور بہت سے ضروری امور کے ' اس بارے میں بھی تفصیلی خیالات ظاہر کیے تھے ' اور ہزایکسلنسی محمود شوکت پاشا کو یقین دلایا تھا کہ ہندوستان کی رقوم گو بہت حقیر ہیں ' لیکن جن حالات میں پیش کی جاتی ہیں ' انکے لحاظ سے حق رکھتی ہیں کہ انکے عمدہ استعمال کا مطالبہ کریں - ہمکو اپنی خدمات محقرہ کا پورا معاوضہ مل جاے گا اگر اطمینان ہو جاے ' کہ وہ وقت کی اصلی اور مقدم ضروریات میں صرف ہوتی ہیں -

ہزایکسلنسی نے بذریعہ تار جن امور کا اشارۃً جواب دیا ' اسمیں ایک یہ مسئلہ بھی تھا -

ہم نے یہ بھی لکھا تھا کہ جو روپیہ ابتک ہندوستان سے (ہلال احمر) کے نام گیا ہے ' اسکی نسبت ہمارا اطمینان مضطرب ہے - حکومت کی طرف سے باقاعدہ تحقیقات ہونی چاہیے کہ اس روپیہ کی مجموعی تعداد کتنی ہے ؟ کن کن لوگوں نے بھیجی ہے ؟ وہ کیونکر صرف کیا گیا ہے ' اور کیوں نہ حکومت اسکو اپنے قبضہ تصرف میں لیلے ؟ نیز حکومت کی جانب سے از سر نو رسیدیں آنی چاہئیں ' تاکہ مزید اطمینان کا ذریعہ ہو ' جنکو رسیدیں نہ ملیں وہ اپنے روپیہ کی نسبت تحقیق کرالیں ' اور پبلک معلوم کرسکے کہ لینے والوں نے انکا روپیہ واقعی بھیجا ہے یا نہیں ؟

ہم نے ایک فہرست ہندوستان کے ان لوگوں کی طلب کی گئی تھی ' جنھوں نے بڑی بڑی رقمیں جمع کی ہیں اور اس بارے میں کوشش کی ہے - جہاں تک ہمکو معلوم تھا ' ایک فہرست مرتب کر کے بھیجدی ہے ' نیز ایک فہرست ان ناموں کی بھی بھیج دی ہے ' جنھوں نے (ہلال احمر) کے نام روپیہ بھیجا ہے ' یا بھیجنے کا اعلان کیا ہے -

روپیہ کی نسبت ہمارا خاص ارادہ دوسرا ہے - ہمکو معلوم ہے کہ (غازی انور بے) کے ساتھ جو جماعت اس وقت کسی عظیم الشان مقصد کے حصول کیلیے نکلی ہے ' اسمیں ایک گروہ بعض عرب اور کرد مجاہدین کا بھی ہے - ہماری تمنا ہے کہ ہندوستان سے ایک معقول رقم مخصوص فراہم ہو کے روانہ ہوتی رہے ' اور اسکے لیے کوئی قابل اطمینان انتظام ہو جاے کہ وہ صرف غازی موصوف کی مہم میں صرف ہوگی - یہ کام چنداں مشکل نہیں ہے - ہم مسلسل مخابرہ کر رہے ہیں - اگر واقعات نے مہلت دی ' اور تشفی بخش جوابات آگئے تو بہت جلد اسکا اعلان کر دینگے -

---

معهورہ یونیورسٹی ڈیپوٹیشن کی نسبت ایک تحریر آجکے صفحۂ مراسلات میں درج کی جاتی ہے ' جس میں قوم کو جناب نواب (وقار الملک) کی تحریر گرامی پر توجہ دلائی ہے ' اور بجا طور پر افسوس کیا گیا ہے اُس متفقہ تغافل پر ' جو انکی تحریر کے ساتھ خلاف معمول قدیم ظاہر کیا جا رہا ہے -

ہم خود اس معاملے کو پوری تشریح اور تفصیل کے ساتھ پیش کرنا چاہتے تھے - چنانچہ ایک سلسلۂ تحریر شروع کردیا گیا ہے جو تین نمبروں میں ختم ہوگا -

دوسرا نمبر آج کی اشاعت میں آپ پڑھینگے ' اور تیسرا اشاعت آئندہ میں -

درحقیقت یہ امر غور کرنے کے قابل ہے کہ نواب (وقار الملک) بہادر کی تحریر کو نکلے ہوے کئی ہفتے ہوگئے - وہ صریح طور پر ایک سازش ' فریب ' غلط بیانی ' اور خانہ ساز کارروائیوں کے کرنے کا الزام ارباب حل وعقد کو دے رہے ہیں ' لیکن پھر یہ کیا ہے کہ تالوں کی طرح سب کی زبانوں پر بھی مہریں لگ گئی ہیں ' اور ایک صدا بھی کہیں سے نہیں اٹھتی ؟ کیا یہ اسکا ثبوت قطعی نہیں ہے کہ حربۂ شدید ' اور ڈھال سے ہاتھ خالی ہیں ؟

اس تجاہل عارفانہ سے اصل مقصود یہ ہے کہ کسی طرح اس تحریر اور اسکے اثر کو دبا دیا جاے ' اور ڈیپوٹیشن کے متعلق پھر کوئی نئی بحث پیدا نہو - چند دن اور اسی طرح نکل جائیں گے ' پھر جب ڈیپوٹیشن ویسراے کی خدمت میں پہنچ جاے گا تو نہ نواب صاحب کی تحریر کسی کو یاد آے گی اور نہ ۲۸ ڈسمبر کے پچھلے پہر کی پر اسرار صحبتیں -

وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ با ایں ہمہ جوش و خروش ' قوم ابتک احمق اور ہر سخت سے سخت فریب کو گوارا کرنے کیلیے طیار ہے - پس کوئی وجہ نہیں کہ انکو بے اطمینانی ہو - ابھی کل کی بات ہے کہ سر آغا خاں نے ترکوں کو مسٹر گلیڈ اسٹون کی وصیت کی تعمیل کا حکم دیا ' آج وہ ایک لاکھ روپیہ قرض دے رہے ہیں اور ہم کو پوری امید ہے کہ بے وقوف قوم کو خوش کر دینے کیلیے یہ کافی ہے -

سخت ضرورت ہے کہ قوم بغیر فرصت کو ضائع کیے ہوے نواب صاحب قبلہ کی شہادت پر متوجہ ہو ' اور یا اسکی تائید کرے - یا تسلیم کرلے کہ جو کچھ انھوں نے لکھا ہے جھوٹ ہے -

افکار و حوادث

— * —

ناصح مشفق

— * —

مسلمانوں کے اگر دشمن بڑھتے جاتے ہیں تو خوشی کی بات ہے که نئے نئے دوستوں کی بھی کمی نہیں - منجملہ انکے ایک نئے دوست دلنواز اور ناصح مشفق صوبجات متحدہ کے جدید فرمانروا ہیں - کیا ہوا اگر (فرقی نفذ) ہمارے خلاف اعلان جہاد مقدس کرتا ہے' کیونکه (سر جیمس مسٹن) بھی موجود ہیں' جو اسکو بالکل غلط بتلاتے ہیں -

هم سمجھتے ہیں که ہز آنر جیسے اس صوبے کے تخت فرمان روائی پر متمکن ہوے ہیں' انکا زیادہ وقت ہمارے ہی فکر میں بسر ہوتا ہے - وہ ایک صوبے کے حکمران ہیں جس میں مسلمان بستے ہیں' پس انکو بڑی پریشانی ہے نه کہیں گمراہیوں میں مبتلا ہو جائیں - اسلیے انکا کوئی وعظ نصائح مشفقانه و حکیمانه سے خالی نہیں جاتا - وہ ہمارے قومی کالج کے پیٹرن ہیں' اسلیے اسکو بہ حیثیت ایک مسلمان فقیہه کے طلباے کالج کیلیے فتوا دینا پڑتا ہے که ترکوں کے غم میں روزہ رکھنا جائز نہیں' مزید براں یه که صحت کیلیے بھی مضر ہے - انکو " اسلام کی شاندار روایات " کے تحفظ کی سب سے زیادہ بے چینی ہے' اسلیے علی گڈہ کالج کے وعظ میں ارشاد ہوا تھا نه اپنے اقبال کی گذشتہ باتیں بھول جاو' اور اب ارشاد ہوتا ہے که جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے اسکو بھی بھلادو!

پچھلے دنوں گورکھپور میں وعظ فرماتے ہوے آپ اپنے اس ذکر محبوب کو فراموش نه کرسکے!

دلبر میرا مجھسے بہتر ہے که اس محفل میں ہے

ہز آنر نے فرمایا:

میں یہاں کے مسلمان حضرات کو ایک دوستانه مشورہ دینا چاہتا ہوں - مسلمانوں کے دلوں کو بہادر ترکوں کی شکستوں اور زخمیوں اور بیواؤں کی حالت زار سے سخت چوٹ لگی ہے' جس سے آپ نے عملی ہمدردی کا ثبوت دیا ہے - مصیبت زدہ لوگوں کی دستگیری کے لیے چندہ دیجئے - هندوستان کے مسلمان یه چاہتے ہیں که اس قضیه میں ترکوں کے حق میں با عزت صلح ہو - برٹش گورنمنٹ ان کی اس خواہش سے متاثر ہوکر فریقین کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کر رہی ہے' مگر اس دور افتادہ حصۂ دنیا میں نه تو آپ جانتے ہیں' اور نه میں جانتا ہوں که بین الاقوامی مسائل کیسے پیچیدہ اور نازک ہوتے ہیں؟ پھر یورپین سلطنتوں کو ترکوں کی مخالفت کا یه الزام دینا اور یه کہنا که وہ ریاستہاے بلقان کو صلح کے لیے مجبور نہیں کرتیں' سراسر بے انصافی ہے - اس وجه سے مجھے یه دیکھه کر رنج ہوتا ہے که مسلمان اخبارات میں لکھتے اور جلسوں میں تقریریں کرتے وقت بے سوچے سمجھے باتیں کہتے ہیں - ان کی تقریر و تحریر سے ظاہر ہوتا ہے گویا تمام یورپ ترکوں کا دشمن ہے' جس نے ان کے مٹانے کی قسم کھا لی ہے' مگر در اصل یه بات بالکل بے بنیاد ہے - مگر وہ لوگ جوش اور غصه سے ایسی باتیں کہتے ہیں' اسلیے قابل درگذر ہیں "

معلوم ہوتا ہے که آج کل مسلمانوں کو نصیحت کرتے ہوے یه بات کچھه لازمی طور پر ضروری سمجھه لی گئی ہے که سب سے پہلے چندہ دینے کی تعریف و ترغیب ضرور بیان کردی جاے - ابھی چند دن گذرے ہیں که (سر آغا خان) نے ہمکو نصیحت کی تھی - ہز آنر کی طرح وہ بھی مسلمانوں کے حکمران ہیں - لیکن انکی تمہید بھی بعینه یہی تھی که چندہ دو - شاید جو نصائح حقیقی آگے چلکر ارشاد ہوا کرتے ہیں' انکے لیے مخاطب میں استعداد سماعت پیدا کرنے کیلیے اس تمہید دلپذیر سے کام لینا ناگزیر ہے -

بہر حال نصیحت کی صدا خواہ کہیں سے آے' اسکا جواب شکر اور پھر عمل ہے - شکر کیلیے تو ہم بہمه وجوہ مستعد ہیں' اور جب انگلستان کے بڑے بڑے حکمران عہدہ داروں کو یاد کرتے ہیں' تو ہز آنر کی شکرگذاری اور زیادہ بڑھجاتی ہے - کیا ہوا اگر ہز آنر کو ہماری چند باتیں پسند نہیں' لیکن تاہم انکو " دروازۂ مسیحیت " کے نظارے کا تو شوق نہیں ہے؟

اب رہا عمل' تو افسوس کے ساتھه کہنا پڑتا ہے که گو ہم اسکے لیے طیار ہوں' لیکن ہمارے چاروں طرف کے اسباب اسکے لیے طیار نہیں ہیں - ہز آنر ہمارے کانوں کو اپنے نصائح سنا سکتے ہیں' لیکن دماغوں سے ہماری عقلیں چھین نہیں سکتے - وہ اپنی دوستانه نصیحت کے پیچھے اپنی قوت حکمرانی کا گرز گراں رکھه سکتے ہیں' لیکن ہماری آنکھوں پر پردہ نہیں ڈال سکتے - انکے اختیار میں ہے که غلط کو صحیح بتلادیں' مگر انکے لیے ابھی اس قوت کو حاصل کرنا باقی ہے که سچ کو جھوٹ ثابت کردیں - وہ اگر کہیں که ہماری عقلیں ضعیف اور ہمتیں پست ہیں' تو ہم مان لیں گے' کیونکه اسکا بڑا ثبوت یہی ہے که وہ ہمکو نصیحت کر رہے ہیں' لیکن اگر وہ کہیں که ہم عقل سے بالکل محروم ہیں' تو اسے تسلیم کرنے کیلیے ابھی طیار نہیں - البته اگر نصیحت فرماؤں کی نصیحت کا' اور مخاطبوں کی سماعت کا یہی حال رہا' تو عجب نہیں که وہ وقت بھی آجاے - اور یه پھر انکی مزید خوش قسمتی ہوگی -

---

سنه انیس سو تیرہ میں ایک صوبے کا حکمران اپنی سرکاری تقریر میں ہم سے خواہش کرتا ہے که واقعات کو جھٹلاؤ اور دنیا کو بھول جاؤ اور خود نه بھول جانا ہے که الحمد لله اب اسکے مخاطب شمالی نائجیریا کے وحشی نہیں ہیں' بلکه هندوستان کے لکھے پڑھے والے انسان ہیں! انسانی جراتوں کی اس عجیب ترین مثال کو کیا کہا جاے؟ وہ کہتے ہیں که " اس دور افتادہ ملک میں نه آپکو اصلی حالات معلوم ہیں اور نه مجھکو " ممکن ہے که مسلمانوں کی خیر خواہی کے افکار و تردّدات سے ہز آنر کو اس کی مہلت نه ملتی ہو که وہ حالات معلوم کریں' لیکن الحمد لله که ہم کو معلوم ہیں - ہم جانتے ہیں که طرابلس کی جنگ کیونکر چھڑی اور وہ کون حکومت تھی جو اس جنگ سے اصلی فائدہ اٹھانا چاہتی تھی؟ ہم کو یاد ہے که ۲۶ - اکتوبر کو عیسائی تہذیب و تمدن کے ایک جنگی مشنری نے طرابلس میں خون کا سیلاب' اور انسانی لاشوں کی دیواریں کھڑی کردیں' اور انگلستان کی نوع پرست مٹی کے بنے ہوے پتلوں میں سے کسی کو شرم نه آئی که سنه ۱۸۹۸ - کے انگریزی متمدن مسیحی کو یاد کرکے اٹلی سے باز پرس کرے - ہم اس حکومت کو اچھی طرح پہچانتے ہیں جسکے سامنے اسکے ایک نئے آشنا نے ایران میں (ثقة الاسلام) کو پھانسی دی اور مسلمانوں کی ایک مقدس زیارت گاہ کا گنبد گولہ باری سے توڑ ڈالا مگر اسکی سوئی ہوئی شرم و غیرت کو ذرا بھی جنبش نه ہوئی - ہماری آنکھیں اس حکومت کے پہچاننے میں کبھی دھوکا نہیں کھا سکتیں' جس نے ترکی کو اٹلی سے صلح کرلینے پر مجبور کرنا چاہا' اور اسکے لیے یه ترکیب اختیار کی گئی که بلقانی ریاستوں نے ترکی سرحد پر قزاقی شروع کردی - ہم کو اچھی طرح معلوم ہے که

(سر جیرڈ لوتهر) اس حکومت کا کونسل ہے ' اور اس نے مختار پاشا کو یہ کہکر کس طرح دهوکے میں رکها تها کہ " جنگ کیلیے ترکي کوئي طیاري نہ کرے ' ہم ریاستوں کو کسي طرح جنگ شروع کرنے نہ دینگے " اور اسلیے خواہ کتنے هي پردے ڈالے جائیں ' مگر ہم اس حکومت او بیک نظر شناخت کرلے سکتے هیں ' جس نے ترکوں کي اس درد انگیز شکست کے اسباب فراہم کیے -

پهر ان تمام باتوں کو جانے دیجیے - ہم ہز آنر کي خاطر اس حکومت کے پہچاننے سے انکار کردیں ' جسکا وزیر اعظم سالنیک کے فتح کي خبر سنکر اپنے مقدس صلیبي خوشي کے جوش کو دبا نہ سکا اور قسطنطنیہ کے فتح کي اس امید نا تمام و رسوا کن کا اعلان کردیا ' جسکے ابتک پورا نہونے کي شرمندگی کو تو ہمارے ہز آنر بالقابہ کا دل بهي ضرور محسوس کرتا ہوگا ' گو مواعظ و نصائح میں اسکے اظہار کا کوئي موقع نہو -

پهر اگر ہز آنر کي محبت فرمائیوں کي خاطر اس واقعہ کو بهي فراموش کردیں ' تو اس یاد داشت کا کیا جواب ہوگا ' جسکے نیچے " مسیحي اتحاد " کے تمام دستخطوں کے ساتهہ سب سے بڑي " اسلامي سلطنت " کے بهي دستخط تهے ' اور جسکا یہ مضمون تها کہ ترکي فوراً تمام مفتوحہ اور غیر مفتوحہ مقامات بلغاریا کے حوالہ کر دے ؟ کیا ہز آنر چاہتے هیں کہ پانچ ہزار مسلمان عورتوں کو ایک مسجد میں جلا دیا جائے ' سر ایڈورڈ گرے کي صمم بکم بارگاہ سے جواب دیا جائے کہ " ہم کچهہ نہیں کرسکتے " اور پهر بهي ہم اپنے تئیں اپنے ناصحوں کے هاتهہ میں چهوڑ دیں تاکہ وہ ہماري آنکهوں پر باطمینان پٹي باندھ دیں اور کانوں کو آهني چادروں سے بند کردیں ؟

اصل یہ ہے کہ نصیحت کرنا آسان ہے مگر درد مندوں کے دل کو سمجهنا مشکل ہے - ہز آنر نے نصیحت فرمائي کی مشق تو خوب کرلي ' لیکن دلوں کے سمجهنے کي مشق باقي ہے :—

بر ہر شاخ گل افعي گزیدہ بلبل را
نوا گران نخوردہ گزند را چہ خبر ؟

ہز آنر اللہ کا شکر کریں کہ خدا نے انکو اس قوم میں پیدا کیا ہے ' جو ہمارے اقبال مرحوم کي جانشین ہے ' اور ہماري کهوئي ہوئي متاع سے جسکي دکان کي آرائش ہوئي ہے - قوت و حکومت کا جو خلعت ہمارے جسم پر راس نہ آیا ' قدرت نے وہ اسکے کاندهوں پر ڈالدیا -

ہر جادہ کہ از نقش پئے نست بہ گلشن
جا کیست بعیب ہوس انداختۂ ما

انکو ہم بدبختوں کے دل کي ٹیس کیا معلوم ؟ اقبال و کامراني کے بستر پر آرام کرنے والے ' خاک محرومي و مذلت پر لوٹنے والوں کا درد دل نہیں سمجهہ سکتے - بہتر ہے کہ وہ ہماري فکر میں اپنا عیش تلخ نہ کریں ' اور ہم کو ہماري حالت پر چهوڑ دیں - ہم اپنے ناصحوں کو دیکهہ چکے هیں اور اب کسي نئے تجربے کي ہم میں ہمت نہیں -

---

(ہز آنر) براہ نوازش فرض کریں کہ ترکي کے کسي ارمني گرجے کے گنبد کا ملمع کاس ترکي توپوں کی زد سے گر گیا ہو ' یا کسی مقدس پادري کو پهانسي پر چڑها کر ' اسکا موقعہ دیا گیا ہو کہ اپنے خداوند مصلوب کي سنت ادا کرنے کا شرف عظیم حاصل کرے - یا گرجے کے احاطے کے اندر پانچ ہزار " مقدس کنواري " کے پرستاران جمیلہ کے ساتهہ وهي سلوک کیا جائے ' جو فلاکت زدہ البانی عورتوں کے ساتهہ کیا گیا ہے - اور اسکي نسبت هاوس آف کامنس میں حکومت کو جب توجہ دلائي جائے کہ اسلام کي اس بربرانہ خوں ریزي اور وحشیانہ ظلم و تعدي پر کیوں خاموشي اختیار کرلي گئي ہے ؟ تو سر ایڈورڈ گرے جواب دیں کہ " ایک غیر طرفدار حکومت کیلیے یہ محال ہے کہ وهاں جاکر اسکا انسداد کرے "

ہز آنر اپنے قلب مبارک پر هاتهہ رکهکر فرمالیں کہ ایسي حالات میں انکے خیالات اپني قومي حکومت کي نسبت کیا ہونگے ؟

(ہز آنر) کسي ایسے " مسیحي اتحاد " سے بالکل بے خبر هیں جو اسلام کو مٹانے کیلیے کیا گیا ہے ' اور اسکو صرف چند فتنہ انگیز مفسدوں کا اختراع سمجهتے هیں - یہ اچهي بات ہے ' اور هندوستان میں ہمارے حکمران یورپ اور انگلستان کے واقعات سے عملاً لاعلم هي رهیں تو اسکے اور ہمارے ' دونوں کیلیے بہتر ہے - لیکن افسوس کہ جس طرح ہز آنر اپنے آپ کو اور ہمکو ' دونوں کو یورپ کے " بین الاقوامي " فلسفۂ سازش کے سمجهنے سے قاصر سمجهتے هیں ' ویسا هي ہم بهي خود اپنے تئیں اور انکو ' دونوں کو واقعات کے قدرتي اثر کے محو کرنے سے بهي قاصر پاتے هیں - ہز آنر کي قدرت سے باہر ہے کہ وہ " مشرقي مسئلہ " کي اس پوري تاریخ کو ہم سے چهپا سکیں جو گذشتہ نصف صدي کے " بین الاقوامي مسائل " کي اصلي محور رهي ہے - سلطان عبد الحمید نے ممالک غیر کي خبروں اور یورپ کے اخباروں کي ترویج میں اشاعت بند کردي تهي ' مگر گورنمنٹ آف انڈیا کے ہم شکر گذار هیں کہ اس نے ایسا نہیں کیا ہے - پس جو کچهہ ہمیں معلوم ہے ہم اس پر ہز آنر کي تصدیق و تغلیط کے محتاج نہیں -

فرڈینڈ اور شاہ یونان اعلان جہاد کرتا ہے ' جس طرح چوتهي صلیبي جنگ میں پادریوں کے گروہ جنگ مقدس کا صبح و شام وعظ سناتے تهے ' اسي طرح بلغاري اور سروي پادري فوج کے ساتهہ ساتهہ بائبل در بغل سفر کرتے هیں ' لیکن تمام یورپ کي فضا میں ایک صداے اعتراض بهي نہیں اٹهتي - یہ کیا ہے ؟ اگر شیخ الاسلام بهي بلغاریا کے مقابلے میں اعلان جہاد کردیتا ' تو کیا انگلستان اور یورپ کی حکومتیں خاموش هو رهتیں ؟

باوجود اسکے انگلستان سے مسٹر (بکالن) ممبر پارلیمنٹ صوفیا جاتے هیں اور اعلان کرتے هیں کہ " تمام انگریز اس جنگ میں بلقان کے ساتهہ دل سے شریک هیں ' اور بہت سے انگریز بطور والنٹیر کے آنے والے هیں "

انگلستان میں پادریوں نے اتوار کے دن بلقانیوں کي فتح و نصرت کی دعائیں مانگیں - جنوبي ویلز کے بشپ نے تقریر میں تقریر کرتے ہوے کہا :

" ترکی کے عیسائیوں کي حالت اب نا قابل برداشت ہے - ضرور ہے کہ اعلان جنگ کیا جائے - لہذا آج کا دن اعلان جنگ کا دن ہے "

مسٹر لائڈ جارج اور وزیر مال اس انجمن کے قائم کرنے میں شریک ہوتے هیں ' جو ویسٹ منسٹر میں بلقانیوں کي حمایت کیلیے قائم کی گئي تهي ' اور انگریزي پارلیمنٹ کے ممبر اسمیں حصہ لیتے هیں - اس انجمن میں یہ طے کیا جاتا ہے کہ " بلقاني حق بجانب هیں ' نتیجہ خواہ کچهہ هي کیوں نہو ' مگر مقدونیا ضرور آزاد کردیا جائے گا "

رهي انگلستان کي عام پبلک ' تو ابهي کل کي بات ہے کہ (پال مال گزٹ) نے لکها تها :

" ہمارا اصلي فرض یہ ہے کہ عیسائیوں کي مدد کریں - بیشک یہ ہماري دلي تمنا ہے کہ ہم اپنے بلقاني عیسائي بهائیوں کو دیکهیں کہ وہ اسي طرح اس تخت سیادت کو اوارث رہے هیں ' اور مشرقي و جنوبي یورپ کو مسلمانوں سے پاک کر رہے هیں ' جس طرح انکے بهائیوں نے کبهي اسپین کو عربوں سے پاک کیا تها "

۲۶ ربیع الاول ۱۳۳۱ ہجری

حدیث الغاشیہ

(۳)

نشۂ نیم شبی کا صدمۂ خمار
یا
یونیورسٹی فونڈیشن امبٹی

وہ " شیفتہ " کہ دھوم تھی حضرت کے زہد کی '
میں کیا کہوں کہ رات مجھے کس کے گھر ملے !!

(۱)

مرغ اسیر کی گرفتاری اور صیاد بے مہر کی تغافل شعاری کا مرثیہ ہمارے شعرا کی بدولت ایک دلچسپ داستان بنگئی ہے -

فرض کیجیے کہ کوئی قیمتی چڑیا آپنے ہزاروں آرزوں اور تمناؤں سے پکڑی ہو' اور اسکا مضغۂ ضعیف آپکی مضبوط مٹھی میں اس طرح دبا ہوا ہو ' کہ ذرا انگلیوں کو اور سخت کیجیے تو غریب کی کاغذی پسلیاں ریزہ ریزہ ہو جائیں -

لیکن یکایک آپکو ایک ٹھوکر لگی ' اور اب جو دیکھتے ہیں تو مٹھی خالی ہے ' اور وہ صید ستم سامنے کے کسی درخت کی بلند ٹہنی پر بے فکر و بے پروا بیٹھا ہوا چہچہا رہا ہے - گویا اسطرح آپکو چیلنج دے رہا ہے کہ صیادی کا دعوا ہے ' تو یہاں آکر گرفتار کیجیے ! آپ حسرت سے دیکھتے ہیں اور انقلاب حالت پر خونبار ہیں ! اللہ اللہ ! ابھی چند لمحے پہلے جو مشت پر و بال اپنی زندگی و موت کیلیے ہمارے رحم کا محتاج تھا ' اب ہماری بے بسی و لاچاری پر اپنی ازادانہ پر فشانیوں سے طعنہ زن ہے !

بعینہ یہی حال فونڈیشن کمیٹی کے پہلے اجلاس کا تھا ' وہ صیادان سخت پنجہ ' جنہوں نے قومی ازادی اور جماعتی راے کی سنہری چڑیا کو برسوں اپنی آہنی انگلیوں میں دبا کر مقید کر رکھا تھا - اور استبداد گرفت کا یہ حال تھا کہ اف کرنے کی بھی اجازت نہ تھی ' اب چشم تر اور نگاہ خونبار سے دیکھہ رہے تھے کہ ایک ہی جست برق رفتار میں انکے قبضے سے نکل گئی ہے ' اور وہ ہاتھہ ' جو کل تک کسی کے پر و بال مفید سے بھرے ہوے تھے ' اب خالی ہیں تاکہ جی بھر کے اپنی محرومی اور بے بسی پر ماتم کرلیں !

ناکامی سے بڑھکر ناکامی کے [illegible] کی تکلیف ہوتی ہے - ستم یہ تھا کہ یہ بے مہر چڑیا اڑکر چلی نہیں گئی تھی ' بلکہ سامنے کے ایک درخت پر بیٹھی ہوئی تھی - کبھی اپنے پروں کو ہلا ہلاکر یاد دلاتی کہ یہی پر ہیں ' جنکو آپکے قبضے میں حرکت کی بھی اجازت نہ تھی ' لیکن اب کسطرح ہوا میں پھیلاے جا رہے ہیں ؟ کبھی گردن ہلا ہلاکر چہچہاتی ' اور اسمیں یہ دلدوز طعنہ مضمر تھا کہ کل تک یہی زبان تھی ' جو کسی کے خوف و ہیبت سے ہلنے کا تصور بھی نہیں کرسکتی تھی - آج آپکی زبان بھی اسکے سامنے کھلتے ہوے کٹ کٹ جاتی ہے !

فانظر کیف کان عاقبۃ المکذبین !

(۲)

بہر حال انقلاب حالت نے لیڈروں کے کیمپ میں ایک تہلکہ مچا دیا ' پچھلی جنگ کی ہزیمت سامنے تھی ' اور آئندہ کی خوفناک ہزیمتوں کے تصور سے اس " لیڈری " کے " سومنات " کا ہر بت لرزاں و ترساں تھا :

فاقبل بعضہم علی بعض یتلاومون ' قالوا یا ویلنا انا کنا طاغین ! (۶۸ : ۲۰)	پس لگے آپسمیں ایک دوسرے کو ملامت کرنے ' اور اخر کار سب بول اٹھے کہ ہاے ہماری کم بختی ! بیشک ہم بڑی نافرمانیوں اور گمراہیوں میں مبتلا تھے !

تاہم ایک ہی رات درمیان میں باقی رہگئی تھی ' اور جو کچھہ ہونا تھا ' ضرور تھا کہ طلوع افتاب کی روشنی سے پہلے ہی انجام پا جاے - پس جب " سومنات " کے چھوٹے بتوں نے دیکھا کہ ہمارا عمل السحر کچھہ کام نہیں دیتا ' تو :

قال اوسطہم ' الم اقل لکم لولا تسبحون (۶۸ : ۱۸)	ان میں جو سب سے بہتر آدمی تھا ' کہنے لگا کہ کیا میں تم سے نہیں کہا کرتا تھا کہ اپنے (آس آخری) معبود ہی کی تسبیح و تقدیس کیوں نہیں کرتے (جو تمام مشکلوں کو حل کرنے والا ہے ؟)

یہ اس طرف اشارہ تھا کہ طاقتوں اور قوتوں کے اس " بت اعظم " سے کیوں نہیں خواستگار اعانت ہوتے ' جسکی سحرکار آنکھوں کی برق نگہی سے اس مندر کے تمام چھوٹے بڑے سنگی بت طاقت حاصل کرتے ہیں ؟

افرایتم اللات والعزی ' ومناۃ الثالثۃ الاخری ؟ (۵۳ : ۱۹)	(پھر) کیا تم نے " لات " اور " عزی " نامی بتوں کو نہیں دیکھا ہے ؟ اور وہ ' جو ایک (سب سے بڑا) تیسرا بت اور ہے ' اور جسکا نام " منات " ہے ؟

دعا مستجاب ہوئی اور بالاخر " اعمال و اشغال مخفیہ " کی یہ عظیم الشان رات اس طرح شروع ہوئی کہ سب سے پہلے اس " مقدس عمل تسخیر " کو انجام دیا گیا ' جس کا ظاہری و سادہ نام ظاہر بین لوگوں کی زبان میں (ڈنر) ہے ' اور ہماری اصطلاح میں - بل ہی فتنۃ ' ولکن اکثرالناس لا یعلمون (۱) میں داخل -

(۳)

راویان صداقت شعار ' اور ناقلان عدالت اثار روایت کرتے ہیں کہ یہ " عمل " ساڑھے بارہ بجے تک بجمیع شرائطہ جاری رہا :

اور جو کچھہ کہ ہوا ' قابل اظہار نہیں

" تسخیر کواکب " کے عمل کی مشکلات آپ کو یا ہمکو کیا معلوم ؟ انسے پوچھیے جنہوں نے اس فن کے علم و عمل ' دونوں میں دستگاہ بہم حاصل کی ہیں - پھر مقصد جیسا اہم ہوتا ہے ' اتنا ہی عمل بھی قوی ہوتا ہے - اس عمل میں بڑی مشکل یہ تھی کہ " قران السعدین " نہیں ' بلکہ " قران الضدین " کا سامان کرنا تھا ' مریخ اور زہرہ ' دونوں کو جمع کرنا تھا ' اور مشتری کے گرد حلقہ کھینچنا تھا تاکہ " زحل " کے درمیان سے باہر قدم نہ نکالے - بہرحال عامل کا پنجہ سخت تھا ' مریخ اور زہرہ ' دونوں کو ایک دائرے میں جمع کر ہی کے چھوڑا ' یہاں تک کہ " زہرہ " نے بایں ہمہ ناز و عشوہ وعدہ لے لیا گیا کہ عین حضرت " مریخ " کے برج کے سامنے ' اپنا رقص ہوش افگن نظارہ گیان ارضی کو دکھلاے گی !

(۱) بلکہ وہ ایک بڑا فتنہ ہے ' مگر افسوس کہ اکثر لوگ اس حقیقت سے واقف نہیں -

اُس صحبت فلکی میں تو یہ عجائب و غرائب انجام پا رہے تھے ' اور ادھر زمین کے بسنے والوں کی قسمت سر پیٹ رہی تھی :

بگزر ز سعادت و نحوست ' کہ مرا
ناہید نعرہ کشت و مریخ بقہر !

(۴)

اصل یہ ہے کہ پہلے اجلاس میں جن بعض زبان آوران ارادی کے سرگرم تقریریں کی تھیں ' انکی نسبت لیڈروں نے پہلے ہی سمجھہ لیا تھا کہ ابھی ان سنہری تاروں کیلیے آگ کی آزمائش باقی ہے - ۲۶ - دسمبر کے جلسے میں جبکہ نطقوں کی گرم زبانوں سے شعلے نکل رہے تھے ' تو (راجہ صاحب محمود آباد) ہمارے مجلس طراز دوست مسٹر (محمد علی) کو مخاطب کرکے دل ہی دل میں ضرور کہتے ہونگے :

مجلس طرازوں کے چہاؤ تا سب مزے
تم اٹھاؤ گے کبھی تنہا اگر ملے

بالآخر انتظار میں زیادہ دیر نہیں لگی ' اور بہت جلد تنہائی کا " گوشۂ خلوت " ہاتھہ آگیا - خلوت کے اسرار و راز محرمان جانیں - جلسہ ایک تو پہنچلے نہیں ' ہم ایسے بے خبروں کو کیا خبر ؟ تاہم یہاں تک تو تمام راوی متفق ہیں کہ (راجہ صاحب) نے اپنی شکست کا اعتراف کیا اور کہا کہ اگر ہرانا ہی چاہتے ہو تو ہار جانے کا اقرار کرتے ہیں - اب اور کیا چاہتے ہو ؟

بیا کہ ما سپر انداختیم اگر جنگ است !

کہا جاتا ہے کہ (راجہ صاحب) نے کہا تھا کہ " جب تک مسٹر محمد علی رام نہ کیے جائیں گے ' کچھہ نہیں ہوگا " یہی سبب ہے کہ اس " خلوت شب " کی دعوت کا دروازہ انہی پر بند کیا گیا ' اور رات بھر " سہرے " کی تزئین و آرایش میں صرف ہوگئی - جب ہمکو اس سے کوئی بحث نہیں کہ رات بھر کی بیداری خلوت میں کیا کچھہ کیا گیا ؟ ہم تو صبح کی چشم خمار آلود ' اور زلف پریشان کی ادائیں دیکھنے والوں میں تھے - اور یہ جو اپنے حصے میں آیا ' تو اسپر شاکی بھی نہیں - ہمارے دوست کے ہم وطن بلکہ انکے سابق رئیس (یوسف علی خاں ناظم) کا فلسفہ اس موقعہ کیلیے ہمیں یاد تھا :

ادائیں شب کی تو سب لوگ دیکھتے ہیں ' مگر
ہم انکی بگڑی ادائیں سحر کو دیکھتے ہیں

(۵)

خیر ' یہ تو اس " شب وصل " کی شام تھی ' اسکے ذکر کو کہیں جلد ختم کیجیے ' کیونکہ اصلی پر لطف حصہ تو اسکے بعد آتا ہے ' جبکہ رندان بادہ گسار نے " حجلۂ بزم شبی " آراستہ کیا ' اور موثر کاریں بھیج بھیج کر ایک ایک شریک پیمان کی قسمت خفتہ کو مژدۂ بادہ گساری سے بیدار کیا گیا :

وقت آں نیست کہ در حجرہ بخوابی تنہا !

" دار عیش بہ از عیش " یعنی :

دل حبیب کم نہیں وصل حبیب سے !

چشم تصور سے کام لیجیے کہ دسمبر کے آخری ہفتے کی سرد راتیں ہیں ' لیلائے شب کی زلف کمر سے گذر چکی ہے ' ایک کنج خلوت میں صحبت بادہ پرستی گرم ہے ' اور گرم گرم سازشوں کی :

دہری شراب ہے ' نشے ہیں جا بجا ساقی !

مثل اسکے کہ آپ کسی مدعی زہد کو الزام دیں ' آپ ہی کو منصف بناتے ہیں کہ بھلا ایسی توبہ شکن اور ولولہ انگیز صحبت میں اگر ہمارے کسی " دوست " کی توبہ نے لغزش کھائی ' اور اُس جام عہد فراموش کو منھہ سے لگاتے ہی بنی ' جو کسی کے " دست طلائی " نے پیش کیا تھا ' تو انصاف کیجیے ' آخر پہلو میں دل کس کے نہیں ہے ؟ اور پھر یہ تو وہ مقام ہے کہ ہاروت و ماروت کے قدم بھی لڑکھڑا گئے تھے :

ساقیا مزاج از من ' عالم جوانیہا ست !

خود صحبت آزمایان شبینہ کا بیان ہے کہ یہ بادہ گساری رات کے دو بجے تک جاری رہی تھی - الله الله !! جاڑے کی راتیں اور پچھلے پہر کی " پر اسرار " صحبتیں !! آپ الزام و اعتراض کی فکر میں ہیں ' اور " رات کے دو بجے " کے لفظ سے نہیں معلوم کیسے کیسے خیالات میرے دماغ میں گذر رہے ہیں ؟ رات کی تاریکی ' پچھلا پہر ' رندان شاطر و کہنہ مشق کا ہجوم ' اور بعض نوجوان و نوآموز مدعیان حریت ' پھر سعل مے پرستی کا یہ عالم ! اب کیا کہوں کہ کیا کہنا چاہتا ہوں ؟

مست بر بستر من افتد و رندان دانند
حالت مست ' کہ بر بستر ہشیار افتد !

(٦)

اب ادھر کی سنیے - یہاں تو شب زندہ داران بادہ گساری " صبح خمار " کی اعضا شکنیوں میں کروٹیں بدل رہے تھے ' اور ادھر صبح آٹھہ بجے ہی سے اجلاس کا ہال تماشایان بزم سے بھر گیا - ایک دن پہلے حصول مقصد کیلیے جو تدابیر گونا گوں و بوقلموں اختیار کی گئی تہیں ' منجملہ انکے ایک تدبیر خاص یہ بہی کہ جلسہ کیلیے ٹکٹ مقرر کر دیا گیا ' اور یہاں تک ہمیں بھی اتفاق تھا ' کیونکہ آج اسٹیج پر پردے سے جو پتلیاں نکلنے والی تہیں ' وہ تھیٹر کے امرجعہ یاد کیے ہوے ایکٹروں کی طرح ایک تماشے سے زیادہ نہ تہیں ' اسلیے ضرور تھا کہ (باصطلاح عوام) اس " تماشہ گھر " کیلیے ٹکٹ بھی مقرر کیا جاے ' لیکن اسپر طرہ یہ تھا کہ ٹکٹ کیلیے پہلے تو یہ شرط لگائی گئی کہ صبح آٹھہ بجے سے پہلے لے لیے جائیں ' حالانکہ جاڑوں میں آٹھہ بجے تک رات کی کہر سے فضا بھی صاف نہیں ہوتی - پھر ٹکٹ کیلیے تھیٹر کے صدر دروازے پر ٹکٹ گھر کی کھڑکی کا اعلان کیا گیا تھا ' لیکن جو لوگ وہاں پہنچتے تھے انسے کہا جاتا تھا کہ راجہ صاحب کے ہاں جائیے - راجہ صاحب کے ہاں سے صدا آتی تھی کہ جہاں سے آئے ہیں ' اسی طرف پچھلے پانوں پھریے :

یاں سے واں ' واں سے یہاں ' حکم ہوا وصل کی شب
ہم اٹھاتے ہی بچھاتے رہے بستر اپنا !

اس سے غالباً مقصود اصلی یہ تھا کہ ان مشکلات کی وجہ سے آزاد خیال طبقے کی مجالستی جمع نہ ہو سکے - یہ بھی خبر اڑی تھی کہ ایک جماعت کل کیلیے باہر سے ٹھیکے پر بلائی گئی ہے - ایک جماعت راوی ہے کہ پولیس کی قوت سے بھی کام لینے کا ارادہ کیا گیا تھا - لیکن صبح کو پھر ان تمام انتظامات کے عمل میں لانے کی ضرورت باقی نہیں رہی ' کیونکہ رات کے قول و قرار کے بعد سب مطمئن ہوگئے تھے ' کہ جب خیموں میں باہم صلح کرلی ہے ' تو میدان جنگ میں لڑائی کا اب کیا خوف ؟ (ناظم پاشا) جب ساتھہ ملگیا تھا ' تو (کامل پاشا) بے فکر ہو گیا تھا ' کیونکہ اُس نے سمجھہ لیا تھا کہ فوج کی اصلی قوت اسکے ہاتھہ میں ہو یا نہو ' لیکن اس وقت تو ضرور ہے -

(۷)

غرضکہ آٹھہ بجے سے جلسہ منعقد ' اور " صاحبان حل و عقد " کا منتظر تھا ' لیکن کسی بزرگ کا پتہ نہیں ' اور اب پتہ لگے تو کیونکر ؟ جس جنگ کیلیے یہاں فوج جمع تھی ' اسکی صلح رات کے دو بجے کی تاریکی ہی میں انجام پا چکی تھی - اب جلسے میں شرکت

کیلیے کیا ایسی جلدی آ پڑی تھی ؟ جو جلدی کی جاتی ؟ بہر حال ادھر رو نمائی میں دیر ' ادھر مشتاقان دید کی بے صبری ' عجیب کشمکش تھی :

ہوتا ہے از دحام تمنا اسی قدر
ہوتی ہے جتنی دیر کشود نقاب میں

خدا خدا کرکے صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب بطور مقدمۃ الجیش کے تشریف لائے - گو خود انکا آنا جلوۂ یوسفی نہ تھا ' لیکن اپنے ساتھ " نسیم پیراہن " کی بشارت ضرور رکھتا تھا - انہوں نے سب سے پہلے " صحبت نیم شبی " کا اعلان کیا ' اور " جنگل میں منادی کرنے والے یوحنا " کی طرح خبر دی کہ " راہ صاف کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہت اب قریب ہے ! ! "

(۸)

یہاں تک کہ دس بجے - صدہا نظر ہاے منتظرہ ' اور صدہا ہاے مضطرب کی صفوں سے گذرتی ہوئی " ارباب حل و عقد " کی قطار جلوہ فروش ہوئی ' اور " حضلۂ سازش " (۱) کے تمام " عروسان شب زندہ دار " ایک ایک کرکے نظر نواز بزم و انجمن ہوے - چہروں نے پہلی ہی نظر میں ارباب نظر سے رمز فروشی کی کہ رات بھر میں رنگ بدل چکے ہیں

شب کہ شراب خوردۂ ' با تو صد نشانیہا ست !

انہی میں ہمارے شدوہ طراز دوست مسٹر (محمد علی) بھی تھے - صحبت نیم شبی کا خمار آنکھوں میں ' اور شب بیداری کی افسردگی چہرے پر - جی میں آیا کہ بڑھکے پڑھ دیں :

تو شبانہ می نمائی بہ بر کہ بودی امشب ؟
کہ ہنوز چشم مستت اثر خمار دارد !

لیکن ہمارے دوست نے اپنی ایک رات کی حریف پرور اداؤں سے نئے دوستوں کا ایسا حصار ہجوم پیدا کرلیا تھا ' کہ اب اسکا موقعہ ہی کب باقی رہا تھا ؟

جو کام میں عمر کے ہوئیں صرف
افسوس وہ دلربا ادائیں !

(۹)

در اصل اب فونڈیشن کمیٹی کی تمام بحث آکر اسپر ختم ہوگئی تھی کہ ڈاکٹر میجر (سید حسن) بلگرامی کا رزولیوشن منظور ہو یا غیر منظور - تمام دیگر مسائل طے پا چکے تھے ' اور اصلی پتھر جو ارباب کار کو حصول یونیورسٹی کی راہ میں نظر آتا تھا ' یہی رزولیوشن تھا -

اس رزولیوشن کا مقصد فی الحقیقت کسی قومی یونیورسٹی کیلیے اصل مدعی ' اور بمنزلۂ بنیاد کار کے تھا ' یعنی گورنمنٹ کے اختیارات کا مسئلہ - رزولیوشن کے الفاظ یہ تھے :

" قوانین کالج کی دفعہ ۳۱ - ضمن ٥ - میں جو اختیارات اسوقت پیٹرن کو حاصل ہیں ' انسے زیادہ اختیارات یونیورسٹی کی صورت میں ' حضور ویسراے کو بحثیت چانسلر نہ دیے جائیں "

میجر صاحب نے اس تجویز کو بعد از ہزار سعی و مجاہدت پیش کیا ' اور تمام آزاد خیال طبقے نے (جو قوم کو قومی یونیورسٹی کے دھوکے میں ایک گورنمنٹ یونیورسٹی خرید نے سے بچانا چاہتا تھا ' اور جسکی قدمت میں علی گڈہ کالج بھی ہاتھہ سے جاتا تھا) ساتھہ دیا اور آخر تک ساتھہ دینے کیلیے طیار

تھا - اب جو وہ تشریف لاے ' تو اسٹیج پر آتے ہی میں نے انسے پوچھا : فرمائیے کیا ارادہ ہے ؟ کہا کہ " صلح کاری کے ساتھہ کام کرنا بہتر ہے ' اور مجھکو یقین دلایا گیا ہے کہ بحالت موجودہ میرا رزولیوشن پاس نہیں ہوسکتا " (حالانکہ آخری خیال درست نہ تھا)

میں نے اسی وقت " انا للہ " کا جو پرسوں کی شام کو زباں پر گذرا تھا ' اعادہ کیا ' کہ اپنے قیاسات کی پوری تصدیق ہوگئی - اب " صلح " کی خواہش ہے ' گو تمام یونیورسٹی ہاتھہ سے جاے -

میجر صاحب کانفرنس کی صدارت کیلیے تشریف لاے تھے ' اور فی الحقیقت جس قابلیت اور صداقت کے ساتھہ انہوں نے اپنے فرض کو ادا کیا ' وہ انکی عظمت کیلیے بہت بڑی چیز ہے - پس بہتر تھا کہ وہ فونڈیشن کمیٹی کے اجلاس میں حصہ نہ لیتے اور اس رزولیوشن کو پیش ہی نہ کرتے - وہ نئے نئے قوم کے سامنے آئے اور آتے ہی اپنے تئیں ایک آزمایش میں ڈال دیا ' حالانکہ آزمایش کی راہ دوسری ہے :

عاشقی شیوۂ رندان بلاکش باشد

۲۶ - کی سہ پہر کو ہمیں خیال ہوا تھا کہ کہیں میجر صاحب کی استقامت " ارباب حل و عقد " کے مقابلے میں مرعوب نہ ہوجائے ' ہم نے خیال کیا تھا کہ اگر وہ اپنی تجویز میں ترمیم پسند کرینگے یا واپس لے لیں گے ' تو معاً کوئی دوسرا شخص اسکو پھر پیش کردیگا - لیکن افسوس کہ ۲۸ - کی صبح کو حالت بدل گئی - ہم ایک شعر یاد کرنے لگے ' جسکا پہلا مصرعہ یاد نہیں آتا تھا - دوسرا مصرعہ یہ ہے :

اگر ماند شبے ماند ' شبے دیگر نمی ماند

(۱۰)

با وجودیکہ مجلس " نیم شبی " کے قول و قرار صلح سے دل مطمئن اور منصوبے پورے تھے ' لیکن پھر بھی جنگ کے اجرا کا خوف دلوں میں دامن گیر تھا - اسکے لیے علاوہ اور بہت سی تدابیر مختلفہ کے جو بارہ دری کے دروازے اور خود اندر بھی کی گئیں تھیں ' ایک خاص تدبیر خود اسٹیج پر بھی ارادوں کی مخبری کرتی تھی - دو قطاروں کی مسند پائیں پریسیڈنٹ کی کرسی اور منبر کے چاروں طرف فرش پر بچھائی گئی تھیں ' اور نہیں معلوم اس بلغاری محاصرہ کا (ایڈریانوپل) کونسا تھا ؟ بعض اشخاص جو کل تک جلسوں میں اپنی پگڑیوں کے ذریعہ ممتاز تھے ' ہم نے خاص طور پر دیکھا کہ آج کے پیش آنے والے واقعات سے متنبہ ہوکر ترکی ٹوپی کے یونیفارم سے ملبس ہوکر آے تھے - شاید اسلیے کہ اوروں کے پگڑی اتارنے سے پہلے خود ہی اتار بیٹھیں ' یا اسلیے کہ جنگ کے موقعے جس مستعدانہ چستی و چالاکی کے خواہاں ہوتے ہیں ' انکے لیے پگڑی کے دور کمل پیچ مناسب حال نہیں -

ہم نواب (وقار الملک) کے آنے کے پہلے ہی پہنچے ہوے تھے - ہم نے دیکھا کہ اس حالت کو بطور خود نواب صاحب قبلہ نے محسوس فرمایا ' اور ان لوگوں سے باصرار کہا کہ اسطرح نہ بیٹھیں ' غالباً یہ بھی فرمایا تھا کہ اس سے لوگوں کو شبہات پیدا ہوتے ہیں (مگر یہ آخری جملہ یقینی طور پر یاد نہیں ' ممکن ہے کہ کسی اور نے کہا ہو) لیکن وہ نبرد آزمایان جنگ ' جو آج اپنے دست و بازو کے جوہر دکھلانے کیلیے جمع ہوے تھے ' بھلا ان مصالح و احکام کی تاب پروا کرنے والے تھے ؟

اس ہجوم و حصارے ایک خاص مقصود بظاہر یہ نظر آتا تھا کہ اگر کوئی شخص مخالفت میں تقریر کرنے کیلیے آمادہ ہو ' تو اسکو بر وقت اسکا موقعہ ہی نہ ملے ' کیونکہ اول تو مقرر کیلیے کھڑے رہنے کی کہیں جگہ ہی نہ تھی - دوسرے اس محاصرے

(۱) سازش کا لفظ شاید پہلے بھی کہیں گذر چکا ہے - لیکن یہ ہماری جانب سے نہیں ہے ' بلکہ بجنسہ نواب صاحب قبلہ کا لفظ ہے - جو انہوں نے اپنے مضمون میں دو جگہ استعمال فرمایا ہے - مدد -

کی صفوف کی وجہہ سے راہ مرور اسطرح بند ہوگئی تھی ' کہ وہاں تک پہونچنے کیلیے کئی منٹوں کی جد و جہد مطلوب تھی - خود ہم اور خواجہ غلام الثقلین اگر اتفاق سے بالکل اسٹیج کے کنارے پیشتر ہی سے بیٹھے ہوے نہ ہوتے ' تو تقریر کرنے کا موقعہ ہی نہ ملا ہوتا ' کیونکہ جلتے جلتے دیر میں مخالف اٹھکر کنارے تک پہنچنے کی کوشش کرتا ' اتنی دیر میں رزولیوشن پاس ہی کردیا جاتا (جیسا کہ بعد کو بہ جبر کیا گیا)

ایک اور تدبیر خاص یہ تھی ' جسکے ذریعہ موافقت کے چیرز اور مخالفت کا شور و ہنگامہ پیدا کرنے کی کوشش کی گئی تھی - یعنی اسٹیج پر بیٹھنے والی جماعت کا ایک طبقہ نیچے مجلس کی مختلف قطاروں میں متفرق ہوکر بیٹھ گیا تھا ' تاکہ وقت ضرورت مجمع کے ہر حصے سے ایک صداے موافق اٹھکر شور مچادے ' اور معلوم ہو کہ ہر طرف سے صدائیں اٹھ رہی ہیں - اس انتظام کا سلسلہ اخر مجمع تک موجود رکھا گیا تھا - اسٹیج کے سامنے کی تمام کرسیوں پر بھی شریکان راز اشخاص بٹھالے گئے تھے ' تاکہ اگر کوئی مخالفت میں تقریر کرے ' تو معاً نیچے سے آوازیں اٹھنا شروع ہوجائیں ' اور اسکے ہنگامے میں مجمع کی مخالف صدائیں مدغم ہوکر مفقود ہوجائیں - چنانچہ جونہی آنریبل خواجہ غلام الثقلین نے ترمیم پیش کی ' گو وہ مخالفت میں نہ تھی ' بلکہ صرف ترمیم تھی ' تا ہم شور و غل کی آوازیں معاً سنائی دینے لگیں -

ہم نے یہ بھی سنا تھا (والعہدۃ علی الراوی) کہ رات کے پیمان و عہد کے بعد بعض ممتاز ارادی خواہ اشخاص نے ایک کاغذ اپنی تمام جماعت میں پھرا دیا تھا ' جسمیں " صحبت نیم شبی " کے صلح نامے کا ذکر تھا ' اور لکھا تھا کہ اب ۲۶ - کے جلسے کے تمام ازاد خیال لوگوں کو اسی کی تائید کرنی چاہیے ' اور کسی مزید مخالفت کی ضرورت نہیں - ہم نہیں کہہ سکتے کہ کہاں تک یہ درست ہے ؟ مگر بارہ دری کے دروازے پر جب ٹکٹ دیکھنے والوں اور آنے والوں میں ہاتھا پائی ہورہی تھی ' تو ہم شور و غل سنکر باہر نکلے تھے - ہمنے اپنے ایک دوست کو دیکھا تھا ' جنکے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا ' اور ایک حلقۂ احباب میں کھڑے باتیں کر رہے تھے - ہم نے ایندہ ارادوں کی نسبت پوچھا مگر وہ ٹال گئے - واللہ اعلم بحقیقۃ الحال -

قصہ مختصر یہ کہ بڑے بڑے سامان کیے گئے تھے ' اور چونکہ " صلح " ہوچکی تھی ' اسلیے اب انتظامات خود انہی کے ہاتھوں انجام پا رہے تھے ' جو ۲۷ - کی شام تک خود فریق جنگ اور " ازاد خیال " جماعت کے سرغنہ سمجھے جاتے تھے ' اور در اصل افسوس بھی اسی کا ہے :

نیم بسمل اس نے گر چھوڑا ' تو کچھ پروا نہیں
پر یہ غم ہے ' اعتذار دست قاتل اٹھ گیا

(۱۱)

بہر حال مجلس جم چکی تو پردہ اٹھا ' اور اس تماشے کا ایک ہی ایکٹ شروع ہوگیا - سب سے پہلے ہمارے عشوہ فرما دوست مسٹر (محمد علی) باہر نکلے اور رزولیوشن پیش کیا ' وہ بیٹھے تو مجبور (سید حسن) بلگرامی اٹھے اور تائید کی :

یکے بدزدی دل رفت و پردہ دار یکے !

اب نہ ۲۶ - کے معرکہ تھے اور نہ مرید:

یہ لوگ بھی غضب ہیں کہ دل پر یہ اختیار !
شب موم کرلیا ' سحر آہن بنالیا !

۲۶ - کی سہ پہر کو ہمارے دوست کا مزاج بہت گرم تھا ' اسکی تقریر اتنی پر جوش تھی کہ اسکی بے اعتدالی ہم کو بھی ناگوار گذری اور اسکے کل صبح کہا کہ خدا را ذرا لب و لہجہ نرم کیجیے - علی الخصوص یہ بات ہمیں کچھ اچھی نظر نہیں آئی کہ سارا زور " جوش محمد " اور " متین اللہ " کے ضلع پر وہ صرف کر رہے تھے اور تقریر صرف صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب پر شخصی ایرادات کرنے میں جاری تھی - حالانکہ بہتر تھا کہ بغیر تشخص و تعین کے وہ سب کچھ کہتے - ہم کو اعتراف ہے کہ صاحبزادہ آفتاب احمد خاں نے اس وقت قابل تعریف ضبط و تحمل سے کام لیا ' اور اپنی تقریر میں ایک لفظ بھی نہیں کہا - گو جلسہ ان کا مخالف تھا ' مگر غصہ تو وہ شے ہے کہ موقعہ شناسی کی مہلت ہی کب دیتا ہے ؟

لیکن آج انکی تقریر اتنی ٹھنڈی تھی کہ پرسوں جن لوگوں نے انکے جوش کے انگارہ سے اپنی انگیٹھیاں روشن کی تھیں ' آج انکو آغاز تقریر ہی سے جماہیاں آنے لگیں - پرسوں ہمارے دوست کے ہاتھ میں شامپین کے جام تھے ' آج انہوں نے چاہا کہ ٹھنڈے پانی ہی کو دالن گلاس میں بھر بھر کر تقسیم کردیں - سودا بھی نہیں -

ہم نے تقریر کا پہلا لفظ ہی چکھ کر اپنے قریب کے بیٹھے ہوے احباب سے کہدیا تھا کہ آج یا تو صرف پانی ہے ' یا پانی اسقدر ملا دیا ہے کہ نہ اور ذائقہ ' دونوں کا پتہ نہیں :

مرا اے مے فروش آن ببخودی نیست
مگر در بادہ آبے کردہ باشی

سب سے پہلے ہمارے دوست نے قسمیں کھانا شروع کیں کہ مجبور خدا کیلیے اعتماد کیجیے ' لیکن وہ بھول گیے کہ زیادہ قسمیں کھانا کوئی اچھی علامت نہیں سمجھی جاتی گو اچھی علامت ہو:

قسم سچی سہی ' پھر بھی ضرورت کیا ہے کھانے کی !

ہمارے دوست کو معلوم نہیں کہ اعتماد حاصل کرنے کا ذریعہ قسموں اور عہد و پیمان میں نہیں ہے ' بلکہ کسی اور ہی چیز میں ہے - سچا اعتماد پیدا کرنے والوں نے کبھی خود قسمیں نہیں کھائی ہیں ' بلکہ اپنی استقامت اعمال کے زور سے اعتماد کی قسمیں دنیا سے لی ہیں - اس نکتے کو (خانخاناں) نے سمجھا تھا :

بہ کیش صدق و صفا حرف عہد بیکار ست
نگاہ اہل محبت تمام سوگند ست !

الم تر الی الذین یزکون انفسہم ؟ بل اللہ یزکی من یشاء !

قبل اسکے کہ کوئی کچھ کہے ' خود انہی نے ڈپوٹیشن کی تجویز کو " سادی چک بک " سے تعبیر کیا ' اور پھر واقسموا باللہ جہد ایمانہم کا سلسلہ شروع ہوا - کیا یہ اسکا ثبوت نہ تھا کہ خود انکا ضمیر بھی اس وقت عالم اضطراب میں ہے ' اسلیے خود ہی اپنے سے کھٹکتے ہیں ' اور خود ہی جواب دیتے ہیں ؟ صاف معلوم ہوتا تھا کہ آج جو کچھ زبان سے نکل رہا ہے ' اس سے ہمارے دوست کو خود بھی حیا آ رہی ہے :

میں اپنی چشم شوق کو الزام خاک دوں
تیری نگاہ شرم سے کیا کچھ عیاں نہیں ؟

(۱۲)

عرضکہ دو دن کی فریقانہ معرکہ آرائی کو اب اور کہاں تک طول دیا جاتا ؟ اسکا فیصلہ یوں کیا گیا کہ بین بین طریقہ پسند کیجیے کہ خیر الامور اوسطہا - کفر و اسلام ' دونوں کو اختیار کیجیے - اہرمن اور یزداں ' دونوں کو رام کیجیے - ایک ہی طرف کیوں جھکیے جب دونوں کی خوشنودی حاصل ہوسکے ؟ صرف کعبے ہی کے کیوں ہو رہیے جب بتکدے سے بھی رسم و راہ رہسکے ؟ ایک ہاتھ میں زنار برہمن لیجیے اور دوسرے ہاتھ میں سبحۂ زاہد -

یعنی ایک ہاتھ ایمان سے ملالیجیے اور دوسرا وقف مصافحۂ نفاق - یعنی ایک ہاتھ میں " جام غلامی " اور دوسرے میں " سندان حریت "

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق
ہر ہوسنا کے نداند جام و سندان باختن

مذبذبین بین ذالک ' لا الی ھؤلاء ' و لا الی ھؤلاء ! (۴ : ۱۴۲) :

معشوق ما بشیوہ ہر کس موافق ست
با ما شراب خورد و بزاہد نماز کرد

نؤمن ببعض و نکفر ببعض ' و یریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا (۴ : ۱۵۰)

بعض باتوں میں راہ ایمان اختیار کرینگے اور بعض میں راہ کفر ' وہ چاہتے ہیں کہ ان دونوں کے درمیان کوئی تیسری راہ اختیار کریں -

حقیقت یہ ہے کہ اس " جمع اضداد " کی راہ نہایت مشکل ہے - ایک ہاتھ میں جام باطل پرستی رکھیے ' اور دوسرے میں سندان حق پرستی ' اور دونوں کو باہم زور زور سے ٹکرایئے ' مگر شرط یہ ہے کہ باطل کے جام بلوریں میں بال تک نہ آئے ' اور سندان حق پرستی بھی ہاتھ سے الگ نہو !

ہر ہوسنا کے نداند جام و سندان باختن !

اوروں کی خبر نہیں ' مگر اپنی کمزوری کا تو مجھے صاف صاف اعتراف ہے - اس شعبدۂ بازانہ چابک دستی کی مشق کیلیے بڑی بڑی قابلیتوں کی ضرورت ہے ' یہ مقامات عالیہ ہم تہی دستوں کو ابھی حاصل نہیں ہوے -

(۱۳)

منیجر صاحب کی تائید کے بعد میں نے تقریر کرنی چاہی ' لیکن خواجہ غلام الثقلین صاحب نے کہا کہ وہ ریزولیوشن کی نسبت ایک ترمیم قائم کرچکے ہیں ' اسکو پیش کرینگے - چنانچہ خواجہ صاحب نے نہایت خوش اسلوبی کے ساتھہ تقریر کی اور دانشمندانہ طریقہ سے بعض اختیارات مہمہ کے محفوظ رکھنے کی ضرورت واضح کی - لیکن انتظامات مخفیہ سرگرم کار تھے - مخالفت کی آوازیں اٹھنا شروع ہوگئیں -

اس عرصے میں ' میں کیا سوچ رہا تھا ؟ تمام قیاسات کی تصدیق ہوچکی تھی ' اور معلوم ہوگیا تھا کہ آزاد خیال پارٹی کو شکست دینے کیلیے ایک عنصر ' مرکب سے الگ کرلیا گیا ہے - پھر اور جو جو تدبیریں ۲۶ - کے مدعیان آزادی اور ہنگامہ درمیان حریت کو اپنے قابو میں لانے کیلیے کی گئی ہیں ' وہ بھی کامیاب ہوگئی ہیں - ایک پورا جال ہے ' جسمیں سب کے پاؤں پھنس گئے ہیں - پھر کیا رنگ بدلا ہوا دیکھکر میں بھی خاموش ہو جاؤں ؟

یہ ایک مفت کی ہر دل عزیزی اور احسان مندی تھی جو بغیر کسی نقصان کے حاصل ہونی تھی - کیونکہ تمام مدعیان آزادی و حق پرستی سر جھکا چلے تھے ' اور اب اس حق و باطل کے مرکب معجون ہی کا نام " حق خالص " تھا ' پس آزاد خیالی اور حق پرستی پر کوئی آنچ نہیں آتی ہے ' اور ہر دلعزیزی کی دولت ہاتھہ آجاتی ہے - حق بھی اپنے ہی حصے میں آتا ہے ' اور باطل کا دامن بھی نہیں چھوٹتا - پھر کیا مضائقہ اگر چند لمحے کی خاموشی سے مدتوں تک کام دینے والی کمائی پیدا کرلی جائے ؟

یہ خیالات تھے جو اس موقعہ پر قدرۃً ہر دماغ میں گذر سکتے تھے ' لیکن گو قوت کا ایک لمحہ کیلیے بھی دعوا نہیں ' تاہم ایسے ایسے نزعات شیطانیہ کیلیے تو الحمد للہ اپنے پہلو میں ایک قوت رکھتا ہوں - " ہر دلعزیزی " کی خواہش سب سے بڑا " شیطان " ہے جسکی ایک نگاہ گرم کے ساتھہ ہی ہمتوں اور استقامتوں کی بڑی بڑی چٹانیں پانی ہوکر بہہ جاتی ہیں ' لیکن جس دن میں نے اپنی پہلی آواز بلند کی ' اسی دن سے اپنے پاؤں کو راہ حق گوئی کی اس اولین زنجیر سے آزاد کر لیا ' اور استقامت کی توفیق اللہ کے ہاتھہ میں ہے -

میرے عقیدے میں " ہر دلعزیز " کا زیادہ صحیح نام " منافق " ہے اور یہ محال قطعی ہے کہ ایک شخص " حق گو " بھی ہو اور پھر بزم ایمان و کفر ' دونوں میں ہر دلعزیز ہو - جو لوگ چلنا چاہتے ہیں ' انکو سمجھہ لینا چاہیے کہ انکے سامنے صرف دو ہی راہیں ہیں ' حق و باطل ' کفر و ایمان ' نور و ظلمت ' اور خدا پرستی و شیطان پرستی ' انہی دو راہوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرلیں - یہ بالکل فضول کوشش ہے کہ دونوں میں سے کوئی نئی درمیانی راہ پیدا کی جاوے - میں نے تو ارادہ کرلیا ہے کہ خواہ کچھہ ہی کیوں نہو ' لیکن اپنے ظاہر و باطن کو ایک رکھونگا ' اور جو دل میں ہوگا ' اسی کو زبان کے حوالے کرونگا ' دعا کرتا ہوں کہ خدا جلد مجھے کسی سخت آزمائش میں ڈالے ' اور مجھے اپنے دل کی استقامت کے آزمانے کا موقعہ ملے - و علی اللہ ' فلیتوکل المتوکلون -

مجھکو بعض صاحبوں نے روکا کہ اب مخالفت میں تقریر کرنا بے فائدہ ہے - نواب اسحاق خاں صاحب نے کہا کہ ایک بات پر اب سب متفق ہوگئے ہیں ' مخالفت سے کیا فائدہ ؟ لیکن درحقیقت ان بزرگوں کی غلطی تھی - مخالفت اسلیے نہیں کی جاتی کہ موافقت کی صدائیں بلند ہوں ' اور لوگ چیرز کا ہنگامہ بپا کر خیر مقدم کریں ' بلکہ صرف اسلیے کی جاتی ہے کہ ایمان اور ضمیر کا حکم ہوتا ہے کہ ایسا کرو - یہ حکم بالکل اس سے بے پروا ہے کہ لوگوں کا کیا حال ہے ؟ کوئی سچی بات اسلیے نہیں ترک کردی جاسکتی ' کہ لوگ اسکا استقبال نہیں کرینگے سچ ' سچ ہے اگرچہ تمام عالم میں ایک بھی اسکا دوست نہو - البتہ یہ حالات و واردات اور ہیں جنکے سمجھنے پر اپنے بزرگوں اور دوستوں کو ابھی عرصے تک مجبور و معذور سمجھتا ہوں -

حریف کاوش مژگان خون ریزش نۂ ناصح
بدست آور رگ جانے ' و نشتر را تماشا کن

جس چیز کو آپ لوگوں نے " ایمان " سمجھا ہے ' اپنے عقیدے میں وہی کفر ہے - حق کی پرستش کیلیے ازلین شے قربانی ہے اور آپکا دماغ ابھی اسکا تصور بھی نہیں کرسکتا - ساری عمر نفس کی پرستش میں کٹی ہے ' اب چند لمحوں کے اندر آپکو خدا کیسے دکھلا دوں ؟ اپنی اپنی راہ ہے ' اور اپنا اپنا مذہب

و للناس فیما یعشقون مذاہب

اب لوگ مجبور ہیں ' لیکن میری راہ میرے لیے چھوڑ دیجیے ' اور جہاں جا رہا ہوں ' جانے دیجیے - آج نہیں ' مگر کل بتلاؤنگا کہ حقیقت کیا ہے ؟ - خدا کا ہاتھہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ' اور " مستقبل " سے بڑھکر کوئی جج نہیں - عنقریب کھل جاے گا کہ میں کس راہ پر تھا ' اور آپ کہاں جا رہے تھے ' اور وہ مقلب القلوب اپنے بندوں کے دلوں کو میرے لیے لوٹاتا ہے یا آپکے لیے ؟ البتہ جن دلوں کو خدا اپنے نور ہدایت کیلیے چن لیتا ہے ' ان میں اور تم میں یہی فرق ہے کہ وہ آج جس چیز کو دیکھتے ہیں ' تم کل دیکھوگے - اسی معاملے کو دیکھو ! جلسے میں صرف میں ہی ایک مجرم تھا ' جس نے مخالفت کی - اور سب خاموش رہے ' یا سرشاری نفاق سے جھومتے رہے لیکن آج سیکڑوں ہیں جو سر پیٹ رہے ہیں - پھر یہ کیا ہے ؟ کیا یہ ایک الہی نشانی نہیں ہے جو حقیقت کے چہرے کو بے نقاب کر رہی ہے ' اور بتلا رہی ہے کہ کس کی زبان اللہ کے ہاتھہ میں ہے جو اسکو کھلواتا ہے ' اور کس کے دل نفس کے قبضے میں ہیں ' جو انہیں ہلنے نہیں دیتا ؟ پھر کیا کوئی آنکھہ ہے جو دیکھے ! کوئی کان ہے جو سنے ! اور کوئی دماغ ہے جو سوچے ؟

و ھو الذی انشا لکم السمع و الابصار و الافئدہ ' قلیلاً ما تشکرون (۲۳ : ۷۸) [اور وہی خداے قدیر و حکیم ہے - جس نے تمہارے لیے کان ' آنکھیں ' اور دل پیدا کیے ' تا کہ تم سنو ' دیکھو ' اور عبرت پکڑو ' مگر افسوس کہ تم بہت ہی کم اسکا شکر ادا کرتے ہو !]

ناموران غزوۂ بلقان

انقلاب عثمانی

(٤)

— * —

(انور بے) کی طلبی سے ورود قسطنطنیه تک

—: * :—

(مقتبس از بعض جرائد شامیه و مراسلهٔ ڈاکٹر مصدام پاشا —)

— * —

تبارک الذی بیده الملکوت ، و هو علی کل شئ قدیر !

—: * :—

انقلاب پر کئی هفتے گذر گئے - اس عرصے میں عربی اخبارات کے مضامین ، ٹائمس اور ڈیلی ٹیلی گراف وغیرہ کے نامہ نگاروں کی مراسلات ، اور اور مختلف ذرائع سے آئی هوئی معلومات شائع هوتی رهیں - لیکن با ایں همه اصلی عقدہ اب تک لاینحل هے !

عین انقلاب کے دن جو واقعات گذرے ، انکی صحیح روایت کا تجسس بعد کو هو رها کا - وہ علانیه پیش آنے والے واقعات تھے جو روز روشن میں سب کو نظر آئے - لیکن اس سررشتهٔ طلسم کی اصلی گرہ وہ هے که جو کچھ پردے کے باهر دنیا نے دیکھا ، اسکا ساز و سامان ، پردے کے اندر کیونکر کیا گیا ؟ وہ ایک میدان کارزار تھا ، جس نے صدم کو فتح و شکست کا فیصله کر دیا ، لیکن وہ کون تھا ، جس نے شب کی تاریکی میں اسکا نقشه مرتب کیا ؟ وہ ایک کلمۂ الهی کی حفاظت ، اور تخت خلافت کے بقا کے لیے عزم اکبر کا دن تھا ، اور ضرور تھا که اسکو نجات دینے کیلیے دست خالق کسی دست مخلوق کو اپنا آله بنائے - پس اس نے بنایا اور اپنی تلوار اپنے بندوں کے هاتھوں میں پکڑا دی ، لیکن پھر وہ کون تھا ، جو اس نیابت الهی کا مستحق هوا ، اور جسکے دست حق پرست نے " سیف الله المسلول " سے ملقب هونے کا استحقاق پیدا کیا ؟

اس آخری سوال کے جواب میں بغیر کسی تامل کے کہا جاسکتا هے که (انور بے) - لیکن پھر نصرت الهی کی یه قوت ذهن ، اسلام پرستی اور خدمت ملی کا یه مجسمهٔ وحید ، عقول و مدرکات انسانیه کیلیے یه ایک برق اعجاز ، یعنی (انور بے) اندرون طرابلس اور صحرائے لیبیا سے کیونکر باسفورس کے کنارے پہنچ گیا ؟

ان سوالات کا ابتک کہیں سے جواب نہیں ملا ، یہی وہ اصلی عقدہ هے ، جو اب تک لاینحل هے اور جب تک حل نہو ، اس وقت تک هم اس انقلاب محبوب و عزیز کے متعلق بالکل تاریکی میں هیں -

لیکن میں آج اسے حل کرونگا ....

* * *

اتحاد و ترقی کی وزارت کی شکست کے ساتھ هی جنگ بلقان شروع هوئی تھی - گو وہ فریقانه مناقشات کا ایک شدید ترین دور تھا ، تاهم یاد هوگا که بمجرد اعلان جنگ کے اتحاد و ترقی نے اپنا اعلان صلح شائع کر دیا تھا اور لکھدیا تھا که چونکه حکومت کو غیروں سے مقابله پیش آگیا هے ، اسلیے اب آپس کی رنجشیں بھول جانا چاهئیں -

جاوید بے ، طلعت بے ، اور خلیل بے ، فوج میں داخل هوگئے تھے - لیکن با ایں همه (کامل پاشا) کی وزارت نے ریاست هائے بلقان سے لڑنے کی جگه انهی کو اپنی اصلی جنگ کا نشانه قرار دیا ، اور انکی جانب سے گذشته باتوں کے بھولنے اور نئی کاوشوں کو دور کرنے کی جتنی زیادہ کوشش هوئی ، اتنی هی کامل پاشا نے اپنے حاکمانه اقتدار سے سختیاں شروع کردیں - کامل ایسا کرنے کیلیے مجبور تھا - وہ ایک پتلی تھی ، جسکی ڈور انگلستان کے هاتھ میں تھی ، اور اس نے کامل کو اسلیے وزیر نہیں کرایا تھا که اپنے مقدونی پیش روؤں سے لڑائے ، بلکه اسلیے که ملک کی اصلی محافظ جماعت (اتحاد و ترقی) کو نابود کردے -

غازی انور بے درنه میں روانگی سے پہلے

اواخر نومبر سنه ۱۹۱۲ -

سب سے پہلے پریس پر مصیبت آئی ، اخبارات بند کردیے گئے ، پھر جلا وطنیاں شروع هوئیں - فرضی مقدمات قائم کیے گئے - ایک فوجی عدالت شدید وقتی ضرورت کی مرضی توجیهه سے کھول دی گئی ، اور سب سے آخر یه ، که ایک فرضی سازش کا الزام رکھکر گرفتاریاں شروع کر دیں -

فی الحقیقت اس چند ماہ کی فرصت میں انجمن اتحاد و ترقی کی قوت کو دائمی طور پر کچل دیا گیا تھا ، اور (پیرا) کا (انگلو ترکش) اتحاد اپنے دیرینه منصوبوں میں کامیاب هوگیا تھا ، لیکن تاهم اس جڑ کے کچھ ریشے زمین کے اندر باقی رهگئے تھے ، اور صداقت کی اگر ایک چنگاری بھی باقی رهجاتی هے ، تو آتشکدہ بنانے کیلیے کافی هے -

انجمن کے بقیۃ السیف ممبر زمانے کو مخالف دیکھکر خاموش ہوگئے تھے ' لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ کامل نے چلے تو اصلی فرصت جنگ کو دول یورپ اور علی الخصوص اس بساط سیاست کے سب سے بڑے خطرناک شاطر (انگلستان) کے اعتماد پر قربان کردیا ' اور اب صلح نی سازش شروع ہوگئی ہے' تو صبر نہ کرسکے ' اور باوجود بے پر و بالی کے ایک مرتبہ اوڑنے کی آور کوشش کی -

(کامل پاشا) نے انجمن کے ممبروں کے تعلقات قصر سلطانی سے بالکل منقطع کردیے تھے ' اور اس امر کا نہایت شدید انتظام کیا تھا کہ کوئی شخص بغیر کامل کی وساطت کے سلطان المعظم سے مل نہ سکے - اسمیں یہ مصلحت تھی کہ جنگ کے حالات اور فوجی وقومی آواز سے سلطان المعظم بالکل بے خبر رہیں ' اور جو اطلاعات کامل پاشا اُن تک پہنچادے ' اُسی پر اعتماد کرتے رہیں -

پس سب سے پہلی کوشش جس سے انجمن نے اپنا موجودہ دور حیات شروع کیا ' خاندان سلطانی کی اعانت کو حاصل کرنا تھا ' اسی کا نتیجہ وہ قومی وفد تھا جو شہزادہ یوسف عزالدین کی سعی سے باریاب بارگاہ سلطانی ہوا ' اور جسکی سرگذشت ہم (انقلاب عثمانی) نمبر (۲) میں لکھ چکے ہیں -

لیکن کامل پاشا کا ستارہ ابھی اوج پر تھا - اس نے فوراً ایک فتنۂ تازہ بپا کردیا ' اور ایسی چال چلی ' کہ سلطان المعظم کو چند لمحوں کے اندر اپنے ہاتھوں میں کرلیا - اس نے کہا کہ اتحادی آپکو تخت سے اُتارنے کی تدبیریں کر رہے ہیں - پرنس یوسف اسلیے انکا ساتھ دیتا ہے کہ تخت نشین بننے کے منصوبوں میں ہے - ساتھ ہی ایک فرضی سازش کی خبر دی جو گویا محمود شوکت پاشا کی سرکردگی میں انجام پا رہی ہے ' اور تمام اتحادی اور خاندان سلطانی کے ممبر اسمیں شریک تھے -

اسی کا نتیجہ وہ عام گرفتاری تھی جس نے چند گھنٹوں کے اندر ۸ - سو انجمن کے ممبروں اور ہواخواہوں کو دنیا سے الگ کردیا -

* * *

جو لوگ بچے تھے ' وہ قسطنطنیہ سے خفیہ نکل گئے - صرف آٹھ آدمی شہر میں اسلیے رہگئے ' تاکہ ان گرفتاران ظلم کی رہائی کی تدبیریں کریں -

یہ ایک نہایت خطرناک قیام تھا ' جو ان آٹھ فدائیان ملت نے گوارا کیا - قید خانے کے دروازے انکے منتظر تھے ' اور کمال پاشا کی آنکھیں بیدار تھیں ' تا ہم انکی غیرت نے گوارا نہیں کیا کہ رفیقان کار زندان بلا میں گرفتار ہوں ' اور وہ انکو چھوڑ کر اپنے عیش کدوں کی راہ لیں -

انکو بڑی تقویت (شہزادہ یوسف) سے ملی جس نے انکو اپنی حفاظت میں لے لیا تھا اور عہد واثق کیا تھا کہ انکی اعانت سے کبھی دست بردار نہوگا -

یہی آٹھ آدمی تھے ' جنکو آنے والے حوادث و انقلاب کا اصلی بانی ' اور اتحاد و ترقی کے نئے دور کا مبدأ اصلی سمجھنا چاہیے -

ان میں سے چھ آدمی حسب ذیل ہیں ' جنکے نام ہم کو معلوم ہوسکے :

(۱) ڈاکٹر مصباح الدین شریف بے
(۲) عزیز بے (غازی انور بے کے چھوٹے بھائی)
(۳) خلیل بے (جنکی تصویر دو مرتبہ الہلال میں شائع ہوچکی ہے)
(۴) عمر ناجی بے مفاستری
(۵) عثمان نعمانی بے سب ایڈیٹر طنین
(۶) شریف نوری بے ایڈیٹر اخبار " عثمانی " سلانیک

کامل پاشا کی ان لوگوں پر نظر تھی - اس نے گرفتاری کیلیے پوری تجسس کی ' لیکن یہ لوگ اسطرح پوشیدہ رہے کہ اسکو انکے قسطنطنیہ سے چلے جانے کا یقین ہوگیا -

* * *

ان آٹھ آدمیوں میں ا پانچ انجمن کے " فدائیوں " میں سے تھے - " فدائی " گروہ اور انکے پُر اسرار فرائض کا بیان آگے آے گا -

ان لوگوں کے سامنے دو کام تھے - مقدم ترین کام گرفتاران حکومت کو رہا کرانا تھا - اسکے بعد انقلاب حالت کی سعی -

محمود شوکت پاشا بھی نظر بند کردیے گیے تھے اور انسے اس بارے میں کوئی مدد نہیں ملسکتی تھی -
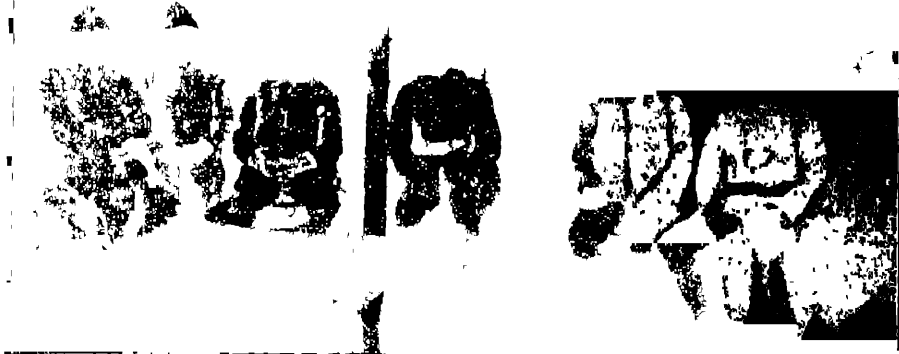
ادرنہ کے ایک خیمے میں غازی انور بے اور انکے ہم راز

یہ اُس راز دارانہ مجلس کا موقع ہے ' جہاں روانگی سے ایک دن پہلے غازی موصوف نے مشورے کیلیے اپنے چند رفیقان طرابلس کو جمع کیا تھا -

ترکی میں باوجود انقلاب دستور کے ابتک پبلک اوپینین کوئی شے نہیں ہے ' اور اصلی طاقت فوج ہے - جو لوگ انجمن اتحاد و ترقی کو الزام دیتے ہیں کہ اس نے فوجی قوت کو انقلاب دستوری کے بعد بھی اپنے قبضے میں رکھا ' وہ بھول جاتے ہیں کہ قسطنطنیہ پیرس یا نیو یارک نہیں ہے - جب ہر تحریک اور ہر جماعت اپنے ہر طرف مخالف قوتوں کا حصار پاے ' تو اپنے زندہ رہنے کیلیے مجبور ہے کہ کسی نہ کسی قوت کو اپنا حامی بنائے - ترکی میں فوجی آواز کے سوا اور کسی آواز میں قوت نہیں ہے ' اور ابھی عرصے تک یہی حالت رہے گی -

پس ضرور تھا کہ اس وقت بھی فوج ہی سے مدد لی جاتی - فوجی افسروں کا بڑا حصہ ہمیشہ اتحادیوں کے ساتھ رہا اور اب بھی ساتھ تھا ' مگر انقلاب وزارت نے انکے تعلقات فوج سے بالکل منقطع کردیے تھے ' اور انکو کچھ خبر نہ تھی کہ اتحادیوں پر کیا گذر رہی ہے ' اور موجودہ حکومت ملک کے ساتھ کیا کر رہی ہے ؟ -

وہ جماعت دو حصوں میں منقسم ہوگئی - چار آدمی بھیس

بدلے پوشیدہ (چتلجا) چلے گئے - چتلجا جانے کیلیے بھی بڑے انتظامات کی ضرورت تھی ' فوجی چوکیاں قدم قدم پر قائم تھیں اور ان سب کو دھوکا دینا ممکن نہ تھا - اسکے لیے یہ تدبیر کی گئی کہ سامان رسد کی جو گاڑیاں صبح شام روانہ ہوتی تھیں ' ان میں سے ایک گاڑی کے محافظ سپاہیوں کو قبضے میں کیا گیا اور انکی جگہہ چار ممبر بھیس بدلکر گاڑی کے ساتھہ روانہ ہو گئے -

وہاں پہنچکر چتلجا کے مختلف قلعوں اور گڑھیوں میں شب کے وقت ان لوگوں نے دورہ کرنا شروع کر دیا - فوج میں جو خاص معتمد اتحادی افسر موجود تھے ان پر اپنے تئیں ظاہر کیا اور ملک کی موجودہ حالت کا افسانہ سنایا - انکو پہنچے ہوے ابھی تین دن ہی گذرے تھے کہ یکایک تمام فوجی حلقوں میں ایک جنبش عام پیدا ہوگئی اور غیظ و غضب اور برہمی کے اثار دیکھکر ناظم پاشا گھبرا گیا - لیکن با ایں ہمہ کچھہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ اسکا مقصد کیا ہے ؟ چوتھے دن تمام افسروں کا ایک وفد اپنے اپنے فوجی حلقوں کی قائم مقامی کے ساتھہ ناظم پاشا کے پاس آیا اور خواہش کی کہ " سلطان المعظم ایک ارادۂ خاص کے ذریعہ اتحادی ممبروں کو فوراً رہا کردیں ' ورنہ ہم مجبوراً اس غرض سے قسطنطنیہ جائیں گے "

ناظم مجبور ہوا کہ اس بارے میں عاجلانہ کارروائی کرے - اس نے وہ مشہور تار برقی سلطان المعظم کے نام روانہ کی ' جسمیں فوجی اغتشاش کی اطلاع دی گئی تھی اور نیز درخواست کی تھی کہ " فوراً اتحادی جماعت کی رہائی کا حکم نافذ فرمائیے ' ورنہ فوج ہاتھہ سے نکلی جا رہی ہے "

ادھر قسطنطنیہ میں شہزادہ یوسف عز الدین سرگرم کار تھے وہ علانیہ حمایت کیلیے اٹھہ کھڑے ہوے ' نتیجہ یہ نکلا کہ کامل پاشا کی کچھہ نہ چلی ' اور ارادۂ سلطانیہ جاری ہوگیا کہ فوجی عدالت کی جگہ ایک علانیہ سول کورٹ میں متہمین کی تحقیقات کی جاے اور اگر جرم قطعی الثبوت نہ ہو تو رہائی میں ایک لمحے کی بھی تاخیر نہو -

عشق ملت اور خدمت وطن کے سوا انکا اور جرم ہی کیا تھا ؟ بالاخر تمام گرفتاران ظلم رہا ہوگئے

* * *

اب انجمن کی قوت تازہ ہوگئی - یہ وہی وقت تھا جسکی نسبت (ڈاکٹر مصباح الدین) نے اپنے گذشتہ خط میں لکھا تھا کہ " اب ہم آزاد ہیں - اب اتحادی ہونا کوئی جرم نہیں - ہمارے دست عمل پیشتر کی طرح مقید نہیں رہے "

ان آٹھہ آدمیوں نے اپنے مشن کا پہلا کام یوں انجام دیا -

* * *

انسانی فطرۃ کے فضائل کا سب سے بڑا مظہر وہ ہے ' جب وہ باوجود مصائب و آلام میں محصور ہو جانے کے ' اُن کاموں کو انجام دینے کیلیے بڑھتی ہے ' جنکو آرام و راحت کی گھڑیوں میں بھی انجام دینا مشکل ہے - ان بقیۃ السیف آٹھہ آدمیوں نے صرف یہی نہیں کیا کہ دو لاکھہ سپاہیوں کے دل ہاتھہ میں لیکر ' آٹھہ سو آدمیوں کو رہا کرا دیا ' بلکہ ملک کی نجات اور بقا کی آخری تدبیریں بھی شروع کردیں -

قسطنطنیہ میں غازی انور بے اور مجلس مشورہ

وسط میں غازی موصوف ہیں ' اور دونوں طرف اتحاد و ترقی کے مخصوص ممبر

(۲)

صلح نامہ اٹلی و دولت علیہ کے نافذ ہو جانے کے بعد (غازی انور بے) نے قطعی ارادہ کرلیا تھا کہ ابھی چند برسوں تک طرابلس سے نہ ہلیں اور جس " عربی طاقت " کے پیدا کرنے کا اس جنگ نے سامان کر دیا تھا ' اور جو کامل ڈیڑھ سال کی لگاتار سعی و مجاہدت کے بعد وجود میں آئی تھی ' ضرور تھا کہ اب اسکو تکمیل تک پہنچایا جاے - سب سے بڑا اہم کام یہ تھا کہ (شیخ سنوسی) اور قبائل عرب کو جنگ پر قائم رکھا جاے ' اور اندرون عرب میں نشر تعلیم و تربیت کی مہمات کو ترقی دی جاے -

وہ اپنے کاموں میں مصروف تھے ' اور ترکی کے تازہ حالات سے بے خبر ' کہ یکایک پرنس (عمر طوسون پاشا) نے انکو کامل پاشا کے برسر اقتدار ہونے کی خبر دی ' اور لکھا کہ مختار پاشا کا نام محض ایک دھوکا ہے - نئی حزب الحریۃ و الائتلاف کامل پاشا کے پردے میں کام کر رہی ہے -

ساتھہ ہی وہ خطوط بھی انکو پہنچاے جو آستانۂ علیہ سے اس بارے میں آئے تھے -

یہاں یہ ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ طرابلس میں (انور بے) کے قسطنطنیہ سے تعلقات اب صرف (عمر طوسون پاشا) کے ذریعہ قائم تھے ' کیونکہ سرکاری ڈاک جو کبھی براہ تیونس اور کبھی براہ مصر انکے پاس پہنچتی تھی ' وہ تبدیل وزارت کے ساتھہ ہی کامل پاشا کے ہاتھہ میں آگئی تھی اور اب محال قطعی تھا کہ اس کے ذریعہ اُن میں اور انجمن اتحاد و ترقی میں تعلق باقی رہسکتا - پس تغیر وزارت کے ساتھہ ہی ' انھوں نے اپنے دوستوں کو لکھدیا تھا کہ آئندہ خاص مراسلات پرنس موصوف کے ذریعہ کی جائیں -
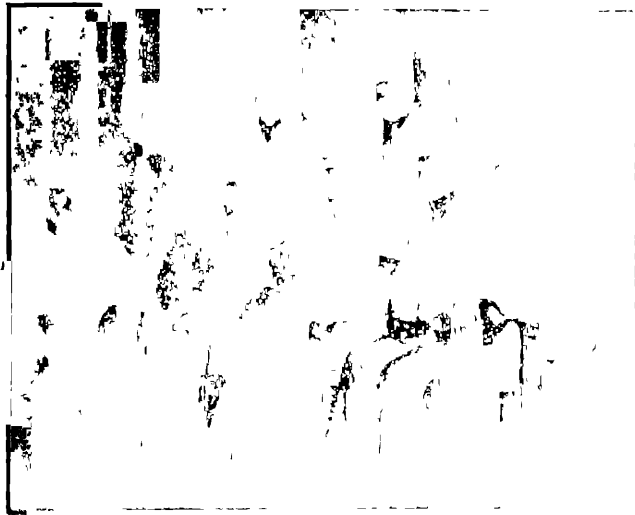
کامل پاشا کے اقتدار اور انجمن کی شکست کی خبر نے اگرچہ غازی انور بے کو نہایت مضطرب کردیا تھا تاہم وہ اپنی جگہہ سے نہ ہلے - اس زمانے میں کلکتہ کا مشہور مجاہد طرابلس (حاجی عبد الغنی) درنہ میں مقیم تھا اور اسکے خیمے اور غازی موصوف کے خیمے میں صرف چند قدموں کا فاصلہ تھا - اسکا بیان ہے کہ :

" بمجرد ان حالات کے معلوم ہونے کے (انور بے) کے چہرے کی دائمی شگفتگی پر کبھی کبھی افسردگی غالب آنے لگی تاہم وہ اپنے کاموں میں منہمک اور اپنے ارادوں میں مصروف تھے - البتہ انکی خاموشی بڑھگئی تھی - فرصت کے چند لمحوں میں قدیمی عادت کے خلاف اکثر چپ بیٹھے رہتے "

انور بے کو یقین ہو گیا تھا کہ اب حالات خطرناک ہیں - اور کامل پاشا کا برسر حکومت ہونا اسکا ثبوت قطعی ہے کہ اجانب و اغیار کسی مہلکۂ عظیم میں کلمۂ اسلام کو مبتلا کرینگے - تاہم ایک وقت میں دو کام نہیں ہو سکتے ' اسلیے فرض کا تقاضا یہی ہے کہ اپنے موجودہ وظیفہ عمل میں مصروف رہوں -

مقالات

مسئلۂ اسلامیہ

یا

مسئلۂ شرقیہ

(بسلسلۂ " مستقبل الاسلام ")

سیاسی مضمون نگار بسا اوقات مستقبل کے متعلق پیشین گوئیاں کرتے ہیں، جو سیاسی راز آشنائی، واقعات و حوادث کے تجارب، تاریخ ماضی کی ورق گردانی، اور حال کے غائر مطالعہ پر مبنی ہوتی ہیں -

منجملہ ان عنوانات کے، جن پر ان مضمون نگاروں نے خامہ فرسائیاں کی ہیں، ایک عنوان (مسئلۂ اسلامیہ) ہے، جسکی پر فریب تعبیر (مسئلہ شرقیہ) کے نام سے کی جاتی ہے - (مسئلہ شرقیہ) پر جسقدر مضامین شائع ہوتے ہیں، اسکے خیالات اور تعبیر میں اسیقدر اختلاف ہے، جسکی وجہ کچھہ تو اراء کا اختلاف، اور مصالح دول کا تعارض ہے، اور کچھہ اہل مشرق کو مغالطہ اور فریب دینے کی تدابیر کا تنوع و اختلاف - مگر با ایں ہمہ اس امر سے ہر مضمون نگار کو اتفاق ہے کہ مشرق اور اہل مشرق کے متعلق یورپ کے سامنے ایک نہایت پر خطر، پیچیدہ، اور لاینحل مسئلہ درپیش ہے، جسکی کشائی گرہ مغربی افق سیاست کی صفائی اور باہم دگر دوستانہ تعلقات پر مبنی ہے -

یورپ کے دول ستہ کا اتحاد مسئلہ شرقیہ کے حل کی سب سے پہلی اور سب سے آخری شرط تھی، جو حال کی متحدہ یاد داشت کی صورت میں پوری ہوگئی، اسلیے اب مشروط کا وجود بھی کچھہ دور نہیں - پس ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو اس نقشۂ حل کا علم ہوجائے، جو عرصہ ہوا ترتیب دیا جا چکا ہے، اور جس پر (غالباً) نظر ثانی کے لیے لندن میں مجلس سفراء مدعو کی گئی تھی -

مسئلۂ شرقیہ کے مقاصد

(۱) دولت عثمانیہ کی اسطرح تقسیم ہو کہ ہر سلطنت کو اسکی حسب ضرورت ٹکڑے ملیں، اور ساتھہ ہی یورپ کی قوتوں کے توازن میں فرق بھی نہ آئے - اس مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے نقشۂ تقسیم حسب ذیل ترتیب دیا گیا تھا -

انگلستان ... ... مصر، سوڈان، اور عرب
فرانس ... ... شام
جرمن ... ... اناطولیا -
اطالیا ... ... قیروان اور طرابلس
روس ... ... آستانۂ علیہ (قسطنطنیہ)
آسٹریا ... ... سالونیکا اور بحر ادریاٹیک میں کوئی بحری اسٹیشن

(۲) عموماً اہل مشرق کے اور خصوصاً اہل اسلام کے شیرازہ کو پراگندہ کرنا، تا کہ عیسائی نو آبادیاں قائم ہو سکیں، اور مشرق اور مغرب قریب کی زر خیزیوں سے مغرب بعید کے سامان عیش و طرب مہیا کیے جاسکیں -

(۳) مشرقی اقوام کے مذہب میں تغیر پیدا کیا جائے، کیونکہ بغیر مذہبی تبدیلی کے اسلام کی پولیٹکل قوت کا خاتمہ نہوگا، پس ضرور ہے کہ یسوع مسیح کی بادشاہت عالمگیر بنائی جائے، اور زمین کے ہر قطعہ پر پرستاران صلیب کا جھنڈا لہرائے -

مسئلہ شرقیہ کا سبب اصلی

مسئلہ شرقیہ کے اغراض سے مجملاً معلوم ہوگیا ہوگا کہ اسکی آفرینش کے اسباب کیا کیا ہیں ؟ مگر اب ہم اسکو کسی قدر تفصیل سے بیان کرتے ہیں -

گو یورپ خود ستایانہ طور پر مدعی ہے کہ وہ تعصب کی قید و بند سے آزاد ہوگیا، مگر واقعہ یہ ہے کہ آج اسکی قوت قاہرہ اور تسلط عامہ کی زندگی ہی تعصب کے دم سے ہے - وہ دونوں قسم کے تعصبوں میں گرفتار ہے - مذہبی بھی اور قومی بھی -

اقوام یورپ کا تعصب جنسی اسقدر مشہور و معروف ہے کہ اسکے متعلق زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں - مثال کے لیے امریکہ، افریقہ، اور ہندوستان کے باشندوں کے ساتھہ ان کے متعصبانہ برتاؤ کی ہزارہا شہادات عینی و یقینی کافی ہیں -

یورپ کے طرف تعصب مذہبی کے انتساب سے لوگوں کو تعجب ہوگا، کیونکہ یورپ نے اپنی بالاخوانیوں میں "مذہبی بے تعصبی" کا وصف نہایت بلند آہنگی سے بیان کیا ہے -

مگر یہ واقعہ ہے کہ یورپ با ایں ہمہ علمی و صناعی ترقی کے مذہبی تعصب میں آج بھی اسی مرکز پر ہے، جہاں جنگ صلیبی کے زمانہ میں تھا - دیکھو ! ایک ارتھوڈکس بطریق کو آستانہ میں پھانسی دیجاتی ہے - انگلستان جو مذہباً پروٹسٹنٹ ہے، اور فرانس جو مذہباً رومن کیتھولک ہے، یہ دیکھتے ہی فوراً اپنی اپنی جنگی قوتوں کی نمایش کرتے ہیں اور تعزیر و پاداش کے غلغلوں سے تمام یورپ میں آگ لگ جاتی ہے - لیکن جب ایران میں عاشورہ کے دن ثقۃ الاسلام کو پھانسی دیجاتی ہے، تو دونوں خاموش رہتے ہیں - آرمینیا میں نا خواندہ و وحشی کرد اور البانیوں کے ہاتھوں چند عیسائی قتل ہوتے ہیں تو تمام یورپ بھڑک اٹھتا ہے - انگلستان کا وزیر اعظم غصہ سے از خود رفتہ ہوجاتا ہے اور کہتا ہے کہ ان اشقیاء (مسلمانوں) کے ہاتھوں سے یہ کتاب (قرآن حکیم) لیکے جلادو، کیونکہ جب تک یہ کتاب انکے ہاتھوں میں رہیگی، وہ ہمیشہ متعصب رہیں گے - لیکن ایران، طرابلس، اور مقدونیہ میں مساجد کی توہین کیجاتی ہے - عورتوں کی عصمت پر حملے ہوتے ہیں - عورتیں اور مرد، بوڑھے اور بچے، سب بلا تمیز تہ تیغ کیے جاتے ہیں، مگر کوئی جنبش پیدا نہیں ہوتی - اور پھر جب پارلیمنٹ میں سوال ہوتا ہے تو اسکا جواب دیا جاتا ہے کہ " نا طرفدار حکومت کے لیے یہ نا ممکن ہے کہ وہ مظلوموں کی حمایت کے لیے میدان کار زار میں جائے "

مختصر یہ کہ مسئلۂ شرقیہ کا سر چشمہ یورپ کا مذہبی اور جنسی تعصب ہے، اور اسکے سوا کچھہ نہیں -

مسئلہ شرقیہ کا آغاز

اٹھارویں صدی کے اواخر میں ینگ چری فوج کی بے قاعدگیوں، امیروں کی نا فرمانیوں، اور یونان، رومیلی، اور ایشیائے کوچک کے عیسائیوں کی بغاوتوں نے دولت عثمانیہ کی حالت نہایت مخدوش کردی تھی، یہانتک کہ بد اندیش ایک طرف رہے، اسکے خیرسگال بھی نفس آخریں شمار کر رہے تھے -

اس فرصت کو غنیمت سمجھکے روس اور آسٹریا نے یوروپین ترکی کی تقسیم کی بابت سنہ ۱۷۸۷ - میں ایک معاہدہ کیا - یہ معاہدہ اگر نافذ ہوگیا ہوتا، تو آج دولت عثمانیہ پرستاران صلیب

کي قلمرو میں کب کي داخل هوچکي تهي' مگر اسوقت تک مسیحي اتحاد کي تکمیل کا وقت نہیں آیا تها - ایک طرف خود دول یورپ میں باهم اختلاف تها' دوسري طرف ترکوں میں باوجود گونه گوں مفاسد کے ایسے اشخاص موجود تہے' جنکي قوت تدبیر نے اتحاد دول کو منعقد هونے نہیں دیا -

مسئله شرقیه کا دوسرا دور

سنه ۱۸۲۵ - میں یونانیوں نے استقلال کا علم بغاوت بلند کیا' جسکے نیچے هزاروں عیسائي بطور والنٹیر کے جمع هوگئے - ایک ارتهوڈکس بطاریق کو قسطنطنیه میں پهانسي دیگئي تهي جسکي وجه سے تمام دول یورپ دولت عثمانیه کي مخالفت پر دست بدست هوگئیں - جب که دولت عثمانیه استقلال خواه یونانیوں سے بر سر پیکار تهي' تو روس نے دفعتاً اسکے خلاف اعلان جنگ کردیا - انگلستان اور فرانس' روس کے ساتهه ملگئے اور ایک بحري مظاهره (نیول ڈیمونسٹریشن) کرکے سلطان المعظم کو مجبور کیا که وه جنگ کو موقوف کردیں اور یونان کو خود مختاري' دردانیال اور ڈینیوب میں جهاز راني کي آزادي' اور روس کو تاوان جنگ دیں !

یه مسئله شرقیه کا دوسرا دور تها' جسمیں روس کے ساتهه آسٹریا کے بدلے فرانس اور انگلستان دست بدست تہے -

مسئله شرقیه کا تیسرا دور

مسئله شرقیه کا تیسرا دور سنه ۱۹۱۱ - سے شروع هوتا هے - اطالیا نے دولت عثمانیه سے بے وجه اعلان جنگ کیا اور تمام دول یورپ نے ناطرفداري کي پالیسي اختیار کي - نخلستان میں قتل عام هوا' اور سب نے خاموشي اختیار کرلي - انگلستان مسئله مصر کي وجه سے درپرده اس دور کا سرغنه تها - ٹرکي نے صلح سے انکار کیا تو مقدونیا کي ریاستوں کو بر سر پیکار کردیا گیا - بالاخر سلطنت عثمانیه نے طرابلس کو خود مختار کردیا اور اطالیا اسکے الحاق کا اعلان کرلي هے -

موجوده حالت

اسکے بعد ریاستہاے بلقان کے اعلان جنگ سے ایک نیا زمانه شروع هوتا هے - دول نے پهر ناطرفداري کي پالیسي بظاهر اختیار کي اور اسکے ساتهه هي یه بهي اعلان کیا که کوئي جغرافي تغیر نه هوگا - مگر جب ریاستہاے بلقان نے ان سازشوں سے میدان جنگ میں فائده اٹهایا' جنکے ذریعه دول یورپ نے ترکي فوج کو طیاري کا موقع نہیں دیا تها' تو اپنے سابقه اعلان کو واپس لیلیا اور مفتوحه ممالک ایک طرف رهے' غیر مفتوحه مقامات (اڈریانوپل' سقوطري' جزائر ایجین' کریٹ) سے دست بردار هونے کیلیے متفقه یاد داشت کے ذریعه دولت عثمانیه پر زور ڈالا گیا - یاد داشت کو پر اثر بنانے کے لیے انگلستان' فرانس' اور اطالیا نے اپنے جنگي جهازوں کو نقل و حرکت کا حکم بهي دیدیا تها -

سابق نقشهٔ تقسیم کي بعض دفعات کا نفاذ

تیسرے دور میں سابق نقشه کي بعض دفعات نافذ کردي گئي هیں - مثلاً طرابلس (جسکو دولت عثمانیه نے خود مختار کردیا هے اور جہاں کے باشندے اپني خود مختاري برقرار رکهنے کے لیے اسوقت تک شمشیر بکف هیں) اطالیا کو دلوادیا گیا هے - کریٹ پر یوناني جهنڈا بلند کیا گیا' باوجودیکه دول یورپ نے اسکي حفاظت کا قانوني عهد کیا تها - ایک اٹالین اخبار کے بیان کے بموجب اختتام جنگ کے بعد مصر کي خود مختاري اور برطانیه کي فوجي نگراني کا فرمان بهي سلطان المعظم سے لیا جائیگا اور اسکی خبر مسٹر (بلنٹ) دیچکے هیں -

نقشهٔ تقسیم تیسرے دور میں

اس دور میں ممالک عثمانیه کا نقشهٔ تقسیم کسیقدر بدلگیا هے - (سالونیکا) آسٹریا کے بدلے بلقانیوں کو دیدیا گیا هے - (اناطولیا) پر روس قابض هونا چاهتا هے -

جرمني کے مصالح اناطولیا سے زیاده اور دوآبه دجله و فرات سے وابسته هیں -

گو مسئله اسلامیه کا یه ایک نہایت نامکمل خاکه هے' مگر تاهم اس سے اسقدر اندازه هو سکتا هے که عیسائي دنیا اسلام کے ساتهه کیا کرنا چاهتي هے ؟

کیا مسلمان اسقدر ساده لوح اور دیر فهم هیں که با این همه واقعات وه اب بهي هلال کے لیے صلیب کي معاونت کے امید وار رهینگے ؟ کیا وه اس درجه خوش گمان اور دیر شک هیں که اب بهي انگلستان کے دعوے " مذهبي بے تعصبي " کو باور کرلیں گے ؟

کیا وه اسقدر فریب خورده هیں که " انصاف و مساوات کي ماں " " انساني همدردي سے لبریز " اور " قدیم شاندار روایات " کي شیریں تراکیبوں کے دام میں گرفتار رهینگے - ؟

کیا وه اسقدر سرد جوش هیں که اب بهي کلفرو شان یورپ کي مسلم فریبي اور صریح مظالم کي حیله طرازي و عذر جوئي ان کو متنبه نه کرے گي ؟ اور کیا وه اسقدر غیر عاقبت اندیش هیں که اب بهي " مساعد نفس " کے طلائي اصول کے بموجب حفاظت اسلام کے لیے با قاعده اور مسلسل کوشش شروع نه کرینگے ؟

پهر سب سے آخر یه که جو منافقین وکفر پرست زبانیں اب تک انگلستان کے " سب سے بڑي اسلامي سلطنت " هونے کا وعظ کرتي هیں اور مسلمانوں کو مشوره دیتي هیں که هر طرف سے انکهیں بند کرکے صرف انگلستان کي مسلم نوازي پر آسرا لگاے بیٹهے رهیں' کیا انکو اب بهي اپنے ضمیر اور اپنے خدا سے شرم نه آے گی ؟

ضرورت هے که ان سوالات کا جواب زبان قال کے بدلے زبان حال سے دیا جاے -

مسلمانوں کو یاد رکهنا چاهیے که اگر انهوں نے ان عبرت آموز واقعات سے فائده نه اٹهایا' اور حفاظت اسلام کي مسلسل اور باقاعده کوشش شروع نه کي' تو وه وقت دور نہیں جب طرابلس اور فلپي پولي کی مسجدوں کي طرح خانه کعبه کي طرف بهي صلیب کا جهنڈا لهرا تا هوا نظر آے گا' اور پارلیمنٹ میں کسي سوال کے جواب میں کہا جاے گا که هندوستاني مسلمانوں کے مذهبي اپیل کے لیے ایک ناطرفدار حکومت میدان کار زار میں نہیں جاسکتي -

[بقیه مضمون صفحه ۱۳ کا]

اور همکو یقین هے که تم (اے معزز اهل صلیب) همارے وطني جذبات کي پوري قدر کروگے اگرچه وه تمهاري راے کے خلاف هو - اور تمهاري قوم کے وه جذبات جو که ممالک متحدهٔ بلقان کے ساتهه هیں هم سے انصاف کرنے کیلیے مانع نهونگے اسلیے که وه البانیه جسپر مکار و خائن نصاری چاروں طرف سے هجوم کر رهے هیں' اوسکي نظر میں علم هلال سے بہتر کوئي ملجا و ماوی نہیں هے -

اور اگر اس لڑائی میں البانی قوم فتحیاب هوئي' تو ملت البانیه مجلس مقدس روسي کي نہایت ممنون هوگي که اوسنے ولایت متحده میں الباني چرچ کا اعتراف کیا هے - اور اگر هم مغلوب هوں اور اپني وطني مصیبتوں کے بعد زنده رهیں تو آپ سے امید کرتے هیں که آپ همکو باقي مصیبت کے دن کاٹنے کے لیے سائبریا کے گرجا گهروںمیں رهنے کي اجازت عطا فرمائیں گے -

شئون عثمانيه

مظالم سرويا

ايک جنگي نامه نگار کي چٹهي - ايک مشهور انگريزي اخبار ميں

اطالي ' آسٹروي ' اور ناروي قونصلوں کي رپورٹوں نے يه ثابت کرديا هے که البانيا ميں سروي افسروں اور سپاهيوں کي گونه گوں ستم رانيوں کي خونين داستانيں ' محض افسانه نه تهيں بلکه اصلي واقعات تهے -

گذشته چند هفتوں کے اندر يورپ ميں جنگ عام کے چهڑ جانے کا وهمي خوف بدقسمت البانيوں کے حق ميں کسقدر مفيد ثابت هوا تها ' کيونکه مظالم کا مقياس الحرارت ايک حد تک گر گيا تها -

راحت و آرام کي گهڑياں گو عموماً مختصر و زود فنا هوتي هيں مگر بدبخت قوموں کے حق ميں اور بهي خفيف اور جلد گذر جانے والي هوتي هيں - ستمزده الباني شدت مظالم کي کمي سے زياده عرصه تک راحت اندوز نه هوسکے ' اور در باره مظالم کي گرم بازاري شروع هوگئي -

آسٹروي قونصل نے شروع هي سے روداد مظالم کي جمع و ترتيب کے ساتهه اعتنا کيا ' اور ان خونين مناظر کو فراهم کرتا رها جو سروي افسروں اور سپاهيوں کي تلواريں اور سنگينيں الباني مرد ' عورت ' بوڑهے ' بچے ' مسلم ' اور غير مسلم اشخاص کے خون کے ساتهه ملکر پيدا کر رهي تهيں - اتفاق سے مجهے ان رودادوں کے مطالعه کا موقع ملگيا ميں نے ان کو بہت غور سے پڑها ' اور اب ميں بوثوق کهتا هوں که سروي جنرل (چانکو ويٹم) کي ماتحت فوج کے مظالم اور سيه کارياں دنيا کے ان بدترين واقعات ميں سے هيں ' جن کو تاريخ نے عهد وحشت کي يادگار کے طور پر محفوظ رکها هے - ميں ان ان رودادوں کے مطالعه کي بنا پر کهتا هوں که يه واقعه هے که ساحل بحر اڈرياٹک پر مارچ کے دوران ميں نه صرف غير مسلم البانيوں کو ته تيغ کيا گيا ' بلکه بہت سے البانيوں کے اعضاے جسم کو اس بري طرح کاٹا گيا ' که شايد انساني عهد وحشت کي تاريخ بهي اسکي نظير پيش کرنے سے عاجز هوگي - اسکے علاوه بہت سے غير مسلم نوجوانوں ' کمر خميده بوڑهوں ' بيکس عورتوں ' اور معصوم بچوں کا قتل عام کيا گيا ' جسکا کوئي شمار نهيں کيا جا سکتا -

رودادوں کے مطالعه سے معلوم هوتا هے که ان وحشيانه ستمکاريوں کا اصلي باعث خلاف اسلام مسيحي جوش تها ' جو سروي فاتحوں کے سينوں ميں جوش مار رها تها - اسکي ايک روشن دليل يه هے که تمام البانيا ميں سروي فاتحوں کي تلواروں اور سنگينوں کے تختۂ مشق صرف مسلم سر اور مومن سينے تهے -

اس سے بهي روشن تر اور قطعي فيصله کن دليل يه هے که رودادوں کے بيان کے بموجب ان متعصب فاتح افسروں نے علي رؤس الاشهاد اعلان جهاد کيا اور سروي افسروں نے اپني اپني فوجوں کو جنگ کے ليے بر انگيخته کرتے هوے کها " همارے بادشاه يسوع مسيح کهتے هيں که " ميرے وه دشمن جو نهيں چاهتے که ميں ان پر حکومت کروں انکو يهاں لاو اور ميرے سامنے قتل کرو " اسليے همارے جهاد مقدس کا مقصد صرف اسوقت پورا هوگا جب که هم البانيه کي زمين ناپاک مسلمانوں سے پاک کرديں - پس همارا يه اصلي مقصد هے ' البانيه ميں آخري مسلمان کو بهي ته تيغ کرديں " - ظاهر هے که افسروں کي زبان سے اس قسم کا اعلان بهاري دهوکے بهڑوں پر کيا اثر کريگا ؟

سروي فوج ميں (جو متعصب ' وحشي ' جاهل ' اور لٹيروں کا مجموعه تهي) ايک آگ سي لگ گئي - " مسلم کشي " کے جوش سے هر سروي سپاهي لبريز هو گيا - " مسلم کشي " سروي فوج کا تکيه کلام هو گيا تها ' جسکي صداے بازگشت زبان تيغ سے بهي آنے لگي - (کمانوو) اور (اسکوب) ميں ۳ - هزار نفوس سے زائد ذبح کيے گئے جنميں صدها وه معصوم بچے بهي تهے ' جن کي زبان ابهي اسلامي کلمه سے آشنا بهي نهيں هوئي تهي !!

يه الباني افسانۂ غم انگيز (ٹريجدي) کا پهلا دور (پارٹ) تها - اسکے بعد کا دور اس سے بهي زياده خونچکاں هے - يعني (پرشتنه) ميں ۵ - هزار الباني ذبح کيے گئے - جمله معترضه کے طور پر يه بتانا ضروري هے که يه تمام مقتولين وه نهيں هيں ' جو ميدان جنگ ميں کام آئے هيں ' بلکه صرف وه لوگ هيں ' جنکا شکار بلقان کے مقدس مجاهدين نے کيا -

منجمله ان خونين تماشوں کے جو سروي مجاهدين نے البانيه کے تماشاگاه ميں کهيلے هيں ' ايک تماشه يه تها :

سروي سپاهيوں کي ايک ٹولي آتي هے اور اسلامي محلوں کے مکانات ميں آگ لگاتي پهرتي هے - گهر والے نکل نکل کے بهاگتے هيں ' دروازوں پر سروي سپاهيوں کے پرے کے پرے نظر آتے هيں ' وه ان بهاگنے والوں کو گرفتار کرليتے هيں ' مرد وهيں بندوقوں کے هدف بنائے جاتے هيں ' اور اچهه سپاهي بچوں کو گود ميں لي هوئيں بيکس ماؤں پر ٹوٹ کر ' ان کي گود سے بچوں کو چهين ليتے هيں - بلکتے هوے بچے درختوں کي ڈاليوں ميں لٹکائے جاتے هيں ' اور نمايشي جنگوں کے پهلوں کي طرح سروي چمکتي هوئي تلواريں اپني کاٹ کے جوهر دکهاتي هيں - اسکے بعد ستمديده ماؤں پر حمله کيا جاتا هے اور اسکے بعد جو واقعات پيش آتے هيں انکے بيان سے ميں اپنے قلم اور اپنے اخبار کے صفحات کو آلوده کرنے کي جرأت نهيں کر سکتا -

قتل و غارت سروي فوج کا ايک شغل تفريح تها - دس دس باره باره سپاهيوں کي ٹولياں مسلمانوں کے گهروں ميں گهس جاتي تهيں ' اور مال و اسباب کو بے دريغ لوٹ ليتي تهيں - اگر گهر ميں کوئي هتيار ايک طرف ' ايک بڑا چاقو بهي نکلتا تها ' تو فوراً گهر والوں کو سزاے موت سناد يجاتي تهي اور بندوق کا منهه يا تلوار کي دهار اسکا فوراً نفاذ کرديتي تهي - اسطرح سروي ديوان انصاف سے ۳۵ - ۳۶ مسلمان الباني روزانه سزا ياب هوتے تهے -

سروي مظالم کا علم صرف غير سروي ذرائع هي سے نهيں هوا هے بلکه بعض سروي دهان وقلم نے بهي انکي داستانسرائي کي هے -

(هر ٹو متبيچ) سيکريٹري سابق وزارت سرويا بتصريح بيان کرتا هے که اس نے باثنائے سفر (برديرينه) اور (ايبک) کے درميان کے ديهاتوں ميں اٹهتے هوے دهوؤں اور شعلوں کے سوا اور کچهه نهيں ديکها - راسته ميں نهايت کثرت سے سولياں مليں اور (ديا کوده) تو سوليوں کي جهاڑي معلوم هوتا تها !!

بلغراد کے اخبارات قتل و غارت کی داستانیں سروی فوج کے کارنامہ ہاے زرین کے زیر عنوان بیان کرتے تھے - چنانچہ ایک اخبار نے لکھا تھا کہ کرنیل (اوستوبچ) کے زیر کمان صلیبی مجاہدین جوں ہی (برزرین) میں داخل ہوے ' افسروں نے ان سے کہا : " اے بہادر مجاہدو ! خداوند یسوع مسیح کا حکم یاد کرو اور اسکی تعمیل کرو ! " یہ سنتے ہی سروی مجاہد " مسلمانوں کے گھروں پر ٹوٹ پڑے - اور نہب و سلب ' قتل و ذبح کا بازار گرم ہوگیا - یہاں تک کہ تمام شہر دشمنان مسیحیت سے پاک کردیا گیا - "

برایب ' قومرہ ' قرشیاقزہ کے مظالم نا قابل بیان ہیں -

برزرین کے ایک معزز المانی نے مجھسے بیان کیا : جو " البانی سروی سپاہیوں کی شکایت بالا دست افسروں کے پاس لیجاتا تھا ' قطعاً قتل کردیا جاتا تھا "

البانیا کے قرضدار عیسائی اپنے مسلمان قرضخواہوں کے متعلق سروی افسروں سے جاکر لگاتے تھے کہ وہ باغی ہیں - سروی افسر محض ایک شہادت پر بلا مزید تحقیق کے انکو سزاے موت کا حکم دیتے اور انکی تمام مملوکات اس قرضدار مخبر کو نہایت ارزاں قیمت پر دیدیجاتی تھی -

(فرلیوفیٹس) نامی ایک گاوں میں جب سروی فوج داخل ہوئی ' تو باشندگان شہر سروی افسر فوج کے پاس گئے اور جان بخشی کی درخواست کی - افسر نے انکو تسلی دی اور ان سے وعدہ کیا کہ انکی جان ' آبرو ' اور مال ' تینوں میں سے کسی کو صدمہ نہیں پہنچیگا - مگر جوں ہی یہ بدنصیب باشندے گھر واپس پہنچے ' بے دریغ ۳ - سو شخص قتل کردیے گئے - یہاں تک کہ گاوں بھر میں ۱۲ - مسلم خاندانوں کے علاوہ ' تمام خاندان تہ تیغ کردیے گئے تھے -

(باتا) میں تمام مسلمان قیدی جانوروں کی طرح ذبح کیے گئے - بیان کیا جاتا ہے کہ جسطرح شکاری فخر کے موقع پر یہ دیکھتے ہیں کہ کس نے زیادہ شکار مارے ؟ اسیطرح سروی افسر مفاخرت کے موقع پر یہ دیکھتے ' کہ کس نے زیادہ مسلمان مارے ؟ !

صلیب احمر کے ایک ڈاکٹر کا بیان ہے کہ سروی جنرل (اسٹیفا نوویچ) نے صدہا آدمیوں کو دو ٹکڑے کرکے انکو توپوں سے اڑوا دیا - اسی ڈاکٹر کا یہ بھی بیان ہے کہ (سلنچہ) کے قریب سروی جنرل (زوکوویچ) نے ۹۵۰ البانی مسلمانوں کو ذبح کیا -

ان مظالم کو پڑھکر یورپ کی عموماً اور دولت برطانیہ کی خصوصاً دانستہ خاموشی کیوجہ سے قدرتاً سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس نوین صلیبی جنگ میں کیا دولت برطانیہ بھی شریک ہے ؟ ہر انگلش مین و نیز وہ تمام مسلمان جو ہندوستان اور مصر میں برطانی اثر کے قیام کے طرفدار ہیں ' ضرور دل سے خواستگار ہونگے کہ اس کا جواب نفی میں ہو ' مگر یاد رکھنا چاہیے کہ اہل مشرق اب اسقدر سادہ لوح اور طفل مزاج نہیں رہے کہ سابق کی طرح ڈپلو میٹک جوابوں سے بہل جائیں - ان کی تسلی اب صرف اس جواب سے ہو سکتی ہے جو زبان عمل سے دیا جائے - اس لفظ پر پہنچکے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اسوقت انگریزی زبان عمل کے جواب کا میلان نفی کی جگہ ' اثبات کی طرف ہے -

الہلال کی ایجنسی

— * —

ہندوستان کے تمام اردو ' بنگلہ ' انگریزی اور گجراتی ہفتہ وار رسالوں میں الہلال پہلا رسالہ ہے ' جو با وجود ہفتہ وار ہونے کے ' روزانہ اخبارات کی طرح بکثرت متفرق فروخت ہوتا ہے - اگر آپ ایک عمدہ اور کامیاب تجارت کے متلاشی ہیں تو اپنے شہر کیلیے اسکے ایجنٹ بن جائیے -

البانیا اور دولت علیہ

مقتبس از " الرای العام "

— * —

مترجمۂ جناب قمر شاہ خاں صاحب ' (رامپور)

— * —

ایک ارتھوڈکس البانی پادری مقیم بوسٹن (امریکہ) نے حسب ذیل کھلی چٹھی البانیا کی مجلس بطریق کے نام شائع کی ہے :

ایک چٹھی فادر الگزنڈر ہوتوفلزکی (جو نیو یارک میں روسی بشپ ہیں) ہمکو ملی ' جسمیں انہوں نے عیسائی البانی مقیم امریکہ کے خیالات دربارۂ جنگ بلقان معلوم کرنا چاہے ہیں - اگرچہ مراسلۂ مذکورہ خاص طور پر لکھا گیا ہے اور فادر موصوف نے دوستانہ لہجہ میں ظاہر کر دیا ہے کہ وہ ہماری رائے پر معترض نہیں ہیں ' لیکن ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اپنی پالسی ظاہر کرنیکے لیے اس مسئلہ پر پوری طرح بحث کریں اور اپنی سیاسی حالت اور اوسکے اسباب وضاحت سے بیان کردیں ' تا کہ کسیکو غلط فہمی واقع نہو ' اور اگر ان اسباب کے بوضاحت بیان کردینے میں ہم کامیاب ہونگے ' تو ہمکو یقین ہے کہ مجلس مقدس کے معزز ارکان اور کنسیۂ روسیہ اور محترم روسی قوم ہماری رائے کو (جو اس مسئلہ میں ہے) سمجھہ لیگی اور ہمارے جذبات کو انصاف کی نظر سے دیکھیگی -

عیسائی البانی اپنے مسلمان بھائیوں کے دل و جان سے شریک ہیں اور اجنبی حملہ آوروں کے مقابلہ میں جرات تبسانہ وطن کی مدافعت کررہے ہیں - اسکی تفصیل بیان کرنا اور سمجھنا نہایت سہل ہے ' اسلیے کہ اگر کوئی شخص نقشے میں جزیرہ نماے بلقان پر غور کریگا تو البانی وطن کو یونان ' مانٹی نیگرو ' اور سروی قوموںکا رزمگاہ پائیگا - اور جو شخص بلقان کے سیاسی حالت سے واقف ہے اوسپر روشن ہے کہ اگر اس لڑائی میں ترکوں کو شکست ہوئی تو البانیا دول بلقان میں تقسیم ہوجائیگا اور نقشۂ یورپ سے ہمیشہ کیلیے محو کر دیا جائیگا -

جملہ البانی بلا لحاظ اختلاف مذاہب ' اور آپس کے سیاسی جھگڑوں کے ' اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ یہ جنگ محض اسلیے ہے کہ البانی قوم اپنے حقوق کی حفاظت پر قادر ہونے سے پیشتر پیس ڈالی جاے - اس خیال کا موید یہ واقعہ ہے کہ ممالک بلقان نے سلطنت عثمانیہ پر ایسے وقت میں اعلان جنگ کیا ' جبکہ حکومت عثمانیہ اس طویل وخونریز شورش البانیا کو ختم کردینے پر راضی تھی اور سرکاری طور پر اوسنے البانیوں کی قومیت کا اعتراف کرکے ہمکو وطنی مدارس جاری کرنیکا حق اور آزادی عطا کردی تھی - ممالک بلقان نے سلطنت عثمانیہ پر اپنے ناگہانی حملہ سے البانیوں کو ان وطنی حقوق سے متمتع نہونے دیا جو کسی دوسریکے حقوق کے خلاف و مضر نہیں ہیں ' بلکہ وہ طویل زمانہ جس میں البانی ادبار و مظالم میں پڑے ہوے تھے ' اوسکو حکومت عثمانیہ اور البانیہ کے باہمی معاہدہ نے ختم کردیا تھا -

ہماری اس پالیسی کے یہ اسباب ہیں - اور علاوہ اسکے اور بھی اسباب ہیں مگر سردست انکا ذکر کافی ہے :

ہر زمانہ میں عیسائی البانیوں کو ترکوں کے ساتھہ متحد رکھنے والا پہلا سبب یہ رہا ہے کہ گذشتہ زمانہ میں عثمانیوں سے زیادہ ہمکو ممالک متحدہ بلقان سے مضرتیں پہنچی ہیں ' ثانیاً البانیونکا اعتقاد ہے کہ اونکے معاملات میں ریاست بلقان ترکوں سے زیادہ مشفقانہ سلوک نہیں کرینگی -

گذشتہ زمانہ میں جو خوفناک مظالم یونانی پادریوں نے

جلوپي البانیه میں کیے هیں' ان سے آپ لوگ خود هي واقف هوں - اسیطرح همیں یه بهي یاد دلانیکي ضرورت نہیں معلوم هوتي که یوناني بشپوں نے هماري ملکي زبان پر کیا کیا آفتیں ڈهالي تهیں؟ اور آرتهو ڈاکس البانیوں پر عام طور پر کیسے ناکردني افعال کے وہ مرتکب هوے هیں؟ نیز محض سیاسي وجوہ کي بنا پر وہ البانیوں کو بپتسما دینے سے انکار کرتے تهے' اور علاوہ اوسکے یوناني پادریوں کے جاسوس حکومت سے البانیوں کي مخبریاں کرتے رهتے تهے - زمانۂ عبد الحمید میں البانیه کے صدها بچوں پر نزول مصائب کے باعث بهي وهي هوے اور انکي جرائم پیشه ٹولیوں نے اونکے ورغلانے سے عوام کو اور پادریوں کو (جنکا کوئي جرم بجز سچي محبت وطن کے نه تها) قتل کیا - ان مظالم کي تائید میں (جو یوناني بشپوں نے البانیوں پر جائز رکهے) هم خود بلغاریوں کو شہادت میں پیش کرتے هیں - کیونکه ان تمام مصائب میں وہ بهي همارے شریک حال رهچکے هیں اور اس بات کي دلیل (که ریاست هاے بلقان کي کامیابي کي صورت میں البانیونکي کیا حالت هوگي) وہ معامله هے' جو سرویه نے بعد معاهدۂ برلن کے کیا تها - سرویه کو اس معاهده کے ذریعه ایک قطعه البانیه کا دیا گیا تها' لیکن اس عیسائي سلطنت نے مدنیت و تہذیب کي مہم کو اس البانی زمین میں اسطرح انجام دیا که ایک لاکهه البانیونکو نکال دیا اور اونکي جائدادیں بلا معاوضه ضبط کرلیں' اور اس وجه سے هزاروں انسان بهوک اور سردي کے شدائد سے مرگئے اور یک قلم فنا هوگئے -

جو سروي اپني ملک کي تاریخ سے واقف هے' اگر اس وحشیانه اور انتہائي ظلم سے انکار کرے' تو همارے پاس حجت تمام کرنے کیلیے صدها شہادات موجود هیں -

هماري پالیسي مانٹي نیگرو کي نسبت اگرچه بظاهر ایسي معلوم هوکه هم مانٹي نیگرو کي ان مہربانیونکي ناشکري کرتے هیں جو انهوں نے دو سال پہلے مالیسوریونکي شورش کے وقت هم پر کي تهیں جبکه هم نے اونکے ملک میں پناہ لي تهي - لیکن حقیقت یه هے که جسقدر گیہوں پناہ گزینونکو دیا گیا تها' اوس سے دس گنا زیادہ قیمت ترکوں نے بادشاہ نکولس کو ادا کردي اور جبکه رقم پهنچگئي تو بادشا نے سرداران البانیه کو ترکوں کی شرائط قبول کرنے پر مجبور کیا اور وہ بغیر حصول ضمانت اپنے اپنے ملک کو واپس گئے -

اور ایک بڑي دلیل اس بات کیلیے که مانٹي نیگرو کے خاندان شاهي کي دوستي محض مال پر مبني هوتي هے اور اس امر کي که همارا پہلا قول بادشاہ کي نسبت اختراع نہیں هے' وہ معامله هے جو جنگ روس و جاپان کے زمانه میں پیش آیا - اوسوقت سلطنت روس اپني مالي مشکلات کي وجه سے اس بات پر مجبور هوگئي تهي که جو امداد سالانه مانٹي نیگرو کو دیا کرتي تهي روک لے - اس سے یه نتیجه نکلا' که ولیعهد مانٹي نیگرو پرنس ڈینیلو نے امیر البحر ٹوگیو اور جاپاني فوج اور بیڑے کا جام صحت نوش کیا - جبکه اهالي مانٹي نیگرو نے روس کے ان انعامات کي تحقیر کی' جسنے مانٹي نیگرو کي آزادي کیلیے لاکهوں جانیں اور کروڑوں روپیه کي قرباني کي هے' تو همکو البانیوں کے ساتهه انصاف کي کیسے امید هوسکتي هے؟ وہ همکو اسوقت متهم کرتے هیں که عیسائیونکي لڑائي میں هم عثمانیونکے شریک هیں' لیکن همارے پاس اس باطل تہمت کا جواب اونهي کي گذشته سیاست هے -

علاوہ ازیں ممالک بلقان نے باوجود عیسائي هونیکے البانیوں کي قومیت مٹانے میں سلطان عبد الحمید کي مدد سے درگذر نہیں کي - اور نئي ترکي کے پردہ میں ریاست هاے بلقان ان تمام فوجي مہموں میں شریک رهیں' جو ترکوں نے البانیوں پر بهیجیں - ان وجوہ سے هم نے وطن کي حفاظت کیلیے ضروري سمجها که هم ایسے سلطان کے مخلص رهیں' جسکي زندگي نہایت پاک هے' اور ایسي حکومت کی مدد کریں' جسنے البانی قوم کے ساتهه عدل و انصاف کیا هے' یعنے دولت علیه عثمانیه کي -

هم یه بهي ظاهر کردینا چاهتے هیں که هم ریاست هاے بلقان سے اس لیے مقابله نہیں کر رهے هیں که همارے دل میں ان عناصر سے کینه هے جو ممالک بلقانیه سے مرکب هیں - بلکه اونکي ظالمانه سیاست اور تہذیب البانیه کے لعو دعوونکي وجه سے - بلقانیوں میں جو خوبیاں هیں' اونکي هم ضرور قدر کرتے هیں -

لیکن هم افسوس کرتے هیں که وہ اپني کوششیں اس ظالمانه جنگ پر صرف کر رهے هیں' جس کا نفع بجز اونکے بادشاهوں اور مدبرین کے کسیکو نہیں پہنچ سکتا - کیونکه جس مہم کے واسطے یه کهڑے هوئے هیں' وہ عقلمندوں کي راے میں اونکي قابلیت اور فوجي حیثیت سے زیادہ هے - یه کہا جاتا هے که عیسائي تہذیب ممالک بلقان میں عثماني تہذیب سے بہتر هے - حالانکه یه کہنا اوسیقدر صحیح هے' جتنا که قرون وسطی میں صلیبي متعصبونکا ان مسلمان عربونکي نسبت (جو تہذیب کے انتہائي عروج پر تهے) ایسا کہنا صحیح تها - کیونکه بلغاري' یوناني' سرویوں نے مقدونیه میں ایک دوسریکے مقابله میں وہ وہ شرمناک حرکات کیے هیں' جنکي مثال تاریخ عثماني میں نہیں ملسکتي' اور انهي شرمناک افعال کا وہ عنقریب پهر اعادہ کرنے والے هیں - اس جنگ میں فتح یاب هونیکے بعد تقسیم مال غنیمت کے وقت ایک دوسرے کا گلا دبالیگا - یورپ کا مرض تو صرف یهي هے که کهڑا دیکهتا رهے' لیکن هماري دلي خواهش هے که ایسي نوبت نه آئے' اور عثماني لشکر ان طمع کے نشه میں مخمور غارتگرونکا تکبر توڑ کر همیشه کیلیے اونکي بدمزاجي نکالدے -

یه هے خلاصه ان اسباب کا' جس نے البانیونکو بلقانیوں کي صلیب کے مقابلے میں عثماني هلال کیطرف مائل کردیا هے' کیونکه البانی اس لڑائي کو مسیحیت کي لڑائي بمقابله اسلام کے نہیں سمجهتے هیں - وہ جانتے هیں که یونانیوں اور بلقان کے سلافي بے وقوفوں کي اپني حدود کي توسیع کے لیے یه ایک کوشش هے' اور یه توسیع صرف هماري سرزمین هي سے هوسکتي هے' پس عثماني محض همارے لیے لڑ رهے هیں -

ممالک متحدہ امریکه میں البانیوں نے اس کو خوب سمجهه لیا هے - یہانتک که انهوں نے مشرقي اور مغربي ولایت میں جو جلسے منعقد کیے' اونمیں اس بات پر متفق هوگئے که ترکوں سے جو جو کدورتیں هیں اونکو بهول جانا چاهیے' اور حکومت عثمانیه کے ساتهه کامل اتحاد رکهنا چاهیے -

یهي نہیں بلکه انهوں نے عثماني لشکر کی فتح کیلیے نماز کا اعلان دیا' اور بوسٹن' سوث' برج' اضلاع ولایت ماس' پٹلورو' ماین' ماستراد' نیویارک' اکرون' هابر' میں ترکونکي فتح کیلیے دعا مانگي - جسوقت سلطاني لشکر کي فتح کے لیے دعا مانگي گئي' هم نے اپنے قوم کو روتے هوئے دیکها' اور اگر چند مہینے پہلے هم ایسا کرتے' تو یهي البانی اور همارے مسلمان بهائي همه سنگسار کر دیتے -

حالات موجودہ کے متعلق البانی قوم کي پالیسي آپ پر واضح کرنیکے لیے جسقدر کہنے کي گنجائش تهی' هم کہہ چکے' اور همارے قول کو یقین هے که آپ پورا مدلل اور موثق و معتمد پائیں گے -

هم فرض سمجهتے هیں که اپني موت و حیات کے خیال سے' اور اپني وطن کي مدافعت کیلیے اجنبي لٹیروں سے جہانتک ممکن هو لڑیں

[بقیه کیلیے صفحه ۱۰ ملاحظه هو]

مجلس تشکیل مسلم یونیورسٹی علی گڈہ کا مجوزہ :

خانہ ساز ڈیپوٹیشن

(اسلامی اخبارات اور مسلم پبلک کی خاص اور فوری توجہ کی ضرورت)

— * —

جہاں یہ دیکھکر بے حد مسرت ہوتی ہے کہ ہندوستان کے مسلمان ترک بھائیوں کی مصیبت اور اپنی مصیبت' اور ایرانیوں ' مراکشیوں' اور طرابلس کے جاندار عربوں کی تباہی کو اپنی تباہی سمجھکر ان کی موجودہ مشکلات و مصائب میں اپنی گہری ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں اور ان کے لیے چندہ جمع کرنے اور دیگر اخلاقی امداد دینے میں اپنی پوری سرگرمی دکھاکر قدیم شاندار اسلامی روایات کو تازہ کر رہے ہیں' وہاں یہ دیکھکر از حد رنج و افسوس ہوتا ہے کہ ہندوستان کے مسلمان اپنے خاص ہندوستانی معاملات کو نہایت بے پروائی کی نظر سے دیکھہ رہے ہیں اور انہوں نے ایک ایسے قومی معاملہ کی طرف سے' جسکے متعلق اخبارات و پبلک کے جلسوں میں نہ صرف بہت ہی گرما گرم مباحثے ہوچکے ہیں' بلکہ جس کو متفقہ طور پر مسلمانان ہندوستان کی قومی حیات و ممات کا مسئلہ قرار دیا گیا ہے' مطلقاً آنکھیں بند کر لی ہیں -

یہ امر یقیناً موجب مسرت ہے کہ ٹرکی کے معاملہ میں جب ہزهائینس (آغا خاں) مسلمانوں کی عام رائے کے خلاف ایک مضمون لکھتے ہیں تو مضمون شایع ہونے کے چند گھنٹے بعد ہی فوراً آغا خاں کے خیالات و رویہ پر اظہار نفرت و حقارت کیا جاتا ہے اور پھر کلکتہ ' لاہور' مدراس ' ہندوستان کے تمام طول و عرض میں جہاں جہاں وہ مضمون پہنچتا ہے ' مسلمانوں میں ایک ہلچل اور عام بے چینی پیدا کردیتا ہے - ہر جگہہ اور ہر مقام پر اظہار ناراضگی کے جلسے منعقد ہوتے ہیں - ملامت اور نفرت کے رزولیوشن پاس کئے جاتے ہیں - بے اطمینانی و بے اعتمادی کے تار دوڑاے جاتے ہیں - مگر کیا یہ امر موجب افسوس نہیں کہ قوم کا مسلمہ لیڈر نواب وقار الملک بیماری کی حالت میں اپنا قومی فرض سمجھکر انسٹیٹیوٹ گزٹ علی گڈہ میں ١٠ - صفحے کا ایک مبسوط مضمون لکھتے ہیں اور قوم فروشوں کی (١) قوم فروشی کے بھانڈے اور اخبار کے ہزار راہے پر پھوڑ دیتے ہیں اور مسلمانان ہندوستان اس کو بے پروائی کی نظر سے دیکھکر اسکی طرف متوجہ بھی نہیں ہوتے ؟ نہ مسلمانوں کی کسی انجمن کے جلسہ میں ان قوم فروشوں کے خلاف کوئی رزولیوشن پاس ہوتا ہے - نہ کوئی اسلامی کمیٹی یا پبلک جلسہ اس خانہ ساز ڈیپوٹیشن کے خلاف ملامت و نفرت کا اظہار کرتا ہے - نہ کوئی اسلامی اخبار اس قوم فروشانہ کارروائی پر کوئی خاص نوٹس لیتا ہے اور نہ مجوزہ خانہ ساز ڈیپوٹیشن کے متعلق بے اطمینانی و بے اعتمادی کے تار دوڑاے جاتے ہیں ! کیا مسلمانوں کو نواب صاحب قبلہ کے اس مضمون کی صداقت میں کوئی شک و شبہ ہے ؟ میرے خیال میں قوم کا وہ کون بد نصیب فرد ہوگا' جسکا یہ خیال ہو - اور جس صورت میں کہ نواب صاحب قبلہ کے مضمون کی تردید میں اسوقت تک قوم فروشوں کے کیمپ سے ایک آواز بھی نہ اٹھی ہو' بلکہ نواب صاحب قبلہ کے مضمون کی تائید شیخ محمد عبد اللہ صاحب بی - اے - ایل - ایل - بی - اور آنریبل خواجہ غلام الثقلین صاحب بی - اے - ایل - ایل - بی - ٹرسٹیان کالج کے مضامین مندرجہ انسٹیٹیوٹ گزٹ و مسلم گزٹ سے ہوتی ہے تو کوئی خفیف سا شک و شبہ بھی کیونکر باقی رہ سکتا ہے -

تو پھر اے ہندوستان کے مسلمانو ! کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارا تمام سرمایہ' تمہاری تمام عمر کی پونجی ' تمہارا تمام بنا بنایا کھیل ' یعنی مدرسۃ العلوم علی گڈہ' جس پر کئی ایک بزرگان قوم کی زندگیاں صرف ہوچکی ہیں - جس پر قوم کا بے شمار روپیہ خرچ ہوچکا ہے - جس پر قوم کی نگاہیں اٹھی ہیں اور جو قوم کی تمام امیدوں کا مرکز ہے ' گورنمنٹ کے حوالہ کردیا جاے ؟ ہندوستان کے مسلمانو ! کیا تم اس بات پر رضامند ہو کہ مدرسۃ العلوم کی رہی سہی آزادی کا بھی خاتمہ ہوجاے ؟ اور کیا تم اس بات کے لیے تیار ہو کہ یونیورسٹی اگر تمہیں مل بھی جاے تو اسکا نام مسلم یونیورسٹی نہ ہو بلکہ علی گڈہ یونیورسٹی ہو' جو آزاد' اسلامی' اور مکمل یونیورسٹی نہ ہو' بلکہ گورنمنٹ کی ' غیر اسلامی ' اور محدود یونیورسٹی ہو ؟ اگر ان تمام باتوں کا جواب نفی میں ہے تو پھر اے مسلمانو ! بر وقت کیوں کوشش نہیں کی جاتی کہ مسلمانوں کا کالج مسلمانوں ہی کا رہے - مسلمان گورنمنٹ سے نمار بخشواے گئے ہیں' مگر وہاں تو چند جاہ طلبوں اور خود غرضوں کی طفیل اور ان قوم فروشوں کے صدقے ' جداگانہ حلقوں میں (کامل) کی روح کام کر رہی ہے ' الٹے روزے بھی مسلمانوں کے گلے پڑ رہے ہیں - مسلم یونیورسٹی' تو کیا ملیگی ؟ کالج بھی جاتا رہیگا - اور جو تھوڑی بہت آزادی اسوقت مسلمانوں کو کالج میں حاصل ہے اس سے بھی مسلمانوں کو ہاتھہ دھونے پڑینگے -

پس میں تمام مسلمانوں سے بالعموم اور اسلامی اخبارات ' انجمنوں' اور مسلم یونیورسٹی پراونشل کمیٹیوں سے بالخصوص نہایت زور سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس معاملہ کی اہمیت و نزاکت کو پورے طور پر محسوس کریں اور قوم فروشوں کی اس قوم فروشانہ کارروائی کے خلاف جو لکھنو میں درون پردہ راتوں رات کیگئی ہے زبردست آواز بلند کریں اور مجوزہ خانہ ساز ڈیپوٹیشن کے متعلق اپنی بے اطمینانی و بے اعتمادی صاف ظاہر کردیں - ورنہ اگر قوم خاموش رہی اور موجودہ خانہ ساز ڈیپوٹیشن ... جس میں اکثریت ایسے حضرات کی ہے جو گورنمنٹ کی شرائط پر یونیورسٹی لینا چاہتے ہیں اور عام پبلک اوپینین (عام راے) کی بے وقعتی کرنے پر تلے ہوے ہیں' حضور وایسراے کے پاس پہنچ گیا تو یقیناً اسکا نتیجہ وہی ہوگا' جو مسلمانوں کی تعلیمی تباہی کے سوا اور کچھہ نہیں ہو سکتا - یعنی یونیورسٹی کو گورنمنٹ کی پیش کردہ شرائط پر ان تمام قیود اور پابندیوں کے ساتھہ جو مجوزہ مسلم یونیورسٹی کو گورنمنٹ یونیورسٹی بنادینگی ' منظور و قبول کرلیا جائیگا - اسوقت قوم کا شور و غل بالکل بے کار ' بے سود' اور صداے بے ہنگام ثابت ہوگا - جسکے نقصان مزید و دیگر شماتت ہمسایہ والی مثل صادق آئیگی' اور سواے اسکے اور کیا ہو سکیگا کہ قوم مسٹر محمد علی اڈیٹر کامریڈ سے خطاب کرکے یہ مصرعہ پڑھے - (١)

---

(١) ڈیپوٹیشن کے معاملے میں آپکا غصہ بجا ہے ' لیکن الفاظ سخت بہتر نہیں (الہلال)

(١) اس مصرعہ کے لکھنے کا بھلا یہ کون موقعہ تھا ؟ ہمارا خیال مسٹر محمد علی کی نسبت ایسا نہیں ہے - البتہ ان سے ایک لغزش ضرور ہوگئی (الہلال)

جھوٹی قسم سے آپکا ایمان تو گیا ؟

اسلامی اخبارات کی خدمت میں خاکسار در بارہ یہ عرض کرنیکی اجازت چاھتا ھے کہ وہ نواب صاحب قبلہ کے مضمون کو تمام و کمال نقل کرکے اس آواز کو تمام قوم تک پہونچائیں اور اس پر نہایت آزادی کے ساتھہ راے زنی کریں - ورنہ بعد از وقت طویل و عریض لیڈر لکھنے کا فائدہ معلوم -

(الہلال) کلکتہ نے اگرچہ سب سے پہلے نواب صاحب قبلہ کے مضمون کو تمام و کمال نقل کردیا تھا مگر اسکے متعلق اپنے خیالات ظاہر کرنے کا جو وعدہ کیا تھا وہ ابھی تک پورا نہیں کیا - مسلم گزٹ نے چند اقتباسات اور مختصر سے اڈیٹوریل نوٹ پر اکتفا کرکے خاموشی اختیار کی - زمیندار نے ایک مدت کے بعد اس مضمون کو پانچ یا چھہ ٹکڑوں میں شایع کیا اور باوجود " ایک زبردست اور دل ھلادینے والی آواز " اور " ایک گہری سازش کا انکشاف " کے زبردست عنوان قائم کرکے خود اسکا اپنا دل ذرا بھی نہیں ھلا آنریبل مسٹر محمد شفیع کی صدارت مسلم لیگ کے خلاف تو ندا ے بے ہنگام بلند کرنے کیلیے لیڈروں پر لیڈر لکھے جاتے ھیں مگر گہری سازش کے انکشاف کے متعلق دو سطروں کا نوٹ لکھنے کیلیے بھی گنجایش و فرصت نہیں - وکیل و پیسہ اخبار بالکل ھی خاموش - آبزرور نے ایک مختصر سانوٹ لکھدیا تھا اور بس - (کامریڈ) بھلا کیا لکھیگا - وہ تو خود ایک مدعی ھے - نواب صاحب قبلہ کے مضمون کا تو وہ بھولے سے بھی ذکر نہیں کرتا ' البتہ اس بات پر خوشی ظاہر کرتا ھے کہ ھزھائی نس آغا خاں اور راجہ صاحب محمود آباد حضور وسراے سے ڈیپوٹیشن کی حاضری کے متعلق خط و کتابت کر رھے ھیں !

خاکسار مقبول احمد سکرٹری پراونشل کمیٹی مسلم یونیورسٹی - } ریاست کشمیر - ۲۸ فروری سنہ ۱۹۱۱ع

ایک تجـویـز

—*—

غازی انور بک کی خود نوشتہ سوانح عمری

—*—

۱۲ - ربیع الاول کے اخبار مبں جو آپ نے آیندہ نمبر میں انور بے کی خود نوشتہ سوانحعمری کے درج کرنے کا وعدہ کیا ھے ' اسکی نسبت میں یہ راے دونگا کہ شائع کرنے سے قبل اُس کاحق تالیف رجسٹری کرادیا جائے اور آیندہ پرچے سے برابر تین چار پرچوں تک خریداران الہلال کو اطلاع دیجائے کہ وہ اُس نمبر کو کم سے کم ڈھائی روپیہ کو وصول کریں اور ھر ایک خریدار اُس نمبر کا ایک اور خریدار پیدا کرے ' اور یہہ روپیہ جو اس طریقہ سے وصول کیا جاے ' زر اعانۂ ھلال احمر میں جمع کرکے قسطنطنیہ بھیجدیا جاے تا کہ وہ انور بے کی راے سے اُسکو صرف کریں - میں سمجھتا ہوں کہ یہہ ایک بہت ھی معتدبہ رقم ھوگی لیکن اس سے ھمارا وہ جوش معلوم ھوجائیگا جو انور بے کی ذات کے ساتھہ ھمکو ھے - خداوند کریم اُس کو اپنی امن و امان میں رکھے ' اور اُسکی کوششوں اور مساعی کو مشکور کرے - اگر یہہ تجویز آپ منظور نکریں تو بھی وہ رسالہ جس میں مذکورہ بالا سوانح عمری درج ھو میرے پاس دس روپیہ میں وی پی کردیجئے گا - میں ایک قانع آدمی ھوں جیسا کہ آپ جانتے ھیں - لیکن آج مجھکو اپنی حالت کا رنج ھے ' کاش میں کچھہ دے سکتا تا کر سکتا -

(از بھوپال)

فہـرست

زر اعانۂ دولت علیۂ اسلامیہ

—:#:—

(۱۳)

ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم و اموالھم ' بان لھم الجنۃ

	پائی	آنہ	روپیہ
مولوی واحد حسن صاحب وکیل ھائیکورٹ کلکتہ	۰	٦	٦
بذریعہ والدہ مولوی شہاب الدین صاحب مالک بالہ			
بیرگاں تالدارا بھات بازا اعد	۰	۲	۸۸
" ایک نقش معہ زنجیر و تعویذ چاندی کے دو عدد			
بذریعہ ڈاکٹر عبد اللہ خانصاحب دکانی	۰	۰	۱۲۵
بذریعہ میاں حسن صاحب محلہ گولک پور باکلی پور	۰	۳	۱
نور محمد صاحب سب اورسیر (مانپور) جھانسی	۰	۰	۵
بذریعہ نذر علی خانصاحب سپروائزر پر دھمام			
منگلا عید زرکس	۰	۵	۳٦۱
بذریعہ ولی محمد صاحب عباسی اوندور	۰	۹	۲۱۲
بذریعہ مولوی حبیب الدین خان صاحب صولت (کرانہ - قاعدہ) -			
انتخاب جے - ایف - اینائٹ صاحب بہادر (بلقن امدر ۱/۸ کوریھا - آنرو گرہ)	۰	۰	۲۰
شیخ محبوب میاں صاحب (کرانہ)	۰	۰	۱
معرفت مولوی جناب نعشر صاحب (بانو بازار)	۰	۲	۳
ملنشی نرامت علی صاحب (کرانہ)	۰	۸	۱
معصوم بچوں کی عیدی	٦	۲	۱
حافظ علم حسن صاحب (کرانہ)	۰	۰	۱
بانو اسلام صاحب (کرانہ)	۰	۰	۱
منشی عبد العزیز خان (بانو بازار)	۰	۰	۳
جناب کریم بخش عطار صاحب (مرزا پور)	۲	۷	۰
جناب عبد الحکیم صاحب (مرزا پور)	٦	۳	۰
" عبد المجید خان صاحب (کرانہ)	۰	۰	۱
" شکور میاں صاحب (کرانہ)	۰	۴	۰
" شیخ مجیب الرحمن عرف موھو میاں (کرانہ)	۰	۸	۰
" سید دلاور علی صاحب (کرانہ)	۰	۴	۰
" منگلو میاں صاحب (کرانہ)	۰	۸	۱
متفرقات	۹	۸	۲۹
جناب محمد حنیف صاحب	۰	۲	۰
میزان	۰	۳	۸٦۵
میزان سابق	٦	۴	۱۲۱۸۳
میزان کل	٦	۷	۱۳۰۴۸

مبلغ چالیس روپیہ جو بذریعہ مولوی حبیب الدین خانصاحب صولت کرانہ روڈ کلکتہ وصول ھوا تھا فہرست نمبر ۹ میں شائع کیا گیا تھا آج اسکی تفصیل درج ذیل کی جاتی ھے :—

	پائی	آنہ	روپیہ
منشی احمد علی صاحب (خضرپور - کلکتہ)	۰	۰	۲۸
مولوی اطہر السعدین صاحب (کرانہ)	۰	۰	۵
محمد اسمعیل سوداگر صاحب (کرانہ)	۰	۰	۲
قاضی محمد جان صاحب (کرانہ)	۰	۰	۱
جناب اسمعیل میاں صاحب جھاؤتلا روڈ	۰	۰	۲
ماسٹر امام الدین (ڈاؤکس اسٹریٹ)	۰	۰	۱
ماسٹر نصیر الدین (کرانہ)	۰	۰	۱

فکاہات

—∞(•)∞—

(۱)

سر آغا خاں کا خطاب ترکوں سے

—:*:—

گفت با ترک حضرت آغا * آنچہ گویم بہ گوش در گیرید
بگذارید خاک یورپ را * دل ازیں مرز و بوم بر گیرید
ایشیا مسکن قدیم شماست * باز آں خاک را مقر گیرید
دل بہ صید رمیدہ نتواں بست * یک شکار شکستہ پر گیرید
اسپ ' گر زیر راں نمی آید * بگذارید و مادہ خر گیرید
کار پیشینۂ شما کشت است * مرغزارے و گاو نر گیرید
بانگ توپ و تفنگ درد سر ست * ناوک و خنجر و سپر گیرید
نوبت ریل و تلغراف گذشت * قاصد و پیک و نامہ بر گیرید
کار دنیا کسے تمام نکرد * ہر چہ گیرید مختصر گیرید

(۲)

ترک سے حضرت آغا نے یہ ارشاد کہا : * کیوں ہو بے فائدہ یورپ میں گرفتار الم ؟
ایشیا میں اگر آجاو تو پھر تا بہ ابد * پاوں پھیلا کے پڑے چین سے سوؤگے چہ غم ؟
نظر آجائیگی بیکاری آلات جدید * جب کہ تم وادی تاتار میں رکھوگے قدم
ریل یا تار کی پھر ہوگی نہ حاجت تم کو * ڈاک پہنچانے کو آجائینگے مرغان حرم
خود ہی کہدوگے کہ بیکار ہیں سب توپ و تفنگ * نظر آئیگا جو تیر افگنیوں کا عالم
سلک بحری کی ادا دل سے اتر جائیگی * دیکھہ لوگے جو کمندوں کا وہ پیچ اور وہ خم
فائدہ کیا ہے کہ تم ریل کا احسان اٹھاو * آپ کا اسپ سبک سیر ہے کس بات میں کم ؟
آپ صحرا میں چلائیں گے جو خشکی کا جہاز * پھر نہ کچھہ بھاپ کی حاجت ہے نہ طوفانکا غم
لطف جو بانگ جرس میں ہے وہ سیٹی میں نہیں * ریز کوکہہ نہیں سکتا کوئی ہم پایۂ بم
لمپ کی شعلہ فشانی میں کہاں وہ انداز * شمع کی بزم طرازی کا جو کچھہ ہے عالم
فیصلہ بیٹھہ کے چوپال میں کردیگا جو پانچ * ہوگا یورپ کے قوانین سے بڑھکر محکم
اور مانا بھی کہ فردوس بریں ہے یورپ * حضرت خواجۂ شیراز یہ کرتے ہیں رقم

پدرم روضۂ رضواں بہ دو گندم بفروخت
ناخلف باشم اگر من بہ جوے نفروشم

کشاف

یونیورسٹی ڈپوٹیشن

—*—

آپ نے " بحث سفارت " پہ جو کی تھی تقریر * تھا حقیقت میں وہی شیوۂ ازاد روشی
دفعۃً طبع مبارک نے جو بدلا انداز * سب کو حیرت تھی کہ کیوں آپ نے کی کم روشی
یا تو اس زور سے تھے آپ " سفارت " کے خلاف * یا کہ خود آپ بھی شامل تھے اسی میں بخوشی
" بادۂ جام سفارت طرب انگیز سہی * آپ کی شان کو زیبا نہ تھی یہ بادہ کشی

* * *

کھینچکر اک نفس سرد یہ ارشاد ہوا : * " ذوق ایں بادہ نہ دانی بخدا تا نہ چشی

نقاد

PRINTED & Published by A. K. AZAD, at The HILAL Electrical Prtg. Pblg. House, 7/1 McLeod Street, CALCUTTA

خطرناک مرض ہے اس کا جلد علاج کرو

علامات مرض : جن لوگوں کو پیشاب بار بار آتا ہو یا پیاس زیادہ لگتی ہو منہ کا ذائقہ خراب رہتا ہو - رات کو کم خوابی ستاتی ہو - اعضاء شکنی - کاہلی جسم - ضعف مثانہ ہونے سے روز بروز قوت میں کمی اور خرابی پیدا ہوتی جاتی ہو اور چلنے پھرنے سے سر چکراتا ہو - سر میں درد اور طبیعت میں غصہ آجاتا ہو - تمام بدن میں یبوست کا غلبہ رہتا ہو - ہاتھ پاؤں میں خشکی اور جلن زخم جلد پر جھنجھناہٹ وغیرہ پیدا ہوجاتی اور ٹھنڈے پانی کو جی کرے - معدہ میں جلن معلوم ہو - بیوقت بڑھاپے کے آثار پیدا ہوجاتیں اعضاء رئیسہ کمزور ہوجائیں - رقت - سرعت اور کمی باہ کی شکایتیں دن بدن زیادہ ہوتی جائیں تو سمجھ لو کہ مرض ذیابیطس ہے - جن لوگوں کے پیشاب میں شکر ہوتی ہے انکو مندرجہ بالا آثار یکے بعد دیگرے ظاہر ہوتے ہیں - ایسے لوگوں کا خاتمہ علی العموم کاربنکل سے ہوتا ہے - دنبل پھنسی اور کبھی گردن میں پیدا ہوتا ہے - جب کسی کو کاربنکل ہو تو اسکے پیشاب میں یقیناً شکر ہونے کا خیال کرلینا چاہیے - اس زہریلے پھوڑے سے سینکڑوں ہونہار قابل لوگ مرچکے ہیں -

مرض کی تشریح اور ماہیت : ذیابیطس میں جگر اور لبلبہ کے فعل میں کچھ نہ کچھ خرابی ضرور ہوتی ہے اور اس خرابی کا باعث اکثر دماغی تکالیف شبانہ روز کی محنت ہے بعض دفعہ کثرت جماع - غم سوزاک اور کثرت انزال کا باعث ہوتا ہے - صرف فرق یہ ہے کہ اس حالت میں پیشاب میں شکر نہیں ہوتی بلکہ مثانہ کے ریشہ وغیرہ پائے جاتے ہیں - کبھی ابتدائے عمر میں کثرت جماع سے آخر یہ مرض پیدا ہوجاتا ہے اور کبھی بخار کے بعد یہ مرض شروع ہوتا ہے -

اگر آپ چاہتے ہیں کہ زہریلا پھوڑا کاربنکل نہ نکلے تو علاج حفظ ماتقدم یہ ہے کہ ہماری ان گولیوں کو کھاؤ - شیرینی - چاول ترک کردو - ورنہ اگر سستی کروگے تو پھر یہ ردی درجہ ذیابیطس میں اس وقت ظاہر ہوتا ہے جبکہ تمام اندرونی اعضاء گوشت پوست بگڑ جاتے ہیں - جو لوگ پیشاب زیادہ آنے کی پروا نہیں کرتے وہ آخر ایسے لاعلاج مرضوں میں پھنستے ہیں جن کا علاج پھر نہیں ہوسکتا - یہ گولیاں پیشاب کی کثرت کو روکتی ہیں اور تمام عوارض کمی قواہ اور جملہ امراض ردیہ سے محفوظ رکھتی ہیں -

ذیابیطس میں عرق ماء اللحم اسلئے مفید ہوتا ہے کہ بوجہ اخراج رطوبات جسم خشک ہوجاتا ہے - جس سے غذائیت کی ضرورت زیادہ پڑتی ہے - یہ عرق چونکہ زیادہ مقوی اور مولد خون ہے اسلئے بہت سہارا دیتا ہے غذا اور دوا دونوں کا کام دیتا ہے -

حب دافع ذیابیطس

یہ گولیاں اس خطرناک مرض کے دفعیہ کے لئے بارہا تجربہ ہوچکی ہیں اور صدہا مریض جو ایک گھنٹہ میں کئی دفعہ پیشاب کرتے تھے تھوڑے دنوں کے استعمال سے اچھے ہوگئے ہیں یہ گولیاں صرف مرض کو ہی دور نہیں کرتیں بلکہ انکے کھانے سے گئی ہوئی قوت باہ حاصل ہوتی ہے - آنکھوں کو طاقت دیتی اور منہ کا ذائقہ درست رکھتی ہیں - جسم کو سوکھنے سے بچاتی سلسل بول - ضعف مثانہ - نظام عصبی کا بگاڑ - اسہال دیرینہ یا پھیپھڑے کھانے کے فوراً دست آجاتے ہوں یا درد شروع ہوجاتا ہو یا رات کو نیند سب شکایت دور ہو جاتے ہیں -

قیمت فی تولہ دس روپیہ

میر محمد خان - تالپر والئی ریاست خیرپور سندھ — پیشاب کی کثرت نے مجھے ایسا حیران کردیا تھا اور جسم کو بے جان اگر میں حکیم علام نبی صاحب کی گولیاں ذیابیطس نہ کھاتا تو میری زندگی محال تھی -

محمد رضا خان - زمیندار موضع چتہ ضلع اٹاوہ — آپ کی حب ذیابیطس سے مریض کو فائدہ معلوم ہوا - دن میں ۱۶ بار پیشاب کرنے کی بجائے اب صرف ۵ - ۶ دفعہ آتا ہے -

عبد القدیر خان - محلہ قرقاب شاہ جہان پور — جو گولیاں ذیابیطس آپ نے رئیس عبد الشکور خاں صاحب اور محمد تقی خان صاحب کے بھائی کو زیادتی پیشاب کے دفعیہ کے لئے ارسال فرمائی تھیں وہ اور بھیجدیں -

عبد الوہاب ڈپٹی کلکٹر - فازیپور — آپ کی بھیجی ہوئی ذیابیطس کی گولیاں استعمال کررہا ہوں - بجائے ۱۴ - ۵ مرتبہ کے اب دو تین مرتبہ پیشاب آتا ہے -

سید زاہد حسن - ڈپٹی کلکٹر الہ آباد — مجھے عرصہ دس سال سے عارضہ ذیابیطس نے دق کررکھا تھا - بار بار پیشاب آنے سے جسم لاغر ہوگیا - قوت مردمی جاتی رہی - آپ کی گولیوں سے تمام عوارض دور ہوگئے -

رام ملازم پوسٹماسٹر جنرل — پیشاب کی کثرت - جاتی رہی - مجھے کو رات دن میں بہت دفعہ پیشاب آتا تھا - آپ کی گولیوں سے صحت ہوئی -

انکے علاوہ صدہا سندات موجود ہیں -

مجرب و آزمودہ شرطیہ دوائیں جو بادائی قیمت نقد تا حصول صحت دیجاتی ہیں

— * —

زود کن

داڑھی مونچھ کے بال اسکے لگانے سے گھنے اور لمبے پیدا ہوتے ہیں - ۲ تولہ دو روپے

سر کا خوشبودار تیل

دلربا خوشبو کے علاوہ سیاہ بالوں کو سفید نہیں ہونے دیتا نزلہ و زکام سے بچاتا ہے شیشی خورد ایک روپے آٹھ آنہ کلاں تین روپے

حب قبض کشا

رات کو ایک گولی کھانے سے صبح اجابت با فراغت اگر قبض ہو دور ۲ درجن ایک روپیہ

حب قائممقام افیون

انکے کھانے سے افیم چاٹکر بلا تکلیف چھوٹ جاتے ہیں فیتولہ پانچ روپے

حب دافعہ سیلان الرحم

لیسدار رطوبت کا جاری رہنا عورت کے لئے وبال جان ہے اس دوا سے آرام - دو روپے

روغن اعجاز

کسی قسم کا زخم ہو اسکے لگانے سے جلد بھر جاتا ہے بدبو زائل - نا سور - بھگندر - خنا زیر کے گھاؤ - کاربنکل زخم کا بہترین علاج ہے - ۲ تولہ دو روپے

حب دافع طحال

زردی چہرہ - لاغری کمزوری دور مرض تلی سے نجات - قیمت دو ہفتہ دو روپے

دواء الساعة

دافع درد کان

شیشی صدہا بیماروں کے لئے - ایکروپے

حب دافع بواسیر

بواسیر خونی ہو یا بادی ریحی ہو یا سادی - خون جانا بند اور مسے خود بخود خشک - قیمت ۲ ہفتہ دو روپے

سرمہ ممیرہ کراماتی

مقوی بصر - محافظ بینائی - دافعہ جالا - دھند - مبار - نزول الماء سرخی - ضعف بصر وغیرہ * فیتولہ معہ سلائی سنگ یشب دو روپے

پتہ :-

حکیم فلاں ... زبدۃ الحکما - لاہور

اطلاع

(۱) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے دو ہفتہ کے اندر اطلاع دیں ' ورنہ بعد کو فی پرچہ چار آنے کے حساب سے قیمت لی جائیگی -

(۲) اگر کسی صاحب کو ایک یا دو ماہ کے لئے پتہ کی تبدیلی کی ضرورت ہو تو مقامی ڈاکخانہ سے بندوبست کرلیں ' اور اگر تین یا تین ماہ سے زیادہ عرصہ کے لئے تبدیل کرانا ہو تو دفتر کو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیں -

(۳) نمونہ کے پرچہ کے لئے چار آنہ کے ٹکٹ آنے چاہئیں یا پانچ آنے کے وی - پی کی اجازت -

(۴) نام و پتہ خاصکر ڈاکخانہ کا نام ہمیشہ خوش خط لکھیے -

(۵) خط و کتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں -

نوٹ — مندرجہ بالا شرائط کی عدم پابندی کی حالت میں دفتر جواب سے معذور ہے اور اس وجہ سے اگر کوئی پرچہ یا پرچے ضائع ہوجائیں تو دفتر اسکے لئے ذمہ دار نہ ہوگا -

(مدیر)

شرح اجرت اشتہارات

میعاد اشتہار	فی صفحہ	فی کالم	نصف کالم	نصف کالم سے کم
ایک ہفتہ ایک مرتبہ کے لئے	۱۵ روپیہ	۱۰ روپیہ	۷½ روپیہ	۸ آنہ فی مربع انچ
ایک ماہ چار مرتبہ "	" ۵۰	" ۳۰	" ۲۰	۷ آنہ " " "
تین ماہ ۱۳ " "	" ۱۲۵	" ۷۵	" ۴۵	۶ آنہ " " "
چھ ماہ ۲۶ " "	" ۲۰۰	" ۱۲۵	" ۷۵	۵ آنہ " " "
ایک سال ۵۲ " "	" ۳۰۰	" ۲۰۰	" ۱۲۵	۴ آنہ " " "

(۱) ٹائٹل پیج کے پہلے صفحہ کے لئے کوئی اشتہار نہیں لیا جائیگا - اسکے علاوہ ۳ صفحوں پر اشتہارات کو جگہہ دیجائیگی -

(۲) مختصر اشتہارات اگر رسالہ کے اندر جگہہ نکال کر دیے جائیں تو خاص طور پر نمایاں رہیں گے لیکن انکی اجرت عام اجرت اشتہارات سے پچیس فیصدی زائد ہوگی -

(۳) ہمارے کارخانہ میں بلاک بھی تیار ہوتے ہیں جسکی قیمت ۸ آنہ فی مربع انچ ہے - چھاپنے کے بعد وہ بلاک پھر صاحب اشتہار کو واپس کردیا جائیگا اور ہمیشہ انکے لئے کارآمد ہوگا -

---

شرائط

(۱) اسکے لئے ہم مجبور نہیں ہیں کہ آپکی فرمایش کے مطابق آپکو جگہہ دیں ' البتہ حتی الامکان کوشش کی جاتی ہے -

(۲) ایک سال کے لئے اشتہار دینے والوں کو زیادہ سے زیادہ ۴ اقساط میں ' چھہ ماہ کے لئے ۲ اقساط میں ' اور سہ ماہی کے لئے ۲ اقساط میں قیمت ادا کرنی ہوگی اس سے کم میعاد کے لئے اجرت پیشگی ہمیشہ لی جائیگی اور وہ کسی حالت میں پھر واپس نہوگی -

(۳) منیجر کو اختیار ہوگا کہ وہ جب چاہے کسی اشتہار کی اشاعت روک دے ' اس صورت میں بقیہ اجرت کا روپیہ واپس کردیا جائے گا -

(۴) ہر اُس خبر کا جو جُرم کے اقسام میں داخل ہو ' تمام مقوّی مشروبات کا ' مخش امراض کی دواؤں کا اور ہر وہ اشتہار جسکی اشاعت سے پبلک کے اخلاقی و مالی نقصان کا ادنی شبہہ بھی دفتر کو پیدا ہو ' کسی حالت میں شائع نہیں کیا جائےگا -

نوٹ — کوئی صاحب رعایت کے لئے درخواست کی زحمت گوارا نہ فرمائیں - شرح اجرت یا شرائط میں کسی قسم کا رد و بدل ممکن نہیں -

شذرات

مسٹر مظہر الحق کا استعفا

ذالک فلیتنافس المتنافسون !

مسلم یونیورسٹی ڈیپوٹیشن

فمنهم ظالم لنفسه و منهم مقتصد ، و منهم سابق بالخیرات باذن الله ، ذالک هو الفضل الکبیر (۳۵ : ۳۱)

اس جماعت میں کچھہ لوگ تو ایسے ہیں جو طریق ہدایت و صداقت کو چھوڑ کر اپنے نفوس پر ظلم کر رہے ہیں - بعض ان میں سے درمیانی راہ چلتے ہیں ' اور پھر انہی میں بعض نفوس قدسیہ ایسے بھی ہیں ' جو اعمال نیک میں راست بازانہ پیش قدمی کرتے ہیں - یہ الله کا بہت بڑا فضل ہے جسکی انکو توفیق دی گئی ہے -

کامل اس فرقہ زہاد سے اٹھا نہ کوئی
کچھہ ہوے تو یہی رندان قدح خوار ہوے !

ناظرین کو معلوم ہے کہ میں نکتہ چیں ہوں ' منقبت سرا نہیں میرا دستور العمل یہ ہے :

قصیدہ کار ہوس پیشگاں بود عرفی
تو از قبیلۂ عشقی ' وظیفہ ات غزل ست

حق گوئی کی راہ میں عموماً دو قوتیں مانع ہوتی ہیں : دولت و طاقت ' اور ذاتی تعلقات و وابستگی - اس زمانے میں احباب کم از کم اسکا تو اندازہ کرچکے ہیں کہ الحمد لله یہ دونوں پتھر میری راہ میں حائل نہیں ہوسکے :

هم کعبۂ و هم بتکدہ سنگ رہ ما بود
رفتیم و صنم بر سر محراب شکستیم

دولت و طاقت اور حکومت و اقتدار کے مقابلے میں جو کچھہ اپنا حال ہے ' وہ محتاج بیان نہیں - زبان اور قلم ' دونوں اسکا جواب دیسکتے ہیں - رہے ذاتی تعلقات ' تو آپ دیکھہ رہے ہیں کہ یونیورسٹی فونڈیشن کمیٹی کے پچھلے اجلاس کے واقعات میرے لیے واقعی پر از اشکال تھے - مسٹر محمد علی نہ صرف میرے ایسے دوست ہی ہیں ' جن سے دوستانہ حد سے بھی گذر کر ' برادرانہ و عزیزانہ تعلقات رکھتا ہوں ' بلکہ یہ بھی ہے کہ مجھکو انکی دوستی نہایت عزیز ہے - تاہم کچھہ دنوں تک خاموش رہا اور پھر دیکھا تو معلوم ہوا کہ تعلقات کا مسئلہ نہیں بلکہ عقیدے اور راے کا سوال ہے - تعلقات کی ایسی داروں کی کیا حقیقت ہے ؟ اس راہ میں تو زنجیریں بھی ٹوٹ جاتی ہیں -

پس جو کچھہ میری راے تھی ' بلا تامل حوالۂ قلم کر دی - دوستی کیا چیز ہے ؟ ہماری خون اور نسل کی رشتہ داریوں کو بھی حق اور عقیدے کے آگے عدم ہونا چاہیے -

با اں همہ مدی نکتہ چینی ہی آج مجھکو مجبور کرتی ہے کہ (مسٹر مظہر الحق) کی تعریف میں حسقدر ممکن ہو اسراف کروں - وہ اسراف نہیں ' بلکہ عین اعدل ہے -

میں دیکھہ رہا ہوں کہ زمانہ کس قدر پر آشوب ہے ' اور حق و راستی کی مظلومی کس درجہ درد انگیز حد تک پہنچ چکی ہے ؟ کوئی نہیں جو اسکی خاطر تھوڑی سی تکلیف گوارا کر لے - کوئی نہیں جو خدا کی خوشنودی کی خاطر اسکے چند بندوں کا غصہ جھیل لے ' اور پھر کوئی نہیں جو اپنے قول ہی کی عزت کیلیے اپنے عمل کو بھی قابل عزت بناے - ہر دعوا دلیل سے محروم ' ہر قول عمل کا مخالف ' اور ہر سفیدی نمایش اور نفاق کی سیاہی سے آلودہ ! تعریف کی خواہش سے دماغ مخبوط ہو رہے ہیں ' مگر کوئی نہیں جو پہلے تھوڑی سی مذمت گوارا کر کے ' تعریف کا اپنے تئیں مستحق ثابت کرے - حالانکہ کوئی دوستی بغیر دشمنی کے ' کوئی محبوبی بغیر مبغوضی کے ' اور کوئی تعریف بغیر تحمل مذمت کے حاصل نہیں ہو سکتی - جو لوگ دنیا سے " تعریف و مدح " مانگتے ہیں ' انکو پہلے بتلانا چاہیے کہ اسکے لیے انہوں نے کیا کھویا ہے ؟ :

أحسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وهم لا یفتنون ؟ ولقد فتنا الذین من قبلهم فلیعلمن الله الذین صدقوا ' ولیعلمن الکاذبین - ام حسب الذین یعملون السیئات ان یسبقونا ؟ ساء ما یحکمون ! (۲۹ : ۴) و من یجاهد فانما یجاهد لنفسه ' ان الله لغنی عن العالمین (۲۹ : ۶)

کیا یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ زبان سے ایمانداری اور راستبازی کا دعوا کردینگے اور بغیر آزماے ہوے چھوڑ دیے جائیں گے ؟ (حالانکہ) جو لوگ ان سے پہلے گذر چکے ہیں ' خدا نے انکو بھی آزمایش میں ڈالا تھا (اور یہ ناگزیر ہے پس) عنقریب خدا ان لوگوں کو معلوم کرکے رہے گا جو اپنے دعوے صداقت میں سچے ہیں - اور انکو بھی ' جو اپنے اندر جھوٹ کے سوا کچھہ نہیں رکھتے - کیا جن لوگوں کی قوتیں اعمال بد میں خرچ ہو رہی ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے قابو سے باہر ہو جائیں گے ؟ اگر ایسا سمجھتے ہیں تو یہ کیا ہی بری سمجھہ اور کیا ہی برا فیصلہ ہے ! یاد رکھو کہ جو سچائی اور راست بازی کی راہ میں تکلیف اٹھاتا ہے تو وہ اپنے ہی بھلے کیلیے ایسا کرتا ہے - خدا دنیا کے تمام لوگوں اور انکے اعمال سے بے نیاز ہے -

مسٹر (مظہر الحق) نے مسلم یونیورسٹی کے ڈیپوٹیشن کی ممبری سے استعفا دیدیا ' جسکو ایک مبسوط تحریر کی صورت میں آپ آج کی اشاعت میں پڑھیں گے - میں اپنے عقیدے اور اپنی بصیرت کے مطابق یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ انہوں نے استعفا نہیں دیا ہے ' بلکہ سچائی اور راستبازی کی ایک ایسی مثال عظیم قوم کے سامنے پیش کردی ہے ' جسکے نمونے عرصے سے ہماری کارفرما جماعتوں میں ناپید و معدوم تھے - خدانے مومنوں کی سب سے بڑی خصلت یہ بتلائی ہے :

یجاهدون فی سبیل الله ولا یخافون لومة لائم -

حق کی راہ میں جہد و سعی کرتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہیں کرتے -

مجھکو اعتراف ہے کہ مسٹر (مظہر الحق) نے اس حقیقی خصلت ایمانی کا نمونہ قوم کو دکھلا دیا -

وفی ذلک ' فلیتنافس المتنافسون !

اور یہی چیز ہے ' جسکی پیروی کرنے والوں کو پیروی کرنی چاہیے -

نہیں سمجھتا کہ اسکے سوا اور کیا کہوں کہ الله تعالی اس خدمت جلیل اور عمل عظیم کیلیے انکو جزاے خیر دے ' اور اس وقت کے دکھلانے میں زیادہ دیر نہ کرے ' جب قوم کی سچائی اور راست بازی کی ایسی ہی مثالیں بکثرت قوم کے سامنے ہوں :

فلم ارَ کالدعاء اعم نفع
و اعظم فی مکافات الصدیق

مسٹر (مظہر الحق) یاد رکھیں کہ اگر وہ قوم کی خاطر کچھہ کھونے کیلیے طیار ہیں' تو قوم بھی اپنی بہترین متاع انکو دینے کیلیے طیار ہے - غریب قوم کیا کرے ؟ وہ تو اپنا دل ہاتھوں میں لیے ہوے کب سے حیران و سرگردان پھر رہی ہے' مگر افسوس کہ کوئی خریدار ہی نہیں ملتا - کونسا دروازہ ہے جس پر وہ نہیں پہنچی' اور اعتماد کی کونسی آواز تھی' جس کو اس نے نہیں آزمایا ؟

نقالس دل و دین می دہم بہ نیم نگاہ
بہ من معاملۂ کن کہ راست گفتارم

اس ڈیپوٹیشن کی تحریک جن طریقوں کی ساتھہ لی گئی' پھر ممبروں کا جس طرح انتخاب ہوا' اور انتخاب میں جن جن ذرائع و وسائل مخفیہ سے کام لیا گیا' وہ نواب صاحب قبلہ کی زبان مبارک سے قوم سن چکی ہے - پس درحقیقت ایک ایسی جماعت میں شریک رہنا' جسکی پیدایش سازش کے ناجائز حمل سے ہوئی ہو' خود اپنے ضمیر اور ایمان کو الودہ معصیت کرنا تھا - ڈیپوٹیشن کا جانا اور رسمی آمد و رفت محض ایک دلخوش کن حیلہ تراشی ہے' تا کہ کسی طرح آزاد خیال طبقہ رام کیا جاسکے - مسٹر (مظہر الحق) کا نام بھی اسی لیے رکھا گیا تھا' تا کہ لوگ سمجھیں کہ کیسے آزاد خیال لوگ اسمیں شریک ہیں' اور پھر اسکی طرف سے بالکل مطمئن ہو جائیں -

حقیقت یہ ہے کہ یہ ڈیپوٹیشن یونیورسٹی کے اہم مسائل میں کسی تغیر کا ذریعہ نہیں ہوسکتا - اور نہ ہونے کا ارادہ ہے - گورنمنٹ کو اب اسپر کوئی اعتراض نہیں کہ علی گڈہ کی معہود یونیورسٹی کے نام میں " مسلم " کا لفظ بڑھا دیا جاے اور یہ تو ساری دنیا کو معلوم ہوچکا ہے کہ اسکولوں کے الحاق تک وہ راضی ہوچکی ہے - پس ڈیپوٹیشن کی تجویز سے مقصود یہ تھا کہ انہیں منظور کردہ چیزوں کو قوم کے سامنے اسطرح پیش کر دیا جاے کہ وہ سمجھے' یہ خاص مراعات تھیں جو ڈیپوٹیشن نے سعی و کوشش کرکے حاصل کرا دیں -

تاہم مسٹر (مظہر الحق) نے نہایت دانشمندانہ کارروائی کی کہ اتمام حجت کا پورا موقعہ دیا' اور پہلی مجلس میں شریک ہوکر اور اپنے خیالات ظاہر کرکے مستعفی ہوے - انھوں نے ایک مثال قائم کردی کہ ایک راست باز آدمی کو ایسے موقع میں کیا کرنا چاہیے ؟

مسٹر (مظہر الحق) نے مستعفی ہوکر ہمارے سامنے مقابلہ کرنے کیلیے کیسے عبرت انگیز مناظر پیش کردیے ہیں ! ایک طرف تو وہ لوگ ہیں جو اس ڈیپوٹیشن کی شرکت کی عزت کے معاوضے میں اپنی آزاد خیالی کو نابود کردینے کیلیے طیار ہیں - دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو (بقول نواب صاحب قبلہ) اس ڈیپوٹیشن کی ممبری کو ایک ایسی دولت عظمی سمجھتے ہیں' جسمیں اب کسی دوسرے حصہ دار کا تصور بھی انکے لیے تکلیف دہ ہے - تیسرے طرف مسٹر (مظہر الحق) ہیں' جنکو بے طلب اسکی شرکت کی مکرر عزت دی گئی تھی مگر انہوں نے سچائی اور اصول کی خاطر اسے ٹھکرا دیا ! انہوں نے اس عزت کی پروا نہیں کی جو صداقت اور آزاد خیالی سے خالی تھی' پس اسکا بہترین معاوضہ وہ عزت ہے جو قوم کے لاکھوں دلوں میں انہوں نے پیدا کرکے حاصل کرلی ہے -

ومن کان یرید العزة فللہ العزة جمیعا، الیہ یصعد الکلم الطیب، والعمل الصالح یرفعہ (۳۵ : ۱۱)

جو لوگ عزت کے بھوکے ہیں انکو معلوم ہونا چاہیے کہ تمام عزت بخشیاں اللہ ہی کے ہاتھہ میں ہیں - تمہارے اعمال صالح اسی کی درگاہ تک پہنچتے ہیں اور وہی نیک عمل کرنے والوں کے درجوں کو بلند کرتا ہے -

مسٹر (مظہر الحق) نے اپنی چٹھی میں ۵ - مارچ کے جلسے کی جو کارروائی درج کی ہے' اس سے ممبرین ڈیپوٹیشن کی نقاب پوشی کا خاتمہ ہوگیا ہے' اور جو بات ہمیں ۲۸ - دسمبر کی صبح کو معلوم تھی' امید ہے کہ اب دنیا کو ۵ - مارچ کے بعد اچھی طرح نظر آجاے گی - (مسٹر مظہر الحق) نے تجویز پیش کی تھی کہ کارروائیوں سے قوم کو بے خبر نہ رکھا جاے - اس سے کم از کم اتنا تو ہو جاتا کہ ہر شخص کی نسبت قوم فیصلہ کرسکتی کہ اس نے قوم کی خواہشوں کو کہاں تک یاد رکھا ہے ؟ لیکن ہم نے سنا ہے کہ یہ تجویز جب پیش کی گئی' تو ایک ہی نام کے دو آزاد خیال بزرگوں یعنے مسٹر محمد علی (کامرید) اور مسٹر محمد علی (جیبا) نے مخالفت کی - اور مصر ہوے کہ کارروائیاں بصیغہ راز رکھی جائیں

اگر یہ سچ ہے تو ہمیں ایک سال کے گذشتہ واقعات ایک مرتبہ یاد کرلینے چاہئیں - ۱۱ - اگست سنہ ۱۲ - ۱۹ - کو کانسٹیٹوشن کمیٹی کا جو اجلاس لکھنو میں ہوا تھا' اسمیں ہمارے دوست "راز داری" کے سخت مخالف تھے - کامرید کی پچھلی فائل کی ورق گردانی کی جا سکتی ہے - یہ اب دنیا کیوں پلٹ گئی ؟

مانا کہ ڈیپوٹیشن کی تجویز ضروری تھی' صلح جنگ سے بہتر ہے' اور قوم کو قسموں کی عزت کا پاس کرنا چاہیے - لیکن کیا اب ہمارے دوست کیلیے "راز داری" کا گذشتہ نقاب تاریک بھی انکے مطعون لیڈروں کی طرح ضروری ہوگیا ؟

مشاطہ کا قصور سہی سب بناؤ میں
کیا اس نے اس نظر کو بھی پر فن بنا دیا ؟

ممکن ہے کہ تم اپنے اعمال قوم سے مخفی رکھہ لینے میں کامیاب ہوجاؤ لیکن میرے عزیز دوستو ! تم ایک نادانی میں پڑے ہو - خدا کی آنکھہ سے چھپنے کیلیے تمہارے پاس کوئی پردہ نہیں ہے :

او لیس اللہ باعلم بما فی صدور العالمین ؟ (۲۹ : ۹)

کیا اللہ تعالی ان چھپے ہوے بھیدوں سے واقف نہیں ہے جو دنیا کے سینوں میں مدفون ہیں ؟

بہرحال قوم کے ہاتھہ میں مسٹر (مظہر الحق) نے بہت اچھی کسوٹی دیدی ہے - مدعیان آزادی و راستی کی آزمایش کی یہ بہترین گھڑیاں ہیں - اب دیکھنا یہ ہے کہ ممبران ڈیپوٹیشن میں اور بھی کسی کا قدم ہے' جو اس طرح سچائی کی طرف حرکت کرے ؟

مسلمان اگر اپنی بے وقوفی پر رحم کھائیں' تو انکے لیے کام کرنے کا یہ اصلی وقت ہے -

نہایت ضروری ہے کہ ہر مقام پر جلسے کیے جائیں اور نواب (وقار الملک) بہادر کی تائید میں آوازیں بلند ہوں : ہذہ تذکرة فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلا -

---

ہفتۂ جنگ

اس ہفتہ کی خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ بلقانی فوجوں میں سے صرف یونانی فوج جنگ آرا ہوئی - نتیجہ جنگ کے جسقدر معلومات ہیں وہ یونانی ذرائع سے ہیں جن پر اعتماد و عدم اعتماد کا فیصلہ اب ہر شخص کیلیے آسان ہوگیا ہے - انہیں کے ہم ماہ دل کے تار سے معلوم ہوا ہے کہ یونانی بیڑے نے (حمدیا) کے قلعہ (سنتا اورانتا) پر گولہ باری کی جس سے ایک ترکی توپخانہ ضائع ہوا - اسکے بعد یونانی بیڑا مرج کے

آتارنے میں کامیاب ہوگیا - ۸ - کے تار سے معلوم ہوتا ہے کہ جنرل (سارٹزر) سواروں کے تین سکویڈرن لیے ہوے جنینا میں داخل ہوگیا -

" داخل ہونے سے پہلے دو دن نہایت سخت جنگ ہوتی رہی ' جس میں ترکوں نے ایک نیا نقشہ جنگ اختیار کیا تھا - یونانی فوج نے اپنا بایاں بازو اٹھالیا اور بیزانی پر خوفناک گولے پھینکے - ترکی توپیں خاموش ہوگئیں - اس عرصہ میں فوج بائیں جانب بڑھی - گولہ باری دوسرے دن صبح تک نہایت شدت کے ساتھ جاری رہی - پیادہ فوج ترکوں کو شکست دیتی ہوئی سرعت و بہادری کے ساتھ (بیزانی) میں سیلاب سمندر کی طرح امنڈ آئی - یونانی داخل ہوے جنینا تک چلے گئے - راستہ میں انہوں نے آدمی اور توپیں گرفتار کیں - ۹ - کا تار بیان کرتا ہے کہ یونانی سواروں نے دو سکواڈرنوں نے شمال جنینا پر توپیں سر کرتے ہوے ۱ - ہزار ۳ - سو ترک مہاجرین کو گرفتار کرلیا - یونانی ولیعہد اپنے تار میں بیان کرتا ہے کہ جنینا میں ۳۵ - ہزار ترکی فوج تھی - سب نے اپنے آپکو حوالہ کر دیا "

ان اطلاعات کی علاوہ انکے ذرائع اطلاعات سے معلوم نہیں ہیں ' مگر یہ اطلاعات خود آپ اپنی تضعیف کر رہی ہیں - مثلاً بیان کیا جاتا ہے کہ جنینا میں ۳۵ - ہزار فوج نے ہتھیار رکھدیے اور اسکی وجہ نہیں بیان کیجاتی - حالانکہ یہ ظاہر ہے کہ ۳۵ - ہزار سپاہی بے وجہ ہتھیار نہیں رکھ سکتے - اسکے علاوہ ۹ - کے تار سے معلوم ہوتا ہے کہ جنینا فتح ہوگیا ' مگر ۹ - کے تار میں بیان کیا جاتا ہے کہ یونانی سواروں نے شمال جنینا پر گولہ باری کرتے ہوے ۲ - ہزار ۳ - سو ترک مہاجرین گرفتار کیے - اگر در حقیقت جنینا ۹ - کو فتح ہوگیا تھا تو پھر ۹ - کو شمال جنینا پر گولہ باری کیوں کی گئی ؟ علاوہ ازیں جس تار میں تسلیم شہر کی خبر دیگئی ہے ' اسمیں خود صیغۂ تضعیف یعنی " یہ رپورٹ کی گئی ہے " استعمال کیا ہے -

---

میں سیاسی حقوق طلبی کے جذبات زور

انگلستان

پر ہیں .

حرش طلبی سست ' پیدا نا همه بیمار شویم

یہ عام قاعدہ ہے کہ جب کسی جماعت میں کوئی خاص جذبہ عالمگیر اور راسخ ہوجاتا ہے تو دو جماعتیں پیدا ہوجاتی ہیں - ایک معتدل اور دوسری گرم - اسوقت حقوق طلب خاتونوں میں بھی دو جماعتیں ہیں : ایک معتدل ہے ' جو صرف قانونی ذرائع سے حقوق حاصل کرنا چاہتی ہے ' اور دوسری گرم ہے جو مسٹر (تلک) کے مسلک پر عمل کرتی ہوئی کہتی ہے کہ بغیر قانون شکن ایجی ٹیشن کے مطالب برآری ممکن نہیں - موخرالذکر میں ایک گروہ ہے جو اپنے آپ کو مرجی کہتا ہے - کیونکہ وہ حقوق طلبی کے لیے اسلحہ بھی استعمال کرنا چاہتا ہے -

جب سے لبرل گورنمنٹ برسر اقتدار ہوئی ہے ' اس گروہ نے وزرا کی زندگی تلخ کردی ہے - مرجی گروہ کی کارروائیوں کا آغاز دسمبر سنہ ۱۹۰۵ - سے ہوتا ہے - دسمبر سنہ ۰۵ - میں سر ہنری کیمبل بینرمین جب وزیر اعظم ہوے ' تو مع اپنے رفقاء وزارت کے البرٹ ہال میں گئے اور ایک عظیم الشان جلسہ میں تقریر کی - مس (کرسٹیبل پانکھرسٹ) گیلری میں بیٹھی تھیں - انہوں نے وہیں سے ایک جھنڈا ہلا دیا ' اور باواز بلند پوچھا . " لبرل گورنمنٹ عورتوں کیلیے کیا کرنا چاہتی ہے ؟ "

اسکے بعد ہی ہاوس آف کامنس پر حملہ ہوا ' جو کچھ عرصہ کے بعد فرو ہوگیا - لیکن یہ ایک مہلت جنگ تھی - تھوڑے ہی دنوں کے بعد پھر حملہ کیا گیا اور اسوقت سے اسوقت تک برابر جاری ہے - مرجی گروہ نے ایذا رسانی کی صدہا شکلیں اختیار کی ہیں - قریباً تمام وزارت خانوں کے ہر ممبر پر حملے کیے - تار کاٹ دے گئے - کھڑکیاں توڑ ڈالی گئیں - لیٹر بکس اکھاڑ کر پھینک دیے - خطوط ضائع کردیے - ذیل میں ہم انکے یادگار حملوں کی ایک مختصر سی فہرست درج کرتے ہیں -

وزرا پر حملہ

(۱) ۷ - دسمبر سنہ ۹ - کو لیمپن اسٹل واقع مولکیسٹن میں وزیر اعظم پر حملہ کیا گیا -

(۲) ۱۴ - نومبر سنہ ۹ - کو مسٹر چرچل برسٹول میں کتے کے کوڑے سے مارے گئے -

(۳) ۲۳ - نومبر سنہ ۹ - کو ھاورسنس کارڈ پیریڈ میں ہنگامہ پیدا کر کے دو لیے گئے -

(۴) ۱۸ جولائی سنہ ۱۲ - کو جب کہ وزیر اعظم مع مسٹر جان ریڈمنڈ کے ڈبلن اسٹریٹ میں گاڑی پر جا رہے تھے ' ان پر کلہاڑیاں پھینکی گئیں -

(۵) ۲۰ - جولائی سنہ ۱۲ - کو وزیر اعظم پر چیسٹر میں حملہ کیا گیا -

پارلیمنٹ پر یورش

۱۱ - فروری سنہ ۸ - کو ۵۰ - عورتوں نے ھاوس آف کامنس پر حملے کیے اور اس جرم میں گرفتار کی گئیں -

۳۰ - جون سنہ ۸ - کو ۹ - عورتیں اسی جرم میں گرفتار کی گئیں

۳۰ جون سنہ ۹ - کو ۱۲۰ - عورتیں اسی جرم میں گرفتار ہوئیں -

۱۲ - نومبر سنہ ۱۱ - کو ۲۲۳ - عورتیں اسی جرم میں گرفتار ہوئیں -

جائداد پر حملہ

۱۸ - جون سنہ ۸ - کو وزیر اعظم کے محل پر یورش کی گئی -

یکم مارچ سنہ ۱۲ - کو ویسٹ منسٹر اور ویسٹ اینڈ کی کھڑکیوں کے توڑے جانے سے ۴ - ہزار پونڈ کا نقصان ہوا -

۲۶ - نومبر سنہ ۱۲ - کو تمام شہر کے لیٹر بکسوں سے خطوط اڑا دیے گئے -

۳۰ جنوری سنہ ۱۳ - کو لیمبتھ پیلس اور ویسٹ اینڈ کی چھ کھڑکیاں توڑی گئیں -

ان واقعات کے بعد دو نہایت عظیم الشان واقعے اور ہوے - ایک یہ کہ مسٹر لائڈ جارج کا مکان اڑا دیا گیا - دوسرا یہ کہ برلنگ کلب کے تمام خیموں میں آگ لگادی -

خود شناسی سرچشمہ ہے حقوق شناسی کا ' اور حقوق شناسی آغاز ہے حقوق طلبی کی - حقوق طلبی ایک ایسا جذبہ ہے جو پیدا ہونے کے بعد ' پھر فنا نہیں ہوسکتا - یہ ایک بھاپ ہے ' جتنی دبائی جاتی ہے ' اتنی ہی زور سے نکلتی ہے - یہ جذبہ جب اپنی پوری قوت کو پہنچ جاتا ہے تو اسکے لیے بند قانون ' موم کے آتشدیدہ ہو جاتے ہیں ' جنکو اسکی معمولی سی جنبش ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے - بالا دست جماعت کو زیر دست جماعتوں میں بیداری اور خود شناسی پیدا کرنے سے پہلے حقوق بخشی کے لیے تیار ہوجانا چاہیے - یاد رکھنا چاہیے کہ حقوق طلبی کا جذبہ سخت ضدی ہے - وہ صرف ایک ہی صورت سے راضی ہو سکتا ہے ' یعنی یہ کہ جو کچھ مانگتا ہے ' اسے فوراً دیدیا جاے -

۲۳ ربیع الثانی ۱۳۳۱ ہجری

حدیث الغاشیہ

(٤)

شبهٔ نیم شبی کا صبح حسار
یا
یونیورسٹی فونڈیشن کمیٹی

رات اور زلف کا یہ افسانہ ؛
مختصر کوتہ ، بڑی لمبائی ہے

(۱)

صداقت کی مظلومی کوئی نیا واقعہ نہیں ہے - اسپر آزمائش وابتلا کے ایسے ایسے ہلاکت خیز وقت آئے ہیں ، جب خدائی بھر میں پر چند دلوں کے سوا اس کا کہیں نشیمن نہ تھا ، لیکن باوجود اسکے سچ سچ رہا ، اور باطل باطل - صداقت اپنے حامیوں کی کثرت و قلت اور استقامت و تزلزل سے ہمیشہ بے پروا رہی ہے اور ہمیشہ رہے گی - وہ تمہارے پاس اسلیے نہیں آتی کہ تمہاری محتاج ہے ، بلکہ اسلیے کہ تم اسکے محتاج ہو - اگر تم نے اپنے تئیں اہل ثابت نہیں کیا تو تم سے اپنا رشتہ کاٹ لیگی اور کسی اور مستقیم دل کو اپنا نشیمن بنائیگی - اگر ۲۶ - کی شام تک یونیورسٹی کے بارے میں ہمارا خیال حق تھا ، تو ۲۷ - کی شام کے (ڈنر) کے بعد ، اور نو بجے کی خلوت نیم شبی کی صبح کو وہ باطل نہیں ہوسکتا تھا - اگر ۲۶ - کی سہ پہر کو سچ ، سچ تھا ، اور صدہا آوازیں اسکا استقبال کرتی تھیں ! تو ۲۸ - کی صبح کو بھی وہ سچ تھا ، گو ایک آواز بھی اسکی حمایت کیلیے نہیں اٹھتی تھی - سچ کی کسوٹی اسکے حامیوں کی کثرت نہیں ہے - اسکے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ سچ ہے - حق کی پرستش کے ایمان بکف مدعیوں کی استقامت اگر متزلزل ہے تو کیا مضائقہ ؟ حق کی قوت کا استحکام متزلزل نہیں ہوسکتا - حقیقی قوت اسی میں ہے ، اور جن مبارک ہستیوں کو اسکے علم کے نیچے جگہہ مل گئی ہے ، انجام کار فتح یابی بھی انہی کے حصے میں آئیگی -

و تلک الدار الآخرة ، نجعلها للذین لا یریدون علواً فی الارض و لا فساداً ، و العاقبة للمتقین -	اور یہ آخر کی کامیابیوں کا گھر انکے لیے ہے ، جو دنیا میں بڑائی اور پیشوائی نہیں چاہتے اور نہ فساد پھیلاتے ہیں ، اور یاد رکھو کہ انجام کار اللہ سے ڈرنے والوں ہی کیلیے ہے -

آپ دیکھتے ہیں کہ سورج مشرق سے نکلتا ، اور مغرب میں ڈوبتا ہے - والذی نفسی بیده ، میں بھی بعینہ اسی طرح دیکھ رہا ہوں کہ سچائی غربت و کس مپرسی سے اٹھتی ہے ، اور فتح و کامرانی کا علم بنکر لہراتی ہے - یہ میرا نقش اور میری بصیرت ہے - آپکو نظر نہیں آتا تو میں دکھلا بھی نہیں سکتا -

(۲)

بہر حال میں نے مخالفت میں تحریر کی ، اور نرم و خوشنما پیراستہ الفاظ و بندش چھوڑ کر ، اور معانی زہر آلود و الفاظ شہد نما کی جگہہ ، صاف صاف لفظوں میں اس کارروائی کو ناقابل اعتماد بتلایا - یہ پیشتر سے معلوم تھا کہ اسکا نتیجہ کیا ہوگا ؟ مگر اظہار حق اور امر بالمعروف نتیجہ کے خیال سے بے پروا ہے - وہ ایک فرض ایمانی اور محض تعمیل حکم الہی ہے ، اور وقت کے بدلنے اور لوگوں کے منہہ پھیر لینے سے اسکا حکم نہیں پھر سکتا - میرے لیے اسقدر کافی ہے کہ آج ، جبکہ بعد از خرابی بصرہ بڑی بڑی آوازیں ڈیپوٹیشن کی مخالفت میں اٹھ رہی ہیں ، اور طرح طرح کے عیب اسکے بتلائے جارہے ہیں ، " الحمد للہ کہ اپنے ضمیر اور ایمان سے شرمندہ نہیں ہوں ، اور دلوں کی عبرت اور نگاہوں کی بصیرت کیلیے یہ نشانی بس کرتی ہے کہ جس جگہہ لوگوں کے قدم آج پہنچے ہیں ، وہ عین اس وقت بھی میرے قدموں کے نیچے تھی ، اور جو روشنی وقت گذر جانے کے بعد انکو آج نظر آئی ہے ، وہ عین وقت پر میں سب کو دکھلا رہا تھا - پس وقت تم نے نہیں دیکھا ، اور اب اپنی آنکھوں کو مل رہے ہو - بہتر ہے کہ اپنے سروں کو پیٹو - ان فی ذالک لآیات لقوم یعقلون -

(۳)

میں نے اپنی تحریر میں کہا تھا کہ اسقدر جوش و خروش ، جمع و اجتماع ، ادعا و شورش ، اور ہنگامۂ رستخیز ، کے بعد یونیورسٹی کی قسمت پھر چند شخصوں کے ہاتھوں میں دیدیا گیا معنی رکھتا ہے ؟ یہ بھی کہا تھا کہ قوم نے اب اپنی قسمت کے فیصلے کیلیے کسی پر اعتماد نہیں کرنا چاہتے -

اس آخری فقرے کی بہتیں نہایت سخت تھی - بڑے بڑے کرسیوں کے وزنی وجوہ (جنکے لیے قرآن کریم نے بہت اچھی تشبیہ دی ہے کہ " فانہم خشب مسندة ") انکی ملاملا کر زانو بدلنے اور مضطرب ہو ہو کے دیکھنے

رأیت الذین فی قلوبہم مرض ، ینظرون الیک نظر المغشی علیه من الموت ! (۴۷ - ۳۹)	جن لوگوں کے دل مرض ضلالت سے بیمار ہو رہے ہیں ، (اعلان حق کے وقت) تم دیکھو گے کہ تمہاری طرف مضطرب ہو ہوکے دیکھ رہے ہیں ، جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو اور اسکی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی ہوں !

(٤)

لیکن یہ بالکل بے فائدہ تھا

من حرّب المجرّب ، حلت به الندامه

یہاں محض اشخاص پر اعتماد کا سوال نہیں ہے بلکہ حالات پر - اور اگر حالات پر ہمیں اعتماد نہیں ، تو یہ کوئی بگڑنے کی بات نہیں ہے - اگر یونیورسٹی کی قسمت کا فیصلہ اُن اشخاص کے ہاتھہ میں ہوتا ، جو ہمارے سامنے پیش کیے گئے ہیں ، تو باوجود انکی تمام کمزوریوں کے پہلا شخص میں ہوتا ، جو کہتا کہ اعتماد کرو اور راضی نامہ داخل کردو - یہ کہنے میں ہمارا کوئی حرج نہیں کہ جناب سر (راجہ صاحب محمود آباد) پر ہمیں اعتماد ہے - کون کہتا ہے کہ سمس العلماء مسٹر سید حسن بلگرامی اور مسٹر محمد علی لائق اعتماد نہیں ؟ یہ تو ہمیں اُسوقت معلوم نہیں تھا کہ (نواب وقار الملک) بہادر ڈیپوٹیشن

کی موجودہ صورت کے مجوزین میں شریک نہیں ہیں - انکا نام بھی فہرست میں شامل تھا' پھر قوم میں کون شخص ہے جو کہہ سکتا ہے کہ نواب صاحب قبلہ لائق اعتماد نہیں ؟ لیکن اصلی سوال یہ نہیں تھا - سوال یہ تھا کہ کیا وہ حالات بھی قابل اعتماد ہیں' جنمیں یہ ڈیپوٹیشن مبتلا ہوگا ؟ کیا اس فضاے آهنی پر بھی بھروسہ کیا جاسکتا ہے' جہانکی ہوائیں حوصلوں اور عزموں کی چٹانوں کو سرمہ بنا کر اڑا دیتی ہیں؟

اور جب رایوں کی تبدیلی و تغیر کی ایسی مثالیں ہمکو دکھلائی جاتی ہیں کہ ایک رات کے اندر جنگ کے خواستگار صلح کے آرزو مند ہو جاتے ہیں' اور جو چیز شام تک سیاہ تھی' وہی صبح کو سفید بن جاتی ہے' تو پھر ہمارا کیا قصور ہے اگر ہم اعتماد و عدم اعتماد کے سوال کو چھیڑتے ہیں ؟ ہم تو اسقدر بے وقوف اور ہر فریب تازہ میں آجانے والے ہیں کہ چشک بےک کی کیا حقیقت ہے' ہمنے تو ایک نگاہ ناز پر اپنے دلوں کو حوالے کر دیا ہے - لیکن آخر تا کے ؟ کب تک نئی نئی آزمایشوں میں ڈالے جائیں گے ؟

ہم زمانے کی حالت یہ دیکھتے ہیں کہ چار آدمیوں کی مجلس میں بھی کسی کو جرات نہیں ہوتی کہ جو کچھ دل میں ہے اسکو صاف صاف حوالۂ زبان کردے' پھر ہم کو بتلایا جاے کہ خواستگاران اعتماد میں وہ نفوس قدسیہ کون ہیں' جو گورنمنٹ ہاوس میں اس استقامت کو ظاہر کرینگے' جس کی مثال ۲۸ - دسمبر کو قیصر باغ کی بارہ دری میں پیش نہ کرسکے ؟

ہم کو سب پر اعتماد ہے مگر اعتماد نہیں ہے اپنی بدبختی پر' اعتماد نہیں ہے اپنی محرومی پر' اعتماد نہیں ہے اُن واقعات و حالات پر' جو اس ڈیپوٹیشن کو پیش آئیں گے' اور جنکے سامنے نہ کسی کی استقامت چلے گی اور نہ دعوائے عزم و ارادی - جماعت جتنی وسیع ہوتی جاتی ہے' اُتنی ہی اسکی قوت بڑھتی جاتی ہے' اور جتنی کم ہوتی جاے گی' اتنی ہی راے دینے والوں کیلیے دقتیں بڑھتی جائیں گی - آپ ایک جلسے میں کھڑے ہوکر اور ایک بہت بڑی جماعت کے صداے اتفاق سے قوی ہمت ہوکر جس طرح گورنمنٹ پر نکتہ چینی کرتے ہیں' کیا حضور ویسراے کے سامنے بھی اسی طرح کرسکتے ہیں ؟ ہاں کرسکتے ہیں مگر وہ ہستیاں اور ہیں' آپ نہیں ہیں:

ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں ؟

(۵)

جو لوگ جلسے میں شریک تھے انکو یاد ہوگا کہ ہمارے آخری الفاظ کیا تھے ؟ ہم نے کہا تھا :

" تم اس وقت نادانی اور غفلت کے ہاتھ بک گئے ہو مگر وہ وقت دور نہیں ہے جب " اعتماد " کی اس آخری آزمایش پر بھی تم کو متاسف ہونا پڑیگا "

ابھی وہ وقت نہیں آیا' مگر تاسف ابھی سے شروع ہوگیا ہے - انشاء اللہ العزیز اُس کا اصلی وقت بھی آ رہا ہے' - اُسوقت ہم پھر یک مرتبہ اپنے انھی الفاظ کو دھرائیں گے : وان ادری اقریب ام بعید ما توعدون - [اور میں نہیں جانتا کہ جس وقت کا وعدہ کیا گیا ہے وہ قریب ہے یا ابھی اسمیں دیر ہے ؟ - ۲۱ : ۱۰۹]

(٦)

جلسے میں اس وقت تین طرح کے لوگ تھے : " مجلس نیم شبی " کے محرمان راز - انکے متبعین' جو خود باریاب صحبت نہ تھے مگر انکے نام احکام جاری ہوگئے تھے - اور کچھ عام لوگ' جو اس ناگہانی انقلاب سے بالکل بے خبر تھے اور سادہ دل اور بے خبر دل ہونے کی وجہ سے کوئی آواز اور راے نہیں رکھتے تھے -

ان غریبوں کا عجیب حال تھا - ان میں بہت سے تعلیم یافتہ اور بہت سے سرگرم مدعیان آزادی و حریت بھی تھے' مگر یہ سب اس تیغ تیز سے زخمی ہوے کہ مسٹر (محمد علی) کو تحریک کرتے اور میجر صاحب کو تائید کرتے ہوے دیکھا - ایک دن پہلے تک آزادی کا علم انھی کے ہاتھوں میں دیکھ چکے تھے - پس سمجھے کہ جب انھی حضرات کے طرف سے تحریک و تائید ہو رہی ہے' تو ضرور کوئی اپنے ہی مطلب کی بات ہوگی' گو ابھی ہماری سمجھ میں نہیں آتی !

رہی کمبخت مذاق تقلید جو کل تک پرانے لیڈروں کے اندھا دھند اتباع کی صورت میں خانماں سوز عقل و دانش تھا' آج آزادی کے عہد تازہ میں نئے لوگوں کے اقدام کی صورت میں فہم و فراست کی گردن کا طوق بنا - درد و ندامت کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ابنائے عصر کی غلامی بھی مقلدانہ تھی' اور اب آزادی بھی مقلدانہ ہے - کچھ حصہ نئے دور کا گذر جاے' اور مدتوں کے گرفتار تقلید دماغ (جو بالکل شل اور معطل ہوگئے ہیں) کچھ کچھ فکر و اجتہاد کے عادی ہو جائیں - تو پھر شاید ہر شخص اپنی سمجھ سے ہر بات کو سمجھنے کی کوشش کرے - وما ذلک علی اللہ بعزیز !

(۷)

اب قدیم و جدید' اور مستبدین و احرار کی " متحدہ سازش " سخت بد حواس ہوئی کہ کہیں بنا بنایا کھیل بگڑ نہ جاے - ہر طرف سرگوشیاں شروع ہوگئیں :

انما النجوی من	راز دارانہ سرگوشیاں شیطان کی وسوسہ
الشیطان لیحزن	اندازی سے ہوتی ہیں' تاکہ مسلمان
الذین آمنوا'	اُس کی وجہ سے آزردہ خاطر ہوں' حالانکہ
ولیس بضارھم	بغیر مشیت الہی کے یہ سرگوشیاں
شئیا الا باذن اللہ'	کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتیں -
وعلی اللہ فلیتوکل	مسلمانوں کو چاہیے کہ ہر طرف سے
المومنون (۵۸ :	ہٹکر صرف اللہ ہی پر اعتماد کریں -

معاً خواجہ غلام الثقلین صاحب کو بھی ڈیپوٹیشن میں شریک کرلیا گیا - انکا بیان ہے کہ مجھے اسٹیج کے " اقصاے مغرب " سے " مشرق ادنی " کی طرف کھینچ کر لیگئے - وہاں قسمیں کھا کھا کر اطمینان دلایا اور منتیں کیں کہ مان جاؤ - کیا کرتا ؟ مجبوراً ماننا ہی پڑا :

اتخذوا ایمانہم جنۃ (۵۸ : ۵۳) انھوں نے بچاو کیلیے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے -

گو مے ہے تند و تلخ' پہ ساقی ہے دلربا
اے شیخ بن پڑیگی نہ کچھ ہاں کیے بغیر

خواجہ صاحب کہتے ہیں کہ جب معاملہ یہاں تک پہنچا' تو میں نے بھی مناسب نہ سمجھا کہ اور زیادہ مخالفت کروں - عرصے کے بعد کانفرنس میں آیا تھا - لوگ کہتے کہ اسی نے چلتی گاڑی میں روڑا اٹکا دیا -

بہر حال یاران طریقت نے خواجہ صاحب کو بھی چپ کرا ہی دیا :

پا مال اک نظر میں قرار و ثبات ہے
اُسکا نہ دیکھنا' نگہ التفات ہے

اب خواجہ صاحب سے کیا گلہ شکوہ کریں ؟ وہ کہتے ہیں کہ مجھے قسموں نے فرصت ہی نہ دی :

ناز سے' عشوہ سے' غمزہ سے لگا لیتے ہیں
وہ جسے چاہتے ہیں اپنا بنا لیتے ہیں

خواجہ صاحب نے بھی دیکھا کہ کسی کی منتیں مفت میں ہاتھ آتی ہیں' یہ ضد اور ہٹ کا موقعہ نہیں :

بڑا مزہ ہو جو محشر میں ہم کریں شکوہ
وہ منتوں سے کہیں " چپ رہو خدا کیلیے "

لے دیکے ایک خواجہ صاحب ہمارے ساتھہ اٹھے تھے - انکو بھی ہمارے دوست اسٹیج کے پیچھے لے گئے ! بیچارے (میر حسن) کو بھی یہی شکایت تھی :

جو کوئی آئے ہے نزدیک ہی بیٹھے ہے ترے
ہم کہاں تک ترے پہلو سے سرکتے جائیں ؟

ہم تو اُس وقت تقریر کر رہے تھے - کسے معلوم کہ اسٹیج کے گوشوں میں کیا ہو رہا ہے ' ورنہ خواجہ صاحب کو پہلے ہی سے خبردار کر دیتے :

لغزش نہو ' بلا ہے حسینوں کا التفات
اے دل سنبھل ' وہ دشمن جاں مہرباں ہے اب !

خیر ' بہتر ہے - آپ لوگ اپنے سر مفت میں کیوں الزام لیں ؟ صلح ہوتی ہو تو جنگ کیوں کریں ؟ الزاموں اور مطالعتوں کیلیے تو ایک زیاں پسند ' نفع فراموش ' محروم عقل و دانش دماغ مجھہ دیوانے ہی کا بنا ہے - اور کوئی کیوں بدنام ہونے لگا ؟

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے
جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

دنیا کو وہ عقلمندی و دانش ' اور مجھہ کو اپنا جنون و نفع و دشمنی مبارک رہے - میں دعا مانگتا ہوں :

و یرحم اللہ عبداً قال آمینا !

(۸)

(کامل پاشا) نے جب اپنے اعمال مخفیہ کو انجام دینا چاہا تو چاروں طرف نظر ڈالی - فوجی قوت صلح کی کب کی مخالف تھی - اس نے سونچا کہ بغیر (ناظم پاشا) کے ملائے کامیابی نہیں ہو سکتی - پہلے ناظم صلح کے اشد شدید مخالف تھے ' اور (چتلجہ) سے تار پر تار دیتے تھے - لیکن جب ۲۳ - جنوری کو سرائے (دولمہ باغچہ) میں " قومی مجلس " منعقد ہوئی ' تو اس تماشے کا ہر ایکٹر اپنے پارٹ کی مشق کر آیا تھا - ناظم پاشا سب سے پہلے کھڑے ہوے اور کہا کہ جنگ سے کیا فائدہ ؟ بہتری اس میں ہے کہ صلح کرلی جائے - اب کامل پاشا خاموش تھا ' اسلیے کہ (ناظم) کے اندر سے اُسی کی صدا نکل رہی تھی ' اسکو لب ہلانے کی ضرورت ہی کیا تھی ؟

یہاں بھی آج " قومی مجلس " تھی ' اور صلح کی سعی و ارزوے شدید - نہ تو سر (راجہ صاحب) کو لب ہلانے کی ضرورت ہوئی ' نہ انکے اعوان و انصار کو ' صرف ایک ہمارے دوست ہی کافی تھے :

سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی !

(۹)

غرضکہ کہاں تک اس افسانے کو طول دیجیے - زلف یار کی آجتک کون پیمایش کرسکا ہے ؟

ما جرا ہا ست بان زلف فسوں ساز مرا

بالاخر وہی ہوا ' جسکا ہزاروں تمناؤں اور آرزوؤں کے ساتھہ انتظار کیا گیا تھا :

یاں لعل فسوں ساز نے باتوں میں لگایا '
دے پیچ ادھر زلف اڑا لیگئی دل کو

مسٹر ممتاز حسین بیرسٹر ایٹ لا لکھنو نے بولنا چاہا ' مگر اب کون بولنے دیتا ہے ؟ یاران کار فرما پر ایک ایک منٹ ایک ایک برس کا گذر رہا تھا - جلدی تھی کہ نہیں معلوم کن کن اعمال مخفیہ اور وظائف " نصف اللیل " کے بعد اپنا بخت خفتہ بیدار ہوا ہے ' اور لوگوں کی آنکھوں پر غنودگی طاری ہوئی ہے - کہیں ایسا نہو کہ ادھر انکی آنکھہ کھلے ' اور اُدھر اپنی قسمت پھر چادر منھہ پر ڈال لے -

بہزار مشکل انکو نہایت تنگ وقت دیا گیا ' لیکن ادھر ایک لفظ منھہ سے نکلتا تھا ' اُدھر گھڑی دکھلائی جاتی تھی کہ وقت ہو گیا !

اسکی محفل کی دیکھنا تہذیب !
بات کا انتظام ہوتا ہے

تقریر کیا کرتے ' انہیں وقت کی حساب فہمی سے فرصت ہی نہیں ملتی تھی - مجبوراً خاموش ہو گئے -

(۱۰)

جن لوگوں کی کشت امید میں ۲۶ - کی شام تک خاک اڑ رہی تھی ' آج دیکھتے تھے تو گھٹا ئیں امنڈی آ رہی ہیں - خوف تھا کہ یہاں کی فضا کا کیا ٹھکانا ؟ کہیں پھر موسم بدل نہ جائے - یکایک غل مچا کہ رزولیوشن پاس کردو ! سر راجہ صاحب نے حضار مجلس سے پوچھا کہ منظور ہے ؟

این سخن را چہ جوابست تو ہم میدانی !

یہاں خود ہی دست سوال تھا اور خود ہی زبان جواب ؟

خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ

بھلا یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات تھی ؟ اگر " حلقہ نیم شبی " کا بس چلتا تو اس سوال کا جواب زبان کی جگہہ دل کے ٹکڑوں کی پیشکش سے دیتے کہ دل و جان سے منظور ہے ' کہیں خدا کیلیے پاس بھی کیجیے ؟

ساقی مے دے ' نہ اہل مجلس
پانی پانی پکارتے ہیں !

یکایک شور اٹھا کہ " منظور ! منظور ! منظور ! " اسٹیج اور اُسکے ارد گرد جو حلقہ تھا ' وہی منظوری لینے والا تھا اور وہی منظوری دینے والا - نہ سوال میں دیر لگی اور نہ جواب میں -

(۱۱)

رزولیوشن کے پاس کر دینے کی خوشی کے ہیجان نے ہوش و حواس کھو دیے تھے ' جن نوجوانوں نے پر زور اپنی گلا بازی سر گرم تقریروں میں دکھلائی تھی ' آج انکی گرج اس ہنگامے کے بپا کرنے میں کام آگئی - چیختے چیختے گلا بیٹھہ بیٹھہ جاتا تھا ' مگر سینوں کے اندر آوازوں کا ایک سمندر بہہ رہا تھا - آواز اگلتے اگلتے منھہ دکھہ جاتے تھے ' مگر برق و رعد کا سیلاب تھا کہ کسی طرح بند ہی نہیں ہوتا تھا - " دلداری معاصرہ " کی پلٹنیں اپنی بیکاری سے کچھہ اُکتا سی گئی تھیں - اب انھوں نے ایک کھلنے کی خاموشی کی کسریوں نکالی کہ کچھہ دیر کیلیے بارہ دری کے اسٹیج کو " ہارسٹن سرکس " کا تماشا گاہ فرض کرلیا اور لگے بے تکان قلا بازیاں کھانے :

دل از تمکین شود بے ذوق زنہار
گہے طفلی شرر مستانہ می رقص !

جن لوگوں نے اُن عجیب و غریب گھڑیوں کو نہیں دیکھا ہے ' محال ہے کہ انہیں اسکی کیفیت سمجھائی جاسکے - چہرے جوش و ہیجان سے سرخ ' گردن کی رگیں ابھری ہوئیں ' گلے شدت شور و ہنگامے سے پڑے ہوے ' ہاتھہ میں اچھلتی ہوئی ٹوپیاں ' اور پانوں کو اضطراب رقص سے قرار نہیں - منھہ سے کف اڑ رہی تھی ' اور چونکہ قریب قریب کھڑے تھے ' اسلیے آپس ہی میں ایک دوسرے کے چہرے پر پڑ رہی تھی - رومال نکال کر منھہ پونچھتے اور پھر کف اڑاتے - منتظمین جلسہ کو کیا معلوم تھا کہ بارہ دری کے اسٹیج سے میدان رقص کا کام لیا جائےگا ورنہ اسکی رعایت ملحوظ رکھتے - نتیجہ یہ تھا کہ جوش تو اجتھ

میں گردش رقص کي جگهه نهیں ملتي تهي ' اسلیے جو رقاص جهاں کهڑا تها ' وهیں اپنے پاؤں سے اسٹیج کے چوبین تختوں کو کوٹ رها تها !!

یه ایک رقص مغلوبه کا اصلي ایاٹ تهـا اگر (سر هنري اورنـگ) زنده هوتا اور اس مجمع کو دیکهتا ' تو یقین هے که ان پرجوش نوجوانوں کي ایک کمپنی تو ضرور اپنے ساتهه لیجاتا -

(١٢)

لیکن اس عجیب الخلقت تماشے کا ایک خاص منظر تو ره هي گیا -

جونهي رزولیوشن کے پاس کرنے کا غل مچا ' هم نے دیکها که معا سر (راجه صاحب محمود آباد) اپني کرسي سے مضطربانه اٹهے ' اور (نواب وقار الملک) بهادر کے هاتهوں کو بے اختیارانه چوم لینا چاها - نواب صاحب قبله کي جو سچي عظمت قوم کے دل میں هے ' اسکے لحاظ سے اگر (راجه صاحب) الکے قدم بهي چوم لیتے تو یه کوئي بڑي بات نه تهی ' لیکن رزولیوشن کے پاس کرنے کے ساتهه هي اس مضطربانه اور بیهودانه تعظیم کا هم مطلب نه سمجهے که دست بوسي کي قیمت نقد کیلیے کوئی متاع نقد بهي هوني چاهیے - مگر اب خود نواب صاحب قبله کي تحریر گرامي سے یه عقده حل هوگیا ' اور معلوم هوگیا که واقعی اس وقت راجه صاحب اپني بے اختیارانه اظهار ممنونیت میں حق بجانب تهے -

یاد هوگا که نواب صاحب قبله نے اپني تحریر میں ایک جگهه ارقام فرمایا هے :

" بعض معزز دوستوں نے پرائیوٹ طور پر مجهسے پوچها که کیا آپ رزولیوشن کي تائید کرینگے ؟ میں نے عرض کیا که میرے مرتبه مسوده اور اس میں اختلاف هے اسلیے میں ترمیم پیش کرونگا - اس پر مجهسے بهت اصرار کیا گیا که میں ایسا نه کروں ورنه جلسے میں بهت گڑبڑ هوجائیگي * * * * مسٹر محمد علي نے رزولیوشن پیش کرتے هوے کها که رات کو بڑي رات گئے تک اس رزولیوشن کے متعلق مشوره هوتا رها اور فلاں فلاں صاحبوں کے اتفاق سے (جن میں میرا نام بهی انهوں نے لیا) اسکا مسوده مرتب هوا هے (حالانکه یه صحیح نه تها کیونکه نواب صاحب کے مجلس سے چلے آنے کے بعد بعض لوگوں کو موٹر کاریں بهیجکر بلوایا گیا اور خود هي اس رزولیوشن کا مسوده ' اور ممبران ڈیپوٹیشن کي فهرست مرتب کي - نواب صاحب قبله کے سامنے یه بات قرار پائي تهي که صبح کو خود ایک مسوده رزولیوشن مرتب کرکے پیش کریں ' چنانچه بقیه رات جاگ کر اور سخت تکلیف و مشقت برداشت کرکے انهوں نے مرتب فرمایا ' لیکن صبح کو کسي نے پوچها تک نهیں که وه مسوده کهاں هے - الهلال)

اسپر میں نے اپنے ان معزز دوست کو جنهوں نے خاموش رهنے کي تاکید کي تهي توجه دلائي که اس رزولیوشن کي ذمه داري اب میرے اوپر بهي آتي هے ' مگر انهوں نے اس وقت سکوت فرمایا اور کوئي جواب نهیں دیا - اس وقت میں نے اپنے آپ کو سخت مشکل میں پایا * جلسے میں ایک طرف تو میرا نام مجوزین فهرست میں خلاف واقع لیا گیا * * * اور جلسے کو دهوکا دیا گیا ' دوسري طرف اس بات کي کوشش کي گئي که میں جلسے میں بالکل سکوت اختیار کروں "

اب اس " عقدۂ دست بوسي " کا حل بالکل سامنے هے - یه مضطربانه اظهار تعظیم و تکریم اسلیے تها که " اگر آپ خاموش نه رهتے تو یه کشتي طوفاني کیونکر ساحل مراد تک پهنچتي ؟ "

(١٣)

حریفان خلوت نے " صحبت نیم شبي " کي مجلس خاص کے مزے لوٹے ' لیکن اس باده گسارا نه فیاضي کا اعتراف کرنا چاهیے که صبح کي مجلس عام کو بهي سرشاري و بیخودي سے محروم نه رکها - کیونکه باره دري سے نکلکر جو کچهه گذري ' اسکي ذمه داري تو کوئي نهیں لے سکتا اور کیوں لے ؟ لیکن اسمیں شک نهیں که باره دري کے اندر تو سبهي مست تهے :

بیخود اس دور میں هیں سب حاتم
اندنوں کیـا شراب سستي هے !

لیکن هم کهیں کهه چکے هیں که همارے ساقي مآب دوست نے پلائي تو ضرور کوئي ایسي هي شے ' جسکا رنگ سرخي مائل ' اور نظروں کے لیے ولوله انگیز تها ' لیکن اسمیں شک هے که کهیں پاني تو زیاده نهیں ملا دیا تها - کیونکه هم نے ٢٨ - هي کو دیکها که شام هوتے هوتے جمهائیاں آني شروع هوگئیں تهیں ' اور چهرے اکثر بے حال تهے - باره دري سے نکلنے کے بعد هي چند مدعیان آزادي ملے جنسے هم نے پوچها که یه کیا هنگامه تها ؟ لیکن وه رزولیوشن کا مطلب بهي نه بتلاسکے ! جب کها که بے سمجهے بوجهے آپنے بهي تو " رقص مغلوبه " میں حصه لیا تها ' تو یکایک انکے سر میں خارش شروع هوگئي ' حالانکه اب هاتهه کي جگهه ' سر نهیں بلکه پیشاني تهي :

گیـا هے سانپ نکل ' اب لکیـر پیٹا کر

وهاں تو سب دم بخود رهے لیکن ڈیپوٹیشن کي شرکت کا مسئله ایسا نه تها ' جو بعد کو یاد نه آتا - هم نے سنا هے که بقیه تمام دن اسي معرکه آرائي میں صرف هوا :

یه بعد از انفصال اب اور هي جهگڑا نکل آیا

بزرگان پنجاب نے فوراً اپنا بستر لپیٹا که هماري قائم مقامي کا لحاظ نهیں رکها گیا ' اور صحبت نیم شبي کي کسي کو خبر بهي نهیں دي ' گویا اور تو تمام صوبوں کي قائم مقامي کا کامل لحاظ رکها گیا تها !! سنا هے که جناب (راجه صاحب) اسٹیشن دوڑے هوے گئے ' که خدا کیلیے اور جو جي میں آے کیجیے ' مگر روٹهکر تو نه جائیے :

تم هي سچے سهي اس بات کا جهگڑا کیا هے ؟

مسٹر محمد علي نے پہلے انکے بستروں پر قبضه کیا تها مگر نه چلی - جناب راجه صاحب گئے اور دلوں پر اسطرح قبضه کرلیا که دو ممبر اور بڑها دیے :

رنجیده میروي و سر کوئے او سلیم !
چوں میشود ' نیاید اگر از قفا کسے ؟

بمبئي کے لوگوں کو بهي سخت شکوه تها - همارے ایک دوست نے کها که " صاحبزاده افتاب احمد خاں صاحب کو اعلان جنگ دے آیا هوں - جب یه حال هے تو آئنده سے الفراق بیني و بینک " معلوم نهیں که اس الٹي میٹم کا کیا جواب ملا ؟

الهـلال کي ایجنسي

— * —

هندوستان کے تمام اردو ' بنگله ' گجراتي اور مرهٹي هفته وار رسالوں میں الهلال پهلا رساله هے ' جو باوجود هفته وار هونے کے روزانه اخبارات کي طرح بکثرت متفرق فروخت هوتا هے - اگر آپ ایک عمده اور کامیاب تجارت کے متلاشي هیں تو اپنے شهر کیلیے اسکے ایجنٹ بن جائیے -

مقالات

تاریخ تمدن یورپ کا ایک صفحہ

—:(*):—

قمار خانہ " کارلو "

— * —

ریاست مونا کو کے مختصر حالات

فرانس کے شہر (نیس) سے مشرق کی طرف ایک چھوٹی سی خود مختار ریاست (مونا کو) نامی واقع ہے - اس ریاست کے تین طرف ممالک فرانس' اور ایک طرف بحر روم ہے -

اس ریاست کی کل کائنات صرف تین مقامات ہیں : شہر مونا کو' کوہ کارلو' اور کندا - ریاست کی آبادی ۱۹ - ہزار ہے - جسمیں ۱۰۲۴ - شہر مونا کو میں' ۳۷۹۴ - کوہ کارلو میں' اور ۹۲۱۸ کندا کے باشندے ہیں -

رئیس کا نام شہزادہ (البرٹ) ہے' جو اپنے باپ شہزادہ چارلس ثالث کے وفات کے بعد تخت نشین ہوا -

کوہ کارلو کے قمار خانہ بننے کے اسباب

ریاست بہت چھوٹی ہے - اس کی آمدنی اتنی نہ تھی کہ چارلس ثالث' سابق فرماں روائے ریاست کے تمام مصارف اس سے نکل سکتے - اسلیے اس نے پیرس کے ایک باشندے سے توسیع آمدنی کی بابت مشورہ کیا - یہ شخص نہایت چالاک اور فطین تھا - اس نے کہا کہ یہ کوئی مشکل معاملہ نہیں' نہایت آسانی سے آپ ایک بڑے والی ملک کی آمدنی پیدا کرلے سکتے ہیں - اب تک آپنے صرف اپنی ریاست کی قلیل آمدنی کو صرف کیا - اب بہتر ہے کہ دنیا کی بڑی بڑی دولت مند قوموں کی دولت پر متوجہ ہوں - اسکے لیے صرف ایک عمدہ قمارخانہ قائم کرنے کی زحمت گوارا کرنی پڑیگی -

چارلس ثالث کو یہ مشورہ پسند آیا' اور اس نے (ڈایول) اور لعاورز دو فرانسیسی شخصوں کو اپنی ریاست میں قمار خانہ قائم کرنے کا لائسنس دیدیا - ان دونوں شخصوں نے ملکے ایک قمار خانہ قائم کیا' لیکن بعض حالات ایسے پیش آے کہ انہیں کامیابی نہیں ہوئی -

قمار خانہ کارلو کا بانی

شہر (ھمبرگ) میں (بلانک) نامی ایک شخص تھا - یہ شخص تار اس کے کارپردازوں کو رشوت دیکے ان تاروں کو حاصل کرلیا کرتا تھا' جو بنڈوں کے نرخ کے متعلق پیرس سے آیا کرتے تھے - اس جرم میں اسکو چھہ ماہ کی سزا ہوگئی - چھہ ماہ کے بعد جب قید خانہ سے نکلا تو اس نے ایک چھوٹا سا ہوٹل قمار بازی کے لیے قائم کیا - اس ہوٹل میں نمایاں کامیابی ہوئی - اس نے خیال کیا کہ اگر کامیابی کی یہی رفتار رہی' تو عجب نہیں کہ حکومت جرمنی ہوٹل کو بند کرانے پر متوجہ ہوجاے - اسلیے اسکو ایک ایسے مقام کی فکر ہوئی' جہاں کسی طرح کی مزاحمت کی خلش نہ ہو - اسقدر جستجو کے بعد کوہ کارلو کا علم ہوا' اور اس نے فوراً یہاں پہنچکر سنہ ۱۸۶۰ع میں (ڈیول) اور (لعاریز) سے قمار گاہ کا لائسنس خرید لیا -

جمال عشق و شرافت

فرانس کے ایک مشہور کامل الفن مصور نے اس تصویر کے ذریعہ " قمار بازی " کے نتائج مضرہ پر دنیا کو توجہ دلائی ہے -

(طامس) ایک سنگ دل قمار باز' رات کو گھر سے نکلا - جس طرح قطب نما کی سوئی ہمیشہ قطب کی طرف رہتی ہے' اسی طرح قمار باز کا دل بھی قمار خانے کی جستجو سے ہٹ نہیں سکتا - لیکن ٹھیک اسی وقت اس گھر میں ایک اور دل بھی تھا' جسکی محبت کی سوئی بالکل اسی طرح " طامس " کے بے مہر دل کی طرف پھری ہوئی تھی !

اسکی بیوی نے اپنے شیر خوار بچے کی طرف دیکھا' جسکو عدم سے وجود کا ایک قطرہ نصیب نہیں ہوا تھا کیونکہ خود اسکی ماں پر دو شامیں فاقے کی گذر چکی تھیں - وہ بلک رہا تھا' لیکن اسنے جلد ہی اسکی طرف سے آنکھیں ہٹالیں اور ان پر آنسوؤں سے' جنمیں حسرت و مایوسی کے انسو بھرے ہوئے تھے (طامس) کی طرف دیکھا -

آہ ! " عورت " کی نظر' جبکہ اسمیں مایوسی ہو ! آہ وہ قطرہ عالم کی حکمران جمیل' جسکی نگاہ قاھر امیدوں اور مایوسیوں کی کشمکش گاہ ہے' کون دیکھہ سکتا ہے کہ خود کسی نگاہ سے رحم امید کی طالب ہو ؟

لیکن (طامس) نے اسکی نگہ امید طلب' اور اشک داد خواہ' کی حقارت کی - اس نے بے پروائی سے اسے ٹھکرا دیا - وہ سمجھنے لگی کہ یہی بے مہر' اشک معصیت سے نا آشنا' آنکھیں تھیں' جنھوں نے اسے پانچ سال پہلے ایک اسی ہی رات میں اپنے .... اس نے مجھسے محبت مانگی تھی لیکن آج میں اس سے رحم کی طالب ہوں ! ہائے ہائے محبت خواہ نے میرا ہاتھ ترک کردیا تھا !

وہ قمار خانے کی طرف روانہ ہو گیا - کاش وہ کسی طرح دیکھہ سکتا کہ یاس و حسرت کی نگاہیں کس طرح اسکا تعاقب کر رہی ہیں ؟ وہ عشق قمار سے بیخود تھا - کاش اسے یاد آتا کہ ایک دل ہے' جو اسی کی طرح قمار محبت میں بازی ہار چکا ہے' اور اب فتح یاب شخص کے قبضے میں ہے !!

صبح کو " وہ " اٹھی - بچے کو گود میں لیا اور قمار خانے میں آکر اپنے گم گشتہ قمار کی تلاش کی - اسکا سر چکرا رہا تھا مگر اس کو معلوم ہوا کہ رات کو پولیس کا ایک گروہ اسے ڈھونڈھ کر گرفتار کرکے لے گیا ہے - اب اسکی آنکھیں خشک تھیں - سفر حیات کی ایک خاص منزل آ پہونچی ہے' مگر وہ اس سے گذر چکی تھی - وہ راہ پوچھتی ہوئی قید خانے کے دروازہ پر پہنچی - بچہ اسکی گود میں تھا - دروازے کے روزن سے جھانک کر ڈھونڈھنے لگی کہ طوق و زنجیر کی اس نمائش میں وہ کہاں ہے ؟ کون کہہ سکتا ہے کہ اس وقت اسکے دل میں کیا خیالات گذر رہے تھے ؟ عورت کے دل کو' اس ادھم شکستی' اس ظالم جمیل' اس مقدس حسن کے دل کو اس دنیا میں کون سمجھہ سکتا ہے ؟ ؟

بلانک نے ۹ - لاکھ کی لاگت سے نہایت ماہر انجینیروں کی زیر نگرانی ایک پرشوکت عمارت اور ایک دلکش پائیں باغ تیار کرایا ' اور ھمبرگ سے اپنا تمام سامان قمار بازی بھی لے آیا - رفتہ رفتہ اس قمار خانے کی شہرت پھیلنے لگی - دور دور سے لوگ آ آکر شریک ہونے لگے ' اور تھوڑے ھی دنوں کے اندر قمار خانہ یورپ اور امریکہ کے قمار بازوں کا ایک عظیم الشان مرکز ہوگیا -

قمار خانے کی آمدنی

اس قمار خانے کی آمدنی اس تخمینے سے کہیں زیادہ ہے ' جسقدر ان حالات کے علم کے بعد کیا جاسکتا ہے - ریاست میں حفظ امن ' نگرانی باغات ' اصلاح ریلوے کے مصارف اور اسکے علاوہ ریاست کو ایک لاکھ فرنک سالانہ دینا ' بلانک کے بجٹ کی صرف چند مدیں تھیں -

اس نے اسی قمار خانے کے خالص منافع سے اپنے تمام مصارف کے بعد دس ملین پونڈ جمع کر لیے تھے !

لیکن ایک نئی مشکل یہ پیدا ہوئی کہ باشندگان ریاست کو قمار خانہ پسند نہ تھا - قمار خانے کے خلاف عام جوش یہاں تک بڑھا کہ رعایا نے رئیس کے مقابلہ میں بغاوت کر دی - بلانک نے اس موقعہ سے عجیب طرح سے فائدہ اٹھایا - اس نے یہ تجویز پیش کر دی کہ تمام رعایا ٹیکس سے معاف کر دیجائے - انکے معاوضے میں ٹیکس کی پوری رقم میرا قمار خانہ ادا کر دیا کریگا -

اس تجویز نے رعایا کے دلوں کو مسخر کر دیا اور بغاوت دور ہوگئی -

ان مصارف کے معلوم ہونے کے بعد غالباً یہ تخمینہ (جیسا کہ کیا گیا ہے) بیجا نہیں ' کہ بلانک کو قمار خانے سے کلی ملین پونڈ سالانہ کی بچت تھی !!

قمار خانے کا لائسنس اور اسکا معاوضہ

اس قمار خانے کا لائسنس بلانک کے پاس سے ایک کمپنی کے ہاتھ میں گیا - اس کمپنی نے لائسنس کی تجدید سنہ ۱۹۴۷ع کے لیے کی ' اور اسکے مقابلہ میں ریاست کو ۱۸۹۹ع تک ۲۴ - لاکھ پونڈ دیتی رہی - لیکن اسکے بعد یہ رقم برابر ترقی کرتی رہی تھی - چنانچہ سنہ ۱۹۰۷ - میں کمپنی نے ۵ لاکھ پونڈ ' اور سنہ ۱۹۱۳ع میں ۶ - لاکھ پونڈ ادا کیے ' اور سنہ ۱۹۱۷ع میں ۸ - لاکھ پونڈ ' سنہ ۲۷ع میں ۹ لاکھ پونڈ ' اور سنہ ۳۷ع میں ۱۰ - لاکھ پونڈ دیگی -

قمار خانے کے بند کرنے کی کوشش -

قمار خانے کی دلکشی اور عالمگیری روز بروز بڑھتی گئی - یورپ کے دولتمند خاندانوں کے ممبر یہاں آئے اور قسمت آزمائی کرنے لگے - قمار خانے کے قواعد اس طرح سے ترتیب دیے گئے تھے کہ اکثر لازمی طور پر کھیلنے والے ہارتے تھے ' گو بظاہر وہ سمجھتے تھے کہ جیت بھی جایا کرتے ہیں - نہیں معلوم امراء اعظام اور یورپ کے کتنے شخصوں اور خاندانوں کے خزانہ ہائے عظیمہ تھے ' جو اسکی سرزمین میں مدفون ہیں !

آزادانہ قمار بازی کے جلو میں افلاس ' اور افلاس کے جلو میں اجتماعی مفاسد ہمیشہ رہتے ہیں - انگلستان اور فرانس نے اسکی روز افزوں دلکشی پر توجہ کی اور رئیس پر زور ڈالکے قمار خانہ بند کرنا چاہا - ممکن ہے کہ انگلستان اور فرانس کلید (قسطنطنیہ) کی حوالگی کی بابت دولت عثمانیہ کے مقابلہ میں کامیاب ہوں ' کیونکہ وہ ایک ایشیائی سلطنت ہے ' مگر یورپ کی ایک ریاست کے مقابلے میں (گو وہ کتنی ہی چھوٹی کیوں نہو ؟) یورپ کی بڑی بڑی فوجی اور اخلاقی قوتیں بھی بیکار ہیں - رئیس نے اس متفقہ یاد داشت کے جواب میں صاف کہدیا کہ اگر قمار خانہ کے بند کرنے پر وہ مجبور کیا گیا تو اپنی خود مختاری سے دست بردار ہوجائیگا اور شہنشاہ جرمنی کی ماتحتی قبول کرلے گا - اس جواب سے مدبران فرانس و انگلستان کے ہوش اڑ گئے ' اور یاد داشت واپس لیلی گئی -

و فی ذلک ، فلیتنافس المتنافسون !!

—○:*:○—

استعفا اور خط

— * —

مسلم یونیورسٹی ڈیپوٹیشن

— * —

بنام سکریٹری صاحب مسلم یونیورسٹی فونڈیشن کمیٹی

—:*:—

جناب نواب صاحب !

جب سے میں دہلی سے آیا ہوں ' نہایت تردد کے ساتھ غور کر رہا ہوں کہ آیا یونیورسٹی ڈیپوٹیشن میں اپنی ممبری کے قائم رکھنے کے ساتھ میں قوم کو کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہوں ؟ نہایت افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ جس نتیجہ پر پہنچا وہ یہ ہے کہ " نہیں "

یہ پیچیدہ سوال چونکہ مسلمانان ہندوستان کے لیے معقول حد تک اہم ہے ' اسلیے قدرتاً مجھے اپنے خیالات کی بالتفصیل تشریح کرنا چاہیے -

گذشتہ دسمبر کو کانگرس کے اجلاس بانکی پور کی استقبالیہ کمیٹی کا صدر تھا - فرائض صدارت کی مشغولیت کی وجہ سے فونڈیشن کمیٹی کے جلسہ لکھنؤ میں شریک نہ ہوسکا ' اور میری عدم موجودگی میں میرا نام بھی ممبران ڈیپوٹیشن کی فہرست میں شامل کر دیا گیا -

میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر میں اسوقت موجود ہوتا تو ضرور بالضرور ہر ایسے رزولیوشن سے اختلاف کرتا ' جسکا منشا یہ ہو کہ کسی خاص جماعت کو اسدرجہ کامل اختیارات دیدیے جائیں - میں بذات خود ہمیشہ سے اس اصول کا سخت مخالف ہوں کہ چند اشخاص کو (خواہ انکی زندگی کتنی ہی نمایاں کیوں نہ ہو) غیر محدود اختیارات تفویض کر دیے جائیں -

یونیورسٹی ایک ایسا مسئلہ ہے ' جس سے تمام قوم کو نہایت سرگرم اور ناگزیر دلچسپی ہے - ہر طبقے اور ہر حلقے سے چندہ آیا ہے - شاہ و گدا ' یتیم و بیوہ ' مفلس و دولتمند ' سب نے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق چندہ میں حصہ لیا - میں نے اپنے صوبے میں فراہمی چندہ کے کام میں شرکت کی تھی - میں بلا مبالغہ اور الفاظ کے بالکل لغوی معنی میں ' شہر بشہر اور قصبہ بقصبہ اسطرح پھرا ہوں ' کہ میرے ہاتھ میں کاسۂ گداہ تھا ' اور کوچہ و بازار میں دریوزہ گروں تک سے پیسے اور پائیاں وصول کر رہا تھا - اسلیے میری حیثیت ایک معتمد علیہ شخص کی ہے - میں اپنے آپ کو ان لوگوں کے سامنے جوابدہ سمجھتا ہوں جنھوں نے اس بارے میں اعتماد کیا تھا اور ذمہ دار ہوں اس کا ' کہ " لیڈروں " کی " ترغیب " پر چندہ دینے والوں سے جو وعدے کیے گئے تھے ' وہ واجبی طور پر پورے کیے گئے یا نہیں ؟

لکھنؤ کے جلسہ میں میرے نزدیک یہ ہونا چاہیے تھا کہ چند اصولی امور مثلاً چانسلر کے اختیارات ' کالجوں اور اسکولوں کا الحاق ' یونیورسٹی کی ساخت وغیرہ ' قطعی و منظم طور پر طے ہو جاتے ' اور دیگر جزئیات ایک چھوٹی سی کمیٹی کے سپرد کر دیے جاتے -

جب کہ میرے یہ خیالات ہیں ' تو اب بآسانی اندازہ ہو سکتا ہے کہ مجھے اسوقت کتنی مایوسی ہوئی ہوگی ' جب ۲۹ - دسمبر کو لکھنؤ پہنچکے یہ سنا ہوگا ' کہ اس جلسہ میں ۲۴ آدمیوں کی ایک کمیٹی کو " بلینک چک " دیدیا گیا ہے اور انکو اختیار دیا گیا ہے کہ جو چاہیں کریں ' حتی کہ اگر چاہیں' تو قوم کے حاول طویل غور و تامل کے بعد بالاتفاق طے کردہ امور کو بھی بیدردی اور بے خیالی سے پامال کردیں ؟

ہمارے محترم لیڈر نواب وقار الملک بہادر محمودآباد ہاوس میں فروکش تھے - میں یہ خبر سنتے ہی سیدھا انکے پاس گیا - میں نے کہا کہ اس فیصلہ کن ڈیپوٹیشن کیلیے جو تدبیر اختیار کی گئی ہے ' وہ قوم کے مصالح کے لیے سخت مہلک ہے - نواب صاحب نے جواب میں فرمایا : " میں اسکا ذمہ دار نہیں " -

جلسہ کے بعد نواب صاحب نے پریس میں ایک نہایت مبسوط خط بھیجا ہے ' جسمیں ان تمام اعمال پر سے پردہ اٹھا دیا ہے جو وفد سازی کے لیے اختیار کیے گئے تھے - یہ خط نہایت سنگین اور گراں وزن اعتراضات پر مشتمل ہے - اسکی اشاعت پر ایک مہینہ گزر چکا ' مگر باوجود اسکے اب تک نہ اسکی تردید کی گئی ہے اور نہ تشریح !

مجھے امید ہے کہ مبالغہ طرازی نہ سمجھی جائیگی اگر میں کہوں کہ سب سے زیادہ ذمہ دار اور معزز قلم سے نکلے ہوے اس خط نے تمام قوم میں بے چینی پیدا کردی ہے اور اس کمیٹی کے خلاف قوم کے طرف سے قابل التفات آوازیں بلند ہو رہی ہیں -

یہ خط جب پریس میں آیا تو اسی وقت ڈیپوٹیشن کی ممبری قبول کرنے میں مجھے پس و پیش ہوا ' اور بالآخر میں نے فیصلہ کر بھی لیا کہ اس اعزاز کی نالاکردہ منظوری سے انکار کردوں' لیکن میرے بعض ایسے پیارے احباب نے' جنہوں نے اس تحریک میں سرگرم حصہ لیا تھا ' دوستانہ طور پر مشورہ دیا کہ اسکی پہلی ہی منزل میں مستعفی ہوکے' ایک نازک ترین وقت میں قوم سے کنارہ کشی کرنے کا الزام اپنے سرنہ لوں - ان احباب نے مجھے یہ بھی مشورہ دیا کہ میں کمیٹی کے اولین جلسہ میں' جو ۵ - ماہ حال کو دہلی میں منعقد ہونے والا تھا ' شرکت کروں اور ممبروں کے سامنے اپنے خیالات ظاہر کردوں - مشورہ معقول تھا - میں نے قبول کرلیا -

چنانچہ اسی خیال کا نتیجہ تھا کہ میں دہلی گیا اور میں نے ایک باقاعدہ رزولیوشن کی صورت میں یہ تحریک کی کہ کمیٹی کی تمام کارروائی عام طور پر (پبلک) کی جاے ' اور وقتاً فوقتاً شائع کیا جاتا رہے کہ ہم اب تک کیا کرچکے ہیں اور کیا کیا کرنا چاہتے ہیں ؟ (تاکہ قوم کو ہماری نسبت راے قائم کرنے کا موقعہ ملے) -

میں نے یہ بھی تحریک کی کہ ڈیپوٹیشن میں کثرت راے سے جو اشخاص اختلاف کریں ' انکے نام بھی شائع ہونا چاہئیں ' تاکہ کم از کم قوم کو یہ معلوم ہوجاے کہ ڈیپوٹیشن کے فلاں فلاں ممبر نے فلاں راے دی تھی' گو کثرت راے کے آگے نہ چلی -

میں نے کہا کہ کانسٹی ٹیوشن کمیٹی کی کارروائی میں جو اخفاء کیا گیا تھا ' اس نے عام قلوب میں بے اعتمادی اور شکوک پیدا کردیے تھے اور اسلامی اخبارات نے نہایت سخت زبان میں اسکی مخالفت کی تھی - میرے پاس اس یقین کے وجوہ ہیں کہ قوم اسلامی اخبارات ہی کے ساتھ ہے - پس اگر یونیورسٹی کی تحریک کو کامیاب بنانا ہے تو کمیٹی اپنے ساتھ عام راے کا بھی دفتر رکھے - میں پیش بینی کرتا ہوں کہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو مستقبل میں نہایت شدید مشکلات اور ناگوار تفریق کا خطرہ ہے ' جس سے مطلع کرنا بحیثیت ایک فرد قوم کے میرا فرض ہے -

میں نے کہا کہ یہ صحیح ہے کہ اسوقت ۳۰ - لاکھ روپیہ جمع ہے مگر یہ نہ بھولنا چاہیے کہ مصارف یونیورسٹی کے سمندر میں یہ ایک قطرہ سے زیادہ نہیں - ابھی بالکل آغاز ہے اور آج کے بعد پھر بارہا ہمکو قوم کی مدد کی ضرورت پڑیگی - پس ممبران کمیٹی قوم کے ساتھ جیسا برتاو کرینگے' ویسے ہی برتاو کی انکو قوم سے بھی امید رکھنا چاہیے' جب کہ آیندہ ضرورتوں کے لیے وہ اسکے سامنے ہاتھ پھیلائنگے -

اگر ممبر اسوقت قوم کے فیصلہ کی عزت کرینگے اور انکی پیروی' تو قوم پسندیدگی' مسرت' اور گرمجوشی کے ساتھ انکا استقبال کریگی ورنہ اسمیں عالمگیر " نفرت " پیدا ہو جائیگی' جس کا ایک اور صرف ایک ہی سبب یہ ہوگا کہ کمیٹی نے قوم کی راے ظاہر نہیں کی' بلکہ اپنی شخصی راے ظاہر کی' اگرچہ وہ قومی راے سے کتنی ہی مختلف تھی -

جیسا کہ پہلے سے میرا خیال تھا ' میری راے کو اکثر حاضر الوقت ممبروں نے منظور نہیں کیا - " اخفا " اور " راز داری " پر اصرار کیا گیا' مصلحتاً اسوقت فیصلہ صادر نہیں ہوا اور آیندہ اجلاس لکھنؤ کے لیے ملتوی کردیا گیا -

حال میں کمیٹی کے طرف سے دہلی کے جلسے کی ایک روئداد شائع ہوئی ہے - میں دیکھتا ہوں کہ میری تحریک کا اسمیں کہیں ذکر نہیں اور وہی اپنی پرانی " اخفا " کی پالیسی پر عمل ہے -

ان حالات کی بنا پر میں محسوس کرتا ہوں کہ راستبازی کے ساتھ ایسے ڈیپوٹیشن کے ساتھ نہیں رہسکتا ' جسکی کارروائی کی تائید میں دیدہ و دانستہ نہیں کرسکتا - اسلیے اپنے آپ کو استعفا دینے پر مجبور پاتا ہوں ' اور اس خط کے ذریعہ استعفا پیش کرتا ہوں - مجھے یقین ہے کہ میرے استعفا سے کمیٹی کے لیے معاملہ ہموار ہوجائیگا ' اور اسکو کام کرنے میں آسانی ہوگی -

آخر میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اگر مجھے ایک لحظہ کے لیے بھی یقین ہوتا کہ آپکی کمیٹی کے لیے (موجودہ طریق عمل کے باوجود) میں مفید ثابت ہوسکتا ہوں تو نہایت خوشی سے اس عظیم الشان کام میں آپکے ساتھ شریک ہوتا ' جو اسوقت آپکے سامنے ہے -

چونکہ معاملہ عظیم الشان اور عام اہمیت کا ہے ' اسکے علاوہ میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ پبلک کو میرے استعفا کے اسباب معلوم ہوجائیں ' اسلیے اس خط کو پریس بھیجنے کی آزادی حاصل کرتا ہوں -

مظہر الحق

(بیرسٹر ایٹ لا - بانکی پور)

اولڈ بوائز ایسوسی ایشن

— * —

میں نہایت ممنون ہونگا اگر آپ مجھے اجازت دینگے کہ آپکی اخبار کے ذریعہ سے جملہ ہندو اور مسلمان اولڈ بوائز صاحب مدرسۃ العلوم علی گڈہ کو خواہ وہ ممبر ہوں یا نہ ہوں اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کے طرفسے مدعو کروں کہ وہ ایسوسی ایشن کے سالانہ جلسہ و ڈنر میں جو ۲۱ - ۲۲ - ماہ حال کو کالج ہذا میں منعقد ہوگا تشریف لاکر شرکت فرمائیں - چونکہ اس سال کے جلسہ میں بہت سے نہایت اہم امور کو طے کرنا منظور ہے اسوجہ سے یہ جلسہ معمولی جلسہ نہ ہوگا جملہ صاحب کا تشریف لانا نہایت ضروری ہے - جو صاحب ممبر ہوں مگر کسی وجہ سے تشریف نہ لاسکیں وہ بدرجہ مجبوری اپنی تحریری راے پندرہ ماہ حال تک دفتر ایسوسی ایشن میں بھجدیں -

نیاز مند شوکت علی — انریری سکریٹری اولڈ بوائز ایسوسی ایشن

شئون عثمانیہ

المسئلۃ الشرقیہ

(۲)

مطالبات بلقان اور ائتلاف مثلث

—:•:—

ایڈریا نوپل کا مطالبہ کس کی طرف سے ہے ؟

— * —

ایک عثمانی نامہ نگار کے قلم سے -

— * —

ہم کو اس امر کا یقین ہے کہ بلغاریوں نے التواء جنگ پر اسوقت دستخط کیے ہیں ' جب کہ انکے دلوں میں جنگ کی طرف ذرا بھی میلان نہ تھا - پھر یہ کہ ان کو اچھی طرح معلوم تھا کہ دولت عثمانیہ اپنے سابق دار الخلافہ کو کسی طرح بھی حوالے نہیں کریگی ' بلکہ یہ تو انکی صلح کی یاد داشتوں سے بھی معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس شہر کی سپردگی کا مطالبہ نہ کرینگے ' اور چتالجہ سے قسطنطنیہ واپس آنے کے بعد ناظم پاشا کی گفتگو سے بھی معلوم ہوتا تھا کہ بلغاریوں نے مسئلہ ایڈریا نوپل سے قطع نظر کرلیا ہے -

با ایں ہمہ لندن کانفرنس کے منعقد ہونے کے بعد ادریا نوپل کے لینے پر اصرار کرنا اور یہ کہنا کہ بغیر اسکی حوالگی کے صلح نہ کرینگے ' کیا معنی رکھتا ہے ؟ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ چتالجا میں اظہار تساہل محض ایک فریب تھا ' جس کا مقصد یہ تھا کہ انکو اپنی پراگندگی کے جمع کرنے اور ادریا نوپل کے ذخائر کے ختم ہو جانے کے لیے وقت ملجائے - ادریا نوپل کی بابت انکا خیال تھا کہ اسمیں زیادہ سے زیادہ تاریخ التوائے جنگ سے ایک ماہ تک کے لیے سامان خورد و نوش ہوگا ' اور اس بنا پر شہر خود بخود مسخر ہو جائیگا -

مگر اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ جرمن اور آسٹریا کو نقصان پہنچانے کے لیے دول ائتلاف مثلث کی طرف سے بلغاریا پر زور ڈالا گیا ہے کہ وہ ادریا نوپل کی حوالگی پر اصرار کرے ' اور چونکہ کانفرنس لندن میں ہو رہی تھی اور کامل پاشا نے سر ایڈورڈ گرے کے مشوروں سے فائدہ اٹھانے کی امید ظاہر کی تھی ' اسلیے امید قوی تھی کہ (بلغاریا) کو ایڈریا نوپل ملجائیگا -

(ائتلاف مثلث) میں تین سلطنتیں ہیں : روس ' فرانس ' اور انگلستان - روس کے زور ڈالنے کی وجہ تو ظاہر ہے ' کیونکہ اگر ادریا نوپل بلغاریا کو ملگیا تو سلافی عنصر کی قوت بڑھجائیگی جس کا روس اپنے آپ کو ملجا و ماوا کہتا ہے - فرانس و انگلستان کے زور ڈالنے کے وجوہ بھی جلد سمجھ میں آجاسکتے ہیں - یہ تو اچھی طرح معلوم ہے کہ انگلستان اور فرانس کو روس کی خاطر داری منظور ہے - اور یہ خاطر داری اس حدتک عزیز ہے کہ اپنی کروروں محکوم مسلمان رعایا کی دل آزاری میں بھی دریغ نہیں - دنیا جانتی ہے کہ ایران کی تباہی کا بانی روس اور اسکا مددگار انگلستان ہے ' کیونکہ اگر انگلستان نے اتنی چشم پوشی نہ کی ہوتی ' تو اسکی یہ حالت نہ ہوتی - انگلستان اور فرانس کو روس کی خاطر داری اسواسطے عزیز ہے کہ وہ اسوقت طاقت کا دیو ہے اور اسکی طاقت اور جنگجوئی کو سب تسلیم کرتے ہیں ' اسلیے اسکی دوستی جرمنی کے عفریت اعظم کے خوفناک حملے سے (جس سے انگلستان اور فرانس کانپ رہے ہیں) بچنے میں مدد دیگی -

دولت عثمانیہ ایک خوان یغما ہے ' جسمیں یورپ کی تمام سلطنتیں حصہ دار ہیں - انگلستان نے اپنے لیے مصر ' فرانس نے شام ' جرمنی نے بغداد ' روس نے اناطولیا ' اٹلی نے طرابلس نامزد کرلیا ہے اور ہر سلطنت اپنے اپنے پیش نظر حلقے میں اپنا اپنا اثر پھیلا رہی ہے - مگر یہ خیالی تقسیم اسی وقت واقعی ہوسکتی ہے جب کہ مریض (ترکی) کے آخری انفاس موقوف ہو جائیں اور آفتاب ہستی ہمیشہ کے لیے بحیرۂ باسفورس میں غروب ہوجائے - اسمیں دشواری یہ ہے کہ بعض حصوں کے متعلق ابھی طے نہیں پایا کہ وہ کون لیگا ؟ خوف ہے کہ کہیں تقسیم کے وقت خانہ جنگی شروع ہو اور تمام یورپ میں آگ نہ لگجائے - اسلیے یورپ کی رائے ہے کہ مریض کے دست و بازو قطع کردیے جائیں تاکہ آیندہ وہ مقابلہ کے قابل نہ رہے - ساتھہ ہی کچھہ عرصے تک زندہ بھی رکھا جائے تاکہ اسکے ۳۰ کرور سادہ لوح ' ناواقف ' عدو فراموش ' اور دوست و دشمن میں تمیز نہ کرنے والے ہم مذہبوں پر اسکے ذریعہ اثر ڈالا جائے - وہ ہمارے ہاتھہ میں گرفتار ہوں - جو کچھہ ہم اسمیں بھردیں وہی دہرانے لگے - مسلمان چرواہے کی بکریوں کی طرح آواز پر دوڑیں اور نصرانیت کی قربانگاہ طمع پر ذبح کر دیے جائیں -

اسمیں کوئی شک نہیں کہ مصر کا انگلستان کے قبضہ میں آجانا انگریزی مصالح کے لیے نہایت مفید ہے مگر کیا مسلمان اسکے لیے راضی ہونگے کہ مصر کی (جو دماغ اسلام کہلاتا ہے) آزادی کا (گو برائے نام ہی سہی) خاتمہ ہو جائے ؟ شام کا فرانس کے قبضہ میں آجانا فرانسیسی مصالح کے لیے نہایت مفید ہے مگر مسلمانان مراکش و الجزائر و تیونس اس پر راضی ہونگے کہ دولت عثمانیہ کے جسم سے ایک ٹکڑا اور کاٹ لیا جائے ؟ بیت المقدس کا کسی عیسائی سلطنت کے قبضہ میں آجانا ' دنیائے عیسائیت کے لیے ایک مژدہ عظیم ہوگا ' مگر کیا اسیطرح دنیائے اسلام کے لیے ماتم انگیز خبر نہ ہوگی ؟ خانہ کعبہ پر صلیبی جھنڈے کا لہرانا عیسائی دنیا کے لیے از خود رفتہ کردینے والی خبر ہوگی ' مگر کیا کوئی مومن قلب جسمیں رائی برابر بھی ایمان ہوگا ' اسوقت پھٹ نہ جائیگا ؟ پس ایسی قوم سے جو ہم سے ہر حیثیت سے مخالف ہو ' اسکے مصالح کے قربانی کی درخواست کرنا یا امید رکھنا ' ایک نامعقول درخواست اور امید ہے ' اور اسکا جواب ذلت آمیز خاموشی کے سوا اور کچھہ نہیں ہو سکتا -

یورپ میں حکومت تجارت کے مرادف ہے - یورپین حکومتیں صرف اسوقت اپنی کسی مصلحت سے دست کش ہو سکتی ہیں ' جب ثابت ہوجائے کہ اس سے زیادہ اہم مصلحت کو ضرر یا فائدہ پہنچتا ہے - پس اگر ائتلاف مثلث کی اسلامی رعایا یہ چاہتی تھی ' کہ انکی حکومتیں اپنے مصالح کے مقابلہ میں رعایا کے جذبات کا لحاظ کریں ' تو انکا اولین فرض یہ تھا کہ اپنے آپ کو آبادی کا ایک ایسا جزء ثابت کرتیں ' جس سے حکومت کے مصالح پر اثر پڑتا -

اہل مغرب نہایت دانشمند ہیں - جزئی جزئی واقعات سے نہایت اہم نتائج اخذ کرتے ہیں ' اندرون ملک کے سیاسی تغیرات اور ان سے

مراسلات

آبادی کے تاثیر کا اندازہ کرلیتے ہیں - اندرونی تغیرات کے مقابلہ میں مسلمانوں کی جو حالت رہی اس سے انکو یہ اندازہ ہوگیا کہ مسلمان آبادی کے عضو ماؤف' ترقی کے سد راہ' حاکم پرستی کا پیکر' پالیسی کے نقاب پوش' اور حق فروش اشخاص پر ایمان لانے والے ہیں -

حکمران قوم سے جذبات کی پاس داری کی امید صرف اس جماعت کو رکھنا چاہیے' جو اپنے آپ کو حکمران گروہ کی نگاہ میں وزندار اور اہم ثابت کر چکی ہو - اور اہمیت کار نامہ ہاے اسلاف کے اعادہ سے نہیں حاصل ہوتی' بلکہ صداقت' جرأت' عزت' غیرت' حمیت' اور ایثار سے ثابت ہوتی ہے - پس جب کہ اتلاف مثلثہ اور اسکی مسلمان رعایا میں صرف حکومت کا تعلق تھا' اور اس حیثیت سے اس نے اپنے آپ کو نہایت پست ذوق' کم حوصلہ خوشامد طراز' اور جذبات کش ثابت کر دیا' تو کیوں اتلاف مثلث مسلمانوں کے جذبات کے لیے اپنے ذہنی مصالح کی قربانی کریں؟

خلاصہ یہ کہ القوے جنگ پر دستخط کرنے سے پہلے بلغاریا کا ادریانوپل اور جزائر ایجین کی حوالگی پر مصر نہ ہونا' مگر لندن میں صلح کانفرنس کے منعقد ہوتے ہی ان دونوں مطالبات پر نہایت شدید اصرار کرنا' بلقانی پالیسی میں ایک پر اسرار تغیر ہے اور غالباً یہ دول اتلاف مثلث کے اشارہ سے ہوا ہے - باب عالی نے ان بیجا مطالبات کا یہ جواب دیا ہے کہ اس نے مقدونیا جسمیں سالونیکا جیسا اہم شہر موجود ہے' دیدیا - البانیہ کی حد بندی انکی مرضی پر چھوڑ دی' اور کریٹ میں تعلقات عثمانی کے بقا و عدم بقا کو دول کے ہاتھہ میں دیدیا - ان اہم رعایتوں کے بعد وہ ادریانوپل کے دینے پر راضی نہیں' کیونکہ وہ قسطنطنیہ کی کنجی ہے' اسکے باشندوں کا بیشتر حصہ مسلمان ہے' لیکن جب اس جواب پر بھی بلقانی اصرار میں فرق نہ آیا اور اتلاف مثلث کا زور پڑا تو باب عالی نے مضافات ادریانوپل کے تین مقام: مصطفی پاشا' مردہ علی' اور طمراس بھی دیدینے کا وعدہ کیا اور بعض اشخاص کا بیان ہے کہ بحیرہ ابیض پر دده اغاچ نامی مقام بھی دینے کا وعدہ کیا ہے -

(یہ کامل پاشا کی آخری فیاضیاں تھیں' لیکن قدرت نے صفحۂ وزارت الٹ دیا: و لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا - الہلال)

یادگار حادثۂ ہائلۂ مشہد مقدس

— * —

۱۱ - ربیع الثانی

— :*: —

مولانا! میں نے ۲۶ - فروری سنہ ۱۹۱۳ع کے الہلال میں جناب سید علی غضنفر صاحب کا اعلان پڑھا اور بڑے شوق سے پڑھا - مجھے سید صاحب موصوف کے ان خیالات سے اتفاق ہے جو انہوں نے ان مصائب و مظالم کی نسبت ظاہر فرمائے ہیں' جو حضرت امام حسین اور حضرت علی بن موسی الرضا علیہما السلام پر وارد ہوے اور جنکی یاد قیامت تک نہ صرف مسلمانوں کے' بلکہ ہر ایک انصاف پسند اور صاحب درد شخص کے دلکو بیچین و بیقرار رکھے گی -

روسیونکا تشدد' روسیونکا ظلم' روسیونکا بلا تمیز سن و سال زن و مرد کو ذبح کردینا' علماء اسلام کو سولیوں پر چڑھانا' اور اونکے پاک سینوں کو جنمیں خداء واحد کی توحید' رسول برحق کی رسالت' اور اسلام کا پاک نور متمکن تھا' گولیوں اور سنگینوں سے پاش پاش کردینا' اور پھر روضہ مبارک حضرت موسی الرضا پر گولہ باری کرکے اوسے سخت بے حرمت کرنا' کچھہ ایسے دل ہلادینے والے واقعات ہیں جو صفحہ ہستی سے کوئی دنیاوی طاقت نہیں مٹا سکتی - سال گذشتہ میں جب مظالم کا ظہور ہوا تھا' تو یہہ ایک قدرتی امر تھا کہ ہر مسلمان کے دل میں اونکی وجہ سے رنج پیدا ہو' چنانچہ مجھے بھی سخت قلق ہوا اور طبیعت عرصہ تک بیچین رہی - مگر بعد ازاں میں سمجھہ گیا تھا کہ ان تمام مظاہرات عالم میں قدرت خداوندی کا ایک خاص راز ہے' جسکا نہ تو ہم سر دست احساس ہی کرسکتے ہیں اور نہ ہماری دنیاوی بلکہ گم کردہ بصیرت آنکھیں دیکھہ سکتی ہیں - کیونکہ یہہ امر یقینی تھا کہ اگر گناہ گار ہیں تو مسلمان' اور اگر شریعت و طریقت محمدی (صلعم) کو فراموش کرکے مصحکۂ عالم بنگئے ہیں تو مسلمان' اور مسلمان بھی وہ' جو زندہ و موجود ہیں - پھر اوس بزرگ طریقت اور امام برحق اور رسول کے بیٹے کا کیا قصور تھا جو آج سے قریباً ۱۳ - سو سال پیشتر اس دنیاء فانی سے رحلت کرگیا تھا' جسکی پاک زندگی خدا رسول کے احکام کی کما حقہ پابندی اور خلق خدا کی خدمت ہی میں بسر ہوئی تھی؟ یہی وہ چیزیں ہیں جنھیں میں راز الہی یا حکمت خداوندی خیال کرتا ہوں اور یہ حکمت نہایت ہی معنی خیز حکمت ہے اور اسکے اصلی و عملی نتائج کے ظہور کے لیے ہمیں چند سال منتظر رہنا پڑیگا - میرا ایمان ہے کہ جو نتائج اس حکمت بالغہ سے ظاہر ہونگے وہ ایسے ہونگے جنسے دنیا کی قوموں کی تاریخیں بنتی ہے اور جنکے ذریعہ دنیا میں قومیں اپنے لیے خود تاریخ پیدا کرتی ہیں -

سید علی غضنفر صاحب نے اعلان مذکورہ آل انڈیا شیعہ کانفرنس میں جملہ مومنین کو مشورہ دیا ہے کہ ۱۱ - ربیع الثانی مطابق ۲۰ مارچ سنہ ۱۹۱۳ کے دن تمام اطراف و اکناف ہند میں مجالس برپا کریں اور باہم ایک دوسرے سے رسم تعزیت ادا کرکے ارواح طیبہ حضرات معصومین کو شاد کریں -

مجھے سید صاحب موصوف کے اس مشورہ سے اتفاق بھی ہے اور میں اس تجویز کا مخالف بھی ہوں - جہانتک انعقاد مجالس تعزیت اور فاتحہ خوانی کا تعلق ہے' اسے تو میں ضروری و لابدی خیال کرتا ہوں - یہ بات بھی نہایت ضروری ہے کہ روسی مظالم کی یاد میں ۱۱ - ربیع الثانی کو ایک خاص اہمیت دیجاے اور اوسے بھی محرم سے کم نہ سمجھا جاے کیونکہ اس قسم کی تقریبوں سے طبیعت پر ایک خاص اثر پیدا ہوتا ہے اور اگر کسی بندہ خدا کے دلمیں درد پیدا ہو جاے اور وہ ان مجالس سے متاثر ہوکر عملی کام کرنے کی طرف مائل ہوجاے تو بلا شبہ ایسی مجالس باعث خیر ثابت ہوتی ہیں - مگر بات یہ ہے کہ اب وہ وقت نہیں رہا کہ ہم گھروں میں بیٹھکر رویا کریں - قومی تنزل کی بدیہی نشانی اگر ہوسکتی ہے تو اس سے بڑھکر نہیں کہ افراد قوم میں یا تو اپنے تنزل کا احساس ہی نہ ہو' اور اگر ہو تو اسباب ادبار کے دور کرنے کی طاقت' جرأت' یا خیال تک نہ آئے - کسی خیال کو عمل میں لانا اور بعد ازاں اوسپر کاربند ہونا بہترین وسایل ترقی میں شمار ہوتا ہے - عورتوں کی طرح گھر میں بیٹھکر رونے اور بیان کرنے کا زمانہ گذر گیا - مصائب و آلام کی مہیب صورت بت بنکر ہمارے

ساملے کهري ہے۔ هماري آنکهیں ' همارا دل ' همارے قواے دماغي بلکه جسم و جان بهي اس بات کو محسوس کر رہے هیں که یورپ کي عیسائیت نے اور شکم پرور مدبرین نے ایشیا و افریقه میں نہیں بلکه یورپ میں بهي اسلام کي بیخکني اور بربادي کیلیے کمر باندهلي ہے اور کولي دن خالي نہیں جاتا که یورپ کے دفاتر خارجیه میں کسي اسلامي طاقت یا مسلمان افراد قوم کي تباهي اور اونهیں محکوم بنانے کے سامان پر غور نہیں کیا جاتا هو - اس بیانسے کسي عقلمند آدمي کو انکار نہیں هوسکتا که موجوده زمانه اسلام کي زندگي اور موت کا زمانه ہے - یا تو اسلام کي عزت ' اسلام کا وقار ' اور اسلام کي عظمت انہیں چند سالوں میں بحال رهیگي اور یا همیشه کے لیے خدانخواسته مفقود و نابود هوجالیگي - یه ایسے زبردست اور صریح نتایج هیں نه انسے انکار کرنا محض جہالت ہے -

مولانا ! یه وه وقت ہے جسوقت اسلام مسلمانوں سے اون قربانیوں کا ملتجي ہے جو کسي قوم یا کسي دین کو معراج ترقي پر پہنچانے کیلیے هر ایک فرد بشر پر لازمي خیال کي گئي هیں - یه وقت ہے جب اسلام اس امر کا ملتمس ہے که مسلمان قرون اولی کے صفات پیدا کریں اور اسلام اور اسلامي ترقي کے مقابله میں کسي چیز کو بهي عزیز نه رکهیں - مسلمانوں کي مذهبي اور ملکي تاریخ ایسے کارناموں سے بهري هولي ہے جو صرف ایک مسلمان هي کیلیے نہیں بلکه هر ایک ذیشعور و عقلمند کے لیے مایۂ ناز هوسکتي هیں - یهه وه وقت ہے که مسلمانوں کي متفقه عملي کوشش اسبات میں صرف هولي چاهیے که نه صرف اون اسباب پر غور کریں ' جو اسوقت اونکو هلاکت سے نکال سکتے هیں ' بلکه اون اسباب کو پیدا کریں ' اور اونپر کاربند هوں ' اور اونهیں اپنا دستور العمل بنالیں - اب تجاویز کا وقت نہیں بلکه کام کرنے کا وقت ہے -

حضرت امام حسین علیه السلام کي شہادت کے عملي نتایج پر اگر غور کیا جاے تو صاف ظاهر هوجالیگا که آپ نے خدا اسکے رسول ' اور اسلام کي حقانیت کے اظہار میں هر ایک قسم کا آرام ' سلطنت ' سامان اسایش و حکومت وغیره کو ترک کرکے اپنے بچے ' اپنے بہالي ' اپنے دوست و اقارب ' سب کے سب کمال اطمینان اور صبر و تحمل سے قربان کردیے اور حرف شکایت تک لب پر نه لالے - یه تمام تکالیف صرف اسوجه سے برداشت کي گئیں که یزید کي بیعت کي بدعت کا اظہار رسول کے گهرانے سے نه هو اور رسول کي امت اون تمام مکروهات و ممنوعات سے بچے ' جو یزید کے فسق و فجور نے عالم اسلام میں رایج کردي تهیں -

اسلام کے فدالي ایسے هي هوتے هیں اور اسلام اسبات پر ناز کرتا ہے که اسکي فدالیوں کي نظیر ایسي هي معدوم ہے ' جیسا که خود اسلام کا سا کسي اور دین کا هونا معدوم ہے -

مجالس معززا سید علي غضنفر صاحب میں مومنین کا یه فرض هونا چاهیے که آن اسباب کو پیدا کریں جو ایران میں تحریک بیداري کا باعث هوں - جنکے ذریعه ایرانیوں کو اسبات کا علم هوجاے که اونکي آزادي ' اونکي قومي زندگي ' اور اونکي قومي سلطنت معدوم هوگئي ہے اور اگر اونهوں نے اپنے اندر کولي تغیر پیدا نه کیا تو وه بهي انهي چند سالوں کے اندر هي صفحه هستي سے معدوم هوجالینگے جیسا که اور تساهل شعار اور دست و پا قوموں کا حشر هوا ہے -

زیاده نیاز

حکیم امین الدین پیرسٹر ات لا

فهـــرست

زر اعانــهٔ دولت علیهٔ اسلامیـــه

—:※:—

(١٣)

ان الله اشتري من المومنین انفسهم و اموالهم ' بان لهم الجنة

ایک سو پچیس روپیه جو بذریعه ڈاکٹر عبد الله خانصاحب ساکن بکاني وصول هوے ' اور جنکي مجموعي رقم فهرست نمبر ۱۲ میں شائع کي گئي ہے :—

نام	روپیه	آنه	پائي
محمد عبد الله خانصاحب بکاني	١٠	٠	٠
مستر عبد الله خان صاحب	٥	٠	٠
مستر عثمان خانصاحب سب انسپکٹر	٣	٠	٠
منشي عبد الهادي صاحب هڈ کانسٹبل	٣	٠	٠
ملنشي نذر محمد خانصاحب جمعدار سابق	٠	٤	٠
نذیر خانصاحب پنڈل بارا	٥	٠	٠
منشي علي حسن صاحب محرر جوڈیشل	٤	٠	٠
قاضي بادن میدپور	٣	٨	٠
مسلمانان دهالته	٤	٠	٠
لوهاران موقني	٤	٢	٠
مسلمانان زلالي	٢	٠	٠
سلادر علي خانصاحب جمعدار بہالته	٢	٠	٠
عبد الله خانصاحب	٣	٨	٠
شیخ رحیم بخش کانسٹبل بکاني	١	٠	٠
مرزا امیر بیگ کانسٹبل	١	٠	٠
منشي محمود خانصاحب کانسٹبل	١	١	٠
امیر خان صاحب کانسٹبل زلالي	١	٠	٠
الهي بخش صاحب هڈ کانسٹبل	١	٠	٠
نظیر خانصاحب کانسٹبل زلالي	١	٠	٠
منشي سلیمان خان صاحب جمعدار جنگل	١	٠	٠
شیخ احمد بخش صاحب ہے پوري	١	٠	٠
نور خانصاحب حوالدار	١	٠	٠
محفوظ علي صاحب چپراسي	١	٠	٠
نظیر خانصاحب شحنه	١	٠	٠
نبي بخش صاحب شحنه	١	٠	٠
بانکے علي صاحب شحنه	١	٠	٠
شیخ علي صاحب	١	٠	٠
ملاں رحیم بخش صاحب	١	٠	٠
سید خانصاحب	١	٠	٠
شیخ الله بخش صاحب	١	٠	٠
منشي غفور خانصاحب	٠	٨	٠
اکبر خانصاحب	٠	٨	٠
میرزا احمد بیگ صاحب	٠	٨	٠
رجب علي صاحب بروا	٠	٤	٠
منا	٠	١	٣
برادران هنود	٤	٢	٩
(١) معرفت منشي محمد عبد الغني صاحب پٹواري	٧	٠	٠
(٢) معرفت منشي محمود خانصاحب ملازم پولس	٥	٠	٠
(٣) معرفت مرزا امیر بیگ صاحب کانسٹبل	٨	٥	٠
(٤) معرفت عبد الله خانصاحب	٥	٠	٠

ناموران غزوۂ بلقان

سرگذشت انقلاب

(۵)

انور بے کی طلبی سے ورود قسطنطنیہ تک

(مقتبس از جرائد عثمانیہ و مراسلۂ ڈاکٹر مصلح الدین شریف بے)

لیکن بحالت موجودہ غازی انور بے کا قسطنطنیہ جانا بھی مخدوش تھا، اور بہت ممکن تھا، کہ اتحاد و ترقی کے مخالف ایک فتنۂ تازہ پیدا کر دیتے اور کسی مفید فوجی خدمت کا بھی موقعہ نہ دیتے -

جنگ نے اپنی ابتدائی منزلیں طے کیں، اور اس عجیب جنگ کی ابتدائی منزلیں ہی اسکی انتہا تھی - پیہم شکستوں کی خبریں برابر غازی موصوف کو پہنچتی رہتی تھیں اور پرنس عمر طوسون پاشا نے روزانہ ڈاک کا انتظام کر دیا تھا -

تم، کہ جسم اسلام کے ایک عضو معطل، اور چہرا ملت کیلیے ایک داغ ناکامی ہو، جب مصطفی پاشا، قرق کلیسا، شار لو، اور لولی برغس کی شکستوں کی خبریں سنکر وقف درد و اضطراب ہوگئے تھے، تو اندازہ کرو کہ ان شکستوں کی خبروں نے موجودہ نسل اسلامی کے سب سے بڑے زندہ و کار فرما فرزند پر کیا اثر ڈالا ہوگا؟

اسلامی مصائب کی خبروں کے انتشار نے تمام عالم اسلامی کو جنگ طرابلس کے گذشتہ واقعات یاد دلا دیے تھے - ہر شخص آرزو کرنے لگا تھا کہ کاش "انور بے" آج درنہ کی جگہ ادرنہ میں ہوتا؟ مصر کے بعض غیرت مندان ملت نے چار آدمیوں کا ایک وفد طبرق بھیجا، تاکہ غازی موصوف کو قسطنطنیہ جانے کی طرف توجہ دلائے - الجزائر سے صدہا مراسلات پہنچیں، جنمیں ارزوئیں کی گئی تھیں کہ یہ وقت طرابلس کی جگہہ مرکز خلافت کے تحفظ کا ہے، اور آپکو کسی نہ کسی طرح آستانہ پہنچ جانا چاہیے - اخبار (الزہرہ) تیونس میں ایک مؤثر اپیل شائع ہوئی تھی، جس میں افسوس کیا تھا کہ انور بے آج قسطنطنیہ میں نہیں ہیں -

آپ سنکر تعجب کرینگے مگر اب اظہار میں کوئی حرج نہیں کہ آپکے ہندوستان سے بھی یہی پیام غازی موصوف کے نام بھیجا گیا تھا، اور ایک شخص نے اسی غرض سے وہاں تک کا سفر کیا تھا -

تاہم انور بے نے طرابلس سے حرکت نہیں کی اور یا خاموش رہے، یا یہ کہا کہ "ایک وقت میں سپاہی کے سامنے ایک ہی جنگ ہونی چاہیے" -

* * *

اب وہ وقت آیا جب جنگ ملتوی اور صلح کے سامان شروع ہوے - کامل پاشا کے تاریک مقاصد بالکل روشنی میں آگئے - اتحاد و ترقی کے ممبروں پر کھلے بندوں ظلم ہونے لگا، پریس دور حمیدی کے احتساب میں آگیا، اور جاسوسی کا بازار پھر گرم ہوگیا -

اتحادیوں نے دیکھا کہ ہماری طاقت بالکل ٹوٹ گئی ہے، اور اصلاح حال ہمارے امکان سے باہر ہے - اب اگر کوئی علاج ہے، تو یہی ہے کہ اُس فرشتۂ نصرت، غازی انور بے کو طلب کیا جاے -

وہی ۸ - آدمی، جن میں سے بعض کے نام ہم لکھ چکے ہیں، اب اتحاد و ترقی کی اصلی کارکن جماعت تھی - پرنس یوسف عز الدین کی سر پرستی سے کسی قدر مطمئن اور بے خوف ہوگئے تھے - وہ جمع ہوے اور ایک پوری متفکر اور پر محن رات بحث و مشورہ میں بسر کی - وہ دیکھہ رہے تھے کہ مطلع غبار آلود ہے، طوفان کے آثار شروع ہوگئے ہیں بادبان بیکار ہے، اور موجوں کے طمانچوں سے کشتی تہ و بالا ہو رہی ہے - اس وقت جب تک ایک غیبی ہاتھہ ناخدائی نہیں کریگا، کشتی کا ساحل مقصود تک پہنچنا محال ہے -

لیکن سوال یہ تھا کہ انور بے کو کیونکر اطلاع دی جاے؟ اگر مصر کے ذرائع سے اطلاع دی جاتی ہے تو اتنا وقت نہیں ہے کہ خط و کتابت میں ایک عرصۂ طویل صرف کر دیا جاے - پھر خط و کتابت محفوظ طریقہ سے ممکن نہیں - ٹیلی گراف اور پوسٹ افس، دونوں زیر احتساب تھے - ممکن ہے کہ انور بے کو عذر ہو، جب تک پوری طرح اصلی حالات منکشف نہونگے وہ اپنے عذرات کو پیش کرینگے

مشہور مجاہد دستور: (نیازی بے)

یہ تصویر سنہ ۱۹۰۸ - کی ہے - جب نیازی بے نے (رسنہ) سے مشہور دستوری تحریک کا علم بلند کیا تھا -

نامور مدافع ملي : غازي عزيز بک

جنکے مجاهدانہ اقدامات نے اندرون طرابلس کو اٹلي کيليے ناقابل تسخير بنا ديا ہے

ايسي تفصيل خط و کتابت ميں ممکن بھي نہيں -
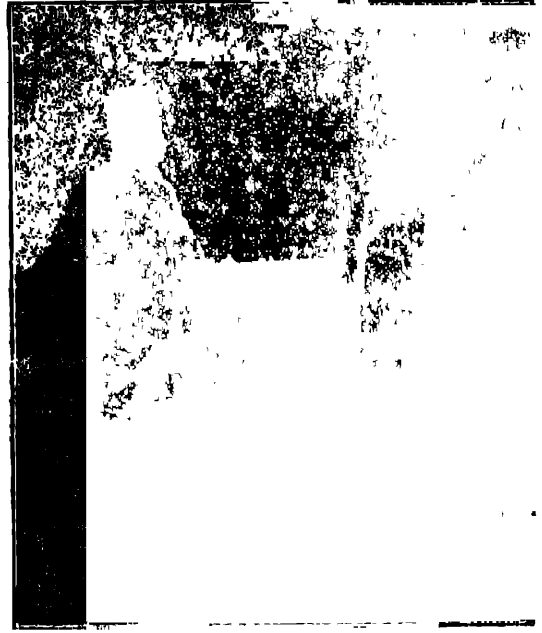
اسکا ايک هي علاج تھا' يعني فوراً ايک معتمد شخص روانہ هوجاے اور مصر کي راہ سے پوشيدہ طرابلس پہنچکر غازي انور بے کو اپنے همراہ لاے - سو چند آدمي انقلاب کا سامان کر رهے تھے' ان ميں سے هر شخص خود قسطنطنيہ ميں نہايت قيمتي وقت رکھتا تھا' اور جن کاموں ميں مصروف تھا' وہ خود نہايت اهم اور عظيم الشان تھے - اسليے اس جماعت ميں سے کوئي شخص نہيں جاسکتا تھا

بالا خر راے قرار پائی کہ انور بے کے رفيق قديم و همراز' مشهور مجاهد دستور و جاندار ملت (نيازي بے) کو اس مهم کيليے منتخب کيا جاے اور ان سے درخواست کي جاے کہ ملک کو انقلاب دستور کے زمانے سے بھي بڑھکر ايک خطرناک حالت سے نجات ديں اور اس خدمت کو منظور کرليں -

يہ معلوم نہيں کہ جس وقت يہ تجويز قرار پائي' اس وقت (نيازي بے) کہاں تھے ؟ يقيناً وہ کسي فوج کے همراہ هونگے -

تاهم اسقدر ثابت و موجود ہے کہ فوراً انکو اطلاع دي گئي اور شريک کار هوگئے -

ڈاکٹر (مصباح الدين) لکھتے هيں کہ في الحقيقت هماري کاميابي کي اصلي تاريخ انور بے کے ورود سے نہيں' بلکہ (نيازي بے) کي شرکت سے شروع هوتي ہے - کيونکہ اگر اس جانفروش ملت کي خدمات عظيمہ عين وقت پر ميسر نہ آجاتيں' تو انور بے کا ورود اور اسکے تمام نتائج محمودہ' ظہور پذير هي نہ هوتے -

نيازي بے فوراً نہيں بدلکے قسطنطنيہ سے ايک جرمن جہاز پر روانہ هوگئے - اسکندريہ سے قاهرہ آے اور بغير کسي کو اطلاع ديے (حتی کہ عمر طوسون پاشا اور اپنے بعض اخص الخواص دوستوں سے بھي نہيں ملے) طبروق پہنچے اور وهاں سے دفعۃً اس هيئت ميں گئے کہ خود (انور بے) نے ايک کردي مجاهد کي صورت ميں انہيں ديکھکر تعجب کيا -

* * *

طيار هو جانے کے بعد انور بے کے سامنے دو موانع سخت تھے - ايسے شخص کي جستجو' جو انکے بعد کامل طور پر انکا جانشين هو' اور قبائل سنوسيہ کے جوش مدافعت کے قيام' انکي تعليم و تربيت' اور جمعيت و جلب وسائل جنگ کا پورا انتظام کرسکے -

دوسرا خود (شيخ سنوسي) کا اطمينان -

امر اول کے طرف سے اطمينان کرنيل (عزيز بک) کي موجودگي نے کرديا' جو پہلے عراق ميں سرکاري عہدہ دار تھے اور اجراے جنگ کے بعد ايک مجاهد کي حيثيت سے آکر شريک جہاد هوگئے - انکے جانفروشانہ عزائم اور مجاهدانہ اعمال نے تمام قبائل اندرون طرابلس ميں انہيں هردلعزيز اور محبوب القلوب بنا ديا تھا -

(شيخ سنوسي) سے وہ خود ملے اور (نيازي بے) نے قسطنطنيہ کے تمام موجودہ حالات انکے ذهن نشين کرديے انہوں نے سمجھايا کہ اگر اس نازک ترين وقت ميں هم نے بھي غفلت کي تو طرابلس کي مدافعت کے نتائج بھي هميں کچھہ کام نہ دينگے -

ايک مجلس خاص مرتب کي گئي جس ميں انور بے نے اپنے چند خاص معتمدين اور محرمان راز کو بلايا اور اس بارے ميں مشورہ کيا - پچھلے نمبر ميں اس موقعہ کي ايک تصوير درج کي جا چکي ہے -

(المويد) کي وہ تمام اشاعات محض کذب و افترا تھيں' جن ميں (انور بے) کے اس حالت ميں چلے آنے کا شکوہ کيا گيا تھا کہ تمام قبائل عرب اور شيخ سنوسي انسے برهم هوگئے هيں اور متاسف هيں کہ خلاف عہد انہوں نے بے وفائي کي - جو دل اسلام اور اسکي ملت بيضا سے عہد وفا باندھچکا ہے' وہ کسي سے بے وفائي نہيں کرسکتا -

شيخ سنوسي خود غازي موصوف کے سفر کے ارادے ميں شريک تھے - انکو قسطنطنيہ کے تمام موجودہ حالات سمجھاے گئے تھے' اور وہ جانتے تھے کہ اس وقت (انور بے) کي خدمات کا اصلي مستحق اندرون طرابلس نہيں ہے - عزيز بک سرحد سلوم تک خود انکو پہنچانے آے تھے اور (موٹرکار) ميں انکے ساتھہ بيٹھے تھے - البتہ مصالح وقت کا اقتضا يہي تھا کہ اس حرکت کو بالکل پوشيدہ رکھا جاے' اور انور بے کے عجايب اعمال کا ايک بڑا جلوہ' انکي پوشيدگي اور طلسم نمائي هي ميں ہے -

بہر حال (انور بے) روانہ هوگئے - (سلوم) سرحد مصر کا وہ آخري مقام ہے' جس پر جنگ طرابلس کے زمانے ميں برطانيہ نے بنام مصر قبضہ کرليا - وهاں تک وہ اپني خاص موٹرکار ميں آے انکے همراہ صرف انکا ايک جان نثار ملازم تھا' جسکو وہ اپنے ساتھہ قسطنطنيہ سے لاے تھے -

صحراے ليبيا ميں آثار تمدن !

(غازي انور بے) موٹرکار ميں بيٹھکر طبروق جا رہے هيں

PRINTED & Published by A. K. AZAD, at The HILAL Electrical Prtg. Pblg. House, 7/1 McLeod Street, CALCUTTA

خطرناک مرض ہے اس کا جلدی علاج کرو

علامات مرض: جن لوگوں کو پیشاب بار بار آتا ہو یا پیاس زیادہ لگتی ہو - منہ کا ذائقہ خراب رہتا ہو - رات کو کم خوابی ستاتی ہو - اعضاء شکنی - لاغری جسم - ضعف مثانہ ہونے سے روز بروز قوت میں کمی اور خرابی پیدا ہوتی جاتی ہو اور بیٹھے بیٹھے سے سر چکراتا ہو - سر میں درد اور طبیعت میں تھکاوٹ آجاتا ہو - تمام بدن میں یبوست کا غلبہ رہتا ہو - ہاتھ پاؤں میں خشکی اور جلن رہے جلد پر خشونت وغیرہ پیدا ہوجائے اور ٹھنڈے پانی کو جی ترسے - معدہ میں جلن معلوم ہو - بیوقت بڑھاپے کے آثار پیدا ہوجائیں اعضاء رئیسہ کمزور ہوجائیں - رقت - سرعت اور کمی باہ کی شکایت جن بدن زیادہ ہوتی جائے تو سمجھ لو کہ مرض ذیابیطس ہے - جن لوگوں کے پیشاب میں شکر ہوتی ہے انکو مندرجہ بالا آثار یکے بعد دیگرے ظاہر ہوتے ہیں - ایسے لوگوں کا خاتمہ علی العموم کاربنکل سے ہوتا ہے - سبل پھوڑا پر اپنی گردن میں پیدا ہوتا ہے - جب کسی کو کاربنکل ہو تو اسکے پیشاب میں یقیناً شکر ہونے کا خیال کر لینا چاہیے - اس راج پھوڑے سے سینکڑوں ہونہار قابل لوگ مر جاتے ہیں -

مرض کی تشریح اور ماہیت: ذیابیطس میں جگر اور لبلبہ کے فعل میں کچھ نہ کچھ خرابی ضرور ہوتی ہے اور اس خرابی کا باعث اکثر دماغی تفکرات شبانہ روز کی محنت ہے بعض دفعہ کثرت جماع - کثرت سوزاک اور کثرت ادرار کا باعث ہوتا ہے - صرف فرق یہ ہے کہ اس حالت میں پیشاب میں شکر نہیں ہوتی بلکہ مثانہ کے ریشہ وغیرہ پائے جاتے ہیں - کبھی ابتدائے عمر میں کثرت جماع سے آخر یہ مرض پیدا ہوجاتا ہے اور کبھی بخار کے بعد یہ مرض شروع ہوتا ہے -

اگر آپ چاہتے ہیں کہ راج پھوڑا کاربنکل نہ نکلے تو علاج حفظ ماتقدم یہ ہے کہ ہماری ان گولیوں کو کھاؤ - شیرینی - چاول ترک کرو - ورنہ اگر سستی کروگے تو پھر یہ ردی درجہ ذیابیطس میں اس وقت ظاہر ہوتا ہے جبکہ تمام اندرونی اعضاء گوشت پوست بگڑ جاتے ہیں - جو لوگ پیشاب زیادہ آنے کی پروا نہیں کرتے وہ آخر ایسے لاعلاج مرضوں میں پھنستے ہیں جن کا علاج پھر نہیں ہوسکتا - یہ گولیاں پیشاب کی کثرت کو روکتی ہیں اور تمام عوارض کمی قواء اور جملہ امراض ردیہ سے محفوظ رکھتی ہیں -

ذیابیطس میں عرق ماء اللحم اسلئے مفید ہوتا ہے کہ بوجہ اخراج رطوبات جسم خشک ہوجاتا ہے - جس سے غذائیت کی ضرورت زیادہ پڑتی ہے - یہ عرق چونکہ زیادہ مقوی اور مولد خون ہے اسلئے بہت سہارا دیتا ہے غذا اور دوا دونوں کا کام دیتا ہے -

حب دافع ذیابیطس

یہ گولیاں اس خطرناک مرض کے دفعیہ کے لئے بارہا تجربہ ہوچکی ہیں اور صدہا مریض جو ایک گھنٹہ میں کئی دفعہ پیشاب کرتے تھے تھوڑے دنوں کے استعمال سے اچھے ہوگئے ہیں یہ گولیاں صرف مرض کو ہی دور نہیں کرتیں بلکہ انکے کھانے سے گئی ہوئی قوت باہ حاصل ہوتی ہے - آنکھوں کو طاقت دیتی اور منہ کا ذائقہ درست رکھتی ہیں - جسم کو سوکھنے سے بچاتی ہیں - سلسل بول - ضعف مثانہ - نظام عصبی کا بگاڑ - اسہال دیرینہ یا پیچش یا بعد کھانے کے فوراً دست آجاتے ہوں یا درد شروع ہوجاتا ہو یا رات کو نیند نہ آتی ہو سب شکایت دور ہو جاتے ہیں -

قیمت فی تولہ دس روپیہ

میر محمد خان - تالپور والی ریاست خیرپور سندھ — پیشاب کی کثرت نے مجھے ایسا حیران کردیا تھا اور جسم کو بے جان اگر میں حکیم غلام نبی صاحب کی گولیاں ذیابیطس نہ کھاتا تو میری زندگی محال تھی -

محمد رضا خاں - زمیندار موضع چند ضلع اٹاوہ — آپ کی حب ذیابیطس سے مریض کو فائدہ معلوم ہوا - دن میں ۱۶ بار پیشاب کرنے کی بجائے اب صرف ۵ - ۶ دفعہ آتا ہے -

عبد القدیر خان - محلہ مرقاب شاہ جہان پور — جو گولیاں ذیابیطس آپ نے رئیس عبد الشکور خاں صاحب اور محمد تقی خان صاحب کے بھائی کو زیادتی پیشاب کے دفعیہ کے لئے ارسال فرمائی تھیں وہ اور بھیجدیں -

عبد الوہاب ڈپٹی کلکٹر - فازیپور — آپ کی بھیجی ہوئی دیابیطس کی گولیاں استعمال کررہا ہوں - بجائے ۲۰ - ۲۵ مرتبہ کے اب تو تین مرتبہ پیشاب آتا ہے -

سید زاہد حسن - ڈپٹی کلکٹر الہ آباد — مجھے عرصہ دس سال سے عارضہ ذیابیطس نے دق کر رکھا تھا - بار بار پیشاب آنے سے جسم لاغر ہوگیا - قوت مردمی جاتی رہی - آپ کی گولیوں سے تمام عوارض دور ہوگئے -

رام علارم پوسٹماسٹر جنرل — پیشاب کی کثرت - جاتی رہی - مجھ کو رات دن میں بہت دفعہ پیشاب آتا تھا - آپ کی گولیوں سے صحت ہوگئی -

اسکے علاوہ صدہا سندات موجود ہیں -

مجرب و آزمودہ شرطیہ دوائیں جو بادائی قیمت نقد تا حصول صحت دیجاتی ہیں

— * —

زود کن

داڑھی مونچھ کے بال اسکے لگانے سے گھنے اور لمبے پیدا ہوتے ہیں۔
۲ تولہ دو روپے

سر کا خوشبودار تیل

دلربا خوشبو کے علاوہ سیاہ بالوں کو سفید نہیں ہونے دیتا نزلہ و زکام سے بچاتا ہے شیشی خورد ایک روپے آٹھ آنہ کلاں تین روپے

حب قبض کشا

رات کو ایک گولی کھانے سے صبح اجابت با فراغت اگر قبض ہو دور
۲ درجن ایک روپیہ

حب قائممقام افیون

انکے کھانے سے افیم چانڈو بلا تکلیف چھوٹ جاتے ہیں فیتولہ پانچ روپے

حب دافعہ سیلان الرحم

لیسدار رطوبت کا جاری رہنا عورت کے لئے وبال جان ہے اس دوا سے آرام - دو روپے

روغن اعجاز

کسی قسم کا زخم ہو اسکے لگانے سے جلد بھر جاتا ہے بدبو زائل - ناسور - بھگندر - خنازیر نے گھاؤ - کاربنکل زخم کا بہترین علاج ہے - ۲ تولہ دو روپے

حب دافع طحال

زردی چہرہ - لاغری کمزوری دور مرض تلی سے نجات - قیمت دو ہفتہ دو روپے

برأالساعۃ

ایک دو قطرے لگانے سے درد دانت فوراً دور - شیشی چار سو مریض کے لئے ایکروپے

دافع دردکان

شیشی صدہا بیماروں کے لئے - ایکروپے

حب دافع بواسیر

بواسیر خونی ہو یا بادی ریحی ہو یا سادی - خون جانا بند اور مسے خود بخود خشک - قیمت ۲ ہفتہ دو روپے

سرمہ ممیرہ کراماتی

مقوی بصر - محافظ بینائی - دافعہ جالا - دھند - غبار - نزول الماء - سرخی - ضعف بصر وغیرہ * فیتولہ معہ سلائی سنگ یشب دو روپے

پتہ —

حکیم غلام نبی زبدۃ الحکما - لاہور

اطلاع - ڈاکٹر ایس - کے برمن کی خوبصورت تصویردار کلنڈر جنتری سنہ ۱۹۱۳ع کی متفرق جگہ کی کس میں [illegible] کا نام اور پتہ لکھنے پر بلا قیمت و محصول بھیجی جاتی ہے -

عرق پودینہ

ولایتی پودینہ کی ھری پتیوں سے یہ عرق بنا ہے اسکا رنگ پانی کے رنگ کاسا ہے اور خوشبو بھی تازی پتوں کی سی آتی ہے یہ عرق ڈاکٹر برمن کی صلاح سے ولایت کے نامی دوا فروش نے بنایا ہے ریاح کیلیے نہایت مفید دوا ہے پیٹ پھولنا ڈکار کا آنا پیٹ میں درد بدھضمی متلی اختلا وغیرہ ریاح کی علامات دور ہوجاتی ہیں - قیمت فی شیشی ۸ آنہ محصول ۵ آنہ

انگریزی حکومت کا مسلمان ہوجانا

— • —

اب بالکل یقینی ہے - کیونکہ حضرت شیخ سنوسی کے خلیفہ نے بمقام بیروت سیدی خواجہ حسن نظامی سے آئندہ حالات کی نسبت جو قدر پیشین گوئیاں کی تھیں (اور جنکو کتاب شیخ سنوسی کے حصہ اول و دوم میں شائع کردیا گیا تھا) سب ہو بہو سچی ثابت ہوئیں - اب صرف انگریزی حکومت کے مسلمان ہو جانیکی پیشین گوئی باقی ہے - جو خدا نے چاہا تو عنقریب پوری ہوگی - پس اگر آپ یہ پیشین گوئیاں اور ترکی و ایران علی الخصوص افغانستان و جاپان و چین وغیرہ کے انجام کار کو دیکھنا چاہتے ہیں - تو رسالہ شیخ سنوسی کے دونوں حصے پڑھئے - قیمت ہر دو آٹھ آنہ -

کلیات اکبر - لسان العصر و حدان الملۃ خان بہادر مولوی سید اکبر حسین الہ آبادی کے زبردست کلام کے دونوں حصے چھپ کر تیار ہیں - کاغذ لکھائی چھپائی نہایت اعلی ہے - اور صرف ہمارے ہاں دستیاب ہو سکتے ہیں - قیمت ہر دو حصص ۳ روپیہ ۸ آنہ -

مضامین خواجہ حسن نظامی میں غدر کے اور تیموریہ خاندان کے سچے مگر نہایت درد ناک قصے درج ہیں نیز آلو - مچھر - دیاسلائی وغیرہ عنوانوں پر نہایت موہدار اور معنی خیز مضامین ہیں -

سفرنامہ ہندوستان بمبئی، گجرات، کاٹھیاواڑ، سرحدات وغیرہ مقامات کا دلچسپ سفرنامہ. بطریق روزنامچہ از سیدی خواجہ حسن نظامی دہلوی قیمت ۸ آنہ -

اسلام کا انجام مصر کے شیخ المشائخ کی حوصلہ افزا پیشین گوئیاں - قیمت ۳ آنہ

اسرار مخفی رموز کا خزانہ بس دیکھنے کے قابل قیمت ۳ آنہ -

ترکی قلم شاہ مشتاق احمد صاحب منجم دہلوی کی پیشین گوئیاں - قیمت ۲ پیسہ

دل کی مراد - شاہ صاحب کے طلسماتی تعویذ قیمت ڈیڑہ آنہ -

کارکن حلقہ نظام المشائخ دہلی سے منگائیے

شائقین تواریخ و تصوف کو مژدہ

مزارات اولیاء دہلی بالکل نئی تصنیف ہے - تمام اولیاے کرام و صوفیاے عظام جو دہلی کی مقدس سر زمین میں مدفون ہیں ان کے بسیط حالات سلسلہ وار دو حصوں میں درج کئے گئے ہیں - زائرین کے لیے اس سے بڑھکر کوئی رھنما نہیں ہو سکتا - قیمت حصہ اول ۹ آنے حصہ دوئم ۲ آنے ہر دو حصص معہ محصول ڈاک و خرچ وی - پی پیکنگ وغیرہ ۱۰ آنے -

ہندوستان کی اسلامی تاریخ عہد افغانیہ - مصنفہ صوفی کرام الہی صاحب ڈنگوئی - ۴۲ تواریخوں کا لب لباب ہے - معترضین کے حملوں کا معتبر اور مستند حوالوں کے ثبوت سے جواب دیا گیا ہے - فاضل اجل مولوی سید احمد صاحب مولف لغات آصفیہ فرماتے ہیں کہ اس سے بہتر ہندوستان کی تاریخ اب تک ان کی نظر سے نہیں گذری قیمت ۲ روپیہ ۸ آنے معہ محصول ڈاک و خرچ وی - پی ۳ آنے -

المشتہر - منیجر اسلامیہ بک ڈپو و جنرل اخبار ایجنسی بازار بلی ماران - دہلی -

حمیدیہ ہوٹل

نمبر ۱۳۱ لور چیت پور روڈ

ہمارے ہوٹل میں ہر قسم کی اشیاے خوردنی و نوشیدنی ہر وقت طیار ملتی ہیں نیز اسکے ساتھ مسافروں کے قیام کیلیے پر تکلف اور آرام دہ کمروں کا بھی انتظام کیا گیا ہے جو نہایت ہوادار فرنشڈ اور بر لب راہ واقع ہیں جن صاحبوں کو کچھ دریافت کرنا ہو بذریعہ خط و کتابت منیجر ہوٹل سے دریافت کر سکتے ہیں - جنگ ترکی و اٹلی اور جنگ بلقان کی جملہ تصویریں ہماری ہوٹل میں فروخت کے لیے موجود ہیں مع تصویر شیخ سنوسی وغیرہ -

المشتہر شیخ عبد الکریم مالک حمیدیہ ہوٹل

سسٹم راسکوپ لیور واچ ۱۹ سائز

مضبوط سچا وقت برابر چلنے والی معہ محصول دو روپیہ آٹھ آنہ ایم - اے - شکور اینڈ کو نمبر ۱ - ۵ ولیسلی اسٹریٹ ڈاکخانہ دھرملہ کلکتہ -

5/1 Wellesley Street P. O. Dharamtollah Calcutta.

" حمیدیہ نے پہلے سروی لشکرگاہ پر درازو میں گولہ باری کی - اسکے بعد سیلنک جاں اور میڈوا پر آتش افشانی کرتا رہا - دشمنوں نے انکی بڑی توپوں سے مقابلہ کیا مگر کچھہ نہ چلی - یونانیوں کے سات جہازوں میں سے ایک اسی وقت غرق ہوگیا اور باقی بھی غرق ہو چکے ہونگے " -

ریوٹر کے ١٥ - کے تار سے بھی اسکی تصدیق ہوتی ہے -

باب عالی کے ١٧ - کے تار میں بیان کیا گیا ہے :

١٦ - تک ادرنہ اور بلیر کی حالت میں کوئی تغیر نہیں ہوا - چتلجا میں ہماری فوج دشمن سے کئی بار معرکہ آرا ہوئی - سب میں دشمن کو شکست ہوئی - (کیلعک کولی) پر قبضہ کرتے ہوے دشمن کو سخت نقصان پہنچایا -

---

بلقانی اتحاد کا خاتمہ

با وجود اس سخت نگرانی کے جو خبروں کے اظہار میں کی جا رہی ہے بلقانی اتحاد کے خاتمے کے واقعات و حوادث اب دنیا کے سامنے آگئے ہیں - اور یہی ہونا تھا -

سلانیک کی خانہ جنگیوں کے واقعات محتاج تفصیل نہیں - یونانیوں اور سرویوں اور بلغاریوں میں ادھر سخت خون ریز جنگیں ہوئیں اور دونوں طرف کے صدہا آدمی مقتول ہوے - ان خبروں کے اخفا کی بڑی کوشش کی جا رہی ہے -

١٨ - کو صوفیا سے تار آیا ہے کہ پارلیمنٹ میں مخالف جماعت نے حکومت کی پالیسی پر تنقید کرتے ہوے کہا :

" سروی اور یونانی مفتوحہ مقامات میں بلغاریوں کو گرفتار کر رہے ہیں - ان دونوں کے کشور ستایانہ حوصلہ مندیوں کی وجہ سے اتحاد بلقان خطرہ کی حالت میں ہے " -

---

شاہ یونان کا قتل

سب سے زیادہ اہم خبر اس سلسلے میں شاہ یونان کا ناگہانی قتل ہے - اب تک تار نہایت مبہم حالت میں ہیں - آج ٨ - بجے صبح کی خبر تو یہ ہے کہ کسی شخص نے سلانیک میں طمنچہ کی ضرب سے قتل کر دیا - ٢ - بجے اتنا اور اضافہ ہوا کہ وہ ایک راہ سے گذر رہے تھے کہ (الیکواسکی نس) نامی ایک سوشیلسٹ نے سات نالی کے ایک طمنچہ سے حملہ کیا - حملہ دو گز کے فاصلے سے کیا گیا تھا اور قاتل نے اپنا اظہار دینے سے انکار کر دیا -

ہم اس امر کو مشتبہ سمجھتے ہیں کہ قاتل سوشیلسٹ تھا - کچھہ عجب نہیں کہ بلغاری یا سروی ہو -

---

صلح

کی نئی شرطوں کا صوفیا کے نیم سرکاری اخبار (میر) نے ذکر کیا تھا - اب ١٨ - کے تار میں سرکاری طور پر وہ ظاہر ہوگئی ہیں - صرف گیلی پولی کو مطالبات سے مستثنا کردیا ہے - باقی تمام مقامات کا مطالبہ ہے - نیز تاوان جنگ ' اور بلغاری رعایا کیلیے خاص مراعات و رعایات کا -

دول شرائط کے سخت اور قابل ترمیم ہونے کا اعتراف کرتے ہیں - دول یورپ نے اپنی گذشتہ متفقہ یاد داشت میں دھمکی دی تھی ' کہ اگر ترکی نے صلح منظور نہ کی ' تو خود قسطنطنیہ اور اور ایشیائی ترکی کی حفاظت خطرے میں پڑ جائیگی ' اور نیز یہ کہ آئندہ دول سے امید مداخلت نہ رکھی جاے -

کامل پاشا نے عاجزی کا سر جھکا دیا تھا ' اسلیے وہ ایسے ہی یاد داشتوں کا مستحق تھا ' لیکن جب شوکت پاشا نے تلوار کے قبضے پر ہاتھہ رکھا تو اب تک نہ تو قسطنطنیہ کے خطرے میں پڑنے کا وقت آیا ہے ' نہ ایشیائی ترکی کے تباہ ہونے کا ' اور نہ اب دول یورپ ہی کو مداخلت سے انکار ہے !!

افکار و حوادث

عرصہ ہوا ' ہم نے (الہلال) میں چند افتتاحی مقالات لکھے تھے ' اور مسلم یونیورسٹی کے خواب گراں کی اس تعبیر سہل کو (جو آنریبل ممبر تعلیم کے تعبیر نامے سے کمیٹی نے حاصل کی تھی) " نشۂ شام کی نصف شب " سے موسوم کیا تھا کہ :

بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

مگر یاد ہوگا کہ ہمارے بعض احباب نے اسے ناپسند فرمایا تھا ' شاید اسلیے کہ ایسا کہنا اُن جامہاے ہوش افگن کی تحقیر تھی ' جنکی پے در پے بخشش نے تشنہ کامان مسلم یونیورسٹی کی سیرابی کردی تھی کہ :

حریفان را نہ سر ماند و نہ دستار !

لیکن وہ شراب ہی کیا ' جسکا کیف و سرور نصف شب بھی ساتھہ نہ دے ' اور پہلی ہی پہر میں یہ حالت ہو جن ہاتھوں میں کچھہ دیر پہلے شعلۂ حیات سے لبریز جام تھے ' انہیں دیکھیے تو شدت اعضا شکنی و وفور احتضار خمار سے برف کی سل بنکر رہگئے ہیں !

کہ زود آخر شود این نشۂ و من در خمار افتم

بہر حال ہم نے اس تشبیہ کی صحت پر زیادہ اصرار بھی نہیں کیا تھا :

سخت شرماے وہ ' اتنا نہ سمجھتا تھا انہیں
چھیڑنا تھا تو کوئی شکوہ بیجا کرتا

لیکن ٢٨ - دسمبر کو یادش بخیر لکھنو میں رات کے " دو بجے " جو خلوت بادہ گساری منعقد ہوئی تھی ' ہم سمجھتے ہیں کہ اسکی صبح کاذب تو نمودار ہوگئی اور صبح صادق میں بھی دیر ... تارے جھلملا رہے ہیں ' اور سفیدی پھیلتی جاتی ہے - شام کی نصف شب خمار میں بسر نہ ہوئی تو مان لیجیے کوئی حرج نہیں ' اب دو بجے کی پچھلی پہر ... کو دیکھنا چاہیے کہ صبح تک سرور قائم رہتا ہے ... یہی سبب ہے کہ ہم نے گذشتہ اشاعتوں میں اس ... کی سرخی میں ترمیم کردی - ہمارے دوست " نشہ نصف شب " پر معترض تھے - خیر ' اب " نشۂ نیم شبی و ... خمار " کو قبول فرمائیں :

کوئی تربات ہستی کی نکلے
خدا صبح قیامت ہی سہی !

ہم نے بہ تحقیق سنا ہے کہ اس صحبت کا خاتمہ گو دو بجے ہوا مگر آغاز بارہ بجے ہوا تھا - اسلیے " نیم شبی " کی ترکیب پر اعتراض نہ کیجیے -

---

لیکن جناب (نواب صاحب) قبلہ کی تحریر گرامی کی نسبت ہماری معروضات ابھی باقی ہیں - سب سے پہلے تو انکے اس احسان عظیم و جلیل کا اعتراف کرنا چاہیے ' جو با وجود علالت و ضعف و نقاہت یہ مضمون لکھکر انہوں نے قوم پر کیا ' اور اُس خاموشی کی پوری تلافی ہوگئی ' جس کے لیے جلسے میں وہ مجبور کیے گیے تھے - یہ مضمون فی الحقیقت نواب صاحب کی صداقت شعاری اور حق پرستی کی اُن آیات عظیمہ کا ایک شاندار حصہ ہے ' جو انکی حیات مبارک کو اس دور نفاق اور عصر فساد میں ممتاز و نمایاں کردیتی ہیں ' اور جنسے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مخالف عناصر کا غلبہ اور مجبور کن اسباب کی کشاکش نہو ' تو انکا وہ تاریخی کیریکٹر ہر معاملہ

مجھی اپني عظمت کا اعتراف کرانے کيليے طيار هے/ جسکے ليے انکا زمانۂ قيام حيدرآباد هميشه مشهور رها هے -

جو سازشي خاموشي و تجاهل' اور جاهلانه و مقلدانه تغافل انکي اس تحرير کي نسبت ظهور ميں آيا ' هم بادب عرض کرينگے که نواب صاحب اسپر توجه نه فرمائيں - هم سے زياده بهتر اور زياده عملي طور پر انهيں معلوم هے که حق کي معيت کيليے اصلي سوال فرض کا هے' نه که نتيجه کا - اسکي تکميل نتيجه کي محتاج نهيں هے ' بلکه صرف اعلان کي - قوم کو ابتک اسکا چهينا هوا دماغ واپس نهيں ملا هے - وه مسمريزم کے معمول کي طرح ابتک اپنے اختيار ميں نهيں هے - کسي بات کيليے غل مچائيے 'ور ايک هي وقت ميں بهت سي آوازيں بلند کر ديجيے ' تو چاروں طرف سے ...سمع هونے لگتا هے - چپ رهيے تو کسي کو ...ں چلنا چاهيے اور کون چرواها هے ؟ '

...کي بات هے که سال بهر سے يونيورسٹي کيليے ايک ...ا هے - جس کو ديکهيے آزادي کے شراب ميں بدمست - ...بهي ذکر' جلسوں ميں اسي کے رزوليوشن ' صحبتوں ميں انکي چرچا - پهر ۲۹ - دسمبر کو ديکهيے تو معلوم هوتا تها که آزادي کے ديوتا کے يه جانباز پرچاري نهيں معلوم آج کتنوں کا خون کرکے رهيں گے ؟ ليکن جب معامله آخري منزل تک پهنچا اور وهي هونے لگا ' جسکے خوف سے سال بهر تک آزادي کے رکهيلوں کو نيند نهيں آتي تهي ' تو سب کو اسطرح فريب کا سانپ سونگهه گيا که :

اب آنکهيں رهتي هيں در در پهر بند !

نادانو ! سال بهر سے چيخ رهے تهے که قوم کي قسمت' چند آدميوں کے هاتهه ميں ديکهنا نهيں چاهتے ' پهر يه کيا تها ' جو چپکے سے آنکهيں بند کرکے تم نے ديديا ؟

در دادي حساب کم زبيش را !

پهر اُس وقت کو بهي جانے دو - کها جاے گا که هوش ...ں هي کس کے درست تهے - ليکن کئي هفتے کے بعد جب ... سب سے بڑے بزرگ اور قابل احترام زبان نے واقعات پر سے ...ٹهايا ' تو اُس وقت تک تو ۲۸ - دسمبر کي چهائي هولي واپس آگئي هوگي - پهر بهي کسي کي زبان کهلي ؟ کوئي جلسه منعقد هوا ؟ کوئي رزوليوشن پاس کيا گيا ؟

نواب صاحب قبله مطمئن رهيں - آج لوگ انکي آواز سے تغافل کرسکتے هيں ليکن کل نهيں کرسکيں گے - البته اس وقت محض تاسف هوگا ' اور آج تلافي ملاقات کي فرصت باقي هے -

---

نواب صاحب قبله کے مضمون سے نئے نئے انکشافات هوے هيں : ابتدائي حصه کو چهوڑ ديتے هيں که وقت کم هے - صرف ۲۹ - سے ديکهيے - رات کو ڈيپوٹيشن کے ممبروں کي فهرست مرتب هولي اور قرار پايا که پچهلے ممبروں کو قطعي طور پر رکها جاے - انکے چلے آنے کے بعد وه فهرست اڑا دي گئي ' اور بقول نواب صاحب کے اپنے آبائي ورثے کي تقسيم کي طرح چار آدميوں نے بيٹهکر جسطرح جي ميں آيا باهم تقسيم کرليا - کها گيا که همارے پارٹي کے نصف اور تمهارے نصف ' چلو جهگڑا ختم هوا :

بردند و برادرانه قسمت کردند

کسي صوبے کي قائم مقامي کا پته نهيں - بنگال سے ايک آدمي نهيں - دهلي سے بهي کسي کو نهيں ليا - پچهلے ممبر صاف الگ کرديے گئے - جن لوگوں سے اپنے ذاتي تعلقات اور دوستياں تهيں' جن جن شهروں ميں وه رهتے تهے ' وهي وهاں کے قائم مقام هوگئے -

پهر نواب صاحب سے کہا که آپ رزوليوشن طيار کريں ' انهوں نے اس پيري و علالت ميں صبح تک جاگ کر رزوليوشن کا مسوده طيار کيا ' اور صبح کو منتظر رهے که حسب وعده لوگ آئيں گے' مگر جلسے ميں پہنچے تو وهاں ايسے لوگ موجود تهے ' جو انکے سامنے انکي عدم موجودگي کو موجودگي سے تعبير کرنے کے بے امان حربے سے آراسته تهے !

پهر جب نواب صاحب نے اختلاف کرنا چاها تو انکو روکا ' اور اصرار کيا که خاموش رهيں - اسميں کوئي شک نهيں که رزوليوشن کے مجوزين ميں نواب صاحب کے بهي شامل هونے کي فريب دهي نے لوگوں کو اور زياده مطمئن اور خاموش کرديا تها -

نواب صاحب قبله نے اس موقعه پر قوم سے معذرت کي هے که وه باايں همه حالات خاموش نه رهتے' مگر کچهه تو شب بيداري کي تکليف و قدرتي ضعف و نقاهت کے سبب سے وه فهرست کے ناموں کو غور سے نه سن سکے' اور کچهه اس خيال سے بهي خاموش رهگئے که مخالفت اس موقعه پر موجب تفريق و نزاع هوگي - اور پهر بصورت غلطي بعض نهايت درد انگيز لفظوں ميں قوم سے معافي مانگي هے' جنکو پڑهکر همارے دل پر سخت چوٹ لگي اور بے اختيار انکهوں ميں آنسو آگئے - اول تو جس قوم کي حالت ايسي افسوس ناک هو' جيسي که انکے مضمون کے ساتهه تغافل کرنے ميں نظر آرهي هے' وه اسکي مستحق هي کب هے که نواب صاحب قبله کي زبان مبارک اسکے آگے معافي خواه هو؟ اور پهر جو کچهه هو' هم تو انکو يقين دلاتے هيں که انکي خاموشي پر کوئي اعتراض نهيں کيا جاسکتا - انکي مجبورياں واضح هيں - هم نے خود اُسوقت محسوس کيا تها که کرسي کي نشست انکے ليے سخت تکليف ده هے - وه بيٹهه نهيں سکتے اور گراني سر کي شدت سے مضطرب الحال هيں - ايسي حالت ميں مشکل تها که کارروائي کے احتساب کا وقت ملتے - بالفرض اگر يه کوئي غلطي بهي تهي تو اس مضمون کي اشاعت کے بعد اسکي تلافي هوگئي - وه کيسے درد انگيز لفظوں ميں قوم سے رخصت هونا چاهتے هيں! حالانکه کمبخت قوم کے پاس انکے بعد اور کيا هے ؟ الله تعالى انکے انفاس مبارک ميں برکت دے اور ابهي عرصے تک انکا سايه همارے سر پر قائم رهے - وه فرماتے هيں که آئنده سے ميں نه کسي جلسے ميں شريک هوسکونگا اور نه کوئي تحرير هي لکهه سکونگا - ميں کہتا هوں که آپ ان لوگوں ميں هيں ' جنکا صرف قوموں ميں رهنا هي دوسروں کي عزت و عظمت کيليے کافي هے - کام کا يهاں سوال نهيں -

---

ترکي فتح

— * —

چتلجا لائن پر ايک خونريز جنگ

— * —

قسطنطنيه ١٩ مارچ

آج کا سرکاري بيان هے که چتلجا ميں پيدل سپاه کے ساتهه سخت خونريز جنگ کے بعد ترکوں کو شاندار فتح حاصل هوئي -

مزيد يه که ترکي سپاه تمام چتلجا لائن پر دشمن کے ساتهه مستعدي سے مصروف جنگ هے -

الہلال

۱۰ ربیع الثانی ۱۳۳۱ ھجری

اسئلة واجوبتها

خلیفہ مامون الرشید عباسی

اور

الزام قتل حضرت امام رضا (ع)

از مولانا محمد حسین صاحب (بیدر ملاقۂ نظام)

الہلال نمبر ۸ - جلد ۲ - مورخہ ۱۹ - کے صفحہ (۱۳۸) کے دوسرے کالم میں بعنوان " اعلان " یہہ تاریخی غلطی دیکھکر مجھے سخت حیرت ہوئی - کہ جناب سید علی غضنفر صاحب نے مامون الرشید عباسی کو حضرت امام علی ابن موسی رضی علیہ الصلواۃ والسلام کا قاتل قرار دیا ہے - تمام صحیح تاریخوں نے (جنکے نام گناکر صحیح اہلی قابلیت ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں) مامون الرشید کو محب اہل بیت ظاہر کیا ہے اور حضرت امام علی ابن موسی رضی علیہ السلام کو اپنے بعد خلیفہ قرار دینے کا ذکر کیا ہے - ایسے جلیل القدر خلیفہ اور محب اہل بیت پر حضرت امام کو " مہمان بلاکر دغا سے شہید " کرنیکا الزام لگانا ' اس شخص کو اور نیز حضرت امام کے روح مطہر کو تکلیف دینا ہے - اگر جناب کو فرصت ہو اور الہلال کے بیش قیمت کالموں میں کچھہ گنجائش نکل سکے ' تو براہ کرم اس تاریخی مسئلہ پر کچھہ تھوڑا سا تحریر فرما کر ممنون فرمائیں -

قطع نظر اس تاریخی غلطی کے عنوان اعلان کے تحت میں اس بے محل واقعہ کا بیان کرنا جسقدر صاحب اعلان کی خوش مذاقی ظاہر کرتا ہے ' اسکا ذکر خارج از بیان ہے - ایک جلیل القدر مسلمان بادشاہ اور ابن عم رسول اللہ صلعم کو برا کہکر ہمارے جذبات سے اپیل کرنا کہ " ایک مجلس عزاے حضرت امام علی ابن موسی رضی علیہ السلام منعقد کریں اور روسیوں کے ساتھہ مامون الرشید بے گناہ کو بھی برا کہکر ایک دوسرے سے رسم تعزیت ادا کریں اور اسطرح ارواح طیبہ حضرات معصومین کو شاد کریں " کس قدر غلط و ناموزوں و فتنہ انگیز طریقہ ہے ؟

الہلال

میں جناب سے اس خیال میں بالکل متفق ہوں کہ مولوی سید علی غضنفر صاحب نے اظہار مقصد کیلیے اچھا پیرایہ اختیار نہیں کیا ' حالانکہ انکے اختیار میں تھا - وہ بغیر ایک مختلف فیہ تاریخی الزام کو چھیڑ نے کے ' اپنا مقصد اچھی طرح انجام دے سکتے تھے - میں مصلحت عمومی کا قائل ہوں ' مگر اسکا قائل نہیں کہ کسی خوف سے تاریخی تحقیقات و مذاکرات و مناظرات کا دروازہ بند کردیا جاے - تاہم غالباً سید علی غضنفر صاحب ایک مفید وقت اور نافع عموم اہل اسلام تحریک کی دعوت دے رہے تھے - مناظرہ نہیں کر رہے تھے - وہ وقت گذشتہ الزاموں کی یاد تازہ کرنے کا نہ تھا -

تا ہم معاف کیجیے - اپ کو بھی اسپر برہم ہونے کی چنداں ضرورت نہ تھی - دیکھیے ' مسٹر امین الدین صاحب بیرسٹر ایٹ لا نے گذشتہ اشاعت میں اپنا تمام وقت اصل تحریک کی نسبت کس طرح مشورہ دینے میں صرف کیا ' اور ان امور سے غض بصر کرکے اس غلطی کی پیروی نہ کی ' جو سید صاحب سے ہوی تھی -

بہر حال اب آپنے پوچھا ہے تو کیا کروں اگر جواب نہ دوں ؟ ورنہ سر دست ان بحثوں کی ضرورت نہیں دیکھتا -

واقعہ شہادت حضرت امام رضا (ع)

حضرت امام (علی بن موسی الرضی) علیہ و علی اباٸہ و اجدادہ الصلوۃ و السلام کی وفات کا واقعہ آج ہی نہیں ' بلکہ غالباً واقعہ کے وقت ہی سے مشتبہ رہا ہے - عام تاریخوں کا ابتدائی بیان تو یہ ہے :

و کان سبب موتہ انہ اکل عنباً ' فاکثر منہ ' فمات فجاۃ - (مختصر الدول صفحہ ۲۳۳)

انکی موت کا سبب یہ ہوا کہ انگور بہت کثرت سے کہا لیے تھے ' جنھوں نے نقصان پہنچایا اور یکایک انتقال فرما گئے -

لیکن یہ سبب اسقدر مہمل اور بے معنی ہے کہ کوئی شخص تسلیم نہیں کر سکتا -

پس اسمیں شک نہیں کہ آپکو انگور میں زہر ملا کر دیا گیا - جس طرح آجکل کی سرکاری خبریں ہوا کرتی ہیں ' اسی طرح سرکاری اعلان میں انتقال کی وجہ یہ بیان کی گئی ہوگی کہ کثرت سے انگور کھا گئے تھے !

اس امر کی اسی زمانے میں کافی شہرت ہوگئی تھی کہ انتقال زہر کی وجہ سے ہوا - چنانچہ (کاتب عباسی) سے لیکر ابن اثیر وغیرہ تک ' سب زہر خورانی کو تسلیم کرتے ہیں ' اور اسکی نسبت خاص خاص تفصیلات بھی بیان کرتے ہیں -

الزام قتل کا اصلی ملزم

لیکن زہر اس نے دیا ؟

انصاف یہ ہے کہ اس بارے میں (مامون الرشید) کا دامن مشتبہ ضرور ہے ' اگرچہ ہمارے پاس دلیل قطعی کوئی نہیں - دونوں پہلو قوی ہیں ' اور سوء ظن سے اجتناب شاید قرین احتیاط سمجھا جاے -

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ تاریخ کی راہ مذہبی عقیدت اور حسن ظن کی متحمل نہیں ہوسکتی - یہاں بحث " ابن عم رسول اللہ " (صلعم) کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک مسلمان حکمران مامون الرشید نامی شخص کی نسبت ہے -

انتقال خلافت اور عباسیہ کی برہمی

اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ سنہ ۲۰۰ - ہجری میں مامون الرشید نے ارادہ کیا کہ اپنے بعد کسی شخص کو ولی عہد مقرر کردے - اس غرض سے اس نے تمام بنی عباس و علویین کو جمع کیا اور کچھہ عرصے کے غور و فکر کے بعد ایک مجلس منعقد کرکے حضرت امام (علی بن موسی الرضی) کی ولی عہدی کا اعلان کردیا :

انہ نظر فی بنی العباس و بنی علی ' فلم

اس نے تمام خاندان عباس و علی پر نظر ڈالی ' لیکن کسی شخص کو اسام

يجد احداً افضل	علي بن موسي سے بڑھکر صاحب علم
ولا اورع ولا اعلم من علي	و تقوى نه پايا - پس انهي كو
بن موسي - فلذلك عقد	اپنے بعد ولي عهد خلافت مقرر
له العهد من بعده -	كيا -

عباسيوں كا لباس رسمي سياه تها ' اور علويوں كا سبز - بيعت كے بعد اُس نے احكام جاري كيے كه آج سے سياه لباس ترک كرديا جاے اور تمام فوج و اعيان ملک سبز لباس اختيار كريں -

اس واقعه نے تمام عباسيوں اور بني هاشم ميں برهمي و غيظ و غضب كي آگ بهڑا دي - لوگوں نے علانيه كهنا شروع كيا :

لا تخرج الخلافة	يه ممكن نهيں كه خلافت همارے هاتهه سے
منا الى	نكلكر همارے دشمنوں (سادات و علويئين) كے
اعدائنا	هاتهه ميں چلي جاے -

(مامون) خراسان ميں تها - دارالخلافت بغداد ميں تمام لوگ اسكي طرف سے پهرگئے - يهاں تک شورش بڑهي كه علانيه اسكي بيعت توڑكر اسكے چچا (ابراهيم بن المهدي) كے هاتهه پر بيعت كي - (مبارک) كے لقب سے وه تخت پر متمكن هوا - (اغاني) نے لكها هے كه چونكه ابراهيم شعر و موسيقي ميں درجهٔ امتياز ركهتا تها ' اسليے مشهور شاعر (ابو فراس بن حمدان) نے يه شعر لكها :

معلم علية ام منهم ' و كان لهم
شيخ المغنين ابراهيم ام لهم ؟

مامون كا تشيع اور ايثار

مامون الرشيد نے عباسيه كے استحقاق خلافت كے ايسے عظيم الشان اور بنيادي مسئله ميں كيوں تغير كيا ؟ اور كيوں بني هاشم وعباسيه كي دشمني مول لي ؟

ميں ايک لمحه كيليے بهي اسكو تسليم نهيں كرسكتا (جيسا كه برادران شيعه كا خيال هے) كه يه محض ايک مكر و خدع اور حضرت امام كو شهيد كرنے كي تركيب تهي - اگر مامون كے تشيع اور محبت اهل بيت كي واقعيت سے انكار بهي كرديا جاے ' جب بهي يه سوال باقي رهتا هے كه ايسا كرنے كي اسكو ضرورت هي كيا تهي ؟ اگر كسي سبب سے (حالانكه وه معلوم نهيں) حضرت امام كو وه شهيد هي كرنا چاهتا تها ' تو كيا اسكي يهي تدبير تهي كه ايک ايسا عظيم الشان تغير مسئله خلافت ميں كرے ' اور تمام دنيا كو اپنا دشمن بنا لے ' پهر اُسكے بعد اسكو شهيد كرا دے ؟

اصل يه هے كه مامون كي محبت اهل بيت اور مذاق تشيع سے انكار كرنا ' تاريخ كي شهادات موثقه كي بلا وجه توهين هے - اُسنے (برامكه) كي گود ميں پرورش پائي تهي جو شيعه تهے - عجميوں كي سوسائٹي ميں رها ' اور اس وقت تک شيعيت كو سياسي لحاظ سے مخصوص بعجم سمجهنا چاهيے - تخت نشين هونے كے بعد بهي اسكا ساتهه (خاندان سهل) كے ساتهه رها اور يه شيعه تهے - اُس نے اعلان كرديا تها كه " جو شخص معاويه كو اچها كهے گا ' دائرهٔ اطاعت سے باهر هے " (متعه) كي حلت كا جيسا شديد اور جابرانه حكم اُس نے ديا تها ' وه تاريخوں ميں موجود هے - حضرت امير عليه السلام كي افضليت كي نسبت اسكے مباحثے طول طويل هيں -

خليفه عمر ابن عبد العزيز نے باغ (فدک) سادات كو ديديا تها ' مگر پهر اسكے بعد انكے قبضے ميں نهيں رها - مورخين نے تصريح كي هے كه مامون الرشيد نے دو باره سادات كو واپس كرديا كه انهي كا حق هے -

تمام عباسيه ميں اسي كا عهد هے كه سادات و علويئين كي قدر و منزلت ' حتى كه ملكي عهدوں پر فائز هونے كے واقعات نظر آتے هيں - اسكے زمانے ميں سادات نے متعدد فوجي تحريكيں دعوئ خلافت كے ساتهه شروع كيں ' مگر مامون نے هميشه درگذر ' عفو ' اور نرمي و آشتي سے كام ليا - حالانكه ظاهر هے كه وه (سفاح) اور (رشيد) كا جانشين تها ' اور اسي تخت پر بيٹها تها ' جس پر (متوكل) بيٹهنے والا تها -

پس حضرت امام كو ولي عهد مقرر كرنے كا اصلي سبب قوي ' محبت اهل بيت اور والهانه شغف خاندان علي كے سوا اور كچهه نهيں هوسكتا -

ايک اور سياسي سبب

البته صرف ايک سبب اور هے ' جو اسكے ذيل ميں بيان كيا جا سكتا هے ' اور ميں اسكو سياسي نظر سے واقعي سمجهتا هوں - يعني (عجمي) اقتدار كي افزايش ' اور عربي قوت كو ضعيف كرنے كي تحريک ' جو في الحقيقت آغاز عهد عباسيه سے شروع هوگئي تهي - برامكه ' آل نوبخت ' اور خاندان سهل وغيره يكے بعد ديگرے اسكے اركان و دعات ميں سے رهے ' اور خود مامون كا وجود عجمي اثر كي فتح يابي كا ايک واقعه تها - هارون الرشيد كے زمانے ميں جب (امين) اور (مامون) كي ولي عهدي كي رقيبانه كشمكش هو رهي تهي ' تو وه در اصل عجم و عرب كي منافست و مسابقت كي معركه آرائي تهي - مامون كي كامبابي نے عجمي اقتدار كو قائم كرديا ' اور سادات و علويئين كي طرفداري ' اس وقت تک عجم كا سياسي مذهب تها -

طبري ' ابن اثير ' ابن خلدون ' اور فخري وغيره نے تصريح كي هے كه حضرت امام رضا كي ولي عهدي كا معامله در اصل (فضل بن سهل) كے هاتهوں انجام پايا -

پس اس ولي عهدي كا ايک دوسرا سبب قوي يه بهي تها كه اسكے ذريعه بني هاشم و عموم عرب كا زور توڑا جاے ' اور عجمي اقتدار هميشه كيليے تخت خلافت پر قابض و محيط هو جاے -

بهر حال سبب كوئي هو ' مگر يه ولي عهدي ايک سچي خواهش اور ارادے كا نتيجه تهي - مكر و خدع اور حيله طراشي نه تهي ' گو اور صدها موقعوں پر ايسا بهي هوا هو -

ولي عهدي كے بعد

البته اصلي سوال يه هے كه جب (امام رضي) كي ولي عهدي كا اعلان هوگيا ' اور اسكي وجه سے تمام بغداد ميں برهمي پهيل گئي ' حتى كه مامون كي خلافت بهي قائم نه رهي ' اور اسكي بيعت توڑكر لوگوں نے ابراهيم مبارک كو تخت پر بٹها ديا ' تو يه مخدوش اور سخت حالت كو الٹ دينے والا رنگ ديكهكر مامون مجبور تو نهيں هو گيا كه اپني حكومت اور ذات كے تحفظ كيليے اُس سبب كا انسداد كردے ' جس كي وجه سے يه تمام نتائج پيدا هوے هيں ؟

شخصي حكمراں كيليے اعتقاد كوئي چيز نهيں

شخصي حكومتوں كي حالت اس بارے ميں بالكل نا قابل اعتماد هے - منٹوں اور لمحوں كے اندر تغيرات هو جاتے هيں ' اور كسي حالت كو دوام و قرار نهيں هوتا - شخصي حكمرانوں كے سر پر تاج هوتا هے ' مگر پهلو ميں دل نهيں هوتا - انكے تمام جذبات " تاج " كي حفاظت كے ما تحت هوتے هيں اور اس بارے ميں وه گويا انسان كي عام فطري جبلت كے علاوه ايک نئي جنس خاص بنجاتے هيں - محبت و عداوت ' احسان و ممنونيت ' رشته داري و تعلقات نسل ' اور اِس قسم كے وه تمام جذبات ' جنكو اخلاق ' فطرة انساني ميں داخل بتلاتا هے ' انكے ليے بالكل بے اثر هيں ' اور اسميں شک نهيں كه اس بارے ميں وه ملامت كے مستحق نهيں بلكه رحم كے حقدار هيں - انسان پر سب سے زياده غالب جذبه ' حفظ نفس اور جلب نفع كا هے - اسكے تمام اعمال ارادي كا محور يهي جذبه هے - شخصي

فرماں روائی کا تاج گو لعل و جواہر کا ہوتا ہے ' مگر اسکے اندر ہلاکتوں اور خطروں کے کانٹے بھرے ہوتے ہیں -

منصور نے (ابو مسلم) کے ساتھہ کیا کیا اور اُس نے کیا کیا تھا ؟ اُس نے چھہ سو برس تک رہنے والی حکومت ڈالی اور منصور چند لمحوں کی زندگی دینے پر بھی راضی نہ ہوا ! (ہادی) کی موت کا واقعہ بھلایا نہیں جا سکتا ' جو اسی خاندان کا واقعہ ہے - (برامکہ) کے ساتھہ (رشید) کا جو کچھہ تعلق تھا ' وہ محتاج تشریح نہیں - اور سب باتوں سے قطع نظر کیجیے - خود تخت خلافت کے ملنے میں (یحیی برمکی) کی مساعی کیسی عظیم و یادگار نہیں ؟ مگر اس شخصی حکومت اور پولیٹکل مجبوری نے جو کچھہ (رشید) سے کرایا ' وہ تاریخ عباسیہ کا ایک مشہور افسانۂ غم ہے - (امین) مامون کا بھائی تھا - جب قید خانے میں اسپر تلوار چلائی گئی تو اس نے تکیے کو ڈھال بناکر کہا : " انا ابن عم رسول اللہ ! انا ابن ہارون ! انا اخو المامون ! اللہ اللہ فی دمی ! اللہ اللہ فی دمی ! ! " میں رسول اللہ کے چچا کا فرزند ہوں ! ہارون کا بیٹا ہوں ! مامون کا بھائی ہوں - ظالمو ! میرے ساتھہ یہ کیا کر رہے ہو ؟ لیکن کچھہ نہ چلی اور بالاخر قتل کر دیا گیا - (ذوی الریاستین) نے (مامون) کے ساتھہ وہی کیا تھا ' جو (ابو مسلم) نے منصور کے ساتھہ ' (بیرم) نے (اکبر) کے ساتھہ ' اور (میر جملہ) نے (عالمگیر) کے ساتھہ ' مگر بالاخر جب اسکا اقتدار بڑھا اور (ابو مسلم) کی سی حالت پیش آئی ' تو اُسی حکومت کے تحفظ کیلیے (جو اسکی سعی سے ملی تھی) مجبور ہوا کہ چند آدمیوں کو بھیجکر حمام میں قتل کرا دے !

(طاہر) ذوالیمنین کے ساتھہ بھی اسکو ایسا ہی سلوک کرنا پڑا - خاندان آل عثمان کی تاریخ پڑھیے - آخر وہ بھی تو انسان تے ' جنھوں نے اپنی اولاد کو قتل کرایا ' اور بھائیوں کے قتل کے واقعات کو تو کون شمار کر سکتا ہے ؟

(شاہجہاں) اور (اورنگ زیب) اسی کمبخت شخصی حکومت کیلیے جن کاموں پر مجبور ہوے ' انکے لیے دور جانے کی ضرورت نہیں -

ہم جب اُن لوگوں کی نسبت بحث کرتے ہیں ' تو ہمارا ہاتھہ اپنے دل پر ہوتا ہے ' جو تلوے کے تلوے میں کانٹا چبھے تو تڑپ جاتا ہے - اُس دل کو بھول جاتے ہیں جسکو چتر شاہی اور تاج حکومت کے سایے میں پلہو اور لوہے کا بدکر رہنا پڑتا ہے -

اس بارے میں خود (مامون) کا کیریکٹر ہمارے سامنے ہے - ہم نے اُن واقعات کی طرف سرسری اشارہ کیا کہ تفصیل کی گنجایش نہیں - آپ براہ کرم تاریخوں پر نظر ڈال لیں -

مامون کے طرز عمل میں انقلاب

دیکھیے - (مامون) کی محبت اہل بیت اور میلان تشیع اس قدر بین ' اور اسکی صداقت کیسی نا قابل انکار ہے ؟ سنہ ۲۰۱ ہجری میں اُس نے خود ہی سیاہ لباس کی ممانعت کرکے اور سبز لباس لازمی قرار دیکر تمام خاندان کو دشمن بنا لیا تھا ' لیکن بالاخر جب مجبور ہوا ' تو چھہ برس کے بعد بالکل اسکے متضاد اور برعکس حکم جاری کیا کہ " تمام سادات اپنا ممتاز لباس سبز ترک کرکے ' اسکی جگہ آل عباس کا سیاہ لباس اختیار کریں ' اور آئندہ سے دربار میں انکو آنے کی اجازت نہیں "

غور فرمائیں کہ (مامون) کے طرز عمل میں یہ کیسا عظیم الشان انقلاب تھا ؟

مامون کی مشکلات

حقیقت یہ ہے کہ (مامون) کے الفت و محبت اہل بیت کرام میں تو کوئی شک نہیں ' لیکن خاندان عباسیہ کی مخالفت اور برہمی نے اسکو مجبور کر دیا - ورنہ وہ خود اپنی راے پر قائم اور مستقیم تھا -

ولی عہدی کے واقعہ نے تمام بغداد میں بغاوت پھیلا دی تھی ' اور (ابراہیم) کے ہاتھہ پر بیعت بھی لی جاچکی تھی ' لیکن (ذوی الریاستین) کی دربار خلافت پر حکومت تھی - اس نے (مامون) کو ملک کی حالت سے بے خبر رکھا - کوئی شخص بغیر اسکے حکم کے کوئی خبر مامون تک نہیں پہنچا سکتا تھا - ہرثمہ نے جرات کی ' مگر (ذوی الریاستین) کے دسائس کا شکار ہوا - یہاں تک کہ (حسن بن سہل) مقابلے کیلیے روانہ ہو گیا ' اور پھر بھی (مامون) کو یہی خبر دی گئی کہ " ابراہیم بغداد میں نائب الریاست کی حیثیت سے کام کر رہا ہے ' کوئی خدشے کی بات نہیں "

امام رضا کا مامون پر احسان عظیم

یہ حالت دیکھکر امام (علی رضا) سے صبر نہوسکا - وہ ایک دن آئے اور مامون سے کہا :

یا امیر المومنین ! ان الناس ببغداد قد انکروا علیک مبایعتی بولایت العہد و تغییر لباس السواد ' و قد خلعوک و بایعوا عمک ابراہیم بن المہدی (الفخری صفحہ ۲۰۰ -)

یا امیر المومنین ! بغداد میں لوگ آپ کے مخالف ہوگئے ہیں - اس سبب سے کہ آپنے مجکو ولی عہد مقرر کیا ' اور سیاہ لباس کی جگہہ سبز لباس پہننے کا حکم دیا - انھوں نے آپکی بیعت توڑ دی ہے ' اور آپکی جگہہ آپکے چچا ابراہیم بن مہدی کے ہاتھہ پر بیعت کرچکے ہیں -

اب (مامون) کی آنکھیں کھلیں - وہ اب تک (ذوی الریاستین) کے ہاتھہ میں اسی طرح ایک عضو معطل تھا ' جیسا کہ عرصے تک (اکبر) بیرم کے ہاتھہ میں رہا تھا - اسکو اپنی بے خبری اور معطلی کے حس کے ساتھہ اُس طوفان ہلاکت کا بھی علم ہوا ' جو اہل بیت کی محبت اور امام رضا کی ولی عہدی کی بدولت اسکی طرف بڑھ رہا تھا -

تاریخ مشاہدے کا نام نہیں ہے ' بلکہ روایت کا ' اور پھر قرائن و تجسس ' ظنون غالبہ ' اور بحث و تعلیل کا - غور کرنا چاہیے کہ قدرتی طور پر (مامون) اس وقت کن خیالات سے دو چار ہوا ہوگا ؟ اور حفظ حکومت و نفس نے کن مصالح وقت کو پیش نظر کر دیا ہوگا ؟

وسیلۂ قتل ذوی الریاستین

اُس نے وہی کیا جو ہر شخصی حکمران ایسے موقعہ پر کرتا ہے - ایک جماعت باہر کے لوگوں کی (ذوی الریاستین) کے پیچھے لگا دی :

فدس جماعۃ علی الفضل ' فقتلوہ فی الحمام ثم اخذ ہم وقد مہم لیضرب اعناقہم فقالوا لہ : " انت امرتنا بذلک ' ثم تقتلنا ؟ " فقال لہم : " انا اقتلکم باقرارکم ' واما ما ادعیتموہ علی

پس مامون نے ایک جماعت فضل کے قتل کیلیے خفیہ لگا دی ' جنھوں نے اسکو حمام میں قتل کر ڈالا - پھر مامون نے قاتلوں کو پکڑوا بلوایا ' اور قتل کا حکم دیا - اسپر انھوں نے کہا کہ " خود آپ ہی نے تو ہم کو حکم دیا تھا کہ آپ قتل کردیں - جب اسکی تعمیل کی تو اب ہم کو الٹا قتل کیا جاتا ہے ؟ " لیکن مامون نے اس قانونی پیچ سے انکو چپ کرادیا کہ " تمھارا جرم تو

من انی امرتکم بذلک، فدعوی لیس لها بینة " ثم ضرب اعناقهم وحمل رؤسهم الی الحسن بن سهل وکتب یعزیه ویولیه مکانه -

ثابت ہے کہ خود قتل کا اقرار کرتے ہو - رہا میرا حکم دینا، تو یہ محض تمہارا دعوا ہے، جس کے لیے کوئی دلیل نہیں! " بہر حال انکو قتل کردیا اور انکے سروں کو حسن بن سہل کے پاس بھیجا اور فضل کے مرنے پر تعزیت کی اور اسکی جگہ اسکو مقرر کیا -

درحقیقت (مامون الرشید) کی اصلی حکومت اسی دن سے شروع ہوئی ہے، جس دن امام علی رضا نے اسکو ملک کی حالت سے باخبر کیا، اور یہ انکا حکومت مامونی پر ایک احسان عظیم ہے - کیونکہ اگر (ذوی الریاستین) تھوڑے دن اور زندہ رہتا، تو مامونی خلافت کا بالکل خاتمہ تھا -

بہر حال (مامون) نے ملکی شورش کا پہلا علاج تو ڈھونڈ لیا - اب اسکے بعد اس شورش کی علت اصلی، یعنی خلافت کا خاندان عباسی سے سادات میں منتقل ہونا، اور امام علی رضا کی ولی عہدی کا مسئلہ درپیش تھا -

حادثۂ شہادت امام رضا

مامون کو معلوم ہوگیا تھا کہ میں سادات کی دوستی کے ساتھہ کسی طرح تخت خلافت پر قائم نہیں رہسکتا - عباسیوں نے ابراہیم کے ہاتھہ پر بیعت کرلی ہے، اور اگر اسکو شکست دے بھی دیگا، جب بھی یہ فتنہ ایسا نہیں ہے جو پھر نہ ابھرے -

(ذوی الریاستین) کی قوت پر اسکو بڑا بھروسہ تھا، لیکن مجبوراً خود ہی اپنے ہاتھہ سے کھونا پڑا - پس اسکے سوا اب چارہ نہ تھا کہ عباسیوں کی خواہش کے آگے سر جھکا دیا جائے اور جس علت نے شورش پیدا کی ہے، اسکو دور کرکے تلافی مافات کی جائے -

سفر کرتے ہوے سنہ ۲۰۳ - میں (مامون) طوس پہنچا، اور چند دنوں کیلیے ٹھہر گیا کہ (ہارون الرشید) کی قبر یہیں تھی - حضرت امام علی رضا بھی اسکے ساتھہ تھے - دفعۃً بیمار ہوے اور دفعۃً انتقال کرگئے - موت کی علت مسموم انگوروں کا کھانا ایک مسلم واقعہ ہے -

مامون نے انکی وفات پر نہایت سخت ماتم کیا، یہاں تک کہ تین دن تک قبر کی مجاوری کی -

جنازے کے ساتھہ ننگے سر چلکر مشایعت کی اور حکم دیا کہ (ہارون الرشید) کی قبر کھود کر اسی میں انکو دفن کیا جائے، تاکہ انکی برکت سے رشید کی مغفرت ہو -

خاندان اہل بیت کے مشہور مداح (دعبل) نے اسی واقعہ کی نسبت ہجو لکھی تھی :

ما ینفع الرجس من قرب الذکی، ولا
علی الذکی بقرب الرجس من ضرر

واقعات کا یہی حصہ ہے، جہاں پہنچکر مامون کا دامن مشتبہ ہوجاتا ہے، اور قرین قیاس و عقل معلوم ہوتا ہے کہ اس نے جو سیاست (ذوی الریاستین) کے ساتھہ برتی تھی، وہی امام علی رضا کے ساتھہ برتنے پر مجبور ہوگیا ہو -

یہ تو یقینی ہے کہ عباسی شورش کے بعد (مامون) کے اس طرز عمل میں پورا تغیر ہوگیا تھا جو اس سے پہلے سادات و علویین کے ساتھہ تھا - شعار علویین (لباس سبز) کے اختیار کرنے میں اسکا اہتمام بلیغ اوپر گذرچکا ہے - جب سنہ ۲۰۴ - میں خراسان سے بغداد پہنچا، تو خود اسکا اور اسکے ساتھیوں کا لباس سبز تھا - جو لوگ دربار میں آتے تھے، وہ بھی سبز لباس ہی پہنے ہوتے تھے -

آٹھہ دن تک یہ حالت قائم رہی، لیکن جب اس نے دیکھا کہ عباسی اس بارے میں اعتراض کررہے ہیں، تو معاً حکم دیدیا کہ لباس بالکل بدل دیا جائے اور وہی پرانا عباسی شعار، یعنی سیاہ رنگ کے کپڑے سب پہن لیں !

واقعہ کا دوسرا پہلو

— * —

یہاں تک ہم نے جو کچھہ لکھا، وہ (مامون) کی شرکت قتل کے قرائن اور قیاسات تھے، جنکو سادہ و قدرتی ترتیب کے ساتھہ ہم نے پیش کردیا -

لیکن اسکے ساتھہ ہی ایک دوسرا پہلو بھی تاریخی وسعت، اور قرائن عقلی کی قوت، دونو چیزیں رکھتا ہے، اور انصاف کے خلاف ہے کہ اسکی طرف سے آنکھیں بند کرلی جائیں -

(مامون) مصلحت وقت کی وجہ سے مجبور ہوگیا تھا - امام علی رضا کا دشمن نہ تھا - لیکن تمام عباسی تو ولی عہدی کے بعد سے قطعی انکے جانی دشمن ہوگئے تھے - پھر کیا عجب ہے کہ انکے اور مامون کے مخالفین نے خود کوئی سازش کی ہو، اور انگور میں زہر ملا کر دیدیا ہو ؟

جو مورخین (مامون) کی شرکت قتل کے مخالف ہیں، وہ اسی پر زور دیتے ہیں کہ مخالفین مامون و حضرت رضا نے ایک سازش کرکے یہ معاملہ انجام دو -

مخالفین الزام قتل

انکے دلائل کی وسعت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا - سب سے زیادہ قدیم راے اس بارے میں مورخ یعقوبی مشہور بہ (ابن واضح کاتب عباسی) کی ہے - وہ تیسری صدی کا مشہور مورخ ہے، اور عہد مامونی کے تمام واقعات خود اس عہد کے لوگوں سے روایت کرکے بیان کرتا ہے - اسکا بیان ہے کہ یہ سازش (علی بن ہشام) نے کی تھی - مامون کو اس سے کوئی تعلق نہیں تھا -

(ابن اثیر) بھی اس واقعہ سے انکار کرتا ہے، اور بعد کو جتنی تاریخیں لکھی گئیں، سب میں شرکت مامون کے خیال کو (قیل) کے ساتھہ لکھا ہے، اور اسکی صحت پر زیادہ زور نہیں دیا ہے -

(یعقوبی) کی شہادت کو اس لیے قوی سمجھا جاتا ہے کہ وہ بظاہر شیعیت کی طرف مائل نظر آتا ہے - ڈاکٹر اڈورڈ ماندیک (جو ایک بے طرف اور مسیحی مصنف ہے) اکتفاء القنوع میں لکھتا ہے : " کان یمیل فی عرضه الی الشیعة، دون السنیه " - قرب عہد اور تقدم زمانہ اسپر مستزاد ہے -

البتہ متاخرین میں (فخر الدین ابن الطقطقی) نے زیادہ پھیلاکر اور ایک حد تک قوی لب و لہجہ میں اس الزام کو لکھا ہے - لیکن اسکی نسبت مخالفین الزام کہہ سکتے ہیں کہ وہ عباسیہ کا سخت مخالف تھا - حتی کہ قتل معتصم اور فتنۂ تاتار و بربادی بغداد کے واقعہ پر بھی چنداں متاسف نہیں -

حاصل تحقیق و تنقید

پس ایسی حالت میں سچ یہ ہے کہ کسی خاص پہلو کو ترجیح دینا مشکل ہے - واقعہ کی نوعیت اور اسکے گرد و پیش کے حالات اس طرح کے ہیں کہ (مامون الرشید) کا پوزیشن مشتبہ ضرور ہے - اور ساتھہ ہی یہ بھی ممکن ہے کہ عام مخالفین امام نے یا بقول (ابن واضح) علی بن ہشام نے ایسا کیا ہو -

بہر حال کوئی قطعی راے بحالت موجودہ نہیں دی جا سکتی - ہمارے نزدیک دونوں پہلو ممکن الوقوع ہیں -

بحالت موجودہ هم نہيں سمجهتے كہ با هم دگر الزام دهي ميں كيوں وقت ضائع كريں ؟ اگر (مامون) سے في الحقيقت يہ جرم سرزد هوا تو الله كي عدالت كهلنے والي هے اور وهاں آپكي يا ميري وكالت كي ضرورت نہيں - اگر نہيں هوا تو بخشدو اور بهول جاؤ - ملاعنۂ روسيہ كے مظالم كي ٹيس اس واقعہ كے ياد كرنے پر موقوف نہيں - آج جو كچهہ هو رها هے ' جب اس سے هميں عبرت حاصل نہيں هوتي ' تو كل جو كچهہ گذر چكا هے ' اسكے دهرانے سے كيا فائدہ ؟

جس وجود مقدس كي ولي عہدي كي تبريك ميں (ابو نواس) نے يہ اشعار كہے تهے ' آج اسكي قبر مبارك كا گنبد شكستہ هو چكا هے اور تمام اسلامي دنيا خاموش هے -

مطهرون نقيات جيوبهم
تجري الصلوة عليهم اينما ذكروا
من لم يكن علويا حين تنسبه
فما له في قديم الدهر مفتخر
الله لما برى خلقا فاتقنه
صفاكم و اصطفاكم ايها البشر
فانتم الملاء الاعلى ' وعندكم
علم الكتاب و ماجاءت به السور

انجمن هلال احمر قسطنطنيہ
كي رسيد

متعدد مقامات سے بكثرت خطوط اس مضمون كے آئے هيں :

" هم نے چندہ هلال احمر كا روپيہ جمع كركے بعض صاحبوں كے سپرد كيا انهوں نے بيان كيا كہ براہ راست قسطنطنيہ روانہ كر دينگے - اب وہ ايك چهپي هوئي رسيد دكهلاتے هيں ' اور كہتے هيں كہ يہ انجمن هلال احمر قسطنطنيہ سے آئي هے ' مگر هم لوگوں كو اطمنان نہيں - كوئي ايسي شناخت بتلائي جاے ' جس كے ذريعہ اصلي رسيد كو پہچان سكيں "

(الهلال)

شناخت كيا بتلائي جاے - انجمن هلال احمر قسطنطنيہ كي ايك رسيد كا بجنسہ عكس چهاپ ديا جاتا هے - اسے ديكهہ ليجيے اور خدا را مشتبہ اور خدشے كے مواقع سے بچيے :

انجمن هلال احمر قسطنطنيہ كي رسيد

اصلي رسيد اس عكس سے طول و عرض ميں دگني هے - وہ نہايت قيمتي طباعت كا نمونہ هے ' اور جس طرح بينك كي چك بكوں ' يا كرنسي نوٹ پر مختلف رنگوں كي نقاشي هوتي هے ' اسي طرح كي چهپي هوئي هے - چاروں طرف چهوٹے چهوٹے سرخ هلالوں كي جدول هے - اندر كي سطح هلكے آسماني رنگ كي ' اور وسط ميں سرخ دائرا هلال كے اندر هلال احمر كے دو الفٹيروں كي تصوير هے - سطح كے اندر سفيد حرفوں ميں "عثماني هلال احمر جمعيتي" نماياں نظر آتا هے ' اور بالعموم صدر جمعية يا مفتش كے اسپر دستخط هوتے هيں -

جو رسيديں آپكو دكهلائي گئي هيں ' انكو بغور ديكهہ ليجيے - اگر ايسي نہيں هيں تو فوراً دفتر الهلال ميں اطلاع ديجيے - يہاں مشتبہ اشخاص و ذرائع كي فہرست مرتب هو رهي هے ' اور بذريعۂ خط و كتابت تنبيہ و تهديد كا سلسلہ جاري -

مظالم بلقان

مظالم كا بوٹ

همعصر انگلشمين كا نامہ نگار لندن لكهتا هے :

" جيسا كہ ميں بارها اپنے خطوط ميں لكهہ چكا هوں " آرمينيا كے معروضہ مظالم كي وجہ سے مسٹر گليڈسٹون كي بدولت تمام يورپ گونج اٹها تها ' اور تركوں كو ملامت كررها تها - حالانكہ انكا بڑا حصہ تو خود بلغاريا كي ايجاد تهي ' اور كچهہ نہايت روشن اور بے شرم مبالغہ و اغراق - ليكن يہي مظالم كا بوٹ جب دوسرے پير ميں آگيا تو ريڈيكل پارٹي كے پاس اسكے ليے ايك لفظ بهي نہيں تها !

سر ايڈورڈ گرے نے ديدہ و دانستہ ان قتلہاے عام كي بابت همارے قونصل كي ربورٹ كو دبا ديا هے - لارڈ مارلے انكے اس فعل كي تصديق ميں كہتے هيں : " اس قسم كے مدفون واقعات كو آكهاڑنا (گو وہ صحيح هي كيوں نہ هوں) جذبات كو تلخ كرنا اور صلح كو نا قابل حصول بنانا هے " مگر مسٹر گليڈسٹون نے قونصل كي ربورٹ كو دبا دينا تو دركنار (اور اگر دباتے بهي تو كيا دباتے؟ انكے پاس كوئي ربورٹ هي نہ تهي) صوفيا اور ترلوا كے قصوں پر اعتبار كرايا تها ' اور يہي فرضي قصے تهے جنهوں نے كنسرويٹو پارٹي كو صرف اسواسطے اكهاڑ پهينكا كہ وہ تركوں كي حامي "

راقم خط اس زمانے ميں ڈينيوب ميں تها - اسكے بعد تركي اور بلغاريا كا سفر كيا - اس بناء پر بذات خود تركوں كے خلاف معروضہ الزامات تكذيب كے كيليے سند و شہادت ركهتا هے -

تلخيص جرائد عثمانيہ

ايك معركہ شديد

ميدان جنگ سے آئے هوے تاروں سے معلوم هوتا هے كہ گيلي پولي كے قريب ايك شديد معركہ هوا ' جسميں ميدان عثماني فوج كے هاتهہ رها -

اكسا ميلا ميں دشمن كو شكست

اكسا ميلا (واقع گيلي پولي) ميں بلغاري قوت اسقدر كمزور هوگئي كہ تاب مقابلہ نہ لاسكي - ايك شديد معركے ميں سخت شكست كهاكے كاروں سے با لكل چلي گئي هے -

جب سے دشمن كي فوج سامنے سے هٹي هے ' عثماني فوج كي پيشقدمي گيلي پولي سے شمال كي طرف برابر جاري هے -

ايك خونريز معركہ

حال ميں جنوب چركس كوئي ميں عثماني اور بلغاري فوج كے تفتيش كن حصوں ميں ايك خونريز اور هولناك رن پڑا - جنگ برچهوں اور سفيد هتهياروں سے هوا كي - عثمانيوں نے دشمنوں كو اسكے فوجي مواقع (پوزيشنوں) سے نكالديا اور خود اس پر قابض هوگئے - دشمن كے نقصانات شديد تهے - آستانہ ميں آئے هوے تاروں سے معلوم هوتا هے كہ جتنے بلغاري شريك جنگ هوے' اسميں سے صرف دس بچے - باقي سب كام آئے - عثمانيوں كو غنيمت ميں بكثرت هتيار ملے -

انقلاب عثمانی

انجمن اتحاد و ترقی کی نئی وزارت ، انقلاب کے دوسرے دن

(۱) اسکیان افندی وزیر محکمہ پست و تلغراف
(۲) شیخ الاسلام
(۳) شاہزادہ سعید حلیم - پریسیڈنٹ پارلیمنٹ و وزیر خارجیہ
(۴) جلال بک وزیر معد نیات و زراعت
(۵) مارشل محمود شوکت پاشا وزیر اعظم و وزیر جنگ
(۶) ابراہیم پاشا وزیر عدالت
(۷) حاجی عادل بک وزیر داخلی
(۸) رفعت بک وزیر مال
(۹) نرد یا افندی وزیر پبلک ورکس

نصرت غیبی

مصطفی پاشا اور ایڈریا نوپل کے درمیان فوجی حملے کے سلسلے کو مکمل کرنے کیلیے بلغاریوں نے دریائے ماریسا پر ایک پل بنایا تھا - جس سے جنوبی اور شمالی محاذ کا سلسلہ باہم مل گیا تھا - بائسکل سواروں کا ایک فوجی دستہ وہاں متعین کیا گیا ، جو منتظر تھا که اگر ترک اپنے پرانے مورچوں پر قبضہ دینا چاهیں ، تو فوراً گولہ باری شروع کر دیں -

لیکن قدرت الہی نے ایک عجیب کرشمہ دکھلایا - قبل اسکے کہ ترک اس پل پر سے آنے والوں کے حملے کا نشانہ بنیں ، دریا ے ماریسا میں ایک شدید طغیانی پیدا ہوا ، اور نہایت تعجب اور حیرت کے ساتھ خود ترکوں نے دیکھا کہ پل ٹوٹ گیا ہے اور اسکے تختے پانی میں بہہ رہے ہیں !!

شهيد راه كشف و علم پرستي !

مكتشف قطب جنوبي

كپتن رابرٹ اسكاٹ

(۱) مسز اسكاٹ اپنے بچے كے ساتھ بيٹھي ہے (۲) مسز اسكاٹ اپنے شوہر كے ساتھ جہاز پر (۳) مسز اسكاٹ بے خبر بچے كو اسكے باپ كا نشان بتلا رہي ہے !

(۱) کیپٹن اسکاٹ

(۲) مسٹر اسکاٹ مع اپنے رفقائے سفر کے ، جو ان کے ساتھ راہ اکتشاف و علم پرستی میں شہید ہوے -

(۳) قطب جنوبی کی آقلیم برف کا ایک نظارہ - برف کی سطح پر خیمے اور انسان برف کے دیوتا سے لڑ رہا ہے -

مقالات

وثایق و حقایق

دیدۂ اعتبار

گوش سخن شنو کجا ' دیدۂ اعتبار کو ؟ ؟

(از جناب مراسلہ نگار ادیب - از لکھنو)

(۱)

ایک دن جبکہ میں (نظیر آباد) کے چوک سے گذر رہا تھا ' میں نے مستر والے کتب فروش کی دکان کے نیچے بیس تیس آدمیوں کا مجمع دیکھا - ایک بنگالی دکان اور اسکے پاس اسطرح راہگیروں کا جمع ہوجانا ' میرے لیے ایک سخت کشش رکھتا تھا - جب میں قریب پہونچا ' تو ان انسانی ستونوں کے درمیان سے پہلی شے ' جو مجھکو نظر آئی ' وہ پانی میں بھیگے ہوئے اور خاک آلودہ سیاہ بوٹ تھے - جب میں اس مجمع کے اندر داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک پیکر دیدہ خواری ' مجسمۂ سرمستی ' و وجود سرشاری ' سر سے پاوں تک کیچڑ میں نہایا ہوا ' عجیب مدھوشی میں سراگندۂ ذلت و رسوائی ' بیٹھا ہے ! !

میں نہیں کہہ سکتا کہ اس مجمع میں کتنے چشمہائے عبرت گیر اور کتنے دیدہ ہائے اعتبار تھے ؟ گوشت اور ہڈی کے پردہ کے اندر کا حال کون جان سکتا ہے ؟ ہاں البتہ اسقدر بتا سکتا ہوں ' کہ بعض چہرے متاسف ' بعض متبسم ' بعض ہاتھہ کف افسوس ملنے والے ' اور بعض تالیاں بجانے والے تھے ! !

اس قسم کے واقعات انسانی زندگی میں بہ کثرت پیش آتے ہیں ' لیکن ایک غلط انداز نظر کے بعد وقف فراموشی ہو جاتے ہیں -

آہ انسان کی غفلت پیشگی ' جو عصیان حیات کی اولین شراب ہے ! !

* * *

انگلستان کے شاہ چارلس اول کا قتل ' فرانس کے شاہ لوئی اور ملکہ کا ظالم و نعدی کے ہاتھوں مارا جانا ' سنہ ۱۷۸۹ - کے انقلاب کا ایک ایک واقعہ ' نپولین کے عہد عزت و اقبال کے بعد زمانۂ ذلت و ادبار ' اور دور کیوں جایئے ' آپکے لیے موجودہ ہندوستان کے خاک کا ایک ایک ذرہ اپنے اندر ایک عبرت رکھتا ہے ' جسکی چشم عبرت اندوز ' باز ' اور دیدہ عبرت پذیر ' بینا ہو ' ان سے سبق حاصل کر سکتا ہے -

قدیم لیڈروں کی قنوطیت اور کس مپرسی ' اور جدید مدعیان اصلاح کی آب و تاب اور ظفر مندی ' پھر ان نوخیز مصلحین کی زود پژمردگی کے آثار کا گذشتہ یونیورسٹی فونڈیشن کانفرنس کی اشک آلود آواز سے یہ مصرع پڑھنا :

حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے !

ان تمام عبرت آمیز باتوں کے ساتھہ ' بلقانی مسلمانوں کے مصائب و آلام کے افسانے ' غرضکہ ہندوستان ' آجکل ایک عبرت زار ہو رہا ہے - در و دیوار سے صداے عبرت آ رہی ہے ' فضاے عبرت چاروں طرف محیط ہے ' اور ہوا تک میں عبرت بسی ہوئی ہے :

ہر گل نو ز گلرخے یاد ہمی کند ولی
گوش سخن شنو کجا دیدۂ اعتبار کو ؟

* * *

لیکن با وجود اسکے بہت سی آنکھیں ہیں جو " علی ابصارہم غشاوہ " کا مصداق ہیں - ان پر غفلت کے غلیظ پردے پڑے ہوے ہیں ' اور وہ دیکھنے نہیں دیتے کہ گرد و پیش کیا ہو رہا ہے ؟ خواب غفلت کا زہر رگ رگ میں سرایت کر گیا ہے اور آلام و مصائب کے ظالم ہاتھہ اور ذلت و خواری کی بیدرد ٹھوکریں بھی بیدار نہیں کر سکتیں - لیکن جب ایک جسم خوابیدہ ایکطرف زور زور سے جھنجھوڑا جا رہا ہو اور دوسری طرف بے تکان ٹھکرایا جا رہا ہو ' اور اسپر بھی آنکھیں نہ کھولے ' تو جان لیجیے کہ وہ جسم خفتہ نہیں بلکہ لاش مردہ ہے اور اس غفلت کی موت کے لیے مناسب جگہہ ' دنیا کا بستر نہیں بلکہ ذلت کی وہ گور ہے ' جو ماضی کے ہاتھہ اسکے لیے کھود رہے ہیں ' اور مستقبل گمنامی کا پردہ اپنے ہاتھہ میں لیے منتظر ہے -

* * *

یہ چند اضطراری خیالات ہیں جو زبان قلم سے بے ساختہ نکل رہے ہیں ' اور جنکا حیز تحریر میں آنا ناگزیر - اسلیے کہ اگر دل و دماغ سے اٹھے ہوے اس طوفان تفکر کو کاغذ پر پھیلنے کی اجازت نہ دیجاے ' تو ایک حق پژوہ قلب کے ڈوب جانیکا سخت اندیشہ ہے -

(۲)

مضمون کی ابتدا ایک مشاہدہ سے کیگئی - شرابی کا افسانہ بیان کرنے سے مقصود ایک محسوس مثال دیکر " عبرت " کی ماہیت ذہن نشین کرنا تھا - " عبرت " منجملہ ان ہزاروں الفاظ کے ہے جو اگرچہ دن میں سو سو مرتبہ زبان پر جاری ہوتے ہیں ' لیکن دماغ پر ایک مبہم نقش اور نہایت دھندلا عکس پڑکر رہجانے کے سوا ' اور کچھہ نہیں ہوتا - تمام کلیات کا یہی حال ہے - سبب یہ ہے کہ کلیات (۱) کا وجود خارج میں نہیں ہوتا - " انسان " ایک ایسا وجود ہے کہ جسکو فلسفی کی نظر کے سوا چشم عالم تک نے از آدم تا ایندم نہیں دیکھا - انسان ' پیش نظر ہوتا ہے تو ہمیشہ زید و بکر اور اسی طرح کے دیگر اشخاص و جزئیات کی شکل میں -

" کلیات " جغرافیہ کے نقشوں کیطرح ہیں کہ گو ان کے ذریعہ سے معلومات عامہ میں اضافۂ خطیر ہوتا ہے ' لیکن کوئی متخیل شکل ذہن کے سامنے قائم نہیں ہوتی ' اور اسلیے ان اشیاء کے متعلق ایک طرح کی پراگندہ فہمی نفس پر طاری ہوکر رہجاتی ہے - اسکے بر خلاف جزئیات کی حالت ہے کہ وہ مثل تصویر کے ہیں ' جسکا اثر براہ راست ہمارے حواس پر پڑتا ہے اور اسطرح تخیل کی مدد سے حافظہ ایک ایک خط و خال کو محفوظ رکھہ سکتا ہے -

جو دماغ فلسفہ اور الہیات کے حقائق و مسائل کے پیچیدہ اور دشوار گذار راہوں سے آشنا ہیں ' وہ جانتے ہیں کہ محسوس امثال کی دستگیری و رہنمائی کیا معنی رکھتی ہے ؟ یہی وجہ تھی کہ مضمون کی بنیاد ایک محسوس واقعہ پر ڈالی گئی اور ایک تجربے کو پیشطاق بنایا گیا ' تاکہ خیال مبہم نہونے پاے ' اور جب عبرت

---

(۱) انسان ' درخت آفتاب ' کلیات کی مثالیں ہیں اور ' زید ' عمر ' اونچا خاص درخت ' جزئیات کی - ایک کلی ہمیشہ چند جزئیات کو محیط و متعاصر ہوتا ہے - (مدہ)

کا لفظ کان سنیں' تو معاً آنکھوں کے سامنے اسکی مجسم تصویر بھی پھر جائے -

* * *

مظاہر عبرت اسکے سوا اور کچھ نہیں کہ کسی لغزش یا فروگذاشت کے نتائج کی محسوس و مجسم مثالیں ہوں' اور عبرت سنجی اسکے علاوہ اور کچھ نہیں کہ ان مثالوں سے ہم متاثر ہوں - جب ہم ایک شرابی کو نالے میں پڑا اور اسکے گرد تماشائیوں کو جمع دیکھتے ہیں' تو ہم در اصل شرابخواری کے چند نتائج محسوسہ مشاہدہ کرتے ہیں' اور انکے دیکھنے سے اولاً نفس پر یہ اثر پڑتا ہے کہ حزن و رحم کے مرکب جذبے کو جنبش ہوتی ہے اور اسکے بعد شراب کی طرف سے ایک طرح کی نفرت پیدا ہو جاتی ہے - رفتہ رفتہ انھیں ان جذبات پر تیرتی ہوئی ساحل قلب تک جا کر ٹکراتی ہے اور "میں شراب ہرگز ہرگز نہ پیونگا" کی ذہنی اور غیر محسوس آواز سے گوشۂ دل گونجنے لگتا ہے -

یہی عبرت پذیری کی آخری منزل ہے - یہاں پہونچکر وہ نفرت کی ایک متعین اور مستقل شکل بن جاتی ہے -

مگر عبرت پذیری کے بہ لحاظ استعداد نفس' مختلف مدارج ہیں اور ان مدارج و مراتب کا تعین نتائج مذکورہ کے اس اثر کے لحاظ سے ہوتا ہے' جو ہمارے نفس پر مترتب ہوتا ہے - کبھی تو اس اثر کا ظہور ہمارے اعمال و کردار میں اسطرح ہوتا ہے کہ ہم شراب سے عملاً سخت پرہیز کرنے لگے ہیں' اور کبھی یہ نقش نفرت اسقدر گہرا بیٹھ جاتا ہے کہ شراب کا تصور چہرۂ تنفر اور پیشانیے اجتناب کے آثار پیدا کر دیتا ہے -

خلاصہ یہ کہ عبرت کے اجزاے ترکیبی یہی چند جذبات ہیں اور عبرت سنجی ایک فطری ملکہ ہے جو ہم میں ودیعت ہے - دوسرے قوی کیطرح یہ بھی عدم مشق سے ضعیف ہو جاتا ہے اور کثرت مشق سے قوی و قوی تر ہو جاتا ہے پس ہزار افسوس ہے کہ اس مفید اور بہادر قدرتی قوت کی مشق کے مواقع بہ کثرت موجود ہیں' لیکن ہم غافل ہیں - مکدر کی جوزی سامنے رکھی ہے' لیکن کھانے سے دونوں ہاتھ باندھ دیے ہیں!

یہ نکتہ ملحوظ خاطر رہے کہ عبرت پذیری صرف دوسروں کی غلطیوں سے نصیحت و سبق حاصل کرنے ہی کا نام نہیں ہے' بلکہ خود اپنی غلطیوں سے متاثر و متنبہ ہونا بھی اسمیں شامل ہے - ہر مصیبت' اور ہر وقت' خواہ اسکا مظہر دوسرا شخص ہو یا ہم' خود اپنے اندر' دیدۂ اعتبار کیلیے ایک پیغام عبرت رکھتا ہے -

(۳)

مثلاً آجکل کے تازہ ترین مناظر عبرت اور میں قومی ریاست اور پیشوائی کا عزل و نصب بھی ہے -

اکبر کے تخت حکومت پر بیٹھنے سے قبل لیڈری کی باگ قباؤ دستار کے ہاتھ میں تھی' ہر چند کبھی کبھی متعصبات وقت' تاج و تخت کو دست اندازی کرنے پر مجبور کر دیتے تھے - اکبر کے تخت نشین ہونے کے بعد پانسہ پلٹا' اور (ابو الفضل) کی صرف کی مدد سے عنان تحکم کچھ عرصہ کیلیے مذہب کے ہاتھ سے نکلکر سلطنت کے ہاتھ میں آگئی - شکست خوردہ جماعت نے ہر چند کوشش کی' لیکن دست حکومت کی گرفت مضبوط تھی -

سترھویں صدی عیسوی کے نصف النہار پر پہونچنے کے بعد ایک زمانہ آیا کہ تاج و دستار میں مصالحت ہوئی اور آپسمیں ایسا پیار اور اخلاص بڑھا کہ باگ کا ایک تسمہ تاج نے پکڑا اور دوسرا دستار کے ہاتھوں میں نظر آنے لگا - یہ دیکھکر مرہٹی آزمندی کے منہ میں پانی بھر آیا' اور تاریخ شاہد ہے کہ مرہٹی ہاتھ نے ایک ایسا گستاخانہ جھٹکا دیا کہ لیڈری کی باگ دولت مغلیہ کی سفید چٹکیوں سے نکلکر مرہٹی سیاہ ہتیلی میں پہونچگئی - عین اسوقت ہم چند یورپین ہاتھوں میں پنجہ بازی ہوتے دیکھتے ہیں کچھ عرصہ کے بعد فرانسیسی ہاتھ زیر اور انگریزی ہاتھ زبر نظر آنے لگتا ہے اور چشم زدن میں مرہٹی ہاتھ کو ہٹا کر عنان حکومت پر قبضہ کر لیتا ہے -

اتنے میں ایک بڑے سر والا شخص آتا ہوا معلوم ہوتا ہے - یہ قریب پہونچکر جھک کے سلام کرتا ہے - قابض ہاتھ' باگ پکڑنے کا اشارہ کر دیتا ہے - اس نیک مرد کے چلے جانے کے چند اور لوگ آتے ہیں (اس عہد کی ہسٹری سے آپ خود بخوبی واقف ہیں) اور پہلے شخص کی انگلیوں کے نشان پر اپنی انگلیاں جما دیتے ہیں -

لیکن بعض جوانان تند خو' باگ کو قابض ہاتھ کے بالکل قریب مگر بہ لحاظ ادب' اوپر سے نہیں بلکہ نیچے سے پکڑنا چاہتے ہیں - یہ حرکت اس ہاتھ کو اور انز زیر دست عنان گیروں کو سخت نا گوار گذرتی ہے -

اس سین پر خاتمہ کا ڈراپ سین ابھی نہیں پڑا ہے اور دنیا شوق آلود نظروں سے ٹکٹکی باندھے تماشہ دیکھ رہی ہے -

* * *

اب اگر آپ عہد بہ عہد کے لیڈروں کی فہرست کو' عام اس سے کہ وہ صاحبان دولت و حشمت ہیں یا ارباب علم وفضل' اٹھاکر ملاحظہ فرمائیں' تو ہر لیڈر کے نام کے سامنے ذاتی اوصاف' خصائل و فضائل' کے کالم لمبے نظر آئیں گے اور منجملہ دیگر اوصاف حمیدہ کے مندرجہ ذیل صفات مشترک و متواتر پائی جائیں گی -

(۱) حق پرستی (۳) خلوص

(۲) انہماک (۴) سرفروشی

اس فہرست میں تمام لیڈر گو دیگر اوصاف کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہوں لیکن ان صفات میں یکسر متحد تھے - فی الحقیقت یہی فضائل اربعہ وہ عناصر اربعہ ہیں جنسے ایک حقیقی لیڈر کے کیرکٹر کی ترکیب ہے -

اسکے بعد فہرست ہذا کے دوسرے کالم پر نظر ڈالیے' تو آپکو "معائب و رذائل" کا عنوان نظر آئیگا اور اس کالم کے نام کے مقابل' اسکے معائب و قبائح درج ہونگے - اس کالم میں اور سب عیب لکھے ہونگے لیکن یہ نہونگے -

(۱) امانت شکنی (۳) غرضمندی

(۲) بد دیانتی

ایک حقیقی لیڈر کا اخلاق ان متعفن اور زہریلے رذائل ثلاثہ سے ہمیشہ پاک ہوگا -

اس کے ساتھہ ہی یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ لیڈر کی صرف پبلک زندگی موضوع تنقید و احتساب ہو سکتی ہے' اسکی پرائیوٹ زندگی سے تعرض نہیں کیا جاتا - اور لیڈروں کے رذائل و معزولی کے اسباب انکی پرائیوٹ زندگی کے معائب کبھی نہیں ہوتے' بلکہ ہمیشہ انکی پبلک زندگی کے نقائص - آجکل کے روبہ عزل و تنزل لیڈروں کو بھی انکی پرائیوٹ زندگی کے معائب نے نہیں' بلکہ پبلک زندگی کے رذائل ثلاثہ نے سرنگوں کیا ہے - دیدۂ اعتبار کے لیے یہی مقام عبرت ہے -

لیکن عبرت کیلیے یہ اعتقاد نہیں ہونا چاہیے کہ ایک شخص ٹھوکر کھاکر گر پڑے تو پھر اٹھکر چلنا گناہ ہے - نہیں' اگر باقتضاے بشریت پائے اخلاق کو لغزش ہوگئی' تو مضایقہ نہیں - اصلاح کی کوشش کیجیے اور اپنے اندر فضائل اربعہ پیدا کیجیے'

اور رذائل ثلاثہ کا ازالہ کیجیے - کیونکہ بغیر اسکے ایک مشت خاک لیڈر نہیں بن سکتا -

جو بد دیانتیاں اسوقت منظر عام پر آچکی ہیں ' انکو چاہیے کہ اپنے دلمیں منفعل ہوں ' توبہ کریں ' آیندہ اصلاح کا عزم جازم کریں - اور جو سرائر ابھی پردۂ نمایش کے اندر مخفی ہیں ' انکے لیے بھی سبق عبرت حاصل کریں ' اسلیے کہ خیالات فاسدہ کے ہاتھوں انکو بھی روز بد دیکھنا پڑیگا - واللہ مخرج ما کنتم تکتمون -

" لیڈر " کچھہ زید ' عمر ' بکر ' کا نام نہیں ' بلکہ عبارت ہے صفات مذکورہ کے مجموعہ سے - فطرت انسانی ہر اُس شخص کو لیڈر ماننے کے لیے طیار ہے ' جسکے اندر خصائل اربعہ مجتمع ہوں ' اور اسکی ذات رذائل ثلاثہ سے پاک ہو -

سر (آغا خاں) ہوں یا سر (علی محمد خاں) ' (کامریڈ) ہو یا (الہلال) - کوئی ہو ' ہم اُسی شخص کو لیڈر تسلیم کرینگے جو مندرجۂ ذیل شرائط پوری کرے -

(۱) حق پرستی میں استقلال ہو - دولت و جاہ ' عظمت و اقتدار ' حرص مال ' ہوس القاب ' غرضکہ کوئی دنیاوی ترغیب ' دامن صداقت چھڑا دینے میں کامیاب نہو -

(۲) قومی کاموںمیں تن آسانی اور آرام طلبی کو جگہ نہ دیجائے اور کامل جانفروشی کے ساتھہ قومی مفاد حاصل کرنے کی کوشش کی جائے -

(۳) خلوص کے جعلی اظہار ' اور مصنوعی انہماک سے سخت پرہیز کیا جائے - یاد رکھنا چاہیے کہ مصنوعی انہماک اور جعلی خلوص ' جعلی نوٹ کیطرح ایک دن ضرور پکڑے جائینگے - اسلیے کہ جسطرح جعلی نوٹ چلانے والے کی آواز میں خوف پنہاں ' اور ہاتھہ کی حرکت میں ایک غیر محسوس رعشہ پوشیدہ ہوتا ہے ' اسیطرح جعلی خلوص والی ' اور مصنوعی انہماک آرائی اپنے اندر مکر اور فریب کی کھٹک رکھتی ہے ' جسکو دیدہ وری اور ژرف نگاہی کی آنکھہ جلد سے جلد محسوس کرلیتی ہے ' اور اس سے چھپ نہیں سکتی -

(الہلال)

ہمارا مدت سے ارادہ تھا کہ الہلال میں ایک باب کسی ایسے عنوان کا رکھیں ' جسکے نیچے متفرق طور پر ہر طرح کے خیالات ' جو ایک مطالعہ دوست و صاحب فکر دماغ میں ہمیشہ گذرتے ہیں ' اور کسی مستقل مضمون کی صورت میں جمع نہیں کیے جاسکتے ' شائع ہوں -

مختلف امور کے متعلق بیسیوں ایسے خیالات ہمارے دماغ میں گذرتے ہیں ' جنکو اگر قلمبند کیا جائے تو موجب بصیرت ہوں ' لیکن ضائع جاتے ہیں - کتابوں کے مطالعہ کے وقت آرا و معلومات کو جنبش ہوتی ہے ' اور اگر متفرق نوٹوں کی صورت میں اسکا ما حصل محفوظ ہو جائے ' تو اکثر حالتوں میں مفید ہو ' مگر ایسا نہیں ہوتا - (وثائق و حقائق) کی سرخی اسی غرض سے ہم نے قائم کی ہے -

بعض چیزیں کمپوز کرنے کیلیے دینا چاہتے ہے کہ یہ مضمون پہنچا - جذبۂ عبرت پذیری پر (گویا مکمل اور سرسری طور پر) مگر چھے لفظوں میں اظہار خیالات تھا - اسلیے اسی کو اس عنوان کے نیچے بطور خیال درج کر دیا گیا ' کہ کسی خاص سلسلۂ و ترتیب سے مربوط نہ تھا -

اس مضمون میں دو خیال ایسے ظاہر کیے ہیں ' جنسے ہم متفق نہیں - ایک مضمون کے تیسرے کالم میں یہ خیال کہ " لیڈری

انتقاد

— * —

مطبوعات اردو

— * —

نہایت شرمندہ ہیں کہ ریویو کیلیے کتابیں بکثرت آتی رہیں لیکن ہم نے اجتک ایک لفظ نہیں لکھا - بعض حضرات کی شکایتیں اس بارے میں سوء ظن تک پہنچ گئی ہیں ' مگر اپنی مجبوریوں کو کیا کریں ؟

سب سے پہلی بات یہ کہ الہلال کے پیش نظر جو نمونے ہیں ' وہ ہندوستان سے باہر کے ہیں - جب احباب اپنی عزت افزائی سے تعریف کرتے ہیں ' تو ہم اپنے دل میں شرمندہ ہوتے ہیں کہ اٹھہ دس صفحوں میں چند ادہر ادہر کے مضامین شائع کردینے کے سوا اور اسمیں ہونا ہی کیا ہے ؟ یورپ کے رسائل کو چھوڑ دیجیے ' تو از کم ٹرکی کے بعض ترقی یافتہ رسائل کی ضخامت اور تنوع مضامین کا مقابلہ تو کر سکتا - لیکن ساتھہ ہی ہمیں یاد آ جاتا ہے کہ اُن رسائل کی قیمت کتنی ہے ' اور کتنا وسیع حلقۂ اشاعت اپنے ساتھہ رکھتے ہیں ؟

این نسبت کہ صحراے سخن جادہ ندارد

وارون روش کج نظری را چہ کند کس ؟

ان حالات کی وجہ سے اگر کتابوں پر ریویو کا صفحہ بھی ہمیشہ الہلال میں رکھا جائے تو اور ضروری مضامین کیلیے جگہ کہاں سے آئے ؟

پھر اس سے بھی بڑھکر دقت یہ ہے کہ ابتداے عمر سے " ریویو " کو " تقریظ و مدحت سرائی " کا مرادف سمجھہ لیا ہے ' اور جب کبھی کوئی چیز اخباروں میں ریویو کیلیے بھیجی جاتی ہے ' تو مقصود یہی ہوتا ہے کہ اسکی تعریف کی جائے - فقہا کا اصول ہے کہ " اصل ہرشے کی اباحت ہے تا وقتیکہ کوئی شے عارض حرمت نہو " اسی طرح اخبارات نے بھی یہ اصول قرار دے لیا ہے کہ " اصل

[بقیہ پہلے کالم کا]

کی ڈاک کا ' تاج سلطنت اور دست علما میں مشترک طور پر آنا ' مرہٹی اقتدار اور زوال دولت مغلیہ کا سبب ہوا "

اس سے مقصود (اورنگ زیب) کا ابوالمظفر ہے - مگر یہ خیال صحیح نہیں ' واقعات تاریخی کے خلاف ہے ' نیز زوال دولت سے اسے کیا تعلق ؟ - والقصہ بطولہا -

نیز لکھا ہے کہ " لیڈر کی صرف پبلک زندگی زیر احتساب ہو سکتی ہے ' نہ کہ پرائیوٹ " ایک لحاظ سے تو یہ صحیح ہے - قرآن کریم نے بھی سورۂ (حجرات) میں فرمایا ہے کہ " ولا تجسسوا " تجسس نہ کرو - لیکن اس سے ایک اصولی غلط فہمی بھی پیدا ہوتی ہے - ہمارا ذاتی اعتقاد یہ ہے کہ " لیڈر " کیلیے اولین شے یہ ہے کہ اسکی زندگی اپنے تمام اعمال ظاہر و باطن حتی کہ جزئیات حیات میں بھی قوم کیلیے ایک نمونہ ہو - پس جو شخص اپنے آپ کو اس حیثیت سے پیش کرتا ہے ' ضروری ہے کہ اسکی زندگی میں کوئی راز نہو ' اور اسکی پرائیوٹ لائف بھی ایک کھلا صفحہ ہو - قوم کو حق حاصل ہے کہ وہ صرف استیج ہی پر نہیں ' بلکہ اسکے گھر میں بھی اسکا تعاقب کرے - ہمارے سلف صالحین نے پیشوائی کے یہی معنی ہم کو سمجھائے ہیں -

فکاہات

—•—

یونیورسٹی فونڈیشن کمیٹی کا اجلاس لکھنؤ

۲۸ - دسمبر - سنہ ۱۹۱۲ء

یہ فیض ہے جماعت "احرار" کا ضرور * اب قوم کو جو شخص پرستی سے عار ہے
آزادیِ خیال کا جو کچھ کہ ہے اثر * یہ سب اُنھی کی فیض کا منت گذار ہے
لیکن یہ دیکھنا ہے کہ یہ عزم، یہ ترنگ * ہے دیرپا، کہ جوشِ جنون بہار ہے؟

* * *

اب کے جو لکھنؤ میں دکھایا گیا سماں * سچ پوچھیے تو مضحکۂ روزگار ہے
دیکھا یہ میں نے دن، کہ ہر اک گوشۂ بساط * میدانِ رزم و عرصہ گہ گیر و دار ہے
غل ہے کہ وہ "مقدّمة الجیش" آگیا * اب انتظار فوج یمین و یسار ہے
احرار کی صفوں کی صفیں ہیں جمی ہوئیں * مجلس تمام، عرصہ گہ کارزار ہے
اسٹیج پر ہر ایک بپھرتا ہے اسطرح * گویا حریف رستم و اسفندیار ہے
ہات اٹھ رہے ہیں، یا علم فتح ہے بلند * چلتی ہوئی زبان ہے، یا ذوالفقار ہے
ہر نوجوان ہے نشۂ آزادگی میں مست * جو ہے وہ حُریت کا سر پُر خمار ہے
احرار کہہ رہے ہیں: "نہ مانینگے ہم کبھی * ونٹو کا ویسرائے کو کیا اختیار ہے؟
الحاق اگر نہیں ہے تو ہر سعی ہی عبث، * مسلم کا لفظ خاص ہمارا شعار ہے"
ہیں والیانِ ملک، کہ تھے زیبِ انجمن * سب دم بخود سے تھے کہ یہ کیا خلفشار ہے؟

* * *

یا صبح دم جو دیکھیے آکر تو بزم میں * نے وہ خروش و جوش نہ وہ گیر و دار ہے
ٹوٹی ہوئی صفیں ہیں، علم سرنگوں ہیں سب * بازوے تیغ گیر جو تھا، رعشہ دار ہے
"سازش" کا ایک جال بچھایا ہے ہر طرف * ہر شخص اُسکی فکر میں مصروف کار ہے
سرمستیاں ہیں دور قدح ہائے راز کی * ہر شخص "حکمتِ عملی" کا شکار ہے

* * *

جو بات کل تلک سبب ننگ و عار تھی * وہ آج باعث شرف و افتخار ہے
جس بات پر کہ نعرۂ تکبیر بلند تھے * اب وہ قبول خاطر ہر ذی وقار ہے
کل کہہ چکے ہیں کیا؟ یہ نہیں اب کسی کو یاد، * اب نکتہ ہائے رزلی پر مدار ہے
خود آپ اپنے ہات سے کھائی ہے، گو شکست * کہتے ہیں پھر، "یہ فتح مبین یادگار ہے"

* * *

حیران ہیں عوام کہ کیا ماجرا ہے یہ؟ * یہ کیا دو رنگیِ چمن روزگار ہے؟
"احرار" کا طریق عمل ہے اگر یہی * پھر کامیابیوں کا عبث انتظار ہے

(انشاء)

سوٹ ایبل سلف گورنمنٹ

Suitable Self Government.

—:•.—

کل کہہ رہی تھی اینٹک بہ احرار قوم سے: * "جو جو بلائیں سر پہ پڑی تھیں وہ ہٹ گئیں
اب قید "سوٹ ایبل" سے ہو کب دیکھیے نجات * وہ بیڑیاں تو خیر کسی طرح کٹ گئیں"

"متین اللہ" اور "جوش محمد"

اعتدال آپ نے پایا ہے نہ آئیگا کبھی * آپ کی طرح سے مجھکو بھی یہی کھٹکا تھا
یہ تو ہونا ہے کہ اچھلے گی اُسی زور سے اب * آپ نے قوم کو جس زور سے دے پٹکا تھا

(نقاد)

نقد اور ریویو کی مدح ہے ' تا وقتیکہ ہمارے اغراض ذاتی کے منافی نہو "

یہ اصول خواہ کتنا ہی قابل دم ہو ' مگر اسمیں شک نہیں کہ آسان بہت ہے - کتابوں کا ڈھیر سامنے رکھا ' اور رسمی الفاظ مدح و تحسین تقسیم کرتے گئے -

کاش اس آسانی اور سہل کاری سے ہم بھی فائدہ اٹھا سکتے - مگر افسوس کہ ہمارے لیے ہر کام میں دقتیں ہی ہیں - ہم چاہتے ہیں کہ جسقدر کتابیں ریویو کیلیے آئیں ' جب تک انپر ایک کافی نظر نہ ڈال لیں ' اور شناسانہ راے دہی کیلیے مستعد نہو جائیں ' ایک لفظ حوالۂ قلم نہ کریں - ریویو نویس درحقیقت پبلک کی طرف سے بہت بڑی ذمہ داری اپنے سر رکھتا ہے - وہ لوگوں کو مشورہ دیتا ہے کہ فلاں کتاب کا مطالعہ کریں ' اور فلاں اخبار خریدیں - پس بہت ضروری ہے کہ یہ مشورہ پوری امانت داری اور دیانت پرورش کے ساتھہ ہو ' کہ " المستشار موتمن "

لیکن اسکے لیے بڑا وقت چاہیے - جن لوگوں کو اپنے کتب خانے کی تازہ ترین اور جدید الاشاعۃ ذخیرۂ علوم کے مطالعہ کا موقعہ نہیں ملتا ' وہ آجکل کے اردو پریس کی نکلی ہوئی مطبوعات کے مطالعہ کیلیے کہاں سے وقت لائیں ؟

ممکن تھا کہ یہ کام ہم کسی اور صاحب کے حوالے کر دیتے ' مگر اول تو ابھی دفتر خود ہی قحط الرجال کا مرثیہ خواں ہے ' پھر ڈرتے بھی تے کہ الہلال میں جو کچھہ نکلیگا ' وہ ہماری طرف منسوب ہوگا اور کتابوں کی نسبت نہیں معلوم کیسی راے قائم کی جاے اور کیا لکھدیا جاے !

ایک یورپ کے اخبار و رسائل ہیں ' جنکو علم و فن کی بہترین مطبوعات کے نقد کیلیے جگہہ نکالنی پڑتی ہے - ایک ہماری قسمت ہے کہ ہر شخص جو قلم پکڑسکتا ہے ' چند صفحے سیاہ کرکے چھپوا لیتا ہے اور پھر تمام اخباروں کو ذمہ دار سمجھتا ہے کہ کیوں نہیں اپنے کالم کے کالم اسکی مدحت سرائی کیلیے وقف کر دیتے ؟

بہر حال اس مشکل کا علاج کچھہ نہیں - کتابیں ہر طرح کی اس کثرت سے جمع ہوگئی ہیں کہ اگر چند سطروں میں بھی ذکر کیا جاے ' تو بھی صفحوں کے صفحے مطلوب - ہم آجتک اس امید سے جمع کرتے رہے کہ شاید دیکھنے کا وقت ملے ' مگر افسوس کہ آجتک وقت نہیں ملا ' اور کس کو معلوم کہ کل ملے گا ؟ مجبوراً بالفعل یہی کرتے ہیں کہ کتابوں کی ایک ڈھیری بغیر کسی ترتیب و تقدم و تاخر کے سامنے رکھہ لیتے ہیں ' اور ٹائٹل پیج ' فہرست ' اور درمیان کے صفحوں پر ایک نظر ڈالکر ' لکھنا شروع کر دیتے ہیں - یہ ریویو نہیں بلکہ ایک طرح کی رسید کتب ' اور یا محض اعلان ہے - سردست اسی پر قناعت فرمائیے - حضرات مصنفین کرام سے معافی خواہ ہیں اس تاخیر کیلیے ' جو ہوئی ' اور اس اختصار کیلیے جس پر خود بھی ہم متاسف ہیں - آیندہ نمبر سے یہ کام کسی اور صاحب کے متعلق کر دیتے ہیں ' اور پھر امید ہے کہ شکایت کا موقعہ نہو -

یہاں یہ ظاہر کردینا ضروری ہے کہ " انتقاد " الہلال میں ایک ضروری باب رہے گا ' جسکا اصلی مقصد یورپ اور ممالک اسلامیہ کی جدید مطبوعات پر نقد و بحث و مذاکرہ ہے ' یا پھر ہندوستان کی بعض مخصوص اور اہم مطبوعات پر ' مثلاً (کتاب الانساب سمعانی) پر ہم ریویو لکھہ رہے ہیں ' جو حال میں یورپ سے شائع ہوئی ہے -

ترجمہ تفسیر کبیر
اردو جلد اول

— * —

قیمت ۲ - روپیہ - ادارۂ الہلال

علامۂ (رازی) رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کبیر کا یہ اردو ترجمہ ہے ' جس کو جناب مولوی محمد اسحاق صاحب دہلوی نے مرتب فرمایا ہے -

تفسیر (کبیر) کی نسبت اگر کچھہ لکھوں تو کئی صفحے مطلوب - کبھی نہ کبھی تفصیلی طور پر اس موضوع پر لکھنا ضرور ہے ' لیکن یہاں اسقدر لکھدینا کافی ہے کہ (تفسیر کبیر) علم تفسیر ' کلام و عقائد ' اختلاف ملل و مذاہب ' اور جمع معقول و منقول کا ایک ایسا ذخیرہ ہے ' جو اگر آج موجود نہوتا ' تو نہیں معلوم ' کن کن اہم مباحث اور معلومات سے ہم محروم رہجاتے ؟

قدماء (معتزلہ) نے تطبیق معقول و منقول اور انداز کلام و حکمت پر تفسیر لکھنے کی بنیاد رکھی - تاریخ و تراجم میں ہم ان تفسیر کا حال پڑھتے ہیں - مگر بدقسمتی سے (فہرست ابن الندیم) اور (حاجی خلیفہ) کے باہر انکا کوئی وجود نہیں - وہ تمام سرمایہ ہماری محرومی سے ضائع ہوگیا - آج نہ (قفال کبیر) کی تفسیر کا پتہ ہے نہ (ابوبکر اصم) کا - نہ (ابو القاسم بلخی) کی تفسیر ملتی ہے ' جسکی نسبت (ابن خلکان) لکھتے ہیں کہ " ۱۲ - جلدوں میں تھی اور تاریخ اسلام میں پہلی ضخیم تفسیر ہے " اور نہ (ابو مسلم اصفہانی) کی وہ تفسیر (جامع التاویل والمحکم التنزیل) ملتی ہے ' جو فی الحقیقت ایک ذخیرۂ مباحث حکمیہ و معارف کلامیہ تھی ' اور جسکی نسبت خود امام رازی کا قول ہے کہ " حسن الکلام فی التفسیر ' کثیر الغوص علی الدقائق و اللطائف "

اگر امام (طبری) کی تفسیر نہ نکل آتی ' تو حکیمانہ انداز کی تفاسیر کی طرح ' نقل و روایات و جمع احادیث و آثار کا بھی تفسیر میں کوئی بڑا ذخیرہ ہمارے پاس نہ تھا -

پس تفسیر کبیر قرآن مجید کے اکثر مشکل مقامات تفسیر کی نسبت جو عمدہ اور بصیرت افزا مباحث رکھتی ہے ' اس سے بھی بڑھکر ہمارے نزدیک اسکی خصوصیت یہ ہے کہ آج یہی ایک تفسیر ہے ' جسکے ذریعہ سلف و قدماء کے معارف و مباحث کا پتہ چل جاتا ہے ' اور ہر مسئلہ کی نسبت ہر طرح کی آرا و توجیہات سامنے آجاتی ہیں - اگر یہ تفسیر ناپید ہو جاتی ' تو نہیں معلوم کسی سخت تاریکی میں ہم اپنے آپ کو پاتے -

جناب مولوی اسحاق صاحب نے اسی تفسیر کے اردو ترجمہ کی بنا ڈالی ہے ' اور اسکا پہلا ٹکرہ ہمارے سامنے ہے - سرسری نظر میں ہم جسقدر اندازہ کر سکے ' ترجمہ سلیس ' عام فہم ' اور مطلب خیز ہے - تقطیع بڑی ' اور کاغذ اور چھپائی نہایت عمدہ - سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس کتاب کے عالی ہمت پبلیشر نے ہمکو اطلاع دی ہے کہ جسقدر نسخے اسکے فروخت ہونگے ' انکی نصف قیمت چندہ (ہلال احمر) میں دیدیں گے ' اور اسکا حساب دفتر الہلال کے ذمے چھوڑ دیا ہے - پس ہم سفارش کرتے ہیں کہ ناظرین الہلال ایک ایک نسخہ اس کتاب جلیل کا ضرور خریدیں - انکی ہر طرح کی معلومات میں اضافۂ خطیر ہوگا -

مذاکرۂ علمیہ

قطب جنوبي

--*--

کپتان رابرٹ اسکاٹ

--*--

بحر انٹارٹیک کا افسانۂ غم

--*--

(۱)

تمہید

تمدن یورپ کے خال و خط میں جو چیز سب سے زیادہ نمایاں ہے ' وہ اسکی علم دوستی' اور پھر علم پرستی کي راہ میں طلب صادق ہے۔

طالب صادق مطلوب کي تحصیل میں پامردي' سرفروشي' اور سرگرمي کے ساتھہ مصروف رہتا ہے - وہ نازو نعم اور راحت و آرام اسکے لیے بند پا ہوتے ہیں' اور وہ مساعی کی ناکامي اور اشخاص کی موت اسکے لیے حوصلہ شکن ہوتی ہے - اسکی نظر میں مطلوب اور صرف مطلوب ہوتا ہے - وہ ہر ممکن کوشش کرتا ہے اور اسوقت تک کرتا رہتا ہے جب تک کہ مطلوب حاصل نہ ہوجائے یا هستی کی دل ساکن نہ ہوجائے :

دست از طلب ندارم تا کام من برآید
یا تن رسد بجاناں یا جاں ز تن برآید

اس محک پر یورپ کی علمی' صنعتی' تجارتی' مذہبی' غرض کہ تمام اصناف طلب میں سے ایک ایک کو دیکھو' تم کو صاف نظر آئیگا کہ ہر طالب ' طلب صادق ہے - اسی صدق طلب میں یورپ کي تمام کامرانیوں کا راز مضمر ہے -

یورپ کی تاریخ صدق طلب کي صدہا عجیب پرزور اور پر احترام مثالوں سے لبریز ہے ' اور جیسا کہ زندہ اقوام کا قاعدہ ہے' ہمیشہ اس فہرست میں نئے نئے اعداد کا اضافہ ہوتا رہتا ہے -

من جملہ انکے بیسویں صدي میں صدق طلب کي ایک درخشاں مثال (بحر انٹارٹیق) کي انکشافات کا وہ افسانۂ غم ہے ' جسکا دائرہ اب تک صفحۂ جرائد پر جاري ہے ' اور صفحات قلوب پر ہمیشہ منقش رہے گا -

بحر انٹارٹیق میں انکشافي مہموں کی اجمالي تاریخ

بحر انٹارٹیق کے طول و عرض کوہہاے برف کي تحقیقات کا خیال سب سے پہلے سنہ ۱۷۳۸ - میں ایک فرانسیسي سرفروش و اکتشاف دوست ' بووت (Bovet) نامي کے دل میں پیدا ہوا ' اور وہ اس مہم پر روانہ ہوگیا' لیکن چنداں کامیابي نہیں ہوئي - (بووت) کے بعد کپتان کک (Captain cook) ۱۷ - جنوري سنہ ۱۷۷۳ - میں اسي مہم پر روانہ ہوا - یہ دوسری کوشش نسبۃً کامیاب ثابت ہوئی (کک) حلقہ انٹارٹیق سے گذرتا ہوا عرض البلد کے ۷۱ - درجہ اور ۱۰ - دقیقہ تک جانب جنوب پہنچ گیا تھا' لیکن اس سے آگے نہ بڑھ سکا -

نیم کامیابي طلب صادق کے لیے مہمیز ثابت ہوتی ہے - یکے بعدؔ دیگرے پیہم چند مہمیں اور روانہ ہوئیں' اور مجاہدین علم کي جاں فروشیوں کا سلسلہ برابر جاري رہا -

سنہ ۱۸۲۲ - میں تحقیقات کا ایک قدم اور آگے بڑھا - ویڈل (Weddel) نامي ایک اسکاچ کي مہم تین درجے اس مقام سے آگے تک پہنچ گئي ' جہاں تک کہ کک کي مہم پہنچي تھی -

سنہ ۱۸۳۹ - میں ایک مہم ایریبس (Erebus) اور ٹیرر (Terror) نامي دو جہازوں میں امیرالبحر سر جیمس روس (Sir James Ross) کي زیر قیادت انگلستان سے روانہ ہوئي -

یہ مہم کوہ پیکر دیوارہاے برف کو چیرتی ہوئي ' ۷۸ میل پار نکل گئي - دریافت شدہ زمین کا نام جنوبی وکٹوریا لینڈ (South Victoria Land) اور اسکی بلند چوٹیوں میں سے ایک کا نام ایریبس ماونٹ (Erebus mount) ' دوسرے کا نام (ٹیرر ماونٹ) (Terror mount) اور تیسرے کا نام روس باریر (Ross Barriar) رکھا گیا -

روس کي اس بے عدیل کامیابی نے اسکو دوسري مہم کي ترغیب دلائي -

سنہ ۴۱ - و ۴۲ - کے درمیان میں وہ پھر روانہ ہوا ' اور ایک قطعہ زمین کے ظہور کا اعلان کیا - اسي کو بعد میں اسکاٹ نے دریافت کیا ' اور کنگ ایڈورڈ دي سیونتھ لینڈ (King Edward VII land) نام رکھا -

گو اس دفعہ اسکي کوشش تاج کامراني زیب سر نہ کرسکي' مگر تاہم اسکو ایک امکاني شعاع امید نظر آئي ' جسکي روشني میں وہ تیسري دفعہ پھر روانہ ہوگیا -

روس کے تیسرے سفر نے اس برفستان کے متعلق جغرافي معلومات میں اضافۂ خطیر کیا - سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ قطب تک سفر کا راستہ کھل گیا -

یہي کامیابیاں ہیں ' جن کی بدولت صف مکتشفین میں روس سب سے زیادہ بلند نشست پر متمکن نظر آتا ہے -

روس کے بعد کمانڈر جیرلیچ (Gerlache) کے زیر قیادت اور بلجیم کی حکومت کی زیر سرپرستی ایک مہم روانہ ہوئي - یہ مہم ۷۱ - درجہ ج ' تک پہنچی - ابتداء سفر میں اس کو نہایت خوفناک شدائد کا سامنا ہوا ' بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اگر اکتشاف قطب شمالي کے مشہور افسانہ طراز: ڈاکٹر کک (Cook) نے بہادر ہاتھہ مدد کے لیے نہ بڑھائے' تو یقیناً یہ مہم فنا کے نا پیدا کنار سمندر میں غرق ہوگئی ہوتی - (جیرلیچ) کی مہم کے بعد سے انیسویں صدي کے آخر تک کوئي عظیم الشان مہم نہیں گئي -

بیسویں صدی کے آغاز نے شوق اکتشاف کا ایک نیا دور شروع کیا - صلاے سرفروشي کے زمزمۂ شہادت نے روس کا زمانہ یاد دلا دیا - جرمنی' اسکاٹلینڈ ' اور برطانیہ نے اکتشافي مہمیں روانہ کیں - جرمنی کی مہم گاس (Gauss) کے زیر قیادت تھي ' جو سنہ ۱۹۰۳ - میں واپس آئي - اسکو کوئي نئی زمین نہیں ملی' مگر نہایت اہم علمي نتائج سے پر دامن آئي - اسکاٹلینڈ کی مہم اسکاٹیا (Scotia) نامی جہاز میں ڈاکٹر ڈبلیو - ایس - بروس (Dr W. S. Bruce) کے زیر قیادت تھي - یہ جرمني کي مہم سے زیادہ کامیابی ثابت ہوئي - عرض البلد کے ۸۲ - درجے اور ۲۷ - دقیقے ج تک بڑھتي ہوئی چلي گئی تھی - چند مقامات دریافت بھی کیے ' جنکا نام کنگ ایڈورڈ لینڈ (King Edward Land) ' ماونٹ مارکم (Mount Markham) ' اور (Mount Long Staffe) رکھا گیا - ان مقامات کے علاوہ جنوبي ملک کے طبقات الارض اور علم النفس کے متعلق نہایت بیش بہا معلومات کے ساتھہ واپس آئي تھي -

برطانوي قومی مہم اسي کپتان اسکاٹ کي زیر قیادت تھی ' جسکي حسرت انگیز موت کا افسانہ آج ایک عالم کی زبان پر جاري ہے - اس تمہید سے مقصود یہ تھا کہ اُسکے حالات کي طرف متوجہ ہوں -

عام حالات

(اسکاٹ [illegible] نام روابرٹ فیلکن اسکاٹ ' اور باپ کا نام جان ایڈورڈ اسکاٹ ہے - جون سنه ۱۸۶۸ - کو بمقام آوٹ لینڈس ڈیونپورٹ پیدا ہوا - اپنے خاندان میں سب سے بڑا تھا - تعلیم سٹوبنگٹن هاوس (Stubbington House) میں هوئی - تعلیم کے بعد سنه ۱۸۸۲ - میں صیغهٔ بحریه میں داخل ہوا - سنه ۱۸۶۸ - میں ترقی پاکے ایچ - ایم - ایس میجیسٹک کا ٹارپیڈو لفٹننٹ ہوا - دوسرے برس فرسٹ لفٹننٹ ' اور تیسرے برس کمانڈر ہوا - سنه ۱۹۰۴ - میں کپتان کے درجه تک ترقی کی ' پھر سنه ۱۹۰۵ - میں آنریری ڈی - ایس - سی آف کیمبرج اور مینچسٹر بنایا گیا - سنه ۱۹۰۸ - میں اس نے متوفی کینن لارڈ بروس کی لڑکی (کیتھرائن) سے شادی کی -

اسکاٹ لینڈ ' امریکه ' سویڈن ' ڈنمارک ' ملیڈناف ' اور انٹورپ کی جغرافی انجمنوں اور نیز شاهی جغرافی انجمن نے اسکو طلائی تمغے دیے تھے -

آغاز شہرت

قدرت کا هاتھ صلاحیت اور تناسب کا خالق ہے - جس شخص کے لیے وہ تشریف شہرت قطع کرنا چاهتا ہے ' اسکا اندام بھی ویسا هی بناتا ہے - اسکاٹ نے ۱۴ - برس کے سن میں طالب علمانه زندگی ختم کی - سرد ممالک میں ۱۴ - کا سن ایسا هی ہے ' جیسے هندوستان میں ۸ - یا ۹ - برس کا - اسلیے پیش دست لڑکوں کی طرح صیغهٔ بحریه میں داخل ہوا اور اپنے بالا دستوں کے احکام کی تعمیل کرنے لگا - اس بچے سے چھوٹے چھوٹے کام لیے جاتے تھے ' اور اسی طرح لیے جاتے جسطرح که بچوں سے لیے جاتے هیں - مگر که کسے معلوم تھا که جو بچه آج اسقدر چھوٹے چھوٹے کام کر رہا ہے ' وهی کل اتنا بڑا کام کریگا ' جسکی نظیر پیش کرنے سے جہاز رانی کی تاریخ قاصر هوگی ؟ اور جس بچے کی بحری زندگی کا سب سے پہلا دن اسقدر بے نشان ہے ' اسکی بحری زندگی کا سب سے آخری دن اسقدر پر نشان هوگا ؟

وہ ۱۵ - برس کی عمر تک کام کرتا رہا - سولہویں برس ایچ - ایم - ایس میجیسٹک کا ٹارپیڈو لفٹننٹ بنایا گیا - پھر ایک سال کے بعد هی اول درجه کے لفٹننٹ تک ترقی کی اور اسکے بعد دوسرے برس کمانڈر هوگیا -

قطب کی مهموں کا آغاز

۳۸ - سال کی عمر اور ۱۹ - برس بحری تجربه کے بعد اس نے قطب جنوبی کی تحقیقات کے لیے روانه هونے کا اراده کیا - گو راسته موت کے نیستان سے هوتا هوا گیا تھا ' مگر اسکو معلوم تھا که نامور کبھی بھی نہیں مرتے ' اور حیات جاوید موت کے منه میں جاکر بھی قایم رهتی ہے - پس وہ پر شوق و بیخوف دل کے ساتھ - ۶ اگست - سنه ۱۹۰۱ - کو کوس (Cawes) سے روانه هوا ' اور دوسرے سال برفستان میں داخل هوگیا - آغاز سال هی میں (کنگ ایڈورڈ کی قطعه لینڈ) دریافت هوئی - اسکے بعد موسم سرما خلیج میکمرڈو (McMurdo Cay) میں گذرا - ۲ - نومبر کو پھر کوچ شروع کیا ' اور ایک بطی السیر ' طویل ' اور دشوار سفر کے بعد ۳۰ - دسمبر سنه ۱۹۰۲ - کو عرض البلد کے ۸۲ - درجے اور ۱۷ - دقیقے تک پہنچ گیا -

دوسرا جاڑا بھی برفستان هی میں کاٹا - اسکی متعدد مهموں کے اسفار کا نتیجه وہ چند گراں قدر ترمیمیں نہیں ' جنکا بحر انٹلاٹیک کے نقشے میں اضافه هوا -

انکشاف کے دو دریانی حلقے

سنه ۴ - میں اسکاٹ کی واپسی کے بعد دو مهمیں اور روانه هوئیں -

گو ان دونوں مهموں کو اسکاٹ کے حالات سے براہ راست کوئی تعلق نہیں ' مگر سلسلهٔ انکشاف کی تکمیل کے لیے انکا بیان ضروری ہے -

سر ارنیسٹ شیکلٹن (Sir Earnest Shackelton) نے انکشاف جنوبی کی غرض سے ایک مهم لیجانے کا اراده کیا - چنانچه اپنے روپیه اور چند دیگر احباب کی مالی مدد سے ایک مهم ترتیب دی - اور نمرڈ (Nimrod) نامی وہیلر جہاز (Whaler) میں یکم جنوری سنه ۱۹۰۸ - کو نیوزی لینڈ سے روانه هوگیا - اس مهم میں سب سے بڑی بات یه تھی که پہلی مرتبه موٹر کاریں استعمال کی گئیں جو تجربه سے نہایت کار آمد ثابت هوئیں -

اس مهم کے اهم ترین نتائج حسب ذیل هیں :

(۱) پروفیسر ڈاوڈ (Pro. David) نے ماونٹ ایریبس (Mount Erebus) پر چڑھکے یه دریافت کیا که اسکی چوٹی کی بلندی ۱۳ - هزار ۳ - سو قدم - ہے - یه ایک کوہ آتش فشاں کے دہانے کا کناره ہے ' اور اسکے غار (Abyss) کا عمق ۹ - سو قدم کے اندر ہے

(۲) پروفیسر مذکور نے ۷۲۶۰ - قدم عروج ' ۷۲ - درجه اور ۲۵ - دقیقے طول ' اور ۱۵۵ - درجے اور ۱۶ - دقیقے ش - عرض البلد پر قطب مقناطیسی کو دریافت کیا -

(۳) قطب کی طرف حمله کیا گیا -

۲۹ - دسمبر سنه ۱۹۰۸ - کو ۴ - آدمیوں کی ایک ٹولی ۹۱ - دن کی غذا اور ٹٹوے برف چلنے والی گاڑیاں لیکے روانه هوئی - ۲۶ - نومبر کو وہ اسکاٹ کی تحقیق کرده جنوبی حد کو عبور کرگئے ' چند دن بعد تمام جانور مرگئے - آدمیوں نے خود گاڑیاں کھینچیں ' اور بڑی بڑی مصیبتیں اٹھائیں - سات دن میں بمشکل تمام بیرڈ مور (Beardmore) کے برفستانی تودوں (Glacier) کی چڑھائی کو طے کرکے جنوبی قطب کے حدب (Plateau) میں آئے - اب منزل مقصود صرف ۹۷ - میل کے فاصله پر تھی ' اور بالکل ممکن تھا که وہاں تک پہنچ جاتے ' مگر غذا کی بے وقت کمی اور واپسی کی مسافت کی طوالت نے واپس هو جانے پر مجبور کردیا -

اس مهم نے ۱۲۷ - دن میں عرض البلد کے ۸۸ - درجے ۲۳ دقیقے تک ۱۵۳۰ - جغرافی میل زمین دریافت کی -

امنڈسن (Amundsen) نے اولا بحر ارطیق (Arctic) کی تیاری شروع کی ' مگر بعد کو نقشه مهم بدلدیا ' اور ارطیق کے بدلے جنوب کی طرف روانه هوا - یه مهم خلیج وہیلس (Whales Bay) میں ۱۳ - جنوری کو داخل هوئی -

اس نے کنگ ایڈورڈ کی قطعه لینڈ کے قریب گریٹ بیریر (Great Barrier) میں مرکز قائم کیا تھا -

تمام خزاں کا موسم سیل (ایک قسم کی مچھلی ہے . Seal) کی فراهمی ' اور کوچ کے لیے مجوزه خطوط پر گوداموں کی تیاری میں صرف هوگیا - نومبر میں جنوب کی مهم روانه هوئی - راسته کنگ ایڈورڈ لینڈ کے پہاڑوں سے هوتا هوا گیا تھا ' اور بیس میل فی یوم کے حساب سے بیریر (Barrier) کو قطع کیا - ۱۰ - هزار قدم چڑھائی کے بعد مهم حدب (Plateau) تک پہنچی - سفر کے بقیه حصه میں نرم ڈھالو زمین ملی ' جسکے بعد ۱۶ - دسمبر کو منزل قطب نمایاں هوا اور جغرافی دنیا کی دیرینه آرزو پوری هوئی -

خوش قسمتی سے موسم سازگار تھا - سفر واپسی بخیریت انجام پذیر هوا اور مهم ۱۴ - جنوری سنه ۱۹۱۲ - کو واپس پہنچ گئی -

مراسلات

ترکـــوں کي مالـي امـــداد

— * —

فوري طورپر صرف اوقاف سے ممکن ہے

— * —

(۱) ساڑھے سات کروڑ مسلمانان ہند کی آبادي میں مجاہدین ترکوں کی فوري مالي امداد کا مسئلہ ایک معماء لا ینحل ہو گیا ہے - ایک طرف جب ہم دیکھتے ہیں کہ ترکونکي مالي امداد کے نا کافي رہنے پر اسلام کي حیات و ممات کا مسئلہ وابستہ ہے اور دوسري طرف جب ہم متوسط اور غریب اصحاب کو اس قلیل عرصہ میں کافي رقم کے جمع کرانیسے پر قادر نہیں دیکھتے ' تو اس فوري امداد کا سوال اور بھي مشکل ہوجاتا ہے - ضرورت مقتضي ہے کہ في الفور کئي کروڑ روپیہ ترکوں کي امداد کیلیے مہیا ہو جاوے - ممکن ہے کہ قوم کے سربرآوردہ اصحاب ایسي مالي امداد کے مہیا کرنے پر آمادہ بھي ہو جاویں ' لیکن سوال تو وقت کا ہے - یعنے ضرورت آج ہے اور امداد کا تہیہ ایک مدت چاہتا ہے - جس سے یہہ خطرہ پیدا ہوتا ہے کہ خدا نخواستہ تا " تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود " کا مصداق نہ ہو جاے - ایسے تنگ اور نازک وقت میں اگر کوئي صورت اس فوري امداد کي مسلمانوں کے ہاتھہ میں باقي ہے تو وہ اسلامي اوقاف کے معزز ہمدرد متولیوں کي خاص نظر عنایت سے وابستہ ہے ' اور انکي ایسي با وقت مالي امداد اسلامي دنیا کے شکریہ کي خاص طور پر مستحق ہے بشرطیکہ وہ اپنے اوقاف سے ایسي مالي امداد کے بہم پہونچانے میں تنگي وقت و ضرورت کو ملحوظ رکھکر عجلت سے کام لیویں -

(۲) یہي وہ خاص وقت ہے جسکے لیے اوقاف کے کروڑوں روپے کا بہتر استعمال کیا جاسکتا ہے - اور خدا و رسول کے نزدیک معزز اور ہمدرد متولي ان اوقاف کي ذمہ داري سے عہدہ برآ ہوسکتے ہیں اور عند الناس مشکور -

(۳) اسلامي اوقاف کا بہترین مصرف اگر کوئي ہوسکتا ہے ' تو وہ بالخصوص اسلامي روایات اور شان کا تحفظ - ترک اس وقت اسلامي روایات کے تحفظ کیلیے اپني جانوں کو قربان کر رہے ہیں - ان اوقاف کي خطیر رقوم سے جنکا جائز مصرف اکثر مقامات میں ظہور پذیر نہونے سے اُنکی تحویل میں پڑا رہنا ضروري سمجھا گیا ہے ' ترکوں کو مالي امداد بہم پہونچانا ' ان اوقاف کا بہترین مصرف ہے - رنگون' بمبئي ' سورت ' کلکتہ ' مدراس ' اجمیر شریف ' پاک پٹن شریف ' سرہند شریف ' پیران شریف ' تونسہ شریف - گولڑہ شریف ' دہلي ' لاہور ' پشاور' و دیگر جملہ شہروں و قصبوں کے متولیوں اور مقدس انفاس سجادہ نشینوں اور پیروں سے بہادب اخلاص اور عاجزي کیساتھہ استدعا کیجاتي ہے کہ اپنے اپنے اسلامي اوقاف کي گراں بہا رقوم کو ہفتہ عشرہ کے اندر اندر ترکوں کي مالي امداد میں منتقل کرنے میں عجلت سے کام لینگے - کیونکہ اسوقت غنیم یعنے عدوے اسلام کو تمام دنیا کے گرجوں اور کلیساؤں سے روز مرہ بیش از بیش رقوم فراہم ہو ہو کر پہنچ رہي ہیں -

(۴) معزول سلطان عبد الحمید خاں غازي اپني بیش بہا فراہم کردہ رقوم کو جو جرمنی کے بینکوں میں جمع تہیں ' ترکوں کي امداد میں دیکر اسلامي دنیا کے لیے ایک قابل تقلید مثال قایم کرچکے ہیں - اور ایک معزول سلطان کا اپنے معزول کنندونکي امداد میں اپني کل فراہم کردہ رقوم کا دیدینا اس امر کي بین دلیل ہے کہ معزول سلطان نے اپنے غازیوں کو خطرے کي حالت میں دیکھکر یہ امداد نہیں کي ' بلکہ اسلامي کشتي کو خطرے میں دیکھکر-

(۵) اسلامي اخبارون اور رسالوں سے ہماري عاجزانہ درخواست ہے کہ اس استدعا کو جلد سے جلد اپني قابل راے کیساتھہ اپنے اخبارون اور رسالوں میں شائع کرکے عند اللہ و عند الرسول ما جور رہیں -

ڈاکٹر ایم - اے - سعید انصاري - بي - ایم - ایس - سی
سکریٹري ہلال احمر شملہ

فہـــرست

زر اعانـــۂ دولت علیۂ اسلامیـــہ

—:**:—

(۱۵)

ان اللہ اشتري من المومنین انفسہم و اموالہم ' بان لہم الجنۃ

تفصیل	روپیہ	آنہ	پائی
بذریعہ باباہ مولوي شہاب الدین صاحب			
نقد	۵۷	۲	-
قران شریف دو جلد - مشکل چاندي ۱۰ عدد - جہومر چاندي ۳ جوڑے - بالہ دورد چاندي ۲ عدد - بس زنجیر دار چاندي ۳ عدد - بالیاں چاندي ۱۰ عدد بالي سونیکی ایک عدد - کانپہول چاندي ۲ عدد - انگشتري ۱۹ عدد حورد و کلاں - سونیکا بلاق ایک عدد - سونیکے ناک پہول ۳ عدد - کہڑو ۲ عدد ٹالمپس - ٹاپی ایک عدد ریشمي ٹدرسي - کرتا ایک عدد کرہ			
بذریعہ سعد حسن خانصاحب - برادران پٹنہ			
نقد (جو زیورات فروخت کرکے ادا کیا گیا)	۲۴	۵	۹
سیداہ باسو	۱۲	۷	۹
اشرف حسن صاحب - لودي پوري	۱	-	-
بہکن میاں	۱	-	-
گون نورہ	۱	۱۲	۹
بذریعہ حافظ ظفر احمد صاحب معمار نذہاہ	۷۵	-	-
بذریعہ عبد الصمد خانصاحب - از مرجا - مونگیر	۲۷۵	-	-
بذریعہ خدا بخش ' نبي بخش ' قاسم علی خاں - سکندر علي خاں - عبد الرحیم خانصاحب بزرگان مودا - ہشیار پور	۲۰۰	-	-
بذریعہ عبد علي ' و عطا محمد صاحب - ہوشیار پور	۱۲۰	-	-
بذریعہ سید احمد حسین صاحب بواصت گیا	۱۳	۴	-
حاجي محمد یوسف صاحب مدراس	۱۰	-	-
وي حسن صاحب برہان پور	۳	-	-
محمد حسن صاحب الہ آباد	۱	-	-
عبد الرحمن صاحب ادہمي الہ آباد	۳	-	-
میزان	۷۹۷	۱۵	۹
میزان سابق	۱۳۰۴۸	۷	۶
میزان کل	۱۳۸۴۶	۷	۳

PRINTED & Published by A. K. AZAD, at The HILAL Electrical Prtg. Pblg. House, 7/1 McLeod Street, CALCUTTA

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

AL-HILAL

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad.

7-1 McLeod street,

CALCUTTA.

Telegraphic Address.

"AL-HILAL"

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly " " 4-12.

میر مسئول و خصوصی
احمد الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
۷ - ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

عنوان تلغراف
« الہلال »

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ٤ روپیہ ۱۲ آنہ

جلد ۲ | کلکتہ: چہارشنبہ ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۳۱ ہجری | نمبر ۱۲

Calcutta: Wednesday, March 26, 1913.

فہرست

— * —

تصاویر

— * —

التماس

— * —

نمبر ۷ ' ۸ ' جلد (۲) قبل از وقت ختم ہوگئے ہیں - دوبارہ چھپنے پر حاضر خدمت کئے جائینگے شائقین ذرا توقف فرماویں -

مینیجر

شذرات

ہفتۂ جنگ

چتالجا ۱۷ تک عثمانی سرکاری روداد جنگ کے بموجب خطوط چتلجا پر کوئی حملہ عام نہیں ہوا ' خفیف مناوشات (اسکریمشیز) ہوتے رہے - ۱۹ کو عثمانی پیادہ فوج ایک پر جوش معرکے کے بعد وقتصاب ہوئی ' متصدابی کے بعد بھی تمام خطوط پر دشمن سے معرکہ آرا ہوتی رہی - ۲۱ کو صوفیا کے ایک تار سے معلوم ہوتا ہے ' کہ دو ترکی ڈویژنوں نے بلغاریا کے میمنہ پر حملہ کیا ' شدید جنگ ہوئی ' ترکی فوج پانچ سو مقتول و مجروح چھوڑ کے پسپا ہوئی ' شام کو پھر حملہ آور ہوئی ' پھر پسپا کردیگئی - ۲۳ کے عثمانی سرکاری تار سے (جو ہندوستان کے عثمانی قونصل عام) کو موصول ہوا ہے ' معلوم ہوتا ہے کہ خطوط چتالجا پر سکون طاری ہے -

ان خبروں سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے ' کہ چتلجا میں خطوط کے استحکام اور فوج محافظ کے جوش و ہمت میں کوئی فرق نہیں آیا ہے ' فوج برابر مسلسل کے حملے کرتی ہے ' اور جیسا کہ قاعدہ ہے کبھی کامیاب ہوتی ہے اور کبھی نا کام -

---

ادرنہ ۲۰ کو عثمانی فوج نے دشمن کے اگلی پوزیشنوں پر گولہ باری کی ' عثمانی سرکاری تار سے معلوم ہوتا ہے ' کہ دشمن کی فوج آتشباری کی تاب نہ لاسکی اور بہت سے خندق چھوڑ کے پیچھے ہٹ گئی - ۲۲ کو ادرنہ سے براہ راست لندن میں اس مضمون کا تار موصول ہوا ہے ' کہ مدافعت بہادرانہ طور پر جاری ہے ' قلعے پوری طرح مضبوط ہیں ' انتظام کامل طور بر قرار ہے عدا امسر تقسیم کرتے ہیں ' ۲۰ کا صوفیا کا تار بیان کرتا ہے ' کہ حملہ عام کیا گیا ' جسمیں حملہ آور مشرق کے دو قلعہ بند نقطوں پر قابض ہوگئے -

---

دریاے اسمی اب تک تو دنیا کو نہ یقین دلایا گیا تھا ' کہ البانیہ بالکل فتح ہوگیا مگر ۲۵ کے سٹنجی سے آئے ہوے تار سے معلوم ہوتا ہے ' کہ البانیہ کے دریاے اسمی میں جاوید پاشا جانبازانہ مدافعت کر رہے ہیں ' مگر آخرکار ۲۵ کو پاشاے موصوف نے مع ۱۵ ہزار فوج کے سروی فوج کے آگے ہتیار ڈالدیے (؟)

یتہ پلیبی درازو سے جانب جنوب و مشرق ۷۵ میل کے فاصلہ پر ایک ٹیپابیبی نامی ایک مقام تھا اتھینس کے ۲۷ کے تار سے معلوم ہوتا ہے ' کہ یونانیوں نے اس پر بھی قبضہ کرلیا ہے -

---

حملۂ عرب

آج آپ شؤن عثمانیہ میں طرابلس العرب کے زیر عنوان چند خوشگوار و امید افزا خبریں پڑھینگے ' یہ خبریں عثمانی ذرائع کی ہیں ' انکا خفیف پرتو آپ رومہ کی اس تار برقی میں بھی دیکھینگے ' جو ذیل میں درج کیجاتی ہے -

۲۳ مارچ رومہ '

بارونی بے کے زیرقیادت عربوں کے ہاتھوں اطالوی بہت دق ہورہے ہیں ' حملوں کو موقوف کرنے کے لیے ' دو اطالوی کالموں نے حملہ کیا ' اور گیرین سے جنوب کی طرف ایک مضبوط موقف (پوزیشن) پر دست بدست جنگ کی ' عرب ۲۲۰ مقتول چھوڑ کے چلے گئے " اطالویوں کے ۳۴ زخمی ہوے ' اور [illegible]

آپ کو اس سے اتنا معلوم ہوگیا ہوگا ' کہ عربوں [illegible] ہیں ' رہی مقدار نقصانات کی صحت و عدم صحت تو اسکا تجربہ آپکو سنہ ۱۱ ع میں اچھی طرح ہوچکا ہے -

* * *

اعداء اسلام میں خانہ جنگی کے آثار

جاوا کوبی میں عام طور پر ' مسلمان اور کیتھولک ارتھوڈکس ہونے پر علانیہ مجبور کیے جار ہے ہیں ' اس سلسلہ میں نہ معلوم کتنے امام مسجد علماء اور مشائخ شہید کیے گیے ' ان تمام مسلم کشی کی خبروں کے جواب میں تو تمام یورپ نے صرف اس کہنے پر اکتفاء کیا کہ جنگ میں ایسا ہی ہوتا ہے ' مگر حال میں پیلک نامی ایک پادری کے قتل نے ' تمام کیتھولک دنیا میں آگ لگادی ہے ' وائنا میں اس واقعہ کی تفصیل یہ بیان کی گئی ہے ' کہ اولاً پیلک سے ارتھوڈکس ہونے کی فرمایش کی گئی ' جب اس نے انکار کیا ' تو اسکو دھمکایا گیا ' جب وہ تہدید سے بھی متاثر نہ ہوا ' تو اسکے کپڑے چاک کر ڈالے گئے اور اسکو اسقدر مارا گیا کہ اسکی پسلیاں اور ہاتھہ پیر ٹوٹ گئے ' اور وہ زمین پر گر پڑا ' مگر اب بھی وہ ارتھوڈکس نہ ہوا ' آخر ایک شخص نے اسکے جگر میں سنگین بھونکدی اور وہ مرگیا -

ایک آسٹروی جہاز " اسکودرا " نامی گرفتار کرلیا گیا ہے ' اور جبراً سروی فوج کی نقل و حرکت میں استعمال کیا جا رہا ہے ' سقوطاری پر گولہ باری میں آسٹریا کا ایک یتیم خانہ ' خانقاہ ' اور چند اور عمارتیں منہدم ہوگئی ہیں - ان وجوہ سے آسٹریا اور مانٹی نیگرو کے تعلقات نہایت تلخ ہورہے ہیں -

عام طور یقین کیا جاتا ہے ' کہ پولا سے آسٹروی بیڑے کی روانگی کا تعلق انہی واقعات سے ہے ' گو سرکاری طور روانگی کی وجہ حسب عادت نمایشی جنگ بیان کی گئی ہے -

حال میں آسٹریا نے مانٹی نیگرو سے حسب ذیل مطالبات کیے تھے -

(۱) قتل پادری کی تحقیقات آسٹروی قونصل کے سامنے کی جائے -

(۲) تبدیل مذہب کی کاروائی فوراً موقوف کردیجائے ' اور اس قسم کے جسقدر واقعات اسوقت تک ہوے ہیں ' وہ سب کالعدم سمجھے جائیں -

(۳) " اسکودرا " فوراً چھوڑ دیا جاے -

(۴) اسقوطاری کے غیر ملکی لوگوں کو شہر چھوڑنے کی اجازت دیجائے -

مانٹی نیگرو نے نمبر اول کے جواب میں پادری پر بغاوت کا الزام لگایا ہے ' نمبر دوم کی واقفیت سے انکار کیا ہے ' نمبر سوم کے بابت فوری تحقیقات کا وعدہ کیا ہے - اور نمبر چہارم کے منظور کرنے سے انکار کیا ہے مگر یہ اطمینان دلایا ہے ' کہ آیندہ آتشباری کا رخ صرف قلعوں کی طرف ہوگا -

مگر آسٹریا کے نزدیک یہ تمام جوابات ناکافی ہیں ' اسلیے اس نے الٹیمیٹم دیدیا ہے ' کہ اگر غیر ملکی باشندوں کے ترک اسقوطاری تک گولہ باری موقوف نہ رہی ' تو وہ فوجی طاقت سے کام لیگی - اس الٹیمیٹم کی وجہ سے مانٹی نیگرو پر غیر معمولی خوف و اضطراب چھایا ہوا ہے - اس نے اپنے حلیفوں کو اسکی اطلاع دی ہے ' اور دول کے سامنے یہ اعتراض کیا ہے ' کہ یہ کاروائی ناطرفداری کے خلاف ہے - مگر سوال یہ ہے ' کہ اسوقت مانٹی نیگرو کہاں تھا جب " سلطنت

ناطرفدار" دول نے باب عالی کو' متعدد یادداشتیں بھیجی تھی' اور قسطنطنیہ اور ایشیاء کے تاراج کی دھمکی دی تھی۔

اس داستان بھر میں سب سے زیادہ مزے کی بابت یہ ہے' کہ آسٹریا کہتی ہے' کہ وہ جو کچھہ کر رہی ہے' محض انسانیت کے لیے کر رہی ہے' کیا یہ صحیح ہے ؟ کیا آسٹریا اتنی انسانیت پرست ہے ؟ اگر جواب اثبات میں ہے' تو سوال یہ ہے' کہ اسوقت آسٹریا کی انسانیت پرستی کہاں تھی جب کہ مقدونیہ' البانیہ' اور تھریس میں عورتوں کی چھاتیوں کے کاٹے جانے' بچوں کو نمایشی جنگ کے پہلو کی طرح لٹکا کے نشانہ بنائے جانے' اور نوجوانوں اور بوڑھوں کو بندوقوں کی باڑہ سے اڑائے جانے کی روداد بن شائع ہو رہی تھیں' مگر شاید نصاری کے نزدیک انسان صرف وہ ہے' جو یسوع مسیح کی بادشاہت میں داخل ہے' نہیں بلکہ خاموشی کی رحم یہ تھی' مقدونیہ وغیرہ میں جو کچھہ ہو رہا تھا' وہ بادشاہ یسوع کے اس حکم کی تعمیل تھی' کہ "میرے وہ دشمن جو نہیں چاہتے' کہ میں ان پر حکومت کروں' ان کو یہاں لاؤ اور میرے سامنے ذبح کرو" ۔

مصالحہ سفراء دول نے بلغاریا کے وزیر اعظم کو شرائط صلح دیدیے ہیں یہ شرائط حسب ذیل ہیں ۔

(۱) خط اینس و میڈیا کے جنوب کے تمام قطعات باستثناء البانیا حلیفوں کو دیدیے جائینگے ۔

(۲) حد بندی اور مستقبل جزائر دول کے ہاتھہ میں ہوگا

(۳) ترکی کو کریت سے دست بردار ہونا پڑیگا ۔

(۴) حلیفوں کو تاوان جنگ نہیں ملیگا' مگر اسکے بدلے انکو اس کمیشن میں شرکت کا حق دیا جائیگا' جو پیرس میں اس غرض سے بیٹھے گا' کہ عثمانی قرض کا منصفانہ (؟) فیصلہ کرے' ترکی کو بھی اسمیں شرکت کا حق ہوگا ۔

(۵) جوں ہی یہ شرائط منظور ہو جائینگے' جنگ فوراً موقوف ہو جائیگی ۔

بلغاریا اور سرویا نے یہ جواب دیا ہے کہ وہ مشورہ کے بعد جواب دینگے ۔

* * *

اشقودرہ' سقوطری' اور ادرنہ کی شاندار مدافعت نے دنیا کو محو حیرت بنا دیا ہے' مگر اسکی یہ قدر کی گئی ہے' کہ باوجود غیر مفتوح ہونے کے بلغاریا کو دلوائے جارہے ہیں' اس تقریب سے ہمیں وہ وقت یاد آتا ہے' جب کہ یونان و ترکی میں جنگ ہوئی تھی' اور یونان کو ترکوں کے مفتوحہ مقامات بھی دلوا دیے گئے تھے - مسٹر گلیڈسٹن نے کہا تھا " کہ ہلال کے پاس سے صلیب کے پاس آسکتا ہے لیکن جو صلیب کے پاس آجائے وہ ہلال کے پاس واپس نہیں جا سکتا ۔

واقعہ یہ ہے کہ یورپ ہمیشہ اسی مقولہ پر عمل کرتا رہا ہے' مگر فرق یہ ہے' کہ یہ مقولہ مسٹر گلیڈسٹن کے دل و عمل کے ساتھہ زبان پر بھی تھا' مگر اور لوگوں کے صرف دل اور عمل میں ہے " ۔

حدود البانیا

رپورٹر کو معلوم ہوا ہے کہ ' البانیہ کے حدود کا پرخار مسئلہ باہم سفراء دول میں طے ہوگیا ہے' اور آئندہ اسی فیصلے کا نفاذ ہوگا' کیا طے ہوا ہے ؟ یہ پوشیدہ ہے اور وقت مناسب تک پوشیدہ رہیگا ۔

ایک مجاہد صلیبی اور انگلستان

۲۰ مارچ کو دار العوام میں شاہ یونان کی موت پر موجودہ شاہ یونان' یونانیوں' ملکہ الیگزنڈرا' شاہنشاہ جارج پنجم' کے ساتھہ ہمدردی اور تعزیت کے ووٹ کی تحریک کرتے ہوئے' مسٹر ایسکویتھہ وزیر اعظم انگلستان نے کہا کہ " اس بے مقصد جرم کی خبر (جس نے لاکھوں انسانوں کو غمگین بنادیا ہے) دنیا سکتہ میں پڑگئی ہے' مسٹر موصوف نے کہا ' کہ یہ امر خاص طور پر غم انگیز ہے' کہ یہ حملہ ایسے وقت کیا گیا ' جب کہ وہ اپنی امیدوں کو بار آور ہوتے ہوئے دیکھنے والے تھے' آخر میں مسٹر موصوف نے کہا ' کہ اس ماتم میں یونانیوں کے ساتھہ برطانیہ کی شرکت کے معقول وجوہ موجود ہیں' مسٹر بونرلا نے تائید کی '، رزولیوشن پاس ہوگیا ۔

* * *

السعدا بعد الشعا

مسٹر ایسکویتھہ کی مرثیہ خوانی سے ہمیں بلقان کے وہ صدہا خانماں برباد مسلمان خاندان یاد آگئے' جنکی خاتونیں بے عصمت کی گئیں' بچے نمایشی جنگ کے پھلوں کی طرح کاٹے گئے' اور مرد بندوقوں اور سنگینوں کا نشانہ بنائے گئے' اور " بار آوری امید " کے فقرے نے تو مباحث ہی کی نمک پاشی کی - پس اسوقت ہم بھی مسٹر ایسکویتھہ کی طرح پر ملال ہیں' بلکہ ان سے زیادہ' انکے صرف ایک داغ لگا ہے' اور یہاں داغ مجسم ہیں' ممکن تھا کہ ہم بھی ہندوستان کے بعض اجیر نوحہ گروں کی طرح ماتم کی صفیں بچھاتے اور نوحہ کرتے' اور اگر ہم ماتم کرتے' تو غالباً مسٹر موصوف سے زیادہ درد انگیز و جگر دوز طریقے سے کرتے' مگر خداے عزیز و جلیل فرماتا ہے کہ —

انما ینہٰکم اللہ عن الذین	اللہ تم کو ان ہی لوگوں سے دوستی
قاتلوکم فی الدین	کرنے سے منع کرتا ہے' جن لوگوں نے
واخرجوکم من	تم کو دین کے واسطے قتل کیا ہے' اور تم کو
دیارکم وظاہروا علی	تمہارے گھروں سے نکالا ہے' اور تمہارے
اخراجکم ان تولوہم	نکالنے میں مدد دی ہے' جو لوگ ان
ومن یتولہم فاولٰئک	سے دوستی کرتے وہ ہی (مسلمانوں
ہم الظالمون	کے حق میں) ظالم ہیں ۔

اس بنا پر ہمارا عقیدہ ہے کہ صلیبی مجاہد کی عزاداری کرنا خدا قادر و قہار کی اور اسکے ملائکہ کی لعنت کا مستوجب ہونا ہے' پس ہم نہیں چاہتے' کہ دنیاوی بادشاہ کے لیے آسمانی بادشاہ کی لعنت کے مستوجب ہوں' اور غالباً ہمارا دنیاوی بادشاہ بھی نہیں چاہتا' کہ ایسی عزاداری میں شریک ہوں جسمیں شریک ہونا مذہباً ہمارے لیے حرام ہے ۔

کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ

حق کی فتح

یونیورسٹی ڈیپوٹیشن

الحمد للہ ہنگامہ باطل پرستی میں مظلوم حق کی صدا بیکار نہیں گئی' یونیورسٹی ڈیپوٹیشن ٹوٹ گیا' فونڈیشن کمیٹی از سر نو کام کریگی' یہ دوسرا دفعہ ہے' کہ قلت کو کثرت پر حریت کو استبداد پر اور حق کو باطل پر فتح ہوئی ہے' ان فی ذالک لایۃ لقوم یعقلون ۔

جلسہ لیگ

ہماری تو شروع ہی سے راے تھی' کہ جب تک لیگ کے قوام میں استبداد پرست ارباب زر کا عنصر غالب ہے' اسوقت اسکی اصلاح سے قوم مایوس رہنا چاہیے' ابکی جلسہ سے معلوم ہوا ' کہ قوم اس نکتہ کو ایک حد تک سمجھنے لگی ہے ' حاضرین کی تعداد غیر معمولی طور پر کم تھی ' پبلک نے تو گویا بالیکاٹ ہی کردیا تھا ۔

" سیلف گورنمنٹ " کے ساتھہ " سوٹ ایبل " کی قید پاس ہوگئی اور کیوں نہ ہوتی ۔

خود کوزہ خود کوزہ گر و خود گل کوزہ

ہم آئندہ نمبر میں ان شاء اللہ العزیز' اپنے افکار وار اظاہر کرینگے ۔

۱۷ ربیع الثانی ۱۳۳۱ ہجری

احـ ـ زب

(۱)

تمہید اور انسان کي ابتدائي حالت

قدیم ترین زمانے میں انسان کي غذا کي حالت یہ تھي' کہ درختوں کے برگ و بار اور خودرو نباتات کھاتا' اور چشموں اور دریاؤں کا پاني پیتا تھا' جب یہ چیزیں ختم ہو جاتیں' تو انکي بجاے کمزور اور سریع الحصول حیوانات کرنے' انسان انکو پکڑ لیتا اور کھا کھا جاتا' کھا اسلیے' کہ اسوقت فن طبخ عالم وجود میں نہیں آیا تھا' جب جانور بھي ختم جاے تو اس جگہہ کو چھوڑ کے کسي اور جگہہ چلا جاتا'

قیامگاہ کے لیے وہ ہمیشہ قرب آب کو ترجیح دیتا تھا' تاکہ پینے کے لیے پاني' اور کھانے کے لیے خودرو درخت اور پاني پینے کے لیے آنے والے جانوروں کے کافي ذخیرہ تک اسکا دست رس رہے'

اس طرح عرصہ تک انسان خانہ بدوشانہ زندگي بسر کرتا رہا' اس عرصہ میں کبھي کبھي ایسا بھي ہوا' کہ اتفاق سے دو یا دو سے زیادہ خاندان ایک ہي وقت میں ایک ہي مقام پر پہنچے -

انسان خود کام پیدا کیا گیا ہے' اسلیے بمقتضاے فطرت ہر خاندان کي خواہش ہوئي' کہ وہي اس جگہہ مرکاش ہو' اسمیں سے ہر ایک نے چاہا' کہ دوسرا چلا جاے' مگر خود نہیں گیا - زباني گفتگو ہوئي' مگر کچھہ طے نہ ہوا' بات بڑھي' اور قدرتي سادہ ترین ہتیار یعني دانت' ہاتھہ' اور پیر کام کرنے لگے - (غالباً) دنیا کي سب سے پہلي جنگ اسي طرح وقوع پذیر ہوئي -

ایسا بارہا ہوا' کہ غذا کي ضرورت ہوئي' جستجو کي' مگر کامیابي نہیں ہوئي' یا ایسے وقت ضرورت ہوئي' جسوقت کہ جستجو نا ممکن تھي - ان تلخ تجارب نے انسان کو حفظ ما تقدم کے لیے غذا جمع کرنے کي تلقین کي' کچھہ صدیاں اسي حالت میں گذریں - اس عرصہ میں انسان نے تمدن میں ترقي کي' اور ضروریات اور گرد و پیش کے حالات کي رہنمائي سے زراعت اور جانوروں کي پرورش شروع کي - خشک سالیوں اور امراض نے انسان کو بتایا' کہ احتیاط یہ ہے' کہ جسقدر زیادہ اسباب زندگي پر قبضہ ہوسکے کرلیا جاے - اس جذبہ نے فطرتي خود کامي کے ساتھہ آمیز ہو کے' یہ خیال پیدا کیا' کہ اگر ممکن ہو تو' ان اسباب زندگي پر بھي قبضہ کرلیا جاے' جو دوسروں کے زیر تصرف ہیں - اسکے لیے ضرورت قوت کي تھي' اسلیے ہر خاندان نے اپنے اور اپنے رشتہ دار خاندانوں کے ارکان سے جتھے تیار کیے' اور دوسروں کے زیر تصرف اسباب زندگي پر یورش کرنے لگے'

فیصل میں افزایش ہوئي' اسکے علاوہ چھوٹي چھوٹي جماعتیں حملہ یا مدافعت کو کامیاب بنانے کے لیے' متعدد کوششیں کرنے لگیں - اسطرح چھوٹي چھوٹي حملہ آور ٹولیوں نے بڑي بڑي فوجوں کي شکل اختیار کرلي' اور معمولي حملہ کے بدلے اب بڑي بڑي جنگیں برپا ہونے لگیں - اسوقت ایک ایسے شخص کي ضرورت محسوس ہوئي' جو ان ہزاروں مقاتلین کو لڑا سکے - ظاہر ہے کہ اس منصب کا مستحق وہي ہوسکتا ہے' جو اوروں سے زیادہ شجاع' زیادہ دانشمند' اور امور جنگ سے زیادہ باخبر ہو - ممکن تھا کہ نوجوانوں میں دانشمند تر اور شجاع تر مل جاتے' مگر اسکا کیونکر اطمینان ہوتا' کہ جوش شباب انہیں شجاعت کے حدود سے نکال کے' تہور کي حد تک نہ لیجائیگا - اسکے علاوہ دانشمندي تجربے کي نیاز مند ہے' اسلیے یہ خدمت ان سالخوردہ افراد کے سپرد کي گئي' جو شجاعت و دانشمندي کے ساتھہ تجربہ کاري کي صفت بھي رکھتے تھے -

ایک شخص کي چشم و ابرو کي گردش پر ہزاروں انسانوں کا جنبش کرنا' انساني حیات کا سب سے بڑا منظر ہے - شیوخ قبائل نے خدمت سالاري حاجت روائي کے لیے لي تھي' مگر اب شان و عظمت افسري سے جو ذوق آشنا ہوے' تو انکو سالاري میں لطف آنے لگا - مقاتلین نے جنگ ضرورتاً کي تھي' مگر جب علم و ظفر نے انکو سربلندي سے روشناس کیا' تو شیوخ کی طرح انکو بھي جنگ میں لطف آنے لگا' نتیجہ یہ ہوا' کہ اب جنگ اسباب زندگي کے بدلے جلال سالاري اور لطف سربلندي یا بالفاظ دیگر کشورستاني اور حکمراني کیلیے ہونے لگي -

سرچشمۂ جنگ

نیپولین کہتا ہے " جنگ ایک وحشیانہ حرکت ہے " بالفاظ دیگر جنگ کا سرچشمہ وحشت ہے - ممکن ہے کہ سرچشمۂ جنگ کي بابت نیپولین کي راے صحیح ہو' مگر جہاں تک ہماري راے کي پرواز ہے' یہ خیال صحیح نہیں - دنیا ہزاروں برس آگے نکل آئي ہے' یورپ میں آفتاب علم نصف النہار پر ہے' خروش تمدن و تہذیب سے کارزار ہستي پر آہنگ ہے' یادگار ہاے وحشت کے محو کرنے کے لیے عرقریز کوششیں ہو رہي ہیں' وحشت اور وحشیت سے ہر شخص (غلط یا صحیح طور پر) تبری کر رہا ہے' مگر با این ہمہ' بقول ایک تشبیہ طراز کے " یورپ آخري اشارہ جنگ کي منتظر مسلح اقوام کا کیمپ ہے - "

پس اگر جنگ کا سرچشمہ وحشت ہوتي' تو آج کم ازکم یورپ سے جنگ کا تمام ساز و سامان محو ہو جاتا' حالانکہ اس متاع کي سب سے بڑي منڈي وہي ہے !

اب سوال یہ ہے' کہ اگر جنگ کا سرچشمہ وحشت نہیں' تو پھر کیا ہے ؟ موجودہ علم الاخلاق کا یہ ایک بنیادي مسئلہ ہے' کہ خود کامي اور خود دوستي (Self love) نوع انساني میں دو عالمگیر جذبے ہیں دنیا میں ایک شخص بھي ایسا نہیں ملیگا' جو خود دوستي سے خالي ہو' یہي خود دوستي اور خود کامي قدرتي طور پر باہمي منافست و تصادم کا باعث ہوتي ہیں - اور ہر قوم' ہر جماعت' ہر خاندان' بلکہ ہر فرد یہ چاہتا ہے' کہ دنیا کي بہترین چیزیں' صرف اسي کے قبضہ میں رہیں' اور اگر نہیں ہیں' تو آجائیں -

افسري و سیادت گو پر خطر ہیں' مگر دلکش ہیں' گو موجودہ حالت میں اہل ہند اسکا اندازہ نہیں کرسکتے -

انسان کي خود دوستي و خود کامي اسکو ترغیب دیتي ہے' کہ جسطرح ممکن ہو' لطف سیادت سے بہرہ یاب ہو - پس درحقیقت

جنگ کا سرچشمہ وحشت نہیں بلکہ "خود کامی" ہے' جسکے پیش نظر کبھی "اسباب زندگی" اور کبھی "افسری و سیادت" ہوتی ہے -

تمدن و جنگ

تمدن مانع جنگ ہے یا محرک جنگ ؟ یہ ایک سوال ہے' جس پر بارہا خامہ فرسائیاں ہو چکی ہیں' قناعت بخش جواب کے لئے' پہلے دو امور پر غور کر لینا ضروری ہے :

(۱) اسباب جنگ کیا ہیں ؟

(۲) تمدن کا ان پر کیا اثر پڑتا ہے ؟

ہم نے ابھی بیان کیا ہے' کہ جنگ کا سرچشمہ "اسباب زندگی" یا "سیادت" کے لئے انسان کی خود کامانہ کوشش ہے - تمدن نے زندگی کو نہایت پر تکلف اور گراں کر دیا ہے' اور یہ ظاہر ہے' کہ زندگی جسقدر پر تکلف ہوتی جائیگی' اتنی ہی زیادہ اسباب زندگی کی ضرورت ہوگی اور جسقدر زیادہ ضرورت ہوگی' اسی قدر اسکے لئے انسان زیادہ سرگرمی سے کوشش کریگا -

سیادت کا آغاز فرق مراتب سے ہے' اور فرق مراتب کا آغاز تمدن سے - جب تک کوئی قوم متمدن نہیں ہوتی' اسوقت تک تمام افراد یکساں حیثیت سے رہتے ہیں' لیکن جسقدر انمیں تمدن آتا جاتا ہے' اسی قدر فرق مراتب پیدا ہوتا جاتا ہے' اور جسقدر فرق مراتب واضح ہوتا جاتا ہے' اسیقدر جاہ پسند افراد میں سیادت طلبی کا شوق پیدا ہوتا جاتا ہے -

تم اگر ایک محض وحشی قبیلے میں جاؤ' تو نشست و برخاست' گفتار و کردار' وضع و قطع' غرض کسیطرح سے بغیر دریافت کے یہ نہ معلوم کر سکوگے' کہ ان میں شیخ القبیلہ کون ہے ؟ لیکن اب اگر کسی گاؤں میں جاؤ' تو وہاں تمھیں عام آبادی میں کچھہ فرق نظر آئیگا - گاؤں سے کسی قصبے میں جاؤ وہاں فرق کسیقدر زیادہ نمایاں معلوم ہوگا' اور پھر شہر میں اس سے زیادہ' اور اگر کسی دربار شاہی میں جاؤگے' تو فرق مراتب کا ایک محیر العقول طلسم زار دیکھوگے !

غور کرو کہ صحرا' گاؤں' قصبہ' شہر اور دربار میں بعض امور مشترک ہیں اور بعض مفترق ہیں - امر مشترک یہ ہے' کہ ہر جگہ بالا دست و زبردست ہیں' اور امر مفترق یہ ہے' کہ بعض جگہ بالکل تمدن نہیں' بعض جگہ تمدن ہے' مگر ناقص' بعض جگہ کامل تر' اور بعض جگہ (اس زمانہ کے اعتبار سے) کامل ترین' جہاں تمدن نہیں ہے' وہاں دونوں طبقوں کا فرق غیر ظاہر' جہاں تمدن کم ہے' وہاں ظاہر ہے مگر کم' جہاں پورا تمدن ہے' وہاں پوری طرح یہ فرق ظاہر ہے - پس اس سے صاف ظاہر ہوگیا' کہ تمدن سیادت طلبی کے لیے محرک' اور باعث ہے - اس علم کے بعد' کہ تمدن اسباب جنگ کو کم کرنے کے بدلے بڑھانے والا ہے' بآسانی فیصلہ کیا جا سکتا ہے' کہ تمدن مانع جنگ ہے یا محرک جنگ ؟

ایک بدیہی شہادت

یورپ کے تمدنی تقدمات اسقدر روشن ہیں' کہ اُن کے بیان کی ضرورت نہیں' لیکن با ایں ہمہ جنگ کی بابت اسکی کیا حالت ہے ؟ اسکا جواب ایک مشہور نقاد مورخ کی زبانی یہ ہے :

وہ (Self-love) متمدن اقوام میں غیر متمدن اقوام سے قوی تر ہے' کیونکہ علم انسان کے دائرۂ عقل کو وسیع' اور مطالب کو کثیر کر دیتا ہے' جسکی وجہ سے اسکے ضروریات بھی بڑھ جاتے ہیں' اور اسکو کشاکش کے لیے مجبور کرتی ہیں - وہ قومیں جو اپنی فطری حالت میں باقی ہیں' باوجودیکہ تاخت و تاراج اور یورش و جنگ میں کوشاں ہوتی ہیں' لیکن پھر بھی اُن میں ایسے اخلاق پائے جاتے ہیں' جو طمع کی شدت کو کم کر دیتے ہیں - میری مراد اس سے وہ عادت ہے' جسکو (Chivalry) (۱) کہتے ہیں' یہ عادت خونریزی اور جنگ کے موقوف کرنے میں بھی' بارہا اسیطرح کامیاب ہوئی ہے' جسطرح کہ بارہا جنگ کا سبب ہوئی ہے -

متمدن اقوام کی جنگ تمامتر شخصی مطامع پر مبنی ہوتی ہے' انمیں "شیو الیری" کا مطلقاً وجود نہیں ہوتا' چنانچہ اسی بناء پر لوگ کہتے ہیں کہ "سیاست کے دل نہیں" -

"متمدن قوموں میں ہر قوم اپنے ہمسایوں کی طرف حسد کی نگاہ سے دیکھتی رہتی ہے' اگر اسکی قدرت میں یہ ہوتا' کہ وہ سب کو اپنے زیر نگیں کرلے' تو ہرگز دریغ نہ کرتی' مگر چونکہ یہ اسکے بس میں نہیں ہے' اسلیے وہ بلی کی طرح دبکی ہوئی' ہر ایسی فرصت کے انتظار میں بیٹھی رہتی ہے' جسمیں وہ اچک کے کسی شہر پر قبضہ کرلے اور اپنے حدود سلطنت کو وسیع کرلے - یہ صحیح ہے' کہ وہ کسی عذر کے بغیر تلوار نہیں نکالتی' مگر اکثر عذر فرضی اور غلط ہوتے ہیں" -

"جب کوئی سلطنت دوسری سلطنت کا کوئی ملک لینا چاہتی ہے' تو پہلے وہ یہ دیکھتی ہے' کہ وہ اس پر غالب آسکتی ہے یا نہیں' اگر غالب آسکتی ہے' تو پھر کوئی نہ کوئی عذر تلاش کر لیتی ہے' اور اس عذر کی بنا پر اعلان جنگ کر دیتی ہے' لیکن اگر غالب نہیں آسکتی' تو اس سے قوی تر عذروں کے موجود ہوتے ہوے بھی جنگ کا نام نہیں لیتی" -

جنگ کے لیے سبب آفرینی

فاضل نقاد نے جنگ کے لیے متمدن اقوام کی سبب آفرینی کی بابت جو کچھہ لکھا ہے' گو وہ حرف بحرف صحیح ہے' مگر تاہم چند مثالوں کا طالب ہے -

* * *

ہندوستان دنیا کی تمام حوصلہ مند قوموں کا منظور نظر رہا ہے - عہد قبل تاریخ سے لیکے اسوقت تک ہر عالی حوصلہ قوم نے اسکے حاصل کرنے کی کوشش کی ہے - اسلیے کوئی وجہ نہ تھی' کہ فرانس کو اسکا خیال نہ ہوتا' اس کے علاوہ وہ ایک مدت تک بعض قلعات پر حکومت بھی کرچکا تھا - مصر ہندوستان کی کنجی ہے' اور بجائے خود بھی سر سبز اور زرخیز ملک ہے' ان گونہ گوں ترغیبات کی وجہ سے فرانس کے اولوالعزم جنرل نپولین کے دل میں فتح مصر کا خیال پیدا ہوا - اس نے فرانسیسی حکومت کے ممبروں کی ایک مجلس مدعو کی' جسمیں فتح مصر کا ارادہ ظاہر کیا' وجوہ بیان کرتے ہوے کہا کہ "وہ (مصر) دنیا کی سر سبز ترین زمینوں میں سے ہے' اور ہندوستان کا راستہ ہے" دیگر ممبران حکومت نے اس تجویز سے اتفاق کرنے میں تردد کیا' تو نپولین نے کہا' کہ اگر اسکی تجویز سے اتفاق نہ کیا گیا' تو وہ اپنے عہدے سے مستعفی ہو جائیگا' مجبوراً تجویز منظور کی گئی' نپولین بیڑا لیکے اسکندریہ کے ساحل پر آیا' لیکن داخل ہوا' تو باشندوں میں ایک فرمان اس مضمون کا شائع کیا کہ "ہم اسلیے یہاں آئے ہیں' کہ تمہارے ظالم حکمرانوں کے پنجے سے تم کو نکالیں اور فرانسیسیوں کے ساتھہ جو بد سلوکیاں انہوں نے کی ہیں' انکا انتقام لیں" -

(۱) (Chivalry) در اصل ایک فرانسیسی نژاد لفظ (Chevalier) ہے' جس نے انگریزی قالب میں آکے یہ صورت اختیار کر لی ہے -

شوالیر ایک فرانسیسی اسم صفت (Chevalier) کا حاصل مصدر ہے' اس اسم صفت کے معنی اولین اسپ سوار اور معنی ثانی نائٹ کے ہیں - نائٹ ہڈ کے عناصر لوازم تین صفات سمجھے جاتے تھے (۱) بیباکی بہادری (۲) بسالت (۳) اسلحہ بازی میں چابکدستی -

شیوالیرے کے معنی ثانی ان صفات ثلاثہ کا مجموعہ ہیں - عربی میں اسکا ترجمہ اریحیت و نجدت دو لفظوں میں ہوا ہے - ۱۲ منہ

جزائر الغرب ایک زر خیز ملک ہے - فرانس کي دیرینہ آرزو تھي ' کہ وہ اسکي نو آبادیوں میں آجائے ' مگر اسکے لیے فرصت کا منتظر تھا ' نپولین نے جب مصر فتح کرنا چاہا ' تو اسکے لیے الجزائر کے ایک یہودي مہاجن سے کچھہ روپیہ قرض لیا ' قرض کي ادائگي میں عمداً دیر کي گئي - ایک دن فرانسیسي قونصل امیر الجزائر کے پاس بیٹھا تھا ' قرض کا ذکر آیا ' تو فرانسیسي قونصل نے کوئی سخت ناملائم لفظ استعمال کیا ' جس پر امیر کو غصہ آگیا ' امیر کے ہاتھہ میں ایک پنکھا تھا ' اس نے وهي پنکھا قونصل

امیر الجزائر فرانسیسي قونصل کو پنکھے سے مار رہا ہے

کے منہہ پر مارا - قونصل نے اسکی اطلاع اپني حکومت کو کي ' جزائر پر جنگ کیلیے یہ علت کافي سے زیادہ تھي ' فوجکشي کی گئي اور فتح کرلیا گیا -

* * *

سنہ ۱۸۹۲ سے قبل تک تو تمام مورخین جنگ فرانس و پروشیا کا ذمہ دار فرانس کو قرار دیتے تھے ' مگر اسکا اصلی ذمہ دار کوئی اور تھا ' اور جو تھا بعد کو خود اس نے اقرار کرلیا -

اسي اجمال کی تفصیل یہ ہے ' کہ فرانس اور جرمني میں جب اسپین کی بابت اختلاف پیدا ہوا ' تو فرانس نے موسیو (بنیدیٹي) کو شاہ پروشیا سے ملنے کیلیے بھیجا ' موسیو مذکور شاہ پروشیا سے ۹ جولائي سنہ ۱۸۷۰ ع کو (ایمس) میں ملا -

سفیر فرانس شاہ پروشیا سے گفتگو کر رہا ہے

اور اختلاف انگیز نقطہ کے متعلق گفتگو کی ' شاہ نے موسیو کو جواب نامنظوري کی صورت میں دیا ' مگر ایسے الفاظ جنمیں توہین کا شایبہ بھي نہ تھا - (بسمارک) کو معلوم تھا ' کہ شاہ کا جواب نامنظوري ہوگا ' لیکن وہ چاہتا تھا ' کہ جواب کا لہجہ سخت ہو ' تا کہ فرانس کو غصہ آئے ' اور جنگ کا آغاز اسي کي طرف سے ہو - جب بسمارک کو شاہ کے لطف آمیز جواب کا علم ہوا ' تو اس نے سخت پیچ و تاب کھایا ' اور سوچنے لگا ' کہ اسکے متعلق کیا کرنا چاہیے ؟ (بسمارک) اپنے (مفکرات خصوصیہ) میں جو اسکے مرنے کے بعد شائع ہوئي ہیں ' لکھتا ہے " میں نے ارادہ کیا ' کہ اپنے عہدہ سے استعفاء دیدوں ' میں نے ایک پارٹي دي جس میں مارشل (مولٹک) اور (رون) کو مدعو کیا - ہم لوگ کھانے کي میز پر تھے ' کہ تار والا آیا ' اور مجھے ایک تار دیا - اس تار پر شاہ کے مشیر خاص کے دستخط تھے - اور (ایمس) سے آیا تھا ' جب اسکا مضمون پڑھا گیا ' تو میں نے دیکھا ' کہ سفیر فرانس کے مقابلہ میں شاہ کي کمزوري سے ' میرے دونوں ہم صحبتوں کے چہروں پر غم کے آثار نمایاں ہونے لگے ' اور کھانے سے ہاتھہ کھینچ لیا ' میں نے تار کئي مرتبہ پڑھا ' شاہ نے مجھے اس تار کے اشاعت کي اجازت دیدي تھي ' میں نے فوراً قلم اٹھایا ' اور ایک فقرہ کاٹ کے اسکی جگہہ دوسرا فقرہ بڑھادیا " جس سے تار کا اثر بالکل بدلگیا ' اسکے بعد میں مارشل (مولٹک) کي طرف متوجہ ہوا اور فوج پر اعتماد ' جنگ کے نتیجے ' اپني مہمات اور تیاري کي تکمیل تک انتظار و امہال ' کے متعلق چند سوالات کیے ' مارشل مذکور نے سب کے جواب میں یہ کہا کہ " اگر جنگ ناگزیر ہے ' تو پھر عجلت بہتر ہے ' کیونکہ التواء ہمارے لیے خطرات انگیز ہوگا " اسکے بعد میں نے انکو ترمیم شدہ تار سنایا ' تار کے سنتے هي انکی شکنہاے پیشاني صاف ہونے لگیں ' میں نے ان سے کہا کہ یہ تار نصف شب سے قبل فرانس پہنچ جائیگا - اسکا اثر علم سرخ کے برابر ہوگا - ہماري کامیابي اس امر کے ساتھہ وابستہ ہے ' کہ ہمارے مقابلے میں اعلان جنگ کیا جاے........ تاکہ ہم یورپ میں علی الاعلان کہسکیں ' کہ ہم حملہ آور نہیں ' بلکہ مدافع ہیں "

* * *

اهل ٹرانسوال کے پیغام صلح کے جواب میں لارڈ (سالیسبري) نے تو یہي کہا تھا کہ " اهل ٹرانسوال نے آغاز جنگ کیا " مگر راست گو مورخین اعلان کرتے ہیں کہ " ٹرنسوال کے متعلق انگلستان کی نیت عرصہ سے خراب تھي ' وہ عمداً اهل ٹرانسوال سے ہمیشہ جھگڑا رہتا تھا ' تاکہ وہ مجبور ہوکے اعلان جنگ کریں ' چنانچہ ایسا هي ہوا ' جب اهل ٹرانسوال کی پریشاني نا قابل برداشت حد تک پہنچگئي ' تو انہوں نے مجبوراً اعلان جنگ کیا

خسائر جنگ

خسائر جنگ کا اندازہ نہایت دشوار ہے - جنگ میں صرف جان و مال هي ضائع نہیں ہوتے ہیں ' بلکہ کاروار کي اجتماعي و اخلاقي حالت پر بھي اثر پڑتا ہے - چنانچہ نپولین کہتا ہے کہ " جنگ میں اخلاقي قوی اسقدر گرجاتے ہیں ' کہ اسمیں اور جسماني قوی میں ۳ اور ۴ کي نسبت رهجاتي ہے " ازمنہ قدیم ترین زمانہ سے لیکے اسوقت تک تخمیناً ۱۶۰۰ عظام الشان جنگیں ہوئي ہیں - جنمیں سے صرف قرون وسطي کی جنگوں میں تخمیناً ۱۶ ارب ۸۶ کرور جانیں کام آئیں - بالفاظ دگر چند صدیوں میں موجودہ آبادي سے کئي گونہ زیادہ آدمي ضائع ہوئے -

جسطرح کہ جنگ میں کام آنے والی جانوں کا صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا ' اسیطرح ان مصارف کا بھي صحیح تخمینہ نہیں کیا جا سکتا ' جو سلطنتوں کو دوران جنگ میں برداشت کرنا پڑتے ہیں ' مگر تاہم قرون اخري کي چند مشہور جنگوں کے خسائر کے متعلق ایک سرسري اندازہ کیا گیا ہے ' جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے -

انگلستان

جنگ کریمیا — ۷ کرور ۹۰ لاکھ پونڈ اور ۲۷ ہزار نفوس -

جنگ جرمن و انگلستان ۱۸ کرور ۲۰ لاکھ پونڈ تعداد نفوس غیر معلوم

جنگ انگلستان و فرانس — ۸۳ کرور ۱۰ لاکھ پونڈ - تعداد نفوس غیر معلوم -

فرانس

جنگ کریمیا — ۹ کرور ۳۰ لاکھ پونڈ اور ۴ لاکھ ۲۴ ہزار نفوس -

جنگ فرانس و پروشیا — ۳۱ کرور ۹۰ لاکھ پونڈ اور ۱۳۸۸۷۰ نفوس -

روس

جنگ کریمیا — ۱۴ کرور ۲۰ لاکھ پونڈ اور ۹۵ ہزار نفوس -

ان چند نامکمل تخمینوں سے اندازہ ہو سکتا ہے ' کہ معمولی جنگوں کے علاوہ صرف ۱۹۰۰ مشہور جنگوں میں کتنی جانیں اور کسقدر مال ضائع ہوا ہوگا ؟

مشاہیر یورپ کے اقوال

ان عظیم الشان نقصانات کی بناء پر ' مشکل سے کوئی ایسا فلسفی ملیگا ' جس نے جنگ کی نکوہش نہ کی ہو ' مگر ایک فلسفی سے جنگ کی نکوہش عجیب نہیں ' تعجب تر یہ ہے ' کہ خود بعض ان لوگوں نے جنگ کو برا کہا ہے ' جنکا شمار دنیا کے مشہور سپہ سالاروں میں ہے ' چنانچہ (نپولین) کہتا ہے کہ " جنگ ایک وحشیانہ اور بربری حرکت ہے ' خواہ وہ کتنی ہی شکلیں بدلے ' مگر بہرحال وہ عہد وحشت کی یادگار ہے " (ولنگٹن) کہتا ہے :

" اگر تم ایک دن بھی جنگ کو دیکھ لو ' تو خدا سے دعا مانگو ' کہ پھر وہ تمہیں روز جنگ نہ دکھائے " اسی کا یہ مقولہ ہے : کہ " جنگ میں شکست سے بدتر قدم ہے " -

ممنوعات جنگ

کہا جاتا ہے ' کہ تمدن جدید کا یہ ایک وصف امتیازی ہے ' کہ اس میں جنگ بھی پابند قانون ہے ' گو واقعہ یہ ہے ' کہ وہ اس باب میں بھی آفتاب اسلام سے ضیاء اندوز ہوا ہے ' جیسا کہ ہم آیندہ نمبر میں بشرط فرصت دکھلائینگے -

ارباب تمدن کا بیان ہے ' کہ ان قوانین کا مقصد شدائد جنگ کو کم کرنا ہے ' مگر افسوس کہ واقعات اسکی تصدیق نہیں کرتے - ہم دیکھتے ہیں ہر روز مہلک سے مہلک تر اسلحہ ایجاد ہوتے ہیں ' پس اگر قوانین ' جنگ کی غرض اصلی شدائد کی تخفیف ہوتی ' تو ان اسلحہ کی ایجاد یا کم از کم استعمال ممنوع ہوتا -

اصل یہ ہے ' کہ تمدن و قانون باہمدگر لازم و ملزوم ہیں ' جن قوموں میں تمدن بالکل نہیں - انمیں کوئی قانون نہیں ' اور جن قوموں میں جسقدر تمدن ہے ' اسی قدر قانون بھی ہے - چونکہ قرون اخیر میں تمدن نے غیر معمولی ترقی کی ہے ' اسکا لازمی نتیجہ یہ ہوا ' کہ قانون نے بھی اسی قدر ترقی کی ' اور صلح سے گزر کے جنگ تک پہنچگیا ' اور رفتہ رفتہ تمام زندہ قوموں کی زبانوں میں اس موضوع پر بھی ایک معقول ذخیرہ ادب تیار ہوگیا -

ان تمام قوانین کی تفصیل نہایت طویل ہے ' اسوقت ہم ممنوعات جنگ میں سے چند دفعات نقل کردیتے ہیں -

(۱) ہتیار رکھدینے کے بعد دشمن کو زخمی کرنا -

(۲) زخمیوں پر حملہ کرنا -

(۳) دشمن کی طرف سے جب امان طلب کیجائے تو اسکی منظوری سے انکار کرنا -

(۴) گرفتاری کی حالت میں دشمن کی توہین و تعذیب کرنا -

(۵) دشمن پر اچانک حملہ کرنا -

(۶) ایسے گولوں کا استعمال ' جس سے دشمن کے زخمیوں کو بے فائدہ تکلیف ہو -

(۷) زہر میں بجھے ہوے تیروں ' پسے ہوے شیشے ' یا دم دم کی گولیوں کا استعمال کرنا -

(۸) آتشگیر گولوں کا استعمال ' جب کہ فریقین جنگ عیسائی ہوں -

(۹) ایسے گولوں کا استعمال ' جن کا وزن ۴ سو کیلوگرام سے زیادہ ہو ' یا جنمیں آتشگیر مادے بھرے ہوں (یہ دفعہ سنہ ۱۸۶۸ ع میں سینٹ پیٹر سبرگ کی کانفرنس میں طے ہوئی تھی)

(۱۰) زہر کا استعمال ' خواہ کنووں ' چشموں ' نہروں وغیرہ میں ڈالا جاے ' یا کھانے میں ڈالا جاے ' یا اسلحہ اسمیں بجھائے جائیں -

(۱۱) بغیر اعلان جنگ کے دفعۃ حملہ کردینا -

(۱۲) جھوٹ بولنا - (مگر فتح و نصرت کی جھوٹی خبریں شائع کرنا بالکل جائز ہے) -

(۱۳) عہد شکنی کرنا - (جیساکہ اسوقت ریاستہاے بلقان کررہی ہیں)

(۱۴) سامان کی گاڑیوں پر سرخ جھنڈا (جو مریضوں کی گاڑیوں کی علامت ہے) نصب کرنا -

(۱۵) بل ڈاگ سے کام لینا کیونکہ وہ درندہ ہے -

(۱۶) تجارتی بندرگاہوں پر گولہ باری کرنا -

(۱۷) عورتوں ' بچوں ' اور بوڑھوں پر تلوار اٹھانا -

ان واقعات میں جوامور ضروری اور سودمند ہیں - وہ وہی ہیں جنکو اسلام تیرہ سو برس پہلے کہہ چکا ہے -

قوانین جنگ کی رود شکنی

تاریخ بتاتی ہے ' کہ جب کبھی دو غیر مساوی قوموں میں جنگ ہوئی ہے ' تو تمام قوانین دفعۃ ٹوٹگئے ہیں ' اور قوی قوم نے اپنے حریف کو زک دینے کے لیے ' جو وسائل مناسب معلوم ہوے ہیں ' اختیار کیے ہیں - مثلاً ڈربوں اور انگریزوں میں جنگ ہوئی - پھٹنے والے گولوں کا استعمال قانون جنگ کی رو سے ممنوع تھا ' مگر انگریزوں نے استعمال کیا دم دم کی گولیاں سخت مہلک اور ممنوع الاستعمال ہیں ' مگر سنہ ۵۷ کے غدر میں ' انگریزوں نے استعمال کیں - ہتیار رکھدینے کے بعد حریف کی فوج پر ہتیار اٹھانا جائز نہیں ' مگر تسلیم پلونا کے بعد آدھے گھنٹے تک روسی توپخانے پلونا پر گولے برسانے رہے - تجارتی بندرگاہوں پر گولہ باری ممنوع ہے ' مگر اطالیا نے سنہ ۱۱ میں ساحل بیروت پر گولہ باری کی - غیر مسلح جوانوں ' بوڑھوں ' عورتوں ' اور بچوں ' کو قتل کرنا جائز نہیں ' مگر نخلستان طرابلس اور میدانہاے مقدونیہ و تھریس میں بلا تمیز ہر مسلم کو وہ قتل کیا گیا - مختصراً یہ کہ بقول حکیم (سولن) قانون تار عنکبوت ہے جو اپنے سے کمزور کو دبا لیتا ہے ' مگر اپنے سے قوی سے ٹوٹجاتا ہے پس واقعہ یہ ہے کہ لا حکم الا القوہ -

ہم کسی آیندہ اشاعت میں اس عنوان پر اسلامی نقطۂ نظر سے بحث کرینگے -

مقالۂ علمیۂ

قطب جنوبي

— * —

كپتان رابرٹ اسكاٹ

(۲)

— * —

سنہ ۱۹۱۰ ع كي مہم

امنڈسن كي مہم كے بعد برطانوي انطاطيقي مہم (جسكے واقعات هم اس مضمون ميں بيان كرنا چاهتے هيں) روانہ هوئي - اسكي روانگي كي اطلاع سب سے پہلے ٹائمس نے ان الفاظ ميں دي تهي :

" ايک برطانوي انطاطيقي مہم زير ترتيب هے ' جو سنہ ۱۹۱۰ ع تک انگلستان چهوڑديگي "

كپتان (اسكاٹ) نے سر ارنيسٹ شيكلٹن مكتشف قطب شمالي سے اس مہم كي بابت گفتگو كي - شيكلٹن اسوقت اپني مہم كے بعض اهم علمي نتائج كي تكميل ميں مصروف تها ' اسليے اس سے زيادہ نہ كرسكا ' كہ اپني دلي همدردي كا اظہار كرے اور تياري ميں اپني سنہ ۹ - ۱۹۰۷ كي مہم كے تجارب سے فائدہ اٹهانے كا موقع دے - اسكاٹ نے اسكي سركردگي اپنے ذمہ لي ' اور صيغۂ بحريہ ميں اپنے عہدہ سے مستعفي هوگيا -

ٹيرا نووا

ٹيرانوا (Terra Nova) ايک اسكاچ و هيلگير دخاني جہاز هے - يہ جہاز سنہ ۱۸۸۴ ميں بمقام ڈنڈي (Dundee) بنايا گيا تها - اور مسرس برونگ برادرس (Messrs Browing Bros) عرصہ تک اسكو ابحار شمالي ميں وهيل‌گيري ميں استعمال كرتے رهے -

ٹيرانوا امارت بحريہ (Admiralty) كي اجارت سے دو ايک بار بحر الطريطاق ميں بهي اكتشاف كي غرض سے جا چكا تها -

غرض كچهہ تو اسليے ' كہ برطانوي ساخت اور برطانوي ملكيت ميں تها ' اور كچهہ اسليے كہ چند بار مستعمل هونے كي وجہ سے قابل اعتماد تها ' ٹيرانوا جہاز هي خريدا گيا -

چند مشاهير رفقاء

يوں تو اسكاٹ كے ساتهہ بہت لوگ تهے ' مگر انميں قابل ذكر حسب ذيل اشخاص هيں -

(۱) لفٹننٹ بي - آر - جي - اينوس آر - اين - قائد ثاني (Lieut - B. R. G. Envas. R. N. Second - in - command)

(۲) ڈاكٹر ولسن - (Dr. Wilson) رئيس صيغۂ علميہ و عالم علم الحيوان و مصور -

(۳) كپتان اوٹيس (Captain Oates.) داروغہ اصطبل (كيونكہ اسكا تجربہ انكو هندوستان اور تبت ميں هو چكا تها -)

(۴) مسٹر ميكنٹاش بل (Mr. Mackintush Bell) عالم الحيوان

نقشۂ مہم

اسكاٹ كے پيش نظر اس مہم كا جو نقشہ تها ' اسكا ذكر روانگي سے كسيقدر قبل خود اسكاٹ نے شاهي مجلس علميہ كے ايک جلسہ ميں كيا تها - اس نے كہا تها كہ " اسوقت ميرے سامنے تين راستے هيں

(۱) مشهور راستہ جو بيرڈ مور گليشير (Beardmore Glacier) تک جاتا هے -

(۲) اس اميد پر كہ كوئي نيا برف كا تودہ مليگا ' مشرق كي طرف ' آگے بڑهيں -

(۳) سيدها فيرر گليشير (Ferrar Glacier) كي طرف بڑهتا هوا چلا جاوں ' اور وهاں سے حدب هوتا هوا قطب تک پهنچ جاوں - "

گو اسوقت اسكے سامنے تين راستے تهے ' مگر بوجوہ چند اس نے مشهور راستے كو ترجيح دي اور شيكلٹن كے تجارب سے فائدہ اٹهايا -

مہم كي فرد عمل ميں بعض دفعات يہ تهے :

دسمبر تک ميكمرڈو سونڈ (McMurdo Sound) اُترا جاے - اور تمام موسم گرما گوداموں كي ساخت اور غذا كي تياري ميں صرف كيا جاے - اسكاٹ كو اميد تهي ' كہ اخر اپريل تک جماعت كے ليے عمدہ گودام اور سامان غذا تيار هو جاليگا -

اسكے بعد جاڑے كے اثناء ميں قطب تک پهنچنے كي اخري عظيم الشان كوشش كے ليے تياري كيجائيگي -

سفر كے تين حصے هوں -

(۱) جوسميں حوالي سد اعظم كا حدب قطع كيا جاے -

(۲) پہاڑي گزرگاهوں كو عبور كيا جاے -

(۳) بلند اور اندروني ميدانوں كو طے كيا جاے -

ايک دفعہ يہ بهي تهي كہ اكتوبر اور نومبر سد كے قطع كرنے اور برف كے تودوں پر چڑهنے ميں صرف كيے جائيں -

اسكاٹ كو اميد تهي ' كہ اوائل دسمبر ميں وہ بالائي حدب تک اور ۲۲ - دسمبر كو (جسوقت كہ آفتاب اپنے انتہائي عروج پر هوگا) قطب تک پهنچ جاليگا -

روانگي

جب تياري ختم هوچكي ' تو شاهي مجلس جغرافيہ نے ايک وداعي جلسہ كيا - صدر جلسہ نے اس جماعت كو خدا حافظ كہتے هوے كہا -

" يہ وہ بہادر هيں ' جو انگريزي صفات ' تحمل ' اور استقامت كي درخشاں مثال بنكر هميشہ چمكينگے "

غرض مہم كپتان اسكاٹ كي سركردگي ميں ۲۹ - نومبر كو نيوزيلينڈ سے روانہ هوئي -

آغاز مشاكل

ٹيرانوا نيوزيلينڈ سے ۱۹ نومبر سنہ ۱۰ ع كو روانہ هوا - ۹ دسمبر كو جب وہ عرض البلد كے ۶۵ درجے تک پہنچا تو اسكو منجمد برف ملي (Pack ice) - جہاز آگے بڑها اور ۳۰ دسمبر كو كيپ كروزر (CapeCrozier) سے كسيقدر فاصلہ پر بحر روس (Ross Sea) ميں پہنچا - سمندر كي حالت اس قابل نہ تهي ' كہ مہم آتر سكتي - جہاز كا رخ ميكمرڈو سونڈ كي طرف پهير ديا گيا - يہ راستہ غير معمولي طور پر كہلا هوا نكلا -

رمستاني منزل گاهيں كيپ ايونس (Cape Evans) ميں قائم كي گئيں '

آمندسن فریم (Frame) میں اپني جماعت لیے جارہا تھا ' خلیج وہیلس (Whales Bay) میں غیر مترقبہ طور پر ٹھیرا ہوا اور فریم سے ملاقات ہوئي - جہاز لفٹننٹ کیمپبل (Liet. Campble) کے زیر سر گروھي ایک جماعت اتار کے ' شمال کي طرف لوٹا ' اور اپریل میں نیوزیلینڈ پہنچگیا - جہاز پھر جنوب واپس گیا اور یکم اپریل سنہ ۱۲ کو ۱۹ مارچ تک مہم کي خبریں لیکے نیوزیلینڈ واپس آیا -

۲ نومبر سنہ ۱۲ کو اسکاٹ کے زیر سر گروھي ایک جماعت جنوب کے لئے روانہ ہوئي ' راستہ میں برف کے تودے چھوڑتي جاتي تھي ' تاکہ واپسي میں نشان راہ کا کام دیں ' سد (Barrier) پر مہم کي شرح رفتار ۱۰ میل في یوم تھي -

۳۱ دسمبر کو ۸ هزار ۶ سو قدم عروج (Altitude) پر حدب ملا -

۲۵ جنوري کو ۱۲ آدمیوں کی ایک جماعت مع ۸ یابوروں اور دو کتوں کي ٹیموں کے گوداموں کي تیاري کے لیے روانہ ہوئي - اس جماعت کي روانگي کے کسیقدر بعد ایونس کے جنوب کي طرف بحر برف (Sea - Ice) پھٹي - اس شگاف نے جماعت اور منزلگاہ میں مراسلت کا راستہ پیدا کردیا - جماعت مختصر اور بار زیادہ تھا ' اسلیے صرف ھٹ پوائنٹ (Hut - Point) سے ۷ میل جانب مشرق ' جنوب و مشرق سد برف (Ice - Barrier) پر ایک مرکزي خیمہ کے نصب میں جماعت ۳۰ جنوري تک مشغول رہي -

جماعت نے رسد کا اصلي حصہ اسي خیمہ میں چھوڑ دیا ' اور ھلکے بوجھ لیکے ' ایک مقام کي طرف روانہ ہوئي ' جسکا نام بعد کو کوارنر کیمپ (Corner Camp) رکھا گیا ' شمال و جنوب کي طرف یہ کوچ قریباً ۲۷ میل کا تھا ' اور جزیرۂ سفید (White-Island) کے غاروں سے بچنے کے لیے جنوب کي طرف واپسي سے پہلے کیا گیا تھا -

۸ فروري کو یہ جماعت دنیوپ کي طرف روانہ ہوئي ' رات کو کوچ اور دن کو آرام کرتي تھي ' موسم خاص طور پر ناسازگار تھا - تین یابوؤں کي کمزوري اور لاغري نے ' آگے لیجانے کي اجازت نہ دي ' اسلیے وہ واپس کردیے گئے -

راہ میں شدید برفباري ہوئي ' دو یابو مرگئے ' ایک زندہ بچا ' بقیہ یابوؤں اور کتوں کو لیے ہوے جماعت ۱۶ فروري کو عرض البلد کے ساڑھے ۸۹ درجے تک پہنچي ' موسم ناسازگار اور جانور مسلوب القوي تھے ' پیشقدمي کي کامیابي موہوم ' اور جاںستاني اغلب نظر آتي تھي ' عاقبت اندیشي عناگیر ہوئي ' اسکاٹ نے پیشقدمي کا ارادہ فسخ کردیا ' اور ایک گودام بنا کے واپسي کا فیصلہ کیا ' گودام میں ایک ٹن سے زاید سامان رسد رکھدیا -

ایک معجزہ نما جاں بري

گودام سے فراغت کے بعد ' یہ جماعت کتوں کو لیکے مرکزي خیمہ کي طرف واپس ہوئي ' راستہ میں جزیرۂ سفید کے قریب ایک گوشہ ملا - روشني نہایت کم ' بلکہ نہ تھي ' جماعت نے اسکو قطع کرنا شروع کیا ' دوران قطع میں ایک سخت خطرناک سانحہ پیش آیا '

برفستاني گاڑیوں میں کتے جتے ہوے تھے ' جزیرۂ سفید کے غاروں کے قریب جب یہ گاڑیاں پہنچیں ' تو کتے ان غاروں میں گر پڑے ' اسوقت حالت یہ تھي ' کہ ایک طرف پل پر گاڑیاں رکي ہوئي تھیں ' دوسري طرف غار میں اکثر کتے لٹکرھے تھے ' اور سار دونوں میں رشتہ اتصال تھا - بالکل ممکن تھا ' کہ کتے زیادہ پھڑکنے اور مع گاڑي کے غار کي تہ پر ہوتے - اسوقت حالت خطرناک نازکي کے اس نقطے تک پہنچگئي تھي ' جہاں حواس پراگندہ ' خاطر آشفتہ ' اور تدبیر آفریني عقیم ہوجاتي ہے ' مگر اسکاٹ کو آهن اندامي اور پختہ عزمي کے ساتھہ ثبات قلب اور اجتماع حواس سے بھي بہرۂ وافر ملا تھا ' تین گھنٹہ کي مسلسل جانفشاني و عرقریز کوشش کے بعد وہ کتوں کے نکالنے میں کامیاب ہوا - ۶۰ قدم کي افتاد گي نے ایک کتے کو بہت بري طرح زخمي کیا تھا ' اسلیے وہ جانبر نہو سکا -

اسکاٹ مرکزي خیمہ آیا ' یہاں آکے دیکھا ' تو صرف ایک یابو اچھا بچا تھا -

۲۴ فروري کو اسکاٹ مع چند آدمیوں اور ایک یابو کے روانہ ہوا - روانگي کا مقصد یہ تھا ' کہ کوارنر کیمپ میں مزید رسد فراہم کیجائے - واپسي میں ۲۷ کو سخت برفباري ہوئي ' مگر مرکزي خیمہ قریب تھا ' اسلیے ۲۸ کو یہ جماعت خیمے واپس پہنچگئی -

جیسا کہ اسکاٹ نے اپنے روزنامچہ میں لکھا ہے یہاں ایک غیر معمولي طوفان برپا ہوچکا تھا ' جو تین دن تک رہا تھا ' اور جس نے برف کا ایک انبار عظیم جمع کردیا تھا -

یابو دو دیوار ہاے برف کي پناہ میں رکھنے کي کوشش کیگئي ' مگر آندھي کے جھونکوں نے اس کوشش کو بے سود ثابت کیا ' اور مسکین جانور کو سخت تکلیف برداشت کرنا پڑي - ان حالات کي بنا پر اسکاٹ نے بغیر کسي تاخیر کے ' ھٹ پوائنٹ واپس آنے کا فیصلہ کیا -

ایک صدمۂ شدید

ایک یابو کو برفباري سے سخت نقصان پہنچا تھا ' اوٹیس ' گرین ' اور اسکاٹ اسکي حفاظت کے لیے پیچھے رہگئے ' اور باورس چیري (Cherry) گیرارڈ (Garrard) اور کرین (Crean) چار نہایت عمدہ یابوؤں کو لیکے کتوں کے پیچھے پیچھے چلے -

یہ جماعت جب ھٹ پوائنٹ کے قریب پہنچي ' تو اسوقت بحر برف میں شگاف پڑھرہے تھے ' یہ دیکھکے وہ فوراً واپس ہوئي ' واپسي میں وہ جنوب کي طرف ۴ میل تک چلي گئي -

جانوروں کي خستگي و ماندگي برابر بڑھ رہي تھي ' یکم مارچ کو ۲ - بجے ماندگي اس حد تک پہنچگئي ' کہ جماعت کو مجبوراً منزل کرنا پڑي -

کوئي ۴ - بجے کا عمل تھا ' کہ ایک شورش نے باورس کو بیدار کردیا ' باورس نے اٹھکے دیکھا ' تو معلوم ہوا ' کہ برف کے تودے پھٹ رہے ہیں اور سیلاب کي طرح سرعت کے ساتھہ خیمہ کي طرف بڑھتے چلے آرہے ہیں -

یابوؤں کے باندھنے کے لیے ایک قطار میں میخیں گاڑي گئي تھیں - دیکھا ' تو ایک یابو غائب ہوگیا ہے ' یہ حالت دیکھکے جماعت جنوب و غرب کي منجمد برف کیطرف روانگي کا فیصلہ کیا ' برفستاني گاڑیاں لادي گئیں اور جماعت روانہ ہوگئي - گاڑي کے کھینچنے میں غیر معدود مشاکل پیش آے - یابو ایک بہتے ہوے تودۂ برف (Floe) سے اچک کے دوسرے بہتے ہوے تودۂ برف پر جاتے تھے اور دوسرے سے تیسرے پر ' وھلم جراً -

دوپہر ہوتے ' جماعت سد (Barrier) کے قریب پہنچي ' اسوقت حالت سنگین سے سنگین تر ہوگئي تھي ' پیچھے گرم تعاقب سیلاب تھا اور آگے سد کي نا قابل صعود دیوار برف ' اس امید پر ' کہ شاید دیوار برف میں کوئي شگاف ملجاے ' ولسن مشرق کي طرف گرم سیر ہوا ' اتفاقاً اسکو ایک شگاف ملگیا - جسکے سہارے سے وہ سطح پر چڑھگیا -

اسکاٹ کي ٹولي نے بیمار یابو کي جان بري کي ہر ممکن کوشش کي ' مگر ناکامي ہوئي - یہ ان سوانح سے بالکل بیخبر تھي ' جو ولسن کي ٹولي کو پیش آئے تھے ' اسلیے جب اسکو اپنے مقصد میں کامیابي نہیں ہوئي ' تو وہ وہاں سے روانہ ہوگئي ' دوپہر سے پہلے وہ لب سد پر پہنچي ' یہاں اسکو غیر متوقع ہولناک منظر نظر آیا ' اس نے دیکھا ' کہ بحر برف ندارد ہے اور سد کي برف پیر کے نیچے

بہت رهی هے' یه حالت ایک عظیم الشان آنے والے سیلاب کي گرد راه تهي' اسکات موراً تاڑ گیا' ولسن سے ملاقات هوئي تو اس نے بیان کیا که " عینک کي مدد سے میں نے پابوروں کو ادهر برف میں بہتے هوے دیکها هے " اس روایت سے اسکات کے خیال کي تائید هوئي ' گهنٹه بهر کے بعد کریں آتا هوا دکهائي دیا' جب وه قریب آگیا' تو اس نے اپني سرگذشت بیان کي' جسکے سنتے هي ارٹیس اور اسکات' کریں کو اپنے همراه لیکے' مغرب کي طرف ولسن کي ٹولي کے بقیه اعضاء کو نکالنے کے لیے روانه هوے -

ایک خلیج کے گرد انهوں نے چلنا شروع کیا' چلتے چلتے ۶ بجے شام کو خوش قسمتي سے گم شده ٹولي نظر آئي -

اب موجیں ته نشین هوگئیں تهیں اور شمال و مغرب کي طرف منجمد برف کا بہنا هنگامي طور پر موقوف هوگیا تها

آلپن (ایک قسم کا درخت هے) کي رسي کے ذریعه سے تمام آدمي بغیر کسي دقت کے نکال لیے گئے - کام رات کو بهي جاري رها ' برفستاني گاڑیوں اور سامان کے نکال لینے میں بهي کامیابي هوئي ' پابو ۳۰ میل کے فاصله پر تهے' وه نهیں نکالے جاسکے ' آخر شب کو قریباً ۳ بجے منجمد برف میں پهر حرکت شروع هوئي' ۸ بجے' صبح کو پهر یه حرکت سکون سے بدلگئي ' اب یه لوگ شمال کي طرف روانه هوے ' یه دیکهکے که پابوروں نے اپنے نکالنے کي غیر معمولي جوش کے ساتهه کوشش کي هے ' ارٹیس اور باورس ایک طویل چکر کاٹکے منجمد برف تک پہنچے ' اور باقي لوگ سد کے حصه زاروں میں خندق کهود نے لگے' بہتے هوے برف کے تودے نا هموار اور سطح آب سے بلند تهے' ارٹیس' اور باورس نے پابوروں کو جست کي ترغیب دي ' ایک تو نکل آیا ' مگر دو جست میں ناکام رهے اور غرق هوگئے' منجمد برف نے پهر شمال کي طرف حرکت شروع کي -

اسکات مع اپنے رفقاء کے روانه هوا' ۴ مارچ کو یه لوگ کیسل روک (Castle Rock) سے مشرقي پہاڑیوں پر چڑهے اور ۵ کو بخیریت هٹ پوائنٹ پہنچگئے -

اس سفر میں تین نہایت توانا اور قوي هیکل پابو ضائع هوگئے ' جیسا که اسکات نے اپنے روز نامچه میں لکها هے' ان تین قوي و توانا پابوروں کا ضائع هونا مہم کے لیے ایک سخت صدمه تها اور اگر چند اور پابو باقي نه هوتے تو تمام نقشه درهم برهم هو جاتا -

یه تمام مصائب ایک موج کا کرشمه تهے' جو دس میل تک پهیلي هوئي تهي' اس موج میں کهلي هوئي برف کے پاني کے علاوه سد اور هاکداے کي برف کے بڑے بڑے ٹکڑے بهی تهے' یہاں کي یه حالت صرف اسي سال نه تهي' بلکه سنه ۱۹۰۲ ع سے یه هي حالت رهتي هے - یه جماعت ڈسکوري هاوس پہنچي' مگر یہاں دیکها ' تو مکان کي عجیب حالت تهي' کهڑکیاں ٹوٹي هوئي اور بہت قلابوں سے نکلے هوے تهے ' اندر برف سخت (solid ice) پٹي پڑي تهي ' موراً سب نے ملکے اندر کي برف نکالی ' اور شکسته مقامات کي ضروري مرمت کي' مرمت کے بعد اس کہانے برفستان میں اس مکان نے بڑا آرام دیا -

ایک عرصه تک ان لوگوں کو امداد سمندر کا انتظار کرنا پڑا ' اس عرصه میں انکے بود و ماند کي وه حالت تهي' جو انسان کي آغاز تمدن میں تهي - ٹین اور چند اور دهاتوں کو ملاکے ایک ایک ناهموار اور بدقواره انگیٹهي' اور ایک بهدا اور ساده چراغ تیار کیا گیا تها' چراغ میں وهیل کي چربي جلائي جاتي تهی' غذا سیل تهي' جو ایک دور پہاڑي کے قریب ملتي تهي اور وه بهي بہت تهوڑي' گو ایسا کبهي نهیں هوا که بالکل نه ملي هو-

[پہلے کالم کا بقیه]

ناداري میں نہایت حقیر چیز کي بهي بہت قدر هوتي هے- اتفاق سے وهاں ایک پرانا صندوق ملگیا ' اسکے متعلق اسکات اپنے روز نامچه میں لکهتا هے که :

" که ایک پراني میگزین کے ایک صندوق کے اکتشاف کا هم نے بیحد لطف اٹهایا اور اس سے بہت آرام ملا " (باقي آینده)

علـوم حدیثـه کي ترقي

اور

جرائم و خبـائث

—:*:—

علم ایک آله هے ' جس طرح کے هاتهه میں هوگا ' ویساهي النتیجه پیدا کریگا -

علمي ترقي ایک طرف محافظین مال و دولت کیلیے ایسے ایسے طلسمي صندوق اور آهني الماریاں ایجاد کرتي هے ' جسکو دیکهکر عقل کو تعجب اور دماغ کو تحیر هوتا هے - لیکن ساتهه هي دوسري طرف چوروں کے لیے ایسے ایسے آلات عجیبه اور وسائل نادره بهم پہنچا دیتي هے ' جنکے ذریعه سے اُس طلسم محافظ کي کنجي وه ڈهونڈه نکال لیتے هیں ' اور جس علم نے مال کي حفاظت اڑائي تهي' وهي علم دوسرا نقاب منهه پر ڈالکر اُسکي قزاقي بهي کرا دیتا هے !!

* * *

حال میں انگلستان کے ماهرین علوم چوروں نے جس عجیب علمي طریقه سے ایک صندوق کو کهولنا چاها تها ' اسکا تذکره آجکل علمي رسائل میں بکثرت کیا جا رها هے -

هالبن والڈ کٹ کے ایک جوهري کے یہاں آهني الماري کے اندر ۸۰ پونڈ کے قیمتي موتي رکهے تهے' ۳ فروري کي رات کو چوروں کي ایک با قاعده جماعت نقب زني کے بعد' دکان میں پہنچي ' اور بالکل علمي طریقه پر الماري کے کهولنے کي کوشش کي - وه یقیناً کامیاب هوتے' مگر تکمیل کار میں دیر هو گئي' یہاں تک که صبح کے چهه بجے گئے ' غریب جوهري کي قسمت خفته بیدار هوئي ' اور پولیس کي موجودگي نے ان ماهرین علم و فن کو ایک قیمتي تجربے کي تکمیل کا موقعه نهیں دیا -

* * *

نقب زنوں نے سب سے پہلے ایک هلکے قسم کا خیمه استعمال کیا ' جو اسي غرض سے اُنکے همراه تها -

خیمه اسطرح نصب کیا گیا تها ' که اُس کے اندر دیوار کا وه حصه آگیا تها' جس کے ساتهه لگي هوئي اندر کي طرف آهني الماري تهي - یه چاٹوڈ کمپني کي ساخته تهي ' جسکي مضبوطي ' اور کیل پرزونکا استحکام مسلم هے -

جب الماري کي دیواروں میں سے راه پیدا کرنے کي کوشش کامیاب نهیں هوئي ' تو اس جماعت نے دوسرا طریقه اختیار کیا - انهوں نے الماري کے ایک رخ کي تهه پر نہایت سخت اور خوفناک شعله باري شروع کردي ' اور علمي اصول سے اسمیں اسقدر انتہا درجه کي حرارت اور ناریت پیدا کي ' که تهوڑي هي دیر کے اندر سطح میں ایک بڑا سوراخ پیدا هوگیا - اتنا بڑا سوراخ' که جس سے بآساني هاتهه اندر چلا جائے !

فالر پر رفنگ کا قاعده هے ' که حرارت کے پہنچنے سے پگهلکے ' دهار کي سیال صورت میں بہنے لگتي هے ' اور الماري کے اندروني اور بیروني حصے میں حائل هو جاتي هے - اسي لیے

حلقہ سرا علیہ :

بیسویں صدی کے ترقی نامہ چوز

حر

علمی طریقے سے ایک مستحکم ترین دیلامی الساری کے اخراش چررا رہے ہیں ـ

پہ
راہ
کیا
بہ
ہر
آک
اور
گو

شا

م

بغ
بر
ہ
آ
۸
ط
۳
۲

ار
ت

الماری کی دیوار میں اسکے عقلمند موجد نے ہوا نچ کی فائر پروفنگ دے دی تھی -

اگر آکسیجن (Oxygen) کی دھار کا رخ کسی ایسی دھات کی طرف، جو پہلے گرم کی جا چکی ہو، پھیر دیا جاے، تو قاعدہ ہے کہ دھات بھڑک اٹھتی ہے، اور فوراً آئرن آکسڈ (Iron oxide) کی شکل میں جل جاتی ہے - ایسی ٹیلن (Acetylen) کے ساتھ آکسیجن کی آمیزش اسی غرض سے ہے -

یہ چوری جن آلات و وسائل علمیہ کے ذریعہ سے کی گئی تھی، انکا ایک مرقع آجکی اشاعت کے ساتھ علحدہ صفحہ پر چھاپا جاتا ہے - اسکو پیش نظر رکھہ لیجیے -

تصویر میں دو لمبے چونگے ہیں - ان میں سے ایک میں ایسی ٹیلین ہے اور دوسرے میں آکسیجن، ان دونوں چونگوں میں گیس کی اتنی مقدار آسکتی ہے، کہ دو تین گھنٹے تک متصل شعلے نکلتے رہیں - ایسی ٹیلین شعلے پیدا کرتا ہے، اور آکسیجن حرارت کو سخت خوفناک حد تک تیزکردیتا ہے -

یہ دونوں گیس دو ربر کی نالیوں سے ہوکے، مہنال کے پاس مل جاتے ہیں، اور اپنی متحدہ اور مرکبہ طاقت سے آگ اور بربادی کے ایک دیوتا کی قوت بن جاتے ہیں -

تاہم یہ ایک سخت خوفناک تماشہ تھا - اسی لیے نقبزنوں نے ایک کیمیا وی تجربہ کرنے والے پروفیسر کی طرح، اپنے چہروں کے آگے ابرک کا ایک تختہ آویزاں کر دیا تھا، تا کہ شعلوں کی حرارت سے آنکھیں محفوظ رہیں - اس تختے میں ایک سوراخ تھا، جس کے اندر سے گیس کے نالی کی مہنال داخل کردی گئی تھی -

آپ دیکھہ رہے ہیں، کہ فرش پر ایک ناند رکھی ہوئی ہے - اس میں پانی ہے، اور یہ اسلیے ہے، تاکہ الماری سے جو دھار پگھلکے بہے، وہ اسمیں آجائے - اگر یہ احتیاط نہ کی گئی ہوتی، تو اس مادے سے تمام عمارت میں آگ لگ ہوتی !

ایسی ٹیلن کا اس غرض سے استعمال حال کی اکتشافات میں سے ہے، پہلے اسکی جگہہ نائٹرو گلیسیرین (Nito glycerime) استعمال کیا جاتا تھا -

الماری کی چول کے سامنے دروازے کے شگاف میں گارا بھر دیا گیا تھا - اس گارے میں نائٹرو گلیسیرین کیلیے ایک پیالہ نما ظرف رکھا گیا تھا -

انفجار کے لیے ایک خاص طرح کے فتیلے سے کام لیا گیا تھا -

* * *

یہ علم کے کرشمے ہیں، جو محافظ و سارق، فرشتۂ امن اور دیو جنگ، وسیلۂ راحت اور ذریعۂ خسران، دونوں ہے -

---

الہلال کی ایجنسی

— * —

ہندوستان کے تمام اردو، بنگلہ، گجراتی اور مرہٹی ہفتہ وار رسالوں میں الہلال پہلا رسالہ ہے، جو باوجود ہفتہ وار ہونے کے، روزانہ اخبارات کی طرح بکثرت متفرق فروخت ہوتا ہے - اگر آپ ایک عمدہ اور کامیاب تجارت کے متلاشی ہیں تو اپنے شہر کیلیے اسکے ایجنٹ بن جایئے -

---

تصحیح

نمبر ۱۱ کے صفحہ ۱۸۶ میں نیچے سے پانچویں سطر میں "علم النفس" کے بدلے "علم وظائف الاعضاء" ہونا چاہیے -

---

فہرست

زر اعانۂ دولت علیۂ اسلامیہ

—:**:—

(۱٦)

ان اللہ اشتری من المومنین انفسہم و اموالہم، بان لہم الجنة

مبلغ ۵ - ۳٦۱ جو بذریعہ نیاز علی خان صاحب سپروائزر نہر جہیلم منگلا ہیڈ ورکس وصول ہوے اور جنکی مجموعی رقم نمبر ۱۳ میں شائع کی گئی ہے -

نام	پائی	آنہ	روپیہ
میاں اللہ دیا	۰	۰	۲
مستری ذاکر حسین	۰	۰	۲
خواجہ فرزند علی صاحب اورسیر	۰	۸	۱۲
احمد علی میٹ	۰	۰	۴
مستری چراغ دین	۰	۴	۶
چودھری اکرم خان	۰	۰	۲
چودھری نیاز علی خان سپروائزر	۰	۰	٦٦
ہمشیرہ صاحبہ چودھری نیاز علی خان	۰	۰	۵
اہلیہ چودھری نیاز علی خان	۰	۰	۷
مستری محمد شریف	۰	۰	۱
میاں عبد العلی صاحب اورسیر	۰	۰	۱۸
قاضی سید احمد صاحب اورسیر	۰	۰	۱۸
والدہ صاحبہ قاضی سید احمد	۰	۰	۱۰
ڈاکٹر فضل کریم	۰	۰	۱۰
خان محمد حسین اورسیر	۰	۰	۳۰
مولوی رحمت علی صاحب اورسیر	۰	۴	۱۱
میاں صدر دین کلرک	۰	۰	۳
قاضی محمد اعظم کلرک	٦	۸	۲۰
میاں سردار محمد صاحب اورسیر	۰	۴	۱۵
میاں عبد الکریم کلرک	۰	۰	۴
میاں عبد الرحمان پوسٹ ماسٹر	۰	۰	۵
مستری عطا محمد	۰	۰	۵
میاں ضیا الدین کلرک	۰	۸	۱۵
مستری عبد الکریم	۰	۰	۳
میاں فضل کریم	۰	۰	۲
میاں سرور دین کلرک	۰	۰	۲
نذر خان جمعدار معہ مزدوراں	۰	۴	۵
مستری غلام قادر	۰	۰	۲
غلام محمد میٹ	۰	۰	۱
فتح بیگ ڈرائیور	۰	۰	۵
منگو ڈرائیور	۰	۰	۱
خدا بخش میٹ معہ مزدوراں	۰	۸	۱
ساون لوہار	۰	۰	۲
غلام محی الدین فٹر	۰	۰	٦
غلام قادر فٹر	۰	۰	۵
مستری محسن خان	۰	۰	۴
قادر ڈرائیور	۰	۰	۵
غلام محمد میٹ و مزدوراں	۰	۱۴	۰
نور دین ڈرائیور	۰	۰	۲
روشن دین فٹر	۰	۰	۵
مستری حسن محمد	۰	۰	۱
اکرم خان	۰	۰	۱
برکت فٹر و الہ بلس میٹر	۰	۰	۸
صاحب ڈرائیور	۰	۴	۱
نذر دین ڈرائیور	۰	۰	۲
رحمت علی ڈرائیور	۰	۰	۲
مراد بخش ڈرائیور	۰	۴	۱
سیف علی ڈرائیور	۰	۰	٦
ڈھیرو ڈرائیور	۰	۰	۲
روشن میٹ و مزدوراں	۰	۸	۴
الف دین ٹھیکیدار و مزدوراں	۰	۹	۵
بدا حجام	۰	۰	۲
متفرق معرفت میاں عبد العلی	۰	۹	۷
دیگر متفرق	۰	۰	۳

فکاہات

—:•:—

(۱)

لیگ کی دائم المرضی کی علت اصلی

حضرت لیگ نے اب کی سر منبر یہ کہا * کہ " بس اب " سلف گورنمنٹ " کی طیاری ہے
وہ گئے دن، کہ نہ تھی حق طلبی پیش نظر * اب تو میرے رگ و پے میں بھی یہی ساری ہے
وہ گئے دن، کہ تملق تھا مرا طرز عمل * اب تو جو بات ہے، وہ شیوۂ خود داری ہے
اگلی اسکیم سے جو کچھ کہ رہا ہے باقی * وہ فقط شیوۂ تعلیم " وفاداری " ہے
میں نے یہ " سوٹ ایبل " کی جو لگائی ہے قید * یہ عجب نکتۂ آئین جہانداری ہے!
فن انشا و بلاغت کا بھی رکھا ہے لحاظ * کوئی کیا جانے، کہ کیا اس میں فسوں کاری ہے؟
میں نے اس لفظ میں رکھے ہیں ہزاروں پہلو * ایک جامہ ہے، مگر لاکھ پہ بھی بھاری ہے
آپ جلدی سے کہیں گے اچک جانے کا * سادگی میں بھی وہی شیوۂ عیاری ہے
یاں تلک کانگرس کا بھی نہ پہنچا تھا خیال * نہ سمجھیے گا، کہ یہ بھی کوئی فخاری ہے
ہوتی جاتی ہیں، جو یہ لیگ کی شاخیں قایم * چشمۂ فیض ہے، جو چار طرف جاری ہے
الغرض جلسۂ سالانہ کے ہوتے ہوتے * آپ دیکھینگے کہ کیا لیگ کی جباری ہے "

* * *

یہ تو سب کچھ ہے، مگر دیکھیے کب تک جائے
بات کرنے کی جو یہ آپ کو بیماری ہے

(نقاد)

---

(۲)

ترکوں کو صلاح ترک یورپ

نہیں کچھ اعتبار دوست دشمن اس زمانے میں * کرم فرما جنھیں سمجھے تھے، وہ نکلے ستم آرا
وہ آغا خاں، جنھیں ہندوستان کے سادہ دل مسلم * کہا کرتے تھے کل تک " نا خدا ہست کشتی مارا "
ہیں لکھے اک ایک مضمون ٹائمس آف بمبئی میں * جسے پڑھکر ہر ایک مسلم کا دل ہوتا ہے صد پارہ
وہ لکھتے ہیں کہ " بہتر ہے کہ یورپ چھوڑدے ترکی * اُٹھالے جائے ارض ایشیا کو اپنا پشتارا "
یہ کیسی رائے ہے؟ کیوں ہے؟ نہ پوچھو اس معمے کو * یہ ہیں اسرار پنہاں انکے افشاء کا نہیں یارا
مگر کہنا یہ ہے، سنتے ہی یہ مضمون شور افزا * بڑھا جوش و خروش ایسا کہ ہر اک شخص بنکارا
جہاں دیکھا، جسے دیکھا، مخالف ہی نظر آیا * نہیں دو چار، ہم آہنگ تھا ہندوستان سارا

* * *

بھری ایک سانس ٹھنڈی اور پڑھا یہ شعر حافظ کا * سنا جب حضرت شفاف نے یہ ماجری سارا
من ازاں حسن روز افزوں کہ یوسف داشت دانستم * کہ عشق از پردۂ عصمت بروں آرد زلیخا را

* * *

کھلا عقدہ نہ اغا خاں کی اس شوری طرازی کا * بہت ہم عقل دوڑایا کیے، ہر چند سر مارا
نظر آیا بالاخر ایک سیاح جہاں دیدہ * کہ حل کرد او ز نیرو فراست این معمارا
کہا اس نے " صلاح ترک یورپ پر تعجب کیوں؟ * مگر شاید نمی دانی تو قوم و ملک اغا را
یہ ایرانی ہیں، جو ہیں عاشقاں خانہ براندار * ہے انکا قول یہ با وصف عقد شاهی دارا
اگر آں ترک شیرازی بدست آرد دل مارا * بخال هندوش بخشم سمرقند و بخارا را

خریداری تمسکات

بہت چھینٹے دیے بارد مزاجوں نے اُنہیں، لیکن * کسی صورت نہ مقیاس الحرارت کا دبا پارا
یہ بڑھتا جوش جب دیکھا، تو حامی بنکے ترکوں کے، * بڑھاکر ہاتھ چندے کا، مسلمانوں کو تھپکارا -
یہ پالیسی، یہ ترکیبیں، ہیں پالیٹکس کے جوہر * کبھی تعریف فرمادی، کبھی برعکس لکھ مارا

(شفاف)

ناموران غزوۂ بلقان

"حمیدیہ" شکستگی کے بعد قسطنطنیہ جا رہا ہے حصہ پیشیں زیر آب ہے -
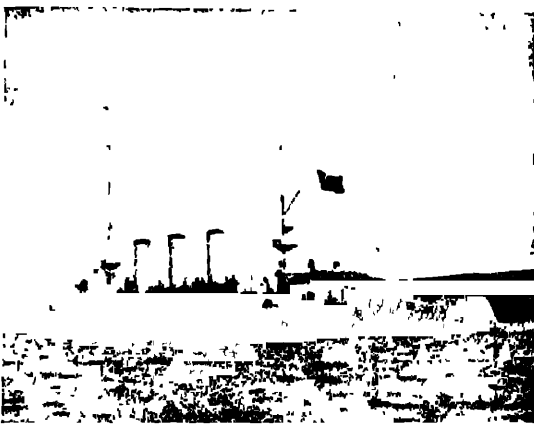
"حمیدیہ" میں گیارہ گز مربع سوراخ ہوگیا ہے اور قسطنطنیہ کو واپس جا رہا ہے

"حمیدیہ" مرمت کے بعد

کپتان حسین رؤف کمانڈر "حمیدیہ"

"حمیدیہ" گذشتہ سال جنگ بلقان میں بلغاریا کے مقابلہ میں معرکہ آرا ہوا تھا ۲۲ نومبر کو ایک ضرب شدید سے اسمیں ۱۱ مربع گز کا ایک شگاف پیدا کردیا' جہاز مرمت کے لیے قسطنطنیہ روانہ ہوگیا' رفتار میں اسکی حالت یہ تھی' کہ پانچ انچ کے علاوہ تمام جہاز غرق آب تھا -

شگاف کا طول و عرض اور رفتار کی حالت دیکھتے ہوے کسی کو بھی یہ امید نہ تھی کہ "حمیدیہ" قسطنطنیہ پہنچیگا' مگر نا ایں اسکے پختہ کار و دانشمند کمانڈر غازی رؤف حسین بک نے سررشتہ ہمت ہاتھہ سے نہیں دیا اور ایسی مہارت و چابکدستی کو کام فرمایا' کہ عالمگیر مایوسی کے علی الرغم "حمیدیہ" قسطنطنیہ پہنچگیا -

قسطنطنیہ میں اسکی مرمت ہوئی -

چند روز تک "حمیدیہ" کے متعلق خبروں پر خاموشی طاری رہی' ایک دن دفعۃً یہ خبر آئی کہ "حمیدیہ" نے "میدیللی" پر گولہ باری کی اور اس خوش اسلوبی سے کی کہ مرخرالذکر کے لیے غرق و تسلیم کے علاوہ دوسری صورت نرہی' اسلیے اس نے اپنے آپ کو غرق کر دیا -

حال میں "حمیدیا" نے "مدیللی" پرگولہ باری کی تھی' اور چلتے چلتے اس قادر اندازی کے ساتھہ دو نشانے مارے' کہ سروپی بارکش اور میگزین میں آگ لگ گئی' جس سے ایسا شدید نقصان ہوا' کہ دشمن کو بھی اعتراف کرنا پڑا -

شئون عثمانیہ

اخبار و حوادث

—:○●○:—

تلخیص جرائد عربیہ

چتلجا

— ● —

ادھر دو دن تک گو موسم اچھا رہا ' مگر چتلجا اور بلغاریوں کے بیچ کی دلدل فریقین کی پیشقدمیوں میں حائل رہی - بظاہر معلوم ہوتا ہے ' کہ عثمانی توپوں کی زد سے بچنے کیلیے بلغاری ہر گاوں جلا کے پیچھے ہٹ گئے ہیں

دولت عثمانیہ نے جمع شدہ فوج کا ایک حصہ تو ارمید اور میڈیا میں اتار دیا ہے ' اور بقیہ نامعلوم مقامات پر جہازوں کے ذریعہ سے روانہ کردیا ہے ' موخر الذکر فوج دسویں کمپنی کی ہے ' اسکے قائد بطل الطرابلس انور بے ہیں ' مگر عنقریب اسکے ساتھ خورشید بک بھی روانہ ہونے والے ہیں - انور بے نے اپنا شعار " فتح یا موت " قرار دیا ہے -

---

خالقہ کوی پر (جو چتلجا کے حدود میں واقع ہے) بلغاریوں نے شدید اسلحہ سے حملہ کیا ' عثمانیوں نے جواب دیا ' شدید جنگ ہوئی ' دشمن سخت نقصان کے ساتھ پسپا ہوگیا -

اسیروں نے ۹ یونانی اور ایک بلغاری جملہ ۱۰ جاسوس گرفتار کیے ہیں ' یہ جاسوس عدالت جنگ کے حوالہ کردیے گئے ہیں -

---

پیشقدمیاں

چتلجا میں عثمانی فوج کی پیشقدمیاں جاری ہیں ' بلغاری فوج کے اہم حصے تشرلو کی طرف ہٹ رہے ہیں ' بلغاری واپسی کے وقت تھوڑی فوج چھوڑ آئے ہیں ' یہ ہی وہ فوج ہے ' جس سے اور عثمانی فوج سے بابا بورنس کی پہاڑیوں پر چند خفیف مناوشات ہوئے ' نقصانات غیر اہم ہیں -

---

ادرنہ

— ● —

سخت گولہ باری ہوئی ' صرف شہر پر تخمیناً ۱۵۰ گولے گرے - محلہ (قرتش) کو غازی شکری پاشا قائد ادرنہ نے غیر لوگوں کیلیے خاص کردیا ہے - اسلیے یہ محلہ ناطرفدار سمجھا جائیگا -

---

ادرنہ میں رسد

بعض خاص ذرائع سے معلوم ہوا ہے ' کہ البطل العظیم شکری پاشا نے آغاز محاصرہ کے وقت سرکاری گوداموں میں رسد کی مقدار وافر جمع کرلی تھی ' محاصرہ سے گھبرا کے بعض بلغاری بطل موصوف کے پاس آئے ' اور تسلیم کی درخواست کی ' بطل موصوف نے اس درخواست کے جواب میں انہیں پھانسی دلوادی ' تاکہ آئندہ کسی کو اس قسم کی درخواست کی جرات نہ ہو -

حوالی اشقودرہ

— ● —

(نیو مرری پریس) کا نامہ نگار اطلاع دیتا ہے :

جنگ کے متعلق جبل اسود کی سرکاری روئدادیں مبالغہ سے لبریز ہوتی ہیں ' اشقودرہ کے متعلق قابل اعتماد خبروں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے ' کہ ترابوش ' بردانہول ' اور بادیکہ میں جو معرکے ہوئے ' اسکا انجام مانٹی نیگرو کی شکست پر ہوا ' کرنل (یوبوفتیش) کے زیر قیادت (بادیکہ) پر حملہ کیا گیا تھا ' مگر ناکام رہا ' سخت نقصان کے ساتھ واپس ہونا پڑا -

ترابوش پر بھی نہایت جوش و ہمت کے ساتھ حملہ کیا گیا ' مگر بیکار گیا ' قلعوں کو بالکل نقصان نہیں پہنچا ' بلکہ محافظ فوج کا جوش اور بڑھ گیا ' اشقودرہ میں بلوہ کی خبر بالکل بے بنیاد ہے ' سامان غذا و جنگ کافی مقدار میں موجود ہے - آخری وقت تک مدافعت پر فوج تلی ہوئی ہے -

(جون ترک) کا نامہ نگار خصوصی تار دیتا ہے :

مانٹی نیگرو اشقودرہ کے محاصرہ میں تنگ گیری سے سروی تروپوں سے مدد پر کرسکتے ہیں ' تاہم عثمانی فوج کی ہمت میں فرق نہیں آیا ہے ' اعلان جنگ کے دوسرے ہی دن عثمانی فوج نے شہر سے خروج کیا ' اور دفعۃ سروی فوج پر آتش باری شروع کردی ' جس سے سروی فوج کا سخت نقصان ہوا -

ڈیلی میل کا نامہ نگار تار دیتا ہے :

عثمانی نکلے ' انکے ساتھ البانی والنٹر بھی تھے ' تین سروی رجمنٹوں پر حملہ آور ہوے ' سخت جنگ کے بعد دشمن سے ہتیار رکھوالیے -

---

حملہ اشقودرہ

قرائن سے معلوم ہوتا ہے ' کہ اشقودرہ پر حملہ موقوف ہوگیا ہے - جمعہ اور ہفتہ کو شہر پر ہر طرف سے سخت گولہ باری ہوتی رہی ' مگر اسکے بعد دفعۃ موقوف ہوگئی ' اور اب دو دن سے سکون تام طاری ہے -

دوریکا کے جانب جنوب بڑے بڑے غار ہیں ' بیان کیا جاتا ہے ' کہ ان غاروں کی وجہ سے حملہ ناممکن تھا ' اسلیے سروی حملے کا نقشہ بدل گیا ہے ' مگر یہ احتمال صحیح نہیں ' کہ موجودہ سکون تغیر نقشہ کا نتیجہ ہے -

یہ معلوم ہے ترکوں نے یکشنبہ کو انجلوا بالکل خالی کردیا ہے ' اتوار کو ترابوش کی بلندیوں اور اطراف و جوانب کی طرف مانٹی نیگرو کی پیشقدمی کا منظر نہایت عجیب و غریب تھا ' مگر میدان جنگ میں بعض حرکات میں دیر ہوئی ' جسکی وجہ سے انکو واپس ہونا پڑا -

---

خسائر جبل اسود

سٹنجی (دار السلطنت مانٹی نیگرو) میں آئی ہوئی خبروں کے بموجب مانٹی نیگرو کو بار دنجولت کے معرکوں میں سخت نقصان ہوا ' حوالی ترابوش کے نقصانات بھی اسی کے قریب قریب تھے - انگریزی انجمن صلیب احمر کے طبی مشن (جو پہاڑ کی بلندیوں اور ٹیلوں پر خیمہ زن ہے) کا کام غیر معمولی طور پر بڑھ گیا ہے -

گذشتہ چند دن میں صرف زوجاچ کے انگریزی شفا خانے میں ۴۵۰ - زخمیوں کا علاج کیا گیا - اس سے اندازکیا جاسکتا ہے' کہ دیگر مقامات کی کیا حالت ہوگی -

بستر لوند کو (کلارر) سے معلوم ہوا ہے' کہ معاصرہ اشقودرہ میں پیہم ناکامیوں کی وجہ سے اہل جبل اسود کے دلوں میں ناامیدی سما گئی ہے - حال میں سروی فوج کی مدد سے جو حملہ کیا گیا تھا اسمیں سخت نقصان کے ساتھہ ناکامی ہوئی' شفا خانے مریضوں سے بھرے ہوئے ہیں' متصل پانچ دن کے معرکے میں مقتولین کی تعداد ۳ ہزار ۵ سو ہے

ابتک حکومت کی طرف سے ہمیشہ فتوحات اور قرب تسلیم کی خبریں شائع ہوجاتی رہیں ' جس سے قوم نے اُمید کی نہایت بلند عمارتیں قائم کی (گو وہ ہوا میں تھیں) اب محافظ فوج کی حیرت انگیز مدافعت نے آنکھیں کھولدی ہیں' اور بتا دیا ہے' کہ اب تک جو کچھہ شائع کیا گیا ہے' وہ محض مبالغہ طرازی ہے' اسکے علاوہ ادھر دول یورپ نے اشقودرہ کو البانیہ سے ملحق کرنے ارادہ ظاہر کیا - ان وجوہ سے اہل جبل کے قوی رو بانحطاط ہیں اور یہ حالت اسوقت تک روز افزوں ہے -

اسطول عثمانی

— * —

عثمانی بیڑے کی نقل و حرکت کی نسبت زیادہ نہیں کہا جا سکتا ' مگر اسقدر یقینی ہے' کہ آہن پوش " مسعودیہ " نے بہت بڑے بڑے گولے (ترکوس) کے آگے کے بلغاری مرکزوں پر پھینکے -

جنگی جہاز " آثار توفیق " (قاضیاوی) میں دو تباہ کن کشتیوں کے ساتھہ لنگر انداز ہے -

" مجیدیہ " کی بابت کہا جاتا ہے کہ بحر اسود میں پھر رہا ہے - یہاں یہ خبر مشہور ہوئی تھی کہ " حمیدیہ " جدہ پہنچگیا اور وہاں عثمانی ارباب حکومت سے اسکے رئیس (جہاز کے افسر اعلی) نے یہ بیان کیا کہ عنقریب بحرارخبیل میں واپس جائیگا -

جہاز " طور عود رئیس " (رودستو) میں بلغاری نقل و حرکت کی نگرانی کررہا ہے -

۵۰۰ بلغاری

جون ترک سے ایک ایسے شخص نے ' جو خود معرکہ میں شریک ہوا تھا ' بیان کیا ہے' کہ جو گولی پر " باربروسا " کی گولہ باری نے ۵۰۰ سو بلغاری ضائع کیے -

حمیدیہ

دس بجے شب کو " حمیدیہ " ایباے حیفا میں پہنچا ' یہاں وہ کوئلے اور دیگر ضروریات کے لیے آیا ہے ' جہاز کے کمانڈر عاری رؤف حسین بک ہیں ' چند آدمی ان سے ملنے جہاز پر گئے ' کمانڈر موصوف جوش اور شجاعت سے لبریز ہیں' آنے والوں سے نہایت اچھی طرح ملے اور دوران گفتگو میں تبسم کرتے ہوے کہا کہ " ہم اور ہمارے رفقا ملک و ملت پر نثار ہونے کے لیے تیار ہیں' ہم حفظ ناموس اسلام و آزادی وطن کی راہ میں موت کو قابل رشک خوش قسمتی سمجھتے ہیں " -

فوج میڈیا

جون ترک قسطنطنیہ کو نہایت معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ جو عثمانی میڈیا میں اتاری گئی تھی' وہ برابر بلغاری فوج سے معرکہ آرا ہو رہی ہے' عثمانی فوج کئی بار ناف شہر تک گھستی ہوئی چلی گئی اور بے قاعدہ جنگیں برپا کیں - یہ فوج اسوقت تک بلغاریوں کو سخت نقصان پہنچا چکی ہے -

مالی حالت کی اصلاح

— * —

صباح (ترکی اخبار) کا بیان ہے ' کہ " آخری جلسہ میں محمود شوکت پاشا وزیر اعظم نے ۲۷ اقتصادی تجویزوں پر غور کیا ہے' جنکے لائسنس کمپنیوں کو دیے جائیں گے -

طرابلس الغرب

شیخ سنوسی کا وفد

— * —

سید السنوسی کا وفد سید عبد العزیز' سید احمد' اور دو اور بزرگ جملہ ۴ اعضاء سے مرکب ہے - یہ وفد خشکی کے راستہ سے شام ' اطنہ ' اور مرسینہ ہوتا ہوا ۱۰ فروری کو آستانہ پہنچا ہے -

جلالتماب سلطان المعظم کی طرف سے مابین ہمایونی کے مدیر ثانی رجائی بک' حکومت کی طرف سے طلعت بک' (تشریفات کے ایک عہدہ دار) اور مجلس امانت و آستانہ کی طرف سے' باش کاتب ممدوح بک' استقبال کے لیے گئے ' وفد جب (راس القصر) پہنچا ' تو حرانہ کے کمعداء فوج کے ایک دستے کے ساتھہ' استقبال کیا - اصطبل خاص سے گاڑیاں بھیجی گئی تھیں ' انہی پر سوار ہو کے (سرا ے مجیدیہ) میں آئے اور وہیں فروکش ہوے -

جلالتمآب کے نذرانہ کے لیے یہ وفد سید السنوسی کی بندوق خاص لایا ہے -

عربی حملہ

— * —

(ٹائمس) کا جنگی نامہ نگار قصر یفرنی (یہ ایک شہر ہے جو دھبیان کی راہ سے طرابلس کے جنوب و غرب میں ۷۰ میل کے فاصلہ پر واقعہ ہے) تار دیتا ہے :

طرابلس کی خود مختار حکومت نے اطالیا سے پھر معرکہ آرائی شروع کردی ہے' ۴ ہزار کی جمعیت شیخ العرب کے زیر علم' اور دوسری جمعیت بلاد ترواج سے آئے ' زوارہ میں جمع ہوئی - سخت جنگ ہوتی رہی' بالآخر اہل عرب منظم یاب ہوے - اطالیوں کے انسان اور حیوان ' دونوں کی ایک تعداد کثیر کام آئی -

ارادہ ہے' کہ اس حکومت عربی کا انتظام وہی ہو' جو شیخ بارونی نے قصر یفرنی میں تجویز کیا تھا ' شیخ بارونی نے بڑا کام کیا ہے ' ترکوں اور عربوں کو انہوں ہی نے ملایا - عربوں میں انکی بڑی شہرت ہے - (شیخ سلیمان بارونی کے حالات اور تصاویر الہلال میں بارہا شائع ہو چکی ہیں - الہلال)

ایک اجتماع عظیم

— * —

حفظ استقلال ' تشکیل حکومت ' اور تعین قائد کے لیے

بیسویں صدی میں حق کشی اور عدل سوزی کی واضح ترین مثال مسکین طرابلس ہے' طرابلس خود مختار کیا گیا ' اطالیا نے اسکے الحاق کا اعلان کیا ' اہل طرابلس نے الحاق کو نامنظور کیا

مگر بایں "دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت" نے سب سے پہلے اور اسکے بعد دیگر دول یورپ نے اطالیا کے الحاق کو تسلیم کیا -

کیا درحقیقت عرب الحاق طرابلس کو نامنظور کرتے ہیں ؟

اسکا جواب گو انکی زبان و تیغ دونوں بارہا دیچکی ہیں ' مگر جس پر معنی ' اثر آگیں ' اور باقاعدہ طریقے سے ۱۲ اور ۱۴ ذیحجہ سنہ ۱۳۳۰ھ کو دیا گیا ہے ' اسکی نظیر اس سے پہلے نہیں ملسکتی

۱۲ ذیحجہ کو البطل العظیم شیخ سلیمان بارونی کی زیر صدارت ایک اجتماع عام ہوا ' قریب و بعید کے ۳۰ قبائل نے اپنے وفود و شیوخ شرکت کے لیے بھیجے ' جلسے کا منظر عجیب پر اثر ' پر عظمت اور پر ہیبت تھا ' جلسہ گاہ شیوخ ' اعیان ' مجاہدین ' اور عام لوگوں سے پر تھی ' شیوخ و اعیان اپنے لباس فاخرہ میں ' اور مجاہدین کرام لباس جہاد میں تھے ' مجاہدین کی کمروں میں حافظ ناموس اسلام مقدس تلواریں بندھی ہوئی تھیں ' جو خاموشی کی آواز میں کہرہی تھیں ' کہ اگر وہ نہ ہوتیں ' تو مراکش ' تونس ' اور الجزائر کی طرح طرابلس پر بھی آج صلیب پرستار حکمراں ہوتے -

ہر گہ و مہ حفاظ وطن و حفظ استقلال کے جوش سے لبریز تھا ' چہروں سے ثبات عزم کے آثار ظاہر ہو رہے تھے ' جلسہ کا افتتاح شیخ بارونی نے ایک دلنشین ' اثر آگیں ' اور شجاعت انگیز تقریر سے کیا ' آغاز تقریر میں شیخ موصوف نے اطالیا کی دروغباری ' فریب کاری اور بدعہدی ' بعض اخوان وطن کے انخداع ' اور اسکے تلخ نتائج کی طرف توجہ دلائی ' اسکے بعد اتحاد اور حفظ استقلال کی ترغیب دیتے ہوئے کہا -

" ۱۸ مہینہ ہوگئے ' تم ابتک اپنے جوش و بسالت کی بدولت اپنے بزدل دشمن کے پامال کرنے میں کامیاب ہوتے رہے ' اس طویل مدت میں ایک واقعہ بھی ایسا پیش نہیں آیا ' جس سے تمہارے جوش و خلوص یا اتحاد و اتفاق پر حرف آتا ' اس بنا پر میں سمجھتا ہوں ' کہ مجھے یہ کہنے کا حق ہے ' کہ تم نے اپنا مرکز نظر صرف اتفاق و ائتلاف قرار دیا ہے ' بارک اللہ فی ذلک "

آگے چلکے کہا " کہ میں اس فرصت سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں ' اور اپنی طرف سے اور تمام عالم اسلامی کی طرف سے اس غیرت عربیہ اور حمیت اسلامیہ پر ' تم کو مبارکباد دیتا ہوں ' جسکا اظہار تم نے افریقہ کے دیرینہ اور آخری اسلامی ملک کی مدافعت میں کیا ہے - تم کو معلوم ہے ' کہ افریقہ کل تک توحید کے زیر نگیں تھا ' مگر آج تثلیث کے زیر عصا ہے ' اس وسیع قطعہ زمین میں اب آزاد اسلامی حکومت کی اگر کوئی یادگار ہے ' تو وہ طرابلس الغرب ہے ' پس تمہاری مدافعت صرف وطن عزیز کی راہ میں نہیں ہے ' بلکہ ملت بیضاء کی راہ میں بھی ہے " اسکے بعد شیخ جلیل نے ان چند اشخاص کا شکریہ ادا کیا ' جنہوں نے اس مدافعت میں خاص طور پر حصہ لیا ہے ' اسکے بعد کہا -

" کہ میں اپنے خطبے کے ختم کرنے سے پہلے تم لوگوں سے یہ کہنا چاہتا ہوں ' کہ آج پھر ہم دین و استقلال کے عہد مدافعت کی تجدید کریں ' اور قسم کھالیں ' کہ ہم اسوقت تک ہتیار نہیں رکھینگے ' جب تک خدا ہمارے اور ہمارے دشمنوں میں فیصلہ نہ کردے ' وہو احکم الحاکمین تمام حاضرین نے قسم کھائی ' فتح و ظفر کی دعا اور شیخ جلیل اور مجاہدین کی ستایش کا خروش بلند ہوا ' اور جلسہ برخواست ہوا -

۱۴ کو پھر شیوخ قبائل جمع ہوئے ' اور حسب ذیل عہد نامہ لکھا گیا -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

— * —

اس فرمان سلطانی کی بناء پر ' جو ہم کو یکم ذیحجہ کو موصول ہوا ہے اور جو ہم کو انتظامی خود مختاری دیتا ہے ' ہم اس عطیہ سلطانی کو کمال مسرت و ممنونیت کے ساتھہ قبول کرتے ہیں ' اور اور اپنے قائد سلیمان بارونی کو تکلیف دیتے ہیں ' کہ وہ اس اعلان کی اطلاع جن کو جن کو دینا ضروری ہو ' ان کو ان کو دیدیں اور ایک حکومت قائم کریں ' جو بموجب قواعد شرع و اصول عمران ' حفظ راحت ' قیام امن ' حفاظت دین و وطن ' وغیرہ وغیرہ ان تمام اعمال کو انجام دے ' جنکی ضرورت ہے ' اور نیز حفظ راحت اور مدافعت استقلال کے لیے تمام وسائل مثلاً جمع مال ' فراہمی اسلحہ وغیرہ وغیرہ کو اختیار کرے والتوفیق من اللہ والنصر بیدہ -

اس عہد نامہ پر سب نے دستخط کیے ' دول یورپ کو اعلان استقلال و تشکیل حکومت کی اطلاع دیگئی ' استقلال کا علم بلند کیا گیا ' درج اور پولس کے عہدوں پر لائق اشخاص مامور کیے گئے ' جو اپنے فرائض نہایت جوش ' مستعدی ' اور خوش اسلوبی کے ساتھہ انجام دے رہے ہیں -

اس ملکی انتظام کے بعد مجاہدین کرام کو حملہ کا حکم دیا گیا ' ترہالہ اور سرن میں دو ہولناک معرکے ہوئے ' جسمیں دشمن سپاہیوں کے علاوہ بارہ افسر مارے گئے -

انکشاف سازش

حال میں اطالوی جنرل مولامانی نے لواء جبل کے اعیان و اشراف کے پاس چند جوابات بھیجے تھے ' جسمیں انکو سبز باغ دکھلائے گئے تھے ' مگر حسن اتفاق سے اسکا پتہ لگ گیا ' مکتوب الیہم فوراً گرفتار کرلیے گئے ' خانہ تلاشیاں ہوئیں ' جسمیں مزید اطالوی فرمانات اور سکے برآمد ہوئے ' یہ اعلانات ان خائنوں کے پاس پوشیدہ طور پر اسلیے بھیجے گئے تھے ' کہ وہ انکو قبائل میں تقسیم کردیں اور اطاعت کی ترغیب دیں -

---

مشایخ میں پولیٹکل تحریک

— * —

خانقاہ نشینوں کی جنبش

— * —

زمانہ وہ ہے ' کہ مشائخ صوفیہ اپنے خلوتکدوں سے باہر آئیں اور پالیٹکس و سیاست میں ہاتھہ ڈالیں - مگر کونسی سیاست ؟ سودا نوشی اور قدر خوری کی نہیں ' اپنے بزرگوں اور جبہ و عمامہ کی آبرو ریزی کی نہیں ' صرف حفاظت روحانیت کی سیاست ' نئی روشنی والوں کو خدا کا راستہ انکی عقل اور سمجھہ کے موافق بتا نیکی سیاست - لہذا توحید کے نام سے ایک اخبار نکالنے کی تجویز ہوئی ہے ' جو میرٹھہ سے ہفتہ وار با تصویر ۱۵ اپریل سنہ ۱۹۱۳ع سے جاری ہوگا - یہ اخبار مشائخ کو کام کرنیکے طریقے بتائیگا - یہ حلقہ نظام المشائخ کا زبردست آرگن ہوگا ' جو حلقہ کے اغراض کو عمل میں لانیکی کوشش کریگا ' یہ خانقاہ نشینوں میں جنبش پیدا کریگا - اسکے نگراں اور سرپرست مولانا خواجہ نظامی دہلوی ہونگے - قیمت سالانہ ۳ روپیہ نمونہ ایک آنہ کے ٹکٹ آنے پر دیا جائیگا ' مفت نہیں - الہلال کا حوالہ ضرور دیجیے

منیجر اخبار توحید } لال کرتی میرٹھہ

PRINTED & Published by A. K. AZAD, at The HILAL Electrical Prtg. Pblg. House, 7/1 McLeod Street, CALCUTTA

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

میر مسئول و خصوصی
مسلمان کا سید ابو الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
۷ - ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

عنوان تلغراف
« الہلال »

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ٤ روپیہ ۱۲ آنہ

AL-HILAL

Proprietor & Chief Editor

Abul Kalam Azad.

7-1 McLeod street,

CALCUTTA.

Telegraphic Address.

"AL-HILAL"

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly " " 4-12.

نمبر ۱۳ — کلکتہ: چہار شنبہ ۲٤ ربیع الثانی ۱۳۳۱ ہجری — جلد ۲

Calcutta · Wednesday, April 2, 1913.

فہرس

— * —

تصویر

— * —

تلغراف خصوصی

(قسطنطنیہ ۳۰ مارچ)

ادرنہ مسخر ہو گیا' دشمن کا قبضہ شہر پر نہیں ہوا' ملکیہ کھنڈروں پر' اور غیر معمولی قربانی کے بعد - چارش

(قسطنطنیہ ۳۱ مارچ)

ہاں تسخیر کی خبر صحیح' مگر غیر معمولی مدافعت کے بعد' دشمن کے نقصانات شدید ترین' چتلجا میں ہماری حالت اچھی' مصر میں سازش کے سامان ہو رہے ہیں - مصباح

اعتذار

— * —

حیران ہوں کہ میں کن لفظوں میں اپنی اس ندامت' اور پریشانی کا اظہار کروں' جو گذشتہ نمبر کے صفحۂ فکاہات کو دیکھکر مجھپر طاری ہوئی' اور ایک امر جو ہوچکا ہے' نہیں سمجھتا کہ کیونکر اسکے اثر کو محو کردوں - میں دو ہفتے سے سفر میں ہوں' اور گذشتہ نمبر کا اکثر حصہ میری موجودگی میں مرتب ہوچکا تھا - میری عدم موجودگی میں ایک لغو نظم " شغاف " کے بے معنی نام سے درج کردی گئی' جسکے اشعار کا وزن تک درست نہیں' اور ایک شعر بھی ایسا نہیں جو قابل اشاعت و اندراج ہو - رسالہ چھپکر شائع ہوا' تو میری نظر سے بھی گذرا - عرض نہیں کرسکتا کہ جس وقت اس نظم پر پہلی نظر پڑی' تو کس درجہ طبیعت کو اضطراب و رنج ہوا - سراسیمہ ہوکر رہگیا کہ کیونکر ہزاروں ناظرین الہلال کو اسی وقت اپنی بے خبری کی اطلاع دوں!

نہایت شرمندگی کے ساتھہ ناظرین سے معافی خواہ ہوں کہ میری مجبوری پر نظر رکھکر معذرت کو قبول فرمائیں - غالباً یہ پہلا ادبی گناہ ہے' جو الہلال سے سرزد ہوا ہے' اور میری معذرت واضح ہے — والعذر عند کرام الناس مقبول

چاہتا ہوں کہ گذشتہ نمبر کا وہ صفحہ اس نظم کو نکالکر مکرر چھپوالوں' اور وہ الہلال کے ساتھہ شائع کردیا جائے' تاکہ اس صفحہ کو رسالے سے خارج کرکے اسکی جگہ یہ ورق لگادیا جائے - کم از کم فائل تو محفوظ رہے گی -

(مدیر ابو الکلام)

[بقیہ شذرات صفحہ ۱ کا]

پر شدید گولہ باری کی - بلغاریوں میں بے انتظامی پھیل گئی اور چھہ ہزار ترکوں نے سنگینوں سے مخالفانہ حملہ کرکے مقابل کے ڈھلوان مقامات کے نیچے بلغاری فوج کا صفایا کردیا - ٤ ہزار بلغاری مقتول و مجروح ہوئے - بلغاریوں کے لیے اب یہ ناممکن ہے' کہ وہ چتلجا کے خطوط مدافعت پر حملہ کریں - کیونکہ اس صورت میں ان کو اپنے میمنہ پر ترکوں کے حملہ آور ہونے کا خطرہ ہے -

شذرات

—o*o—

تسخیر ادرنہ

— * —

۲۷ - مارچ کي ارلین تقسیم میں ریوٹر نے ادرنہ پر بلغاریا کے کامل استیلاء کي خبر شائع کي ' دفتر سے اسي وقت متعدد تار قسطنطنیہ روانہ کیے گئے - جوابات آے ' مگر دیر میں ' اسي لیے ان تاروں کے جواب میں تاخیر ہوئی ' جو دفتر میں بغرض دریافت حال موصول ہوے تھے - یہ جوابات صفحہ اولي میں درج ہیں ' ریوٹر نے جو تار برقیاں شائع کي ہیں - انکے بموجب روداد تسخیر حسب ذیل ہے -

۲۵ مارچ ۱ بجے شب کو بلغاریوں نے ایک متحد الوقت حملہ عام کیا - ۳ بجکے ۵۰ منٹ پر غیر معمولی پر جوش مقاومت کے علي الرغم بلغاریوں نے سنگینوں سے حملہ کیا ' اور مشرقي حصہ پہنچین کے تمام آگے بڑھے ہوے مقامات اور قلعوں کے خط سے ٹھیک مشرق کي طرف کے تمام قلعہ بند نقطوں پر قابض ہوگئے - اس معرکہ میں بلغاریوں نے برابر میں توپیں ۴ رود کار اور ۳ سو آدمي گرفتار کیے -

اسي دن دوراز لشکر چوکیاں سرو انکہري نامي ایک مقام پر جو (قلعوں کے خط سے قریباً ایک کیلومٹر کے فاصلہ پر واقع ہے) پر قابض ہوگئیں - اسي دن ترک جنوبي مقامات سے بھي ہٹادیے گیے - ۲۶ کو حملے کي تیاري ہوئي ' پہلے مورچیون کے گلے بھیجے گئے ' گلوں کے بعد آھن پوش و سپر بردار سپاھی روانہ ہوئے ' قلعہ کي دیوار ۴۰ قدم بلند چٹان سے کاٹ کے بنائي گئي تھي - دیوار چارون طرف سے لوہے کے جال سے گھري ہوئي تھي ' بلغاري فوج نے اس جال کو کاٹنا شروع کیا ' رن پڑا ' سنگینوں تک نوبت پہنچي ' اور سخت گھمسان کي لڑائي ہوئي -

جنوب ادرنہ میں سرویون سے بلغاریون کو بیحد مدد ملی ' سروي فوج کا پورا ایک ریجمنٹ کام آیا - آخري حملہ کے آغاز میں بلغاري خس و خاشاک کي طرح کاٹے گئے اور ترکي مقامات (پوزیشنز) تک پہنچنے سے پہلے پوري پوري کمپنیاں برباد ہوگئیں -

ترکوں نے سامان غذا ' گوداموں ' اسلحہ خانوں ' توپخانوں ' شفاخانوں ' اور بارکوں ' میں آگ لگادي -

۲۶ کو ۲ بجے شکري پاشا نے جنرل ارنف کے سامنے تلوار ڈالدي -

صوفیا میں بلغاري مرکز کو اطلاع دي گئي کہ اس معرکہ میں ۱۱ ہزار بلغاري مجروح و مقتول ہوے ہزار عثماني گرفتار ہوے ۲۸ مشین گن اور ۶ سو ۵۰ مختلف قسم کي توپیں غنیمت میں ملیں -

نامہ نگار خاص (جسکو بلغاري فوج کے ساتھہ شہر میں داخل ہونے کي اجازت دي گئي تھي) بیان کرتا ہے ' کہ صرف ۸۰ میداني توپیں اس پہاڑي ٹیلے پر لگی ہوئي تھیں ' جو ادرنہ کے مشرق میں واقع ہے اور قلعہ کو محیط ہے - لڑائي کے میدان میں دو اور تین میل کے درمیانی فاصلہ پر ۱۶۰ توپیں لگی ہوئي تھیں - صرف ایک روز میں ۳۰ ہزار پھٹنے والے گولے پھینکے گئے ' حملوں نے عملی طور پر تمام قلعوں کو نابود کردیا - بعد میں داخلے کے بعد معلوم ہوا ' کہ یہ تمام قلعے اینٹوں کے بنے ہوے دائرہ وکنہ گنبد ہیں ' جن پر مٹي کي استرکاري ہے - توپوں کے نصب کرنے کے لیے صرف زمین کھود کے جگہ بنالي گئي ہے - یہ ترکي افسانے تھے ' کہ جدید وضع کے زبردست قلعے بنے ہوے ہیں - اسکي مضبوطي کو سب سے زیادہ اہمیت اسوجہ سے حاصل ہے ' کہ وہ قدرتي طور پر مضبوط مقام ہے - اگر بلغاري اصل حقیقت سے آگاہ ہوتے تو نامہ نگار استمرار مقاومت کي وجہ بلغاریوں کي لا علمي ثابت کرنا (چاھتا ہے ' مگر یہ اسکا جہل یا تعصب ہے ' ورنہ خود عثماني تسلیم کرتے ہیں ' کہ انکے حالات سے انکے دشمن ان سے زیادہ واقف ہیں ' اور کیوں نہ ہوں جب کہ افسر قلعوں کي تعمیر میں مزدوري کریں اور ایک ایک گوشے کو اپني آنکھہ سے بنتے دیکھیں - الہلال)

وہ اس مقام کو ' جو صرف ایک مورچہ بند فوجي کیمپ تھا ' تین مہینے قبل ھي سنگینوں سے فتح کر لیتے - شکري پاشا کے پاس وہ تمام توپیں بھی نہیں تھیں ' جنکي نسبت کہا جاتا تھا ' کہ انکے پاس موجود ہیں - جب دشمن کي فوج بلند مقامات کي طرف حملوں پر حملے کر رھي تھي ' تو شکري پاشا نہایت خوش اسلوبي سے اپنے توپخانوں کو ایک جگہ سے دوسري جگہ منتقل کردیتے تھے جس سے دشمن کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ انکے پاس بہت توپخانے ہیں - جب بلغاري شہر میں داخل ہوے ' تو انکو یہ بات دیکھکے سخت حیرت ہوئی ' کہ مویشیوں کے گلے شہر کے قریب کي چراگاھوں میں چر رہے ہیں - قلعہ کي فوج اور شہري رعایا بھي پریشان نہیں معلوم ہوتي تھي -

---

اس تفصیل کے پڑھنے کے بعد اب آپ غور کریں ' کہ ۲۵ مارچ کو حملہ ہوتا ہے ' عثماني فوج غیر معمولي جوش کے ساتھہ مدافعت کرتي ہے ' مگر با ایں دشمن کامیاب ہوتا ہے ' اسکے بعد دو اور تین میل کے درمیان فاصلہ پر ۱۶۰ سو ساٹھہ توپیں گولہ باري کرتي ہیں ' جنمیں سے صرف ایک قلعہ پر ۸۰ توپیں آگ برساتي ہیں - اسکے بعد دشمن کي فوج بڑھتي ہے ' اور آھني جال کاٹ ڈالتي ہے - اسکے بعد اور بڑھتي اور سنگینوں تک نوبت پہنچتي ہے ۱۲۷ دن کے محصور یں ہمت و شجاعت کے ساتھہ مقابلہ کرتے ہیں ' بلغاري فوج کے ساتھہ سروي فوج بھي شریک ہے ' سروي فوج کے پورے ریجمنٹ کے ریجمنٹ اڑ جاتے ہیں ' بلغاري بھي خس و خاشاک کي طرح کاٹے جاتے ہیں ' مگر وہ آگے بڑھتے ہیں اور شہر پر قابض ہو جاتے ہیں - یہ تصویر جنگ کا ایک رخ ہے ' دوسرا رخ یہ ہے ' کہ قلعوں کي کائنات کہنہ گنبد ہیں ' توپوں کے رکھنے کے لیے زمیں میں گڑھے کھودے گئے ہیں ' توپوں کي تعداد ناکافي ہے ' مگر قائد اپنے حسن انتظام سے انکي تعداد کئي چند زیادہ دکھاتا ہے ' دشمن مقام پر مقام لیتا چلا جاتا ہے ' مگر جب دست بدست جنگ کا موقع آتا ہے ' تو عثماني فوج جوش کے ساتھہ مقابلہ کرتي ہے ' مگر ایسے اسباب جمع ہو جاتے ہیں ' کہ با ایں پرجوش مدافعت و مقاومت دشمن شہر میں داخل ہو جاتا ہے -

اب سوال یہ ہے ' کہ عثماني فوج نے ۲۵ کو ۱ بجے شب سے لیکے ۲۶ کے ۲ بجے دن تک کی فیصلہ کن و خوفناک مدت میں - جبکہ ہر دوسرا گھنٹہ پہلے گھنٹے سے زیادہ حوصلہ گسل اور ہمت سوز ہوتا تھا - ایک منٹ کے لیے پست ہمتي ' سرد جوشي ' اور خوفزدگي کا اظہار کیا ؟ کیا شکري پاشا نے شہر پر بلغاریوں کے استیلاء تام سے پہلے ہتیار ڈالے ؟ کیا اگر شکري پاشا ہتیار نہ ڈالتے تو شہر پر بلغاریوں کا قبضہ نہ ہوتا ؟ اور مختصراً یہ کہ کیا محصورین نے مقاومت کا کوئي دقیقہ اٹھا رکھا ؟

اگر ان تمام سوالات کے جوابات نفي میں ہیں ' تو اب سوال یہ ہے ' کہ محصورین نے اس عہد کو پورا کیا یا نہیں جو انہوں نے بطل الطرابلس انور بے سے کیا تھا ؟

انسان کے اختیار میں صرف کوشش ہے ' کامیابی اسکے حدود اختیار سے باہر ہے میدان جنگ میں ایک سپاہی کا اس سے زیادہ فرض نہیں ' کہ وہ جانبازی ' پامردی ' اور دانشمندی کے ساتھہ دشمن کا مقابلہ کرے ' اگر اس نے ایسا کیا ' تو مستحق آفریں ہے ورنہ سزاوار پاداش ' شکست ہو یا فتح '

اسلیے اگر مشاہیر و ابطال کی صف میں نپولین اور عثمان پاشا بھی ہیں ' تو یقیناً مدافع جلیل غازی شکری پاشا بھی انکے دوش بدوش ہونگے -

---

یہ تفصیل تھا سٹر صوفیا اور ایک نامہ نگار کے بیان کی صورت ہے ' اور بیک نظر معلوم ہوجاتا ہے ' کہ اسوقت تک بلغاریوں نے عجز کی عذر جوئی اور فتح کی تقدیم و تعظیم کی کوشش کی گئی ہے ' لیکن با ایں اگر اسمیں مبالغہ و اغراق کا عنصر اس حد تک نہیں ' کہ واقعیت کا عنصر فنا ہوگیا ہے ' تو اس تسخیر سے ان معلومات کی تکذیب نہیں ہوتی ' جو الہلال کے صفحات میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے ہیں - ان تمام معلومات کا خلاصہ دو عنوانوں کے تحت میں آسکتا ہے ایک عدم تسلیم کا معاہدہ اور دوسرے سامان کی کافی مقدار - امر اول کے متعلق ہم ابھی تفصیل کے ساتھ لکھ آئے ہیں - رہا امر دوم ' اسکے لئے آپ ایک بار پھر تفصیل تسخیر پر ایک غلط انداز نظر ڈالیں ' آپ کو اسمیں زیر خط مقامات میں ملیگا ' کہ محصورین نے سامان میں آگ لگادی ' جب محاصرین داخل ہوے تو اسوقت گلے چراگاہوں میں چر رہے تھے ' پس کیا یہ اس امر کی شہادت نہیں ' کہ سامان کی کمی نہ تھی -

---

اس بحث میں سب سے آخری نقطہ یہ ہے ' کہ آیا وزارت سابقہ کی راے صحیح تھی ؟ اور کیا انقلاب اور اجراے جنگ اتحادیں کی خود کامی یا خام کاری تھی ؟ ابھی اسباب تسخیر تاریکی میں ہیں ' جسقدر تفصیل آئی ہے وہ اجمال سے بھی کم ہے ' اسلیے اسکا صحیح جواب نہیں دیا جاسکتا ' مگر " آقاے کامل " کی مجوزہ نام نہاد قومی مجلس کی کارروائی (جو الہلال نمبر ۷ میں شائع ہو چکی ہے) کے پڑھنے کے بعد ہم جس نتیجہ پر پہنچے تھے ' وہ یہ تھا ' کہ مجلس کے فیصلہ صلح کی بنیاد دو امر پر ہے -

(۲) تاراج ایشیاء کا خوف

(۱) مالی مشاکل کا نا قابل حل ہونا

پس اگر ہم صحیح نتیجہ پر پہنچے تھے تو ہم کو اس کہنے میں کوئی تامل نہیں ' کہ با ایں تسخیر اتحادی وزارت کاملی وزارت سے نسبتاً کامیاب رہی -

محمود شوکت پاشا نے شمشیر کے قبضہ پر ہاتھہ رکھا تو تاراج کی دھمکی دینے والے پھر ناطرفداری کے کمینگاہ میں روپوش ہوگئے اور مالی مشاکل کا انتظام - جو انگلستان ایسے دولتمند ' ملک کے پرستار ہونے کے باوجود کامل سے نہیں ہو سکا تھا - اس حد تک ہو گیا ' کہ واجب الاداء تنخواہیں بے باق کردی گئیں - اور دو ماہ تک جنگ جاری رہی اور ابھی ہے -

اگر یہ صحیح ہے ' کہ ایک غیور شریف کے لئے حملہ آور کو اپنے حرم کی حوالگی حرام ہے اور اسوقت تک مدافعت کرتے رہنا فرض ہے ' جب تک کہ اسکے قوی جواب نہ دیدیں ' تو ہم کہتے ہیں کہ ادرنہ - وہ ادرنہ جسکے چپہ چپہ پر اسلامی یادگاریں کندہ ہیں ' جہاں اسلام کے نامور و درخشاں فرزند مدفون ہیں ' اور سب سے آخر میں مگر سب سے مقدم یہ کہ ' جو قسطنطنیہ کی کنجی ہے - کی حوالگی (جو کامل چاہتا تھا) ترکوں کے لئے حرام تھی ' اور انکا فرض تھا ' کہ اسکی مدافعت اسوقت تک کریں جب تک کہ انکے امکان میں ہو (جیسا کہ اتحادی وزارت نے کیا) ادرنہ کی تسخیر اسکی تسلیم سے بدرجہا زیادہ بہتر ہے کیونکہ ایک سپاہی کے لیے میدان میں زخمی ہوکے گرفتار ہونا ' بے زخمی ہوے ہتھیار ڈالدینے سے بہر حال اور بدرجہا بہتر ہے -

---

چتلجا

تسخیر ادرنہ کے بعد چتلجا کے متعلق خبروں کی حالت تشویش انگیز تھی - عثمانی ذرائع خاموش تھے - غیر عثمانی ذرائع تمامتر شکست و ہزیمت کی داستانسرائی کرتے تھے - ۲۵ مارچ کو صوفیا سے اطلاع دی گئی تھی ' کہ بلغاری آگے بڑھے ' دشمن پس پا ہوا ' اب بلغاری عثمانلی اور اھیی و ٹیس کے درمیانی خط پر قابض ہیں - ۲۷ کو بلغاری سفارتخانے نے اطلاع دی ' کہ بلغاری شہر پر قابض ہوگئے - ۲۸ کو ریوٹر کو قسطنطنیہ سے یہ خبر ملی " کہ چتلجا میں جنگ ہوئی ' جسکا نتیجہ ترکوں کے خلاف نکلا ' ابتداً وہ انتظام قائم رکھسکے ' مگر آخر میں بے انتظامی پھیلگئی - معلوم ہوتا ہے ترک خوفزدہ ہوگئے ہیں ' ترکوں نے شہر ۲۶ ہی کو خالی کردیا تھا ' اسوقت وہاں ہیں ' جہاں وہ نومبر میں تھے - کسی سنگین بلغاری حملہ کی علامت نہیں ' مگر انور بے کی محفوظ فوج پیشگاہ (مرنت) بھیجدیگئی ہے - چتلجا پر جوش جنگ کے بیان میں مبالغہ کیا گیا ہے - گذشتہ نصف ماہ میں چتلجا سے قسطنطنیہ صرف ۵ سو زخمی آئے ہیں " - مگر ۳۰ کو خبروں کا رخ بدلگیا - قسطنطنیہ سے سرکاری طور پر اطلاع دیگئی ' کہ دشمن نے بویوکچکمجی کے آگے کے مقام پر قبضہ کرلیا تھا ' مگر سخت نقصان کے بعد نکالدیا گیا اور عثمانی فوج نے دوبارہ اس مقام پر قبضہ کرلیا -

یہ تار گو سرکاری تھا ' مگر معرکہ کی اہمیت کے باب میں خاموش تھا ' یکم اپریل کو ریوٹر نے تفصیل شائع کی ' جس نے معرکے کی اہمیت اور اس جوش جنگ سے پردہ اٹھادیا ' جو عثمانی فوج نے ادرنہ کے ہمت شکن اور استقامت افگن سانحہ کے بعد دکھائی ' تفصیل بجنسہ درج ذیل ہے -

لندن یکم اپریل - ترکی فوج کے ساتھہ جو خاص نامہ نگار بویوکچکمجی کے معرکہ کارزار میں موجود تھے انہوں نے اس جنگ کی مفصل خبریں بھیجی ہیں ' جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑائی نہ صرف نہایت شدید تھی ' بلکہ چتلجا کے آیندہ کارناموں پر اس کا نہایت ہی اہم اثر پڑے گا - بلغاریوں " کا مقصد یہ تھا ' کہ ترکی فوج جو خلیج چیکمجی کے مغربی جانب میں مرتفع میدان پر قابض ہے ' اس کا تعلق قلب جیش (اصلی بڑی فوج) سے ' جو چتلجا کے خطوط مدافعت پر موجود ہے ' منقطع کردیں - ۲۵ - مارچ کو بلغاریوں نے عظیم الشان فوجی جمعیت سے پیش قدمی کی - عزت پاشا نے اپنی فوج کا جزو اعظم قلبی مورچوں کی طرف ہٹالیا - اس کے بعد دو روز تک خوفناک گولہ باری ہوتی رہی - بلغاریوں کو اس حالت میں ' جبکہ وہ مقبوضہ حصے میں مورچے کھود کر کمینگاہوں میں چھپنے کی کوشش کر رہے تھے ' ترکی توپوں کی سخت آتشباری کا سامنا کرنا پڑا ' جن کو آلات تدویر (سرچ لائٹس) سے برابر مدد مل رہی تھی - بلغاریوں نے جمعہ کے دن صبح کو کہرے کی تاریکی میں یہ کوشش کی ' کہ ایک جناحی پیش قدمی (فلینک مارچ) کے ذریعہ سے چتلجا کے خطوط مدافعت کے سامنے ایک آخری حملہ کرکے چیکمجی کی مغربی جانب میں ترکوں کے پیر اکھیڑدیں ' لیکن کہرے کے موقوف ہوجانے پر بلغاری فوج موت کے جال میں گرفتار ہوگئی ' اور ترکوں نے اس

(بقیہ صفحہ اول کے آخر میں -)

۲۴ ربیع الثانی ۱۳۳۱ ہجری

—:○●○:—

حدیث الغاشیہ

(۵)

— ● —

جاء الحق و زھق الباطل

ان الباطل کان زھوقا

— ● —

اولا یرون انہم یفتنون فی کل عام مرۃ او مرتین ثم لا یتوبون ولا ھم یذکرون (۹ : ۱۲۷)	کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ کوئی برس ایسا نہیں گذرتا، جس میں ایک یا دو مرتبہ یہ لوگ آزمایشوں میں نہ ڈالے جاتے ہوں، مگر باوجود اسکے نہ تو وہ اپنی بد اعمالیوں سے توبہ کرتے ہیں، اور نہ ان تنبیہوں سے عبرت پکڑتے ہیں!!

— ● —

معتقد ہوں کعبے کا ناظم، مگر جا کر وہاں
عبرت آتی ہے، کہ کیا بتخانہ ویراں ہوگیا؟

— ● —

میں لکھنؤ پہنچتے ہی پھر بیمار ہوگیا تھا، اسلیے یونیورسٹی ڈپیوٹیشن کے لوٹنے کی نسبت کچھ نہ لکھ سکا -

لیکن اب ضروری ہے کہ اسکی نسبت چند کلمات عرض کروں:

دنبال تو بودن گنہ از جانب ما نیست
با غمزہ بگو، تا دل مردم نہ رباید

کوئی واقعہ ہو، اسپر سرسری نظر ڈالکر نہیں گذر جانا چاہیے، اور عبرت و بصیرت اندوزی کیلیے ہر وقت مستعد رہنا چاہیے - کامیابی اور ناکامی دونوں میں ہمارے لیے دخائر عبرت ہیں، فتح و شکست، دونوں ہم کو نصیحت کرسکتی ہیں - اور غور کیجیے، تو تدبر و اعتبار کا اصلی وقت فتح ہی کی گھڑیاں ہیں - شکست کا وقت تو ماتم و حسرت میں اسر ہو جاتا ہے: فبشر عبادی الذین یستمعون القول، فیتبعون احسنہ - اولئک الذین ھداھم اللہ، و اولئک ھم اولو الالباب - (۳۹ : ۱۹) (۱)

اس خبر کو سنتے ہی ہر شخص کی زبان سے بے اختیارانہ صدا نکلی ہوگی، وہ یہی ہوگی کہ " حق نے باطل پر، حریت نے استبداد پر، اور قوم نے افراد پر فتح پائی "

یقیناً فتح پائی، رات کی پردہ پوش اور جرائم پرور تاریکی میں نہیں، بلکہ علانیہ روز روشن کی فیصلہ کن روشنی میں فتح پائی - سازش و دجل کے ہتھیاروں سے نہیں، بلکہ حق اور راست بازی کے

(۱) پس اللہ کی طرف سے بشارت ہو ان بندوں کیلیے، جو کلام حق کو کان لگا کر سنتے ہیں، اور اسکی اچھی باتوں پر عمل کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں، جنکے دلوں کو اللہ نے ہدایت کیلیے کھول دیا ہے، اور یہی عقل سلیم رکھنے والے ہیں - (منہ)

حزب اللہ نے فتح پائی۔ دولت و رسوخ، دبدبہ و سطوت، جمعیت و قوت اور ادعا و تعدی کی نمایش فروشیوں کی طاقت کام نہیں، بلکہ بے سروسامانی، ضعف و عاجزی، قلت اعوان و انصار، اور فقدان اسباب و وسائل کے ساتھ فتح پائی -

یقیناً یہ ایک فتح مبین تھی، مگر حق و باطل کی آویزش کی تاریخ میں یہ کوئی نیا واقعہ نہیں ہے، بلکہ اسکے خوارق و معجزات کو سنیے، تو انکے آگے اس فتح کی حقیقت ہی کیا ہے؟ اس سرزمین عجائب خیز کا ایک ایک ذرہ اپنے اندر سچائی کی فتح و نصرت کا ایک صحیفۂ خوارق رکھتا ہے، اور نہیں معلوم آغاز عالم سے اس وقت تک حق و باطل میں کتنے معرکہ ہا ے زہرہ گداز ہوچکے ہیں؟ اول تو ان واقعات کے مقابلے میں یہ معاملہ ہی کونسا ایسا عظیم الشان تھا؟ پھر باطل پرستی نے اسی دنیا میں جیسی جیسی عظیم الشان دنیوی قوتیں، اور قاہر و جابر موجبیں اپنے ساتھ رکھی ہیں، انکو سامنے لائیے تو معلوم ہو کہ اس معرکے میں وہ ساز و سامان ہی کسے میسر تھا؟ ہم نے حق و باطل کی جنگ آرائی کی تاریخ میں بڑے بڑے عظیم الشان تختوں کو اوندھے دیکھا ہے، جنکے پائے سونے کے بنے تھے، اور جنکے حواشی پر لعل و جواہر کی گلکاری کی گئی تھی - ہم نے ان عظیم الہیئۃ اور قدیم البنیان مندروں اور ہیکلوں کی دیواروں کو سرنگوں دیکھا ہے، جنکے صحن چاندی سونے اور لعل و جواہر کے درخشاں ہاروں سے رکے ہوے تھے - ہم نے تاریخوں میں ان معرکوں کی سرگذشت پڑھی ہے، جنمیں باطل پرستی کی فوجیں بے کنار سمندر کی طرح پھیلی ہوئی تھیں، مگر حق کا علم اپنے سائے میں صرف ایک ہی وجود بے سروسامان رکھتا تھا، مگر با ایں ہمہ عاقبت کار اسی کے لیے تھی - حق و صداقت کا حریف آج ہی پیدا نہیں ہوا ہے - وہ مع اپنی طاقتوں اور قوتوں کے ہمیشہ سے موجود ہے، اور جب کبھی حق سے مقابل ہوا ہے، تو اس نے اپنی طاقتوں کی انتہائی نمائشیں کی ہیں - پس جس صداے حق کی فتح یابیوں کی تاریخ ایسے عظیم الشان مقابلوں کا افسانہ سناتی ہو، اسکے لیے آجکل کے بعض مدعیان کارفرمائی کے نمایشی ہنگامے کیا حقیقت رکھتے ہیں؟ جس دست و بازو نے آہن پوش حریفوں کی صفیں الٹ دی ہوں، اور باطل پرستی کے مہیب دیوؤں اور عفریتوں کو انگلیوں پر چرخ دیکر دے پٹکا ہو، اسکے لیے چاندی سونے کی چند مدرک پتلیاں کیا رعب و سطوت پیدا کرسکتی ہیں؟

پس اس بنا پر جو کچھ ہوا، اسمیں آپکے لئے ندرت اور تعجب کی کوئی بات نہیں، البتہ غور کیجیے تو عبرت و بصیرت ضرور ہے:

و ان الظالمین بعضھم اولیاء بعض، و اللہ ولی المتقین (۴۵ : ۱۸)

(۲)

سب سے پہلی بصارت جو اس واقعہ میں ہمارے لیے ہے، وہ وہی ہے، جس کو آغاز اشاعت الہلال سے بار بار کہہ چکا ہوں، لیکن وہ میرا ایک ایسا اعتقاد محکم اور ایقان قلبی ہے، جسکی صدا ہر آن و ہر لمحہ میرے اندر سے اٹھتی رہتی ہے، اور میں خواہ کتنی ہی مرتبہ اسکو دہراوں، لیکن تھکنے کی جگہ ہر مرتبہ ایک راحت تازہ پاتا ہوں - وہ حق کی فتح مندی، اور ہر مظہر باطل کی شکست کا قانون الہی ہے، جس نے ابتدا ہی سے اپنے حلقہ بگوشوں کو پیغام نصرت سنادیا تھا کہ:

و تلک الدار الاخرۃ نجعلھا للذین لا یریدون علوا	اور آخر کار کی کامیابیوں کا گھر انکے لیے ہے، جو دنیا میں پیشوائی اور لیڈری کے خواہشمند نہیں، اور نہ اپنے اغراض

في الارض ولا	و مفاسد کیلیے دنیا میں فساد پھیلاتے ہیں '
فسادا ' والعاقبة	اور یاد رکھو ' کہ ہر کام کا انجام و آخر صرف
للمتقين -	اللہ سے ڈرنے والوں ہی کیلیے ہے -

قرآن کریم میں " العاقبة للمتقين " ہر جگہ اسی لیے کہا گیا ہے ' کہ اغراض فاسدہ اور مقاصد ردیہ گو بظاہر حق و صداقت کے مقابلے میں کامیاب ہو جاتے ہیں ' انکی کامیابی محض وقتی اور ہنگامی عارضی ہوتی ہے ' اور انجام کار کی فتح و فیروز مندی انکے حصے میں نہیں آسکتی - یہی آخر کی کامیابی ہے ' جسکو خدا تعالے نے اس دنیا میں اپنی تائید غیبی کے اعلان کیلیے ایک نشانی قرار دیا ہے ' اور یہ اسی کا دست نصرت ہے ' جو حق کو نتائج و عواقب کی نصرت بخشکر بتلا دیتا ہے ' کہ خود وہ کس کے ساتھ ہے ؟ اگر ایسا نہو تو پھر دنیا شیطان کا تخت گاہ بن جاے اور خدا کی روشنی سے نسل آدم کی آنکھیں محروم ہو جائیں -

کیا نہیں دیکھتے ' کہ قرآن کریم میں ہر جگہ خدا تعالی نے ان لوگوں کے اعمال کو (جنکے اغراض و مقاصد مرضات الہی کی خواہش اور نور صداقت و حق پژوہی سے خالی ہیں) ہمیشہ ان چیزوں سے تشبیہ دی ہے ' جو اپنے اندر کوئی نہ کوئی کامیابی کا ہنگامی اثر و جلوہ ضرور رکھتی ہیں ' لیکن پھر آخر میں انکی ناکامی نمایاں ہو جاتی ہے - مثلاً ایک جگہ فرمایا :

اعمالهم كسراب بقيعة	ان لوگوں کے کاموں کی مثال ایسی
يحسبه الظمآن ماء '	ہے ' جیسے کسی چٹیل میدان میں
حتى اذا جاءه لم يجده	چمکتا ہوا ریت ' کہ پیاسا آدمی دور سے
شيئا و وجد الله عنده	اسے پانی سمجھکر دوڑتا ہے ' لیکن
فوفاه حسابه ' و الله سريع	جب قریب پہنچتا ہے ' تو ریت کے
الحساب - (۲۴ : ۳۹)	تودوں کے سوا اور کچھ نہیں پاتا -

* * *

ایک دوسرے موقعہ پر مکڑی کے جالے کی مشہور مثال دی :

مثل الذين اتخذوا من دون	ان لوگوں کی مثال جو اللہ کے علاوہ اور
الله اولياء كمثل العنكبوت '	لوگوں سے دوستی کرتے ہیں ' مکڑی
اتخذت بيتا ' و ان اوهن	کی ہے ' مکڑی گھر بناے کو تو بناتی
البيوت لبيت العنكبوت '	ہے مگر گھروں میں کمزور ترین اسی کا
لو كانوا يعلمون (۲۹ : ۴۰)	گھر ہے ' کاش یہ لوگ سمجھتے -

پہلی آیت میں اعمال ضلالت کی مثال اس شخص کی سی بتلائی ' جو پیاسا ہو ' مگر دریا کی جگہ ریگستان کو سمندر سمجھکر اسکی طرف دوڑے ' اور بالآخر ناکامی اور نامرادی کے سوا اسے کچھہ حاصل نہو - دوسری آیت میں مکڑی کے جالے سے تشبیہ دی ہے ' کہ جو کام رشتہ الہی اور تعلق ایمانی کی قوت سے خالی ہوتے ہیں ' انکی ہستی مکڑی کے جالے کی طرح ہوتی ہے ' کہ جبتک وہ قائم ہے ' نہایت مرتب و منظم نظر آتا ہے ' لیکن جونہی ہوا کی ایک ہلکی سی موج بھی اس پر سے گذری ' اور ھباءً منثورا ہوگیا : و ان اوهن البيوت لبيت العنكبوت لو كانوا يعلمون -

(۳)

فی الحقیقت غور کیجیے ' تو انسانی اعمال کی ضلالت کیلیے اس تشبیہ و تمثیل سے بڑھکر اور کوئی بیان نہیں ہو سکتا تھا ' اور اصل یہ ہے ' کہ قرآن کریم کے سب سے زیادہ اسرار و معارف اسکی تمثیلوں اور تشبیہوں ہی میں ہیں لیکن :

تقاصر عنه افهام الرجال

مکڑے کا جالا کیسی عجیب اور مؤثر چیز ہے ! اس ترتیب اور نظم کے ساتھ اسکا ایک ایک تار دوسرے سے ملحق ہے ' اور کس درجہ کامل طور پر اشکال ریاضی کے تسویۂ و تناسب کے ساتھ اسکے دائرے ' دائروں کے مدارج ' اور ہر درجے میں متعدد خانے ہوتے ہیں ؟ پھر اس محنت و سعی پر نظر ڈالیے ' جو جالے کے بنانے میں وہ گوارا کرتا ہے - کیسی خود فروشانہ محویت کے ساتھ ایک ایک تار کو بنتا ہے ' اور کس انتھک سعی کے ساتھ ' ٹوٹنے کے بعد پھر از سر نو بنانا شروع کر دیتا ہے - وہ گویا ایک نہایت منظم ' مرتب ' اور خوشنما عمارت ہوتی ہے ' جس کی تعمیر میں حیات دنیوی کی پوری قوت صرف کردی جاتی ہے - با این ہمہ اسکے ثبات و قرار کا یہ حال ہوتا ہے ' کہ اسکی تعمیر و تکمیل کے عین عروج کی حالت میں ' اگر ہوا کی ایک ہلکی سی حرکت بھی مقابل ہو جاے ' تو ایک لمحہ کیلیے بھی قائم نہیں رہسکتا ' اور چشم زدن میں نابود و مفقود ہو جاتا ہے -

بعینہ یہی حالت ان تمام کاموں کی ہوتی ہے ' جو حق و معروف کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں - یہ نہیں ہے ' کہ انکو کامیابی نصیب نہیں ہوتی - اگر وہ ابتداء سے ناکام و نامراد رہیں ' تو عاقبت امور - اور نتائج اعمال کے فتح و ظفر کا مسئلہ بیکار ہو جاے - وہ بظاہر کامیاب ہوتے ہیں ' اور مکڑی کے جالے کی ظاہر فریبی کی طرح دیکھنے والوں کو انکی کامیابی نہایت خوشنما اور منظم نظر آتی ہے - وہ اپنے مقاصد ضلالت کی انجام دہی میں اس سے کم محنت و سعی نہیں کرتے ' جس قدر ایک مکڑا جالے کے بننے میں تمام عمر کرتا رہتا ہے - وہ اپنی دولت ' اپنی عزت ' اپنا رسوخ ' اپنی صحت ' اور اگر قابلیت حاصل ہے ' تو اپنی قابلیت غرضکہ تمام قوتوں کو وقف اعمال ضلالت کردیتے ہیں - پھر دنیا دیکھتی ہے ' کہ ایک نہایت خوشنما اور مرتب دائرہ بنکر طیار ہو گیا ہے ' جس میں طرح طرح کے خانے ' اور طرح طرح کے اشکال و صور بنے ہوے ہیں - لیکن جس طرح مکڑے کے جالے کی ہستی اس وقت تک ہوتی ہے ' جب تک ہوا کا کوئی جھونکا اسپر سے نہیں گذرتا ' اسی طرح اسکی زندگی بھی صرف اتنی ہی دیر تک کیلیے نظر فریب رہتی ہے ' جب تک یاد حق و صداقت میں حرکت نہیں ہوتی ہے ' اور اسکا رخ اسکی طرف نہیں ہوا ہے - مکڑا اپنی تمام زندگی ایک ایسی شے کے بنانے میں صرف کر ڈالتا ہے ' جس کو وہ اپنے لیے بہترین ذریعۂ آرام و راحت سمجھتا ہے ' مگر در اصل اسکی تمام زندگی ایک محض ناپائدار اور سریع الفنا عمارت بنانے میں ضائع جاتی ہے - بالکل اسی طرح یہ گم کردگان اعمال سمجھتے ہیں ' کہ ہماری محنت ایک محفوظ اور مفید اغراض عمل کے انجام دینے میں خرج ہو رہی ہے ' حالانکہ " تار عنکبوت " کی طیاری کی طرح ' انکی زندگی اور محنت کی نہ نامرادانہ تباہی ہوتی ہے ' اور وہ خود اپنے ہاتھوں اپنی عمروں کو ضائع کر دیتے ہیں -

پس حق کے مقابلے میں باطل کی کامیابی سے مغرور نہیں ہونا چاہئے ' کہ کامیابی تو ضرور ہوتی ہے ' لیکن ثبات و قرار اور نتیجۂ آخر کی کامیابی ایک شے ہے ' جس پر اس آسمان کے نیچے حق کے سوا کسی کا قبضہ نہیں - یہ بہت ممکن ہے ' کہ باطل کی سعی و محنت ایک نظر فریب چیز ہمارے سامنے پیش کردے ' اور بظاہر معلوم ہو کہ کامیاب ہوگیا - لیکن یہ کامیابی ایسی ہی کامیابی ہوگی ' جیسی کہ مکڑے کو جالے کے بننے اور طیار کردینے میں حاصل ہوتی ہے - یہ نہیں ہوتا کہ اسکی سعی ناکام رہے - وہ جس گھر کو بنانا چاہتا ہے ' اسکی تعمیر میں پوری طرح کامیاب ہو جاتا ہے - لیکن اسکو کیا کیجئے کہ جس مصالح اور سامان سے بنایا جاتا ہے ' اس سے کوئی پائدار چیز بن ہی نہیں سکتی -

(٤)

میں کہنا چاہتا تھا کہ " یونیورسٹی ڈیپوٹیشن " کی شکست میں اس قانون الہی کی ایک عبرت انگیز بصیرت پوشیدہ ہے - ایک مرتبہ گذشتہ تین ماہ کے واقعات کو یاد کرلیجیے اور دیکھیے کہ کس انتہاے جد و جہد اور کمال سعی و جانفشانی کے ساتھہ " ارباب حل و عقد " نے اس ڈیپوٹیشن کی عمارت کھڑی کی تھی ' اور بعض لوگوں نے اپنی ایسی کچھہ گران بہا چیزیں اسکے پیچھے نہیں دیدی نہیں - راتوں کی نیندیں اسکے لیے قربان کی گئیں ' دن کا آرام و راحت اسکے لیے غارت ہوا - بہت سے دعووں سے دست برداری کی گئی ' اور اس صلح کے لیے جنگ کی فتح مندیوں کی نمایش و شہرت سے بھی ہاتھہ اٹھالیا گیا ' مگر با ایں ہمہ اس جد و جہد ' جوش و خروش ' غرور و ادعا ' طمانیۃ و استغنا ' اور اظہار سطوت و جبروت کے بعد کیا نتیجہ نکلا ؟ یہ کہ صداے حق و معروف کے ایک جھونکے ہی میں اس بیت عنکبوت کا خاتمہ تھا : وان اوھن البیوت لبیت العنکبوت ' لوکانوا یعلمون :-

ہم بڑی چیز سمجھتے تھے ' یہ میخانے میں
نکلا اِک جام کی قیمت بھی نہ ایمان اپنا !

جیسا کہ بار بار لکھہ چکا ہوں ' اس موقعہ پر بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں ' کہ اس واقعہ کو سرسری نظر کے حوالے نہ کیا جاے - یہ ایک بین ترین مثال تازہ ہے ' اس امر کی کہ حق کی کوئی صدا ' ضائع نہیں جا سکتی ! اور گو دنیوی اور انسانی طاقتیں کتنی ہی مخالف ہوں ' لیکن وہ بالاخر کام کر جاتی ہے - کام کرنے والوں کیلیے امید اور ہمت کا یہ ایک پیغام ہے ' اور منکرین قوت حق و معروف کیلیے عبرت و موعظۃ کا ایک تازیانہ : وتلک الامثال نضربھا للناس لعلھم یتفکرون -

(٥)

۲۶ اور ۲۸ - دسمبر کو جو اجتماع لکھنو میں ہوا تھا ' وہ صحیح طور پر فاونڈیشن کمیٹی کا اجلاس ہو یا نہو ' لیکن تاہم اسکو یونیورسٹی کا آخری فیصلہ کرنے کیلیے کافی سمجھا گیا ' اور ڈیپوٹیشن کے انتخاب کے مسئلہ کو بظاہر عام اتفاق راے سے منظور کرالیا گیا - جلسہ کے بعد بھی ایک عرصے تک کوئی صداے مخالف نہیں اٹھی ' اور پھر جناب نواب صاحب قبلہ کی تحریر شائع ہوئی ' تو اسمیں نفس مسئلۂ انتخاب وفد و تفویض اختیارات کاملہ کی نسبت چنداں اعتراض نہ تھا ' بلکہ زیادہ تر اشخاص وفد کی قلت و کثرت اور طریق انتخاب کی بے قاعدگیوں پر اظہار تاسف کیا گیا تھا - نیز یہ کہ تحریر کا ماحصل ڈیپوٹیشن کے ممبروں میں اضافہ تھا ' نہ کہ اصل ڈیپوٹیشن کی شکست اور بالکلیہ برہمی - ایسی حالت میں ظاہر ہے ' کہ اس کارروائی کی مخالفت بحالت موجودہ بالکل بے سود نظر آتی تھی - کس کو اسکا خیال بھی ہوسکتا تھا ' کہ اس تمام کارروائی ہی کو سرے سے باطل کردیا جائیگا ؟ اور قوم کو اس سے چھٹی ہوگی " بلنٹک چک بک " پھر واپس ملجائیگی - جلسے میں جو آواز مخالفت کی بلند کی گئی تھی ' وہ " لکھنو کی ناکام کوشش " تھی ' اور اب " کامیاب حلقے کیلیے کوئی وجہ نہ تھی ' کہ لکھنو کی " کامیابی " کا " کلکتہ کی ناکامی " سے مبادلہ کرے - لیکن باوجود اسکے عرصے کے بعد جب آواز بلند کی گئی ' تو دو ہفتے کے اندر ہی اسکا اثر ہر طرف سے نمایاں ہونے لگا ' اور رفتہ رفتہ حالات میں اس درجہ تغیر ہوا ' کہ اضافہ و اصلاح ہی نہیں ' بلکہ سرے سے ڈیپوٹیشن ہی کا خاتمہ کردینا پڑا ' اور جس عمارت کو تکمیل تک پہنچا کر اسکے گنبد اور برجیوں کیلیے اینٹیں چنی جا رہی تھیں ' اسکی بنیاد ہی مسمار ہوگئی ! !

پس یہ نتیجہ بتلاتا ہے کہ ہمارے آگے " کامیاب " کاموں کا خواہ کیساہی مستحکم وقوی قلعہ ہو ' اور خواہ مقاومت کا اصلی وقت گذرہی کیوں نہ جاے ' لیکن تاہم اعلان حق کی طاقت تسخیر اپنا اثر دکھلاے بغیر نہیں رہتی ' اور اسکے لیے صرف یہ دیکھنا چاہیے ' کہ خود ہماری نیت اور حق پرستی کا کیا حال ہے ' مقابل و حریف کی کامیابی کا کوئی سوال نہیں - آجکل حق کی غربت و کس مپرسی کا ایک خاص سبب یہ بھی ہے ' کہ لوگ اعلان حق و سعی اصلاح کی ضرورت محسوس کرتے ہیں ' لیکن اس خیال سے قدم نہیں اٹھاتے ' کہ مخالف کامیاب ہوچکے ہیں ' اور اب انکی مخالفت کا مناسب اور اصلی وقت نہیں ہے - اسی کا نتیجہ ہے ' کہ اشخاص نکتہ چینی کی طرف سے بے پروا ہوگئے ہیں ' اور سمجھتے ہیں ' کہ ایک مرتبہ اگر وہ کسی طرح اپنے کاموں کو کامیاب دکھلانے میں کامیاب ہوجالیں گے ' تو پھر کامیاب کاموں کی مخالفت کو بے سود و بے وقت سمجھکر ' کوئی مخالفت کا تصور بھی نہیں کریگا - اس طرح کے کاموں کیلیے انھوں نے بعض خاص اصطلاحیں وضع کرلی ہیں - مثلاً " طے شدہ مسئلہ " - " اتفاق عام کا فیصلہ " - " کثرت راے کا فیصلہ " " کثرت راے کا قرار دادہ " - قوم بھی بالعموم ان ترکیبوں سے مرعوب ہوگئی ہے ' اور کسی بندۂ خدا کو مخالفت کا خیال ہوتا ہے ' تو یہ سمجھکر خاموش ہورہتا ہے ' کہ اب مخالفت کا وقت باقی نہیں رہا - ایک طے شدہ اور اتفاق عام کے فیصل کردہ مسئلے کی نکتہ چینی کرنا بالکل بے اثر بلکہ تمسخر انگیز ہوگا -

مذہب ' اخلاق ' اور قانون ' ہر لحاظ سے یہ ایک سخت خطرناک اور اصولی غلطی ہے ' اور در اصل اعلان حق و امر بالمعروف کے سد باب کی ایک علت قوی ' لیکن میں اس وقت صرف اس تازہ ترین مثال پر توجہ دلاؤنگا - جو لوگ کسی سچی بات کو سچ کہنے کیلیے اسکا سچ ہونا کافی نہیں سمجھتے ' اور اسکی ضرورت دیکھتے ہیں ' کہ لوگ اسے سچ مان بھی لیں ' انکو اس مثال سے عبرت پکڑنی چاہیے - میں نے جب عین جلسے میں ڈیپوٹیشن کی تحریک کی مخالفت کی تو اس سے بالکل بے پروا تھا ' کہ نتیجہ کیا نکلے گا ؟ پھر الہلال میں مضامین کا سلسلہ شروع کیا ' تو اس وقت بھی یہ خیال پیش نظر نہ تھا ' کہ سردست اس کوشش میں کامیابی ہوگی یا نہیں ؟ کیونکہ بار بار کہہ چکا ہوں ' میرے عقیدے میں حق کی اس سے بڑھکر کوئی توہین نہیں ہوسکتی ' کہ اسکے اعلان کو نتائج اور کامیابی کے ظہور کا محتاج قرار دیا جاے - اور اگر ایسا ہو تو اس دنیا میں ' جسکا نصف کرہ ہر وقت تاریک رہتا ہے ' کبھی بھی حق کی روشنی ظاہر نہو - پس یہ محض ایک عقیدے اور راے کا اظہار تھا ' اور نتائج کے انتظار سے بالکل بے پروا ' تاہم اگر نتیجہ خدا کے ایک عاجز بندے کے پیش نظر نہ تھا ' تو کون کہہ سکتا ہے ' کہ اس نصرت فرماے حق و صداقت کی مشیت میں بھی نہ تھا ' جس نے ہر کام میں عواقب امور کی کامیابی کو اپنی نصرت بخشی کی ایک آیت مبین اور اثر عظیم قرار دیا ہے ؟ ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم ' و ان یخذلکم فمن ذالذی ینصرکم من بعدہ ؟ وعلی اللہ فلیتوکل المومنون -

نتیجہ نکلا ' اور جس سرزمین میں ایک اینٹ بھي اپني جگہ سے هلائي نہیں جاسکتي تھي' وهاں آج ایک پوري بني بنائي عمارت اس طرح منہدم هوگئي هے ' کہ اسکے اطلال و آثار تک کا پتہ نہیں' اور (فاونڈیشن کمیٹي) کا میدان جس طرح ۲۸ - دسمبر کي صبح سے پہلے صاف تھا ' اب پھر ویساهي بار عمارت سے سبکدوش هوگیا هے ' قوم کو " چک نک " رانس ملگئي هے ' اور آینده خواه بلک کي دیواروں کے نیچے سرنگ کھود کر خزانہ هي کیوں نہ نکال لیا جاے ' مگر الحمد للہ اب تک کوئي چک اسکے نام نہیں کٹي هے -

(٦)

ایک سب سے بڑي عبرت اس واقعہ میں قوم کیلیے یہ هے ' کہ وہ اپني قوت کا اندازہ کرے ' اور محسوس کرے کہ تغیرات حالات نے جو هیبت و جبروت اسکی آواز میں پیدا کردیا هے ' یہ کیسي بدبختي هے ' کہ خود وہ اُس سے غافل هے ؟ تلوار اگر کند هوگئي هے تو شکایت کا موقعہ نہیں ' لیکن افسوس اسکے حال پر هے ' جو اپنے هاتھہ میں ایک ایسي تیغ تیز رکھے ' جس کی کاٹ کے خوف سے حریف کانپ رها هو' لیکن خود وہ اسکے جوهر سے بے خبر هو -

دو سال سے قوم نے اپنی راے اور اواز کي جو هیبت اشخاص کے دلوں پر قائم کردي هے ' وہ اصلي قوت عمل هے ' بشرطیکہ قوم اُس حربے سے کام لے ' نیز یہ ' کہ صحیح ' معتدل ' اور بر وقت کام لے - فاونڈیشن کمیٹي کے گذشتہ اجلاس ' اور پھر ڈیپوٹیشن کي شکست ' یہ دو متضاد واقعات هیں ' جنکو جمع کرتا هوں ' تو اصلیت سامنے آجاتي هے - اس سے معلوم هوتا هے کہ قوم کي بیداري میں شبہ نہیں ' اسکی قوت اور هیبت کے اعتراف سے بھي دلوں کو انکار نہیں ' گو زبانوں کو انکار هو - لیکن مصیبت یہ هے ' کہ برسوں کی تقلید اور اعتماد نے دماغوں کو معطل کردیا هے ' خود اپني سمجھہ اور فکر سے کام لینے کي عادت مفقود هے ' اور میدان عمل میں دو آموري اسپر مستزاد - نتیجہ یہ هے ' کہ پہلے اشخاص کي قوت و استبداد سے شکست کھاتي تھی - اب قوت سے نہیں ' مگر غلط فہمی ' سادہ لوحی ' نو آموزي ' اور خدع و فریب سے شکست کھا جاتي هے - پھر اصلي مصیبت یہ هے ' کہ تقلید و اعتماد بیجا کي عادت دیرینہ اب بھي زنجیر پا هے ' اور وقت پر معاملات کو سمجھنے اور غور کرنے کي قوت پیدا نہیں هوئي هے - لیکن ساتھہ هي چونکہ حس و بیداري کے وجود میں شک نہیں اور حقوق کے مطالبہ کا خیال پیدا هوگیا هے ' اسلیے اگر حقیقت سے پردے اٹھا دیے جائیں ' اور کوئي اواز چیخ چیخ کر اپني طرف متوجہ کرنے کی پوري کوشش کرے ' تو فوراً ایک حرکت هر طرف پیدا هوجاتي هے ' اور لوگ ساتھہ دینے سے انکار نہیں کرتے -

آج جس قوم کي صدا نے " ارباب حل و عقد " کو مجبور کیا کہ ڈیپوٹیشن کي کارروائي کو منسوخ کردیں ' وہ اُس وقت بھي موجود تھي ' جب ۲۸ - دسمبر کو ڈیپوٹیشن کي تجویز نعرہ هاے مسرت کے غلغلوں اور چھرر کے صدا هاے متصل و پیہم کے هنگاموں میں پاس کي گئي تھي - ڈیپوٹیشن کي مخالفت میں جو خیالات آج الہلال کے صفحات پر شائع هوے ' یہي خیالات تھے ' جو عین تجویز کے پیش هونے کے بعد ظاهر کیے گئے تھے ' اور سننے والوں میں بھی بہت سے اشخاص وهي تھے ' جنھوں نے الہلال کے صفحات پر آج نظر ڈالي - مگر پھر غور کیجیے کہ نتائج دونوں وقت کے کیسے مختلف بلکہ متضاد هیں ؟

اسکي علت وهي هے ' جو سطور بالا میں ظاهر کي گئی - قوم کي بیداري اور صداے حق کي سماعت کیلیے مستعدي میں شک نہیں ' لیکن اسکا کیا علاج ' کہ وقت پر کام کرنے والوں کي نیرنگ طرازیوں اور شعبدہ سامانیوں کا هجوم اُسے اصلیت کے سمجھنے کي مہلت هي نہیں دیتا ؟ لوگ قطعاً غلط فہمي میں پڑگئے ' اور بالکل نہ سمجھے ' کہ هم سے کیا مانگا جا رها هے اور کیا هے جو هم نے اٹھا کر دیدیا هے ؟ خریداروں نے دراصل یہ سمجھنے کي کسي کو فرصت هي نہ دي : کہ :

مشتري چہ کس ست و بہاے ما چند ست ؟

لیکن جب کچھہ زمانہ گذر گیا ' اور اسکے بعد اصلي حالات بہ عنوان خاص لوگوں کے سامنے پیش کیے گئے ' تو غلط فہمي دور هونا شروع هوئي ' اور جو بات وقت پر نہ سمجھے تھي ' اب هر شخص کے سمجھہ میں آنے لگي - نتیجہ یہ نکلا ' کہ جلسے بھي منعقد هوے ' تجویزیں بھي پاس هوئیں ' مضامین بھي نکلنے لگے ' اور قوم اپني طاقت سے کام لینے کیلیے مستعد هوگئي -

پھر اس پہلو پر بھی نظر رهے ' کہ نواب صاحب قبلہ کا مضمون نکلا ' لیکن کس طرح نذر غفلت و اغماض هوکر رهگیا ؟ اس موقعہ پر بھي لوگ محتاج تھے ' کہ انکي غفلت پر ایک پر زور صداے تاسف بلند کي جاے ' اِن تمام حالات سے صاف طور پر واضح هوتا هے ' کہ بیداري پیدا هوگئي هے ' مگر بیدار کرنے والوں کا کام ختم نہیں هوا هے ' بلکہ سب سے زیادہ اهم کام ابھي باقي هے - یہ بیداري کچھہ مفید نہیں هوسکتي ' اگر کوئي هاتھہ غفلت کے نازک موقعوں پر بھي بیدار رکھنے کیلیے هر وقت مستعد نہ رهے ' اور همیشہ معاملات کی تہہ اور اصلیت سے خبردار نہ کرتا رهے - لوگ اٹھہ بیٹھے هیں مگر چلنے کے قابل نہیں ' اور پھر لیٹ جانے کا کھٹکا هر وقت لگا رهتا هے - پس وقت هے ' کہ کام کرنے والے قوم کی بیداري کی زیادہ رجز خواني نہ کریں ' بلکہ بیداري کو قوي کرنے اور دماغ میں صحیح هشیاري پیدا کرنے کي سعي میں مصروف هو جائیں -

(۸)

یہ بھي یاد رکھنا چاهیے کہ قوم نے اپنی اواز میں جو قوت پیدا کرلی هے ' وہ ایک اصلي قوت عمل هے ' جسکے بغیر کوئي نیا دور پیدا نہیں هوسکتا تھا ' تاهم یہ ایک قوت هے ' اُسي حالت میں مفید هے جبکہ اسکا استعمال صحیح هو ' پس یہ بڑي سخت اور مہلک غلطی هوگی ' اگر لوگ ان کامیابیوں پر مغرور هو جائیں ' اور افراد اپني قوت سے جو بیجا فائدہ اٹھاتے تھے ' ویساهي غلط فائدہ قومي قوت اور راے کے نام سے بھي اٹھایا جاے - بہت بڑي ضرورت اس امر کي بھي هے ' کہ اس قوت کا استعمال همیشہ حزم و احتیاط ' اور اعتدال ' و صحت طریق استعمال کے ساتھہ هو -

(باقي آینده)

مقالہ

انگلستان اور اسلام

(۹)

از خامۂ محرم سیاست مسٹر بلنٹ

ترکوں اور بلغاریوں کی جنگ کا آخری نتیجہ خواہ کچھہ هي کیوں نہ ہو - سلطان المعظم اِس وقت کم از کم اِس بات پر مبارکباد کے مستحق ہیں ' کہ کامل پاشا کی وزارت سے بو طارمی کے ساتھہ اُنھوں نے ایک نہایت فتنہ انگیز مفسد کے چنگل سے ' جو اِسلامی اغراض کے حق میں سخت غدّار تھا ' چھٹکارا پالیا ہے - یورپ کی تینوں شدید ترین دشمنانِ اِسلام طاقتوں ' یعنے انگلستان - فرانس اور روس نے ' بالخصوص انگلستان نے ' اِس بوڑھے نوکر کے ذریعے سے ' جس حکمت عملی کو کام میں لانا چاہا تھا ' اُسکی اصلی کیفیت - نیز اصلی مطلب برآری ' یعنے سلطنت عثمانیہ کو آپس میں بتدریج تقسیم کرلینے کے جو طریقے عمل میں لائے جارہے تھے - اُنکی مفصل سرگزشت " ایجپسٹ " کے ناظرین پر پوشیدہ نہیں ہے - پچھلے چھہ مہینے میں مختلف مضامین کے ذریعے سے ہم صحیح واقعات پر روشنی ڈالتے رہے ہیں - اور وزیراعظم قسطنطنیہ ' جو نامیمون ونامبارک بھروسا انگریزی وزارت پر کرتا رہا تھا ' اُس سے جو تباہی خلافت پر آنے والی تھی - اِس پر بھی ہم متعدد مواقع پر متنبہ کرتے رہے ہیں - ہمیں اِس بات کا علم تھا " کہ سرایڈورڈ گرے نے اِسلام کی مخالفت پر کمرِ ہمت باندھ لی ہے - ہمیں یہ بھی معلوم تھا کہ ڈاؤننگ اِسٹریٹ (دفتر سرایڈورڈ گرے) سے انگریزی مدبری کی جو آواز نصیحت کی صورت میں بلند ہوگی - وہ اِسلام کے حق میں ایک غدار آواز ہوگی - ہم یہ بھی بتاتے رہے ہیں ' کہ سلطان کو یورپ میں اگر دوستی کی کہیں کچھہ توقع ہوسکتی ہے - تو " اتحاد مثلث " سے نہیں ' بلکہ " ایتلاف مثلث " کی صرف اُس طاقت سے ' جسکا نام جرمنی ہے - کامل " اتحاد مثلث " کی اغراض کا نمایندہ تھا - اِسکا زوال انگلستان ' فرانس ' اور روس کی راہ میں ایک سنگ گراں ہے - اور سرایڈورڈ گرے کے منھہ پر تو ایک ایسا طمانچہ ہے ' جسے وہ یاد ہی کرتے ہونگے -

جسوقت سے ' کہ موجودہ جنگ میں قسمت کا رخ یورپ میں عثمانی افواج کی طرف سے پھرا ہوا نظر آنے لگا ہے ' اسوقت سے ہمارے دفتر خارجیہ کی دن رات یہی کوشش رہی ہے ' کہ کسی نہ کسی طرح پھسلا بہلا کر جرمنی کو بھی سلطان کے ایشیائی مقبوضات کی مجوزہ تقسیم میں اپنا سہیم بنالے - اِسکے لئے حلفہاے مصالح کی مشہور و معروف صورت سامنے موجود ہی ہے - یہ ٹھانی گئی تھی ' کہ ایشیاے کوچک جرمنی کے لئے حلقہ مصالح قرار دیا جائے ' فرانس کو ایران اور ترکی آرمینیا میں آزادانہ اختیارات دلوائے جانے کو تھے - قسطنطنیہ کو ایک مشترکہ بین الاقوامی نفع بنا کر رکھدیا جاتا - اور در دانیال یورپ کے کل جنگی جہازات کے لئے کھل جاتا - عثمانیوں کے ایشیائی صوبجات عیسائی طاقتوں کی مختلف اغراض - ملکی ہوں یا مالی - کے نشانے بنادیے جاتے - ممکن تھا ' کہ یہ ساری باتیں ایک ہی دفعہ نہ ہوتیں - لیکن رفتہ رفتہ ہر طاقت اپنی اپنی فرصت کے وقت اپنے مقاصد و اغراض کی تکمیل کرالیتی - سلطان کی برائے نام حکومت صرف اس غرض سے برقرار رکھی جاتی ' کہ جب کبھی کسی طاقت کو مسلمانوں کے جذبات کو عیسائی حکومت کے ماتحت کرنے کی ضرورت پڑے - تو اسمیں اُنکے ذریعہ سے سہولیت اور آسانی ہو - یہی تجویز تھی ' جو یورپ کی مجتمعہ طاقتوں کی طرف سے امن عامہ کے لئے پیش کی گئی تھی - یہ تجویز خصوصاً سرایڈورڈ گرے کے دماغ سے نکلی تھی - یہ محض ایک خوش نصیبی کی بات ہے ' کہ قیصر جرمنی نے ابتک اس انگریزی سازش میں شرکت منظور نہیں کی ہے - اور سلطنت عثمانیہ کی تقسیم کا خیال اگرچہ ہمارے دفتر خارجیہ نے بالکل ترک نہیں کردیا ہے ' پھر بھی کم سے کم تھوڑے عرصے کے لئے تو یہ تقسیم ماتوی ہوگئی ہے - نئے وزیر اعظم ' محمود شوکت پاشا ' ایک بادیانت شخص ہیں - اور ان پر اعتماد کیا جاسکتا ہے ' کہ وہ اسلام کے ساتھہ غداری نہ کرینگے - کم سے کم اسوقت تو جرمنی اُنکی تائید اور حمایت کے لئے مستعد ہے - اصلی اور حقیقی حالت یہ ہے ' جو میں نے اوپر بیان کردی - سرایڈورڈ گرے کے دل کی کیفیت غصے کے مارے جو جو کچھہ ہورہی ہوگی ' وہ محتاج بیان نہیں - لیکن اب اُنکے لئے اسکے سوا کوئی چارۂ کار نہیں ہے کہ ' پھر درویش بر جان درویش کہکر اس طمانچے کے ضرب کو بطیب خاطر برداشت کرلیں ' اور اپنے اندرونی جذبات کو چہرے سے نمایاں نہ ہونے دیں - اب جنگ کے ختم کرانے کے لئے سلطان پر نہیں بلکہ بلقانی حلیفوں پر دباؤ ڈالا جانے کا - قسطنطنیہ پر چڑھائی کی اجازت نہ دیجائیگی - یہ بھی ممکن ہے ' کہ اڈریانوپل سلطان ہی کے قبضے میں رہنے دیا جائے -

ان تمام واقعات میں جس بات سے ہمیں سب سے زیادہ دلچسپی ہے ' اور جو دریاے نیل پر اسلامی آزادی کی اُمیدوں سے متعلق ہے ' وہ یہ ہے ' کہ قسطنطنیہ میں کامل کے زوال کے ساتھہ وہ خاص سازش بھی کچھہ دنوں کے لئے ملتوی کردینی پڑی ہے ' جو مصر پر انگریزوں کے قانونی دائمی تسلط کرلینے کی نیت سے کی گئی تھی - یقیناً پچھلے سال موسم سرما میں سرایڈورڈ گرے اور کامل کے درمیان یہ امر قطعی طور پر فیصلہ پاچکا تھا کہ " سلطان مصر کو اپنی سلطنت سے کلیۃً " آزاد کرکے انگریزوں کی نگہداشت میں رکھدینگے - خدیو بادشاہ کا لقب اختیار کرلینگے - اس درجے پر پہنچنے کے یہ معنی ہونگے ' کہ اصلی اختیارات اُن سے مطلقاً سب ہوجائینگے - خراج جو باب عالی کو دیا جاتا ہے ' اُسکے عوض میں ایک معقول رقم یکمشت ترکوں کو دیدی جائیگی - جسکی اُنھیں اشد ضرورت ہے - ملکی قرضے کی ادائگی کا بار انگلستان کی گردن پر رہیگا - دوامی فوجی تسلط کے ذریعے سے امن اور سیاسی انتظامات قائم کرلینے کے بعد مصر پر پورا قبضہ آپ سے آپ ہوجائیگا - مصری حب الوطنوں کی رضامندی اُنھیں ایک قسم کی رعایت دیکر " جو انتظامی حکومت (کانسٹی ٹیوشن) کے نام سے موسوم ہوگی ' لے لی جائیگی - ان جدید انتظامات کو حکومت خود مختاری " کا شاندار لقب عطا کیا جائیگا - اس میں ذرا بھی شک نہیں ہے ' کہ اگر بلغاریوں کے ساتھہ معاہدے پر دستخط ہوچکنے کے بعد بھی کامل عہدہ وزارت پر مامور رہتا ' تو وہ ایک ایسے معاہدے پر ضرور دستخط

کردیتا جس سے انتظامات مذکورۂ بالا کی ' ایک هی دفعه نہیں تو بتدریج ' تکمیل هوکر رهتی - یه فرمان ٹھیک اُسی انداز اور اُسی پیرایے میں جاری کیا جاتا ' جو حال میں طرابلس کو خود مختارانه حکومت عطا کرتے وقت اختیار کیا گیا تھا - خوش قسمتی سے انگلستان کے اشاروں پر چلنے والے وزیر کے زوال نے اسلام کے خلاف اس بڑی سازش کا ایک طرح سے خاتمه کردیا هے اور هم تو سمجھتے هیں ' که اب اس کارروائی کی تجدید بہت جلد نه هونے پائیگی -

ساتھه هی ساتھه هم " ایجپٹ " کے مسلمان ناظرین سے ' خواہ وہ مصر میں هوں ' یا روم میں ' یا هندوستان میں ' اپیل کرتے هیں ' که وہ اِس امر کی نسبت دھوکا نه کھائیں ' که اِسلام کو جس خطرے کا اِس وقت مقابله هے ' اُسکی حقیقت اور اصلیت کیا هے ؟ واقعه یه هے ' که اسلام هماری نام نہاد " لبرل انگلش گورنمنٹ " کے هاتھوں تباہ اور برباد هو رها هے - مسلمانوں کو چاهئے ' که اُس موقع پر جہاں اُنکے مذهب کا تعلق هو ' اور جس جگه باقی ماندہ آزاد اسلامی حکومتوں کی بہبودی پیش نظر هو ' لفظ " لبرلیزم " (آزاد خیالی) سے دھوکا نه کھائیں - آزاد خیال انگلستان کو مسلمانوں کی ترقی سے ذرہ بھر همدردی نہیں هے - انگلستان اُنکی ترقی سے خائف اور لرزاں هے ' اور همیشه اُسکا سر کچلا کرتا هے -

پس " لندن مسلم لیگ " یا " آل انڈیا مسلم لیگ " جیسی انجمنوں ' (جنھیں اسلامی جذبات کی نمایندگی کا دعوے هے) ' کا اِس وقت گورنمنٹ کے آگے منت سماجت کے ساتھه درخواست کرنا ' محض حماقت هے - انصاف کے احساسات سے درخواست کرنا بھی سراسر بے سود هے - یه احساسات تو کب کے اُٹھه گئے هیں - انگریزی معدلت گستری یا حریت پسندی کی دهائی سے بھی کوئی کام نہیں نکلنے کا - اس قسم کی عبارتیں یا اوچھی تصور کی جاتی هیں ' اور کچھه بھی وقعت نہیں رکھتیں - اگر انگریزوں کے دلوں پر ' جہاں تک مسلمانوں کے معاملات سے اُسکا تعلق هے ' کسی دلیل کا کوئی اثر هو سکتا هے ' تو وہ یه هے ' که شاهی اقتدار کو صدمه پہنچنے کا خوف دلایا جائے ' اور علی الاعلان صاف صاف کہدیا جائے ' که جس وقت تک ' که انگریزوں کی شرکت فرانس ' روس ' اطالیه ' اور دیگر اسلام کی دشمن سلطنتوں کی کارروائیوں میں جاری رهے ' اُس وقت تک حکومت برطانیه هندوستان کے کروروں مسلمانوں کو اپنی دل سے وفادار رعایا شمار نه کرے - اور جب کبھی هندوستان میں انگریزوں کے لیے مصیبت کا دن نمودار هو ' تو ان کروروں میں سے ایک سے بھی دوستی یا امداد کی توقع نه رکھے - اگر اسی قسم کے الفاظ اس وقت لیڈران مسلم لیگ کی زبانوں سے دلیری اور همت کے ساتھه نکلینگے ' تو اُنکا اثر ڈاؤننگ اسٹریٹ (دفتر وزیر خارجیه انگلستان) پر پڑیگا - ایسے اعدائے اسلام کی اِس نازک ترین خطرے کی حالت میں ' اُسکے لئے اُن تمام منت سماجت اور آنسوؤں سے ' جو اِن کے ضرورت سے زیادہ دور اندیش لیڈروں نے پچھلے چھه مہینے میں همارے بے پروا وزراء کے آگے ضائع کئے هیں ' بدرجہا مفید ثابت هونگے - بلکه سرمایه هلال احمر اور جنگ کے جاری رکھنے کے واسطے دوسرے قسم کے سرمایوں کے لئے جو چندے جمع کئے جا رهے هیں ' اُسسے بھی زیادہ سود مند هونگے -

الاخلاق

— * —

تمہید

مشرق کے علوم و فنون ' صنائع و تجارت ' معاشرت و سیاست ' مختصراً یه ' که تمام مظاهر زندگی اصلاح طلب هیں - اسلیے یه صحیح هے ' که مشرق کو کسی اصلاح سے استغنا نہیں - لیکن یه ایک نا قابل انکار صداقت هے ' که قوم میں مذهبی ' سیاسی ' اجتماعی ' وغیرہ وغیرہ گونه گوں اصلاحات کا آغاز اسوقت تک کامیاب نہیں هوتا ' جب تک که اسکے افراد میں ایک ایسا گروہ نه موجود هو ' جسمیں طول فکر ' حسن تمییز ' اصابت راے ' اور جرأت اخلاقی هو -

یه گروہ عموماً نوجوانوں میں سے پیدا هوتا هے - کیونکه انمیں بڑھاپے کی عافیت اندیشیوں کے بدلے جوانی کی ولوله خیزیاں هوتی هیں ' جو ان کو حریت پرستی اور حق گوئی کی طرف بڑھاتی هیں - اسلیے ایک مصلح کا فرض اولین نوجوانان قوم کی اخلاقی اور دماغی پرداخت هے -

تعریف

جسطرح که سنگ چقماق میں آگ پوشیدہ هے ' اسی طرح انسان میں گونه گوں صدها قوی پوشیدہ هیں - ان قوی سے جب ابتداءً کام لیا جاتا هے ' تو کسی قدر تعمد و تکلف کی ضرورت هوتی هے ' لیکن جب عرصه تک برابر سلسله استعمال جاری رهتا هے ' تو پھر انکی یه حالت هوجاتی هے ' که انکے استعمال کے لیے قصد و ارادہ کی ضرورت نہیں رهتی ' بلکه حسب موقع وہ از خود کار فرما هونے لگتے هیں - اور اگر بہت زیادہ عرصه تک انکا استعمال جاری رهتا هے ' تو وہ اسطرح جزو زندگی بنجاتے هیں ' که ان سے علحدگی کے لئے نه صرف ارادہ کی ضرورت هوتی هے ' بلکه تکلیف هوتی هے - جب انسان کسی قوت کے استعمال کا اس درجه تک خوگر هوجاتا هے ' تو یه خوگری عادت یا خلق کہلاتی هے -

اخلاق کی شکل پذیری

تم نے بارها دیکھا هوگا ' ایک آهنی تار بالکل سیدها تھا ' مگر جب کسی شے پر لپیٹا گیا ' تو اسکی بھی وهی شکل هوگئی اور اگر زیادہ عرصه تک لپٹا رها ' تو وہ شکل تار میں اس درجه راسخ هوگئی ' که اسکا سیدها کرنا دشوار هوگیا - قوی اخلاقی کی بھی بعینه یهی حالت هے - وہ ابتداءً بے شکل هوتے هیں ' لیکن جب عرصه تک ایک مخصوص اسلوب پر استعمال کیے جاتے هیں ' تو وہ ایک خاص شکل اختیار کرلیتے هیں -

اقسام اخلاق

گو همارے زبان میں اخلاق کا استعمال اکثر اخلاق حسنه ' بلکه اخلاق حسنه کی ایک خاص صنف یعنی خاطر مدارات کے معنی میں هوتا هے ' چنانچه خوش اخلاق اس شخص کو کہتے هیں ' جو ملاقات میں اعتناء و التفات کو کام فرماتا هو ' مگر واقعه یه هے ' که اخلاق کا دائرہ معانی اسقدر تنگ نہیں - اخلاق مجموعه عادات کا نام هے ' اگر عادات اچھے هیں ' تو وہ شخص خوش اخلاق هے ' اور اگر برے هیں تو بد اخلاق هے -

میں اسوقت اخلاق کی پیش پا افتادہ تقسیم حمیدہ و ذمیمه سے گزر کے ' دو اور تقسیمیں بیان کرنا چاهتا هوں -

(۱) اخلاق طبعی ' یه وہ اخلاق هیں جو انسان اپنے ساتھه لیکے پیدا هوتا هے ' انکا استیصال ناممکن ' مگر تقویت و تضعیف ممکن هے ' تم نے دیکھا هوگا ' بعض لوگوں میں انکی صحبت کے عام اخلاق کے خلاف بعض عادتیں پائی جاتی هیں ' یه وهی عادات هیں جن کو هم فطری کہتے هیں -

(۲) اخلاق کسبی - یہ وہ اخلاق ہیں' جو انسان صحبت سے سیکھتا ہے اور رفتہ رفتہ وہ اسمیں قریباً اتنے ہی جاگیر ہو جاتے ہیں' جتنے کہ اخلاق طبیعی راسخ ہوتے ہیں -

یہ تقسیم کانٹ کی تھی' پروفیسر ڈیوی امریکی نے اخلاق کی حسب ذیل تقسیم کی ہے -

وہ اخلاق جنکا تعلق -

(۱) ادراک سے ہے -

(۲) جذبات سے ہے -

(۳) ارادہ سے ہے -

اخلاق متعلق بادراک وہ اخلاق ہیں' جن کے ذریعہ سے کذب و صدق' وہم و شک' ظن و یقین' وغیرہ وغیرہ میں تمیز ہوتی ہے -

اخلاق متعلق بجذبات وہ اخلاق ہیں' جنکا تعلق جذبات سے ہے' جیسے حسن دوستی' لذت پسندی' وغیرہ وغیرہ -

اخلاق متعلق بارادہ وہ اخلاق ہیں' جنکا تعلق ارادہ سے ہے' جیسے صبر' استقلال' حلم' وغیرہ وغیرہ -

سرچشمہا ے اخلاق

انسان میں اخلاق کے تین سرچشمے ہیں :—

(۱) وراثت

(۲) موثرات

(۳) ارادہ

وراثت - عموماً بچہ جس شخص سے جسقدر قریب ہوتا ہے' اسیقدر اس سے زیادہ مشابہہ ہوتا ہے' مثلاً بچہ سب سے زیادہ والدین سے قریب ہوتا ہے' اسلیے وہ نسبتاً سب سے زیادہ والدین سے مشابہ ہوتا ہے - والدین کے بعد والدین کے والدین سے قریب ہوتا ہے' اسلیے تیسری یا چوتھی پشت کے لوگوں کی بنسبت ان سے زیادہ مشابہ ہوتا ہے' وھلم جراً' مگر یہ قاعدہ کلیہ نہیں بسا اوقات اسکے خلاف شہادتیں ملتی ہیں -

موثرات خارجیہ - اسکی دو قسمیں ہیں -

(۱) فضاء مادی' جیسے آب و ہوا' چنانچہ تجربہ سے ثابت ہوا ہے' کہ معتدل ممالک کے لوگ عموماً راحت طلب' عیش پسند' اور کاہل ہوتے ہیں' لیکن غیر معتدل ممالک کے لوگ چاق و چوبند' چست و چالاک' محنتی اور جفاکش' ہوتے ہیں - غیر معتدل ممالک میں گرم ممالک کے باشندے سریع الانفعال ہوتے ہیں - وہ جسقدر جلد خوش ہوتے ہیں - اسی قدر جلد ناراض ہوتے ہیں - سرد ممالک کے باشندے بطی الانفعال ہوتے ہیں' مگر جب متاثر ہو جاتے ہیں' تو وہ تاثر پھر جلد زائل نہیں ہوتا وغیرہ وغیرہ -

(۲) فضاء اخلاقی - احباب' اصدقاء' معلمین و بیک لفظ صحبت یا سوسائٹی -

اسپنسر کہتا ہے "کہ انسان اپنے والدین سے زیادہ اپنے ہمعیشوں سے مشابہ ہوتا ہے' صحبت کے اثر کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے' کہ ایک پیشے کے لوگوں میں بہت سے اخلاق مشترک ہوتے ہیں' بلکہ یہاں تک دیکھا گیا ہے' کہ اگر دو نہایت ہی قریب کے رشتہ دار دو مختلف پیشے کرتے ہوں' تو ان دونوں کے اخلاق باہم دیگر اس سے کم مشابہ ہوتے' جتنے کہ دونوں کے اخلاق اپنے اپنے ہم پیشہ لوگوں سے مشابہ ہوتے ہیں" - ایک فرانسیسی مثل ہے "کہ تم اپنے ہم نشینوں کو مجھے بتا دو' میں تمہیں یہ بتا دونگا' کہ تم کیسے ہو"

ارادہ - اخلاق کے دو سبب یعنے اسلاف اور صحبت (سوسائٹی) کا انتخاب انسانی قدرت سے باہر ہے' لیکن تیسرا سبب یعنی ارادہ اسکی قدرت میں ہے' بیشک یہ صحیح ہے' کہ وراثت اور صحبت کا اثر نہایت سخت راسخ ہوتا ہے' مگر با این انسان کا ارادہ اگر قوی ہے' تو وہ اس اثر کو زائل کرسکتا ہے'

اگر ہم عبرت آموز نظر سے اشخاص کی زندگی کا مطالعہ کرینگے' تو ہمکو بہت سے لوگ ملینگے' جنمیں انکے بزرگان خاندان اور انکی صحبت کے خلاف اخلاق موجود ہونگے - یہ بالکل بدیہی ہے' کہ ان اخلاق کا سرچشمہ نہ وراثت ہوگی اور نہ صحبت' اب جو چیز رہجاتی ہے' وہ طبیعت کا میلان اور ارادے کی مساعدت ہے - پس یہی دو چیزیں انکا سرچشمہ ہونگی - اسی بنا پر علماء اخلاق کا یہ خیال ہے' کہ انسان کا مستقبل وراثت اور صحبت سے زیادہ اسکے ارادے پر موقوف ہے - اس نظریہ کی مزید تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے' کہ دنیا میں جتنے ارباب اخلاق پیدا ہوے ہیں' وہ ایسی قوموں میں سے پیدا ہوے ہیں' جنکی اخلاقی حالت نہایت بدتر تھی' اور قطعاً ان میں سے اتنے بڑے ارباب اخلاق کے پیدا ہونے کی امید نہیں کی جا سکتی تھی -

ارادے کے مدارج مختلف ہیں' بعض اشخاص کا ارادہ فطرتاً نہایت قوی ہوتا ہے' اور بعضوں کا کمزور' اور بعض کا متوسط درجہ کا -

جسطرح جسم ورزش اور نگہداشت سے بڑھتا ہے' بعینہ یہ ہی حالت ارادے کی بھی ہے - اگر کوشش کیجائے تو ایک کمزور ارادہ قوی اور ایک قوی ارادہ قوی تر ہوسکتا ہے - بچپن میں تمام قوی انسانی کا آغاز ظہور ہوتا ہے - اسوقت وہ ہر طرح کی تربیت قبول کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں - اسلیے ارادے کی تربیت اور تقویت کا بہترین زمانہ طفولیت کا زمانہ ہے - اسی لئے مغرب میں بچوں کو تیسرے یا چوتھے ہی برس سے استواری عزم و پختگی ارادہ کی تعلیم دیجاتی ہے -

اخلاق کی آراستگی

اخلاق کی ماہیت اور اسباب کے معلوم ہونے کے بعد اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے' کہ انکی آراستگی یا تہذیب کا کامیاب ترین ذریعہ کیا ہے ؟

قدرت نے انسان میں مختلف قوی ودیعت کیے ہیں' جنکی نشونما کے لیے غذا اور ورزش کی ضرورت ہے - مگر جسطرح' کہ ان قوی کے جوہر مختلف ہیں' اسیطرح انکی غذا اور ورزش بھی مختلف ہے' جسمانی قوی کی غذا اور ورزش ماکولات و مشروبات اور العاب مفیدہ (جمناسٹک) ہیں' مگر اخلاقی قوی کے لیے یہ چیزیں بیکار ہیں' انکی غذا افکار عالیہ' اور انکی ورزش زمانہ کی کشمکش ہے - جسطرح' کہ ہر شخص کے جسم کے لیے ایک ہی قسم کی غذا اور ایک ہی نوعیت اور ایک ہی حد تک کی ورزش مفید نہیں' اسیطرح ہر شخص کے لیے ایک ہی نوعیت کے افکار عالیہ اور ایک ہی نوعیت و شدت کی کشمکش زمانہ مفید نہیں - اسلیے آراستگی اخلاق کے شائق کے لیے دو امر نہایت ضروری ہیں -

(۱) اخلاقی غذا کے لیے ایسے افکار کا انتخاب' جو اسکی طبیعت کے مناسب ہوں

(۲) زندگی کی ان کشمکشوں سے اجتناب' جو اسکی طبیعت کے غیر مناسب ہوں -

شرائط کامیابی

جسطرح انسان کی جسمانی ترقی کے لیے اسلاف کی صحت' آب و ہوا کی عمدگی' قوی کے استعمال و تعطیل' میں اعتدال' حزن و مسرت میں توازن' وغیرہ وغیرہ شرائط ہیں' اسیطرح اخلاقی ترقی کے لیے بھی چند شرائط ہیں -

اولین شرط والدین کے جسم و عقل کی تندرستی ہے - مگر افسوس

کہ جسقدر یہ شرط مقدم ہے ' اسی قدر اسکی طرف سے غفلت کیجاتی ہے ' مائیں جو بچوں کے پالنے میں رات کو رات ' اور دن کو دن ' نہیں سمجھتیں ' اور باپ جو اولاد کی تعلیم و تربیت میں کسی چیز سے بھی دریغ نہیں کرتے ' عموماً اس نہایت اہم شرط سے چشم پوشی کرتے ہیں - وہ اپنی صحت لذائذ زندگی ' یا غفلت کی بدولت تباہ کر دیتے ہیں ' اور اسکا خمیازہ نہ صرف وہ خود کھینچتے ہیں ' بلکہ انکے بعد آنے والی نسلیں پشتہا پشت تک کھینچتی رہتی ہیں - یہ واقعہ ہے ' کہ ہزار ہا بچوں کی جسمانی ' دماغی ' اور اخلاقی کمزوری کے ذمہ دار انکے والدین کی کمزور ہے -

دوسری شرط حسن تربیت ہے ' بیشک یہ صحیح ہے ' کہ جوانی یا بڑھاپے میں اصلاح اخلاق محال نہیں ' لیکن قریب محال ضرور ہے ' کیونکہ انسان جسوقت پیدا ہوتا ہے ' اسوقت وہ ایک لوح سادہ ہوتا ہے ' وہ ہر قسم کے نقش قبول کرنے کے لیے تیار ہوتا ہے ' لیکن جب ایک نقش کھنچ جاتا ہے ' تو اسکا مٹنا اکثر دشوار طلب اور کبھی نا ممکن ہو جاتا ہے ' اسلیے جو قوم چاہتی ہے ' کہ اسکی آیندہ نسلوں کی اخلاقی حالت عمدہ ہو ' اسکو چاہئے ' کہ اس سادہ لوح پر شروع ہی سے عمدہ نقش کھینچے - اسکے لئے اسکو حسب ذیل امور ملحوظ رکھنا چاہئیں -

(۱) ایسی مصادر کا انتخاب جو اخلاق رذیلہ کی سمیت سے محفوظ ہو -

(۲) اخلاقی قوی کا صحیح اندازہ ' تاکہ جو حصہ کمزور ہو ' اسکو خاص طور پر قوی کیا جاے -

(۳) مرکز نظر کے لیے کوئی بلند شے پیش کرنا

(۴) افکار عالیہ کی تلقین -

(۵) روزانہ زندگی میں اصول اخلاق کا نفاذ -

حسب ذیل قوی کو خاص طور پر ابھارنا چاہیے

(۱) حقیقت پرستی -

(۲) جرأت اخلاقی -

(۳) استواری عزم -

ابتدائی تربیت اور مدرسہ

مشرق میں بچوں کی اخلاقی تربیت کا بہترین آلہ " قمچی " یا " تسمہ " سمجھا جاتا ہے - یہ نہایت سخت غلطی ہے - مارنے سے بجز اسکے نہ بچے کے دل میں معلم کی ہیبت اور اس عادت سے نفرت پیدا ہو ' اور کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا -

بچے کی اخلاقی تربیت کا صحیح ترین اصول یہ ہے ' کہ جس عادت سے باز رکھنا منظور ہو ' پہلے اسکے فوائد اور نقصانات اسکو سمجھا لے جائیں ' اور اسکے بعد اسکے چال چلن کی نگرانی رکھی جاے ' فراموشی کے وقت اسکو یاد دہانی کیجاے ' یاد دہانی کے ساتھہ بچے کو اسکے فوائد و مضار کی طرف متوجہ کیا جائے ' اس طرح بچہ بہت جلد خود بخود تعمیل حکم کرنے لگے گا -

بچے کی پہلی اخلاقی درسگاہ گھر ہے ' اور اسکے بعد مدرسہ کا نمبر ہے - مگر گھر میں صرف زمین تیار ہوتی ہے ' تخم پاشی درحقیقت مدرسہ میں آکے ہوتی ہے - اسلیے جسطرح زمین کے تیار کرنے میں سخت توجہ کی ضرورت ہے ' اسیطرح تخم پاشی اور اسکے آبیاری کے لیے بھی اعتناء شدید کی حاجت ہے - نصاب میں اخلاقی کتابوں کا داخل کرنا ' یا دارالخطابہ (لیکچر روم) میں اخلاقی تقریروں کا ہونا ' اسوقت تک مفید نہیں ہو سکتا ' جب تک کہ خود مدرس کی شخصیت با اخلاق نہ ہو - کتاب کے نقوش اور تقریروں کے ہوائی تموجات معلم ہیں ' مگر مردہ ' لیکن مدرس زندہ معلم ہے ' اور یہ ظاہر ہے ' کہ انسان پر جو ایک زندہ معلم کا اثر ہو سکتا ہے ' وہ ایک مردہ معلم کا نہیں ہو سکتا - پس اگر مدرس کی کتاب زندگی میں اخلاقی سبق نہیں ' تو محض نصاب کی کتابوں یا دار الخطابہ میں بلاغت دار تقریروں سے اخلاقی تربیت کی امید غلط امید ہے -

دیگر امور کی طرح یہ نکتہ بھی مغرب کے پیش نظر اور مشرق کے پس پشت ہے ' مغرب میں بچوں کے لیے مصنف ' معلم ' اور مربی زبردست شخصیت و عظمت کے لوگ ہوتے ہیں - مگر مشرق میں اسکے بالکل برعکس ہے مرخرالذکر میں بچوں کی تعلیم و تربیت کم درجہ کا کام سمجھا جاتا ہے ' اسکو صرف وہ لوگ کرتے ہیں جو دیگر ذرائع سے معاش پیدا نہیں کرسکتے ' اسی کا نتیجہ ہے ' کہ مشرق کے فرزند اعلی تعلیم حاصل کرنے کے بعد بھی مغرب کے فرزندوں سے اخلاق میں پیچھے رہتے ہیں -

---

بندوق کی متوالی آنکھہ

—:•:—

مادہ پرستی کے دلپر نشانے

—:*:—

وقت آگیا ہے ' کہ زمانہ کے الحاد - دہریت اور خدا فراموشی کے خلاف اسلامی توحید کے ہتیار اٹھائیں جائیں - اسلیے میرٹھہ سے ایک ہفتہ وار اخبار توحید کے نام سے جاری کیا جائیگا - اخبار توحید ہندوستان بھر میں اپنی شان کا سب سے پہلا اخبار ہوگا - وہ ایمان و عرفان کی آسمانی آندھیاں لیکر آئیگا اور نئی تہذیب کے عقائد وتمدن کو گھاس کے تنکوں کی طرح اڑا کر ہندوستان سے صاف کریگا - اسمیں اردو ادب کے مستانہ مضامین ہونگے - تصویریں ہونگی - کارٹون شائع کئے جائینگے ' ملک کے اخبارات و رسائل پر بے باکانہ تنقید ہوگی - وہ نرم کو گرم اور گرم کو نرم بنائیگا - اسکی عبارت ایسی صاف اور آسان ہوگی کہ عورتیں اور بچے بھی سمجھہ سکیں - اسکے اڈیٹر ' نگران اور سرپرست مولانا خواجہ حسن نظامی دہلوی ہونگے - پہلا پرچہ خدا نے چاہا تو ۱۵ - اپریل سنہ ۱۹۱۳ ع کو نکلیگا - اگر آپ یورپ کے دلدادہ ہیں ' تو ہرگز نہ منگاے ' ورنہ ایک آنہ کے ٹکٹ بھیجکر نمونہ طلب کیجیے - سالانہ چندہ صرف ۳ روپیہ ہے - الہلال کا حوالہ دیجیے -

مینیجر اخبار توحید لال کرتی میرٹھہ

مرض طاعون کی دوا

یہ دوا حفظ طاعون و مرض طاعون کے لیے بیحد مفید ہے - جن حضرات کو ضرورت ہو ذیل کے پتہ سے مفت طلب فرمائیں

سپرنٹنڈنٹ ادوہ شفا خانہ - لکھنو

الہلال کی ایجنسی

— * —

ہندوستان کے تمام اردو ' بنگلہ ' گجراتی ' اور مرہٹی ہفتہ وار رسالوں میں الہلال پہلا رسالہ ہے ' جو باوجود ہفتہ وار ہونے کے روزانہ اخبارات کی طرح بکثرت فروخت ہوتا ہے - اگر آپ ایک عمدہ اور کامیاب تجارت کے متلاشی ہیں ' تو اپنے شہر کیلیے اسکے ایجنٹ بن جائیے -

مذاکرۂ علمیہ

۱ — حیات — ۱۸

--:o*o:--

یورپ کی علمی سوسائٹیوں اور سوسائٹیوں کے ساتھہ گونا گوں مساعی کی تفصیل کا یہ موقع نہیں' مختصراً یہ ہے ' کہ وہ علم کے نشر و اشاعت اور توسیع و تقدم کے لیے ہر ممکن کوشش کر رہا ہے' اس سلسلۂ مساعی کا ایک جادہ اسکے مجامع علمیہ ہیں -

ان مجامع کے سالانہ جلسے عموماً مختلف ممالک و امصار میں ہوتے ہیں - شرکاء جلسہ علماء فن اور مشاہیر علما ہوتے ہیں - ان مجلسوں میں تبادلہ افکار کے علاوہ' محاضرات (علمی تقریروں) کا ایک سلسلہ ہوتا ہے ' جسمیں صاحب محاضرہ اپنی سال بھر کی کد و کاوش کے نتائج بیان کرتا ہے - یورپ کی تمام علم پرست اقوام میں اس قسم کے مجامع موجود ہیں ' چنانچہ برطانوی قوم میں بھی اس قسم کا ایک مجمع ہے - سال گذشتہ اس مجمع کا جلسہ ۴۵ - برس کے بعد دوسرے بار بمقام ڈنڈی منعقد ہوا تھا - جلسہ کے صدر پروفیسر شیفر تھے ' پروفیسر موصوف علم وظائف الاعضا کے مشہور عالم اور اڈنبرا یونیورسٹی میں اس فن کے پروفیسر ہیں -

پروفیسر موصوف نے اپنے خطبہ رئیسیہ (پریزیڈنشل اڈریس) کا موضوع "حیات" قرار دیا تھا - جسکا ایک حصہ آج شائع کیا جاتا ہے - "علم الحیات" فن دقیق ' اور اردو کے لیے بالکل نیا ہے ' اور فلسفیانہ اسلوب بیان اس پر مستزاد' خطبہ کو سریع الفہم بنانے کے لیے مجبوراً جابجا حذف و التقاط کرنا پڑا ' اسلیے غالباً اس مضمون کی تعبیر ترجمہ کے بدلے اقتباس زیادہ موزوں ہوگی -

تعریف

حیات کیا شے ہے ؟ ہر شخص کو اسکا علم یا ظن علم ہے' یا کم از کم حیات کے معمولی اور واضح مظاہر کا علم ہے ' اسلیے اکثر یہ خیال ہوتا ہے ' کہ اسکی تعریف صحیح مشکل نہیں' مگر واقعہ یہ ہے ' کہ اسکی تعریف میں بڑے بڑے ارباب اندیشہ سرگرداں ہیں -

اسپنسر نے تو اپنی کتاب (جو اس نے مبادی علم الحیات پر لکھی ہے) کے دو باب تعریف کے لیے وقف کردیے ' اور تمام سابق تعریفات پر بحث کرنے کے بعد ایک تیسری تعریف پیش کی ' مگر آخر میں خود ہی اعتراف کیا ' کہ اس سے بھی حیات کی کوئی جامع و مانع تعریف نہیں ہو سکی -

حیات کی عامیانہ تعریف (جو اکثر اہل لغت کیا کرتے ہیں) یہ ہے " کہ حیات زندوں کی حالت کا نام ہے " واسٹر نے کلوڈ بابیر کی پیروی میں حیات کی یہ تعریف کی " کہ حیات ان مظاہر کے مجموعہ کا نام ہے ' جو تمام زندوں میں مشترک ہیں "

مگر یہ دونوں تعریفیں تو ایسی ہیں' کہ انکے نام سے تعریف کو شرم آتی ہے - میرا اسوقت یہ مقصد نہیں' کہ میں آپکا وقت ایک ایسی گرہ کی کشایش میں مشغول کروں' جسکے آگے اکابر فلاسفہ نے سپر ڈالدی ہے - خصوصاً اسلیے کہ علم کے تقدمات حدیثہ سے معلوم ہوتا ہے ' کہ زندہ اور غیر زندہ مادوں میں فرق اس سے کم واضح ہے ' جتنا کہ ان تقدمات کے قبل سمجھا جاتا تھا ' اسلیے اب حیات کی جامع و مانع تعریف اور بھی زیادہ مشکل ہو گئی ہے -

حیات کا ضد موت نہیں

اکثر لوگ سمجھتے ہیں کہ حیات کا ضد موت ہے ' مگر یہ ایک شدید غلطی ہے' موت کا لفظ حیات سابقہ پر دلالت کرتا ہے' گو دلالت التزامی ہے ' یعنی موت اسوقت ہوگی ' جب کہ پہلے حیات ہو -

علم وظائف الاعضا' ہمیں بتاتا ہے' کہ موت کا شمار مظاہر حیات میں ہے ' موت بھی زندگی کا ایک دور ہے ' مگر آخری اور انتہائی -

اسکے علاوہ تضاد کے لئے احد الضدین کا وجود ہر حالت میں ضروری ہے' مگر ہم دیکھتے ہیں' کہ مثلاً جمادات نہ زندہ ہیں اور نہ مردہ ' اسلئے حیات کا شمار ان کلمات میں کرنا چاہیے ' جو اضداد نہیں رکھتے -

ایک عالمگیر غلطی

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ " نفس " و " حیات " دونوں ایک ہی چیزیں ہیں' اس خیال کا منشا غالباً یہ ہے' کہ نفس کا تصور اسوقت تک نہیں ہو سکتا ہے' جب تک کہ اسکے ساتھہ حیات کا تصور بھی نہ کیا جاے' اسکے علاوہ تصور نفس میں جسقدر ارتقاء ہوا ہے' وہ زندہ اجسام کے ترقی یافتہ ترین مظاہر حیات کے مطالعہ سے ہوا ہے -

گو یہ خیال عالمگیر ہے' مگر کسی خیال کا شیوع اسکی صحت کی دلیل نہیں ' نفس و حیات میں کامل فرق ہے' اور یہ فرق اسوقت تک نہیں جا سکتا' جب تک کہ نفس کے معنی میں اس حد تک وسعت نہ پیدا کیجالے ' جہاں پہنچکے " نفس " اپنے مابہ الامتیاز معانی سے محروم ہوجالے - یہ اسلئے ' کہ جن مسائل کا تعلق "حیات" سے ہے' ضرور انکا تعلق مادہ سے بھی ہے' پس حیات کا وجود بمعنی علمی بغیر مادے کے نا ممکن ہے' اسکے علاوہ مظاہر حیات اور مظاہر مادہ کے طرق بحث ایک ہی ہیں -

مظاہر حیات کے نتیجہ بحث سے معلوم ہوتا ہے' کہ " حیات " پر بھی انہی قوانین کی حکومت ہے ' جن کی حکومت جمادات پر ہے' جسقدر ہمارا مطالعہ مظاہر حیات عمیق ہوتا جاتا ہے' اسی قدر ہم اس نظریہ (تھیوری) کے اعتقاد سے قریب اور گذشتہ نظریہ یعنی ' مخصوص مگر غیر معلوم اسباب کی طرف انتساب ' سے دور ہوتے جاتے ہیں - پس اگر نفس و حیات دونو مرادف ہونگے' تو اسکے معنی یہ ہونگے' کہ مباحث نفس بھی مباحث مادہ سے اسی قدر قریب ہیں جسقدر کہ مباحث حیات قریب ہیں' حالانکہ ان دونوں علوم کے مباحث میں وہ نسبت ہے جو خط قطر کے دونوں کناروں میں ہے -

مظاہر حیات

حرکت — حرکت ذاتیہ حیات کا روشن ترین مظہر ہے - ہم ایک کتے کو چلتے یا پرندے کو اڑتے دیکھتے ہیں' تو ہم جان لیتے ہیں ' کہ زندہ ہے ' ہم خرد بین سے ایک قطرہ آب کو دیکھتے ہیں ' تو اسمیں ہمکو بیشمار متحرک ذرے نظر آتے ہیں' یہ دیکھکے ہم کہہ اٹھتے ہیں' کہ یہ قطرہ ذی روح مادوں سے پر ہے - ہم خرد بین سے دیکھتے ہیں ' ایک صاف مادہ ہے ' اسکے بعض حصے ابھرے ہوے ہیں' یہ مادہ مختلف شکلیں بدلتا ہے' اسکے ابھرے ہوے حصے پھیلتے ہیں ' یہ مادہ ایک طرف سے دوسری طرف حرکت کرتا ہے' پس ہم یقین کرتے ہیں' کہ یہ ذی روح ہے' اور اسکو ہم (امیبا لیماکس) اور اس حرکت کو حرکت امیبیہ کہتے ہیں -

ہم دیکھتے ہیں ' کہ ہمارے اجسام کے خلایا اور خون کے سفید کروی ذرات ہمیشہ حرکت کرتے رہتے ہیں - ہم یہ بھی محسوس کرتے ہیں ' کہ یہ حرکات اس سابق الذکر مادے کے حرکات سے ایک حد تک مشابہ ہیں اس تشابہ فی الحرکۃ سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں ' کہ اجسام کے خلایا اور خون کے سفید کروی ذرات میں بھی حیات ہے - ہمارے نزدیک اس تشابہ سے اس سے زیادہ قرین عقل کوئی دوسرا نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا -

ذي روح و غير ذي روح مادوں میں تشابه في الحركت

لیکن بعض علماء طبیعات بعض ایسے اجسام میں ' جو کسي حالت میں بھي ذي روح تسلیم نہیں کیے جا سکتے ' ایسي حرکتیں دکھاتے ہیں ' جو عموماً ذي روح مادوں میں ہوتي ہیں - مثلاً روغن زیتون اور سیماب کے قطرات میں وہ ایک قسم کي حرکات دکھاتے ہیں ' جسکي نوعیت کسیطرح بھي ذي روح اجسام کي حرکت کي نوعیت سے ممتاز نہیں ہوتي ہے ' حالانکه اس میں کوئي شک نہیں ' که مقسم الذکر کي حرکت کیمیاوي و طبیعي اسباب و عوامل کا نتیجه ہے -

جنبش مژگان اور انقباض عضلات پر جب ہم دقت نظر کے ساتھه بحث کرتے ہیں ' تو ان دونوں حرکتوں اور حرکات امیبه میں تشابه کي ایسي صورتیں نظر آتي ہیں ' جن کی بنیاد پر ہم کو یقین ہو جاتا ہے ' که یه حرکات حرکت امیبه کے ہم نوع ہیں ' اور یه که انکي پیدایش بھي قریباً حرکات امیبه کي طرح ہوتي ہے -

نتیجۂ تشابه

اس میں کوئي شک نہیں ' که وہ مرکب حرکتیں جو ذي روح مادوں کي ما به الامتیاز ہیں ' دفعةً پیدا نہیں ہوئیں ' بلکه اس بسیط حرکت کي ترقي یافته صورت ہیں ' جسکا ظہور اکثر جمادات میں بھي ہوتا ہے - مرکب حرکات کا آغاز ' خواہ ان حرکات کي شکل میں ہوا ہو ' جنکو امیبا پیدا کرتي ہے ' یا ان حرکات مژگان کي شکل میں ' جن کو نقاعیات یا خلایا ہدبیه پیدا کرتي ہیں ' یا عضلات کے ان انقباضات کي شکل میں ' جو ارادے کے زیر اثر پیدا ہوتے ہیں ' یا قلب کے ان حرکات کي شکل میں ' جو نفس کے انفعال و تاثر سے پیدا ہوتے ہیں - بہر نوع ہم اس نتیجے کے نکالنے پر مجبور ہیں ' که حرکات مادہ کے عام قوانین کے تابع ہیں ' اور یه ' که انکا وجود ایسے اسباب کے ساتھه وابسته ہے ' جو حرکت جمادات کے اسباب کے مشابه ہیں -

تمثیل و عدم تمثیل

مگر ایک معترض یه کہسکتا ہے ' که ممکن ہے ' که وجوہ تشابه سطحي ہوں - اور یه صرف امکان نہیں بلکه واقعه ہے ' چنانچه ہم جب دقت نظر کے ساتھه ذي حیات مادوں کي طبیعت (نیچر) سے بحث کرتے ہیں ' تو ہم کو ذي حیات مادوں میں بعض ایسے امور ملتے ہیں ' جو غیر ذي حیات مادوں میں نہیں ملتے ' مثلاً تمثیل ' عدم تمثیل اور تعادل غذا -

لیکن یه اعتراض صحیح نہیں - جن امور کي طرف معترض اشارہ کرنا چاہتا ہے ' وہ ایسے حالات کا نتیجه ہیں ' جنکو حیات سے وابسته کرنے کا وہم بھي کسي فہمیدہ دل میں نہیں گذر سکتا - اسکي بہترین مثال سیال مادوں کے وہ تغیرات ہیں ' جسمیں ایک جھلي درمیاني پردہ بنکے باہم آمیزي میں حائل ہوجاتی ہے -

مظاہر کیمیاوي

مادہ کي دو قسمیں ہیں ' آلیه اور غیر آلیه - کچھه عرصے سے بعض لوگوں کا خیال ہے ' که مادہاے آلیه اور غیر آلیه کي کیمیا باہم دیگر بالکل مختلف ہوتي ہے - مادہاے آلیه اور غیر آلیه میں حد فارق گذشته صدي کے اوسط تک تو نہایت واضح نظر آتي تھي ' مگر اسکے بعد ' علم نے جتنے قدم آگے رکھے ' اتني ہي وہ حد غامض ہوتي گئی ' اور ہوتے ہوتے یہاں تک نوبت پہنچي ' که اب بالکل غیر محسوس ہے - کل تک ذي روح مادوں کی کیمیا علم الکیمیا کے دائرہ بحث سے خارج سمجھي جاتی تھي ' مگر آج وہ مادہاے آلیه کي کیمیا کي ایک شاخ ہے ' اور علماء حیات کے ہاتھه سے نکلکے علماء کیمیا کے ہاتھه میں جارہی ہے -

(باقي آینده)

فہرست

زر اعانۂ دولت علیۂ اسلامیہ

—:::—

ان الله اشتري من المومنين انفسهم و اموالهم ' بان لهم الجنة

(۱۷)

فہرست نام بزرگان موضع نیکون جنکي مجموعي رقم ۸ - ۲۱۲ بذریعه ولي محمد صاحب عباسي ' ساکن رودے پور ' وصول ہوئي اور فہرست نمبر ۱۳ میں شائع کي گئی -

نام	روپیہ	آنہ	پائی
امام بخش جوهان موضع [illegible]	۱۰	۰	۰
کریم بخش اکوان	۲	۰	۰
علی محمد چاندنا	۱	۰	۰
الٰہ دیتی اجمیری	۵	۰	۰
احمد جوهان	۱	۰	۰
عمر مرزوال	۱	۰	۰
محمد مرزوال	۱	۰	۰
علي محمد حلعي	۱۵	۰	۰
رحمدا مرزوال	۲	۰	۰
عبد امرزوال	۲	۰	۰
نورالدین جوهان	۱	۰	۰
محمد بخش	۱	۰	۰
نورا ظاہرا	۱	۰	۰
وایہ کمارے	۳	۰	۰
نورا مرزوال و محمد حمدا	۲	۰	۰
هاسم هاسی وال	۲	۰	۰
یعقوب [illegible]	۱	۰	۰
بخشا احمدی	۱	۰	۰
خدا بخش ماسي وال	۵	۰	۰
محمد سوار	۲	۰	۰
نورا مرزوال موضع [illegible]	۰	۱۳	۰
الله اکبر ناری	۱	۰	۰
کریم بخش ملہ	۱	۰	۰
الٰہ بخش مرزوال	۱	۰	۰
رمضو ولد اسمعیل جوهان	۱	۰	۰
واحد ولد قادر جوهان	۱	۰	۰
الٰہ بخش [illegible]	۲	۰	۰
خدا بخش احمدی	۱	۰	۰
حسنا احمدي	۱	۰	۰
سلطان جوهان	۱	۰	۰
سلطان جوهان	۱	۰	۰
رضا علي [illegible]	۱	۰	۰
علاؤالدین جوهان	۱	۱۳	۰
واصل جوهان	۱	۰	۰
محمد جوهان	۱	۰	۰
حسنا پدیار	۱	۰	۰
جواجو مرزوال	۰	۸	۰
راجو جوهان	۱	۰	۰
الله بخش احمدی	۰	۸	۰
الله بخش [illegible]	۱	۰	۰
رمضو جوهان ولد [illegible] بخش	۱	۰	۰
[illegible] مرزوال	۱	۰	۰
امیر هاسی وال	۱	۰	۰
واصل ولد قادر جوهان	۱	۰	۰
وزیر مرزوال	۱	۰	۰
احمد [illegible]	۱	۰	۰
رسول احمدي	۱	۰	۰
رمضو و سر واصل جوهان	۱	۰	۰
واحد ولد واصل جوهان	۱	۰	۰
احمد ولد الٰہ بخش جوهان	۱	۰	۰
الله رکھا [illegible]	۱	۰	۰

(باقی آینده)

ادبیات

—:*:—

خلافت فاروقی کا ایک واقعہ

عام الرمادہ کہتے ہیں، جسکو عرب میں لوگ * عہد خلافت عمری کا وہ سال تھا
اُس سال قحط عام تھا ایسا، کہ ملک میں * لوگوں کو بھوک پیاس سے جینا محال تھا
پانی کی ایک بوند نہ ٹپکی تھی ابر سے * ہر خاص و عام سخت پراگندہ حال تھا
اعراب کی بسر حشرات زمیں پہ تھی * سب اُٹھہ گیا، جو فرق حرام و حلال تھا
تشویش سب سے بڑھ کے جناب عمر کو تھی * ہر دم اسیکی فکر، اسیکا خیال تھا
تدبیر لاکھہ کی تھی، مگر رک سکا نہ قحط * گو انتظام ملک میں اُن کو کمال تھا
معمول تھا جناب عمر کا، کہ متصل * کرتے تھے گشت، رات کو سونا محال تھا
اک دن کا واقعہ ہے، کہ پہنچے جو دشت میں * کوسوں تلک زمیں پہ خیموں کا جال تھا
بچے بلک رہے تھے، اک ضعیفہ کی گود میں * جن میں کوئی بڑا تھا، کوئی خرد سال تھا
دیکھا جو اُسکو پاس، کہ پکاتی ہے کوئی چیز * جاتا رہا، جو طبع حزیں میں ملال تھا
سمجھے، کہ اب وہ ملک کی حالت نہیں رہی * کم ہو چلا ہے، قحط کا جو اشتعال تھا
پوچھا جو اُس سے جاکے، تو رونے لگی "کہ آہ! * کیا آپ کو غذا کا بھی یاں احتمال تھا؟
بچے یہ تین دن سے تڑپتے ہیں خاک پر * میں کیا کہوں زباں سے ان کا جو حال تھا
مجبور ہو کے، ان کے بہلنے کے واسطے * پانی چڑھا دیا ہے، یہ اُسکا ابال تھا
ان سے یہ کہدیا ہے "کہ اب مطمئن رہو * کھانا یہ پک رہا ہے"، اسی کا خیال تھا "
بے اختیار رونے لگے حضرت عمر * بولے کہ "یہ مرے ہی گلے کا وبال تھا
جو کچھہ کہ ہے، یہ سب ہے مری شامت عمل * ار بس گناہ گار مرا بال بال تھا"
بازار جا کے لائے، سب اسباب آب و ناں * جو زخم قحط کا سبب اندمال تھا
چولہے کے پاس بیٹھہ کے، خود پھونکتے تھے آگ * چہرہ تمام، آگ کی گرمی سے لال تھا
بچوں نے پیٹ بھر کے جو کھانا، تو کھل اُٹھے * ایک ایک اب تو فرط خوشی سے نہال تھا
تھی وہ زن ضعیف، سراپا زبان شکر * یاں حضرت عمر کو وہی انفعال تھا
عہدہ عمر کو تھا جو ملا تجھہ سے چھین کر * جو کچھہ گذر رہا ہے، یہ اُسکا وبال تھا

(شبلی نعمانی)

غزل

—.*:—

کیا ہے جسنے اس عالم کو قائم اسکو کیا کہیے؟ * خرد خاموش ہے، اور دل یہ کہتا ہے "خدا کہیے"
اسی حیرت میں عمریں کٹ گئیں ارباب بینش کی * کسے اللہ کہیے اور کس کو ماسوا کہیے؟
یہ اُنکا کورس کیا کم ہے، کہ میں بھی کچھہ کہوں اُنسے * مری جانب سے بس کالج کے لڑکوں کو دعا کہیے
سرافرازی ہو اونٹوں کی، تو گردن کاٹیے اُنکی * اگر بندر کی بن آئے، تو فیض ارتقا کہیے
مری قرآن خوانی پر نہ ہوں یوں بدگمان حضرت * مجھے تفسیر بھی آتی ہے، اپنا مدعا کہیے

اکبر (الہ آبادی)

مراسلات

تلغراف خصوصی

الہلال کی مالی حالت

۱۵- فروری کو دس روپیہ کا ایک منی آرڈر خدمت شریف میں بھیجکر ساتھہ ہی ایک تفصیلی خط بھی لکھا گیا تھا - آج آپ کے کارڈ مورخہ ۲۱ - فروری سے معلوم ہوتا ہے' کہ ہمارا وہ خط آپکو نہیں پہنچا - لہذا دس روپیہ کے منی آرڈر بھیجنے کی عرض مکرر بیان کرتے ہیں -

ہندوستان کی اسلامی دنیا میں (الہلال) کا وجود ایک نعمت غیر مترقبہ اور رحمت الہی سے کم نہیں - اسکی معنوی خوبیوں اور فضیلتوں کو میں کیا کہوں ؟ تمام جہان جانتا ہے - صرف ظاہری محاسن کا ذکر کرتا ہوں - کاغذ ایسا عمدہ جو بڑی بڑی قیمت کی اردو کتابوں کو بھی نصیب نہیں - چھپائی نفیس و اعلی' تصاویر سے مزین - غرض اخبار کی ظاہری خوبیاں دیکھکر یقین کرنا پڑتا ہے' کہ سالانہ چندہ اصل لاگت کیلیے بمشکل کفایت کرتا ہوگا - لیکن ایک اور خصوصیت ہے' جو الہلال کو دیگر اردو اخبارات سے ممتاز ثابت کرتی ہے - یعنے ہر هفتہ وہ خاص اور طولانی ٹیلی گرام' جو پہلے صفحہ میں درج ہوتا ہے' ہمارے خیال میں گویا اخبار کی جان ہے - ڈاکٹر مصباح الدین کی صداقت دلوں پر خاص طرح کا اثر کرتی ہے - بلکہ مردہ دلوں میں نئی روح پھونک دیتی ہے - با ایں همہ اسمیں کوئی مبالغہ نہیں ہوتا - مسلمانوں کو خوش کرنے کیلیے افراط و تفریط سے کام نہیں لیا جاتا - جو بیان ہے' واقعی

فکاهات

لیگ
مع
سوٹ ابل

لیگ کو " سلف گورنمنٹ " ہے اب پیش نظر * للّٰہ الحمد' کہ حل ہو گئی ساری مشکل
اب یہ بیجا ہے شکایت' کہ وہ آزاد نہیں * اب یہ کہنا غلطی ہے' کہ وہ ہے پا در گل
ملک کے جملہ مسائل کی یہی ہے بنیاد * اور جو کچھہ ہے' اسی چیز میں ہے سب شامل
لیگ نے حق طلبی میں جو یہ جرات کی ہے * واقعہ یہ ہے' کہ ہے مدح و ثنا کے قابل
کچھہ تو ہے لیگ میں جسنے یہ کشش کی پیدا * آپ سے آپ جو کھچتا ہے ادھر دامن دل
لیگ والوں نے جو اسٹیج پہ کیں تقریریں * کردیے اس نے خیالات غلط' سب باطل
اس دلیری سے ہر اک حرف ادا ہوتا تھا * بعض کہتے تھے کہ " ہے سوے ادب میں داخل "
العرض لیگ کے اور مجلس ملکی کے حدود * یوں ملے آکے بہم' بحر سے جیسے ساحل

* * *

هاں تو اب عرض ہے یہ خدمت عالی میں جناب * " کہیے سلف گورنمنٹ کا مقصد حاصل
امتحانات سول کے لیے لندن کی یہ قید' * ہے یہ رفتار ترقی کے لیے سخت مخل
یہ جو پیمائش ارضی کا ہے سی سالہ رواج' * ملک کے حق میں ہے یہ زہر سے بڑھکر قاتل
جو مناصب کہ ولایت کے لیے هیں مخصوص * آج ابناے وطن بھی تو هیں اُسکے قابل
صیغۂ فوج میں تخفیف مصارف ہے ضرور * سینۂ ملک پہ افسوس ! کہ بھاری ہے یہ سل "

* * *

لیگ نے سن کے یہ سب' مجھہ سے بہ آہستہ کہا * " آپ سمجھے بھی کہ اس لفظ کا کیا تھا محمل ؟
همنے کو سلف گورنمنٹ کی خواہش کی تھی * شرط یہ بھی تو لگا دی تھی کہ ہو " سوٹ ابل "
آپ جو کہتے هیں' وہ ہے حد ادراک سے دور * هم کو اس خواب پریشاں میں نہ کیجیے شامل
یہ وہ باتیں هیں' جو مخصوص هیں یورپ کے لیے * آپ طے کیجے غلامی کی تو کرلیں منزل ! ! "

(وصاف)

جسکی بتدریج دیگر ذرائع سے تصدیق ہو جاتی ہے - یہ ایک ایسی خصوصیت ہے' جو آجتک کسی اردو رسالے کو نصیب نہیں ہوئی اور سب سے پہلے الہلال ہی نے اسکی راہ پیدا کی - ہم دل سے چاہتے ہیں' کہ ہر ہفتہ ان خاص تاروں کا سلسلہ جاری رہے - اب یہ بات باقی رہی' کہ آپ اخبار کی موجودہ آب و تاب قایم رکھکر ایسے طویل تاروں کا خرچ کب تک برداشت کرسکینگے ؟ بڑا ظلم ہوگا اگر ناظرین الہلال اس معاملہ میں آپکا ہاتھہ نہ بٹائینگے - اسی غرض سے دس روپیہ کی ناچیز رقم بذریعۂ منی آرڈر بھیجکر سابق خط میں ہم نے آپ سے درخواست کی تھی' کہ الہلال کے دیگر ناظرین کو بھی اس معنی کی ترغیب ہونے کیلیے آپ اس خط کو اخبار میں درج کر دیں - کیونکہ جو لوگ ان تاروں کو نہایت شوق اور دلچسپی سے دیکھتے ہیں' یہ امید ہونکر نہ رکھی جاے' کہ وہ اس مبارک سلسلہ کے استحکام میں امداد دینے کے متعلق بھی ویسی ہی سرگرمی سے کام لینگے —— مگر معلوم ہوا' کہ ہمارا وہ خط ہی آپ کو نہیں پہونچا - آپ کا مخلص

حاجی محمد یوسف اینڈ کمپنی (مدراس)

(الہـــلال)

اس لطف فرمائی کا شکرگذار ہوں - جو خلوص اور سچی ہمدردی جناب کے خط کے ہر لفظ سے ظاہر ہوتی ہے' یقین فرمالیے کہ حقیر کیلیے اصلی قدر و قیمت اسی میں ہے - جناب نے الہلال کی مالی حالت اور مصارف کی کثرت کا ذکر چھیڑدیا ' میں نے تو اسے مدت ہوئی بھلا دیا ہے' اور یہ پڑھکر وہ چپ ہوگیا ہوں کہ :

گل فشانند بہ بستر ہمہ چوں عرفی و من
مشت خس چینم و بر بستر خواب اندازم

تلغرافات کے مصارف پر کیا موقوف ہے ؟ ایک زخم ہو' تو آپکو مرہم بنانے کی زحمت دوں' اس کس زخم پر پٹی باندھیے گا ؟ آغاز اشاعت سے اس وقت تک اخبار کی مالی حالت کا جیسا کچھہ حال رہا ہے' وہ دفتر کے لوگوں کے سوا اور کسی کو معلوم نہیں ہو سکتا - ۱۲ - روپیہ قیمت ہوتی' جب بھی موجودہ اشاعت کافی نہ تھی' چہ جائیکہ پچھلی شش ماہی میں صدہا خریداروں کے نام ۴ - روپیہ میں اخبار جاری کردیا گیا تھا - ان امور پر اگر اپنی نظر ہوتی' تو شاید اس سفر کی پہلی منزل سے بھی گذرنا محال تھا - ابناے عصر کا قاعدہ ہے' کہ ہمیشہ کسی نہ کسی عنوان سے اپنی حالت پر ناظرین کو توجہ دلاتے رہتے ہیں' اور اپنے ایثار اور بے غرضی کا زمانے کی توجہ سے مقابلہ کرتے ہیں' مگر اپنے تئیں کچھہ یہ شان دریوزہ گری پسند نہ آئی' اور طبیعت نے گوارا نہیں کیا' کہ اور بہت سی فغاں سنجیوں کو چھوڑ کر اپنی حالت کا نالہ و فغاں شروع کردیں - گذشتہ جنوری کے آغاز میں " واقعۂ جلد جدید " لکھتے ہوے خیال ہوا تھا' کہ دفتر کی مالی حالت کا نقشہ بھی کم از کم ناظرین کے آگے پیش کردیں' کہ گو یہ کام شخصی ہے' مگر کم از کم اتنا ضرور ہے' کہ اغراض شخصی نہیں ہیں' مگر پھر دل نے کہا' کہ یہ بھی وہی دوکانداری کا چبوترہ ہے' گو اسپر بوریاے قناعت بچھا دی گئی ہو - بہتر یہ ہے' کہ سب کچھہ اسی کے اعتماد پر چھوڑ دو' جسکے اعتماد پر یوں بھی اپنا سب کچھہ چھوڑتا ہوا ہے : وعلی اللہ' فلیتوکل المومنون -

تلغرافات خصوصیہ کا سلسلہ کئی ماہ سے جاری ہے - مصارف کا اندازہ اس سے کرلیجیے' کہ ڈیڑہ روپیہ فی لفظ براہ یورپ ترکی کے تاروں کی شرح اجرت ہے - اور پھر بے شمار تار جو تحقیق و تفتیش حالات' و تاکید و طلب جوابات میں یہاں سے بھیجے جاتے ہیں' انکا خرچ اسکے علاوہ ہے' مگر آپ ملاحظہ فرماتے ہیں' کہ آجتک کبھی الہلال میں ہم نے اتنا بھی نہیں لکھا' کہ یہ کوئی ایسی قابل ذکر خدمت ہے' یا ایک خصوصیت و مزیت ہے - ہم سمجھتے ہیں' کہ انسان کے لیے راہ عمل صرف ایک ہی ہے' اور کوئی نہیں' یعنی کام کیے جاے' اور نظر صرف اپنے فرض و عمل پر رکھے' تو اگر لوگ اسکی کوئی قیمت [illegible] کریں' تو یہ فضل و لطف ہے' نہ کریں تو کوئی وجہ شکایت نہیں - اپنی نظر دنیا پر نہیں ہے' بلکہ اپنی نیت اور اپنے دل پر ہے - جب تک اپنی نیت کی طرف سے اطمینان ہے' اس وقت تک یقین ہے' کہ [illegible] کاموں کی محافظت اور اسکے قیام و استحکام کی نگرانی میرے ذمے نہیں' بلکہ اس کارفرماے حقیقی کے ذمے ہے' جسکا وعدہ ہے' کہ وہ کام کرنے والوں کے کام کو کبھی ضائع نہیں کرتا (انی لااضیع عمل عامل منکم من ذکر و انثی) پس خواہ الہلال کے مصارف کتنے ہی ناقابل برداشت ہو جائیں' میری صحت و توانائی کتنا ہی ناامید کردے' اور جمعیت خاطر و سکون و فرصت کی طرف سے خواہ کتنا ہی مایوس ہو جاوں' تاہم میرے لیے گھبراہٹ کی کوئی وجہ نہیں - میں مطمئن ہوں' اور اپنے کاموں کی طرف سے بے فکر و بے پروا - کشتی کو ڈبانے والا سمندر ہے' یا اسکی موجوں کو اٹھانے والی ہوا' لیکن یہ دونوں قوتیں جس فرما نفرماے قاہر کی تابع فرمان ہیں' جب وہ میرے ساتھہ ہے' تو کشتی کے ڈوبنے کا کیا خوف ؟ من لہ المولی فلہ الکل !

مایفتح اللہ للناس	اللہ تعالی اپنی رحمت کا دروازہ
من رحمۃ فلا ممسک	لوگوں کیلیے کھول دے' تو کوئی
لہا' وما یمسک فلا	اسکا بند کرنے والا نہیں' اور
مرسل لہ من بعدہ'	اگر بند کردے' تو کوئی نہیں
وهو العزیز الحکیم	جو پھر آسے کھول سکے' (۳۵ : ۲)

اپکے دس روپیہ کی جو رقم بطور عطیہ کے مرحمت فرمائی ہے' وہ جناب کی جانب سے " زراعانۂ دولت علیہ " میں شامل کردی گئی ہے - اللہ تعالی اس لطف و نوازش کیلئے جناب کو جزاے خیر عطا فرماے - سب سے بڑا عطیہ' جسکے لیے آپ سے اور نیز اپنے تمام لطف فرما احباب سے عاجزانہ التجا کرتا ہوں' صرف یہی ہے' کہ اپنی دعاؤں میں اس خادم کو نہ بھولیں' اور درگاہ رب العزت میں ملتجی ہوں' کہ میری نیت اور مقاصد کو اس راہ میں استقامت عطا فرماے' اور وساوس و خطرات سے محفوظ رکھے' کہ اصل کار یہی ہے -

---

وتلک الایام نداولها بین الناس

(۳ : ۱۳۴)

— * —

سلطان سلیم ملک ثانی (رح)

مبانی جامع سلیم واقع ادرنہ

مقبرۂ سلطان سلیم (ح)

واقع ادرنہ

(الہلال صفحہ ۱۴ - و ۱۵ - جلد - ۲)

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين ـ صدق الله

AL-HILAL

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad.

7-1 McLeod street,

CALCUTTA.

Telegraphic Address

"AL-HILAL"

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12.

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

میر مسئول و محرر خصوصی

احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت

۷ - ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ

کلکتہ

عنوان تلغراف

« الہلال »

قیمت

سالانہ ۸ روپیہ

ششماہی ٤ روپیہ ۱۲ آنہ

نمبر ١٤ ، ١٥ — کلکتہ: چہار شنبہ ۱ و ۸ جمادی الاولی ۱۳۳۱ ہجری — جلد ۲

Calcutta: Wednesday, April 9 and 16, 1913.

فہرس

— * —

تصاویر

— * —

اطلاع

—○:*:○—

پچھلے ہفتے رسالے کی اشاعت میں بہت تاخیر ہوگئی تھی - اگر پرچہ نکلتا تو پھر وہ تاخیر آیندہ ہفتوں تک متعدی ہوتی ' اور پچھلے دنوں اسکا دور برابر قائم رہچکا ہے - پس بجاے پچھلے ہفتے کی اشاعت کے آج نمبر (۱۴) اور نمبر (۱۵) اکٹھے شائع کیے جاتے ہیں ' تاکہ اسی طرح چند دنوں کی تاخیر کا ایک مرتبہ بل نکل جاے -

منیجر

المکتبۃ العلمیۃ الاسلامیۃ فی علی گڈہ

— * —

اس کتب خانہ میں مختلف علوم و فنون کی کتابیں مطبوعہ مصر ' شام ' بیروت اور قسطنطنیہ وغیرہ ہر وقت بکثرت موجود رہتی ہیں اور نہایت مناسب و معتدل قیمت پر شائقین کی خدمت میں روانہ کی جاتی ہیں — خاصکر مکتبہ المنار کی کتابیں ' حضرت الاستاذ الامام شیخ محمد عبدہ اور حضرت السید الامام سید رشید رضا کی تمام تصنیفات اس کتب خانے میں ہر وقت مہیا رہتی ہیں - فرمائشوں کی تعمیل مستعدی کے ساتھہ کی جاتی ہے - کتب خانہ کی جدید فہرست تیار ہوگئی ہے جو آدہ آنے کے ٹکٹ وصول ہونے پر مفت روانہ کی جاتی ہے *

رسالہ المنار (جو تمام دنیائے اسلام میں بہترین عربی رسالہ تسلیم کیا گیا ہے) اس کی گذشتہ ۱۵ سال کی ۱۵ جلدیں مکمل مع فہرست مضامین موجود ہیں - قیمت عام طور پر فی جلد ۱۵ روپے ہیں مگر دوسری جلد کی قیمت پچاس روپے اور تیسری جلد کی قیمت پچیس روپے ہیں *

یہہ کتب خانہ رسالہ المنار کا ممالک ہندوستان میں وکیل اشاعت ہے ' اور جن اصحاب کو اس رسالہ کی خریداری منظور ہو چندہ سالانہ مبلغ ۱۵ روپے ہمارے پاس روانہ فرمائیں ' روپیہ وصول ہوتے ہی رسالہ براہ راست ان کی خدمت میں جاری کرا دیا جایگا *

المشتہر

منیجر المکتبۃ العلمیۃ الاسلامیۃ ، مدرسۃ العلوم ، علی گڈہ

شذرات

—:○•○:—

آیندہ نمبر کے بعض اہم مضامین

اس نمبر میں مقالۂ افتتاحیہ کے دو نمبر درج کیے گئے ہیں' ان میں پہلا نمبر ثنائے سفر کے بعض اوقات پر اندوہ کے خیالات کا نتیجہ ہے' مگر دوسرے میں اس اہم تحریک کی تمہید ہے' جو آٹھہ ماہ سے پیش نظر تھی' اور اب وقت آگیا ہے کہ اسکا اعلان کیا جائے - امید ہے کہ آیندہ اشاعت میں اسکو پیش کر سکونگا -

ایڈیٹر

شاہ یونان یا مجاہد صلیب کا ماتم

— * —

علی گڈہ سے ایک صاحب ارقام فرماتے ہیں : " شاہ یونان ہمارے ملک معظم کے عزیز تھے اسلیے انکے قتل کی خبر پر بعض مسلمان اخبارات نے نہایت تعزیت اور ماتم گذاری کے مضامین لکھے' اور لکھا کہ گو وہ اس وقت اسلام کے مقابلے میں مصروف جنگ تھے' تاہم مسلمانان ہند کی وفاداری کا اقتضا یہی ہے کہ وہ تعلقات شاہی کو ملحوظ رکھکر اداے رسم تعزیت ادا کریں -

تعجب ہے کہ جناب کی نظر سے وہ تحریر نہیں گذری ؟ پھر خدا کیلیے فرمائیے کہ کیا ایک ایسے بادشاہ کے مرنے کا ماتم کرنا ہمارے لیے مذہباً جائز ہے' جس نے اسلام کے مقابلے کے ایک مسیحی اتحاد میں حصہ لیا ہو' اور جو عین اس جنگ کے زمانے میں مرا ہو' جو خلافت اسلامی کے مقابلے میں لڑی جا رہی تھی ؟ اور کیا مذہباً ہم کو کسی ہی وفاداری کی تعلیم دیگئی ہے ؟"

میں نے وہ مضامین دیکھے تو نہیں مگر بعض اشخاص ذکر کرتے تھے -

لیکن میں متعجب ہوں کہ آپکو اس طرح کے مضامین پر تعجب کیوں ہوا ؟ مسلمانان ہند کی موجودہ تحریر کی تاریخ میں یہ کونسا نیا واقعہ ہے ؟ جس قوم کی زندگی غیروں کی پرستش اور انکے بخشے ہوے اعزاز کے صلہ و مزد پر ہو' اسکے لیے یہ کوئی عجیب بات نہیں -

ہم نے اپنے نگیں بھول کر غیروں کی چوکھٹوں پر سجدے کیے ہیں - ہم نے غیروں کی خاطر اپنوں کو چھوڑ دیا ہے - ہم نے انکی ایک نظر التفات کی قیمت میں ایمان و راستبازی تک کی متاع کو لگا دیا ہے - ہم نے انکی خوشنودی کیلیے اپنے آپ کو انکے ہاتھہ میں دیدیا ہے' اور انہوں نے جب کبھی ہمارے حلق غلامی پر لوٹنے والے سروں کو کچلنا چاہا ہے' تو خود ہمارے ہی وجود سے پتھر کا کام لیا ہے - ہم یہ سب کچھہ کر چکے ہیں اور کرنے کے لیے طیار ہیں - پھر ان سب کے مقابلے میں یہ ایسی کونسی بڑی بات ہے' اگر مجاہدین صلیب میں سے ایک کے مرنے پر ہم نے اپنے اخبار کا کوئی گوشہ وقف کردیا ؟

آپکو تو اس کا تعجب ہے' اور میں کہتا ہوں کہ اگر اس عہد کے حکام اور عہدہ داروں کو کسی طرح علم ہو جائے کہ ہمارے شہر کے قابل احترام کی اہل جاہ کی مہربانی سے خوش ہوتے ہیں' تو یقین کیجیے کہ انکو ایک لمحہ کیلیے بھی تامل نہ ہو' اور ان کے مناقب و فضائل میں صفحے کے صفحے بلا تامل شرف سعادت کرلیں !

آپ پوچھتے ہیں تو اپنا خیال ظاہر کردیتا ہوں کہ الحمد للہ آپنے خیالات کے اظہار میں بالکل بے پروا اور بے باک ہوں' اور شاید اسلام اور نفاق ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے - سب سے پہلے اس بارے میں کسی اصول کو تلاش کیجیے اور پھر دیکھیے کہ بہ حیثیت مسلمان ہونے کے ہمارا فرض کیا ہے ؟

اسلام نے تنگ دلی اور جنسی و مذہبی تعصب کی تعلیم نہیں دی ہے - وہ انسانی اوصاف و خصائل کے اعتراف' اور انسانی رحم و محبت کے جذبات کو محض تمیز مذہب و قوم کے تابع نہیں کر دیتا - اس نے ہمکو سکھلایا ہے کہ ہم ہر اچھے انسان کا احترام کریں' خواہ وہ کسی مذہب کا ہو' اور خوبیوں اور وصفوں کی طرف کھنچیں' خواہ وہ کسی مذہب کے پیرو اور کسی قوم کے فرد میں ہوں - قرآن نے اُن مسیحی رہبانوں اور منصف عیسائیوں کی تعریف کی ہے' جو سچائی کا ادب کرتے تھے' حق کی مخالفت میں حصہ نہیں لیتے تھے' اور اچھے اعمال انجام دیتے تھے - اسکے مذہبی تسامح اور بے تعصبی کے نظائر اسقدر کثیر ہیں کہ دہرانے کی گنجایش نہیں -

لیکن تاہم اس قانون احسان عام اور محبت عمومی سے بھی بالا تر ایک شے ہے' اور میں اجکل کے فرضی غوغاے بے تعصبی میں اس اقرار سے نہیں شرماتا کہ وہ حق کی حمایت' اللہ کی پرستش' اور ہدایت و صداقت کے قیام کا جہاد ہے - اسلام ہماری ہستی کا مقصد بھی بتلاتا ہے کہ ہم دنیا میں خدا کے قائم مقام ہوں' اور اسکی زمین میں سچائی اور روشنی کو ہمیشہ قائم رکھیں - پس اگر کسی قوم' کسی جماعت' کسی ملک' کسی مذہب' اور کسی فرد کی طرف سے اللہ کی ہدایت اور اسکی ہدایت کے پیروؤں کی مخالفت کی جاے' حق کی روشنی پر ظلمت غالب آنا چاہے' ظلم و تعدی اور قتل و غارت کا اعلان ہو' یعنی انسانوں کی دوستی اور خدا کی محبت' دونوں چیزوں میں مقابلہ پیدا ہوجاے' تو پھر اسکا حکم ہے کہ تم سب سے اپنا رشتہ منقطع کر لو' اور صرف خدا کا' حق کا' اسکے دین کے پرستاروں کا' اسکی عبادت گاہوں کا' اور اسکی بھیجی ہوئی روشنی کا ساتھہ دو' یعنی خدا کی دوستی کی خاطر ان سب کے دشمن ہو جاؤ - پہلی صورت میں جس درجہ احسان عام' خلق و محبت' اور رأفت و شفقت عمومی کا حکم تھا' اس دوسری صورت میں اتنا ہی' سختی و شدت' قہر و غضب' اور غیظ و غلظت کا حکم ہے - اسکا عام حکم تو یہ ہے :

لا ینہاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین و لم یخرجوکم من دیارکم' ان تبروہم و تقسطوا الیہم' ان اللہ یحب المقسطین (۷۹ : ۹)

اللہ تعالی تم کو اس سے نہیں روکتا کہ تم اُن غیر قوموں سے' جنھوں نے تم سے دین کی مخالفت میں جنگ نہیں کی ہے' اور تم کو تمہارے وطنوں سے نہیں نکالا ہے' دوستی و نیکی اور انصاف و عدل کے ساتھہ پیش آؤ - بلاشبہ اللہ تو عدل و انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے -

نرمی و رأفت عمومی کے احکام تو اتنے ہیں کہ انکا استقصا ممکن نہیں - حضرت موسی کو فرعون جیسی شریر ہستی کو مخاطب کرنے کیلیے نصیحت کی کہ " وقولا لہ قولا لینا " باتیں کرنا تو نہایت نرمی سے کرنا - خود انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا : " فبما رحمۃ من اللہ لنت لہم' ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک " اور یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ اس نے آپکو نرم دل اور صاحب رأفت و شفقت بنایا' اور اگر کہیں طبیعت

میں سختی اور غلظت ہوتی تو لوگ کبھی پاس نہ آتے - پھر عام طور پر کہا :

ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة
اللہ کی راہ کی طرف دعوت دو تو اسطرح کہ حکمت و موعظة کے ساتھہ ' سختی و جنگ و جدل کی حالت نہو -

خاص یہود و نصارا کی نسبت کہا :

ولا تجادلوا اهل الکتاب ' الا بالتی هی احسن
یہود و نصارا سے جب کبھی مجادلہ کرو تو بہتر اور احسن طریقے سے -

عام طور پر مسلمانوں کو حکم دیا کہ اپنے اندر نرمی و محبت ' آشتی و راست پیدا کریں ' حتی کہ فرمایا :

وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض هونا ' واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما - (۲۰ : ۶۵)
اور اللہ کے نیک اور سچے بندے وہ ہیں جو زمین پر نہایت فروتنی کے ساتھہ چلتے ہیں ' اور جب جاہل انسے جہالت کی باتیں کرتے ہیں تو سختی و تشدد کی جگہ ' صرف سلام کرکے الگ ہو جاتے ہیں -

یہ تو عام اور اصلی احکام ہیں ' لیکن سوال یہ ہے کہ ہم تو قوموں کے ساتھہ نرمی و محبت کرتے ہیں ' لیکن قومیں ہم سے تنگ دلی برتتی ہیں - ہم محبت کیلیے طیار ہیں ' مگر وہ محض اسلیے کہ ہم خداے واحد کے پرستار ' اور دین الہی کے پیرو ہیں ' عداوت و دشمنی ' ظلم و تعدی ' قساوت و بے رحمی ' اور خوں ریزی و بربادی کا ہمیں مستحق سمجھتی ہیں - وہ ہم پر حملہ کرتی ہیں ' ہم کو دین حق کے قیام سے روکتی ہیں ' ہمارے شہروں پر چڑہ آتی ہیں ' ہمارے مساجد پر قبضہ کرنا چاہتی ہیں ' ہمارے تخت حکومت کو الٹ دینا چاہتی ہیں ' ہماری عورتوں کی عصمت پر حملہ آور ہوتی ہیں ' اور ہمکو ہماری آبادیوں اور زمینوں سے نکل جانے پر مجبور کرتی ہیں - پھر ایسی حالت میں کیا ہم اپنے تئیں مٹنے سے نہ بچائیں ؟ کیا حفظ نفس کا حق طبعی ہمارے لیے نہیں ہے ؟ اور پھر کیا ہم دین مقدس کی بے حرمتی ' شعائر الہیہ کی بے ناموسی ' اور پیروان توحید کی مظلومی کا حس اپنے اندر نہ پیدا کریں ؟

جب کہ ایسی صورت پیش آجاے تو پھر آسی قرآن کا ' جس نے گذشتہ آیات میں احسان عام اور محبت عمومی کا حکم دیا تھا ' یہ حکم ہے :

انما ینهاکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین ' واخرجوکم من دیارکم وظاهروا علی اخراجکم ان تولوهم ' ومن یتولهم فاولئک هم الظالمون (۶۰ : ۸)
بیشک اللہ تعالے تم کو ان ظالم قوموں سے دوستی رکھنے کی اجازت نہیں دیتا جنہوں نے تمہارے ساتھہ بغض اسلام کے ساتھہ جنگ کی ہے ' اور تم کو تمہارے شہروں اور گھروں سے نکالا ہے ' اور جو شخص ایسے ظالموں سے دوستی رکھے گا تو اس کا شمار بھی ظالموں ہی میں ہوگا -

اور پھر ایسے لوگوں کے ساتھہ مقابلہ کرنے کا حکم دیا کہ :

قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم (۲ : ۱۸۷)
اللہ کیلیے اُن دشمنوں سے قتال کرو ' جنہوں نے تمہارے ساتھہ قتال کیا ہے -

پہلے حکم دیا تھا کہ نرمی کرو ' محبت کی دعوت بھی دو ' آشتی و محبت سے - آنحضرت (صلعم) کے اخلاق کریمہ اور رافت و شفقت کو اللہ نے رحمت فرمائی سے تعبیر کیا تھا ' لیکن اس حالت میں فرمایا کہ اپنے اندر سختی پیدا کرو کہ اب دشمن کے مقابلے میں جسقدر تمہارے اندر سختی ہوگی ' اتنی ہی قدرت امکان ہے :

قاتلوا الذین یلونکم من الکفار ' ولیجدوا فیکم غلظة -
اپنے آس پاس کے دشمنوں سے لڑو اور چاہیے کہ وہ تمہارے اندر سختی اور شدت محسوس کریں -

اور پھر اسی بناپر اُن یہود و نصارا سے دوستی و محبت کے رسوم ادا کرنے کی قطعی ممانعت کردی ' جو مسلمانوں پر حملہ آور ہوے ہوں ' یا جنہوں نے اسلام کے خلاف کسی ظالمانہ سازش میں حصہ لیا ہو ' اور جو شخص انسے اس قسم کے تعلقات رکھے ' اسکے لیے نہایت شدید وعید نازل کی :

یا ایها الذین آمنوا لا تتخذوا الیهود والنصاری اولیاء بعضهم اولیاء بعض ' ومن یتولهم منکم ' فانه منهم (۵ : ۵۴)
مسلمانو ! اُن یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا دوست نہ بناو جو مسلمانوں کی مخالفت کی سازش میں باہم ایک دوسرے کے دوست ہیں اور پھر جو ایسا کریگا تو یقین رکھے کہ اسکا شمار بھی اُنہی میں ہوگا -

غور کرو ! کیسی سخت وعید اُن لوگوں کیلیے فرمائی ' جو اُن عیسائیوں سے رسم و راہ دوستی اختیار کریں ' جنہوں نے مسلمانوں سے مقاتلہ کیا ہے ؟ فرمایا کہ ایسے لوگوں کا شمار بھی انہی عیسائیوں کے ساتھہ ہوگا ! فنعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا -

اور متعدد مقامات میں عام طور پر تمام دشمنان حق و اسلام کی نسبت فرمایا ' مثلاً :

لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین ' ومن یفعل ذلک ' فلیس من اللہ فی شی (۳ : ۲۷)
مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے برادران دینی کو چھوڑ کر کفار کو اپنا دوست نہ بنالیں - اور جو ایسا کریگا تو پھر اس سے اور خدا سے کچھہ سروکار نہیں -

پھر سورۂ (نساء) میں فرمایا :

یا ایها الذین آمنوا لا تتخذوا الکافرین اولیاء من دون المؤمنین (۴ : ۱۴۳)
مسلمانو ! مسلمانوں کو چھوڑ کر ان کفار کو اپنا دوست نہ بناو ' جنہوں نے تمہارے خلاف تلوار اٹھائی ہے -

اتنا ہی نہیں ' بلکہ اُن تمام لوگوں کیلیے جو دین الہی کی کسی طرح پر بھی مخالفت کرتے ہوں ' یا شعائر الہیہ کی تضحیک و استہزا جنکا شیوہ ہو ' اور یا احکام اسلامی کی ہنسی اڑاتے ہوں (جیسا کہ آجکل خود ملاحدۂ مسلمین اور متفرنجین مارقین و معتدین کا شیوہ ہے) یہ حکم صاف سورہ (مائدہ) میں نازل فرمایا :

یا ایها الذین آمنوا لا تتخذوا الذین اتخذوا دینکم هزواً ولعبا (۵ : ۶۰) واذا نادیتم الی الصلوة ' اتخذوها هزواً ولعبا (۵ : ۶۳)
مسلمانو ! اُن لوگوں کو اپنا دوست نہ بناو جو تمہارے دین کے ساتھہ ہنسی اور تمسخر کرتے ہیں اور گویا اسے ایک کھیل سا بنا لیا ہے - جب تم نماز کیلیے اذان دیتے ہو تو نماز کا تمسخر اڑانا شروع کردیتے ہیں -

اب آپ سمجھہ گئے ہونگے کہ اس بارے میں اصولی طور پر اسلام کی تعلیم کیا ہے ؟ پس بتائیں کہ آج جن لوگوں نے اسلامی آبادیوں پر حملے کیے ہیں ' لاکھوں مسلمانوں کو انکے گھروں سے نکالا ہے ' عورتوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کردیا ہے ' اور تحت اسلام کو ازالت دینے کیلیے اپنے تمام قواے شیطانیہ کو کام میں لا رہے ہیں ' اور پھر جن قوموں اور جماعتوں نے انکی کسی صورت میں بھی اعانت کی ہے ' یا اس برخلاف اسلام سازش میں شریک ہے ' یا سب موجب ان نصوص قرآنیہ اور احکام شرعیہ حقۂ اسلامیہ کے ' ایک لمحہ ' اور ایک دقیقے کیلیے بھی اسکے مستحق نہیں کہ ہم انکے ساتھہ رسم و راہ دوستی اور طریق مروت و ولایت کو کام میں لائیں ' یا انکے ساتھہ

نرمی و محبت اور شفقت و رافت کا سلوک کریں - اور اگر کریں ' تو پھر اللہ ' اسکے ملائکہ مقربین ' اور رسل مبشرین و منذرین کی لعنتوں میں ہمارا شمار بھی الہی دشمنان خدا کے ساتھہ ہے -

جب اس بارے میں تعلیم اسلامی کا یہ حال ہے ' تو پھر آپ خود ہی فیصلہ کرلیں کہ ان میں سے ایک خبیث ترین رکن اتحاد مسیحی ' اور ملعون ترین مجاہد مذہب پرستی ' یعنی شاہ یونان مغذول کے قتل ہونے پر ہمارے لیے عین ایام جنگ میں صف تعزیت بچھانے ' اور مسیحی ماتم میں برادرانہ و عزیزانہ شرکت کرنے کیلیے کیا حکم ہو سکتا ہے ؟ ومن یتولہم منکم ' فانہ منہم ان اللہ لا یہدی القوم الظالمین -

شاہ یونان ' وہ شخص تھا ' جسکے اندر سب سے پہلے صلیب کے شیطان لعین نے حلول کر کے صداے جہاد دی تھی ' اور آغاز جنگ ہی میں اس جنگ کو اسلام کے برخلاف جنگ مقدس قرار دیا تھا ' پس میں تو ایک سیدھا سادھا مسلمان ہوں ' اپنے دلی اعتقاد کے اخفا پر قادر نہیں ' میں تو صاف صاف کہتا ہوں کہ اس شریر انسان کے قتل کے واقعہ پر میری زبان اسکے سوا اور کچھہ نہیں دہرا سکتی کہ اسپر اسکے حامیوں اور شریکوں پر ' اور اسکی فوج و سامان لشکر پر ' اللہ کی ' اسکے ملائکہ کی ' اور چالیس کرور پیروان دین الہی کی لعنت اور پھٹکار ہو ' اور ہر اس پر جو اسکے نقش قدم پر چلے ' اور اسلام کے برخلاف مسیحی جہاد کا اعلان کرے یا در پردہ اسکے ساتھہ ساز رکھتا ہو - اولئک یلعنہم اللہ ' ویلعنہم اللاعنون (۲ : ۱۵۵)

واولئک ماواہم ' جہنم ' ولا یجدون عنہا محیصا (۴ : ۱۲۰) یہ ہیں ' جنکا آخری ٹھکانا دوزخ ہے ' اور وہاں سے پھر نکلنے کی انکے لیے کوئی راہ نہیں -

---

حقیقۂ جنگ

سقوطری کی آبادی قریبا ۱۵ - ہزار ہے - باشندے نسبا البانی اور مذہبا رومن کیتھولک عیسائی ہیں -

جبل اسود کی یہ کوشش تھی کہ جسطرح ممکن ہو سقوطری کو ملحق کرلیا جاے ' لیکن آسٹریا کا اصرار تھا کہ وہ ہر حالت میں البانیا کی خود مختار ریاست کا جز و قرار دیا جاے - آسٹریا کے اصرار کی پشت پر ایک خوفناک فوج تھی ' اور خوف تھا کہ اگر اسکی فرمایش پوری نہ کی گئی ' تو وہ ناطرفداری کی نیام سے تلوار باہر کھینچ کر ' میدان کارزار میں اتر آے گی - پھر اگر آسٹریا میدان میں آئیگا تو اسکے مقابلے کے لیے روس بھی اتریگا ' اور اگر روس اترا ' تو جیسا کہ جرمنی کے ذمہ دار اخبار ے (ریختشٹنگ) میں بار بار کہا ہے ' وہ بھی اپنے حلیف کی مساعدت سے خاموش نہیں بیٹھہ سکتا ' اور جرمنی اترا تو فرانس بھی اتریگا اور اسطرح (بقول بسمارک) کرہ آتش فشاں بلقان کی ایک چنگاری تمام یورپ کو جلا دیگی -

یورپ کی ملکی اور تجارتی ترقی مسئلۂ مشرقیہ پر موقوف ہے ' اور مسئلۂ مشرقیہ کا حل باہمی اتفاق و امن عامۂ یورپ پر - انگلستان جسکی شاہنشاہی کا مدار ہندوستان پر ہے ' اس اتفاق کے لیے نہایت مضطرب تھا ' کیونکہ مسئلۂ مصر اور خلیج فارس کا حل (جنکا براہ راست ہندوستان پر پورا اثر پڑتا ہے) مسئلۂ مشرقیہ ہی کے حل پر موقوف ہے -

اسلیے انگلستان نے " منقسمہ یورپ " کی شیرازہ بندی کی کوشش کر کے ' ایک اتحادی سازش کی ' اور لندن میں سفراء دول کی ایک مؤتمر (کانفرنس) بلالی گئی - اس کے سامنے دیگر نزاع انگیز مسائل کے علاوہ ' حدود البانیا کا مسئلہ بھی پیش کیا گیا تھا -

اس مؤتمر نے ۳۱ - مارچ کو یہ فیصلہ کیا کہ سقوطری البانیا کے ساتھہ شامل رہے اور جبل اسود مؤتمر السفراء کے اس فیصلہ کو نہ مانے تو بلا تامل ایک مظاہرۂ بحریہ کیا جائے -

شرکاء مظاہرہ اسوقت تک متعین نہیں ہوے تھے - خیال کیا جاتا تھا کہ روس ' فرانس ' اور انگلستان شریک مظاہرہ نہ ہونگے -

۵ - اپریل کو ریوٹر نے یہ تار شائع کیا تھا کہ اگر مظاہرہ ناکامیاب ہوا اور سقوطری ساقط ہوگیا تو آسٹریا ۱۵ - ہزار پرانگیرہ لیکر سٹنجی (دارالسلطنت جبل اسود) پر حملہ کر دیگی -

۶ - اپریل کو مؤتمر کے فیصلہ کی اطلاع جبل اسود کو دی گئی ' جسکے جواب میں کہا گیا کہ یہ مظاہرہ اصول ناطرفداری کے خلاف ہے - ۹ - اپریل کو ریوٹر نے یہ خبر شائع کی :

" اگر دول نے جبل اسود کے مقابلہ میں طاقت کو کام فرمایا تو وہ اپنی خود مختاری سے دستکش ہوکے سرویا میں مدغم ہو جائیگا "

۱۰ - کو ناکہ بندی شروع ہوگئی - باستثناء روس ' تمام دول یورپ شریک ہیں - روس کے محکمۂ جنگ نے ایک اعلان شائع کیا ہے جسمیں ظاہر کیا ہے کہ روس کے لیے نا ممکن ہے کہ ان تدابیر کی مخالفت کرے ' جن کو دول اپنے فیصلے کے لیے ضروری سمجھتی ہیں - اس اعلان میں جبل اسود کو مشورہ بھی دیا گیا ہے کہ اپنے اصرار سے باز آجائے - ۱۱ - کو ناکہ بند جہازوں نے ایک شامی کشتی کو گرفتار کیا ' جو تین کشتیوں کی حفاظت میں جا رہی تھی -

۱۲ - کو ریوٹر تار دیتا ہے کہ سٹنجی کے ایک سرکاری تار سے معلوم ہوتا ہے کہ جبل اسود سقوطری کے معاوضے کے مسئلے پر غور کرنے کے لیے تیار ہے - کل کا تار ہے کہ ایک سرکاری اعلان میں ظاہر کیا گیا ہے کہ جبل اسود سر تسلیم خم کر دیگا ' مگر خون کی ندیوں کے بہنے کے بعد - مگر بظاہر آخری حالت امید نہیں -

---

صلح

ریوٹر کی خبروں کا خلاصہ حسب ذیل ہے :

دولت عثمانیہ نے شرائط مداخلت منظور کر لیے ہیں - دول کی یاد داشت کے جواب میں بلغاریا نے سارس سے لیکے میڈیا تک کے بدلے ' انیوس سے لیکے میڈیا تک سرحد تجویز کی ہے - جواب الجواب میں دول نے اس تقسیم کو منظور کیا ' مگر جزائر ایجین کو وا اپنے ہاتھہ میں رکھنا چاہتی ہیں اور تاوان و قرض کے مسئلے کو اس کمیشن کے ہاتھہ میں ' جو پیرس میں بیٹھیگا - ۱۰ - دن کیلیے حلفاء بلقان اور دولت عثمانیہ میں ہنگامی صلح طے ہوئی ہے -

ہمیں اس خبر کی صحت میں تامل ہے -

اتحاد بلقان

سلانیک پر قبضے کے لیے بلغاری اور یونانی دونوں اپنی اپنی جگہ پر فوجی تیاریاں کر رہے ہیں ' اور عجب نہیں کہ مناسترکے لیے بھی سرویا اور بلغاریا تیاریاں شروع کردیں - ڈاکٹر ڈینف نے ۱۱ - کو بلغاری وکلا کو مخاطب کرتے ہوے ' اس خوف کی طرف اشارہ کیا ' جو بلغاریا و دیگر حلفاء کے آئندہ تعلقات کے باب میں پیدا ہوگیا ہے - ڈاکٹر ڈینف نے کہا کہ اپنے حق سے کم پر بلغاریا کبھی راضی نہ ہوگی

ڈاکٹر ڈینف نے ایک تقریر میں بیان کیا ہے کہ سرویی بلغاری عہد نامہ بالکل صاف ہے - اختلاف کی صورت میں زار روس حکم ہوگا - لیکن یونانی اور بلغاری عہد نامہ نہایت عجلت میں تیار ہوا تھا - اسمیں تحکیم کی بابت کوئی دفعہ نہیں ہے تاہم سرحد کا فیصلہ فوج کی تعداد اور نقصانات جنگ کے اعتبار سے ہوگا -

۳ - و ۱۰ - جمادی الاولی ۱۳۳۱ ھجری

سقوط ادرنہ[1]

اور ایک دقیقۂ فکریہ

(۱)

ولا تھنوا ولا تحزنوا ' و انتم الا علون ان کنتم مومنین - ان یمسسکم قرح فقد قرح القوم مثلہ ' و تلک الایام نداولها بین الناس -

ھمت نہ ھارو اور نہ اس شکست کی خبر سنکر عمگین و دل شکستہ ھو - یقین کرو کہ اگر تم سچے مومن ھو' تو آخرکار تمھارا ھي بول بالا ھے -

اگر تم کو اس لڑائي میں سخت زخم لگے' تو ھمت نہ ھارو کہ طرف ثاني کي قوت بھي اسي طرح مجروح ھو چکي ھے ' اور یہ وقت کے نتائج و حوادث ھیں جو نوبت بہ نوبت سب لوگوں کو پیش آتے رھتے ھیں -

— * —

ایتھا النفس اجملي جزعا
فان ما تحذرین قد وقع[2]

— * —

بالاخر ایڈریا نوپل فتح ھو گیا ' اور واقعات و حوادث کے آگے انساني سعي جیسي کہ ھمیشہ نا کام رھی ھے ' اس معرکے میں بھي ناکام رھي : انا للہ و انا الیہ راجعون :

بہت سعي کیجیے تو مر رہیے میر
بس اپنا تو اتنا ھی مقدور ھے

و ما تشاؤن الا ان یشاء اللہ ' ان اللہ کان علیماً حکیما (۷۶ : ۳۰)

صبح تمنا اور شام حسرت

— * —

اس امید آباد عالم میں ' ھر لمحہ اور ھر آن ' کتني امیدیں ھیں جو پیدا ھوتي ھیں ' اور کتنے ولولے ھیں جو اٹھتے ھیں ؟ پھر ان میں کتنے ھیں جنکے نصیب میں فیروز مندي و کامراني ھے ' اور کتنے ھیں جنکے لیے حسرت و یاس کے سوا کچھہ نہیں ! بیکس انسان ' جو آرزؤں کا بندہ ' اور حسرتوں کے خمیر کا پتلہ ھے ' شاید صرف اسلیے بنایا گیا ھے کہ نصف عمر امیدوں کے پالنے میں صرف کردے ' اور بقیہ نصف نامرادي کے ماتم میں کاٹ دے -

(یحیی برمکي) نے صحرا میں ایک اعرابي کو دیکھا تھا کہ میدان سے پتھروں کے ٹکڑوں کو جمع کرتا ھے ' اور جب ایک ڈھیر جمع ھو جاتا ھے تو پھر ایک ایک ٹکڑے کو اٹھاتا ھے ' اور جہانسے لایا تھا' اسي طرف پھینکنے لگتا ھے - کیا انساني ھستي کي پوري تاریخ اس مثال میں پوشیدہ نہ تھي ؟ ھماري زندگیاں ' جنکے ھنگامۂ حیات سے کارگاہ عالم میں شورش و کاوش و کشمکش کے طوفان اٹھتے رھتے ھیں ' غور کیجیے ' تو امید کے ایک تار عنکبوت ' اور حسرت کے ایک حلقے ھوے تنکے سے زیادہ کیا ھستی رکھتي ھیں ؟ ساري عمر ان ھي کاموں میں بسر کر دیتے ھیں - یا صحراے دجلہ کے اعرابي کي طرح صبح تمناؤں امیدوں کے سنگریزے جمع کرتے ھیں ' یا پھر شام نامرادي میں جہانسے لاے تھے' وھیں پھینک دیتے ھیں کہ ھمیشہ کیلیے مدفون ھو جائیں :

مذل یہ میري کوشش کي ھے ' کہ مرغ اسیر
کرے قفس میں فراھم خس آشیاں کیلیے !

کار سازِ قدرت کی بھي کیا کرشمہ سازیاں ھیں ! کچھہ خاک امید کی لي اور کچھہ خاکستر حسرت کي - دونوں کي آمیزش سے ایک پتلا بنایا ' اور انسان نام رکھکر اس ھنگامہ زار ارضي میں بھیجدیا - کبھی امید کي روشني سے شگفتہ ھوتا ھے' کبھی نا امیدي کي تاریکي سے گھبرا جاتا ھے - کبھي ولولوں کي بہار میں زمزمہ ساز نغمۂ انبساط ھوتا ھے ' اور کبھی حسرت و افسوس کي خزاں میں امیدوں کے پژمردہ پھول کو گنتا ھے - کبھي ھنستا ھے اور کبھي روتا ھے' کبھي رقص نشاط ھے ' اور کبھي سینۂ ماتم - ایک ھاتھہ سے جمع کرتا ھے' اور دوسرے سے کھوتا ھے :

سراپا رھن عشق و ناگزیر الفت ھستی'
عبادت برق کي کرتا ھوں اور افسوس حاصل کا

پس اے ساکنان غفلت آباد ھستي ! و اے رھروان سفر مدھوشي و فراموشي ! ! مجھے بتلاؤ کہ تمھاري ھستي کي حقیقت اگر یہ نہیں ھے تو پھر اور کیا ھے ؟ اور اے نیرنگ آراے تماشا گاہ عالم ! کیا یہ ھنگامۂ حیات ' یہ شورش زندگي ' یہ رستخیز کشا کش ھستي ' تو نے صرف اتنے ھي کیلیے بنائي ھے ؟

کمند کوتہ و بازوے سست و بام بلند
بمن حوالہ و نومیدیم گنہ گیرند !
ربنا ! ماخلقت ھذا باطلا ! !

—:•:—

نہیں معلوم آغاز عالم سے آجتک یہ سوال کتنے دلوں کے اضطراب و التہاب کا باعث ھوا ھوگا ؟ مگر سچ یہ ھے کہ اپنے کان ھي بہرے ھیں ' ورنہ کائنات عالم کا ذرہ ذرہ اس سوال کا جواب نفي میں دے رھا ھے :

محرم نہیں ھے تو ھي نوا ھاے راز کا
یاں ورنہ جو حجاب ھے ' پردہ ھے ساز کا

و کاین من ایۃ في السماوات و الارض ' یمرون علیها و ھم عنها معرضون (۱۲ : ۱۰۶)

یہ سچ ھے کہ مصائب و نا کامي کا ھجوم انسان کے دل میں ایسے خیالات پیدا کر دیتا ھے ' مگر حقیقت یہ ھے کہ اس صنعت گاہ عالم کا یہ ساز و سامان صرف اتنے ھي کیلیے نہیں ھو سکتا - وہ عالم انسانیت کبری ' جو تاج خلافت الہی سر پر ' اور خلعت کرامت (ولقد کرمنا بني آدم) اپنے دوش عظمت پر رکھتا ھے ' کیونکر ممکن ھے کہ صرف امیدوں کے پالنے ' اور پھر انکی موت و احتضار کا تماشا دیکھنے ھي کیلیے بنایا گیا ھو؟ افحسبتم انما خلقنا کم عبثاً و انکم الینا لا ترجعون ؟

[1] (۱) عربي میں کسي محصور شہر کے حصار ٹوٹ جانے کو (سقوط) کے لفظ سے تعبیر کرتے ھیں ' جو بالکل انگریزي لفظ Fall کا قائم مقام ھے - چونکہ اردو میں کوئي اور موزوں لفظ نہیں ھے ' اسلیے ھم نے اس معني میں اسي لفظ کو لکھنا شروع کر دیا ' اگرچہ اردو میں سقوط بالکل مختلف معنوں میں بولا جاتا ھے -

[2] (۲) اوس بن حجر کا مشہور شعر ھے - یعنے اے نفس محزون ! اب رونا دھونا موقوف کر ! کیونکہ جس حادثے کے خیال سے ڈرتا تھا ' وہ تو ھو چکا !

الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً و علی جنوبہم ' و یتفکرون فی خلق السماوات و الارض ' ربنا ما خلقت ھذا باطلا ! سبحانک فقنا عذاب النار(۳: ۱۸۹)	جو ارباب فکر و حکمت اللہ تعالی کا ہر حال میں ذکر کرتے ہیں ' اور آسمان اور زمین کے ملکوت و آثار قدرت پر تفکر و تدبر کی نظر ڈالتے ہیں ' انکی زبانوں سے تو یہ عالم صنعت دیکھکر بے اختیار صدا نکل جاتی ہے کہ " خدایا یہ تمام کارگاہ صنعت تو نے بیکار و عبث نہیں پیدا کی ہے ! "

بہار و خزاں

اور امید و یاس

اسمیں تو شک نہیں کہ جس قدر کاوش سے غور کیجیے کا ' جذبات انسانی کی تحلیل و تفرد کے آخری عناصر یہی دو چیزیں ' امید اور حسرت نظر آئیں گی - وہ جو کچھ کرتا ہے ' یا آیندہ کی امید ہے اور یا رفتہ پر حسرت ' البتہ یہ ضرور ہے کہ امید و یاس کی تقسیم کو صرف افراد و اشخاص میں محدود نہ کیجیے ' بلکہ اسمیں دراصل قوموں اور ملکوں کی تاریخ پوشیدہ ہے - باغ و چمن میں بہار و خزاں ' دو موسم ہیں ' جو یکے بعد دیگرے آتے ہیں ' اور اپنی اپنی آمد کے متضاد و مخالف آثار چھوڑ جاتے ہیں - اسی طرح امید اور حسرت کو دو مختلف موسم تصور کیجیے ' جو قوموں اور ملکوں پر بھی آتے ہیں ' اور وہ نامرادی و کامرانی کی تقسیم ہے ' جو اپنے اپنے وقتوں پر قوموں میں ہو جاتی ہے - بعض قومیں ہیں جنکے حصے میں امید کی بہار آئی ہے ' اور بعض ہیں جو اب صرف یاس و حسرت کے خزاں ہی کے لیے رہگئے ہیں - موسم بہار زندگی و شگفتگی کا موسم ہوتا ہے ' اور انسان کی رگوں کے اندر دوڑنے والے خون سے لیکر ' درختوں کی شاخوں اور ٹہنیوں تک ' ہر چیز میں جوش حیات ' اور ولولۂ انبساط پیدا ہو جاتا ہے - یہی حال اُن قوموں کا ہوتا ہے ' جو اپنے دور امید سے گذرتی ہیں - تمام دنیا اُنکے لیے ایک بہشت امید بن جاتی ہے ' اور اسکی ہر آواز اُنکے کانوں کیلیے ایک ترانۂ امید کا کام دیتی ہے - وہ اپنے اندر دیکھتے ہیں ' تو دل کا ہر کونہ امیدوں اور ولولوں کا آشیانہ نظر آتا ہے ' اور باہر نظر ڈالتے ہیں ' تو دنیا کا کوئی حصہ عروس امید کی مسکراہٹ سے خالی نہیں ہوتا - اس طلسم زار ہست و نیست میں انسان سے باہر نہ غم کا وجود ہے اور نہ خوشی کا - زندگی کی تمام کامیابیاں اور مسرتیں دراصل دل کی عشرت کامیوں سے ہیں - جب تک آپکے دل کے طاق مخفی میں امید کا چراغ روشن ہے ' اس وقت تک دنیا بھی عیش و مسرت کی روشنی سے خالی نہیں - لیکن اگر باد صرصر نامرادی کا کوئی جھونکا وہاں تک پہنچ گیا ' تو پھر خواہ آفتاب نصف النہار پر درخشاں کیوں نہ ہو ' مگر یقین کیجیے کہ دنیا کا یہ تمام نظام منور آپکے لیے ظلمت سرائے تاریک ہے -

یہ وہ خوش نصیب قومیں ہیں ' کہ انکے دل کے اندر امید کا چراغ روشن ہوتا ہے ' اسلیے جہاں جاتے ہیں ' اقبال و کامرانی کی روشنی استقبال کرتی ہے - چونکہ اُنکے دل کے اندر سلطان امید فتح یاب ہوتا ہے ' اسلیے زمین کے اوپر بھی نامرادی و ناکامی کی صفوں پر فتح یاب ہوتے ہیں - جس ہاتھ میں امید کا علم ہو ' پھر دنیا کی کوئی قوت اُس ہاتھ کو زیر نہیں کر سکتی - انکی امید حسرت و آرزو نہیں ہوتی ' جو محض ناکامی و نامرادی کے ماتم کے لیے ہے ' بلکہ کامیابیوں کا ایک پیغام دعوت ہوتی ہے ' جو دل میں امید بنکر ' اور دل کے باہر عیش و مراد کی کامرانی و فیروزمندی کی صورت بنکر جلوہ آرا ہوتی ہے -

لیکن اسی سطح ارضی کے اوپر ' جو امید کی کم بخشیوں سے خوش نصیب قوموں کیلیے عیش مراد کا ایک چمن زار نشاط ہے ' وہ بد نصیب قومیں بھی بستی ہیں ' جنکے دامن حیات میں امید و یاس کی بخشش کے وقت ' امید کے پھولوں کی جگہ صرف ناامیدی کے کانٹے ہی آئے ہیں - جو خزاں کے افسردہ و افسرده کی موسم کی طرح ' دنیا میں صرف اسلیے زندہ رہگئے ہیں ' کہ بہار گذشتہ پر ماتم کریں ' اور خزاں کے جھونکوں سے اپنے مرجھے امید کی پتیاں جھڑ دیکھ دیکھ کر آنسو بہائیں - وہ دنیا ' جو اوروں کے لیے اپنی ہر صدا میں ایک پیغام امید رکھتی ہے ' انکے لیے یکسر ماتم کدۂ یاس بن جاتی ہے - دل جب مایوس ہو تو دنیا کی ہر چیز میں مایوسی ہے - انکے دلوں میں امید کا چراغ بجھ جاتا ہے ' تو دل کے باہر بھی کہیں روشنی نظر نہیں آتی - دنیا کے وہ وسیع صحرا ' جن پر قدرت نے طرح طرح کی نباتاتی نعمتوں کا دسترخوان چن دیا ہے - وہ خوشنما اور عظیم الشان آبادیاں ' جنکو انسانی اجتماع اور مدنی محفلوں نے زمین کے عیش و نشاط کا بہشت بنا دیا ہے - وہ عظیم الشان اور بے کنار سمندر ' جنکی حکمرانی کی طاقت حاصل کرلینے کے بعد پھر خشکی کے ٹکڑوں پر حکمرانی کی ضرورت باقی نہیں رہتی - غرضکہ اس زمین اور زمین پر نظر آنے والی تمام چیزیں ' اُن سے اس طرح منہ پھیر لیتی ہیں ' گویا وہ اس زمین کے فرزند ہی نہیں ہیں - جبکہ بڑی بڑی آبادیاں قوموں اور جماعتوں کی ملاعدانہ امنگوں کا جولانگاہ ہوتی ہیں ' تو ان بد نصیبوں کیلیے صحراؤں کے بھٹ اور پہاڑوں کے غاروں میں بھی کوئی گوشۂ عافیت نہیں ہوتا - صحراؤں کی فضائیت ' ہوا کی سنسناہٹ ' اور دریاؤں کی صدائے روانی ' اوروں کیلیے پیام امید ہوتی ہے ' مگر انکے کانوں میں ان سب سے نامرادی و فنا کی صدائیں اٹھ اٹھ کر طعنہ زن ہوتی رہتی ہیں - دنیا میں اگر بہار و خزاں ' امید و یاس ' شادی و غم ' نغمۂ و نوحہ ' خندہ و گریہ ' اور فنا و بقا ' دو ہی چیزیں ہیں ' جنکی زمین کے بسنے والوں میں بخشش ہوئی ہے ' تو مختصر یوں سمجھہ لیجیے کہ پہلی قوموں کو بہار و امید اور شادی و نشاط کا حصہ ملا ہے ' اور دوسروں کو یکسر یاس و خزاں ' نوحۂ و ماتم ' اور گریہ و فغاں کا :

ما خانہ رسیدگان ظلمیم
پیغام خوش از دیار ما نیست

• • •

و ما ظلمہم اللہ

و لکن کانوا انفسہم یظلمون

لیکن یہ حالات و نتائج کا ایک دور ہے ' جو نوبت بہ نوبت دنیا کی تمام قوموں ' بلکہ کائنات کی ہر شے پر طاری ہوتا ہے - قرآن کریم نے اسی طرف اشارہ کیا ہے :

و تلک الایام نداولہا بین الناس -	امید و یاس ' شادی و غم ' اور فتح و شکست کے یہ ایام ہیں ' جو نوبت بہ نوبت انسانوں پر گذرتے رہتے ہیں -

دنیا میں کوئی شے نہیں ' جسنے غم سے پہلے اپنی شادی کے دن بھی نہ دیکھے ہوں ' اور باغ میں کونسا زندہ درخت ہے ' جس نے خزاں کے جھونکوں کے ساتھہ کبھی نسیم بہار کی لذتیں بھی نہیں لوٹی ہیں ؟ دنیا عالم اسباب ہے ' اور یہاں کا ایک ذرہ بھی قوانین فطریہ و سلسلۂ علل و اسباب کی ما تحتی سے باہر نہیں - پس یہ انقلاب حالت بھی ایک قانون الہی اور ناموس فطری کے ما تحت ہے ' جس نے ہمیشہ اس عالم میں یکساں نتائج پیدا کیے ہیں ' اور اُن میں تبدیلی ممکن نہیں :

ولن تجد لسنة الله تبديلا - (الله کے بنائے ہوے قانون میں تم کبھی تبدیلی نہ دیکھوگے -)

باغ و چمن میں بہار و خزاں کا انقلاب ہو' دریاؤں میں مد و جزر کا آتار چڑھاؤ ہو' سمندروں میں سکون و ہیجان کا تغیر ہو' افراد حیوانی کی حیات و ممات ' اور شباب و کہولت کا ایاب و ذہاب ' افراد کی صحت و علالت ' اور اقوام کا عروج و زوال ' یہ تمام حالتیں فی الحقیقت الہی قرانین الہیہ ' اور نوامیس فطریہ کے ماتحت ہیں ' جنکو فاطر السماوات و الارض نے اس عالم کے نظام و قوام کیلیے روز اول هي سے مقرر کردیا ہے - پھر جن افراد و اقوام نے آن قوانین کے مطابق راہ امید اختیار کي ہے ' انکے لیے امید کي زندگي ہے ' اور جنھوں نے اس سے روگردانی کي ہے' انکے لیے نامرادي و نا کامي کي مایوسي ہے - قانون جرم کي سزا دیتا ہے' پر مجرم کو جرم کرنے کیلیے مجبور نہیں کرتا - پس شکایت کار ساز قدرت کي نہیں ' بلکہ خود اپني هوني چاهیے - خدا نے امید کا دروازہ کسي پر بند نہیں کیا ہے' اور زمین کي راحت کسي ایک قوم کو ورثے میں نہیں دیدي ہے - اس نے پھول اور کانٹے دونوں پیدا کیے ہیں - اگر ایک بد بخت کانٹوں پر چلتا ہے ' مگر پھولوں کو دامن میں جمع نہیں کرتا ' تو اسے اپني محرومي پر رونا چاهیے ' باغبان کا کیا قصور ؟

فما کان الله لیظلمهم' ولکن کانوا انفسهم یظلمون - (۸ : ۳۰)

خدا کے انصاف سے بعید تھا کہ وہ کسي پر ظلم کرے' مگر افسوس کہ بد اعمالیاں کرکے خود آپ انھوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا -

دوسري جگہ فرمایا :

ذالک بما قدمت ایدیکم و ان الله لیس بظلام للعبید (۸ : ۵۷)

یہ سب بربادیاں تم نے خود اپنے هاتھوں مول لیں ' ورنہ الله تو اپنے بندوں کیلیے کبھي ظالم نہیں -

اس نے دنیا کے آرام و راحت ' اور عیش و کامراني کو انسان کے ماتحت نہیں ' بلکہ انساني اعمال کا محکوم بنایا ہے' اور جب تک کوئي قوم خود اپنے اعمال میں تبدیلي پیدا نہیں کردیتي ' اسپر زمین کي راحتوں کا دروازہ بھي بند نہیں هوتا :

ذلک بان الله لم یک مغیرا نعمة انعمها علی قوم حتی یغیروا ما بانفسهم' و ان الله سمیع علیم (۸ : ۵۵)

ان قوموں کو نامرادي و مایوسي کي یہ سزا اسلیے دي گئي کہ ایسا هي اسکا قانون ہے - جو نعمت خدا نے کسي قوم کو دي هو' پھر وہ کبھي واپس نہیں لي جاتي ' تا انکہ خود وہ قوم اپني صلاحیت اور قابلیت کو بدل نہ ڈالے -

(آیندہ اس قانون عروج و زوال امم کي تشریح کرونگا جو قران کریم نے بتلایا ہے ' اور آپکو نظر آئیگا کہ مسلمانوں کے موجودہ زوال کے اسباب کیا ہیں ؟)

ماضي و حال

— * —

یہ انقلابات قدرتي ہیں ' اور نہیں معلوم اس دنیا میں کتنے دور قوموں اور ملکوں پر اسکے گذر چکے ہیں ؟ آج امید و کامیابي کے جس آفتاب سے غیروں کے ایوان اقبال روشن هو رہے ہیں ' کبھي همارے سروں پر بھي چمک چکا ہے ' اور جس بہار کے موسم عیش و نشاط سے همارے حریف گذر رہے ہیں ' ایک زمانہ تھا کہ همارے باغ و چمن هي میں اسکے جھونکے آیا کرتے تھے - اب کس سے کہیے کہ کہنا کا وقت هی چلا گیا !

گذر چکي ہے یہ فصل بہار هم پر بھي

هم همیشہ سے ایسے نہیں ہیں ' جیسے کہ اب نظر آرہے ہیں - زمانہ هم سے همیشہ برگشتہ نہیں رہا - مدتوں امید کا هم میں

سقوط ادرنہ

اور

ایک دقیقۂ فکریہ

(۲)

هجوم یاس' و اختلال نظام امید

— * —

من کان یظن ان لن ینصرہ الله فی الدنیا والاخرة' فلیمدد بسبب الی السماء' ثم لیقطع ' فلینظر هل یذهبن کیدہ ما یغیظ ؟ و کذالک انزلناہ آیات بینات ' و ان الله یهدي من یرید - (۲۲ : ۱۵)

جو شخص مایوس هوکر الله کي نسبت ایسا ظن بد رکھتا هو کہ اب دنیا و آخرت میں خدا اسکي مدد کرنے هي کا نہیں ' تو پھر اسکو چاهیے کہ اوپر کی طرف ایک رسي تانے ' اور اسکا پھندا بنا کر اپنے گلے میں پھانسي لگالے اور اسطرح زمین سے (جہاں اب وہ اپنے لیے صرف مایوسي هي سمجھتا ہے) اپنا تعلق قطع کرلے ' پھر دیکھے کہ آیا اس تدبیر سے اسکي وہ شکایت جسکي وجہ سے مایوس هو رہا تھا' دور هوگئي ہے یا نہیں ؟

اسي طرح هم نے قران کریم میں هدایت و فلاح کي روشن دلیلیں آتاري ہیں' تاکہ تم انپر غور کرو' اور الله جس کو چاهتا ہے اسکے ذریعہ سے هدایت بخشتا ہے -

—:*:—

ایک هم ہیں ' کہ هوے ایسے پشیمان ' کہ بس
ایک وہ ہیں ' کہ جنھیں چاہ کے ارمان هونگے !

— * —

موجودہ جنگ بلقان یا جنگ اسلام و فرنگ کي اگر تاریخ لکھي جائیگي' تو اسمیں شاید سب سے زیادہ موثر اور درد انگیز باب مسلمانان عالم کے اضطراب امید و بیم کا هوگا - یہ سچ ہے کہ میدان جنگ میں صرف مجاهدین ترک تھے ' جنکي لاشیں دشمنوں کي گولیوں سے تڑپتي تھیں ' لیکن دنیا میں کروڑوں قلوب بھي تھے جنکي لاشیں نہیں' مگر پہلو میں دل همیشہ تڑپتے رهتے تھے -

واقعات نے جلد جلد اپنے اوراق الٹے - امیدوں کو عموماً شکست هوئي اور توقعات میں بالعموم ناکامي - جنگ کے التوا کے بعد صلح کے مہلک اور خانماں سوز شرائط سنکر وہ مضطرب تھے ' مگر خود

[بقیہ مضمون پہلے کالم کا]

آشیانہ رہا ہے بلکہ همارے سوا اسکا کہیں ٹھکانا نہ تھا - اب دنیا میں همارے لیے ماتم و نا امیدي' دو هي کام کرنے کیلیے باقي رهگئے ہیں ' لیکن زیادہ دن نہیں گذرے کہ هماري زندگي کیلیے اسي دنیا میں اور بھی بہت سے کام تھے !

و بلوناهم بالحسنات و السیات لعلهم یرجعون (۷ : ۱۶) و ان فی ذالک لایات ' و ما کان اکثرهم مومنین (۲۶ : ۶۸)

اور هم نے آن قوموں کو اچھي اور بري ' امید اور مایوسي ' فتح اور شکست ' دونوں حالتوں میں ڈالکر آزمایا کہ شاید یہ بد اعمالیوں سے توبہ کریں اور راہ حق اختیار کرلیں - اور بیشک اس انقلاب حالت میں عبرت و موعظة کی بہت سي نشانیاں ہیں' مگر ان میں اکثر لوگ ایمان و ایقان کي دولت سے محروم تھے -

دارالخلافہ میں ایک جماعت آخری سعی و مجاہدہ کیلیے اٹھہ کھڑی ہوئی' اور دوبارہ اجراے جنگ نے پھر ایک شعاع امید دکھالی - حالات گو بدستور تھے ' نئی وزارت آیندہ کیلیے بارہود بے سروسامانی کچھہ نہ کچھہ سامان کرسکتی تھی' مگر جنگ کے گذشتہ ایام میں اسکے پیشرو جو کچھہ کر چکے تھے' انکی تلافی محال تھی - وہ محصور مقامات کو رسد نہیں پہنچا سکتی تھی اور محصور قلعوں میں نئی فوج بھی نہیں بھیج سکتی تھی - با ایں ہمہ مالی مشکلات کا انتظام کیا گیا ' اور دو مہینہ تک اس جنگ کو جاری رکھا جسکو ایک ہفتہ اور جاری رکھنے کی قوت بھی تسلیم نہیں کی جاتی تھی ! !

اس عرصے میں امید تھی کہ حالات میں آور تغیرات ہونگے ' اور ایڈریا نوپل کے محاصرے میں دشمن کے لیے مشکلات پیدا ہو جائینگی - اسباب و بواعث کی بحث کا یہ موقعہ نہیں' انکی تفصیل کسی دوسری جگہ پڑھیے گا ' مگر نتیجہ یہ نکلا کہ حالات کے عین مطابق' مگر ہماری امیدوں اور آرزوؤں کے خلاف ایڈریا نوپل بھی مفتوح ہوگیا ' اور بظاہر ہر شخص نے محسوس کیا کہ آخری رشتۂ امید جو باقی رہگیا تھا' اس نے بھی بے وفائی کی :

فان ما تعذ رين قد وقع

میں دیکھتا ہوں کہ (ایڈریا نوپل) کے سقوط کی خبر نے ابناے ملت کی ہمتوں کو پست کردیا ہے - لوگ عموماً نا امید ہوگئے ہیں ' اور اکثروں کے دل بیٹھہ گئے ہیں - یاس و اضطراب کا لشکر جب آتا ہے' تو اسکا پہلا حملہ عقل و دماغ پر ہوتا ہے - لوگ حیران ہیں کہ اب کیا کریں ؟ اور مایوس ہیں کہ اب کچھہ نہیں کرسکتے - مرحوم (غالب) نے اسی عالم کی تصویر کھینچی ہے :

فرصت ز دست رفتہ و حسرت فشردہ پاے
کار از دوا گذشتہ و افسوں نکردہ کس

حس مصائب رحمت الہی ہے

مصیبت کا احساس غم و ماتم کی صورت میں جسقدر شدید ہو' بہتر ہے' کیونکہ زخم کی تکلیف جتنی سخت ہوتی ہے' اتنی ہی مرہم کے بنانے میں بھی جلدی کی جاتی ہے - اور قدرت الہی کی نیرنگیوں نے اکثر ایسا دکھلایا ہے کہ یاس و نا امیدی جب حد انتہا کو پہنچ گئی ہے' تو اسی کی زمین میں امید کی از سر نو تخم ریزی ہوئی ہے -

پس موجودہ مصائب کا حس جسقدر درد انگیز ہو' اسکو فال نیک سمجھنا چاہیے ' اور در اصل سچ پوچھیے تو ہماری زبانوں کے آہ و فغاں کو دیکھتے ہوے جسدرجہ درد و الم دلوں میں ہونا چاہیے تھا ' افسوس ہے کہ نہیں ہے - ہم میں کتنے ہیں ' جنھوں نے چند لمحوں کے اضطراب و تشویش سے زیادہ اپنی زندگی اس غم میں تلخ کی ہے ؟ اور پھر کتنے ہیں ' جنکے حلق سے ایک وقت کا کھانا بھی کسی بے چینی کے بعد اترا ہے ؟

میں سفر میں تھا جب سقوط ادرنہ کی خبر آئی - مجھے اسکے بعد متعدد مقامات میں جانے کا اتفاق ہوا ' اور میں نے مسلمانوں کے مختلف طبقات و درجات کی بہت سی آبادیاں دیکھیں - میں نے دیکھا کہ جو گذرنا تھا ' گذر گیا ' لیکن ہماری غفلت و مدہوشی کے اعمال ' اور عیش جوئیوں اور راحت پسندیوں کے اشغال بدستور جاری ہیں - یہ کہتے ہوے خود اپنے تئیں ندامت اور تکلیف ہوتی ہے مگر افسوس کہ کہنا پڑتا ہے -

تاہم یہ ضروری ہے کہ دلوں کی بے چینی میں شک نہیں ' اور ایک تپش جو پہلے نہ تھی ' اب شاید لاکھوں پہلوؤں میں محسوس ہو رہی ہے - اگر ہزاروں ہیں جنہیں خواب غفلت سے مہلت نہیں ' تو انکی تعداد بھی کم نہیں جو گو ایک بستر پر لیٹے ہیں مگر اضطراب کی کروٹیں بھی بدل رہے ہیں ' اور یہ یقیناً کارفرماے قدرت کی ایک سب سے بڑی توفیق بخشی ہے - اگر موسم کے بدلنے کا وقت آگیا ہے تو اتنے آثار بھی کم نہیں - ہم نے بڑے بڑے آتشکدوں اور تنوروں کو دیکھا ہے کہ انکے اندر سے آگ کے مہیب شعلے اٹھہ رہے تھے ' حالانکہ چند گھنٹے پیشتر انکی تہہ میں چند بجھتی ہوئی چنگاریوں کے سوا اور کچھہ نہ تھا - انہی خاکستر کے تودوں میں چھپی ہوئی چنگاریوں کو جب باد تند و تیز کے چند جھونکے میسر آگئے ' تو چشم زدن میں دہکتے ہوے انگاروں اور اچھلتے ہوے شعلوں سے تنور بھر گیا - پھر کیا عجب ہے کہ سوز و تپش کی جو چنگاریاں اس وقت دلوں میں بجھتی ہوئی نظر آرہی ہیں ' توفیق الہی کی باد شعلہ افروز انہی سے اس آتشکدۂ حیات کو گرم کردے ' جو افسوس ہے کہ روز بروز خاکستر سے بھرتا جاتا ہے ! !

ذلک بان اللہ یولج الليل في النهار ويولج النهار في الليل و ان اللہ سميع بصير (۲۲ : ۶۰)

یہ امید اسلیے ہے کہ قدرت الہی کی نیرنگیوں سے ایسا ہونا کچھہ بعید نہیں - وہ رات کی ظلمت سے دن کی روشنی کو' اور دن سے رات کو پیدا کرتا ہے ' اور ہماری تمام امیدوں کو دیکھتا اور دعاؤں کو سنتا ہے -

* * *

لیکن مایوسی پیغام موت ہے !

— * —

لیکن ساتھہ ہی افسوس ہے کہ موجودہ حس مصائب اور اسکیوجہ سے غم و اندوہ کا رخ تنبہ و اعتبار کی طرف نہیں ہے' بلکہ عموماً مایوسی اور نا امیدی کی صورت میں ہے - جس طرف دیکھتا ہوں ' سقوط ایڈریا نوپل کے واقعہ پر یاس و قنوط کے جذبات کو احاطہ کیے ہوے پاتا ہوں - لوگ کہتے ہیں کہ اب کیا باقی رہگیا ہے جسکے لیے امید کی جاے ؟ اور بد قسمتی نے کیا چھوڑا ہے ' جو ہمتوں میں مستعدی پیدا کرے ؟ اب یا تو ماتم کی صفیں بچھائیے ' یا سیلاب بدبختی کی رو پر اپنے تئیں چھوڑ دیجیے کہ جب ڈوبنا ہی ہے تو ہاتھہ پاؤں ہلانے سے کیا فائدہ ؟

پھر کیا آخری سوالات کا وقت آگیا ؟

— * —

بہتر ہے کہ اس بارے میں میری زبان پر صاف صاف سوالات ہوں : پھر کیا وقت آگیا ہے کہ ہم ہمیشہ کیلیے مایوس ہوجائیں ؟ کیا ہم یہ سمجھہ لیں کہ امید و یاس کی تقسیم میں اب ہمارے لیے صرف یاس ہی رہگئی ہے ' اور تکمیل فنا میں جسقدر وقت باقی رہگیا ہے' اس میں صرف رفتہ کا ماتم ' اور آیندہ کی نا امیدی' دو ہی کام کرنے کیلیے باقی رہگئے ہیں ؟ کیا یہ جو کچھہ ہو رہا ہے ' ہماری زندگی کی آخری ساعات اور موت کے احتضار کی آخری حرکت ہے ؟ کیا چراغ میں تیل ختم ہوگیا اور بجھنے کا وقت قریب ہے ؟ **اور سب سے آخر یہ کہ کیا اعداء اسلام اور اسلام کا آخری مقابلہ ہوچکا ' اور (یسوع) کی مصلوب اور مردہ لاش نے خداے حی و قیوم پر فتح پالی ؟ ؟**

میں سمجھتا ہوں کہ یہ سوالات مختلف شکلوں میں آپ سب کے سامنے ہونگے - ممکن ہے کہ مایوسی کا غلبہ میرے اعتقاد کو

مغلوب کرلے ' اور اسلیے ممکن هے که میں تسلیم کرلوں که همارے مٹنے کا وقت آگیا هے ' مگر میں نہیں سمجھتا که کوئی مسلم قلب ' جسمیں ایک ذره برابر بھی نور اسلام باقی هے ' ایک منٹ ! ایک لمحه ایک دقیقه ! اور ایک عشر دقیقه کیلیے بھی اسکو مان سکتا هے که اسلام کے مٹنے کا وقت آگیا هے -

انسانوں هي نے همیشه انسانوں کو مغلوب کیا هے اور نئي قوموں نے همیشه پرانی قوموں کی جگه لی هے - اسکا حریف اس عالم میں دیو نہیں بلکه انسان هي هے - پس یه کوئی عجیب بات نہیں اگر همکو همارے سیزده صد ساله دشمن آج مغلوب کرکے مٹا کردیں ' مگر اے خدا کي رحمت کي توهین کرنے والو ! میں یه کیونکر مان لوں که ایک مغلوب لاش ' حی و قیوم خداے ذوالجلال کو مغلوب کرسکتي هے ؟ اور مایوسي خواه کتني هي هو ' مگر کیونکر تسلیم کرلوں که انسانی گروه خداے قادر و لایزال کي جبروت و کبریائی کو شکست دےسکتے هیں ؟

حیران هوں که آج مسلمان مایوس هو رهے هیں ' حالانکه میں تو کفر مایوسي کے تصور سے کانپ جاتا هوں ' کیونکه یقین کرتا هوں که مایوس هونا اس خداے ذوالجلال والاکرام کی شان رحمت و ربوبیت کیلیے سب سے بڑا انسانی کفر ' اور اس کي جناب میں سب سے بڑي نسل آدم کي شوخ چشمي هے - تم ' جو ان بربادیوں اور شکستوں کے بعد مایوس هو رهے هو ' تو بتلاؤ که تم نے خداے اسلام کي قوت و رحمت کو کس پیمانے سے ناپا هے ؟ وه کونسا کاهن ابلیس هے جس نے خدا کے خزانهٔ رحمت کو دیکھکر تمہیں بتلا دیا هے که اب اسمیں تمہارے لیے کچھه نہیں ؟ اطلع الغیب ام اتخذ عند الرحمن عهدا ؟ (١٩ : ٨٢) ام عندهم الغیب فهم یکتبون ؟ ؟ (٥٢ : ٤٢) (١) پھر تم کو کیا هوگیا هے که تم مایوس هو رهے هو ' اور کیوں تم نے خدا کي طرف سے منه پھیر لیا هے ؟ تم کہتے هو که اب همارے لیے مایوسي کے سوا کچھه نہیں ' حالانکه ایک مسلم دل کیلیے تو نا امیدي سے بڑھکر کوئی کفر نہیں هے :

لقد جئتم شیأ ادا - تکاد السماوات یتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال هدا ! ! (١٩ : ٩٢)	یه تو تم نے ایسي بڑي سخت بات منه سے نکالي هے جس کي وجه سے عجب نہیں که آسمان پھٹ پڑیں ' زمین شق هو جاے ' اور پہاڑ ریزه ریزه هوکر زمین کے برابر هو جائیں (٢)

امید و بیم

و من یقنط من رحمته الا الکافرون ؟

خدا کي رحمت سے کافروں کے سوا اور کون مایوس هوسکتا هے ؟

— ● —

انسان شاید یاس و امید کے بارے میں کچھه فطرةً عاجل هے - اسکي فطرة ساده ' بچوں کي مثال سے واضح هوتي هے - بچوں کا قاعده هے که هر حالت کا اثر بغیر تفکر و تدبر کے دفعةً قبول کرلیتے هیں - روتے هوے بچے کو مٹھائی کا ایک ٹکڑا پکڑا دیجیے تو هنسنے لگتا هے ' اور چھین لیجیے تو فوراً مچل جاتا هے -

بعینه یهي حال عقل و فکر کے نشو و نما کے بعد بھي انسان کا هوتا هے - البته تدبر و نتائج تدبر کي صورت بدل جاتي هے - قرآن کریم نے اسي فطرة انسانی کي عجلت پسندي کي طرف اشاره کیا هے ' جبکه کہا هے که خلق الانسان من عجل - انسان کي خلقت میں جلد بازي اور تعجیل کار هے -

مصائب کے حس اور شادماني کے غرور میں بھي دیکھیے ' تو اسکي یهي جلد بازي اور زود اثري هر موقعه پر کام کرتي هے - وه کس قدر جلد غمگین هو جاتا هے اور پھر ایک روتے هوے بچے کي طرح ' جسکے هاتھه میں مٹھائی کا ٹکڑا دیدیا گیا هو ' کس قدر جلد خوش هو جاتا هے ؟ اسکي مایوسي اور امید واري ' دونوں کا یهي حال هے - جب کبھي وه اپني کسي توقع میں ناکامی دیکھتا هے تو فوراً مایوس هو کر بیٹھه رهتا هے ' اور پھر جب کبھي کوئی کامیابي کي خبر سن لیتا هے ' تو امید و مسرت کے ضبط سے عاجز هوکر اچھل پڑتا هے - حالانکه نه تو اسکو ان اسباب کي خبر هے ' جو غم و نا مرادي کے پیچھے ظاهر هونے والے هیں ' اور نه ان عواقب و نتائج کي خبر هے ' جو بشارت امید کے بعد پیش آنے والے هیں - اسکي خدا پرستي بھي اس جلد بازانه یاس و بیم سے شکست کھا جاتي هے - اگر کوئی خوشي حاصل هوتي هے تو سمجھتا هے که خدا میرے ساتھه هے ' اور اگر نتائج حالات اور مشیت الهي کسي ابتلا و مصیبت میں ڈالدیتي هے تو دیوانه وار مایوس هو جاتا هے که خدا نے مجھکو چھوڑ دیا - سوره (والفجر) میں اسي حالت کي طرف اشاره کیا هے ' اور تمہارے اندر وه کونسي شے هے جسکي طرف قرآن نے اشاره نہیں کیا ؟ :

فاما الانسان اذا ما ابتلاه ربه ' فاکرمه ونعمه ' فیقول ربی اکرمن - واما اذا ما ابتلاه فقدر علیه رزقه ' فیقول ربي اهانن (٨٩ : ١٥)	انسان کا حال یه هے که جب اسکا پروردگار اسکے ایمان کو اس طرح آزماتا هے که اسکو دنیا میں عزت اور نعمت عطا فرماتا هے تو وه فوراً خوش هو جاتا هے اور کہتا هے که میرا پروردگار میرا اعزاز اور اکرام کرتا هے - اور جب اسکے ایمان کو کسي آزمایش میں ڈالکر اس طرح آزماتا هے که اسکا رزق اسپر تنگ کردیتا هے (یعنے مصیبت میں ڈالدیتا هے) تو پھر معاً مایوس هوکر کہنے لگتا هے که میرا پروردگار تو مجھے ذلیل کر رها هے اور میرا کچھه خیال نہیں کرتا ! !

* * *

مہلک ترین ضلالت انسانی

حیات امید و موت قنوط

منجمله اس حالت کے سب سے زیاده خطر ناک گمراهي ' انسان کي وه مایوسي هے ' جو مصائب و آلام کا هجوم دیکھکر اپنے دل میں پیدا کرلیتا هے ' اور اس طرح خود اپنے هاتھوں اپنے مستقبل کیلیے نا مرادي و ناکامي کي بنیاد رکھدیتا هے -

مایوسي سے بڑھکر کوئی شے انسانیت کیلیے قاتل و مہلک نہیں ' اور دنیا کي تمام کامرانیاں صرف امید کے قیام پر موقوف هیں - یه امید هي هے جس نے زمینوں پر قبضه کیا هے ' پہاڑوں کے اندر سے راسته پیدا کیا هے ' سمندر کي قہاري کو مغلوب کیا هے ' اور جب چاها هے اس میں اپني سواري کے مرکب چلاے میں ' اور جب چاها هے اسکے کناروں کو میلوں اور فرسخوں تک خشک کردیا هے - پھر امید هي هے جس نے مرده قلوب کو زنده کیا هے ' بستر مرگ سے بیماروں کو اٹھایا هے ' ڈوبتوں کو کناروں تک پہنچایا هے ' بچوں کو جوانوں کي تیزي سے دوڑایا هے ' اور بڑھوں کو جوانوں سے زیاده قوي و طاقتور بنا دیا هے -

جبکه قوتیں جواب دیدیتي هیں ' جبکه زمانه منه پھیر لیتا هے '

---

(١) اما انکو عالم غیب کي خبر هوگئی هے یا اس بارے میں انہوں نے خدا سے کوئی عهد کرلیا هے ؟ اور کیا انکے پاس علم غیب هے که جو واقعه هو وه اسے بے کم وکاست لکھدیں ؟

(٢) قرآن کریم کي آیات کا هم همیشه ترجمه دیتے هیں ، لیکن یه واضح رهے که ترجمے میں لفظي ترجمه کي رعایت بالکل نہیں کي جاتي - بالعموم ترجمه کا حصه بھي اصل مضمون کي عبارت کا ایک مسلسل ٹکڑا هوتا هے ، اور آیت کو بطور حاشیے کے دهني جانب دیدیتے هیں - اس آیت میں بھي " لقد جئتم " کا ترجمه بالکل نہیں کیا هے ' صرف حاصل مقصد کو حسب محاوره لکھدیا هے -

جبکہ زمین کے کسی گوشے سے صدائے ہمت نہیں آتی، اور جبکہ تمام اعضاء عمل جواب دیدیتے ہیں، تو امید ہی کا فرشتہ ہوتا ہے جو مسکراتا ہوا آتا ہے، اپنے پروں کو کھولتا ہے، اور اسکے سایہ میں لیکر، قوت و طاقت، ہمت و مستعدی، چستی و چالاکی کی ایک روح تازہ دلوں میں پیدا کردیتا ہے!

دنیا میں کامیابی اعمال کا نتیجہ ہے، اور اعمال کیلیے پہلی چیز امید ہے - جب تک انسان کے اندر امید قائم ہے، مصیبتوں اور ہلاکتوں کے اگر عفریت بھی سامنے آ کھڑے ہوں، تو بھی اسکو شکست نہیں دیسکتے -

اگر خون اور اسکا دوران انسان کی جسمانی حیات کیلیے ضروری ہے تو یقین کیجیے کہ اخلاقی و ادبی حیات کیلیے امید اسکے اندر بمنزلۂ روح کے ہے - جب تک اسکا دوران دل سے اٹھکر (یا باصطلاح حال دماغ سے نکلکر) جسم کے تمام گوشوں میں حرارت عمل پیدا کررہا ہے، اسکی قوت عمل زندہ، اسکے اعضاء کار متحرک، اور پائے مستعدی سرگرم تکاپو ہیں - لیکن جہاں یہ روح حیات دل سے نکلی، پھر جسم انسانی کیلیے قبر کے سوا کہیں ٹھکانا نہیں -

ایک شخص جب مایوس ہوگیا، جب اس نے یقین کرلیا کہ اب اسکے لیے دنیا میں کچھہ نہیں، جب اس نے فیصلہ کرلیا کہ اب خدا اسے کچھہ نہ دیگا، تو ظاہر ہے کہ اسکا دماغ کیوں سوچے؟ دل میں امنگ کیوں پیدا ہو؟ ہاتھہ کیوں ہلے؟ اور پاؤں بڑھنے کیلیے کیوں متحرک ہوں؟

قوموں کی زندگی کی ایک بہت بڑی علامت یہ ہے کہ انکا دل امید کا دائمی اشیانہ ہوتا ہے، اور خواہ ناکامی و مصائب کا کتنا ہی ہجوم ہو مگر امید کا طائر مقدس، انکے دل کے گوشے سے نہیں اڑتا - وہ دنیا کو ایک کارگاہ عمل سمجھتے ہیں، اور امید کہتی ہے کہ یہاں جو کچھہ ہے، صرف تمہارے ہی لیے ہے - اگر آج تم اسپر قابض نہیں ہو تو غم نہیں، کیونکہ عمل و جہد کے بعد کل کو وہ تمہارے ہی لیے ہونے والی ہے -

مصیبتیں جس قدر آتی ہیں، وہ انکو صبر و تحمل کی ڈھال پر روکتے ہیں، اور غم و اندوہ سے اپنے دماغ کو معطل نہیں ہونے دیتے، بلکہ مصیبتوں کو دور کرنے اور انکی صفوں پر غالب آنے کی تدابیر پر غور کرتے ہیں - نامرادی انکے دلوں کو مجروح کرتی ہے، پر مایوس نہیں کرتی، اور غم کے لشکر سے مزاحمت اٹھاتے ہیں، پر بھاگتے نہیں -

دنیا ایک میدان کارزار ہے، اور جس چیز کو تم عمل کہتے ہو، دراصل یہ ایک حریفانہ کشمکش اور مقابلہ ہے - پس جس طرح جنگ میں رہنے والے سپاہیوں کو فتح و شکست سے چارہ نہیں - وہ کبھی زخمی کرتے ہیں اور کبھی خود زخمی ہوتے ہیں، اسی طرح دنیا میں بھی جو مخلوق بستی ہے، اسے کامیابی و ناکامی اور فیروزمندی و نامرادی سے چارہ نہیں - کیا ضرور ہے کہ ہمیشہ ہماری ہی تلوار اور دشمن کی گردن ہو؟ کیوں نہ ہم اپنے سر و سینے میں بھی زخم کے نشان پائیں؟ بستر پر آرام کرنے والوں کو رونا چاہیے کہ پاؤں میں کانٹا چبھہ گیا، لیکن سپاہی کو زخموں پر زخم کھا کر بھی اف نہیں کرنا چاہیے - کیونکہ اس کی جگہہ تو بستر نہیں بلکہ میدان جنگ ہے -

شکست و زخم کا خوف ہے تو میدان جنگ میں قدم ہی نہ رکھو، اور تلوں کو بچانا چاہتے ہو تو تمہارے لیے بہتر جگہ پھولوں کی سیج ہے - چلوگے تو ٹھوکر کھاؤ گے، اور لڑوگے تو زخم سے چارہ نہیں - پس اگر ٹھوکر لگی ہے تو آنکھیں کھولو اور بیٹھکر رونے کی جگہ تیزی سے چلو، کیونکہ جتنی دیر بیٹھکر تم نے اپنا گھٹنا سہلایا، اتنی دیر میں قافلہ اور دور نکل گیا -

پھر اگر دشمن کی کاٹ نے زخمی کیا ہے تو بھاگتے کیوں ہو؟ مایوسی خودکشی ہے اور امید زندگی - اور زیادہ چابکدستی سے پیکار و جنگ کیلیے طیار ہوجاؤ - کیونکہ جب تک دوسروں کو زخمی کرتے تھے، زیادہ ہمت مطلوب نہ تھی، لیکن زخم کھاکر تم نے معلوم کرلیا کہ دشمن توقع سے زیادہ قوی ہے، اور اب پہلے سے زیادہ ہمت اور مستعدی مطلوب ہے -

میں نے کہا کہ قومی زندگی کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ اسکا ہر فرد ایک پیکر امید ہوتا ہے، اور اپنے دل کو امید کی جگہ سمجھتا ہے، نہ کہ مایوسی کی - لیکن اتنا ہی نہیں، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ زندہ قوموں کیلیے مایوسی کے اسباب ہی میں امید کا پیغام ہوتا ہے، اور مصیبتیں جتنی بڑھتی ہیں، اتنی ہی وہ اپنی امید کو اور زیادہ محبت اور پیار سے پالتے ہیں - مصیبتیں انکو مایوس نہیں کرتیں، بلکہ غفلت سے ہشیار کردیتی ہیں، اور عبرت و تنبہ کی صورت میں انکے سامنے آتی ہیں - وہ مصائب کے سیلاب کو دیکھکر بھاگتے نہیں، بلکہ اس راہ کو ڈھونڈ ھکر بند کرنا چاہتے ہیں، جہاں سے اسنے نکلکر بہنے کی راہ نکالی ہے -

پس مصائب انکے لیے رحمت ہو جاتے ہیں، اور نامرادی انکے لیے کامیابی کا دروازہ کھولدیتی ہے - وہ جسقدر کھوتے ہیں، اتنا ہی زیادہ پاتے ہیں، اور جسقدر گرتے ہیں، اتنا ہی زیادہ مستعدی سے اٹھتے ہیں - وہی دنیا جو کل تک انکے لیے نامرادیوں کا دوزخ تھی یکایک کامیابیوں کا بہشت بن جاتی ہے، اور جس طرف دیکھتے ہیں، تخت فتح یابی بچھے ہوے، اور انہار کامرانی بہتی ہوئی نظر آتی ہیں - یہی بہشت امید ہے جسکے رہنے والوں کی نسبت کہا گیا ہے کہ:

متکئین فیہا علی الارائک، لا یرون فیہا شمسا ولا زمہریرا (۱۲ : ۷۶)	کامیابی و فیروزمندی کے تخت پر تکیے لگاے بیٹھے ہونگے - غم اندوہ کی سوزش و تپش کا انھیں حس تک نہوگا -

کیونکہ وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے، پس دنیا بھی انکو مایوس نہیں کرتی -

ہلاکت امید اور موت قنوط

—: * :—

لیکن اسی طرح قومی زندگی کے ایام ممات، اور انسانی ارتقاء حیات کا سد باب، اس دن سے شروع ہوتا ہے، جس دن کاشانۂ دل سے امید کا جنازہ اٹھتا، اور مایوسی کا لشکر فنا امنڈتا ہے - جس فرد یا جس قوم کو مصیبتوں اور ناکامیابیوں کے عالم میں مایوس دیکھو، یقین کرو کہ اسکا آخری دن آگیا - مصیبتیں تو اسلیے تھیں، تاکہ غفلت کو شکست اور ہمت کو تقویت ہو، لیکن جو لوگ اللہ کی رحمت سے مایوس ہوجاتے ہیں، دنیا کے اعمال و تدابیر کا دروازہ اپنے اوپر بند کرلیتے ہیں، اور یہ سمجھہ لیتے ہیں کہ اب ہمارے لیے دنیا میں کچھہ نہیں رہا، وہ تو خود اپنے لیے زندگی کے بدلے موت کو پسند کرتے ہیں - پھر دنیا کی کامیابی، زندگی کو لیکر لینے والوں کیلیے ہے، مٹ جانے کے متلاشیوں کیلیے نہیں ہے -

دیکھو! قرآن کریم نے کیسے جامع الفاظ میں ایسے لوگوں کی حالت اور انکی مایوسی کے نتائج کی طرف اشارہ کیا ہے، اور اس نے کس چیز کی طرف اشارہ نہیں کیا، مگر افسوس کہ بہت کم لوگ ہیں، جو اسکی صداؤں پر کان لگاتے ہیں!

و من الناس من یعبد اللہ علی حرف، فان اصابہ خیر اطمان بہ،	اور انسانوں میں بعض ایسے ہیں جو خدا کی پرستش تو کرتے ہیں، مگر انکے دلوں میں استقامت نہیں ہوتی - اگر

وان اصابہ فتنۃ انقلب علی وجہہ خسر الدنیا والاخرہ ذالک ھو الخسران المبین (۲۲ : ۱۱)

اگر کوئی فائدہ پہنچ گیا تو مطمئن ہوگئے - اور اگر کبھی مصیبت آپڑی تو جدھر سے آئے تھے الٹے پانوں ادھر ھی کو لوٹ گئے (یعنے مایوس ہوکر یہاں سے ہاتھ اٹھا لیا) - یہ وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے اپنی دنیا بھی کھوئی اور آخرت بھی' اور یہی سب سے بڑا اور بالکل صریح نقصان ہے -

فرمایا کہ "خسر الدنیا و الاخرہ" کیونکہ مایوسی کے بعد انسان کی قوۃ عمل معطل ہو جاتی ہے - پھر نہ وہ صرف دنیا ھی میں ناکام و نا مراد رہتا ہے' بلکہ عاقبت کی خوشحالی سے بھی اسے نا امید ہی ملتی ہے -

انسان کا فرض سعی و تدبیر ہے' اور وہ جب تک اس دنیا کی سطح پر باقی ہے' اسکو سعی و کوشش سے باز نہیں آنا چاہیے - ہمارا کوئی عزیز بیمار ہوتا ہے' اور اسکی حالت' صحت کی طرف سے مایوس کردیتی ہے - ڈاکٹر بھی جواب دیدیتے ہیں' تاہم سعی و علاج سے آخری ساعات نزع تک باز نہیں آتے - جب افراد کے ساتھہ ہمارا حال یہ ہے' تو تعجب ہے کہ قوم و ملت کے ساتھہ نہو؟ کس کو معلوم ہے کہ کب دروازۂ رحمت کھلنے والا ہے' اور کب بارش ہونے والی ہے؟ دہقاں کا کام صرف یہ ہے کہ تخم پاشی کرتا رہے :

چوں دمبدم عنایت توفیق ممکن ست
در تنگنائے نزع نہ کوشد کسے چرا ؟

فتح و شکست کا اصلی میدان

دل کے اندر ہے' نہ کہ اس سے باہر

یہاں تک میں نے جو کچھہ لکھا' یہ عام انسانی حالت کے اعتبار سے تھا' لیکن اب سوچنا چاہیے کہ بہ حیثیت اسلام کے اس وقت ہمیں کیا کرنا چاہیے ؟

پھر میں نہیں سمجھتا کہ اگر موجودہ جنگ میں ہر طرف نتیجہ شکست ھی رہا' اور مسلمانوں کو اپنے آخری دنوں میں ایک سب سے بڑی نقصان رساں شکست اٹھانی پڑی' تو اس سے فرزندان اسلام مایوس کیوں ہو جائیں؟ اگر ایڈریا نوپل چھہ مہینے کی عدیم النظیر مدافعت' اور آخرکے محیر العقول مقابلۂ و مقاتلے کے بعد' بالاخر قدرتی اسباب و حالات کی بنا پر مفتوح ہوگیا' تو پھر چالیس کروڑ فرزندان اسلام کی حصن امید لشکر مایوسی سے کیوں مفتوح ہوجائے؟ یہ سچ ہے کہ ہمارے دشمنوں نے میدان جنگ میں ہمیں شکستیں دیں' لیکن ابھی وہ اس امید کو شکست نہیں دیسکتے' جو ہر مسلم دل کو اسلام کے خدائے قادر و قیوم سے ہونی چاہیے ؟

ایک لاکھہ سے زیادہ سروی و بلغاری لشکر توپوں کے دہانے کھولکر اگر ایڈریا نوپل کی مٹی کی دیواروں کو ڈھا دیتا ہے' تو یہ کونسا دنیا کا نیا اور عجیب واقعہ ہے؟ اسمیں اس قوم کیلیے کونسی شرم کی بات ہے جس نے سترہ ہزار فوج کے ساتھہ ایک بے پناہ اور مٹی کی دیواروں سے بنے ہوے مقام میں چھہ مہینے تک مدافعت کی ہو؟ اسپر ہمیں ماتم نشیں ہونے کی ضرورت نہیں - ہم ایک لمحہ کیلیے بھی یہ نہیں مان سکتے کہ بلغاری سرویوں نے ہماری جرأت و شہامت کو شکست دیدی - لیکن اے اس خاندان اسلام کے ماتم گسارو! جسکے چالیس کروڑ فرزند اس وقت سطح ارضی پر چلتے پھرتے ہیں! اگر یہ سچ ہے کہ تمہارے دل بھی مایوس ہوگئے ہیں' اور تمہارے دل کے اندر خدائے ابراہیم و محمد (علیہما الصلوٰۃ والسلام) نے جو چراغ امید روشن کیا تھا' وہ بھی بجھہ گیا ہے' تو پھر اسمیں کوئی شک نہیں کہ واقعی سروی اور بلغاری مجاہدین صلیب نے تم کو شکست دیدی' اور تیرہ سو برس کے اندر دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں اور انسانوں کے بڑے بڑے لشکر جس دشمن کو گرا نہ سکے تھے' آج واقعی بلقان کی چند ریاستوں کے اجماع نے اسے گرا دیا !!

ہاں اگر یہ سچ ہے تو بیشک تمہاری اس لافنا زندگی کو' جسے قیصر روم اور کسرائے فارس موت سے بدل نہ سکا تھا' اس نے مجروح کردیا ہے - تمہارے ان آہنی جسموں کو' جنہیں یرموک کے میدان میں متمدن رومیوں کے لاکھوں تیزوں کے نشانے زخمی نہ کرسکے تھے' یقیناً اس نے خاک و خون میں تڑپا دیا ہے' اور تمہارے ان نشانہائے توحید اور علم ہائے دین الہی کو' جسے اٹھہ صلیبی حملوں کے لاکھوں نیزے بھی نہیں گرا سکے تھے' سچ یہ ہے کہ سرویا کے سور چرانے والوں نے آج پارہ پارہ کرکے گرادیا ہے - پھر اسمیں شک نہیں کہ تم مرگئے - تم' جو کبھی نہیں مر سکتے تھے' یقیناً مرگئے - تم' کہ تمہاری رگوں کے اندر خدا کی روح جلال جاری و ساری تھی' اور اسکی نصرت و حمایت کے ملائکۂ مسومین تمہارے آگے دوڑتے تھے' یقیناً آج مرگئے - پس جس قدر تمکو ماتم کرنا ہے کرلو' اور جس قدر جلد اپنی قبر کھود سکتے ہو' کھود لو' کیونکہ خدا کی رحمت اور دنیا کی زندگی' صرف امید رکھنے والوں کیلیے ہے' اور مایوسی کا نتیجہ موت کے سوا اور کچھہ نہیں - خدا تم کو نہیں چھوڑتا پر تم اسے چھوڑ رہے ہو - وہ تمہاری طرف دیکھتا لیکن تم نے نا امید ہوکر اسکی طرف سے منہ موڑ لیا ! تم کو معلوم نہیں کہ یہی مایوسی ہے جسکو تمہارے خدا نے کفر کی خود کشی سے تعبیر کیا ہے :

من کان یظن ان لن ینصرہ اللہ فی الدنیا والاخرۃ' فلیمدد بسبب الی السماء' ثم لیقطع' فلینظر ہل یذہبن کیدہ ما یغیظ ؟ و کذالک انزلناہ آیات بینات' و ان اللہ یہدی من یرید - (۲۲ : ۱۵)

جو شخص مایوس ہوکر اللہ کی نسبت ایسا ظن بد رکھتا ہو کہ اب دنیا و آخرت میں خدا اسکی مدد کرنے ھی کا نہیں' تو پھر اسکو چاہیے کہ اوپر کی طرف ایک رسی تانے' اور اسکا پھندا بنا کر اپنے گلے میں پھانسی لگالے اور اسطرح زمین سے (جہاں اب وہ اپنے لیے صرف مایوسی ہی سمجھتا ہے) اپنا تعلق قطع کرلے' پھر دیکھے کہ آیا اس تدبیر سے اسکی وہ شکایت جسکی وجہ سے مایوس ہو رہا تھا' دور ہوگئی ہے یا نہیں؟ اسی طرح ہم نے قران کریم میں ہدایت و فلاح کی روشن دلیلیں اتاری ہیں' تاکہ تم اسپر غور کرو' اور اللہ جس کو چاہتا ہے اسکے ذریعہ سے ہدایت بخشتا ہے -

ہنوز آن ابر رحمت درفشانست

— * —

سب سے پہلے تو ہم مایوسی کے اس حصے ھی کو تسلیم نہیں کرسکتے کہ دولت عثمانیہ اور ترکوں کی طرف سے بالکل مایوس ہو جائیں اور سمجھہ لیں کہ اس جنگ نے انہیں اب بالکل عضو معطل کردیا - جو کچھہ ہو چکا ہے' ابھی اسکے بعد بھی سنبھلنے کیلیے کئی میدان باقی ہیں اور اگر عبرت و تنبیہ کی یہ سزائیں بے اثر نہ رہیں اور بقیہ قوائے عاملہ کو ابھرنے اور کام کرنے کی توفیق مل جائے تو اب بھی یہ قوم' جسکی شمشیر اٹھہ سو برس سے علم اسلامی کیلیے مدافعت کر رہی ہے' پلٹ سکتی ہے' اور حالات فوراً متغیر ہو جا سکتے ہیں -

دنیا میں ہمیشہ واقعات کا مطالعہ کرنے کیلیے دو طرح کی نظریں رہی ہیں' ایک امید کی اور دوسری مایوسی کی - حکمائے یونان کی نسبت سنا ہوگا کہ آثار و نتائج عالم پر بحث کرتے ہوے ان میں دو مختلف مذاہب امید اور مایوسی کے تھے - پھر جس

طرح کي نظر سے تم دنیا کو دیکھوگے ' وہ اسي رنگ میں نظر آےگي - مایوسي کي نظر سے دیکھو تو اسکے دلائل بھي بے شمار ھیں ' اور امید کا مذھب اختیار کرو تو اسکے پہلو بھی مایوسی سے کم نہیں - اسلام ھم کو ھمیشہ امید کي تلقین کرتا ہے ' پس کیوں نہ ھم امید کے پہلوؤں ھي پر پہلے نظر ڈال لیں ؟

اس اعتبار سے دیکھا جاے تو (جیساکہ کسي وقت تفصیل سے کہونگا) با ایں ھمہ حالت ' ترکوں کي طرف سے مایوس ھو جانے کي کوئي وجہ نہیں پاتا -

اور پھر اگر یہ تسلیم بھي کرلیا جاے کہ اب ترکوں کي قوت کا بالکل خاتمہ ھوگیا تو مجھکو خدا کیلیے جواب دو کہ کیا تمھارے خدا کي قوت کا بھي خاتمہ ھوگیا ؟ مانلو کہ ترکوں کي تلوار زنگ آلود ھوگئي تھي اور اب قوت کر انکے ھاتھوں سے گرگئي ہے ' لیکن کس کو معلوم ہے کہ ابھي خدا کے لا زوال خزانۂ نصرت میں اور کتنی غیر مستعمل تلواریں پڑي ھیں ' جنکو وہ اپنے دین مبین اور کلمۂ محبوب کي حمایت کیلیے چمکا سکتا ہے ؟ اسلام ایک قوت الہیہ ہے ' جس کي زندگي انسانوں اور قوموں سے وابستہ نہیں ہے ' بلکہ قوموں کي زندگي اسکي متابعت اور معیت سے وابستہ ہے - پھر قومیں کوسکتي ھیں اور انسانوں کے فاني جسم مٹ سکتے ھیں ' پر وہ نہیں مٹ سکتا - وہ اپنے خداے لا زوال کي غیر فاني قوت کے ساتھہ ھمیشہ سے ہے اور ھمیشہ رھیگا ' کیونکہ وہ صداقت ہے ' اور صداقت کب نہ تھي ' اور کب نہیں رھیگي ؟

اسلام کا ظہور ترکوں کے ظہور کے ساتھہ نہیں ہوا ہے ' بلکہ ترکوں نے اسکے دم سے اپني ھستي کو برقرار رکھا ہے - کیا تیرا سو برس پہلے جب غار (حرا) کے غاروں سے حق کي روشني چمکي ' تو اس وقت ترکوں کا ھاتھہ اسکا محافظ تھا ؟ کیا (بدر) اور حنین کے میدانوں میں ترک تھے جنمیں سے تین سو فاقہ مستوں نے تین ھزار جوانان عرب کو خاک و خون میں سلادیا تھا ؟ کیا (یرموک) اور (قادسیہ) کے معرکہ ھاے خونیں میں وہ ترک ھي تھے ' جنھوں نے رومیوں اور ایرانیوں کي ھزاروں لاشوں سے صحراے شام و مدائن کو بھردیا تھا ؟ وہ قوم جس نے تخت کسری کے ھزارھا سالہ عظمت کا خاتمہ کردیا تھا ' ترکوں کي تو نہ تھي - وہ ' جس نے سپہ سالار روم کے سامنے اپنے نیزے کو ریشمیں قالین کے اندر سے زمین میں چبھو دیا تھا ' یقیناً کوئي ترک تو نہ تھا -

پھر (دمشق) اور (بغداد) کے تخت پر کون تھا ؟ اور کن کے گھوڑے تھے ' جنھوں نے (بحر الکاهل) کي مہلک طوفانوں سے گذر کر جبل الطارق پر علم توحید بلند کردیا تھا ؟ ترکوں کو تخت خلافت اسلامي پر قدم رکھے کتنے دن گذرے ھیں ؟ خدا کیلیے ان سوالوں کا جواب دو ! ترکوں سے پہلے جس قوت نے ھمیشہ علم توحید کي حفاظت کي ہے ' کیا وہ آج ترکوں کے بعد کسي دوسري قوم کو پیدا کر نہیں کرسکتي ؟ نادانو ! تم نے اگر اللہ کي بخشي ھوئي حکومت و عزت کو کھو دیا ہے تو غم نہیں ' لیکن یہ کیا بدبختي ہے کہ اپنے دلوں اور دلوں کي روح امید کو بھي کھو رہے ھو ؟

اس تیرہ سو برس کے اندر کتني قومیں آئیں ' اور اپني اپني باري میں حفاظت اسلام کي خدمت انجام دیکر چلي گئیں - جب تک انھوں نے اسلام کا ساتھہ دیا اور اپنے اعمال و اعتقادات میں اس سے منہہ نہیں موڑا ' اس وقت تک وہ بھي انکے ساتھہ رہ ' لیکن جب انھوں نے اپني صلاحیت اور قابلیت کھودي ' اور اس مقصد کو بھول گئے ' جسکي انجام دھي کیلیے زمین کي وراثت انکو دي گئي تھي ' تو انکا دور کار فرمائي ختم ھو گیا ' اور اللہ نے اپنے دین کي حفاظت کي امانت کسي دوسري جماعت کے سپرد کردي - وہ اپنے کلمۂ مقدس کي حفاظت کیلیے ھمارا محتاج نہیں ہے ' بلکہ ھم اپنے زندگي کیلیے اسکے دین مبین کي خدمت گذاري کے محتاج ھیں :

یا ایھا الناس ! انتم الفقراء الی اللہ ' واللہ ھوالغني الحمید - ان یشاء یذ ھبکم ویات بخلق جدید - وما ذلک علی اللہ بعزیز (۳۵ : ۱۷)

اے لوگو ! تم اللہ کے دروازۂ فضل و توفیق کے محتاج ھو ' اور اللہ تو بے نیاز اور بے نیازي کي تمام صفتوں سے متصف ہے - اگر وہ چاہے تو تم کو چھوڑ دے ' اور تمھاري جگہ اپني دوسري مخلوقات لا بساے ' اور ایسا کرنا اسکے لیے کچھہ مشکل نہیں -

دوسري جگہ سورۂ (نساء) میں ارشاد ھوا :

وان تکفروا فان للہ مافي السموات ومافي الارض وکان اللہ غنیا حمیدا - وللہ ما فی السماوات وما فی الارض ' وکفی باللہ وکیلا - ان یشا یذھبکم ایھا الناس ! ویات باخرین ' وکان اللہ علی ذالک قدیرا (۴ : ۱۳۳)

اور اگر تم اسکے آگے نہ جھکوگے تو وہ تمھارا کچھہ محتاج نہیں ہے ' کیونکہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھہ ہے ' سب اللہ ھي کے زیر حکم ہے اور وہ بے نیاز اور ہمہ صفت موصوف ہے - اگر وہ چاہے تو اے مغرور انسانو ! تم سے اپني زمین کو خالي کردے اور اسکي جگہ دوسري قوموں کو لا بساے ' اور وہ ایسا کرنے کي پوري قدرت رکھتا ہے -

لا تایسوا من روح اللہ !

برمید مشو ' کہ نا امیدي کفر است

پھر یہ ممکن ہے کہ اس کائنات ارضي کا ھر مخلوق نا امید ھو جاے ' یہ بھي محال نہیں کہ دنیا کي تمام قومیں اور تمام انساني جماعتیں مایوسی کو اپنا قبلۂ مقصود بنالیں ' لیکن جن لوگوں کے دلوں کو اسلام کی امانت سپرد کي گئی ہے ' وہ تو کبھي مایوس نہیں ھوسکتے - اسلام سرتا سر امید ہے ' وہ جب کبھی کسي انسان کا ھاتھہ پکڑتا ہے تو پہلي چیز جو اسے دیتا ہے وہ امید ھي ہے - اسکی اصطلاح میں ایمان امید کا نام ہے ' اور مایوسي کفر کا مبدا ہے - حضرت یعقوب نے اپنے بیٹوں کو نصیحت کی تھي کہ :

لا تایسوا من روح اللہ ' انہ لا یایس من روح اللہ الا القوم الکافرون (۱۲ : ۸۸)

خدا کي روح رحمت سے مایوس نہو ' اسکي رحمت سے کوئي مایوس نہیں ھوسکتا مگر وھي بدبخت قومیں ' جنھوں نے اپنے دلوں کو کفر کا آشیانہ بنا لیا ہے -

اسکي پہلي آواز اپنے ھر پیرو کیلیے یہ ہے کہ " لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ! ! " وہ مایوسي کو کسي حال میں ایک مومن کیلیے جائز نہیں رکھتا اور کہتا ہے کہ : ومن یقنط من رحمتہ ' الا الکافرون ؟ دنیا میں مسلمان مایوسي کیلیے نہیں پیدا کیے گئے ھیں ' وہ صرف امید کیلیے ھیں ' اور جس دن اسکے لیے نہوں ' اس دن وہ مسلم بھي نہیں - یہ موقعہ اسکي تفصیل کا نہیں ' مگر اس آیت کریمہ کو یاد کرو جس سے اس مضمون کا افتتاح ہوا ہے - خدا نے مایوس ھو جانے والوں کي نسبت فرمایا کہ اگر وہ مایوس ھوگئے ھیں ' تو اسکے رھنے کیلیے میري پیدا کي ھوئي دنیا موزوں نہیں " فلیمدد بسبب الي السماء ' فلیقطع " انکو چاھیے کہ رسي کا پھندا گلے میں ڈالکر خود کشي کرلیں ' کیونکہ مایوسي کي دوسري منزل خود کشي ھي ہے -

" الہلال " اپني ھر اشاعت میں اس صداے الہي کو دھراتا ہے :

لا تہنوا ولا تحزنوا ' وانتم الاعلون ان کنتم مومنین -

مراسلات

صدا بہ صحرا

یعنی ایک خط

منجانب کمال الدین ایڈیٹر مسلم اینڈ اسلامک ریویو

بخدمت

ممبران اجلاس آل انڈیا مسلم لیگ منعقدہ لکھنؤ

— ● —

برادران اسلام - السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ - چند ماہ ہوے جب میں ہندوستان سے چلا - میرے اس سفر نے میرے اغراض سفر کے متعلق بہت سے بیوجہ قیاسات بعض اصحاب کے دلوں میں پیدا کردیے - بہرحال میں کسی دنیوی مفاد کے لیے یہاں نہیں آیا تھا - **اشاعت و تبلیغ اسلام** میری زندگی کا ایک اعلی مقصد رہا ہے - اسی خیال نے مجھے ہندوستان میں جب تک میں رہاں رہا بیقرار رکھا ' اور اس دنیا کی طرف میرے آجانے کا بڑا بھاری باعث بھی یہی تھا - میں یہاں اُن وسائل و اسباب کو دریافت کرنے کے لیے آیا تھا جو اسلام اور علوم اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں یہاں استعمال ہو سکتے ہیں - لیکن میرے یہاں کے قیام نے مجھہ پر بعض ایسے اور امور کا انکشاف کیا جو مجھے پہلے معلوم نہ تھے اور میرا گمان ہے کہ شاید آپ میں سے بھی اکثر کو وہ باتیں معلوم نہونگی - آج آپ اپنی آیندہ بہتری اور قومی بہبودی کے وسائل سوچنے اور انپر غور کرنے کے لیے جمع ہوے ہیں اور میں خیال کرتا ہوں کہ اگر اس موقعہ سے فائدہ اٹھاکر آپ کی توجہ اور غور کو ان حالات کی طرف منعطف نہ کروں جو مجھہ پر یہاں آکر کھلے ہیں ' تو میں ایک قیمتی موقعہ کو گویا ہاتھہ سے گنواتا ہوں -

اسلامی سلطنتوں کی قطع برید کرنا اور پھر آخر کار اُن کا خاتمہ کردینا ہی اِس وقت بعض کے زیر نظر نہیں ' بلکہ روے زمین سے ہمیں بحیثیت قوم مسلم مٹادینا نصب العین ہو رہا ہے - موروں (مسلموں) کا جو حشر اندلس میں ہوا ' وہ ہر جگہ ہمارے انتظار میں ہے اور ہمارا نسیاً منسیا ہونا اب وقت کا سوال ہے -

بد قسمتی سے ہر جگہ یورپ کی عالمگیر خواہش اقتدار و تحکم کی روک ہم مسلمان ہی ہوے ہیں ' ہم ہی نے ہر جگہ عیسائیت کو بحیثیت مذہب مغلوب کیا ہے ' لہذا اگر بعض کلیسیا اور بعض ڈپلومیٹک حلقوں میں ہماری ہستی پسند نہیں کیجاتی ' تو یہ کوئی حیرت افزا بات نہ تھی ' لیکن اب تو اور وجوہ کو چھوڑ کر محض ہمدردی انسانی کے متقاضی مغربی بلاد میں بظاہر یہی سمجھا گیا ہے کہ جہاں تک جلد ممکن ہو - ہمارا خاتمہ کر دیا جاوے -

برادران ! اس سے آپ حیران نہ ہوں کہ مغربی دنیا نے ہمارے متعلق یہ راے کیوں قائم کرلی ؟ اس کے اسباب دریافت کرنا کوئی محال امر نہیں - یورپ نے اسلام اور مسلم کا جو مفہوم سمجھہ رکھا ہے ' اگر وہ صحیح اور درست بُنیاد پر ہے ' تو پھر میں کوئی وجہ نہیں دیکھتا کہ کہیں ایک دل کا صاف انسان ' جس کو کچھہ بھی ہمدردی بنی نوع ہے ' یورپ کی اس کام میں مدد نہ کرے جس کی غرض یہ ہے کہ **اسلام کو اب دنیا سے مٹا دیا جاے**

لیکن اگر یہ امور یورپ میں عمداً غلط بیانیوں اور کسی کو ارادتاً بدنام کرنے کے ارادہ نے پیدا کر رکھے ہیں ' تو پھر عام طور پر اہل یورپ کا کیا قصور ہے ؟ اور ایسا ہی اس سے بھی کوئی فائدہ مترتب نہ ہوگا کہ ہم ان غلط بیانی کرنیوالوں اور اپنے بدنام کنندگان کا احتساب کریں - میرے نزدیک بہترین علاج یہ ہے کہ ہم یورپ کے مطلع سے اس جہالت کے بادل کو ہٹادیں ' جو اس وقت یورپ پر محیط ہو کر اہل یورپ کو اسلامی محاسن دیکھنے کے ناقابل بنا رہا ہے -

تعداد ازدواج ' غلامی ' جزیہ ' جہاد ' صرف یہی مسائل نہیں جن کی غلط تعبیر کورانہ نفرت اور تعصب کے غصہ کو پہلی بھڑکا رہی ہے ' بلکہ اب تو ہر ایک اسلامی شعار زیر عتاب ہو رہا ہے اور نا قابل اصلاح سمجھا گیا ہے - ہمارے اصول الہیات ہوں یا ہمارا فلسفہ اخلاق ' ہمارا تمدن ہو یا ہمارا اقتصاد ' ہمارے خانگی امور ہوں یا مجلسی امور ' الغرض ہمارا ہر امر بھیانک اور وحشیانہ سا نظر آ رہا ہے - ہمارا مفہوم الوہیت مزیل شان باری تعالی ' اور ہمارا ادارہ انسانی انسانیت پر حملہ خیال کیا گیا ہے - نہ تو ہم فرقہ اناث کی نیک فطرت و عصمت پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ ہمیں فرقہ ذکور کی قدر افزائی اناث پر بھروسہ ہے - کہا جاتا ہے کہ ہم حسد و رقابت سے مغلوب ہوچکے ہیں اور اسی لیے ہم نے بنی نوع کو اُس خوشی سے محروم کر رکھا ہے جو عورت اور مردوں کے خصوصاً بال وغیرہ میں خلاملا اور بے تکلف ملنے جلنے سے پیدا ہوتی ہے - ہم تو حقیقی خوبصورتی اور علو شان کی طرف سے بھی بالکل اندھے ہیں چنانچہ ہم پسند نہیں کرتے کہ ہم اپنی مستورات کے دل لبھانے والے محاسن اور ان کی خوبصورتی کا کسی غیر کو قدردان ہونے دیں ' حالانکہ یہ حسن و خوبی تو عورتوں کو نہ صرف ہماری ہی بلکہ دنیا کی عام مسرت اور خوشی بڑھانے کے لئے ید قدرت نے عطا فرمائی تھی ' اور اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ہم نے مخلوق کے نصف بہترین حصہ یعنی عورتوں کو چار دیواری میں بند کردیا ہے اور جو کچھہ اُن میں خیر و خوبی تھی اس طرح اس کا قلعہ قمع کردیا ہے - ہمارے اصول اخلاق میں عجب بے آہنگی اور بے جوڑ ترکیب اپنے اندر رکھتے ہیں - کہیں رہبانیت ہے تو کہیں عیش پرستی - یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسلام جذبات بہیمیہ کو تو ضرور مشتعل کرتا ہے لیکن حلیم جذبات کے نشو و نما کیلئے اسمیں کوئی جگہ نہیں - اِس سے مذہبی خبط بھڑکتا ہے اور اسلام عقل اور حس مشترک کا خون کرتا ہے - یہی وجہ ہے کہ مسلم زور بازو سے فتوحات بھی کر لیتا ہے اور تلوار کے زور سے مفتوحہ علاقوں پر قبضہ بھی رکھہ لیتا ہے لیکن مفتوحہ اقوام پر عمدہ حکومت کرنا اسلام کا کام نہیں - الغصہ جہالت ' تنگدلی ' تند مزاجی ' درندگی ' عدش پسندی ' نواحی حالات سے نا مناسبت اور نہ معلوم اور کس قدر نفرت انگیز اسی طرح کی باتیں مغربی لوگوں نے ہمارے سر تھوپ رکھی ہیں اور جنکے ذریعہ پادری اپنے نرم الفاظ کے اضافہ میں ' اور بین الاقوامی سفرا اپنے طنز آمیز اشارات میں ہمارے خاص " محاسن " بیان کیا کرتے ہیں - یہ تو ضرور کہا جاتا ہے کہ اسلام پر بھی دن آچکے ہیں - اسلام نے بھی بنی نوع کی

داعی اسلام :
جناب خواجہ کمال الدین صاحب
بی - اے - مقیم لندن

اس حد تک تو ضرور خدمت کی ہے کہ وحشی اقوام کی اصلاح کی ہے - اسلام اب بھی مغربی تہذیب اور مغربی مذہب کا راستہ صاف کرنے میں بعض جگہ کام آسکتا ہے - مثلاً وسط افریقہ میں - لیکن جہاں اب کچھہ تہذیب و ترقی ہوچکی ہے - وہاں اسلام کو اپنے سے بہتر چیز کے لیے جگہ خالی کردینی چاہیے -

یہ مختصر سا خلاصہ ان امور کا ہے' جو اخبارات ' میعادی رسائل ' کتب ' تھئیٹر ' تماشہ گاہ ' تصاویر متحرک ' اور عام گفتگو کے ذریعہ مجھہ پر اپنے تعلق اور اپنے مذہب کے متعلق صرف چھہ ماہ کی میعاد میں منکشف ہوے - حالانکہ گذشتہ بیس سال سے مذہب ہی میرے زیر مطالعہ رہا لیکن یہ باتیں بیس سال میں مجھے اپنے اور اپنے مذہب کے متعلق سمجھہ نہ آئیں ' اور آتی بھی کس طرح ' جبکہ یہ سب کی سب باتیں دروغ ' افترا ' اور نہایت ہی بیجا غلط بیانی ہے - اس میں شک نہیں کہ ابتدا میں یہ امور بعض دشمنان اسلام نے عمداً یہاں پیدا کردیے - لیکن اب تو یورپ میں لکھوکہا کا یہی یقین ہے اور انگلستان کا اسمیں کوئی استثنا نہیں - لہذا یہ اسی غلط یقین اور غلط محاکمہ کی بنیاد پر ہے کہ یورپین اقوام ہمارے مخالف طبع بعض باتیں سوچا کرتی ہیں اور ایسا کرنے میں وہ اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتی ہیں - وہ اپنے غلط خیال و محاکمہ میں بنی نوع کی بہبودی چاہتے ہیں اور اس لئے مذہب پرور ہم کو قربان کرنا پسند کرتے ہیں - ہم پر یہ الزام ہے کہ ہم نے نصف دنیا کو خراب کررکھا ہے اور اسلئے یہ ضروری سمجھا گیا ہے کہ بقیہ نصف کو ہمارے مضر اثر سے بچا لیا جاے - لہذا یہ کوئی حیرت انگیز امر آپ نہ سمجھیں ' جیسا کہ میں نے معتبر ذرائع سے سنا ہے کہ امریکہ میں ریاستہاے متحدہ بذریعہ قانون مسلمانوں کا سرزمین امریکہ میں روکنے کا ارادہ رکھتی ہیں - ایسا ہی یہ امر بھی کچھہ عجیب نہیں اگر یورپ ' جو اس وقت خود بخود ہی خیر خواہی خلق اللہ کا محافظ بن بیٹھا ہے ' اسلامی سلطنتوں کو خاک میں ملانے کی تجویز میں ہے - ممکن ہے کہ اسلامی سلطنتوں کی تقسیم یورپ نے اپنے درباروں میں مدت سے کررکھی ہو - مگر وہ تقسیم اب گذشتہ دس سالوں کے اندر اندر معرض عمل میں آرہی ہے - جب ان کے نزدیک اسلام بنی نوع کے لئے لعنت کا حکم رکھتا ہے تو پھر جتنی جلدی یہ دور ہو' اتنا ہی اچھا ہے - یہی توجیہ بظاہر نظر آتی ہے کہ یورپ بالکل خاموش رہا اور سرد مہرانہ بے اعتدالی سے ان وحشیانہ مظالم اور خلاف انسانیت ظالمانہ حرکات کو دیکھتا رہا جو ہزاروں ایسے مسلمانوں کی موت کا باعث ہوے جو ہرگز شامل جنگ نہ تھے - تھریس ' مقدونیہ ' اور البانیہ میں تمام اصول انسانیت و شرافت بلغاری اور مانٹی نیگرین وحشیوں کے پاؤں تلے روندے گئے - تمام قوانین و ضوابط جو ھیگ کانفرس نے بنائے ' وہ جنگ بلقان و طرابلس میں توڑدیے گئے - لیکن یورپ پر اس کا اثر نہ ہوا - چہ جائیکہ ان عدیم المثال مظالم سے کوئی خفیف سا افسوس و رنج ہی اہل یورپ کو ہوتا - بلکہ ان پر پردہ ڈالنے اور ان کو خفیف کرکے دکھلانے کی کوشش کی گئی حتی کہ ان کی تشریحات کی گئیں - ذیل کی چٹھی سے ' جو اتفاقاً اسی دن یہاں کے اخبار ڈیلی نیوز میں شائع ہوئی جس دن میں یہ خط لکھہ رہا ہوں ' معلوم ہوجائیگا کہ کس طرح لکھو کہا بندگان انسانوں سے حقیقی واقعات چھپا کر ' ان مظالم کے متعلق محاکمہ کرنے میں ان کو گمراہ کیا جاتا ہے :

قتل عام مقدونیہ

جناب - ہم میں سے بعض اپنے عیسائی بھائیوں کے خلاف الزام یقین کرنے کے کیسے حریص ہیں ' لیکن الزامات خواہ کیسے ہی خطرناک ہیں ' اگر سچ بھی ہوں تو بھی ایک ترک کو اس کے خلاف شکایت کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں - کیونکہ یہ تو اس کے اپنے ہی ہاتھہ کا بویا ہوا پھل ہے جو اسے آج کاٹنا پڑا - جو خطرناک نقشہ سنہ ۱۸۹۶ ع کے قتل عام آرمینیا کا ایک چشم دید گواہ نے مجھہ سے بیان کیا تھا ' اس کا اثر اس وقت تک میرے دماغ پر ہے - اگر عیسائی باقاعدہ افواج نے ایسے افعال کئے ہیں جو ایک عیسائی کے شایاں نہ تھے تو یہ تو اس تعلیم کا نتیجہ ہے جو صدیوں سے مسلمانوں نے ان کو دی ہے اور یہ ایک مزید وجہ ہے کہ مسلمانوں کی حکومت کو اب مٹادیا جائے - ایک ظلم رسیدہ قوم یا تو روسی آرمینیوں کی طرح بزدل ہوجائیگی یا اہل کریٹ کی طرح ندر خونریز ہوجائیگی - مسلمانوں نے ہرجگہ مصر اور ہندوستان میں عیسائی حکومت سے فائدہ اٹھایا لیکن عیسائیوں کی حالت تو کبھی بھی اسلامی حکومت کے ماتحت درست نہ ہوئی - اگر یہ الزامات صحیح ہیں تو بیشک یہ ایک نہایت ہی دردناک مثال ہیں -

سینٹ مارکس ویکر	لا یونیل لولیس
وائٹ چیپل	۱۳ فروری سنہ ۱۹۱۳ ع

اسمیں شک نہیں کہ انگلستان کو جو مراعات ہماری ہیں ' ان کیوجہ سے وہ بیشک اب تک الگ رہا ہے ' لیکن مجھے خطرہ ہے کہ ہماری صلیبہ پسندی اور ہماری معکوسی فطرت تو کچھہ ایسی ناقابل اصلاح سمجھی گئی ہے کہ شاید انگلینڈ اب ایسے کمزور کا ساتھہ نہ دے - ابھی ابھی اس کی پشتینی دوستی مبدل بغیر جانب داری ہوچکی ہے اور یہ غیر جانب داری بھی ممکن ہے قائم رہے یا نہ رہے -

برادران ! جسمانی طور پر تو میں آپ سے بہت دور ہوں لیکن میرا دل آپ کے ساتھہ ہے - میری یہ چٹھی جس تکلیف کا باعث ہوگی اس کی کیفیت اور کمیت کو میں یہاں بیٹھا محسوس کررہا ہوں ' لیکن آپ صبر سے کام لیں اور نہایت ٹھنڈے دل کے ساتھہ ان تجاویز پر غور کریں ' جن سے اس مصیبت کا علاج ہو - ہمارے متعلق یورپ نے جو محاکمہ اور قیاس کیا ہے اگر وہ درست ہے ' تو پھر شکوہ و شکایت ہی کیا - اگر ہمارے دین لوگوں نے اب کن چھوڑے ہیں تو پھر ہم اس بات کے ہی مستحق ہیں ' لیکن اگر یورپ دریاے جہالت میں غرق ہے اور ہمارے متعلق عمداً افترا اور غلط بیانی کا شکار ہو رہا ہے تو پھر ہمارا فرض ہے کہ ہم یورپ کو اس غلطی سے نکالیں اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آزادی اور حریت کی جس سرزمین میں بیٹھا ہوں اس میں لکھوکہا ایسے انسان نکلیں گے - زیادہ توضیح کے لئے میں آپ کو آج سے پچاس سال پہلے کے دن یاد دلاتا ہوں جبکہ انگلستان ترکی کا رفیق تھا - اس وقت ہم انگلستان کی مدد پر حصر کرتے تھے -

اگر گلیڈسٹن کی متعصب مسیحی فطرت اسلام کو نہ دیکھہ سکتی تھی ' اور وہ یہی چاہتا تھا کہ ترک بیک بینی و دوگوش یورپ سے نکل جائیں تو حرج نہ تھا - اس کے برخلاف یہاں ایک زبردست عام راے بھی تھی جس کا گلیڈسٹن کو مقابلہ کرنا تھا - چنانچہ وہ دنیا سے رخصت ہوگیا ' لیکن اس آرزو کو ساتھہ ہی لے مرا - انگلستان کی محبت عثمانیہ کو نفرت عثمانیہ سے

بدل دینا ایک بڑا بھاری کام تھا - چنانچہ اس کمینہ اور گندے کام کو سر انجام دینے کے لیے بدگو، مفتری، جھوٹ بولنے والوں کی ایک نسل پیدا ہوگئی - ترکوں کے برخلاف بلحاظ قوم تو کیا کہاجاسکتا تھا، اس لیے ہر ایک قابل نفرت امر اسلام کے سر تھوپا گیا - کیونکہ یہ ترکوں کا مذہب تھا، اور اس مذہب کو جو دنیا میں امن، روشنی، اور تہذیب لایا، اور جس کی تعلیم نے کل تہذیب جدید کے بنیادی اصول تعلیم کیے، اس مذہب کو تاریک سے تاریک رنگوں میں ظاہر کیا گیا جس کا نتیجہ موجودہ حالات ہوگئے -

خدا تعالی کی مصلحت نے ہمیں برطانوی سلطنت کے زیر سایہ رکھا ہے اور کئی طریق پر یہ سلطنت ہمارے لئے مفید بھی ہوئی ہے - اب بھی انگریزی قوم انصاف و نصفت شعاری کی حامی ہے - اب بھی کمزور کا ساتھ دینا اس قوم کا شعار ہے اور مجھے یقین کامل ہے کہ اگر عمدہ رہنمائی سے باضابطہ کوشش کی گئی اور ہم نے اپنے معاملات سے یہاں کے لوگوں کو اطلاع دی تو یقیناً یہاں پالیسی بدل سکتی ہے - علاوہ اس "جان بل" اپنے معاملہ کو خوب سمجھتا ہے اور کسی کے لیے اپنے معاملہ کو نہیں بگاڑ سکتا -

جن لوگوں نے ہمارے خلاف یہ صورت حال پیدا کر رکھی ہے وہ بھی بڑے ہوشیار ہیں، وہ بھی کوشش میں لگے ہی رہتے ہیں کہ یہاں کے متدین لوگوں کو ہمارے معاملات اصلی حالت میں نظر نہ آویں - وہ جانتے ہیں کہ مسلمانان ہند کی متفقہ آواز اگر یہاں پہنچ گئی تو یہاں کے خیالات اور رائے کے بدلنے کے لئے کافی ہوگی - اسلیے ہمارے حالات اور کاروبار کو آئندہ طور پر یا نہایت ہی خفیف کرکے بیان کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑتے - مثال کے طور پر میں اس دلچسپی کا ذکر کرتا ہوں جو آج کل ہمیں معاملات ترکی سے ہے - وہاں سلطنت کے بڑے بڑے شہروں میں آپ عظیم الشان وقیع جلسہ کر رہے ہیں، جن کی اہمیت نے اعلی افسران سلطنت تک کو آپ کا ہمدرد بنا رکھا ہے - لیکن یہاں کا اخبار پال مال گزٹ اپنے ناظرین کی آنکھوں میں خاک ڈالتا ہے، جب وہ اپنی ۳۱ - کی اشاعت میں بیان کرتا ہے کہ کلکتہ، لاہور، یا دیگر مقامات کے اسلامی جلسے جو بلقانی جنگ کے متعلق برطانوی طریق عمل پر ہو رہے ہیں، چنداں قابل التفات نہیں - کیونکہ نوجوان ترکوں کی طرح یہ جلسے بھی چند نوجوان مسلمانوں کی شورش سے ہیں - تمام مسلمان قوم تو اس وقت سخت گھبراہٹ اور بے چینی میں ہے اور یہاں کنسرویٹو جماعت کا یہ آرگن لوگوں کو یقین دلاتا ہے کہ ہم کو ترکی سے کوئی تعلق نہیں اور نہ مسلمانان ہند کو اس قدر انہماک ترکی کے متعلق تشویش ہی ہے، بلکہ یہ تو انڈیا مسلم لیگ کے چند نوجوان ممبروں کی کارروائی ہے - جب ہماری حکمران قوم کی یہ بدقسمتی ہے کہ اس میں ایسے ناقابل اعتبار وقائع نگار اور قوم میں رائے پیدا کرنے والے ایسے نااہل انسان پیدا ہوگئے ہیں، تو پھر اگر وہ کوئی غلطی کر گذرے تو اس قوم کا کیا قصور؟ یہ تو محکوم قوم کا پہلا فرض ہے کہ وہ اپنے حکمرانوں کو اپنے حالات سے صحیح اطلاع دینے کا مناسب انتظام کریں - ہمارے برادران وطن بھی بڑے ہی ہوشیار اور سمجھدار ہیں - مدت سے انہوں نے اس راز کو سمجھ لیا ہے اور نہایت ہی اطمینان بخش اس کا علاج کرلیا - انہوں نے یہاں نہایت ہی نامعلوم لیکن نہایت ہی کارگر ذرائع پیدا کرلیے جن سے وہ اپنے مفید خیالات پیدا کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں اور اپنی پیش بینی کے ثمرات حاصل کر رہے ہیں -

برادران قوم! آج آپ لکھنؤ میں اُن امور پر غور کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں جو بالکل آپ کے قریب پیش نظر ہیں - لیکن خدا را اپنے ہم وطن ہندو بھائیوں کی طرح الگ تھلگ کی چار دیواری میں اپنے اغراض و مفاد کو محدود نہ کرو - مسلم تو کل روے زمین کا باشندہ ہے - اس کا وطن تو کل دنیا ہے - وہ تو نواحی حالات کا غلام نہیں *

برادران! تمہیں ایک دن خدا اور اس کے رسول کے سامنے حاضر ہونا ہے جس نے تم میں اپنا مقدس پیغام چار اکناف عالم میں پہنچانے کے لیے ودیعت کیا ہے لیکن اب نصف دنیا کا دروازہ تم پر بند ہونے لگا ہے اور بقدر نصف دنیا میں تمہارے دشمنوں نے تمہارے دن گن چھوڑے ہیں - ان حالات کے پیدا کرنے کا ذمہ دار ایک حد تک یورپ کا وہ شرق بھی ہے، جس کے ماتحت وہ کل دنیا پر اپنی عظمت قائم کرنے کی فکر میں ہے - لیکن اس کا بڑا بھاری باعث وہ غلط رائے اور غلط محاکمہ، اور غلط مفہوم ہے - جو مغرب میں اسلام کے متعلق قائم ہوچکا ہے - یہ اوترا اور بہتان جو ہم پر یہاں لگائے جاتے ہیں کچھ تو پادریوں کی مہربانی ہے اور کچھ ایک سخت گہری پولیٹکل مصلحت کا نتیجہ ہے - بدگو مفتریوں کے نہ تھکنے والے قلم نے ہم کو زیادہ تر نقصان پہنچایا ہے - اب اگر ضرورت ہے تو اس کے مقابل ایسے ہی قلم کی ہے جو حمایت میں اٹھے!

ہاں کہو اور خوب یاد رکھو یورپ کے آلات حرب تمہیں اس قدر خاک میں نہیں ملا رہے ہیں، بلکہ یورپ کی گمراہ کردہ وہ عام رائے یہ کام کر رہی ہے جو ہمارے متعلق ہے اور جس نے یہ ایام بد ہمارے لیے پیدا کردیے ہیں - خدا نے چاہا تو ترک تو اس مصیبت سے نکل ہی جاویں گے - لیکن ہمارا بہ حیثیت قوم روے زمین پر قائم رہنا اس رائے اور محاکمہ کی تبدیلی پر منحصر ہے، جو نہایت رذیل طریق پر ہمارے خلاف قائم ہوچکی ہے -

برادران! یہ ایک بڑا بھاری مسئلہ آپ کے سامنے ہے اور آپ کی فوری اور آنی توجہ اور غور کو چاہتا ہے - میں تو یہاں عاجزانہ طریق پر اپنی مذہبی دھن میں آنکلا تھا اور دولت کمانا تو میرا مقصد ہی نہ تھا - میں تو خود اپنی روز افزوں چلتی وکالت کو پیچھے چھوڑ آیا ہوں جسکے متعلق آپکا انتخاب کردہ پریسیڈنٹ آپکو اطلاع دیگا - لیکن مجھے یہاں آکر اپنے ارادہ کو کچھ بدلنا پڑا - میں اپنے نقصوں سے واقف ہوں اور یہ بڑا بھاری کام ہے جو میرے سامنے ہے اور اس کام کا حق اسی صورت میں ادا ہوسکتا ہے جب ہمدردانہ کوشش مل جل کر ہو - میں تو دل سے چاہتا ہوں کہ میری جگہ کوئی مجھ سے بہتر اور زیادہ کامل انسان آلے - میرا دل چاہتا ہے کہ لندن میں آپکے روزانہ اور ہفتہ وار اخبار ہوں جو ہزاروں میں مفت تقسیم ہوں، کوئی کامرنڈ ہو، کوئی معتمن ہو، کوئی آزاد ہو، کوئی ریویو آف ریلیجنز، کوئی زمیندار ہو،

خدا آپ کے ساتھ ہو اور آپ کے دلوں میں وہ ضروری باتیں القا کرے جس سے آپ کے معاملات اس روئے زمین پر مضبوط و مستحکم ہوں -

آپکا دینی بھائی
خواجہ کمال الدین
۱۱۸ - فلیٹ اسٹریٹ - لندن

الہلال کی ایجنسی

— * —

ہندوستان کے تمام اردو، بنگلہ، گجراتی، اور مرہٹی ہفتہ وار رسالوں میں الہلال پہلا رسالہ ہے، جو باوجود ہفتہ وار ہونے کے، روزانہ اخبارات کی طرح بکثرت متفرق فروخت ہوتا ہے - اگر آپ ایک عمدہ اور کامیاب تجارت کے متلاشی ہیں، تو اپنے شہر کیلیے اسکے ایجنٹ بن جایئے -

ادبیات

جراٴت صداقت

صدقوں حضرت (عباس) بھي تھے شامل کفر * کم سے کم یہ ' کہ رسالت پہ نہ تھا اُن کو یقیں
(بدر) میں آکے لڑے ' اور گرفتار ہوے * بسکہ تقدیر میں تھي خانۂ زندان بھي رہیں
قیدیوں کے لیے جو گھر کہ ہوا تھا طیار * اتفاقات سے تھا خانۂ مسجد کے قریں
رات کو حضرت عباس کراہے اکثر * قید کرتے ہوے لوگوں نے جو مشکیں تھیں کسیں
دیر تک سرورِ عالم کو رہي بے خوابي * کروٹیں لیتے تھے اور نیند نہ آتي تھي قریں
وجہ پوچھي جو صحابہ نے ' تو یہ فرمایا ! * " آتي ہے کان میں عباس کي آوازِ حزیں "
جب سنا یہ ' تو وہیں کھول دیے ہات اُن کے * چین سے حضرت عباس نے راتیں کاٹیں

* * *

تھا اِنھي حضرت عباس کا پوتا (منصور) ' * جو کہ ایوانِ خلافت میں ہوا تخت نشیں
ایک دن حکم دیا اُسنے کہ (اولاد رسول) * ایک جا جمع کیے جائیں ' جو مل جائیں کہیں
پھر دیا حکم کہ ان سب کو پنھا کر زنجیر * کہہ دو اِن سے کہ بنیں خانۂ زنداں کے مکیں

* * *

ایک دن سیر کو اس شان سے نکلا (منصور) * پا بزنجیر تھے سادات یسار اور یمیں
ساتھ ساتھ آگے تھے پیدل جگر و جانِ رسول * اور منصور تھا زیب حرم خانۂ زیں

* * *

ایک نے مجمع سادات سے بڑھکر یہ کہا : * "گرچہ اس لطف کے مشکور ہیں ہم خاک نشیں
غزوۂ بدر میں لیکن جو کیا ہم نے سلوک * وہ تو کچھ اور تھا ' ہے یاد بھي تمکو کہ نہیں ؟"

(شبلي نعماني)

غزل

مراکہ یک دل و صد گونہ آرزو ہا ہست * شکیب و صبر چگویم کہ نیستم ' یا ہست
دلم بہ نازکي لعل او همي لرزد * کہ بوسہ بے ادب و شوق بے محابا ہست
ز ناوکِ اغلاط انداز خود چہ مي ترسي * بیا کہ برلب من شکوہ ہاے بیجا ہست
حدیث خلد چو گویند با من مجنوں * گماں برم کہ مگر گوشۂ ز صحرا ہست
رسیدہ تا سر با بم پر است ' و غمزۂ او * ہنوز در ادب آموزي تقاضا ہست
نہ سخت جانے من کیں مباد کز عمرے * مدار زندگیم وعدہ ہاے فردا ہست
ہزار حیف کہ در ملکِ حُسن نتواں یافت * بجز متاع جفاے کہ ہست و ہر جا ہست
بیا کہ ما و تو ہر دو برابر اُفتادیم * ہر آں قدر کہ وفا با تو نیست ' باما ہست
جفا کني و بہ ایں خیرگي نمي ترسي * کہ روز داد گر امروز نیست ' فردا ہست
ہنوز نشۂ دوشینہ در سرم باقي است * کہ درس گویم و بعثم ز جام و صہبا ہست

(شبلي نعماني)

PRINTED & Published by A. K. AZAD, at The HILAL Electrical Prtg. Pblg. House, 7/1 Macleod Street, CALCUTTA

اختلال دولت عثمانیہ

اور

مصائب اسلامی

حضرت مولانا - السلام علیکم - آجکل جو مصائب اسلامی دنیا پر حسب مشیت ایزدی نازل ہو رہے ہیں ' وہ اظہر من الشمس ہیں - وہ مسلمان خوش قسمت ہیں جو اخباری دنیا سے باہر رہتے ہیں - جنکو اسوقت تک معلوم بھی نہیں کہ قسطنطنیہ کہاں ہے ؟ کہاں جنگ ہو رہی ہے ؟ اور فریقین جنگ کون ہیں ؟ ایسے بیخبر مسلمانوں کی تعداد بھی کروروں سے کم نہیں ' مگر جو لوگ جانتے ہیں کہ قسطنطنیہ مرکز خلافت ہے اور اسوقت صلیب پرستوں کی مظفر و منصور فوجیں اس اسلامی مرکز کے دروازہ تک پہونچ گئی ہیں اور بزور شمشیر دروازہ توڑکر اندر داخل ہونیکے لیے تیار ہیں' ایسے لوگوں کی تعداد بھی اسوقت کروروں سے کم نہیں - یہاں پرسوں پنجشنبہ کے روز معلوم ہوا کہ بلغاریوں نے ایڈریا نوپل تسخیر کرلیا ' توحید رہانیے رخصت ہولی اور تثلیث کا دور دورہ شروع ہوگیا - میری زبان سے اسوقت بے اختیار یہی نکلا " یالیتنی مت قبل ھذا و کنت نسیا منسیا " اب بہر حال جنگ کا خاتمہ ہے - عارضی صلح کے خاتمہ پر بلغاریوں نے جو دھمکی دی تھی اور جسکی وقعت ہماری اسلامی نظروں میں گیدڑ بھبکی سے زیادہ نہ تھی ' اوسکی واقعات نے تصدیق کر دی -

اب میں اپنے چند خیالات جناب کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں - مجھے یقین ہے کہ یہی خیالات اسوقت لاکھوں مسلمان دلوں میں موجود ہونگے اور اگر آپ اپنی راے ان خیالات کے متعلق اپنے اخبار کے ذریعہ سے ظاہر فرمالینگے تو خالی از فائدہ نہوگا -

جسوقت بلغاریوں نے فرق کلیسا پر صلیب کا جھنڈا نصب کیا اسیوقت مسٹر گلیڈسٹن کی آرزو کی تکمیل ہوگئی ' یعنی خداوند واحد کے پرستارونکا سر زمین یورپ سے نام و نشان مٹ گیا : اللھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء !!

اب بھلا اس صلیبی سیلاب کو کون روک سکتا ہے ؟ خدا کے لیے تو بلاشبہ سب کچھ ممکن ہے مگر خدا کی جو مشیت ہے وہ اون اسباب سے صاف ظاہر ہے جو اوسنے اسوقت پیدا کررکھے ہیں - ترکوں میں نہ تو اتفاق ہے نہ دولت ' نہ علوم اور نہ قوت انتظامیہ - البتہ بلحاظ شجاعت و شہامت وہ اسوقت بھی دنیا میں اپنی نظیر نہیں رکھتے مگر خالی شجاعت سے بنتا ہی کیا ہے سوڈان کے درویش جس قسم کے بہادر تھے وہ دنیا کو معلوم ہے - آخری جنگ میں انکی شجاعت ہی اونکی شکست کا باعث ہوئی - ترکوں کے مقابلہ میں ایک طرف تو تمام صلیبی دنیا ہے اور دوسری طرف خود اندرونی فساد ہے - میں نے جسوقت آپکا وہ پرچہ دیکھا جسکے ٹائیٹل پیج پر ناظم پاشا کولی کھا کر گرتا ہوا نظر آتا تھا تو میری زبان سے بے اختیار نکلا کہ " خدا حافظ اوس قوم کا ' جسکے گھر کے دروازہ تک زبردست دشمن پہنچگیا ہو اور وہ آپسمیں ایک دوسریکو بندوق کا نشانہ بنا رہی ہو "

ترک کیوں مغلوب ہوئے ؟ اسکے جواب میں خود اہل یورپ تسلیم کرتے ہیں کہ بلقانیوں نے ترکوں کو مغلوب نہیں کیا ' بلکہ بلقانیوں کے سامان رسد رسانی نے ترکوں کے سامان رسد رسانی کو مغلوب کرا لیا - یعنی یہ جنگ سپاہیوں کی جنگ نہیں تھی بلکہ بلغاری محکمہ کمسریٹ ' ترکی محکمہ کمسریٹ سے لڑ رہا تھا - بلغاریوں کے پاس کھانیکو موجود تھا اور بیچارے ترک بھوکے تھے - میرے خیال میں اس بد انتظامی کا ذمہ دار کوئی خاص شخص نہیں ' بلکہ اسکا باعث عام خرابی نظم و نسق ہے جس سے غالباً ترکی گورنمنٹ کا کوئی محکمہ بھی آزاد نہیں -

پس ایسی صورت میں اگر آغا خاں نے ترکوں کو یہی مشورہ دیا کہ اب آیندہ کے لیے یورپ کو ترک کردو اور ایشیا کو اپنا موطن سمجھو تو اسمیں کیا برائی ہے ؟ قدرت نے سامان ہی ایسا مہیا کر دیا ہے کہ لا محالہ یورپ چھوڑنا پڑے - مسلمانوں کے لیے تو یہی غنیمت ہے کہ کسیطرح ترک ایشیا ہی میں اپنا قدم مضبوطی سے جمالیں' ورنہ سامان تو کچھ ایسا نظر آتا ہے کہ یہاں بھی اونکو آرام و چین نصیب نہ ہوگا -

(۲) مجھے سخت تعجب ہوتا ہے جبکہ میں بعض سر برآوردہ اسلامی اخبارونمیں اس امر کی تحریک دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں کو یورپین ساخت کی اشیا کا استعمال ترک کردینا مناسب ہے -

پولیٹکل ماتحتی کا لازمی نتیجہ تمدنی اور تجارتی ماتحتی ہے یورپ کے اسباب کا بائیکاٹ کرنا قریباً ایسا ہی نا ممکن ہے جیسا کہ آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا - ممکن ہے کہ بعض افراد قوم بعض اشیاء یورپ کا استعمال چھوڑ دیں ' مگر اس سے یورپ کیا صدمہ محسوس کریگا - کام وہ کرنا چاہیے جو ممکن ہو ؟ نہ کہ یہ کہ آپ کوہ ہمالیہ کو اوسکے مقام سے ہلا دینے کی کوشش کریں - یہ تو ممکن ہے کہ آپ دو چار پتھر وہانسے اٹھا لائیں مگر پہاڑ کو اوسکی جگہہ سے ہلا دینا ناممکن اور محال ہے - اسیطرح چند اصحاب کا بعض اشیاء یورپ کو بائیکاٹ کردینا ممکن ہے' مگر ایسا عام بائیکاٹ جسے اہل یورپ محسوس کریں از قبیل محالات ہے - مگر باوجودیکہ بائیکاٹ صاف طور پر ایک نا ممکن امر ہے' تاہم بعض صاحب الراي نہایت سنجیدگی سے اسبارہ میں خامہ فرسائی فرما رہے ہیں -

(۳) میں کچھہ بہت متمول نہیں ہوں تاہم جسقدر مجھکو خدا نے ہمت دی ہے میں مسلمان مصیبت زدگان جنگ کی امداد کے لیے روپیہ بھیجتا رہا ہوں ' اور مجھے یقین ہے کہ اسوقت خیرات کا مصرف سب سے زیادہ بہتر اور مقدم یہ ہے کہ اپنے اون مسلمان بھائیوں کی جو اس جنگ کے سبب سے گرفتار مصیبت ہیں حتی المقدور روپیہ کے ذریعہ سے امداد کیجائے - اس سے بڑھکر میرے خیال میں کوئی کار خیر نہیں - مگر تمسکات قرض کی خرید کے بارے میں میری راي ڈانواں ڈول ہے - میں نے کئی دفعہ ارادہ کیا کہ کچھہ تمسکات خریدوں مگر چند خیالات اسوقت تک مانع رہے ہیں اور وہ یہہ ہیں -

ترکی کی مالی حالت اسقدر خراب کیوں ہے ؟ خرابی کا باعث بجز اسکے اور کیا ہے کہ انتظام سلطنت سزاوار تحسین نہیں - اگر ممکن ہے کہ اسوقت کارکنان سلطنت (ماضی و حال) کی جیبیں روپیوں سے پر ہوں اگر چہ خزانہ سلطنت بالکل خالی ہے' تو کیا ممکن نہیں کہ اسوقت جو روپیہ گورنمنٹ ترکی کو بطور قرض دیا جائے وہ بجاے اسکے کہ اسلامی اور قومی کاموں میں صرف ہو بعض غدار اہلکاران سلطنت کے پرایوٹ خزانوں میں پہنچ جائے اور اونکے لیے مزید عیش و عشرت کا سامان مہیا کرے ؟ اس موجودہ جنگ کے نتائج صاف بتلا رہے ہیں کہ ان نتائج کے ذمہ دار ترک سپاہی نہیں بلکہ ترک اسٹیٹسمین ہیں' پس ہمکو کسطرح یقین ہوسکتا ہے کہ یہہ روپیہ جو اسوقت ہم علحدہ بطور قرض کے بھیجینگے وہ فی الحقیقت ترک سپاہیوں ہی کے کام آئیگا - اسوقت ٹرکی میں کوئی مستقل حکومت نہیں - دو یا اس سے بھی زائد پارٹیاں ہیں اور وہ ایک دوسرے کی جان کی دشمن - گذشتہ وزارت کا انقلاب ایک مشہور اور معمار ترک افسر کی جان قربان کرنیکے بعد واقع ہوا - اوسوقت ہندوستان کے اسلامی اخباروں نے خوشیوں کے

لشکر لڑائی اور بڑے جوش سے ترکوں کو اجراے جنگ کا مشورہ دیا مگر نتیجہ کیا ہوا ؟ - وہ جو پرسوں معلوم ہوگیا جبکہ پیروان یسوع مسیح صلیب کا جھنڈا ہاتھوں میں لیے ہوئے اس شہر میں داخل ہوئے جو کئی سو برس تک ترکوں کا دار السلطنت رہچکا ہے - آج اوس مسجد کی کیا کیفیت ہوگی جسکی تصویر کچھہ عرصہ ہوا آپکے اخبار میں شائع ہوئی تھی ؟ انا للہ و انا الیہ راجعون - یہ جو کچھہ ہوا حسب فرمان ایزدی ہوا مگر اسکی ذمہ داری کا بوجھہ کسکی گردن پر ہے ؟ تمام ترکی لیڈروں کی گردنوں پر - خواہ وہ کامل پاشا کے پیرو ہوں اور خواہ ممبران انجمن اتحاد و ترقی - عجب شان ایزدی ہے کہ ایک طرف تو ترکوں جیسی شجاع قوم اور دوسری طرف چار چھوٹی چھوٹی ریاستیں - اور یہ چاروں صرف چار دن کے عرصہ میں ایک ایسی عظیم الشان سلطنت کا شیرازہ پراگندہ کردیں ! اسکا باعث سواے اسکے اور کچھہ نہیں کہ ادھر ترک مزے سے میٹھی نیند سو رہے تھے اور ادھر سالہا سال سے بلقانی اس جنگ کے لیے تیاریاں کر رہے تھے - ترکوں کو یہ بھی خبر نہ تھی کہ ہماری ہمسایہ ریاستیں کس تیاری میں مصروف ہیں اور انکی فوجی طاقت کس پایہ تک پہنچگئی ہے - اس غفلت اور کوتاہ اندیشی کا نتیجہ وہی ہوا ' جو ہونا تھا - اب آپ فرمائیں کہ اگر اس صورت میں ہمارے ہندوستانی مسلمان مر مرا کر دو تین کروڑ روپیہ بطریق قرض حسنہ یا بامید ملاقعہ گورنمنٹ ترکی کے نذر کردیں تو کیا نتیجہ اسپر مرتب ہوگا ؟ کیا یہ روپیہ اونکو خواب غفلت سے بیدار کردیگا ؟ اور کیا اس روپیہ سے وہ اسلامی عظمت جسکا رونا آج تمام اسلامی دنیا رو رہی ہے از سر نو یورپ میں قایم ہو سکتی ہے ؟

(۴) مجھکو ترکوں سے بغایت ہمدردی ہے جسکا باعث صرف یہ ہے کہ وہ مسلمان ہیں اور نیز اسوقت تک اونکا شمار بخود مختار قوموں میں ہے - مگر کیا یہ صحیح امر ہے کہ قسطنطنیہ عرش خلافت ہے ؟ اور سلطان روم (خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ) خلیفۃ المسلمین ہیں ؟ میرا عقیدہ تو یہ ہے (اور اگر اسکی خلاف کوئی معقول دلیل موجود ہے تو میں یہ عقیدہ بدلنے کے لئے تیار ہوں) کہ جناب پیغمبر خدا صلعم کی وفات کے بعد صرف تیس سال تک خلافت قایم رہی ' بعد ازاں سلطنت قایم ہوگئی ' آخری خلیفہ حضرت امام حسن علیہ السلام ہوے اور اسلامی دنیا میں پہلا بادشاہ حضرت معاویہ - پس اصل مرکز خلافت مدینہ منورہ تھا - جب یہاں مسلمانوں کے ہاتھہ سے خلافت کا خاتمہ ہوا تو پھر ایک نئی قسم کی خلافت سلطنت کے رنگ میں مختلف مقامات میں جلوہگر ہوئی - ترک بادشاہوں نے بزور شمشیر سلطنت قایم کرلینے کے بعد ایک خاص موقعہ پر اپنے آپ کو عباسی خلافت کا وارث بنالیا - یہ خلافت بہر حال اوس خلافت سے بالکل مختلف تھی جو پیغمبر خدا صلعم کی وفات کے بعد مدینہ منورہ میں قایم ہوئی تھی - پس اگر یہ خلافت وہ خلافت نہیں تو پھر اس خلافت سے مراد کیا ہے ؟ کعبہ کی حفاظت خداے تعالی کے اختیار میں ہے ' اسوقت تک ترکوں کی تلوار نے اسے محفوظ نہیں رکھا - غیر قوموں نے اگر اسوقت تک کعبہ مقدس کا رخ نہیں کیا تو اسکا باعث یا تو یہ ہے کہ وہ عام اسلامی جوش جہاد سے خائف ہیں اور یا یہ کہ وہ اس ریگستانی سرزمین کو اپنی توجہ کے لایق نہیں سمجھتے - بہر حال اگر کسی مخالف قوم نے کبھی اسطرف توجہ کی تو خدا خود اپنے گھر کی حفاظت کے لیے کافی ہے - جو انجام اصحاب فیل کا ہوا وہی انجام غالباً اوس فوج کا بھی ہوگا - خاکسار

محمد احتشام الحق

مسئلۂ تعطیل جمعہ

— * —

مسٹر غزنوی کے سوال کا گورنمنٹ کی طرف سے جو جواب دیا گیا اسکے بعد تعطیل جمعہ (نصف روز کی) ضرورت ہے یا نہیں ؟

— * —

مسلمان ایک مدت سے اس بات کو محسوس کرتے تھے کہ جمعہ کے دن سرکاری عدالتوں کے کھلے رہنے سے مسلمان ملازمین کو عملاً ایک فرض مذہبی کے ادا کرنے سے باز رہنا پڑتا ہے - چنانچہ ایک دو سال سے اسکے متعلق مسلمانوں نے کوشش شروع کی ' اور مسٹر غزنوی کی تحریک و سعی سے گورنمنٹ بنگال نے دو گھنٹہ کی چھٹی منظور کرلی - حال میں مسٹر غزنوی کے سوال پر گورنمنٹ کے ممبر نے کونسل میں کہا کہ گورنمنٹ بہ خوشی اسبات کو منظور کریگی کہ جو مسلمان ملازم جمعہ کے ادا کرنے کے لیے چھٹی طلب کرے ' اسکو اجازت دیدی جاے -

اس کارروائی سے بعضوں کو یہ خیال پیدا ہوکر اطمینان ہوگیا ہے کہ اب جمعہ کی تعطیل (نصف روز) کی تحریک کی ضرورت نہیں رہی - لیکن بہت سے لوگ ایسے ہیں جو سمجھتے ہیں کہ اس کارروائی نے عملی مسئلہ کو حل نہیں کیا ' گورنمنٹ کے طرف سے جو جواب دیا گیا ہے ' اسکا مطلب بظاہر یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان ملازم ' اپنے افسر سے جمعہ کے دن نماز کے لیے چھٹی طلب کریگا تو وہ اسکو چھٹی دیدیگا - لیکن یہ اجازت اور دو گھنٹہ کی عام تعطیل ' دو مختلف باتیں ہیں -

اجازت کے حکم کا منشا یہ ہے کہ ہر ملازم کو ہر دفعہ جمعہ کے دن - اجازت طلب کرنی پڑیگی - اس صورت میں ظاہر ہے کہ خاص خاص حالات میں اکثر ملازموں کو خود اجازت طلب کرنے میں تامل ہوگا - مثلاً جب وہ دیکھیگا کہ اسکا افسر مسلمان نہیں ہے ' اور اسکو کسیکی مذہبی پابندی کی نسبت ' دفتر کے کام کے پورا ہونے کا زیادہ لحاظ ہے ' تو اس صورت میں گو ملازم کو یہ یقین ہوگا کہ اجازت بہ ہر حال مل جائیگی ' تاہم اسکو بار بار اجازت طلب کرنے میں پھر بھی تامل ہوگا - بخلاف اسکے اگر یہ معلوم ہو کہ مسلمانوں کو جمعہ کے دن ۲ - گھنٹے کی عام اجازت ہے ' تو بے تکلف ہر شخص اس اجازت سے مستفیض ہوسکیگا -

اسکے علاوہ مسلمانوں کی اصلی خواہش یہ ہے کہ یہ دو گھنٹہ کی چھٹی مسلمان ملازموں کے ساتھہ مخصوص نہ رہے ' بلکہ عام طور پر جمعہ کے دن آدھے دن کی تعطیل دیدی جاے - اسلیے کہ اگر یہ تعطیل مسلمانوں کے ساتھہ مخصوص رہی تو مسلمان ملازموں کو یہ اندیشہ رہیگا کہ غیر مسلمان افسر ہمیشہ مسلمان ملازموں کو اپنی ماتحتی میں لینا پسند نہ کرینگے - کیونکہ انکو ہمیشہ یہ نظر آیگا کہ ہر آٹھویں دن ایسے ملازموں کی وجہ سے سرکاری کاموں کے انجام دینے میں دو گھنٹے ضائع ہوجاتے ہیں -

ان وجوہ کی بنا پر ' ہم تمام اسلامی اخبارات اور اہل الراے حضرات سے مستدعی ہیں کہ وہ بہ تفصیل و توضیح اس امر کے متعلق اپنی راے کا اظہار کریں ' کہ آیا گورنمنٹ کی موقت اور محتاج الاعادہ اجازت پر قناعت کرلینی چاہیے یا عام تعطیل کے لیے درخواست کرنی چاہیے ؟

اور یہ ' کہ اسپر اکتفا کرنا چاہیے کہ یہ نصف روزہ تعطیل مسلمانوں کے ساتھہ مخصوص رہے ' یا عام کردی جاے ؟

شبلی نعمانی - لکھنو

مذاکرۂ علمیہ

احیات

علم الحیات پر ایک خطبۂ علمیہ

اور

انکشافات حدیثہ کے بعض نتائج مہمہ

(۲)

پچاس سال ہوئے کہ (ٹامس گریہم) نے حالت ہلامیہ میں مادیہ کے خواص پر اپنے ملاحظات شائع کیے تھے - یہی ملاحظات ہیں جو علم الحیات کے عصر جدید کا دیباچہ ثابت ہوے -

ذی حیات مادوں کے خواص کے سمجھنے میں ان سے بیحد مدد ملی - ہمارے عملیات طبیعیہ و کیمیاویہ جس قدر ترقی کرتے جاتے ہیں' اسی قدر ہم کو یقین ہوتا جاتا ہے کہ طبیعی و کیمیاوی حیثیت سے ذی حیات مادے' حیوانات ہی کی طرح ہیں -

ذی حیات مادے ہمیشہ سیال شکل اختیار کرکے رہتے ہیں - اس سیال شکل میں ہلامیات کے علاوہ بلور نما اجسام بھی ہوتے ہیں' جو کبھی ہلامی ذرات سے متصل ہوتے ہیں اور کبھی غیر متصل -

ہلامیات اور بلور نما اجسام سے مرکب ذی روح مادوں کے گرد ایک جھلی سی ہوتی ہے - یہ جھلی اکثر ہلامیات کی ہوتی ہے اور کبھی اسکے ساتھہ ایک روغنی طبقہ بھی ہوتا ہے - یہ جھلی کو سیال ہلامی اور ایک دوسرے سیال میں حائل ہوتی ہے مگر تاہم ان دونوں سیالوں میں باہم برابر مبادلہ ہوتا رہتا ہے - سیال ہلامی سے پروتوپلاسم (۱) نامی ایک شے پیدا ہوتی ہے - پروتوپلاسم میں جلد اور جھلیاں بھی ہوتی ہیں - ان جھلیوں میں بسا اوقات ایسے طبیعی یا کیمیاوی صفات پائے جاتے ہیں' جن کی بدولت بعض مادوں کا پروتوپلاسم کی صورت میں منتقل ہوجانا' یا اس سے بالکل نکل جانا نہایت آسان ہوجاتا ہے -

ان طبیعی حالات میں پیدا ہونے والے تغیرات' اور ان تغیرات کا مجموعہ' جو پروتوپلاسم میں پیدا ہونے والے کیمیاوی اسباب کا نتیجہ ہوتے ہیں' انکی تمثیل و عدم تمثیل کا باعث ہوتا ہے - جنکے مماثل تغیرات' خارج از جسم بھی طبیعی یا کیمیاوی ذرائع سے پیدا کیے جا سکتے ہیں -

یہ صحیح ہے کہ تحول و انتقال کے ان تمام درمیانی دوروں کا استیعاب ہم نے نہیں کیا ہے' جنمیں سے جسم میں داخل ہونے والے مادوں کو گزرنا پڑتا ہے' لیکن جب تک کہ تغیرات کا حاصل یہی ابتدائی دور اور یہی انتہائی نتائج ہونگے (بشرطیکہ انکی رفتار طبیعی و کیمیاوی قوانین کے مطابق ہو) اسوقت تک ہم کو اس نتیجے کے نکالنے کا حق ہے کہ ذی حیات مادوں کے تغیرات کے اسباب بھی وہی معمولی کیمیاوی و طبیعی اسباب ہیں -

نمو و توالد جمادات و مادہ ہاے ذی حیات

ممکن ہے کہ کوئی شخص کہے کہ مادہ ہاے ذی حیات اور جمادات میں مابہ الامتیاز' صرف اول الذکر کا نمو اور توالد ہے - ایسا ہمیشہ کہا جاتا ہے' مگر میرے عقیدے میں شاید ہی کوئی دعوی اس خیال سے زیادہ غلط اور بے اثر ہو - تحقیقات قریبہ اور تجارب حالیہ نے کامل طور پر ثابت کردیا ہے کہ جمادات میں بھی نباتات و حیوانات کی طرح قوت نشو و نمو موجود ہے' اور رفتار نمو کی سستی و تیزی کے سوا کوئی شے نہیں' جو دونوں میں ما بہ الامتیاز ہو - گھڑی کے دائرے میں منٹوں کی سوئی چکر لگاتی ہوئی نظر آتی ہے لیکن منٹ کے بڑے کانٹے پر جب تک نہایت غور کے ساتھہ نظر نہ جمائی جاے' اسکی حرکت محسوس نہیں ہوتی - پھر گھنٹے کا کانٹا تو بالکل ساکن و جامد اور غیر متحرک محض نظر آتا ہے' اور با وجود اسکی حرکت کے علم یقینی کے' کوئی نظر اسکی حرکت کو محسوس نہیں کرسکتی - پھر کیا ہم میں کوئی شخص بھی اسکے لیے طیار ہے کہ گھڑی کی منٹ کی چھوٹی سوئی کی حرکت کو تسلیم کرے' مگر بڑے کانٹوں کی حرکت سے انکار کرے ؟

یہی حال مخلوقات عالم کی نشو و نما کی رفتار کا ہے - بعض نہایت سریع السیر ہیں اور اسلیے انکی قوت نمو کو ہر نظر محسوس کرتی ہے - بعض اس سے کم سریع ہیں' اور انکا مشاہدہ زیادہ غور کا محتاج ہے - آخری درجہ جمادات کی نشو و نما کا ہے' کہ انکی حرکت گھنٹے کی سوئی کی طرح نہایت بطی السیر' اور دیر رفتار ہے' اور بغیر ایک معتد بہ وقت کے گذر لے اور اسکے حالۃ رفتار کے درجوں پر نظر رکھکر مقابلہ کرنے کے' کسی طرح اسکا اندازہ نہیں کیا جاسکتا -

جمادات میں عدم نمو کی تغلیط کے لیے میں یہاں (بلورات غیر آلیہ) کی مثال کافی سمجھتا ہوں :- (آلیہ اور غیر آلیہ کی تشریح گذشتہ نمبر میں گذر چکی ہے)

(بلورات غیر آلیہ) کو اگر انکی ضروری غذا ملتی رہے تو انمیں بھی توالد و تکاثر ہوتا ہے - انکے مختلف اصناف ہیں' اور ہر صنف کے نمو کی ایک خاص حد ہے - ان بلورات کا نمو جب اس حد خاص تک پہنچ جاتا ہے تو پھر مثل حیوانات کے قد کے' انکے حجم میں زیادتی نہیں ہوتی بلکہ نئے بلور پیدا ہونے لگتے ہیں - یہ بھی دریافت ہوا ہے کہ جب بلورات اصطناعیہ وسط مناسب میں رکھے جاتے ہیں' تو انمیں بھی نمو ہوتا ہے' اور انکے نمو اور ذی روح مادوں کے نمو میں حیرت انگیز مشابہت ہوتی ہے -

جمادات میں توالد بالتناسل

جمادات میں توالد بالتناسل کا انکار بھی صحیح نہیں - دوبائی توبیتا کے متعلق (لریب) کے مباحث نے ثابت کردیا ہے کہ

(۱) آگے چلکر (خلایا) اور (خلیہ) کا لفظ آے گا' اسلیے ان دونوں اصطلاحوں کی حقیقت سمجھہ لینی چاہیے - حیوانات اور نباتات کے اصل حیات کی ابتدائی تکوین ایک خورد بینی تھیلی سے ہوتی ہے' جو اسقدر دقیق ہے کہ بغیر آلۂ خورد بین (میکرسکوپ) کے نظر نہیں آسکتی - اسکے اندر ایک متحرک سیال مادہ مثل ایک لعابی مادے کے ہوتا ہے - اسی کو انگریزی میں Protoplasm پروتوپلسم کہتے ہیں - افسوس کہ اسکے لیے سردست ہم کوئی اصطلاح وضع نہ کرسکے' اور نہ کوئی عربی لفظ اجکل کے تراجم حدیثۂ عربیہ میں ملا -

اسی سیال مادے میں ایک اور چیز مثل گٹھلی کے تیرتی ہوئی نمودار ہوتی ہے' اور اسی سے پھر نباتاتی و حیواناتی خلیوں کی تکوین ہوتی ہے - یہی گٹھلی ہے' جسکے لیے عربی لفظ (نواۃ) ہم نے مضمون میں جا بجا استعمال کیا ہے -

القوں کي تلقیم (۱) جسکا شمار اب تک حیات کے مخصوصات میں تھا ' کسي ایسے ذي حیات مادے سے نہیں ہوتي' جو نر سے منتقل ہوکے آتا ہو - اعصاب ' انسجہ ' اعضاء ' مختصراً یہ کہ تمام جنین کي تیاري نر کے جراثیم کے بدلے ایک بسیط کیمیاوي مادہ کے ذریعہ سے ممکن ہے - اور کبھي اسکي بھي ضرورت نہیں ہوتي بلکہ صرف منجنیقي (یعنے میکانک کے آلات کے ذریعہ) یا کہربائي ذریعہ سے حرکت و انتباہ اسکے لیے کافي ہوتي ہے -

حیات مادے کي ترکیب ممکن ہے

شروع میں علماء کیمیا کا یہ خیال تھا کہ ذي حیات مادوں کي ترکیب وقت و اتفاق میں انتہائي نقطہ پر ہے' اور اسکا اندازہ صحیح مستبعد ہے - اسلیے وہ یقین کرتے تھے کہ ذي حیات مادے کي ترکیب ممکن نہیں - مگر اب ہم اس راے کے ماننے پر مجبور نہیں ہیں - انکو معلوم ہو چکا ہے کہ حیات کي اولین شکل ایک مادۂ خورد بیني (۲) ہے' جو ایک مجموعۂ ذرات' اور بعض حالتوں میں کسي خاص شکل سے متشکل ہوتا ہے - وہ ظروف حیات کے تمام خلایا میں تغذیہ و توالد کا سب سے بڑا ذریعہ ' اور اس درجہ اہم درجہ رکھتا ہے کہ بیجا نہیں' اگر ارباب کیمیا اسے خلایا کا خلاصۂ حیات قرار دیں -

اس مادۂ خورد بیني کو (نوات) کے لفظ سے یاد کرتے ہیں -

موسیو موشیر' اس کي پیروي میں پروفیسر کوسل' اور اسکے تلامذہ کے مباحث نے یہ ثابت کردیا ہے کہ نوات کي ترکیب کیمیاوي غیر معمولي درجہ کي نہیں ہے - اسلیے ہم کو امید ہے کہ ایک دن انسان اس مادے کو بھي بنا سکیگا جو نوات کا مایۂ خمیر ہے - یہ کہنا صحیح نہیں کہ اعمال و افعال کے باب میں نوات کي ترکیب کیمیاوي کي جگہ اسکي شکل کو اہمیت حاصل ہے ' کیونکہ وہ تمام لوگ جو مباحث میں خورد بین سے مدد لیتے رہتے ہیں ' جانتے ہیں کہ نوات کي شکلیں بیحد مختلف ہیں اور نہ صرف مختلف ہیں بلکہ بعض نوات کي تو کوئي خاص شکل ہي نہیں ہوتي - صرف پروٹو پلاسم میں پراگندہ ذرات کي شکل میں موجود ہوتا ہے - اس سے میرا مقصود یہ نہیں کہ نوات کي شکل اور اسکے تغیرات غیر اہم ہیں ' بلکہ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ نوات کي شکل انکے اعمال و افعال کا مبني و اساس نہیں ہیں - یہ ایک مسلم واقعہ ہے کہ وہ مادہ جو معمولي خلایا میں انکے نوات کي شکل اختیار کرلیتا ہے ' بعض بسیط ذي حیات مادوں میں بالکل کوئي یافتہ ذي حیات مادوں کي طرح فرائض طبیعي انجام دیتا ہے' حالانکہ انمیں عمل خلایا کا کوئي وجود نہیں ہوتا -

ترکیب حیات کي ترکیب کیماوي

ذي حیات مادوں کے عناصر قوام کي تعداد مختصر ہے - انمیں چار عنصر یعني کربون ' ہیڈروجین ' آکسیجین ' اور نیٹروجین تو ہمیشہ ہوتے ہیں - ان عناصر اربعہ کے ساتھہ فاسفورس بھي ضرور ہوتا ہے - فاسفورس پروٹو پلاسم اور مادہ نواتي دونوں میں ہوتا ہے مگر مقدم الذکر میں کم' اور موخر الذکر میں زیادہ -

تجارب سے معلوم ہوتا ہے کہ شاذ حالتوں کے سوا تمام مظاہر حیات کے لیے کم از کم ۷۰ - فی صدي پاني کي ضرورت ہے' لیکن بقاء زندگي کے لیے اتنے پاني کي ضرورت نہیں - چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ اگر بالکل نہیں تو ایک بڑي مقدار میں پاني نکلجانے کے بعد بھي بعض ذي حیات مادوں کي زندگي میں کوئي فرق نہیں آیا -

پاني کي طرح بعض نمک ہاے غیر آلیہ کا وجود بھي ضروري ہے - ان نمکوں میں مقدم ترین نمک ' کلورۃ سوڈیم اور بعض نمک ہاے کلسیم ' پوٹاسیم' اور آہن ہے - انھي تینوں عنصروں سے حیات کے مراتب کا قوام ہے -

امکان تولد ذاتي

اس تفصیل سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ مادہ ہاے حیات کي تولید یا بالفاظ دیگر تولید حیات محال نہیں ہے ' جیسا کہ اب تک سمجھا جاتا ہے -

(پیر) کے تجارب کے بعد سے ذي حیات خورد بیني مادوں میں تولد ذاتي کا قائل اب بجز معدودے چند اشخاص کے اور کوئي نہیں -

جہاں تک مجھے علم ہے ' مشاہیر ارباب علم میں ڈاکٹر سٹین کے علاوہ اور کوئي شخص اب قدیم عقیدہ پر قائم نہیں' مگر ڈاکٹر موصوف بھي اپنے متعدد تجارب کے اجرا اور مقالات و کتب کي اشاعت کے باوجود اب تک اپني راے کي صحت لوگوں سے تسلیم نہیں کراسکے - بہر نوع میں تجارب پیر کے نتائج کو مانتا ہوں - اسوقت تک جو دلائل پیش کیے گئے ہیں اگر انمیں شک ہے تو کوئي مضائقہ نہیں' تجربے اور مشاہدے کي منزل اخري جب تک رونما نہو' اس سفر علم میں ہمیشہ شکوک سے دو چار ہونا پڑتا ہے ' لیکن ساتھہ ھي اس شک کو اصل امر کے اعتراف سے مانع نہ ہونا چاہیے - یہ تسلیم کرلینا چاہئے کہ غیر ذي حیات مادوں سے ذي حیات مادوں کي تولید ممکن ہے -

حیات نتیجہ نشو و ارتقاء ہے

انسان نے اپنے دور وحشت اور تمدن ' دونوں میں ہمیشہ یہ عقیدہ رکھا ہے کہ " حیات کا فیضان مادے میں نہیں بلکہ مافوق الطبیعۃ مبدء سے ہے" لیکن اس وقت ہمارا دائرۂ معلومات و تجسس ہے' اعتقاد نہیں ہے' یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ اعتقاد بصورت ایک دعوے کے ہے مگر کسي علمي بنیاد پر قائم نہیں اور اسلیے علمي دنیا میں واجب التسلیم نہیں ہوسکتا - ہمکو یہ اعتقاد رکھنے دو کہ

(۱) تلقیح سے مقصود نطفۂ حیوانات کي وہ حالت ہے ' جب وہ بیضۂ رحم اناث کے ساتھہ ملتا ہے -

(۲) انگریزي میں ایک اصطلاحي اسم ہے : مائي کروب Microbe یعنے وہ نہایت دقیق اور متنوع ذرات کے جراثیم نباتاتي و حیواني ' جو تمام فضائے ارضي میں پھیلے ہوے ہیں اور کوئي جگہ نہیں جو اسے خالي ہو - علوم حدیثہ کا یہ ایک عظیم الشان اکتشاف ہے ' اور اسنے علم تشریح وحفظ صحت اور علم الجو و الہوا میں ایک عجیب انقلاب پیدا کردیا ہے - سب سے پہلے ان جراثیم کو ایک فرانسیسي مکتشف پروفیسر (پاسٹر) نے دریافت کیا تھا ' اور في الحقیقت اس نے عالم انسانیت کي سب سے بڑي خدمت انجام دي -

ان جراثیم کا جسم اسقدر دقیق ہوتا ہے کہ دھوپ میں نظر آنے والے ذرات بھي انکے مقابلے میں نہایت کبیر الجسم ہیں - اسکو چشم غیر مسلح (یعنے بغیر آلات مصنوعي کے) نہیں دیکھہ سکتي ' اسلیے انکے دیکھنے کیلیے ایک نہایت قوي المنظر آلہ مائي کراسکوپ Micrascob ایجاد کیا گیا ہے ' جسکے لیے بہت عمدہ لفظ ہمارے یہاں خورد بین کا رائج ہوگیا ہے - انگریزي میں ان جراثیم کو مائي کروب کہتے ہیں ' اور آجکل عربي میں بھي یہي لفظ میکروب کے لہجہ میں رائج ہوگیا ہے - مگر ہم نے اسکي جگہ (خورد بیني جراثیم) کا لفظ وضع کیا -

اسي طرح ہر چیز جو خورد بین ہي کے ذریعہ نظر آتي ہو' اور نہایت دقیق الجرم ہو' خورد بیني کي ترکیب سے موسوم کي جا سکتي ہے - یہاں (مادۂ خورد بیني) سے تکوین حیات نباتاتي و حیواني کي وہ ابتدائي شکل مراد ہے ' جو بصورت ایک گٹھلي کے پروٹو پلاسم میں پیدا ہوتي ہے اور تنوع پاتي ہے - اجکل عربي کے تراجم علمیہ میں اسکو (نواۃ) کہتے ہیں اور یہي لفظ ہم نے بھي اختیار کیا ہے - یہ کوئي اصطلاح نہیں ہے بلکہ گٹھلي کو عربي میں نواۃ کہتے ہیں -

یہ گٹھلي بھي اسقدر چھوٹي اور دقیق ہے کہ بغیر خورد بین کے نظر نہیں آسکتي - اسي لیے اسکو مادۂ خورد بیني کہا جاتا ہے -

چونکہ خوردبین کے ذکر میں ضمناً علم جراثیم خورد بیني کا ذکر آگیا ہے اسلیے چند الفاظ اسکي نسبت بھي لکھدیے گئے -

مقالہ

جراثیم کا وجود ایسے اسباب سے ہے ' جو کالدات میں مادے کی گونہ گوں شکلوں کے اسباب کے شامل ہیں اور بالفاظ دیگر حیات کا وجود بھی قانون ارتقاء تدریجی سے ہوا ہے -

بعض جلیل القدر علماء کا خیال ہے کہ حیات کرۂ ارض پر پیدا نہیں ہوئی بلکہ کسی سیارے سے آتی ہے ' اور عجب نہیں کہ حاضرین میں سے بعض حضرات کو وہ مناقشہ یاد ہو ' جو اس مجمع کے اجلاس سنہ ۱۸۷۱ - منعقدہ اڈنبرا کے خطبۂ رئیسیہ میں سر (ولیم ٹامسن) کے ایک اعلان پر ہوا تھا ' جبکہ معلم موصوف نے کہا تھا کہ حیات کرۂ ارض میں ذوات الاذناب (دمدارستارے) کے ذریعہ سے آئی اور اسی سے حیوانات میں زندگی پیدا ہوئی !

اس راے پر مختلف و متعدد اعتراضات ہوے تھے جنمیں سے بعض کا جواب آسان نہ تھا - ایک شخص نے اعتراض کیا تھا کہ زمین سے قریب ترین نظام نجمی تک پہنچنے کے لیے ذوات الاذناب کو ۹۰۰۰ ملین سال کا زمانہ چاہیے ' اور اس نظام کے قریب ترین سیارے سے زمین تک آنے کے لیے ۱۵۰ - سو ملین سال - جب وہ ارض کے جو سے گزرینگے ' تو انمیں اس حرکت و احتکاک (رگڑ) سے انتہا شدید حرارت پیدا ہو جائیگی -

پس اولاً یہ سمجھہ میں نہیں آتا کہ جراثیم حیات اسقدر طویل مدت تک کیونکر زندہ رہے ؟ اور اگر یہ مان بھی لیا جاے کہ وہ زندہ رہے تو انھوں نے وہ حرارت کیونکر برداشت کی جسکو کوئی ذي حیات برداشت نہیں کرسکتا ؟

بعض علما نے ایک اور راے اسی کے قریب قریب ظاہر کی ہے - وہ کہتے ہیں کہ غالباً جراثیم حیات اس غبار بالائی میں موجود تھے ' جو فضاء نجوم میں پھیلے ہوے ہیں - اور پھر ذوات الاذناب کی طرح گرم ہوے بغیر زمین پر گر پڑے - آر - ہینوس کا یہی مذہب ہے - وہ کہتا ہے کہ اگر جراثیم حیات کسی قسم کی شعاعوں کے ذریعہ سے ایتھر میں واپس کردیے جائیں ' تو انکو زمین سے قریب ترین نظام نجمی تک پہنچنے میں ۹ - ہزار سال ' اور مریخ تک پہنچنے میں بیس دن لگینگے -

یہ مذاہب مسئلہ نشو حیات کے حل کو قریب کرنے کے بدلے کائنات کے ایسے گوشے میں پہنچا دیتے ہیں ' جہاں تک شاید ہماری رسائی نہ ہوسکے ' اور ہم کو اسکا اعتراف کرنے کیلیے اپنے حد فہم و ادراک سے ماورا کوئی سطح تلاش کرنی پڑے -

اگر ان مذاہب کے آگے سر تسلیم خم کردیا جاے ' تو اسکے یہ معنے ہونگے کہ گویا ہمکو نشو حیات کا کوئی علم نہیں اور نہ ہوسکتا ہے - اسمیں شک نہیں کہ بدقسمتی سے اسکا جزء اول صحیح ہے ' مگر ہم کو امید ہے کہ جزء دوم صحیح ثابت نہ ہوگا -

جب ہم مادۂ ارضی کے ان قوا کے نشو و ارتقاء پر غور کرتے ہیں ' جن کا اسوقت تک ہم کو علم ہوا ہے تو ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ ان مذاہب کو غیر ممکن سمجھنا ہمارے لیے جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہے - کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اصول نشو و ارتقاء کے ذریعہ سے اس مسئلہ کا حل ان مذاہب کے حل سے نسبتاً قریب ہے اور علوم حالیہ اسکی تصدیق و توثیق کے معاون ہیں - ہم تسلیم کرلے سکتے ہیں کہ کرۂ ارض کے علاوہ کائنات کے کسی اور کرۂ میں

[بقیہ پہلے کالم کا]

بھی حیات کا وجود ہو ' مگر ہمارا کرۂ ارضی اپنے ہر ذرہ میں جو طبیعی قوت نشو و نما رکھتا ہے ' ظلم ہوگا ' اگر اسکو دوسرے کروں سے حیات مستعار لینے کا محتاج قرار دیا جاے - جبکہ نشو و ارتقا کا قانون ہر شي حیات میں ہے ' تو پھر اصل حیات کو اس قدرتی قانون کا نتیجہ قرار دینے میں کونسی مشکل درپیش ہے ؟

ہلال و صلیب

اور

مستقبل الاسلام

— * —

از مسٹر مشیر حسن قدوائی بیرسٹرایٹ لا (لکھنو)

—: * :—

حضرت مولانا ! تسلیم - لکھنو گیا اور معلوم ہوا کہ آپ کئی روز ہوئے تشریف لیگئے -

اب نہ جانے جناب کا قیام کہاں ہے ؟ چلئے ایڈریا نوپل بھی گیا - صلح بھی سمجھیے کہ ہو ہی گئی - میں چار ماہ پیشتر ہی اپنے دوست سہروردی کو لکھہ چکا تھا کہ یورپ سے اسلام نکل گیا - ویسا ہی ہوا - اور ابھی کیا ہے - جیسا میں نے مولانا باری صاحب کو لکھا ہے ' ان دو برسوں میں مسلمانوں پر سنگین ترین مشکلات اور حادثات کا بوجھ گرا ' لیکن آئندہ دو برس میں جو واقعات ظاہر ہونگے ' انکے مقابلے میں یہ بھی گرد ہو جاینگے -

مسلمانوں کی آخری لڑائی ہو چکی - عیسائیوں نے انکو شکست دی - اور شکست بھی فاش - لیکن ابھی ایک آخری معرکہ عیسائیت کو اسلام سے کرنا باقی ہے - وہ بھی ہوکر رہیگا ' اور مجھے بہت اندیشہ ہے کہ جلد ہی ہو - اس معرکہ میں بھی اگر مسلمان غافل رہے تو یہی نتیجہ ہوگا جو ہوا ' بلکہ اس سے بھی بدتر -

اسلام کی زندگی

کیا ہماری زندگی بھی زندہ ہے ؟

میں یہ نہیں کہتا کہ اس معرکہ کے بعد اسلام فنا ہوجائیگا - نہیں ' اسلام کبھی بھی فنا نہ ہوگا - آفتاب فنا ہوجائیگا - مہتاب فنا ہوجائیگا ' مگر نور اسلام چمکتا رہیگا - اسلام باوجود مسلمانوں کے شکست کھانے کے بھی بڑھہ رہا ہے - اور اگر مسلمان اسلام کو چھوڑ بھی دیں ' تب بھی اسلام فنا نہ ہوگا - خدا ضرور کوئی دوسری قوم پیدا کریگا جو اسکے نام اور اسکے اسلام کی عزت کو برقرار رکھے - بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کا مٹ جانا ہی شاید اسلام کے لئے مفید ہوگا - اب وہ کون ہے جو اس برگزیدہ مذہب کو بدنام کر رہا ہے ؟ وہ کون ہے جو دوسروں کو اوسپر طعنہ زنی کا موقع دیتا ہے ؟ کسنے اوسے یورپ سے نکلوایا ؟ کسنے اوسکو میجک لنٹرن سے تشبیہہ دلائی کہ جسقدر تاریکی ہو اوسی قدر وہ کھلتا ہے ' اور جہاں روشنی ہوئی ' جہاں تہذیب ہوئی ' بس وہ مٹ کر رہجاتا ہے ؟ یہ سب اس زمانہ کے مسلمانوں ہی کی بدولت اسلام نے سہا ' ورنہ اسلام تو تاریک سے تاریک مقام کو روز روشن سے روشن تر کر

چکا ہے - وہ تو ربع مسکون پر تہذیب و تمدن کا علم بلند کر چکا ہے - وہ تو تمام معلوم مذاہب کو اخلاق کا سبق دیچکا ہے - میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم اسلام کے پیرو نہیں ہو سکتے تو ہمکو چاہیے کہ ہم فوراً ایسا مذہب اختیار کرلیں جسکی پابندی کرسکیں - جو اسقدر ارفع نہ ہو جسقدر کہ اسلام ہے - مسلمانوں کا عیسائی ہوکر انسان اور صلیب کی پرستش کرنا اچھا ہے بلسبت اسکے کہ وہ اپنے افعال اور اعمال سے خدائے اسلام کو بدنام کریں - اور خدائے لا شریک کی عبادت سے لوگوں کی طبیعتوں کو اونکے سامنے اپنی ذلیل حالت پیش کرکے پھیر دیں -

مسلمانوں کی زندگی

بغیر روح اسلامی کے ممکن نہیں

یا پھر کمر ہمت چست کریں اور سچے اور پکے مسلمان بنیں - مجھے یقین واثق ہے کہ اگر مسلمان مسلمان ہو جائیں تو پھر وہ اوس عروج اور مرتبہ پر پہنچے بغیر نہ رہیں جسپر وہ کبھی پہونچے تھے - اسلام - اسلام - اسلام -

مسلمانوں کے ہر مرض کی دوا اسلام ہے - ہمکو اس مغربی تہذیب کی ضرورت نہیں ہے - ہمکو اس موجودہ مادی تعلیم کی بھی ضرورت نہیں ہے - ہمکو اس نئی معاشرت کی بھی ضرورت نہیں ہے - ہمکو "ترقی یافتہ" ملکی قوانین اور نظام کی بھی ضرورت نہیں - ہم اوس وقت کیا برے تھے جب ہمارے غریب بھائی بادشاہوں کے سامنے اپنے پھٹے کپڑوں میں جاکر انہیں مبہوت کردیتے تھے؟ ہم اوس زمانہ میں کیا برے تھے، جب ہمارے امیر اونٹ کی مہار پکڑے، اپنے ملازم کو اوپر سوار کیے، بیت المقدس کے سے باعظمت اور عیسائیوں کے محبوب مقام کی فتح کے لیے داخل شہر ہوئے تھے؟ ہم اوس وقت کیا برے تھے، جب ہمارا ہر فرد راہ خدا میں مجاہد تھا - جب ہم میں سے کسی کو ملک میں احتیاج نہ ہوتی تھی، بلکہ کل ملک کا خراج ہمارے بیت المال کو ملتا تھا؟ جب ہم خرمی پر زندگی آسودگی سے بسر کرتے تھے، اور جب ہم علم کی بنیاد اخلاق اور روحانیت پر رکھتے تھے، جس سے ہمنے ایک طرف تو روحانی طاقت سے اوہام باطلہ کو فنا کر دیا تھا، اور دوسری طرف مادی راحت کی ضروری چیزیں فراہم کر لی تھیں -

کیا ہمارے وہ پرانے عمامے اور عبائیں ہمکو چستی سے کام کرنے میں مانع ہوتی تھیں؟ کیا ہم اونھیں پہنے ہوئے بردھاپست اور فرانس اور اسپین تک نہیں پہونچے تھے؟ کیا ہماری اُس قدیم معاشرت نے دنیا کو پاکیزہ و طاہر اور صاف بود باش نہیں سکھا دیا؟ کیا حرمت نسواں اور اعانت یتیماں و بیکساں میں ہمسے کوئی دوسری قوم بڑھسکی تھی؟ کیا ہمارا سادہ اور قرآنی قانون ہماری ہر ضرورت کے لیے کافی نہیں ہوگیا تھا؟ کیا اس تمام عالم میں باوجود اس ترقی عقل سیاسی و مادی کے کوئی حکومت ایسی قائم ہو سکی جو مساوات، حریت، اخوت کے اصولوں پر اس مضبوطی اور خوبی سے قائم ہوئی ہو، جیسی حضرت عمر (رض) کے وقت میں تھی؟ کیا وہ پہرا جو اسلام نے ہمارے نفسوں پر مقرر کردیا تھا، اوس قانونی گرفت اور پولیس کی روک تھام سے کمزور اور کم اثر تھا جو آج ہمپر مسلط ہے؟ نہیں - ہم کو کچھہ نہیں چاہیے سوا اسلام کے - اسلام! اسلام! اسلام! ہمارے ہر مرض کی دوا اسلام - اسلام کا ہمارے اوپر کسقدر احسان ہے؟ اسلام کا دنیا پر کسقدر احسان ہے؟ ہم اسلام سے پہلے کیا تھے؟ جانور - اسلام نے ہمکو کیا بنا دیا؟ انسان - دنیا اسلام سے پیشتر کیا تھی؟ تماشہ گاہ - اسلام نے دنیا کو کیا بنا دیا؟ دارالعلم والعمل - جبتک مسلمانوں میں اسلام کی محبت رہی - جبتک اونھوں نے اسلام کی سچی اور پکی پیروی کی، اوسوقت تک اونھوں نے زوال نہیں دیکھا - وہ آپسمیں بھی لڑے - اپنوں نے ظلم بھی کیا - لیکن جبتک اونکا عقیدہ بچا رہا - جبتک وہ باوجود ذاتی مفاد اور بشری کمزوریوں کے اسلام کے دلدادہ رہے - اوسکے اصولوں کا احترام کرتے رہے - اوسوقت تک اونھوں نے نیچا نہیں دیکھا - اسلام نیچا دیکھنے کی چیز ہی نہیں ہے - اوسکی شان ہی صناع عالم نے ایسی رکھی ہے کہ ہر چیز سے بالا اور بلند رہے - جس شخص میں اسلام کی روح ہے وہ پست نہیں ہوسکتا - اوسکی گردن کسی کے آگے جھک نہیں سکتی - روحانیت پر کوئی مادی چیز غالب نہیں آسکتی - کیا روح کو کوئی توپ کے گولے سے اڑا سکتا ہے؟ کیا وہ قوم جسمیں اسلام کی روح ہو توپ و تفنگ سے فنا کی جا سکتی ہے؟ نہیں - مگر چاہیے تو اسلام کی روح - اگر وہ نہیں تو کچھہ نہیں - مسلم بلا اسلامی روح کے بدترین انسان ہے - مسلمان اسلامی روح کے ساتھہ افضل الناس ہے - میں یورپ کی عیسائیت اور اسلام کی دوبارہ معرکہ آرائی کو اپنی دوربین آنکھوں سے دیکھہ رہا ہوں - میری روح اس اندیشہ سے لرز جاتی ہے کہ مبادا اوس وقت بھی مسلمانان عالم اسلامی روح سے معرا نہ ہوں - مسلمانوں میں اگر اسلامی روح نہیں تو وہ کمزوروں سے بھی مغلوب ہوجائینگے - اگر اونمیں اسلامی روح ہے تو وہ کسی طاقت دارسے طاقت دار قوت سے بھی مغلوب نہ ہونگے -

گذشتہ سے سبق

اگلے زمانہ میں جو سبق ملا وہ تاریخی واقعات ہیں - کیا اوس زمانہ کے قریب قریب ہر معرکہ میں یہ نہیں ہوا کہ مسلمان تعداد میں کم - فوجی ساز و سامان میں کم - قواعد و ضوابط فوجی سے بے خبر - پھر بھی فتح اونہی کے ہاتھہ میں رہتی تھی؟ وہ کون قوت تھی جو (ضرار) کو ایک نیزہ ہاتھہ میں لیکر ننگے بدن، ایک تیغ و تبر اور زرہ بکتر سے مسلح جوان کے مقابلہ پر آجانے کیلیے اکساتی تھی؟ اور وہ کون سی قوت تھی جو قبل اسکے کہ غنیم کی تلوار اُسکے ننگے بدن پر گرے، اُسکے نیزے کی ذری سی انی کو زرہ بکتر کے پار پہونچا دیتی تھی؟ یہ وہی اسلامی روح کی قوت تھی -

پھر وہ کون قوت تھی جو فاقوں پر فاقہ کرنے کے بعد بھی اسلامی مجاہدین میں اسقدر زور باقی رہنے دیتی تھی کہ شراب خوار اور لحم الخنزیر سے پر شکم غنیم پر غالب آجاتے تھے؟ وہی اسلامی روح تھی -

اور وہ کون اخلاقی جرأت اور اولو العزمی تھی جو حضرت خالد کو بحالت ایک معمولی سپاہی کے ویسی جان نثاری اور شہردلی پر آمادہ و مستعد رکھتی تھی، جیسی بہ حیثیت ایک کمانڈران چیف اور سپہ سالار افواج کے اُن میں تھی؟ یہ بھی وہی اسلامی روح تھی -

ہماری انکھوں کے سامنے ایک حسرتناک اور عبرتناک واقعہ یہ پیش ایا کہ عین اوسوقت، جب غنیم دار السلطنت اسلامی کے دروازے پر ہے، ایک سپہ سالار اور ایک وزیر معزول کیا گیا، لیکن اوسکے لیے مادی قوت کی ضرورت پڑی اور اوس فعل نے ایسے نازک وقت پر بھی عداوت ذاتی کی آگ بھڑکا دی - اور کتنوں نے اوس عزل کے انتقام کے جوش میں وطن فروشی تک پر تیاری کرلی - ترکوں پر اس سے زیادہ نازک وقت پھر پڑ نہیں سکتا، جو اسوقت پڑا، پھر بھی اونمیں اتفاق نہ ہوا - پھر بھی وہ ذاتی عناد کو دبا نہ سکے - سلطنت کا بڑا حصہ ہاتھہ سے نکل گیا، مگر باہمی جنگ و جدل موقوف نہ ہوئی -

مستقبل

اچھا، اب یہ ہو چکا ہے - باب صبحیت بھی مسلمانوں کے ہاتھہ سے گیا - البانیہ بھی گیا - سکندر ذوالقرنین کا وطن بھی گیا - سلطان

سلیم کا مقبرہ بھی گیا - اور سال بھرکے اندر فرض کرلیجیے کہ قسطنطنیہ کے بھی نکل جانے کا سامان ہوگیا - اب قسطنطنیہ میں ترک اسی وقت تک ہیں' جبتک زار فرڈنی نند کی مرضی ہے' یا جبتک انگلستان' قسطنطنیہ کا معاوضہ اپنے لیے افغانستان' ایران یا تبت وغیرہ کی طرف روس سے نہیں طے کر لیتا - پھر آخر اب کرنا کیا ؟ بس رونا اور کوسنا ' یا کچھہ اور بھی ؟ کیا ہم لوگ یہ سمجھکر بیٹھے رہینگے کہ اسلام یورپ سے نکل گیا اور قصہ ختم ہوگیا ؟ کیا ہم اب بھی اسلام کے نام اور مسلمانوں کی عزت کی حفاظت کی ذمہ داری تنہا ترکوں کے اوپر ڈالے رہینگے ؟ اور کیا ہم یہ سمجھتے رہینگے کہ اسلامی روح کے بغیر ترک باقی اسلامی مقامات کو اسلام کی حکومت میں محفوظ رکھسکیں گے ؟

مسلمانوں پر یہ نازک ترین وقت ہے - میدان کارزار میں انہیں شکست ہوئی - لیکن کیا اب ان میں اسلامی روح اسقدر مفقود ہوگئی ہے کہ حمیت اور غیرت بھی جاتی رہی ؟ کیا بس اب وہ شکست کو مان کر ہاتھہ پر ہاتھہ رکھکر بیٹھہ جاوینگے ؟ کیا روس کی چالوں پر انہوں نے کبھی غور نہیں کیا ؟ کیا انکی نظر اسقدر خیرہ ہوگئی ہے کہ انہوں نے اوس واقعہ کو بھی نہیں دیکھا ' جو ایڈریانوپل کی فتح کی خبر پر سلکر ڈیو ما ئے روس (Duma) کے ایسے موقر اور ذمہ دار جماعت نے خوشی سے برپا کیا ؟ کیا ارمینا اور شام اور یمن اور مصر میں فساد کی جڑیں باقی نہیں ہیں ؟

آخری فیصلے کا وقت

اب وقت اسکا آگیا ہے کہ نہ صرف ترکوں کو' بلکہ مسلمانان عالم کو یہ طے کرلینا ہے کہ وہ کسی مقام پر حاکم اعلی بنکر رہینگے یا نہیں ؟

ترک تنہا اگر چاہیں بھی' تب بھی ممکن نہیں ہے کہ وہ حاکم اعلی رہیں - ذراسی صوبہ داریوں نے اس جنگ بلقان میں عملاً یہ دکھا دیا کہ ترک تنہا ہرگز مسلمانوں کی عزت داری برقرار نہیں رکھسکتے -

اب اس جنگ کے بعد تو اور بھی مشکل ہوگیا - ترکوں سے بڑا حصہ ملک کا نکل گیا اور اونکے ذرائع آمدنی کم ہوگئے -

چھہ عیسائی طاقت ور قوتیں تھیں - اب متحدہ قوت بلقان ایک اور ٹرکی کی دشمن جان پیدا ہوگئی -

سیاست دانوں کو معلوم ہے کہ انگلستان کی سی دولتمند اور وسیع الذرائع سلطنت کو اپنی بحری قوت کے صرف دو سلطنتوں کے برابر رکھنے میں بھی ایڑی تک پسینہ لانا پڑتا ہے - پھر ترکوں سے یہ کیسے توقع ہو سکے کہ وہ اپنی بحری اور بری' دونوں قوتوں کو چھہ سات زبردست قوتوں کے برابر رکھسکیں گے ؟

ظاہر ہے کہ ترک اب کسی دوسری سلطنت پر بھروسہ نہیں کرسکتے - پھر آخر وہ تنہا کیسے مسلمانوں کی عزت کے برقرار رکھنے کی ذمہ داری کرسکتے ہیں ؟ اب تو اونکو اپنی شکستہ حالت کا درست کرنا ہی مشکل ہوگا - سال آئندہ اگر زار فرڈنینڈ یا زار نکولس کو بیت المقدس پر حملے کا شوق ہوا - یا مسلمانوں پر رعب جمانے کے لیے جس طرح آج قسطنطنیہ کا ایک دن کے لیے لینا ضروری سمجھا جاتا تھا' کل مدینہ یا کعبہ کا ڈھا دینا ضروری تصور ہوا تو اوسکی مدافعت کیسے ہوگی ؟

آج کل کی جنگ کے بعد طاقت دار سے طاقت دار قوتیں خلفشار کی حالت میں بھی ٹوٹ جاتی ہیں - پھر بیچارے ترک کیا کرینگے ؟

یہ وقت نہایت مشکلات کا ہے - ہجوم آفات ارضی و سماوی ہے - مسلمان ' بلکہ کل ایشیا والوں پر اس شکست کا اثر جو ترکوں کو

ہوئی' بہت خراب پڑیگا - لیکن ایسے سنگین وقت میں بھی اگر کوئی چیز آڑے آسکتی ہے' اگر اس شکست کو کوئی چیز فتح بنا سکتی ہے ' اگر آئندہ حالت کو کوئی چیز محفوظ کرسکتی ہے ' تو وہ یہی اسلامی روح ہے -

ہمارے مقدم کام

ہم کو تین کام کرنے چاہئیں -

۱ ــــ ہمکو ایک مضبوط اور بہت وسیع پین اسلامک Pan-Islamic (اور اگر دوسری قومیں دل سے شریک ہوں تو پین ایشاٹک Pan-Asiatic) ارگینزیشن -Arganisation بنانا چاہیے - جو اوسی طرح ہر ہر ملک میں مسلمانوں اور ایشائیوں کی پشت پناہی کرے ' جسطرح ہر جگہ بلقانی کمیٹیاں Balkan Comaitees بلقان کے عیسائیوں کی کرتی تھیں -

۲ ــــ ہمکو مسلمانوں میں عام طور پر' اور ترکوں اور عربوں میں خاص طور پر' قدیم اسلامی روح پھونکنے کی کوشش کرنا چاہیے' یہانتک کہ ہر پھر مسلمانوں کا حاصل زندگی کلمۂ لا إله الا الله کی حفاظت و اشاعت بنادیں -

۳ ــــ کل یورپ پر نقش کر دینا چاہیے کہ اب کسی ایشیائی یا افریقی ملک کی ایک انچ زمین بھی یورپ کا غصب کرنا' کل ایشیائیوں کی نظروں میں خار ہوگا - اور انکو یورپ سے بیزار بنادیگا - ایشیا اور افریقہ کی خود مختار سلطنتیں قریب قریب کل مٹ گئیں اور جو رہگئی ہیں' بہت کمزور ہیں - لیکن پھر بھی ایشیا کے پاس ایک ایسی چیز ہے جو یورپ کے پاس نہیں - یعنی روحانیت! ایشیا اور افریقہ کے باشندے تعداد میں بھی کم نہیں ہیں ' اسلیے ہم ایشیائیوں کی حالت مایوسی کی نہیں ہے - ہمکو صرف خواب خرگوش سے بیدار ہونے کی ضرورت ہے - اگر ہم بیدار ہوگئے تو بلا شبہ ہماری عزت سب قومیں کرینگی - وہ عزت کرنے پر مجبور ہونگی -

مغربی تمدن کا زوال

مادی ترقی کا رخ آجکل عروج پر ہے ' لیکن جو کوئی چشم بینا رکھتا ہو' وہ دیکھہ سکتا ہے کہ اوس ترقی کی حد ہوگئی ' اور اب انتہا کا آغاز ہے - تہذیب مغرب کے عروج کو بہت زمانہ نہیں ہوا' لیکن اسمیں پستی اور شکستگی کے آثار شروع ہوگئے ہیں - ملکی نظر سے دیکھیے تو لیبر کوسچن Labour-Question (یعنی مسائل عمال - الہلال) درپیش ہیں - جو شدید معرکہ کلاس Class (یعنی سوسائٹی کے مختلف مدارج کے تصادم - الہلال) کی خبر دیتے ہیں - معاشرتی نظر سے دیکھیے تو سفریجٹس Sufferettes (حقوق طلب عورتوں) کا مسئلہ خانگی خوشی میں خلل انداز ہونے والا ہے -

تجارتی نظر سے دیکھیے تو یورپ کی قوتوں میں خود تجارتی رقابت اس خونریزی سے ہو رہی ہے ' اور کشاکش زندگانی اسقدر مہیب ہوگئی ہے کہ قوتوں اور قوموں کو مہلک سامان بر و بحر مہیا رکھنے پر مجبور کردیا ہے تا کہ وہ رقیب سے اپنے کو بچاسکیں - جبتک ایشیا کے ملک لوٹنے کو اور جولان گاہی کو باقی ہیں وہانتک آپسمیں صاف ہوکر متفق ہوتے رہے - جب وہ باقی نہ رہینگے تو آپس ہی میں خون خرابہ ہوگا ' اور تہذیب مادی کا خاتمہ -

اس تہذیب مادی کا اثر اخلاق اور عادات انسانی پر بھی مضر ہو رہا ہے - وہ وقت آہی گیا کہ معاہدے کوئی چیز نہ سمجھے جاویں ' وہ وقت آگیا کہ کمزور کی حمایت کے بجائے اسکو روند دیا جاوے - کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ یہ تہذیب زیادہ عرصہ تک باقی رہسکتی ہے ؟

ایشیا کی تہذیب بمرتبہا زیادہ پائدار تھی - اور اب بھی اگر وہ

عروج پڑھتا دیکھائیگے تو وہي دنیا کے کاروبار کے چلانے میں زیادہ کام آسکتي ہے -

مگر ایشیا کي قوم میں ہندو بھي تو ہوں - ایشیائی تہذیب کا رنگ بھي تو دفع ہو -

میں جانتا ہوں کہ لوگ اسے فیناٹزم Fano teem اور جنون کہینگے - میں جانتا ہوں کہ اس حالت بربادي و تباہي میں یہ بات منہ سے نکالنا بہتوں کو ہنسائیگا - لیکن میں کہے بغیر نہیں رہسکتا کہ ایشیا کو عروج دینے کا مادہ سب سے زیادہ اسي قوم میں ہے" جس نے مذہب اسلام اختیار کیا ہو - عیسائیت کے "مذہب مخالف" " fiaith antayonisdic " ہي میں عیسائي تہذیب کی جگہ لینے کا مادہ ہے -

صرف اسلام ہي جامع روحانیت و مادیت ہے

(۲) مسلمانوں کا خمیر ہي ایسا تیار کیا گیا ہے کہ انمیں قوم اوسط ہونے کي قابلیت ہو' اور جو عیسائي مادیت اور ہندوں کي روحانیت کے بیچ بیچ ایک تہذیب قائم کر سکے - میں عرض کرچکا ہوں کہ تنہا روحانیت سے کام اسلیے نہیں چلسکتا کہ مقابلہ خالص مادیت سے ہے -

اگر ایک چور کوئي مال لیے جا رہا ہو' تو پہلا کام تو یہ ہونا چاہیے کہ مال رکھا لیا جاے اور قوت مادي سے کام لیا جاے - اوسکے بعد پھر چاہیے کہ چور کي درستي اخلاقي کے لیے اوسپر روحاني اثر ڈالا جاے کہ وہ چوري کا ارادہ ہي نہ کرے' اور اپنے پڑوسي کو امن سے سونے دے -

روحانیت بہت اعلی چیز ہے - مگر مادي ترقي کے بغیر ہم روح کي برتري قائم نہ رکھہ سکینگے -

ہمارا تمدن سادہ رہے - ہم تجارت میں بھي بہت ترقي نہ کریں - ہمکو اسلیے روپیہ کي بھي بہت ضرورت نہ ہو کہ ہم قناعت پیدا کریں' اور کشا کش زندگاني کو زیادہ شدید نہ بننے دیں - لیکن جب ہمارے اوپر دفعتاً اوس طرح چھاپہ مارا جایگا' کا جسطرح طرابلس کے عربوں پر مارا گیا تھا' تو ہم کیا کرینگے ؟

یورپ کا آج حال یہ ہے کہ یورپ کے علاوہ افریقہ' ایشیا' امریکہ' کہیں کوئي ایسي زمین وہ چھوڑنا نہیں چاہتا' جہاں کے لوگ' اور جہاں کا مال اوسکے تنازع للبقاء میں معین ہو -

مذاہب ہند اور مقابلۂ مادیت

ایسي حالت میں ہم اکیلي روحانیت کو لیکر چاٹ نہیں سکتے - جاپان مادي تہذیب کو اختیار کر رہا ہے' مگر مجھے اندیشہ ہے کہ اوسکا بھي وہي حال ہوگا جو عیسائیوں کا ہوا - روحانیت مفقود ہو جاویگي' انسانیت ختم ہو جاویگی' اور انسان ایک ایسي کل بنجا ویگا جو روپیہ اور سامان عیش نفس ڈھالا کرے - میں یہ اسوجہ سے نہیں کہتا کہ میں بدھ مذہب کي روحاني قوت سے بے خبر ہوں - عیسائي مذہب کی اور بدھ مذہب کي روحانیت میں کچھہ بہت فرق نوعیت کا نہیں - ہاں جینو مذہب کي روحانیت عیسائیت سے ارفع اور ارجمند ہے - مگر دونوں کي روحاني حالت اس جہان کون وفساد کے لیے مناسب نہ تھي - جسطرح مادیت نے عیسائي روحانیت پر غلبہ کرلیا' اور عیسائي تہذیب محض خود غرضي اور بہیمیت کي طرف منتقل ہو گئي' اوسي طرح مجھے اندیشہ ہے کہ بدھ مذہب کی روحانیت کا بھي یہي حال ہوگا - جاپان اپنی شخصیت خاص قائم رکھکر ترقي نہیں کر رہا ہے' بلکہ مغربي رنگ میں اپنے کو رنگ رہا ہے' اور چونکہ اسوقت اوسے کامیابي ہو گئي ہے' اسلیے وہي رنگ اختیار کر لینے کی اور بھی

رغبت ہوگئي - مسلمان ترکي بھي یورپي رنگ پڑ رہے ہیں' مگر اونکو تو قدرت کي جانب سے ایک طمانچہ سخت رسید ہو گیا - لیکن جاپان کامیاب ہوا' اور روس کو اوسنے معقول سبق دیدیا' جسکا اثر حکمت اور رواداري سے جلد ضائع کیا جا رہا ہے' مگر پھر بھي جاپان کي کامیابي میں شک نہیں' اور اوسکو مغربي رنگ اختیار کرنے پر وہ کامیابي کافي ترغیب دیسکتي ہے' بلکہ دیرہي ہے - ابھي کل ہی ہوے کہ شاہ جاپان کي قتل تک کي سازش کا اظہار ہوا تھا - یہ بھي مغربي رنگ ہے - ہندوں کي تہذیب بھي بہت اعلی اور فلسفیانہ ہے - اونکي روحانیت درجہ کمال کو پہونچی ہوئي ہے - لیکن روحانیت کے امال پر پہونچنے کا نتیجہ یہ ہے کہ مادي ترقي قبول کرنے کي قابلیت صحیح نہیں رہی ہے - ہندوستان کے الوالعزم مدبر امکاني کوشش ہنود کے اصلاح تمدن کي کر رہے ہیں - ہندوستان کے مسلمانوں کي نسبت ہنود نے بہت کچھہ مادي رنگ حاصل کیا ہے - لیکن اگر غور سے دیکھیے تو ہندوؤنکے لیے رکاوٹیں حد سے زیادہ ہیں - جنکا ہزار برس میں بھي پوري طرح سے دفع ہونا آسان نہیں -

اصل یہ ہے کہ ہندوؤنکي تہذیب زمانۂ موجودہ کے بالکلیہ خلاف ہے - اور یہ کسیطرح آسان نہیں نظر آتا کہ ہندوں کي قوم مادیت اور روحانیت' دونوں سے فائدہ حاصل کرے - پس اگر کوئي قوم مادیت کے مقابلے کے لیے باقي رہتي ہے تو وہ وہي ہے جسکو مادي تہذیب نے ابھي روندا ہے - میں پھر کہونگا - اور پھر کہونگا - کہ مادي تہذیب کے مقابلہ کے لیے' نہیں مادي تہذیب کو نیچا دکھانے کے لیے' مسلمانوں سے زیادہ کوئي قوم موزوں نہیں -

اونمیں وہ روحانیت ہے جو مادیت سے سازکر سکتي ہے' اور جسپر پھر مادیت غالب نہیں آسکتي - اگر ذرا برابر بھي اسبات کي کوشش کي جاوے کہ اپني حالت قائم رہے -

اسلام ایسي معمولي تعلیم نہیں دیتا کہ کوئي ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا اوسکي طرف پھیر دو -

وہ یہ بھي نہیں کہتا کہ سوئي کے ناکے سے اونٹ کا پار ہو جانا آسان ہے لیکن مالدار آدمي کا بہشت میں جانا آسان نہیں -

مسلمان یہ آبہت ساني ثابت کرسکتے ہیں کہ اپني تہذیب اسلامي اور ایشیائي پر قائم رہیں اور پھر بھي یورپ کے ہم سطح آجائیں -

اونمیں ذات پات چھوت اچھوت کے جھگڑے کہاں ہیں ؟ اونمیں خود کشي اور باد شاہ پرستي کي خرابیاں کہاں ہیں ؟ آجکل یورپ نے جمہوري اصول اختیار کر رکھا ہے - اور تجربہ نے یہ بتا دیا کہ ظلم کو روکنے کے لیے اس سے بڑھکر کوئي طریق حکومت نہیں -

پھر مسلمانوں سے بڑھکر جمہوریت پسند اور کون ہو سکتا ہے ؟ ہر مسلمان کے خمیر میں ڈیما کریٹزم Dmocratisim ہونا چاہیے -

مسلمان ہي ایک ایسي قوم ہے جو غیر اسلامي اصول حکومت سے مستغني ہو سکتي ہے -

اصل میں موجودہ تہذیب قائم ہي اسلامي اصول پر ہوئي تھي - لیکن چونکہ عیسائي مذہب میں تہذیب کے اخلاقي حالت پر بچا رکھنے کا سامان نہ تھا' حضرت مسیح نے تہذیب و معاشرت کے اصول منضبط نہ کیے - اسلیے عیسائیوں میں وہ اسلامي تہذیب آکر بالکل مادیت ہوگئي' اور اب اسکو اسلامي تہذیب کیا' خود عیسائي تہذیب کہنا بھی غلطي ہے -

ابتو یہ تہذیب بیسویں صدي کي تہذیب ہے - جسکي بنیاد بالکل اصول ضروریات Ulltorean Prinsiph پر ہے -

اب ایشیائي قوموں کو یہ دیکھنا ہے کہ ایسي تہذیب کے مقابلے

کے لیے کون سي تہذیب چاهیے اور اس تہذیب کے دبانے کے لیے کون مذهب یا کون قوم مناسب ہے ؟ میں مسلمان هوں - محض پیدائشي مسلمان نہیں - بلکہ میں سمجھتاهوں کہ اگر میں کسي مذهب کا پابند هوسکتا هوں تو اسلام هي کا - اگر میري گردن کسي کے آگے ماجزانہ جھک سکتي ہے تو وہ خدا ہے ' اور خدا بھي وهي جو ان صفات کا هو :

هو الله الذي لا اله الا هو ' عالم الغیب و الشهادة ' هو الرحمن الرحیم - هو الله الذي لا اله الا هو ' الملک القدوس السلام المومن المهیمن العزیز الجبار المتکبر - سبحان الله عما یشرکون - هو الله الخالق الباري المصور له الاسماء الحسنی ' یسبح له ما في السماوات و الارض ' و هو العزیز الحکیم -

اگر مذهب ضروري ہے تو اسلام کے سوا کوئي نہیں

اگر میں کسي انسان کا ایسا معتقد هوسکتا هوں کہ اسکے ارشادات کو بلا چون و چرا قبول کروں ' تو اوس انسان کا ' جو حقیقي طور پر رحمۃ للعالمین تھا ' جو واقعي اکمل البشر اور افضل الناس تھا - جسکا سر دنیا کے گراں قدر و بلند مرتبہ شخصوں سے بھي بلند تھا - میں مسلمان هوں - مسلمان هونے پر مجھے فخر ہے - اور میري دلي آرزو یہ ہے کہ میں تمام دنیاکو نعرۂ لا اله الا الله محمد رسول الله لگاتے سنوں - میں اسکا اقرار کرتا هوں کہ میرے لیے اس سے زیادہ اور کوئي خوشي کي بات نہیں هوسکتي کہ کل ایشیائي اور افریقي باشندے مسلمان هوجاویں - مسلمان سے هرگز میرا مطلب آجکل کے مسلمان نہیں هیں - بلکہ قرون اولی کے مسلمان - ایسے مسلمان جو عمل صالح سے مسلمان تھے -

ایسے مسلمان جنکي زندگي ' جنکي موت ' جنکی نیکیاں ' اور جانفروشیاں ' سب اپنے الله کے لیے تھیں - جو بیکسوں پر رحم کرتے تھے - یتیموں کي مدد کرتے تھے - سچ بولنا جنکا شعار تھا - دوسروں کے لیے خود تکلیف اوٹھانا جنکا شیوہ تھا - جو جانوروں تک پر ظلم کے روا دار نہ تھے - جو کسي موقع پر انصاف سے نہ هٹتے تھے - جو راہ حق پر نہ صرف اپني جانیں بلکہ کل اپنے خاندان کي جانیں اور مال نثار کردیتے تھے - جنکي جرات اخلاقي و جسماني دونوں اعلی ترین مرتبہ پر تھیں - الغرض میں ایشیا اور افریقہ کیا ' کل دنیا کا مسلمان هوجانا چاهتا هوں - سچے دل سے چاهتا هوں - اور اسمیں جو کوشش هو ' اسے کرنے کیلیے موجود هوں - لیکن اس کے ساتھہ هي میں یہ نہیں کہتا کہ اور پیغمبروں میں عظمت اور بزرگي نہ تھي - میں تو " لانفرق بین احد من رسله " کا قائل هوں - رام هوں ' یا کرشنا - شیو هوں ' یا بدھا - یہ سب وہ گراں قدر لوگ تھے ' جنکي عظمت جسقدر هم کریں کم ہے - اگر ایشیا کے سب باشندے محمد عربي (صلعم) کا پیرو اپنے کو نہیں کہنا چاهتے ' تو همیں یہ تو نہ چاهیے نہ اونکو آگے کرنے سے محض تعصب کي بنیاد پرپس و پیش کریں ؟

یہ سب کو معلوم رهنا چاهیے کہ اسلام کے اصول عالمگیر هوگئے هیں - اور بالاخر وهي کل بني نوع انسان کے اصول هونگے - اگر وہ ترقي پذیر رها اور کمال ترقي تک پهونچا -

ایسي حالت میں اوس سے تعصب رکھنا خود اپنا نقصان کرنا ہے - ور اگر اسوقت یہ امر قابل لحاظ نہ هو ' تب بھي یہ دیکھنا تو ضرور ہے کہ کون قوم ' یا کس مذهب کے پیرو اسوقت مادي تہذیب کا کامیابي سے مقابلہ کرسکنے کي اهلیت رکھتے هیں ؟ جو قوم یا جو مذهب اسکي امید دلائے ' اوس کو کل ایشیا و افریقہ کو بلکہ دنیا کے کل اوس حصے کو ' جو روحانیت کے عنصر کو تہذیب سے مفقود هونے دینا نہ چاہے ' اوسي قوم اور اوسي مذهب کو آگے کرکے استقلال ' تحمل ' اور دلسوزي کے ساتھہ حمایت کرني چاهئے -

میں جو خیالات جاپان کی بابت رکھتا هوں ' وہ میں ظاهر کرچکا ' لیکن اگر روحانیت پسند باشندگان عالم یہ سمجھتے هوں کہ جاپانیوں کي قوم اور بودہ مذهب هي مادي تہذیب و ترقي کا مقابلہ کرکے روحانیت کا بول بالا کرسکتا ہے ' اور روحانیت پسند قوموں کو غلامي سے آزاد کرا سکتا ہے ' تو بلا پس و پیش میں کہونگا کہ مسلمانوں کو بھي فوراً چاهیے کہ جاپان کو آگے کرکے اوسکي حمایت کیلیے کمربستہ هوجائیں -

اب تنگ دلي ' تعصب ' اور بیجا جنبہ داري کا وقت نہیں ہے - جاپان اگر عالم گیري کي همت رکھتا ہے ' تو اوسے بیشک میدان میں آنا چاهئے ' اور روحانیت کے مقصد کو اوٹھانا چاهئے - بهر صورت اب وقت خواب کا باقي نہیں رها -

روحانیت بالکل مغلوب هو رهي ہے - اگر اب بھي اوسکا تحفظ نہ کیا گیا ' تو پھر کامیابي محال نہیں تو هزار چند زیادہ دشوار هو جاویگي -

هم مسلمانوں کو همارے خدا نے خیرالامم کہا ہے - اسلیے سب سے زیادہ همارا فرض ہے کہ هم اس حالت کو محسوس کریں - اور بني نوع انسان کے شرف کو برقرار رکھیں -

وقت کا سوال

مسلمانوں کے لیے سوال اب یہ نہیں ہے کہ ترک جئیں یا نہ جئیں - عرب زندہ رهیں یا نہ رهیں - اونکے لیے سوال اب یہ نہیں ہے کہ ایڈریا نوپل رہے یا نہ رہے - قسطنطنیہ رہے یا نہ رہے - اونکے لیے اب اسکا سوال بھي نہیں رها کہ یورپ سے اسلام خارج هو یا نہ هو ' اور افریقہ میں اسلامي سلطنت خود مختار باقي رہے یا نہ رہے - یہ عظیم الشان مسئلہ اونکے لیے خارج از فکر ہے - بغداد میں خلافت کے چراغ کو گل کردیا تھا - اور قطع نظر ان امور کے جنگ صلیب یہ اول هي نہیں هوئي -

مسلمانوں کي شان یہ ہے کہ مصیبت پر ثابت قدمي دکھا دیں - اونکے جوش شجاعت اور فیض سخاوت ' دونوں کو مصیبتوں کي حالت میں ترقي هوتي ہے -

مسلمان بلا شبہ شکست کھا گیے هیں - مگر کیا اونکي همت بھي ٹوٹ گئي ہے ؟ کیا وہ مایوس بھي هوگیے ؟ کیا انہوں نے

لا تقنطوا من رحمت الله

کے جادو اثر اور جان بخش ارشاد کو فراموش کردیا ہے ؟

اسطرف مجھے غریب مسلمانوں سے ملنے کا اتفاق هوا تو مجھے یقین کامل هوگیا کہ ابھي مسلمانوں کے دل مردہ نہیں هوگئے - ابھي اونمیں اسلام کي محبت موجود ہے -

اگر اسلام کي خدمت کا شوق کم هوا ہے تو هم ایسے مسلمانوں میں ' جن پر مغربي عنصر غالب آگیا ہے -

افسوس ہے تو یہ کہ وہ بیچارے مسلمان جنمیں اسلام کا درد ہے مادي تہذیب سے نا بلد هیں - وہ یہ نہیں جانتے کہ کسطرح وہ حسن و خوبي سے آج کل اسلام کي خدمت کرسکتے هیں - اونمیں اب بھي ایسے جوانمرد نکلینگے جو اسلام کے لیے توپ کے منہ میں گھس جاویں - اپني سمجھہ کے موافق وہ هر طرح کي اسلام کي خدمت کرنے کو تیار هیں -

لیکن اونکو چونکہ مادي تہذیب سے واقفیت کم ہے اسلیے وہ بہترین صورت مدد کي سوچ نہیں سکتے -

اور هم لوگ جو سوچ سکتے هیں اونکو شراب و کباب سے مللہ

کوٹ اور ٹروزرس Trousers کی شکلیں دیکھنے سے فرصت نہیں - همیں بدقسمتی سے یورپ کی تہذیب کا سکہ اسقدر بیٹھ گیا ہے کہ ذرا برابر بھی اوس سے انحراف کریں تو شرمندہ ہو جاتے ہیں -

معلوم تو یہ ہوتا ہے کہ مغرب نے ہمارے جسم ہی کو نہیں بلکہ ہماری روح کو بھی مغلوب کر لیا ہے -

اگر یورپ ہمسے یہ کہے کہ اسلام یورپ میں رہنے کے قابل نہیں - تو ہم بھی فوراً کہدینگے کہ ترکوں کو یورپ سے نکلر اور ایشیا میں آکر انگلستان کی ٹوپی پہن کے زندگی بسر کرنا چاہئے !!

اگر یورپ ہمسے یہ کہے کہ اسلام جمہوریت کے ساتھہ نہیں چلسکتا تو ہم بھی فوراً یہ تسلیم کرلیں گے کہ ایران اور ترکی میں جو اندوہ ناک انقلابات ہوے، وہ اوسی وجہ سے ہوے !!

یہ تو بڑے بڑے معاملات ہیں - ہماری افسوس ناک حالت تو یہ ہے کہ ہم ذرا سے ٹب میں پانی بھر کر نہانے کو، باوجود اسکے کہ وہ مذہب اور سائنس کی رو سے قطعاً مضر اور گندہ طریقہ ہے، صرف اسلیے پسند کرتے اور اختیار کرتے ہیں کہ یورپ میں وہ رائج ہے -

افسوس کہ ہم میں ہی اسکی قابلیت نہ تھی کہ ہم اپنی تہذیب کو پھر بلند مرتبہ پر پہونچاتے، اور اپنے ملک - اپنے مذہب - اپنی قوم کے عروج کے طریقے نکالتے - لیکن ہماری حالت یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو بھول گئے ہیں - اور اسپر فخر کرتے ہیں کہ ہم مہذب بھی اگر سمجھے جاتے ہیں تو اس حالت میں کہ مغرب کی بری اور بھلی ہر طرح کی تہذیب پر کاربند ہیں -

میں نے ایک غزل کہی تھی - اوسکا ایک شعر یہ تھا :

برا ہو اس محبت کا - بھلا ہو حسن دلکش کا
میں اپنے آپ سے گم ہوں مگر میرا پتا تم ہو

آخر کے " بھلا " کو بھی " برا " کہکر، مسلمانوں کی حالت کے مطابق اسے بنا سکتے ہیں -

مادی تہذیب کی اس نمایشی دلاویزی اور عقل فریبی نے مسلمانوں کو خود اپنے سے بھلا دیا ہے - اور مغربی تہذیب کا نشان اسکے لیے بھی قائم کر دیا ہے - وہی معیار تہذیب و انسانیت ہے -

مولانا ! یاد رکھیے کہ قادر حقیقی ہم ہی لوگوں سے شدید باز پرس کریگا کہ ہمنے اُن دلدادگان اسلام کی حمایت کیوں نہ کی، جو اسطرح سے اسلام کی خدمت کو تیار تھے -

آپ نے جو پالیسی اختیار کی ہے اور جس عظیم الشان خدمت کو اپنے ذمے لے لیا ہے، وہ یقیناً اصلی اور صحیح علاج ہے - آپ مسلمانوں میں مذہبی روح پھونکنا چاہتے ہیں، اور معارف قران کے ذریعہ سے -

بیشک اوسکا اثر ہوگا - بلکہ بہت اچھہ ہو چکا ہے، لیکن وقت اسکا مقتضی ہے کہ اسکے اثر کو ضائع نہ کیا جاے اور کوئی عملی کام شروع کردیا جاے -

میری خدام کعبہ کی اسکیم Scheme کو بھی آپ نے ڈال رکھا اور میرے پاس ٹھیک مسودہ بھی نہیں ہے -

کچھہ کرنا، اور جلد کرنا ضرور ہے - آپ یہ تو دیکھیں کہ آپ تو ایک بہت بڑا کام کر رہے ہیں رہیں یعنی " الہلال " کی روشنی ہند میں پھیل رہی ہے - میں تو بیکار ہو رہا ہوں - کچھہ تو کروں - خدام کعبہ کی اسکیم چلے تو اُسی کام کو کروں -

جو پین اسلامک Pan. Islamic انجمن کی خیالی اسکیم تھی اوسے بھی بھیجتا ہوں - ملاحظہ فرمائیے - آپ تو اوسپر نہ ہنسینگے، مگر ہندوستان کے نوسے فی صدی مسلمان اوسکو پڑھکر ضرور ہنسینگے - وہ کہیں گے کہ عمل میں لانے والی چیز نہیں - اچھا نہیں - اور پھر نہیں - اور پھر نہیں - شاید وہ وقت بھی آجاے کہ وہ قابل عمل ہوجاے - جو چیز فوراً عمل میں ہو اوسے کرنا چاہیے -

بہر حال کچھہ کرنا چاہیے - پھر اوٹھیے - اب دیر کیا ہے ؟ سوچ کیا ہے ؟ انتظار کیا ہے ؟

والسلام

الہلال

پیش نظر امور سے یہ عاجز غافل نہیں - گذشتہ اٹھہ ماہ سے شب و روز یہی فکر دامنگیر رہی ہے - لیکن میری نظر اور بہتر اوں سے بڑھی تھی - میں اُس بہترین طریق عمل، اور ایک نظام کار کا متلاشی تھا، جسکے چاروں طرف اپنی موجودہ صدہا ضرورتیں جمع ہوسکیں - بہر حال جو کچھہ سوچنا تھا، سوچ چکا ہوں، اور رحمت الہی کا شکر کرتا ہوں کہ اُس نے اپنے فضل و کرم سے راہ سوجھا دی ہے - آئندہ نمبروں میں اسکی توضیح دیکھہ لیجیے گا - آپکی اشاعت کے مقالات افتتاحیہ گویا اسی کی تمہید میں، آپکی اسکیم " خدام کعبہ " بھی شائع کر دیتا ہوں - وما توفیقی الا باللہ - علیہ توکلت والیہ انیب -

---

همارا لیڈر کون ہے

آخری فیصلہ کی گھڑی

دنیا بھول میں ہے - روپوں کی تھیلی اور پتلوں کی جیب میں لیڈر کو تلاش کرتی ہے - ہمارے رہنما حجازی رسول (صلعم) ہیں - تیرہ سو برس کی پائدار رہبری کو چھوڑ کر ہم خود غرض، بے اعتبار - اور مقلدین فرنگ لیڈر نہیں چاہتے - آخری فیصلہ کی ساعت اب آگئی - توحید کی روشنی اخباری دنیا کی تاریکی میں نمودار ہونا چاہتی ہے - وہ ہفتہ وار اخبار توحید ہے - ہر ہفتہ بڑی تقطیع کے آٹھہ صفحوں پر میرٹھہ سے شائع ہوا کریگا - خط اور چھپائی نہایت صاف - لڑائی کی تصویریں - مفید و دلچسپ اسلامی کارٹون - تازہ اخبارات و رسائل کا ضروری خلاصہ - انقلاب انگیز طوفانی چال، بیدینی کے لیے بھونچال - امن و امان کے لئے نیک فال - ہر خاص و عام کے سمجھہ کے قابل باتیں - وہ طریقے جنسے ملک میں لیڈر شناسی کا ملکہ پیدا ہو - مولانا حسن نظامی دهلوی کی ایڈیٹری، نگرانی، اور سر پرستی میں میرٹھہ سے ۱۰ اپریل سنہ ۱۳ع کو جاری ہو جائیگا - قیمت سالانہ صرف ۳ - روپیہ - نمونہ ایک، نہ کے ٹکٹ آنے پر ملیگا - مفت نہیں - الہلال کا حوالہ ضرور دیجئے -

منیجر اخبار توحید - لال کورتی - میرٹھہ

فہــــرست

زر اعانـــۂ دولت علیۂ اسلامیــــہ

—:::—

(١٨)

ان اللہ اشتری من المومنین انفسہم و اموالہم بان لہم الجنۃ

بقیہ فہرست اسماء بزرگان موضع بیگوں' جنکی مجموعی رقم ٨ - ٢١٢ بذریعہ جناب ولی محمد صاحب عباسی ' ساکن ارمنہ پور وصول ہوئی اور فہرست نمبر ١٣ میں شائع کی گئی تھی -

نام	پائی	آنہ	روپیہ
سبحان نورا	٠	٠	١
رحمان مرتوال	٠	٨	٠
فاضل مرتوال	٠	٠	١
اللہ بخش ہانسی وال	٠	٠	١
امیر حسنا - چوہان	٠	٩	٠
اسلم الدین چوہان	٠	١٠	٠
فاضلو چوہان	٠	٨	٠
نعمت گوری	٠	٠	١
قادر اجمیری	٠	٨	٠
اللہ رکھا مرتوال	٠	٨	٠
محمد ولد قاسم ہانسی وال	٠	٨	٠
نبی بخش ہانسی وال	٠	٠	١
اللہ رکھا اجمیری	٠	٨	٠
اللہ بخش ولد داؤد لاہوری - بیگوں	٠	٠	١
اللہ رکھا ولد نورا ہانسی وال	٠	٨	٠
رحمو ولد فاضل چوہان	٠	٠	١
اللہ بخش ولد کریم بخش	٠	١٠	١
چھوٹو اجمیری	٠	٨	٠
کریم چاندنا	٠	٠	١
راجو	٠	٠	١
رسول	٠	٠	٢
فاضل	٠	٠	١
اللہ بخش	٠	٠	٢
نبی بخش پٹیل	٠	٠	٢
ہاشم جان والا	٠	٠	١
داؤد بہاجوری	٠	٠	١
نورا جان والا	٠	٠	٥
حسنا ولد میرو	٠	٠	٢
ناپلو	٠	٨	٠
نبی بخش کدواسا والا	٠	٠	١
کلو	٠	٠	١
گوتو ولد قادر	٠	٠	١
نبی بخش	٠	٠	٣
نورا پٹیل	٠	٠	١
دھولا	٠	٨	٠
نبی بخش ولد اسلم بخش نداف بیگوں	٠	٠	١
چاندو	٠	٠	١
اسلم بخش چونی بیگوں والا	٠	١٣	١
کالو	٠	٠	١
رحمان ولد مدو	٠	٨	٠
شہاب الدین چھپہ بیگوں	٠	٠	٥

نام	پائی	آنہ	روپیہ
کریم بخش	٠	٠	١
جمال الدین	٠	٠	١
اسحاق	٠	٠	٣
مسماۃ فاطمہ بیوہ نورا	٠	٣	٢
ابراہیم نیلگر بیگوں	٠	٠	٢
حسنا	٠	٠	٢
پیر بخش	٠	٠	٥
غریب	٠	٠	١
خدا بخش	٠	٠	١
خواجو	٠	٠	١
خواجو بہلواڑہ والا	٠	٩	٠
نبی بخش	٠	٣	٠
گیا سہا	٠	٠	٢
اللہ نور سمرگلدہ والا	٠	٠	١
قدرت اللہ خان کوتوال	٠	٣	١٥
دوست محمد خان ہمدرد سپاہی بیگوں	٠	٠	٢
دوار خان	٠	٠	٣
گلاب خان ولد نبی بخش	٠	٠	٢
نصر محی خان	٠	٨	٠
اکبر خان	٠	٠	١
پیر خان ولد صدم خان	٠	٠	١
منیر خان	٠	٠	١
چاند خان	٠	٣	٠
عزیز خان	٠	٠	١
لعل خان	٠	٠	١
دانہو سارکر بیگوں	٠	٠	١
عالم کاغذی	٠	٢	٠
اللہ بخش مصور	٠	٠	١
محمد کولر والا	٠	٠	٢
حسنا آہنگر	٠	٠	١
مستان شاہ	٠	٠	١
چھوٹو ورق ساز	٠	٠	١
رحیم بخش بھبوجہ	٠	٨	٠
رحمان سوزگر	٠	٨	٠
حسن شاہ صاحب جعت فروش	٠	٨	٠
نبی بخش جعفر	٠	٣	٠
بہورا شاہ جعفر	٠	٠	١

اسمائے بزرگان شاہجہانپور جنکا چندہ ... ... ١٥٦ - بذریعہ جناب مولوی سید محمد نبی صاحب وکیل شاہجہانپور وصول ہوا اور فہرست نمبر ١٢ میں شائع کیا گیا -

نام	پائی	آنہ	روپیہ
سید محمد غلام ربانی صاحب میاں محلہ جھنڈا کلاں	٠	٠	٢٠
سید رفیق حسن صاحب محلہ خلیل	٠	٠	٥
حکیم سید جمیل الدین صاحب محلہ نجو خلیل	٠	٠	٢
ہمشیرہ سید محمد حسن صاحب میاں محلہ علیری	٠	٠	٥
سید محمد حسین صاحب میاں محلہ جھنڈا کلاں	٠	٠	٨
عنایت احمد خان صاحب محلہ غلیری	٠	٠	٦
محمد کشور علی خان صاحب محلہ تارین بہادر گنج	٠	٠	٥
سید مشرف علی میاں محلہ جھنڈا کلاں	٠	٠	٥
سید عبد الحکیم میاں محلہ جھنڈا کلاں	٠	٠	١٠
اہلیہ سید محمد نبی میاں محلہ جھنڈا کلاں	٠	٠	٥٠
اہلیہ سید علام ربانی میاں محلہ جھنڈا کلاں	٦	٥	٤٠
ہمشیرہ سید علام ربانی میاں محلہ جھنڈا کلاں	٠	٠	٩

	پائي	آنه	روپيه
بعليه قاضي محمد حسين صاحب محله جهنڈا كلاں	۶	۱۱	۳
سيد محمد يوسف مياں محله جهنڈا كلاں	۰	۰	۱۵
سيد حسين احمد مياں محله جهنڈا كلاں	۰	۰	۵
چنده مسلمانان شاهجہانپور	۰	۹	۲

بذریعه سید بشارت علي و سید مظهر امام صاحب

هنسلي نقرئي ايک - كنگن نقرئي ايک جفت - بالي نقري ۹ عدد - جهومر نقري ايک - بتانا نقري ايک جفت - چهلا نقرئي ايک جفت - جوشن ايضاً ايک جفت - آرسي ايک - انگوٹهي نگدار ايک - پاندان برنجي ايک معه موذرجو - حصه برنجي خرد و كلاں ايک - كٹورہ برنجي ايک - سالي مليكيا ايک - برنجے ايک - لوٹا برنجي ايک - پالتس معه بوذرجه ايک - پالهاس معدن ايک - بورجه معه مسي ۵ عدد - ايضاً ركابي خرد و كلاں بدهنا و بدهني - ايضاً ۵ عدد - كٹورہ مسي ايک - گلاس الموٹيم ايک - گهرے پلم سري دوعدد - گهڑي جيبي كہنه ايک - سگریٹ كیس دوعدد - تسبيح ايک - مولي كيس ايک - مولي مخمل ايک - انگا ايک - بوچک ايک - چادر ايک - صافه ايک - لهاني جامدانی ايک - عبد نامه معه جزدان ايک - كتاب از قسم ناول گیارہ جلد - كلوبند سرخ ايک - وجب علي سوداگر بكس ايک - اقد | ۰ | ۴ | ۱۵

	پائي	آنه	روپيه
بذريعه ڈاكٹر فضل شاه صاحب جهمک پٹ	۰	۷	۱۰۱
جناب عبد الحميد خاں صاحب	۰	۰	۵
خاں بہادر سردار لشکر	۰	۰	۱۰
حاجي كريمداد خاں	۰	۰	۵۰
معرفت جناب خانصاحب منشي عزاز الدين	۰	۰	۹
كريمداد ملازم شفاخانه	۰	۱	۱
منشي صوبه خاں برينج پوسٹماسٹر	۰	۰	۳
منشي فيض محمد خاں گرد اور قانونگوں	۰	۸	۸
مرزا محمد حسن عرائض نويس	۰	۰	۲
جناب ڈاكٹر فضل شاه	۰	۰	۱۰
سيد عبد الخالق	۰	۰	۳
بقايا رقم جو كه بعد چندوں ك بچي تهي		۱۵	۲
بزرگاں ٹیٹا گڑه - كلكته در كهوياں جيبي - و نقد	۰	۱۴	۳۵۵
جناب خليل الرحمن صاحب باٹر گنج - بانكي پور	۰	۹	۹
بزرگاں جموئي ضلع مونگير بذريعه محمد يعقوب صاحب	۰	۰	۱۳۰
عبد القادر صاحب ضلع ڈيرہ غازي خاں	۰	۰	۲۰
بذريعه حبيب النبي خانصاحب سراك	۰	۰	۲
بزرگاں صاحب بگاں بمقام كالي گهاٹ بذريعه نعمت صاحب مستري	۶	۱	۹۰
ايس - ايم - پيارے صاحب از مخدوم پور - گيا	۰	۰	۳۱
ايک خاتون از دیار پور - سوهاگ پور بذريعه سيد احمد صاحب (عليگڈه)	۰	۰	۱۹۵
بزرگاں برهل گنج ضلع گوركهپور بذريعه سيد محمد قاسم صاحب كلرک تهانه	۹	۱۲	۱۶
جناب چودهري اعجاز رسول صاحب ردولي	۰	۰	۲
بزرگاں بايزيد پور ضلع مونگير بذريعه شمس الهدیٰ صاحب	۰	۱۲	۱۶
شيخ محمد عطا الله صاحب طالب علم اٹاوہ	۰	۰	۳
الہي بخش - خدا بخش صاحب نستي پورنگي خاں هوشيار پور	۰	۲	۲۵
نذير الدين صاحب نعماني ردولي	۰	۰	۵

برادران هنود و اسلام رياست جبركهاري ضلع همير پور بذريعه جناب منشي عبد الرحمن صاحب و فخر الحسن صاحب | ۰ | ۰ | ۲۵۰

(به تفصيل ذيل)

	پائي	آنه	روپيه
چنده متفرق جو عيد گاه ميں بقر عيد كو وصول هوا	۶	۱۲	۱۲
منشي عبد الوحيد صاحب معه اهليه خود	۰	۱۰	۳
منشي عبد العزيز صاحب معه اهليه وپسر خود	۰	۰	۷

	روپيه	آنه	پائي
بالو سعيد احمد صاحب ڈاكٹر شفاخانه رياست	۰	۷	۱۴
جناب والده صاحبه ڈاكٹر صاحب ممدوح	۰	۰	۱۰
منشي عوض علي صاحب پیشکار	۶	۱۲	۱
منشي احمد حسن صاحب كمال الدوله	۰	۱۰	۱
منشي بهوري خاںصاحب	۰	۱۴	۱
منشي عبد الباسط صاحب	۰	۶	۲
مرزا احمد حسن صاحب سرشته دار حضور دربار	۰	۰	۲
منشي رجب علي خانصاحب منصرم پیماش	۰	۵	۱
لطف خانصاحب سوار	۰	۱۳	۰
منشي فخر الرحمان صاحب	۶	۰	۹
مولا بخش صاحب سوداگر	۰	۸	۱۱
سيد سرفراز علي صاحب سوداگر	۰	۰	۲
منشي رسول خانصاحب افسر دويم	۰	۱۲	۴
منشي صادق حسن خانصاحب سب انسپکٹر پولس	۰	۰	۹
شمس الدين صاحب سوداگر مهوبا	۰	۰	۱
قوم چنده جو مسلمه رياست جركهاري ميں وصول هوے	۶	۸	۹
عبد الجليل خانصاحب عرف پهول خاں	۰	۰	۵
چهوٹے خانصاحب سپاهي	۰	۸	۲
امام خانصاحب سپاهي	۰	۱	۳
رسولي هرن باز صاحب	۳	۱۱	۰
منشي امير الله خانصاحب اهلمد ايجنسي معه اهليه خود	۰	۶	۵
منشي عبد الكريم صاحب سرشته دار رياست	۰	۰	۵
بيگم صاحبه مدار المهام صاحب	۰	۰	۲
والده صاحبه حافظ يوسف علي	۰	۰	۱
حكيم مهر خانصاحب حكيم رياست	۰	۰	۱
منشي عبد المجيد صاحب مورمال	۰	۰	۴
منشي احمد خاں صاحب باگول	۰	۹	۱
منشي امجد علي صاحب	۰	۰	۱
مولوي محمد ابراهيم صاحب مجسٹریٹ درجه سويم	۰	۰	۱
جگن خانصاحب ٹهيكدار آبكاري	۰	۰	۲
شيخ الہي بخش صاحب سوداگر	۰	۰	۳
سيد باقر حسين صاحب	۰	۹	۱
مير اصغر علي صاحب اوورسيئر	۰	۰	۱
شيخ غازي صاحب تماكو فروش	۰	۰	۱
منشي بہادر خاں صاحب مدرس انگريزي	۰	۰	۱
ديوان شيخ محمد صاحب	۰	۰	۱
سيد عبد الرحيم صاحب حضور دربار	۰	۰	۱
حكيم احمد حسن صاحب حضور دربار	۰	۰	۲
شيخ مداري خليفه چورلي	۰	۰	۱
محمد خانصاحب	۰	۰	۱
رمضان صاحب	۰	۰	۱
مرزا واجد بيگ صاحب ٹهيكدار تعجورت	۰	۰	۱
منشي ارشاد حسين خانصاحب مورمال	۰	۰	۱
منشي عبد الحكيم صاحب سب انسپکٹر پولیس	۰	۰	۲

نام	روپیہ	آنہ	پائی
منشی عبد الحمید صاحب سابق سب انسپکٹر	۱	۰	۰
منشی شہامت حسین صاحب طالب العلم	۲	۰	۰
سبزی فروشوں کی پنچایت سے وصول ہوئے	۱۰	۰	۰
قاسم علی صاحب جمعدار نقار خانہ	۱	۴	۰
معرفت منشی وزیر خانصاحب پیشکار	۱۰	۰	۰
منشی عبد الرزاق صاحب مدرس	۲	۰	۰
سید محمد عباس صاحب تحصیلدار ریاست پنکم گڈھہ	۱	۰	۰
منشی عبد الکریم صاحب سب انسپکٹر پولیس ریاست بہادر	۱	۰	۰
منشی علی شیر خانصاحب سب انسپکٹر	۶	۰	۰
منشی عبد الرحمن خانصاحب ہیڈ کانسٹبل ضلع حمیرپور	۱	۰	۰
بہادر خانصاحب ٹھیکدار حمیرپور	۱	۰	۰
شیخ عبد الغفور صاحب حمیرپور	۱	۰	۰
شیخ لکھو صاحب شتر سوار	۱	۰	۰
مصاحب ارجن سینگھہ جودیو صاحب کرنیل افواج ریاست چرکھاری	۵	۰	۰
پنڈت درگا پرشاد صاحب سب انسپکٹر پولیس	۱	۰	۰
منشی کرشن گوپال صاحب	۰	۸	۰
پنڈت جگناتھہ پرشاد	۱	۰	۰
بلونت سنگھہ صاحب موٹر ڈرائیور	۰	۴	۰
سید نیر حسن صاحب سپاہی	۱	۰	۰
عمرو حجن سوداگر تماکو	۱	۸	۰
نور محمد سبزی فروش	۱	۰	۰
راج بخش صاحب سبزی فروش	۱	۰	۰
شیخ بدلو صاحب سبزی فروش	۱	۰	۰
شیخ دمون صاحب سبزی فروش	۱	۰	۰
امیر خانصاحب خانساماں	۱	۰	۰
مسماۃ حسینی جان	۲	۰	۰
مسماۃ حیدری جان	۱	۰	۰
مسماۃ لعل جان	۱	۰	۰
مسماۃ نذیر جان	۱	۹	۰
مسماۃ بیگم جان	۱	۹	۰
مسماۃ مساں جان	۰	۱	۰
مسماۃ پریا والدہ رمضان	۰	۸	۰
مسماۃ جنی	۰	۸	۰
مولوی نور خانصاحب اہلمد	۰	۸	۰
احمد حسین صاحب	۱	۰	۰
رمضان علی صاحب عطر فروش	۰	۸	۰
اعزاز حسین صاحب مختار	۰	۶	۰
محمد خانصاحب موال	۰	۸	۰
حکیم محمد رضی صاحب اہلمد	۰	۶	۰
شیخ محمد صاحب اہلمد	۰	۸	۰
گھبراتی خانصاحب ٹھیکدار	۰	۸	۰
منشی عبد اللطیف صاحب قاضی شہر	۰	۸	۰
ہدایت اللہ خانصاحب حمیرپور	۰	۸	۰
حاکم سبزی فروش	۰	۴	۰

نام	روپیہ	آنہ	پائی
پیر بخش صاحب	۰	۴	۰
سیسی صاحب نابینا	۰	۱	۰
رمضان علی صاحب خانساماں	۰	۴	۰
منشی رضا بیگ صاحب جمعدار	۰	۶	۳
شیخ مجو برقنداز جنگ خانہ	۰	۴	۰
شیخ رمضن صاحب	۰	۴	۰
مولا بخش صاحب چوڑی والا	۰	۴	۰
شیخ الہی بخش صاحب سوار	۰	۴	۰
شیخ عبدو صاحب	۰	۴	۰
شیخ شبراتی سائیس	۰	۴	۰
شیخ حسین سپاہی	۰	۲	۰
پیر بخش صاحب	۰	۲	۰
مہر خانصاحب	۰	۲	۶
مولا بخش صاحب بلم بردار	۰	۱	۰
مصطفی کوچوان	۰	۱	۹
جناب سداری صاحب	۰	۰	۳
منشی بہادر خانصاحب مدرس اردو	۰	۲	۰
رمضان صاحب	۰	۱	۰
شیخ کلو صاحب	۰	۲	۰
آغا صاحب ملتکا	۰	۲	۶
رسول خانصاحب ملازم شفاخانہ	۰	۱	۰
بہادر خانصاحب	۰	۲	۰
علی حسن صاحب	۰	۲	۰
اسمعیل خانصاحب	۰	۲	۰
شیخ مجو صاحب کہر کٹور	۰	۴	۰
والدہ لعل خانصاحب	۰	۴	۰
لیاقت حسین صاحب گولہ انداز	۰	۲	۶
سید محمد حسین صاحب	۰	۴	۰
تانتی مومن صاحب	۰	۲	۰
مہر خانصاحب	۰	۱	۶
دلو بہشتی	۰	۱	۰
شیخ شبراتی صاحب رنگساز	۰	۲	۰
شیر خانصاحب گولہ انداز	۰	۴	۰
نور خان ولد غازی خان گولہ انداز	۰	۴	۰
لال خانصاحب گولہ انداز	۰	۲	۰
احمد خانصاحب سپاہی	۰	۲	۰
شیخ عبد القادر صاحب محافظ دفتر	۰	۰	۶
خدا بخش صاحب	۰	۴	۰
مسماۃ نورن	۰	۴	۰
رسول خانصاحب سپاہی	۰	۶	۰
شیخ الہی ڈنکا نواز	۰	۲	۰
شیخ عبد اللہ صاحب عطار	۰	۲	۰
حافظ شیخ سمر صاحب	۰	۴	۰
والدہ عبد الرحمن صاحب	۰	۱	۰
بہول خانصاحب	۰	۴	۰
شاہ خان خانصاحب	۰	۱	۰
کلو خان صاحب بگلہ ماری گارڈ	۰	۴	۰
سوہن نلدکا	۰	۲	۰

نام	پائی	آنہ	روپیہ
لورن بلچر والا	۰	۲	۰
گیو شتر سوار	۰	۲	۰
لوز بیگ	۰	۲	۰
مہر خانصاحب شتر سوار	۶	۰	۰
خدا بخش صاحب	۶	۰	۰
جھنکی باجے والا	۰	۱	۰
رمضان تلنگا	۶	۰	۰
میران خان تلنگا	۰	۱	۰
مسماۃ بڑی بہر فیل خانہ	۰	۱	۰
شیخ روشن صاحب	۰	۲	۰
کھڑی صاحب	۰	۱	۰
شیخ لتھو صاحب	۰	۲	۰
رسول بخش صاحب	۰	۱	۰
مرزا فہمی صاحب	۲	۰	۰
مرزا بشارت صاحب	۰	۱	۰
چھوٹے خانصاحب	۲	۰	۰
یوسف خانصاحب گولہ انداز	۰	۴	۰
غازی خانصاحب چابک سوار	۰	۲	۰
شیخ کلو گولہ انداز	۰	۲	۰
نور خانصاحب سپاہی	۰	۲	۰
نور خانصاحب سپاہی	۰	۲	۰
دایم خانصاحب سپاہی	۰	۱	۰
بدلو صیقل گر	۲	۰	۰
باسط سپاہی	۲	۰	۰
شیخ اسمعیل صاحب	۰	۵	۰
شیخ بشارت	۰	۵	۰
بادل خانصاحب سپاہی	۳	۰	۰
یعقوب بیگ گولہ انداز	۰	۳	۰
مرزا بشارت بیگ صاحب	۰	۴	۰
میر علی صاحب عطر فروش	۰	۴	۰
علی مرزا صاحب گولہ انداز	۰	۵	۰
دایم خانصاحب پہلوان	۰	۸	۰
مرزا یوسف بیگ صاحب	۰	۴	۰
مرزا حاتم بیگ صاحب	۰	۴	۰
مرزا کریم بیگ	۰	۸	۰
محمد شیر خانصاحب مدرس	۰	۲	۰
رمضان بیگ صاحب	۰	۲	۰
فتح خانصاحب	۰	۱	۰
علی خانصاحب علم بردار	۰	۱	۰
منو خانصاحب	۰		۰
لتھو خانصاحب	۰		۰
مدار حسین بیگ صاحب	۰	۱	۰
شیخ غازی صاحب	۰	۱	۰
رضا بیگ صاحب	۳	۰	۰
منو بیگ صاحب	۳	۰	۰
محمد بیگ صاحب	۳	۰	۰
وزیر قہار صاحب	۰	۱	۰
نبی بخش صاحب	۰	۲	۰
قادر بیگ	۰	۳	۰
رجب قہار	۰	۱	۰
حافظ فقیر محمد صاحب	۰	۲	۰
پہلو صاحب	۰	۱	۰

نام	پائی	آنہ	روپیہ
گلاب خانصاحب	۰	۲	۰
چھوٹے خانصاحب	۰	۱	۰
مدو خانصاحب ہرن باز	۰	۶	۰
مظفر حسین صاحب چوکیدار	۰	۱	۰
غلام اکبر خانصاحب مختار	۰	۴	۰
شیخ عبد اللہ صاحب سپاہی	۰	۲	۰
حسین خانصاحب سپاہی	۰	۲	۰
دین محمد صاحب سپاہی	۰	۲	۰
شیخ خیراتی روشن چوکیدار	۰	۸	۰
نجف خانصاحب چوکبورے	۰	۴	۰
غازی خانصاحب برقنداز	۰	۲	۰
سری بہشتی	۰	۱	۰
نبو صاحب سپاہی	۱	۱	۰
شیخ عثمان	۰	۴	۰
امیر خانصاحب مور دربار	۰	۴	۰
عبد الرشید صاحب مختار	۰	۴	۰
شیخ الہی بخش صاحب سوار	۰	۴	۰
حاجی الہ دین صاحب	۰	۴	۰
میر بخش - شترخانہ	۰	۴	۰
عیدو سبزی فروش	۰	۲	۰
مقبول سبزی فروش	۰	۲	۰
صان خانصاحب افسر بہیم	۰	۴	۰
پلو خانصاحب	۰	۴	۰
اسلم باجے والا	۰	۲	۰
زوجہ محمد امان خانصاحب	۰	۱	۰
ضامن سپاہی	۰	۱	۰
بہ ذریعہ شیخ چاند صاحب سپاہی	۰	۴	۰
منشی گلاب خانصاحب حور	۰	۳	۰
نوندی رنگریز	۰	۱	۰
قالنی خلاصی	۰	۱	۰
کھڑی منشکا سطاسب	۰	۲	۰
پیر خانصاحب گولہ انداز	۰	۲	۰
حسین بیگ منکا	۰	۱	۰
قربان علی سپاہی	۰	۱	۰
مرزا مداری بیگ صاحب	۰	۲	۰
بقاتی بساطی	۰	۲	۰
جمن سنہار	۰	۳	۰
لعل محمد سنہار	۰	۱	۰
شیخ لہوری	۰	۴	۰
عثمان خانصاحب طالبعلم	۰	۴	۰
گیو سائیس	۶	۱	۰
پہلو خانصاحب سپاہی	۰	۴	۰
مرزا ولایت علی بیگ	۰	۲	۰
جھنو خانصاحب سپاہی	۰	۲	۰
کالے خانصاحب سوار	۰	۴	۰
دلاو سپاہی	۰	۲	۰
فقیری جمعدار تحصیل	۰	۴	۰
حسن خان وزن کش	۰	۴	۰
مان خانصاحب سپاہی	۰	۴	۰

ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

AL-HILAL

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad.

7-1 McLeod street,

CALCUTTA.

Telegraphic Address.

"AL-HILAL"

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12.

مدیر مسئول و خصوصی

ابو الکلام الدہلوی

مقام اشاعت

۷-۱ مکلوڈ اسٹریٹ

کلکتہ

عنوان تلغراف

«الہلال»

قیمت

سالانہ ۸ روپیہ

ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

نمبر ۱۶ کلکتہ: چہار شنبہ ۱۵ جمادی الاولی ۱۳۳۱ ہجری جلد ۲

Calcutta Wednesday, April 23, 1913.

فہرست

— * —

تلغراف خصوصی

— * —

(قسطنطنیہ ۲۲ - اپریل) ۱۹ تاریخ کو ہماری وزارت کا ایک جلسہ ہوا، جسمیں تمام اتحادی شریک تھے - ۲۳ - رایوں سے برخلاف ۱۲ - کے قرار پایا کہ " عربی زبان " کے مسئلے کو اہل عرب کی دیرینہ خواہش کے مطابق منظور کرلیا جائے - نیز یہ کہ بیروت، دمشق، اور مکۂ معظمہ میں بہت جلد سرکاری یونیورسٹیاں قائم کی جائیں - آپنے اپنے خطوط میں اسکی خواہش کی تھی پس یہ خوشخبری برادران اسلام کو پہنچا دیجیے - خدا ترکوں اور عربوں کے اتحاد سے نئے دور اسلامی کا افتتاح کرے -

مصباح

شذرات

—:○•○:—

شمس العلما مولانا شبلی نعمانی

اور مسئلۂ " الندوہ "

— * —

(مسلم گزٹ) لکھنو میں منشی اعجاز علی کاکوروی برادر منشی احتشام علی صاحب، اور منشی اسحاق علی کا کوروی ایڈیٹر الناظر کی دو تحریریں نکلی ہیں، جنمیں رسالہ الندوہ کے موجودہ ایڈیٹر مولوی عبد الکریم صاحب مدرس دارالعلوم کے ایک مضمون " جہاد " کی نسبت بعض واقعات و حالات درج کیے ہیں -

مجھکو سب سے پہلے اس واقعہ کی نسبت خود مولانا شبلی نے الہ اباد سے ایک خط میں صرف اسقدر لکھا تھا کہ " الندوہ میں ایک سخت مضمون جہاد کے متعلق نکلا ہے جو ندوہ کے مقاصد کے خلاف ہے "

اس سے زیادہ اسمیں کچھہ نہ تھا اور یہ شاید چار پانچ مہینے کی بات ہے -

میں نے اسکے بعد ایک دو مرتبہ الندوہ کے پرچے دفتر میں تلاش کراے، مگر معلوم ہوا کہ یا تو وہ پرچہ نہیں آیا، اور آیا تو اب نہیں ملتا -

اسکے بہت عرصے کے بعد لکھنؤ سے ایک صاحب کی مراسلت آئی جس میں اس مضمون کی تائید تھی، میں نے انکو خود اس مضمون کا خط لکھا تھا کہ " جہاد کی نسبت میرا جو

اعتقاد ہے وہ واضح ہے - میں اسکو اصل اصول اسلامی اور بنیاد حیات شریعت سمجھتا ہوں - رہا وہ مضمون - اور ندوہ کے معاملات ' تو جب تک وہ پرچہ دیکھہ نہ لوں ' کچھہ نہیں کہہ سکتا - آپ وہ پرچہ بھیجدیں - "

مگر میرے پاس پرچہ نہیں آیا ' اور پھر مجھے اسکا خیال بھی نہیں رہا - پچھلے دنوں لکھنو میں مولانا سے ملاقات ہوئی تو یہ ذکر نکلا - اس وقت بجاے واقعہ کے تفصیلی حالات کے ' اصل موضوع پر کچھہ گفتگو شروع ہوگئی ' اور ایک بخاری عالم زاد لسکھنو آگئے - انسے میرزا داد ۲ تذکرہ شروع ہوگیا ' پھر مولانا کرامت حسین صاحب آگئے - اور باتیں ہونے لگیں ' اور اس طرح وہ بات درمیان ہی میں رہگئی -

میں اس وقت سمجھتا ہوں کہ اس واقعہ کی نسبت میری معلومات ابتدا سے صرف اتنی ہی رہی ہے ' اور اسی غرض سے میں نے یہ تفصیل لکھی -

ان دو مضمونوں سے معلوم ہوتا ہے کہ " جب یہ مضمون نکلا تو مولانا نے مقامی پانچ ممبروں کو جمع کیا اور انہیں دھمکی دی کہ اگر اس مضمون کے لکھنے والے کو سزا نہ دوگے ' تو میں ہز آنر سے تمہاری شکایت کرونگا - پھر رزولیوشن کے لفظ میں اپنی جانب سے بعض الفاظ بڑھا دیے ' اور اس کمیٹی نے ڈپٹی کمشنر صاحب کو لکھا کہ آپ جو سزا تجویز فرمائیں اسکے نافذ کردینے کیلیے ہم طیار ہیں -

پھر انتظامی جلسہ ہوا ' اور پہلی کارروائی کالعدم قرار پائی - اسپر ہز آنر کی چٹھی پہنچی ' اور اب چھہ ماہ ملازمت ندوہ سے معطل کردینے کی وہاں سے سزا تجویز ہوئی ہے "

اگر یہ واقعی سچ ہے تو اسمیں کوئی شک نہیں کہ ہمارے اعتقاد میں مولانا نے اور ان ممبروں نے نہایت سخت کمزوری دکھلائی - یہ سچ ہے کہ ندوہ کی حالت خاص طرح کی ہوگئی ہے - وہ برسوں ایک باغی جماعت سمجھی گئی ' اور اسکے کام کرنے والوں کو حیدر آباد بھاگنا پڑا یا مکہ معظمہ کی طرف ہجرت کرلنی پڑی - یہ بھی ضرور ہے کہ مولانا جب ندوہ میں آے اور برسوں سعی و کوشش کی تو خدا خدا کرکے گورنمنٹ کا خیال بدلا ' اور اب اسکی زندگی اسکی بخشی ہوئی زمین ' اور اسکے مقرر کیے ہوے عطیے پر ہے - لیکن با ایں ہمہ ان واقعات سے صرف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس مضمون کا الندوہ میں نکلنا جو ندوے کا آرگن اور ایک محض تعلیمی جماعت کی آواز ہے ' نا موزوں تھا ' لیکن جب نکل گیا ' اور ایک غلطی جو ہونی تھی ہوگئی ' تو اب اسپر اسقدر گھبرانے کی کوئی بات نہ تھی کہ ان واقعات تک معاملے کو پہنچا یا جاے -

ان مضامین میں ظاہر کیا گیا ہے کہ اس جلسے میں مولانا عبد الباری ' مولانا عبد الحی ' منشی احتشام علی ' اور مسٹر ظہور احمد بھی شریک تھے - معلوم نہیں ان صاحبوں نے کیا خیالات ظاہر کیے ؟ لیکن اگر یہ سچ ہے کہ اس کمیٹی نے گورنمنٹ کو فیصلہ کرنے کی دعوت دی تو مولانا عبد الباری سے مجھے نہایت تعجب ہے جنھوں نے ویسراے کو اسقدر غضب آلود تار دیا تھا ' اور اسپر میں نے بھی اظہار مسرت کا ایک تار انکی خدمت میں بھیجا تھا ' نیز مولوی عبد الحی صاحب سے ' جو سید صاحب بریلوی کے خاندان سے ہیں ' جنھوں نے سکھوں کے مقابلے میں جہاد کیا تھا - پھر منشی احتشام علی سے ' جو لکھنو کے شیعہ سنی کے فتنے میں اسقدر قوم کا ساتھہ دیچکے ہیں کہ انکے لیے ایک نئی کربلا وقف کردی ' اور ہمیشہ " جھلک " کے مسئلے میں بمقابلہ گورنمنٹ اپنی جماعت کی سرپرستی فرماتے رہے - گو بد قسمتی سے اب عشرۂ محرم میں انہیں شہر سے باہر چلا جانا پڑا ہے -

لیکن میں راے ظاہر کرنے میں جلدی نہیں کرسکتا - ایک بزرگ جسکے اخلاص " آزادی خیال " غیرت اسلامی ' اور جوش ملی کا مجھے بدیہیات جیسا یقین ہے ' اور اسکی ایک نہیں ' بلکہ بیسیوں شہادتیں میرے سامنے ہیں ' جبتک صحیح واقعے یقینی طور سے حالات معلوم نہو جائیں ' یقیناً اسکا مستحق ہے کہ فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کی جاے -

میں نے اسی خیال سے ایک خط مولانا کی خدمت میں روانہ کیا اور لکھا کہ تمام واقعات اصلی سے اطلاع بخشیے ' لیکن مولوی عبد السلام صاحب کے کارڈ سے معلوم ہوا کہ مولانا سخت علیل ہیں اور خط وکتابت سے مجبور -

مجھکو بڑی ہنسی آئی ' جب میں نے ہز آنر سر جیمس مسٹن بہادر کی اس بارے میں چٹھی پڑھی - انکی نسبت پیونیر مشہور ہے لکھتے ہیں کہ " ہز آنر اس بارے میں آپ لوگوں سے اتفاق کرتے ہیں کہ ہندوستان میں جہاد کے وعظ کی ضرورت نہیں ' خواہ وہ دفاعی ہو یا غیر دفاعی "

لیکن میں ہز آنر کو اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ وہ اسلامی جہاد کے وعظ کی ضرورت اور عدم ضرورت کا فیصلہ نہیں کرسکتے - وہ مسلمانوں کے حکمراں ہیں ' لیکن اسلام پر حکمراں نہیں - بہتر ہے کہ اس مسئلہ کے فیصلے کو ہم ہی پر چھوڑ دیں -

---

هفته جنگ

اس هفته میں حلفاء بلقان کے باہمی بگڑتے بگڑتے علانیہ جنگ و جدال و خوں ریزی تک پہنچ گئے ' اور ایسا ہونا نا گزیر تھا -

مقدونیا میں سروی ' بلغاریوں کے ساتھہ بری طرح ہیں - بلغاری پارلیمنٹ میں وزیر اعظم نے اعلان اطلاع سروی حکومت کو دیدی گئی ہے -

ریوٹر کو اطلاع ملی ہے کہ کومانو اور الگری پلینکا ایک بلغاری جتھے نے سروی سفر مینا پر حملہ کیا ' جسمیں ۔۔ سروی کام آئے - اس هفته میں کوئی معرکہ نہیں ہوا - التوا ۔۔ کی بابت تحریری معاهدے کی خبر غلط تھی - ہم نے پچھلی اشاعت میں اسکے تسلیم کرلینے سے انکار کیا تھا - دوسرے ہی دن خود ریوٹر نے اسکا اعتراف کرلیا - صرف زبانی طے ہوا ہے کہ ۲۳ - ماہ حال تک جنگ ملتوی رہیگی اور اگر ضرورت ہوئی تو اسمیں اضافہ بھی ہوسکیگا -

حکومت جبل اسود نے اپنے تمام وکلا کو اطلاع دیدی ہے کہ سقوطری کے معاوضے میں مالی معارضہ منظور نہیں کرسکتی ' کیونکہ اس سے اہل جبل کے شاندار عزت (؟) پر حرف آتا ہے ' مگر با ایں ہمہ دول نے اصولی طور پر منظور کرلیا ہے کہ جبل اسود کو ایک رقم بطور قرض دی جاے ' جسکی تعداد تیس ہزار فرانسک ہو ' اور جسمیں تمام دول یورپ شریک ہوں - تفصیل ابھی غیر معلوم ہے -

کہا جاتا ہے کہ حلفاء بلقان نے دول کی مداخلت کو اس شرط پر منظور کرلیا ہے کہ انکو جزائر ارخبیل (ایجین سی) کے متعلق مباحثے کا اختیار رہے گا - اطالیا کے نیم سرکاری اخبار (ٹریبیونا) کا بیان ہے کہ یونان کے ساتھہ جزائر لیملس ' ساس ' چانس ' متیلین ' اور کوس کے الحاق پر اطالیا اعتراض کریگی -

ایڈریا نوپل کا حملہ ' بلغاریا اور سرویا کی قوت کا آخری اور انتہائی ظہور تھا - بلغاریا تو اس سے پہلے ہی ختم ہوچکی تھی - البتہ سرویا نے ملکر اس حملے کو تقویت دی - اب تمام وقائع نگار اور یوروپین پریس بلغاریوں اور سرویوں کی قوت کے خاتمے کا باضرور اقرار کرتے ہیں -

البـــلاغ

— * —

اقتـــرب للنـــاس حسا بهـــم وهـــم في غفلـــة معـــرضون !

لوگوں کے نتائج اعمال کا وقت قریب آ لگا ' لیکن ابھی بھی وہ غفلت میں غرشار اور الله کی طرف سے منھہ موڑے ہوے ہیں !

— * —

استجيبـــوا لـــربكـم من قبـــل ان يـاتي يـــوم لا مـــرد لـــه من الله ' مالكـم من ملجا يومئذ و مـا لـكـم من نـكيـــر - فان اعـــرضـــوا ' فمـــا ارسلنـــاك عليهم حفيظا - ان عليك الا البـلاغ (۴۲ : ۴٦)

اے غافل لوگو ! اُس فیصلہ کن دن کے آنے سے پہلے اپنے خدا کا کہا مان لو ' جو اُس کے طرف سے اعمال بد کے نتائج میں آنے والا ہے ' اور اُسکا ٹلنا ممکن نہیں - اُس دن نہ تو تمہارے لیے کہیں پناہ ہوگی ' اور نہ تم اپنے اعمال بد سے انکار ہی کرسکوگے !!

اگر اسطرح سمجھا دینے پر بھی یہ لوگ روگردانی کریں تو (اے پیغمبر) ہم نے کچھہ تم کو اُن پر داروغہ بنا کر تو بھیجا نہیں ' تمہارے ذمے تو بس حکم الہی کا پہنچا دینا ہی ہے - ماننا یا نہ ماننا سننے والوں کا کام ہے -

— * —

ایڈریا نوپل جو حلقۂ بلقان کی راہ کامیابی میں بظاہر آخری مانع کامیابی تھا ' بالآخر مسخر ہوگیا ' مع (جامع سلیم) کی مقدس محرابوں کے ' جنھوں نے دو صدیوں سے اپنے نیچے صرف سجدہ ہاے نیاز ' اور زمزمہ ہاے توحید ہی کو دیکھا تھا ' اور مع اُن بلند اور مناروں کے ' جن پر آج تک روزانہ ... توحید کی ایک صدا بھی فضا ... - وہ فتح ہوگیا ' حالانکہ ہمارے ... اری کا لشکر عظیم ابتک غفلت کے قلعہ میں محصور ہے اور عبرت پیہم ہجوم ابتک اُسے مسخر نہیں ... یا حسرتا ! وياويلتا ! و يا ندما !!

لمثل هذا يذوب القلب من كمد

ان كان في القلب اسلام و ايمان !

... میں سفر میں تھا جب میں نے اول بار یہ خبر سنی - میں نے دیکھا کہ اس خبر کی تصدیق کے بعد بھی دنیا ویسی ہی تھی ' جیسی اس سے پہلے - میں نے دیکھا کہ ہم اپنے کاروبار میں مصروف ' اور اپنی احتیاجات میں بدستور منہمک ہیں - وقت پر کھانا کھاتے ہیں اور وقت پر آرام دہ نیند کے انتظار میں بستروں کو تلاش کرتے ہیں - زندگی کی مصروفیتوں میں کوئی تغیر نہیں ہوا ' اور اپنے اندر بھی دیکھا تو حالت ویسی ہی پائی ' جیسی کہ کل تک تھی - حالانکہ ہم میں سے کوئی بھی اس خبر کے سننے کیلیے طیار نہ تھا -

میں نے سوچا کہ کیا کسی دن اسی طرح قسطنطنیہ کے مسخر ہو جانے کی خبر آ جائیگی ؟ قسطنطنیہ کیا شے ہے ؟ میں نے سوچا کہ کیا ایک دن ہماری آخری متاع عزت یعنی بیت جلیل خلیل الله اور مسجد مطہرۂ رسول الله پر بھی ملاعنۂ صلیب کے حملہ آور ہوجانے کی خبر آجائیگی ' اور ہم اسی طرح اپنی رفتار مدہوشی میں آگے بڑھ جائیں گے ؟ فما ذا جرى على المسلمين ؟ و من لذي دفع بهم من عليين الى اسفل سافلين ؟

و لقـــد اخذنـــا هم بالعذاب ' فما استكانوا لربهم و ما يتضرعون ! ( )

اور ہم نے ان لوگوں کو عذاب میں گرفتار کردیا پھر انکو کیا ہوگیا ہے کہ اب بھی اپنے خدا کے آگے نہیں جھکتے ' اور اپنی غفلت پر نہیں روتے ؟

جامع سلیـــم (ادرنہ) کا محـــراب و منبـــر

دنیا میں قوموں کیلیے بڑے بڑے کام ہیں - بہت سی ہیں جنکو اپنے ایوان حکومت اور تخت جلال کی آرایش کرنی ہے - بہت سی ہیں ' جنکو اپنے عظیم الشان متمدن شہروں ' اور اپنی عالمگیر تجارت کی حفاظت مقصود ہے - بعض اپنی قومی دولت و ثروت کے بڑھانے کی فکر میں ہیں ' اور بعض خدا کی زمینوں پر قبضہ کرنے کے انتظام میں ' لیکن غور کرو کہ اب ہمارے لیے دنیا میں کیا کام باقی رہگیا ہے ؟ حکومتیں باقی نہیں رہیں کہ انکے دبدبۂ و سطوت کا نقارہ بجائیں ' دولت و ثروت کب کی جا چکی ہے ' اور جو رہچکی ہے ' وہ بھی برف آتش زدہ ہے - نئی زمینوں پر قبضہ کرنے کی فکر کیا کریں کہ جو چند گوشے اپنے ایام ذلت و نکبت بسر کرنے کیلیے باقی رہگئے تھے ' انکے لینے بھی نہ نکلے - تہذیب و [illegible] کی جگہ وحشت و جہالت ہمارا مایۂ السانیۃ سمجھا جاتا ہے ' اور دنیا کی قوموں کی فہرست میں ہمارے نام کے ساتھہ " وحشی " اور " نا قابل حیات زندگی " کے القاب لکھے جاتے ہیں ' کیونکہ الله کی زمین پر رہنے کے اب قابل نہیں رہے - ہم سے زمینیں چھین لینی چاہئیں ' اور جسقدر جلد ممکن ہو ' ہمارے بار ذلت سے دنیا کو پاک کر دینا چاہیے - ہماری تیرہ سو برس کی تاریخ کے بعد ' آجکل کی سرگذشت حیات صرف اتنی ہی باقی رہگئی ہے ! فيا للعار ! و يا للاسف !! و آہ ! آہ ثم آہ !!

گلگونـــۂ عارض ہے نہ ہے رنـــگ حنـــا تو !

اے خـــوں شـــدہ دل تو ترکسی کام نـــہ آیا !

ہماری تمام متاع اقبال لٹ چکی ہے - ایوان حکومت ڈھہ رہے ہیں ' اور تخت شاہی اُلٹ گئے ہیں - اب ہمارے پاس کچھہ باقی رہگیا ہے ' تو بس یہی چند مسجدوں کی محرابیں ہیں ' اور چند عبادت گاہوں کے صحن ' اور یا پھر وہ گنبد سبز ' جسکے نیچے دنیا کا سب سے بڑا انسان سو رہا ہے !

لیکن آج ایڈریا نوپل کی جامع سلیم کے صحن میں بلغاریوں کے بوٹوں کی گرد اُڑ رہی ہے ' کون کہہ سکتا ہے کہ کل اور کیا کچھہ نہوگا ؟

پھر اے وہ لوگو کہ اپنے ایوان حکومت کی حفاظت نہ کرسکے ' کیا آج خدا کی عبادت گاہوں کی محرابوں اور اُسکی صداے توحید بلند کرنے کے مناروں کی بھی حفاظت نہ کرسکوگے ؟ ؟

* * *

غفلت سرشت انسان کا قاعدہ ہے کہ بہت سی مصیبتیں اسکے لیے اسقدر جگر دوز اور زہرہ گداز ہوتی ہیں کہ انکا تصور بھی کرتا ہے تو کانپ اٹھتا ہے - لیکن پھر جب وقت آجاتا ہے' اور وہ مصیبت سر پر آکر کھڑی ہوجاتی ہے' تو کچھ دیر مضطر رہکر' کچھ دیر رو دھو کر' اور کچھ دیر ماتم و فغاں سنجی کرکے آگے بڑھجاتا ہے' اور جس وقت کے تصور سے لرز جاتا تھا' اسکو اسطرح بھول جاتا ہے' گویا کوئی واقعہ ہوا ہی نہ تھا!

ایک مدت سے ہم عالم اسلامی کے آخری مصائب کے تصور سے کانپ رہے ہیں - "آخری وقت" اور "فیصلہ کن وقت" ہماری زبانوں پر ہے - ہم اُس وقت کا ذکر کرتے تھے' جب اعداء اسلام ہمارے نیست و نابود کردینے کیلیے انتہا ہو جائیں گے - ہم اُس مصیبت کبری کے خیال سے لرز اٹھتے تھے' جب دشمن قسطنطنیہ کے دروازوں پر آپہنچیں گے - ہم غافلوں کو ڈراتے تھے کہ ہشیار ہوں کیونکہ ایک وقت آنے والا ہے' جب آخری فیصلے کی گھڑی سر پر آجائیگی - ہم سوتوں کو جگاتے تھے کہ اٹھہ کھڑے ہوں' کیونکہ وہ "فزع اکبر" اور "طامة الکبری" کا وقت کبھی نہ کبھی آنے والا ہے' جبکہ فنا و بقا اور موت و حیات کا فیصلۂ آخری ہوجائیگا -

پھر اگر آنکھیں کھولکر دیکھو تو اُس وقت موعودہ' اور مصیبت منتظرہ کا دن تو آگیا' اور اگر اسکی آخری ساعات نہیں آئی ہیں' تو اسکو بھی دور نہ سمجھو - لیکن کیا انسانی غفلت پیشگی کی عام عادت کی طرح' اس بارے میں بھی ہمارا ویسا ہی حال ہوگا' جیسا کہ ہر آنے والی مصیبت کے آجانے کے بعد ہوا کرتا ہے؟ کیا ہم اسے بھی بھول جائیں گے؟ کیا چند آنسوؤں کی ریزش' اور چند آہوں کی کشش سے زیادہ اور کچھ نہوگا؟ اور کیا پانی سر سے گذر جائیگا اور ہمارے ہاتھوں کو حرکت نہوگی؟

خاک بدہنم' تھوڑی دیر کے لیے فرض کرلو کہ وہ سب کچھہ ہوگیا' جسکے ہونے میں اب کچھہ دیر نہیں ہے - چشم تصور سے کام لو کہ جس آخری ساعت کے تصور سے ڈرتے تھے اور ڈراتے تھے' وہ مع اپنی آخری ہلاکتوں اور بربادیوں کے آگئی: انگلستان نے عرب و عراق اور حجاز و حرمین کی ریاست کی دیرینہ آرزو پوری کرلی - شام پر فرانس نے قبضہ کرلیا' بقیہ ایشیا جرمنی کے زیر عام آگیا - قسطنطنیہ اور دردانیال کا بھی وہ حشر ہوگیا' جو مسئلۂ مشرقی کے انفصال کے وقت سب سے پہلے ہوکر رہیگا' اور اپنی موت کی آخری خبر بھی ہم نے موجودہ جنگ کی خبروں کی طرح ریوٹر کی زبانی سن لی' تو پھر بتلاؤ کہ اُس وقت اسکے سوا اور کیا ہوگا' جو کچھہ کہ اِس وقت ہو رہا ہے؟ کیا در و دیوار سے سر ٹکراؤ گے؟ کیا آبادیوں کو چھوڑ کر جنگلوں اور صحراؤں میں چلے جاؤ گے؟ کیا گنگا اور جمنا کی سطح تم کو اپنی آغوش میں لیکر بہا لیگی؟ یا بحر عرب کی موجوں میں تمھیں پناہ مل جائیگی؟

اگر ایسا نہوگا تو پھر کیا دنیا میں کوئی انقلاب عظیم ہوجائیگا؟ کیا آفتاب اپنے مرکز حرکت کو چھوڑ دیگا؟ کیا زمین حرکت سے معطل ہوجائیگی؟ کیا ستارے آپس میں ٹکرا جائیں گے؟

اگر یہ بھی نہوگا تو کیا ہم رات کا سونا اور دن کا کار و بار چھوڑ دیں گے؟ کیا کھانا پینا بالکل بند کردینگے؟ اور کیا ہمکو زندگی کی احتیاج باقی نہیں رہیگی؟

حالانکہ ہم کو دنیا کے اندر تبدیلی پیدا ہونے کی خواہش کا کیا حق ہے' جب ہم خود اپنے اندر کوئی تبدیلی پیدا نہیں کرسکتے؟

* * *

دنیا اس طرح کبھی نہیں بدلی ہے' اور وہ ہماری امیدوں اور ولولوں کی تابع نہیں - ایران نے بابل کو مسخر کرلیا مگر آفتاب اسی وقت طلوع ہوا' جیسا کہ روز ہوتا تھا - سکندر نے ایران میں آگ لگادی' مگر انسان نے اپنے گھروں کو' اور صحرا کی چڑیوں نے اپنے آشیانوں کو نہیں چھوڑا - بابل و نینوا کے عظیم الشان تمدن برباد ہوگئے' مگر انکی بربادی کے ماتم میں کائنات کے ایک فرشتہ نے بھی زحمت نہ اٹھائی - یونان اور روۃ الکبری کے طاقتی مندروں اور سسلی دار العلوموں کی دیواریں سرنگوں تھیں' اور اسکندریہ کے بیت العلم کا چراغ گل ہوگیا تھا' مگر عرب کے شتر سواروں نے کبھی اسکی پروا کی' اور اس انقلاب عظیم نے کب کاروبار عالم کو معطل کیا؟

اس کائنات ارضی کی گھڑی اپنے کیل پرزوں پر چل رہی ہے' اور وہ ان حوادث و تغیرات سے بلند نہیں ہوسکتی - پس اسکی تبدیلی کی خواہش بے فائدہ ہے - اسمیں نہ کبھی تبدیلی ہوئی ہے اور نہ ہماری خاطر اب ہوگی - یہ کوئی تعجب کی بات نہیں - البتہ ایک دنیا خود تمہارے اندر موجود ہے' سخت تعجب اور حیرت ہے اگر ان حوادث و انقلابات سے خود اسکے اندر کوئی تبدیلی نہوا اور اگر اس وقت نہوگی تو پھر اور کس وقت کا انتظار ہے؟

ہماری ساری بدبختی اسمیں ہے کہ ہم اپنی فتح و شکست کو ایک دنیا نوپید کے سامنے ڈھونڈھتے ہیں' حالانکہ اسکا اصلی میدان تو ہمارے دل کے اندر ہے - و فی انفسکم افلا تبصرون؟ جب تک ہم خود اپنے اندر فتح یاب نہونگے' اس وقت تک باہر بھی کامیاب نہیں ہوسکتے -

العجل العجل! الساعة الساعة

ہاں ایک وقت آنے والا تھا اور وہ آگیا - ایک یوم الفصل تھا جس کا آفتاب طلوع ہوگیا - پرانی پیشین گوئیوں میں کہا گیا تھا کہ آفتاب مغرب سے نکلے گا' اور توبہ کا دروازہ بند ہوجائیگا - ہم دیکھہ رہے ہیں کہ آفتاب مغرب سے نکل چکا ہے اور توبہ کا دروازہ (کہ نقطۂ امیدواری ما بدبختان عالم بود) روز بروز ہم پر بند ہو رہا ہے -

پس وقت آگیا ہے کہ جس کو اٹھنا ہے اٹھے' جس کو چلنا ہے چلے' اور جس کو اپنے روٹھے ہوے خدا سے صلح کرلینی ہے کرلے - کیونکہ ساعت آخری' نتائج سامنے' مہلت قلیل' اور فرصت مفقود ہے

فتنبہوا عباد اللہ و قوموا ایہا المسلمون الغافلون! و جاہدوا فی اللہ حق جہادہ' و لا تکونوا کالذین قالوا سمعنا و ہم لا یسمعون' ان شر الدواب عند اللہ' الصم البکم الذین لا یعقلون -

جستجوے مقصود و توفیق الہی

موسم گذر رہا ہے - آسمان ہمیشہ مہربان نہیں ہوتا' اور وقت جاکر پھر واپس نہیں آتا - آج آٹھہ ماہ سے میں دیکھہ رہا ہوں کہ عالم اسلامی میں جو ایک عام حرکت بیداری پیدا ہوگئی ہے' اور موجودہ مصائب نے بالخصوص مسلمانان ہند کے دلوں میں جو اضطراب طاری کردیا ہے' وہ ایک اصلی اور حقیقی قوت کار' اور ایک آخری فرصت عمل ہے' جس سے اگر کوئی صحیح اور موصل الی المقصود کام نہ لیا گیا' تو پھر ہمیشہ حسرت و ماتم کے سوا اور کچھہ نہوگا -

روپیہ کا فراہم کرنا، جذبات و عواطف اسلامیہ کو حرکت میں لانا، مجالس تذکرۂ مصائب، اور مجامع تحریک و تشویق، اور اسی طرح کی تمام باتیں، دراصل ضمنی اور بطور ذرائع و وسائل کے تھیں - پھر اگر ہماری تمام بیداری صرف آلات کی طیاری ہی میں صرف ہوگئی، اور اصل عمل کی توفیق نہ ملی، تو یہ ایک بہت بڑی بد بختی ہوگی -

لوگوں کی نظر سطحی اور بالائی چیزوں پر تھی مگر میں حقیقت حال کو سوچ رہا تھا - لوگ متاسف تھے کہ محرابیں خوشنما نہیں، انہیں بدل ڈالیے، مگر میں رو رہا تھا کہ بنیاد کھوکھلی ہوگئی ہے، اسکی درستگی کی کیا تدبیر ہو؟

اصلی چیز یہ تھی کہ یہ وقت کے مصائب دراصل اُن دائمی اور مستمر اسباب کا نتیجہ تھے، جو پچھلی دو صدیوں سے عالم اسلامی پر طاری ہیں، اور جب تک اس سوراخ کو بند نہ کیا جائے، جہاں سے سیلاب نکلکر بہا ہے، اُس وقت تک صرف پانی کے ڈول بھر بھر کر پھینکنا، یا در و دیوار کو مضبوط بنانے کیلیے مصالحہ جمع کرنا، بالکل لا حاصل ہے -

میں اپنے کاموں سے غافل نہ تھا - (الہلال) میں جو کچھہ لکھہ رہا تھا، اسکو ایک لمحہ کیلیے بھی اپنی ہمتوں اور عزموں کا اصلی مصرف نہیں سمجھا، بلکہ ہمیشہ کسی اور مقصود حقیقی کی طرف جانے کیلیے ایک وسیلہ و ذریعہ یقین کیا، لیکن مشکل یہ تھی کہ طریق عمل کا فیصلہ آسان نہ تھا -

اس عرصے میں کتنی اسکیمیں بنالیں، اور پھر انکو چاک کیا، کتنی راہیں سامنے آئیں اور پھر ایک قدم اٹھا کر واپس آگیا - ہمارا مرض ایک ہی نہیں ہے، اور ہمارا گھر ہر طرف سے اُجڑا ہوا ہے - ضرورت ایک ایسی راہ عمل کی تھی، کہ ایک ہی راہ ہو، کیونکہ ایک وقت میں انسان ایک ہی راہ پر چلسکتا ہے، لیکن ایسی ہو، کہ پھر اسکے بعد کسی دوسری راہ کے تلاش کی ضرورت باقی نہ رہے، اور ہمارے تمام امراض کیلیے ایک نسخۂ وحید، اور علاج جامع ہو -

آپ یقین کیجیے کہ میں نے بہت سوچا - انسانی دماغ کسی چیز پر جسقدر غور کرسکتا ہے، شاید میں نے ہمیشہ کیا، اور متصل اور پیہم کیا، مگر با ایں ہمہ کسی ایک تجویز اور راہ پر پہنچکر نہ رک سکا - یہاں تک کہ میں تھک گیا، اور قریب تھا کہ مجھپر عالم تحیر و تعطل طاری ہوجائے اور قوت فیصلہ جواب دیدے -

اللہ ولی الذین امنوا

یخرجہم من الظلمات الی النور

لیکن جب کہ میں تلاش مقصود میں بھٹک رہا تھا، تو اُس نے، جس کا ہاتھہ ہمیشہ سرگشتگان حیرانی کا دستگیر، اور گم گشتگان تصور کیلیے رہنما و دلیل ہے، میرا ہاتھہ پکڑ لیا، اور چہرۂ مقصود کو بے نقاب کردیا - میں نے اُس بجلی کی طرح جو اچانک ظلمت طوفانی میں چمکتی ہے، اسکو دیکھا، پر اُس نے بجلی کی طرح مجھسے بے وفائی نہ کی، اور اپنی روشنی دیکر پھر واپس نہ لی: والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا، وان اللہ لمع المحسنین (۲۹ : ۶۹)

اب میری حیرانی ختم ہوگئی ہے - میں ظلمت میں نہیں بلکہ الحمد للہ کہ روشنی میں ہوں، پس طیار ہوں کہ آنکھوں، اور جو راہ اُنھیں دکھلائی دی ہے، بلا توقف اسکی طرف روانہ ہوجاؤں - وہ، جو دلوں کو کھولتا، دماغوں کی رہنمائی کرتا، آنکھوں کو دکھلاتا، اور ہاتھوں کو پکڑتا ہے، ضرور ہے کہ اپنی راہنمائی کا دروازہ اب بھی کھلا رکھے گا، اور ٹھوکروں اور گمراہیوں سے بچائے گا - وہ ہر اُس دل کے ساتھہ ہے، جو اسکے ساتھہ ہونا چاہے، اور ہر اُس بھروسہ کرنے والے کو بچانے والا ہے، جو اسپر بھروسہ کرے: واللہ ولی الذین آمنوا یخرجہم من الظلمات الی النور - (۲ : ۲۵۸)

من انصاری الی اللہ ؟ ؟

پھر کوئی ہے جو میرے ساتھہ چلنے کے لیے طیار ہو ؟

وہ آنکھیں کہاں ہیں جو ہمیشہ درد ملت سے خونبار رہتی ہیں ؟ وہ دل کہاں ہیں، جو حس مصیبت اور فکر مآل سے زخمی ہو رہے ہیں ؟ میں چاہتا ہوں کہ انکو دیکھوں، اور میں طیار ہوں کہ انکے آگے اپنی تجویز پیش کروں -

جنگ کی نہیں، سپاہیوں کی ضرورت ہے

یہ ایک سخت غلطی ہے کہ لوگ اپنی مستعدی اور ہمت کو کام کے تعین اور پیش ہونے پر موقوف رکھتے ہیں، حالانکہ جو چلنے والے ہیں انکے لیے زمین کے تمام گوشے کھلے پڑے ہیں -

پس میرے اعتقاد میں پہلی چیز کاموں کی تلاش نہیں ہے، بلکہ کام کرنے والوں کی تلاش - دنیا میں کاموں کی کبھی بھی کمی نہیں رہی ہے، اصلی کمی کام کرنے والوں کی ہے - موجودہ زمانہ اسلام پر ایک ایام جنگ کا دور ہے - ہمارے اندر بھی، اور ہم سے باہر بھی - دشمنوں کا ہر طرف ہجوم ہے، اور کوئی گوشہ نہیں جو حملہ آوروں کے اسلحہ کی جھنکار سے خالی ہو - پس جو لوگ اپنے اندر ایک سپاہی کا جوش، اور ایک جانباز کی ہمت رکھتے ہیں، انکے لیے میدان کار کی کوئی کمی نہیں ہے - وہ مستعد ہوکر باہر نکلیں، پھر کونسا گوشۂ اسلامی ہے جو آج اپنے جانبازوں کے ورود کا منتظر نہیں، اور کونسا میدان ہے، جہاں سے " اجیبوا داعی اللہ ! " کی صدائیں نہیں آ رہی ہیں ؟

پس قبل اسکے کہ میں اپنے کاموں کا معرکہ زار دکھلاؤں، چاہتا ہوں کہ معلوم کروں کہ کتنے سپاہی مستعد پیکار ہیں، اور کتنے ہیں جو آج اپنے خدا اور اپنی ملت کو اپنی زندگی اور اپنی قوت کا کچھہ حصہ دیسکتے ہیں ؟ میں بہت جلد اپنی تجویزوں کی ایک اسکیم پیش کرونگا، لیکن پہلے مجھے جواب دیجیے کہ کتنے ہیں جو آج اپنے تئیں خدا کو دیدینے کیلیے بالکل مستعد ہیں ؟

پھر کہتا ہوں کہ آج، جبکہ ہماری قومی زندگی کا کوئی شعبہ بھی ایسا نہیں ہے جو محتاج احیاء نہو، کاموں کی کوئی کمی نہیں ہے - کمی صرف مجاہدین حق، اور جان نثاران ملت کی ہے - آپ اگر اپنی زندگی میں سے، جسکے چوبیس گھنٹے روزانہ فکر نفس و جاں میں صرف ہوتے ہیں، کچھہ وقت اپنے اسلام اور اپنے خدا کو بھی دینا چاہتے ہیں، تو اٹھہ کھڑے ہوجیے، اور اپنے تئیں ظاہر کیجیے - کاموں کا فیصلہ منٹوں اور لمحوں میں ہوجائے گا -

حزب اللہ

پس میں اعلان کرتا ہوں کہ ابنائے ملت میں سے جو ارباب درد آج کام کرنے کیلیے اپنے اندر کوئی سچی مستعدی اور اسکا اضطراب رکھتے ہیں، وہ اس پرچے کو دیکھتے ہی صرف اتنی زحمت گوارا فرمائیں کہ اپنا اسم گرامی معہ نشان و شغل و پیشہ کے ایک کارڈ پر لکھکر دفتر الہلال میں بھیجدیں - کیونکہ جو طریق کار پیش نظر ہے (اور جو اپنی ابتدائی منزلوں سے گذر بھی چکا ہے) اسمیں پہلی چیز یہی سمجھتا ہوں کہ مجاہدین حق اور جاں نثاران ملت کی ایک فہرست جلد سے جلد طیار ہوجائے -

یہ بھی ظاہر کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میری دعوت سیر چمن اور تماشائے لالہ زار کی نہیں ہے - میں کانٹوں پر لوٹنا چاہتا ہوں، اور ایسے ہی آبلہ درست اور زیاں پسند لوگوں کا طالب ہوں جنکو مرہم کی راحت سے زخم کی سوزش زیادہ محبوب ہو -

کیونکہ میں عمل کی دعوت دیتا ہوں ' اور راہ عمل کبھی بھی پھولوں کی چادر نہیں رہی ہے - پس جو صاحب اپنا اسم گرامی بھیجیں ' پہلے اپنی مستعدی اور اضطراب دل کا بھی پورا اندازہ کرلیں :

گریزد از صف ما ہر کہ مرد غوغا نیست!
کسیکہ کشتہ نشد از قبیلۂ ما نیست!

فبشر عبادي الذين يستمعون القول فيتبعون احسنه ' اولئك الذين هدا هم الله ' و اولئک هم اولو الالباب -

[بقیہ مضمون صفحہ ۱۵ کا]

حوالے کیا ' اور انکی نسبت اپنی دلچسپی اور توجہ کا ثبوت دیا - کم ازکم ایک صدا تو آئی : فجزاكم الله تعالى عني خير الجزا و كثر الله امثالكم -

عود الي المقصود

اب دفعہ وار چند سطور لکھدوں کہ سلسلۂ سخن بہت بڑھگیا -

(۱) ہاں یہ سچ ہے کہ آجکل تراجم علمیۂ حدیثہ میں اصطلاحات کا مسئلہ بہت اہم ہے اور ایک غیر معمولی توجہ و مذاکرہ کا محتاج ' لیکن جس قدر آپ حضرات اسکو مشکل اور ایک امر عظیم اور مانع شدید راہ تراجم و تصانیف میں سمجھتے ہیں ' اس عاجز کے خیال میں امر واقع کے بالکل خلاف ہے - میری سمجھہ میں تو یہ بات نہیں آتی کہ اگر اردو زبان میں ترجمے کیلیے مستعد ہوجائیں تو صرف اصطلاحات کا مسئلہ کیوں مانع ہو؟

یقین کیجیے کہ یہ کوئی ایسی مشکل بات نہیں - البتہ اسکی ضرورت ہے کہ علوم عربیہ سے پوری واقفیت ہو' اور دماغ میں اس کام کی صلاحیت - اگر یہ نہیں تو پھر اسکے یہ معنی ہیں کہ آپ مترجم بھی نہیں - مترجم کے معنی میں وہ قدرت اور قابلیت بھی شامل ہے ' جس کے ذریعہ زبان غیر کی اصطلاحات کا ترجمہ کیا جاے - اگر ایک شخص اصطلاحات کے باب میں قاصر ہے تو اسکے یہ معنی ہیں کہ وہ مترجم ہی نہیں ہے -

پس یہ جو آپنے لکھا ہے کہ " اردو زبان علوم کے ترجمے کیلیے ناقابل ہے" ایک ایسی بات ہے' جو آپ ایسے علمی مذاق رکھنے والے شخص کو نہیں کہنا چاہیے - آجتک غریب اردو سے کام ہی کب لیا گیا ہے کہ آپنے اسکے قابل اور نا قابل ہونے کا بے تکان فیصلہ کردیا ؟ میں کہتا ہوں کہ ایک لمحہ کیلیے بھی ناقابل نہیں ' البتہ وسعت نظر' اور قدرت وضع الفاظ و تراکیب ' اور علوم ادبیۂ عربیہ و فارسیہ پر نظر ہونی چاہیے -

میں اپنی عام تحریرات میں نئے الفاظ اور مناسب حال عربی اصطلاحات و تراکیب کے رائج کرنے کا حتی المقدور خیال رکھتا ہوں -

نئے علوم سے اگر مقصود فلسفہ ہے تو اسمیں تو کوئی اصطلاح ایسی نئی نہیں ' جو عربی میں نہو - البتہ بعض وہ علوم جنمیں اضافے ہوے ہیں ' اور بعض وہ ' جو زمانۂ حال سے مخصوص سمجھے جاتے ہیں ' اپنے ساتھہ ایک ذخیرہ نئی اصطلاحات کا بھی رکھتے ہیں ' مگر ارباب کار و واقفان فن سمجھہ سکتے ہیں کہ جو کچھہ ہے اپنا ہی قصور ہے ' ورنہ انکے لیے بھی وضع الفاظ کا مسئلہ چنداں مشکل نہیں -

میں بہت جلد خاص اسی مسئلے پر مع ایک ذخیرۂ الفاظ و اصطلاحات کے اپنے خیالات ظاہر کرونگا -

(۲) " مائینڈ " (Mind) کیلیے ہمارے یہاں بہت مدت سے ایک لفظ موجود ہے اور وہ کافی ہے ' یعنے " نفس "

(۳) اسکے بعد آپنے ایک نہایت اہم اور دلچسپ مسئلے پر توجہ فرمائی ہے یعنے " اخلاق میں وراثت کا اثر " -

لیکن اسکے بعد ہی آپ " نفس " اور اسکے اعمال کی بحث کرتے ہوے طریق حل مبحث و ما نحن فیہ سے الگ ہوگئے ہیں -

بیشک انقلاب فلسفۂ قدیم و جدید کے درمیانی دور میں بھی مثل دور سابق ' اس مسئلہ کو تسلیم کرتے تھے ' اور کانٹ نے اسپر زور دیا ' لیکن غالباً جناب کا یہ خیال درست نہیں کہ اب کلیۃ اسکے خلاف فیصلہ ہوگیا ہے ' اور زمانۂ حال کے اساطین فلسفۂ و اخلاق اسکے بالکل قائل نہیں - آجکل تو فلسفۂ و اخلاق پر تعدد مذاہب کا ایک بحران عظیم طاری ہے - مضمون زیر نظر میں بہت سرسری طور پر چلد اخلاقی ملاحظات پر توجہ دلائی تھی ' نہ کہ علمی اصول پر بحث و تنقید - اس مسئلے کے متعلق دونوں مذہبوں کے دلائل و مباحث کا بہت بڑا ذخیرہ پیش نظر ہے ' اور اب جناب نے یہ بحث چھیڑدی ہے تو مستقل علحدہ سے اسکی نسبت جواب عرض کرونگا کہ محتاج بسط و استقصاء ہے -

(۴) بیشک تربیت اولاد کا مسئلہ اہم ترین مسائل علم و اخلاق ' و مبدء اصلاح انسانیۃ ' و عماد ترقی ملت و نسل قوم ہے ' اور اس قوم سے بڑھکر بد بخت کوئی قوم نہیں ' جسکے والدین اپنی اولاد کی جسمانی و دماغی پرورش سے بے پروا ہوں - آپ لوگ تو صرف اسلیے اسے ضروری سمجھتے ہیں کہ موجودہ زمانے کے علم پیڈا گوا جی (Pedagogi) (علم التعليم و التربية) کے لحاظ سے ضروری ہے ' مگر میں اسلیے ضروری سمجھتا ہوں کہ اسلام کے خداے حکیم نے قرآن کریم میں حکم دیا ہے کہ :

يا ايها الذين آمنوا ! قوا انفسكم و اهليكم نارا - (۶۶ : ۶)

مسلمانو ! اپنے آپ کو اور اپنی اولاد اور متعلقین کو آگ کے عذاب سے بچاؤ جو انکو پیش آنے والا ہے -

اور فی الحقیقت (بقول حضرت امیر علیہ السلام ' کما ذکرہ الرازي في تفسيره) اس آیت کریمہ میں اولاد کی تربیت و تعلیم کو ہر مسلمان پر فرض کردیا ہے' تاکہ وہ اُن تمام عذابوں سے دنیا میں بچیں ' جو ہر طرح کے جہل و ضلالت سے پیش آتے ہیں -

لیکن معاف فرمائیے گا ' جو لوگ ملک کے پالیٹکس میں حصہ لیتے ہیں ' یا اسلامی مصائب کے ذکر سے حرکت و التہاب پیدا کرنے کی سعی کرتے ہیں ' اُن پر برہم ہونے کی یہاں ضرورت نہ تھی - بچوں کی تربیت ماں باپ ہی کرسکتے ہیں' لیکن سیاسی اور جنگی مصائب کے ورود کے بعد نہ مائیں باقی رہتی ہیں ' جو بچوں کو گود میں اٹھائیں ' اور نہ باپ باقی رہتے ہیں ' جو انکو درس فلسفہ و حکمت دیں - آج جو انقلابات مسلمانوں پر طاری ہو رہے ہیں ' انھوں نے گویا ایک جنگ کا دور ہم پر طاری کردیا ہے - یہ ضرور ہے کہ فن حرب کی تعلیم' اور علوم و صناعۃ کا حصول ہم میں ایسی قوتیں پیدا کردیگا ' جو براہ راست میدان جنگ میں کام آئیں گی' لیکن جنگ کے ایام میں ان باتوں کی مہلت نہیں ہوتی ' بلکہ صرف اسکی' کہ خوش اخلاق و بد اخلاق' واقف فن اور جاہل مطلق' جیسے کچھہ آدمی میسر آ جائیں ' اور ہتھیار کاندھے پر رکھنے کی صلاحیت رکھتے ہوں ' انکو دشمنوں کے سامنے بھیجدیا جاے اور پھر امن کی مہلت نکالکر اصلی اور تدریجی ذرائع تقویت و تعلیم کی طرف متوجہ ہوں -

---

پس اس وقت پہلی چیز یہ نہیں ہے کہ موجودہ حالت سے ہم اپنی بہتر حالت کیونکر بنائیں ؟ بلکہ یہ کہ اپنی اچھی بری موجودہ حالت میں ہی کسی طرح زندہ اورباقی رہسکیں - اگر ذرا بھی زندگی کی طرف سے اطمینان ہو تو پھر وقتی اور فوری امور کو چھوڑ کر صحیح اصول علاج کے مطابق بتدریج اپنا علاج کرائیں گے - والعاقبۃ للمتقین

مقالات

صفحة من تاريخ الحرب

تاریخ حرب کا ایک صفحہ

— * —

مدافعۂ محصورین

— * —

به تذکرۂ محاصرۂ ادرنہ

(۱)

" الشي بالشي يذكر " عربي کي مشہور ضرب المثل ہے - آجکل جبکہ ادرنہ (ایکریا نوپل) اور (سقوطری) کي حیرت انگیز مدافعت نے پلیونا " لیڈي اسمتھہ " اور پورٹ آرتھر کے واقعات دھرا دیے ہیں " ہمارا ذہن بے ساختہ اُن اقوام سالفہ کي طرف منتقل ہوتا ہے " جنھوں نے اب سے کئي ہزار برس قبل اپني ملت و وطن اور اپنے مذہب عزیز کي مدافعت اس استقلال اور جانفروشي سے کي تھي کہ اسکي خونیں داستانیں آجتک آرائش صفحات تاریخ ہیں ! !

— * —

قدیم ترین محاصرے اور مدافعت

— * —

دنیا میں جنگ کے آغاز کے ساتھہ ہي محاصرہ اور محصورانہ مدافعت شروع ہوگئي تھي - انسان نے جب پہلے پہل بادیہ نشیني کي زندگي سے ترقي کرکے شہري زندگي شروع کي ہوگي تو مختلف قوموں " نسلوں " جماعتوں " اور خاندانوں کي باہمي جنگ جوئي نے طاقتور کو محاصرے کي ترغیب دي ہوگي " اور مغلوب و ضعیف محصور ہوجانے پر مجبور ہوگیا ہوگا - سب سے زیادہ قدیم ترین محاصرہ " محاصرۂ ازوت ہے " جو بسمّیٹ مینک اعظم کي زیر قیادت کیا گیا تھا - یہ محاصرہ ۲۹۰ - برس تک جاري رہا " مگر تفصیلي حالات معلوم نہیں -

اسکے بعد سب سے زیادہ دنیا کا قدیمي محاصرہ طروادہ (Trode) ہے " جس کا افسانہ یونان کے مشہور سحر طراز اور ابو الشعر ہومر (Homere) نے الیڈ (Iliade) میں نظم کیا ہے " اور گو شاعرانہ افسانہ طرازي اور یوناني علم الاصنام کے خرافات کي آمیزش سے اسکے اصلي واقعات معلوم کرنا مشکل ہیں " تاہم اسمیں شک نہیں کہ وہ زمانۂ قدیم کي ایک بہت بڑي انساني خوں ریزي " اور تاریخ حرب کا ایک عظیم الشان جنگي محاصرہ تھا -

یہ محاصرہ ۱۰ - برس تک جاري رہا تھا " اور اسکي نسبت جنگ و مقاتلات کے عجیب و غریب واقعات ہومر بیان کرتا ہے -

اس ہولناک محاصرے کے بعد " قرون اولی کے محاصروں کي تاریخ ایک حد تک تاریخي روشني میں آجاتي ہے " اور دنیا کے دو مشہور قدیم ترین محاصرے یروشلیم (بیت المقدس) اور قرطاجنہ (کارتھیج) کے ہمارے سامنے آتے ہیں - اس وقت مختصراً انہي دو محاصروں کي طرف متوجہ ہونگے -

— * —

محاصرۂ بیت المقدس

ایک قدیم رومي محاصرہ

— * —

تاریخ عروج و زوال امم کا ایک درد انگیز افسانہ !

— * —

۷۰ - ویں عیسوي سنہ کا آغاز تھا " کہ روم سے جنگ آزماؤں اور حملہ آوروں کا ایک سیلاب عظیم شام کي طرف امنڈا " اور شہنشاہ طیطس (Titus) نے دنیي اسرائیل کي ہزارہا سالہ عظمت و جبروت کے مسکن " حضرت (داؤد) کے عظیم الشان ہیکل " اور تخت گاہ (سلیمان) پر فوج کشي کردي - اسرائیل کے گھرانے کي یہ وہ آخري بربادي تھي " جسکي (یسعیا) نبي نے خبر دي تھي " اور نسل اسحاق کي بد اعمالیوں کي وہ سب سے آخري سزا تھي " جس پر (حزقیل) نبي نے ماتم کیا تھا " اور خداوند خدا نے کہا تھا کہ " اے اسرائیل کي بدکار عورت ! تو نے مجھے چھوڑ دیا " پس میں غیرقوموں کو بھیجونگا " جو تیري عظمت و ناموس کو ناپاک کرینگے " (حزقیل ۱۵ : ۲۵)

یہي رومي فوجکشي وہ آخري عذاب الہي تھا " جسکے بعد جلال خداوندي نے ہمیشہ کے لیے اولاد اسرائیل سے اپنا رشتہ کاٹ لیا " اور (سعیر) کي روشني نے (فاران) کي چوٹیوں کو اپنا مطلع و مبدء بنایا : وکان وعداً مفعولا (۱۷ : ۳)

محاصرے کا آغاز

رومي فوج نے شہر کے قریب پہنچکر اپنا قاصد بھیجا " اور باشندگان شہر سے کہا کہ شہر حوالہ کردیں " مگر وہ بیت المقدس کے مستحکم حصار " اور آہني عمارات جنگ کي طرف سے مطمئن تھے " انہوں نے تسلیم شہر سے (عربي میں حوالگي کے معنوں میں " تسلیم " کہتے ہیں اور اسکو اردو میں رائج ہونا چاہیے) انکار کردیا -

اب رومي فوج کیلیے محاصرہ نا گزیر تھا - ۳۰ - ہزار آہن پوش فوج نے چاروں طرف سے شہر کا محاصرہ کرلیا -

بیت المقدس اُس وقت نہایت محفوظ تھا - یکے بعد دیگرے تین نہایت مستحکم شہر پناہیں تھیں " اور انکے با ہمي فاصلے مدافعۃ کے آلات و اسباب جنگ کیلیے نہایت مضبوط عمارتیں رکھتي تھیں - (طیطس) نے اپني فوج کے چار حصے کردیے - تین حصے شمالي جانب پر مامور کیے " جو بیروني شہر پناہ سے ایک میل کے فاصلے پر جم گئے - اور باقي ایک حصہ جانب مشرق مقرر کیا " جو مشہور مسیحي مقدس پہاڑ (کوہ زیتون) کے حوالي میں تھا -

قدیم آلات جنگ

رومي فوج کے ساتھہ اُس زمانے کے ترقي یافتہ آلات جنگ بے شمار تھے - علی الخصوص طویل و وزني گرز " سنگ بار منجنیقیں " آتش افشاں پہیہ دار منارے " اور قدیم زمانے کا وہ عجیب و غریب آلۂ جنگ " جسکے لیے عربي میں (کبش) کا لفظ مستعمل ہوگیا تھا -

(گرز) قدیم قوموں کا سب سے بڑا آلۂ جنگ تھا " جس کو رستم و سہراب کے کاندھوں پر شاہنامے میں ہم نے ہمیشہ دیکھا ہے - لیکن رومیوں کے پاس ایک خاص طرح کا گرز ہوتا تھا " جسکو محاصرے میں استعمال کیا کرتے تھے - یہ معمولي گرز سے بہت زیادہ

لیا، اور اسکی ضرب کا اثر بہت زیادہ وزنی ہوتا تھا، اور شہر پناہ کی دیواروں، اور قلعہ کے دروازوں کے توڑنے میں کام آتا تھا۔

(منجنیق) ایک کثیر الاستعمال مشین تھی، جسکے ذریعہ بڑے بڑے وزنی پتھر غنیم کے لشکر اور محصور شہر کے اندر پھینکے جاتے تھے۔ یہ (میکانک) کے یونانی اصل کا معرب ہے، اور عام الحیل (فن وضع آلات و مشینری) کی قدیم ترین ایجاد - عربوں نے بھی اپنی جنگوں میں اس سے کام لیا ہے - یہ گویا قدیم زمانے کی توپ تھی - پتھر کے بڑے بڑے گولے جب اس سے نکلکر اڑتے تھے، تو انکی ضرب دیواروں اور قلعوں پر نہایت سنگین پڑتی تھی -

(آتش افشاں منارے) لکڑی کے بنائے جاتے تھے - اسکے نیچے پہیے لگے ہوتے تھے، تاکہ گاڑی کی طرح نقل و حرکت ممکن ہو - اسکی کئی منزلیں ہوتی تھیں - ان میں بیٹھکر حملہ آور محصورین کی طرف تیزی سے بڑھتے تھے، اور انکے برجوں سے آتشیں روغن کو شہر کی دیواروں اور عمارتوں پر پھینکتے تھے -

(کبش) اس زمانے کا بہترین ہتیار تھا - کچھ آدمی گاڑی کو کھینچتے تھے، اور کچھ حفاظت کرتے تھے - یہ گاڑی شہر پناہ سے بھڑا دی جاتی تھی، اور اندر کی فوج محصورین کی تیر اندازی سے محفوظ رہکر، دیواروں میں نقب لگا دیتی تھی -

عربوں نے اسکو (کبش) اسلیے کہا کہ اسکے سامنے کے رخ پر ایک

کی بڑی بڑی عظیم الشان سرزمینوں کو مع انکے بسنے والوں کے بخشا گیا تھا - مگر انہوں نے اس پیمان و عہد کو توڑ دیا، جو مصر کی غلامی سے نجات پا کے بعد بخشندہ خداے قدوس سے سینا کے پہاڑ پر باندھا تھا - جب وہ طرح طرح کی بد اعمالیوں اور فسق و فساد میں مبتلا ہوگئے تو رحمت الہی انسے روٹھ گئی، اور اس نے اپنی برکت کی جگہ اپنے قہر و غضب کو بھیج دیا - خدا کا اس دنیا میں سب سے بڑا قہر یہ ہے کہ وہ کسی قوم سے حکومت و فرماں روائی کی عزت چھین لے، اور غیر قوموں کی غلامی و محکومی کی زنجیریں اسکے پاؤں میں ڈالدے - پس یہودیوں کیلیے بھی اب دنیا میں اس سزا کے سوا کچھ نہ تھا - (بخت نصر) کی فوج کشی اور (بابل) کی قید کے بعد (عزیر) کی آہ و زاری نے انکی سزا کی مہلت بڑھا دی تھی، پر انہوں نے اس فرصت سے بھی فائدہ نہ اٹھایا، اسلیے ضرور تھا کہ آخری غضب الہی کسی جابر قوم کے استیلا و تسلط کی صورت میں ظاہر ہو - اور وہ جب کبھی کسی قوم سے روٹھتا ہے تو اسکی عادت ہے کہ اپنی کسی جابر مخلوق کو اسپر مسلط کردیتا ہے - پھر وہ اسکے تخت حکومت کو اولٹ دیتی ہے، غلامی و محکومی کی بیڑیاں اسکے پاؤں میں ڈالدیتی ہے، اور عزت ملی اور شرف قومی کی روح اسکے اندر سے کھینچ لیتی ہے !!

رومیوں کا یہ حملہ یہودیوں کیلیے اسی سلسلۂ غضب الہی کی

کبش

رومی آلۂ جنگ، جو مثل ایک گاڑی کے تھا، اور جس میں بیٹھکر محاصرین حملہ کرتے تھے -

مینڈھے کا مصنوعی سر بنا کر لگا دیا جاتا تھا - (دیکھو تصویر کبش) -

شہر کی بیرونی شہر پناہ اور رومی لشکر کے شمالی حصے کے مابین جو آباد قطعے تھے، وہاں کے تمام درخت اکھڑوا ڈالے گئے تھے، تاکہ فوجی نقل و حرکت میں مانع نہوں -

اطراف شہر کی سرسبزی کا اس وقت یہ حال تھا کہ یہ تمام قطعات طرح طرح کے شاداب درختوں کی کثرت سے ایک جنت ارضی کا منظر معلوم ہوتے تھے، اور اس کثرت کے ساتھہ تھے، کہ صرف انکی جڑوں کے کھودنے اور اکھاڑنے میں کامل چار دن رومی فوج نے صرف کیے !!

یہ شام کی سرزمین تھی، جسکی نسبت قرآن کریم نے سورہ (بنی اسرائیل) میں فرمایا: " بارکنا حولہ " ہم نے بیت المقدس کے اطراف کو اپنی برکات سے مالا مال کردیا تھا !

اسکے بعد فوج شمال کی جانب بڑھی، اور ایک ایسے مقام پر خیمہ زن ہوگئی، جہاں سے بیرونی حصار شہر کا ایک گوشہ نظر آتا تھا - یہاں محاصرین نے چند برج تعمیر کیے، اور ان میں بیٹھکر بیت المقدس پر سنگی گولے برسانا شروع کردیے -

فاعتبروا یا اولی الابصار !

یہ وہی بیت المقدس تھا، جس کو خداے ذو الجلال نے اپنی رحمت و برکت کا نشیمن بنایا تھا - ابراہیم (ع) کے گھرانے سے جو الہی وعدے ہوے تھے، انکے ایفا کا پہلا گھر اسی میں تھا - بنی اسرائیل کی عظمت و جبروت کے سیلاب اسکی شہر پناہ سے نکلتے تھے، اور دنیا

آخری سزا تھی، جسکے بعد بنی اسرائیل کی عظمت کا چراغ ہمیشہ کیلیے گل ہوگیا: ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ، و باؤ بغضب من اللہ - (بخت نصر) اور بابلیوں کا ورود پہلا عذاب تھا، اور یہ آخری - انہی دو عذابوں کی طرف قرآن کریم نے اشارہ کیا ہے کہ :

و قضینا الی بنی اسرائیل فی الکتاب لتفسدن فی الارض مرتین، و لتعلن علوا کبیرا - فاذا جاء وعد اولاھما، بعثنا علیکم عبادا لنا اولی باس شدید، فجاسوا خلال الدیار، و کان وعدا مفعولا (۱۷ : ۳)	اور ہم نے بنی اسرائیل سے انکی کتاب تورات میں صاف صاف کہدیا تھا کہ تم ضرور زمین پر دو مرتبہ فساد میں مبتلا ہوگے اور اپنی بد اعمالیوں میں مغرور ہوکے نہایت سخت زیادتیاں کروگے، تو اے بنی اسرائیل کے لوگو ! جب تم میں ظہور فساد و عدوان کا پہلا وقت آیا، تو ہم نے تمہارے مقابلے میں (بابل کے) اُن لوگوں کو بھیجدیا، جو نہایت جابر اور سخت گیر تھے - وہ تمہاری بستیوں کے اندر پھیل گیے (اور وہ سب کچھہ کیا جو انکو کرنا تھا) اور اللہ کے وعدے کو پورا ہونا تھا، اور وہ پورا ہوکر رہا -

یہ قوموں کے اعمال کے قدرتی نتائج ہیں - جس بیت المقدس پر ملائکۂ الہی رحمت و برکت کے پھول چڑھاتے تھے، آج حملہ آوروں کے برجوں سے اسپر پتھروں کے گولوں کی بارش ہو رہی ہے !!

و ما کان اللہ لیظلمہم، و لکن کانوا انفسہم یظلمون -

عروج و زوال امم کا یہ قانون الہی ہے ' اور اے کاش کہ آج وہ فاروان اسلام ' جنکو خدا نے بنی اسرائیل کی انس عظمت و جبروت کا جانشین بنایا تھا ' اور جو اُس خلافت ارضی کے وارث ہوے تھے ' جسکی اہلیت (داود) اور (سلیمان) کی نسل میں باقی نہاں رہی تھی ' تاریخ کے ان نتائج قریبہ سے عبرت پکڑیں ' اور آنے والے وقت سے ڈریں !

کذالک یضرب اللہ الامثال ' لعلہم یتذکرون ! — اسی طرح اللہ گذشتہ قوموں اور ملکوں کی مثالیں بیان کرتا ہے ' تاکہ شاید غافل قومیں عبرت پکڑیں !!

رومی پیش قدمی

یہودیوں کی حالت اُس وقت نہایت افسوس ناک تھی - بابل کی قید اور عرصے کی غلامی نے پھر اُسی سیرۃ اولی پر پہنچا دیا تھا ' جس سے دریاے نیل کے کنارے حضرت موسی نے انہیں نجات دلائی تھی -

تاہم اُنہوں نے اس موقعہ پر اپنے تمام قوی کو جمع کیا ' اور پوری جانبازی سے مدافعت کا سامان کرنے لگے - سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ رومیوں کے سے آلات جنگ اور اسلحۂ ہلاکت انکے پاس نہ تھے ' اور سنگباری کے برجوں ' عظیم الشان کبشوں ' اور آتشیں روغن کی بارش کا کوئی جواب نہیں دیسکتے تھے -

پھر ممکن تھا کہ وہ اسکا جواب دیسکتے ' مگر قدرت الہی کے بھیجے ہوے عذاب یا اپنے اعمال بد کے قدرتی نتائج کا انکے پاس کیا جواب تھا ؟

فاخذہم العذاب و ہم ظالمون (١٦ : ٩٠) — پس عذاب الہی نے اُنہیں جا پکڑا اور وہ اپنے ظلموں کی وجہ سے اسی کے مستحق تھے -

نتیجہ یہ نکلا کہ کچھ عرصے کے بعد بیرون شہر کی سر حد محاصرین نے فتح کرلی -

اب رومیوں نے زیادہ شدت اور مستعدی سے قدم آگے بڑھاے ' اور کرہ (زیتون) کی مشرقی فوج نے اپنی منجنیقوں کا رخ مقدس (ہیکل) کی جانب کردیا - ساتھہ ہی مشتعل روغن (نفت) کی بارش بھی شروع کردی - آجکل عربی و فارسی میں کراسن تیل کو نفت کہتے ہیں ' مگر یہ ایک دوسرا معدنی تیل تھا ' جو نہایت سریع الاحتراق تھا ' اور جس مقام پر پڑتا تھا ' بمجرد ایک دوسرے تیل کے پڑنے کے ' اُس سے شعلے بھڑکنے لگتے تھے - قدیم زمانے کی بہت سی متمدن قوموں نے اسکو استعمال کیا ہے ' اور جنگ صلیبی کے عہد میں بزمانۂ محاصرۂ عکہ مسلمانوں نے بھی اس سے کام لیا تھا -

یہودی اب نہایت مضطرب ہوے ' کیونکہ منجنیقوں کے گولے ' اور روغن نفت کی پچکاریاں ہیکل کی دیواروں تک پہنچنے لگیں - بعض پرانی جنگوں میں انہیں چند منجنیقیں مل گئی تھیں - وہ نکالی گئیں ' اور محصورین کی طرف سے بھی گولہ باری کا جواب دیا جانے لگا - لیکن ابھی اس انتظام کو زیادہ دیر نہیں گذری تھی ' کہ ایک اس سے بھی بڑھکر مصیبت کی خبر ملی - یعنی لوگوں نے دیکھا کہ شمالی شہر پناہ کے اندر جا بجا سوراخ ہوگئے ہیں !

اس خبر کے پھیلتے ہی محصورین کے دل بیٹھہ گئے - ہمتوں نے جواب دیدیا - بالآخر مایوس ہوکر پیچھے ہٹ آئے ' اور اس طرح شہر کی پہلی شہر پناہ پر رومی قبضہ ہوگیا -

اب دوسری شہر پناہ کے محاصرے کیلیے برج طیار ہونے لگے -

اس عرصے میں رومیوں نے بارہا باشندوں سے تسلیم شہر کی درخواست کی - سمجھایا کہ اس طرح انکی جانیں تہہ تیغ ہونے سے بچ جائیں گی ' مگر یہودی قید بابل کا تجربہ کر چکے تھے - انہوں نے ہر مرتبہ اطاعت قبول کرنے سے انکار کیا ' اور بدستور محصور رہے -

محصورین کی آخری سعی

اسلحہ کے باب میں یہودی رومیوں سے بہت کمزور تھے - اسلیے رو در رو مقابلہ ناممکن تھا - اسکے علاوہ ایک شہر پناہ مسخر ہوچکی تھی اور اس سے قوم کی اخلاقی حالت میں بھی فرق عظیم پیدا ہوگیا تھا - اسلیے یہودیوں نے اسکے سوا چارہ نہ دیکھا کہ کمزور مگر با تدبیر اقوام کے مشہور ہتیار " حیلہ طرازی " سے کام لیا جاے -

چنانچہ انہوں نے شہر پناہ کے اندر سے ایک عمیق سرنگ رومی لشکر گاہ تک کھود دی ' اور اسکا نتیجہ معاً ظاہر ہوگیا - یعنی زمین کے مجوف ہو جانے کی وجہ سے لشکر گاہ کے تمام بروج دفعۃً بیٹھہ گئے - رومیوں کو اس سے واقعی سخت نقصان پہنچا اور کئی دن کی متصل محنت کے بعد پھر دوبارہ برج تعمیر کیے گئے - تاہم جس سازو سامان کے ساتھہ وہ آے تھے ' اسپر ان نقصانات کا کوئی اثر نہیں پڑسکتا تھا - فوج محاصرہ کیسے بدستور پڑی رہی -

دوسری شہر پناہ بھی یہودیوں کو چھوڑ دینی پڑی ' اور رومانی فوج فاتحانہ اسپر بھی قابض ہوگئی !

اب یہودی تیسری شہر پناہ میں محصور تھے ' اور یہ آخری حفاظت کا نشیمن تھا ' کیونکہ اسکے بعد چوتھی شہر پناہ تھی - اسی کے اندر ہیکل اعظم اور تمام مقامات مقدسہ تھے ' اور اسکے مفتوح ہو جانے کے بعد بچنا دشوار تھا -

انہوں نے ایک پھر سرنگیں کھودیں اور اس محنت و جانفشانی کے ساتھہ ' کہ چند دنوں کے بعد ہی تمام زمین کھوکھلی کردی ' اور رومی برجیاں اور عمارات محاصرہ پہلی مرتبہ سے زیادہ نقصان دہ طریقے پر منہدم ہوگئے - اس سے رومیوں کا غیظ و غضب اور بھڑک اُٹھا ' اور جوش انتقام نے مجنون کردیا - انہوں نے اپنی عظیم الشان منجنیقیں اور بڑے بڑے کبش لیکر آخری حملہ بول دیا - وہ برابر ہلاکت اور بربادی پھیلاتے ہوے بڑھتے گئے - یہاں تک کہ آخری شہر پناہ میں بھی شگاف پڑگئے -

خرقیل نبی کی پیشین گوئی

اس سے بھی بڑھکر مصیبت عظمی یہ تھی کہ آتش انگیز روغن نفت کی بارش نے مقدس ہیکل کی دیواروں تک پہنچنا شروع کر دیا تھا - بدبخت یہودیوں نے ہر چند کوشش کی ' مگر اپنی ہزار سالہ عظمت کے گھر کو نہ بچا سکے - اصل یہ ہے کہ اب اسرائیل و اسحاق کا خدا بھی اُسے نہیں بچانا چاہتا تھا - اسکا بڑا حصہ آتشزدگی سے برباد ہوگیا ' اور گنبدوں اور میناروں میں سنگی گولوں سے سوراخ پڑگئے - (خرقیل) نبی نے کہا تھا : " میں ہیکل کے گنبدوں پر غیر قوموں کے لگاے ہوے دھبے دیکھہ رہا ہوں " بالآخر اس بدبخت اور خدا کی مغضوب قوم کی آخری سزا کی تکمیل ہوگئی ' اور عروج و زوال امم کے قانون الہی کے نفاذ کو کوئی انسانی سعی روک نہ سکی - رومیوں کے برجوں کی گولہ باری کا اب جواب ممکن نہ تھا -

خاتمہ !

ایک دن صبح کو یہودیوں نے دیکھا کہ رومی لشکر عظیم قتل و غارت ' اور نہب و سلب کے ہتیار ہاتھوں میں لیے ' آخری شہر پناہ سے اندر داخل ہو رہا ہے :

فجاسوا خلال الدیار ' و کان وعداً مفعولا !! (١٧ : ٣) — پس وہ بستیوں اور آبادیوں میں پھیل گئے ' اور اللہ کے وعدے کو پورا ہونا تھا اور پورا ہوکر رہا -

مذاکرۂ علمیہ

پہر وہ سب کچھہ ہوا جو اسکے بعد ہونا تہا - اُس قتل و غارت کا کون اندازہ کرسکتا ہے ' جو کئی دن تک اس مقدس شہر میں جاری رہا ؟ عورتوں اور بچوں تک کو خونخوار فاتحوں کی تلوار سے امان نہ تہی - عمارتیں جل رہی تہیں ' اور دیواریں زمین کے برابر ہوگئی تہیں - جو بچ رہے تہے ' وہ قیدی بنا لیے گئے ' اور جو بہاگ گئے ' انہوں نے پہر بنی اسرائیل کے ہزارہا سالہ گہرانے کی نسبت کوئی اچہی خبر نہیں سنی !!

فكاين من قرية اهلكناها وهي ظالمة ' فهي خاوية على عروشها ' و بئر معطلة و قصر مشيد - افلم يسيروا في الارض فتكون لهم قلوب يعقلون بها ' او اذان يسمعون بها ' فانها لا تعمى الابصار و لكن تعمى القلوب التي في الصدور - (۲۲ : ۴۴)

پہر انسانوں کی کتنی بستیاں ہیں کہ ہم نے انہیں ہلاک و برباد کردیا ' کیونکہ وہ نا فرمان تہیں ' اور انہوں نے احکام الہی سے سرتابی کی تہی - پس وہ اس طرح اجڑ گئیں ' کہ انکی بڑی بڑی عمارتوں کی دیواریں اپنی چہتوں پر گر پڑیں ' انکے کنوئیں بیکار و معطل ہوگئے ' اور پکی اینٹوں کے عظیم الشان بنائے ہوے محل ویران نظر آنے لگے ! پہر کیا دنیا کے غافل انسانوں نے زمین پر سیر و سیاحت نہیں کی ہے ؟ اور گذشتہ قوموں اور ملکوں کے اُن انقلابات کو نہیں دیکہا ہے ؟ اگر نظر عبرت سے دیکہتے تو انکے پاس دل ہوتے ' جو انجام کار کو سمجہتے - اور کان ہوتے ' جو صداے الہی کو سنتے - اصل یہ ہے کہ جب کسی قوم کے برے دن آتے ہیں ' تو لوگونکی آنکہیں اندہی نہیں ہو جاتیں ' بلکہ وہ دل اندہے ہو جاتے ہیں ' جو انکے سینوں کے اندر پوشیدہ ہیں !

انتقاد

وِدہ دی ٹرکس اِن ٹریپولی

With The Turks in Tripoli

مسٹر ای - این - بینٹ (E. N. Benit) کے سیاحت نامۂ طرابلس کا ذکر اردو اخبارات میں بارہا ہوچکا ہے ' اور اسکے اقتباسات اکثر اخبارات نے شائع کیے ہیں - جس صداقت اور بے تعصبی کے ساتھہ اس شریف انگریز اہل قلم نے حالات جنگ پر بحث کی ہے ' اور ضمناً ترکوں اور اسلام کے متعلق جو پر عواطف خیالات ظاہر کیے ہیں ' وہ یقیناً ہماری شکر گذاری کا مستحق ہیں -

موجودہ زمانے میں جنسی و سیاسی تعصب جس خوفناک و تاریک درجہ تک پہنچ گیا ہے ' وہ قرون مظلمہ (Middle Agsc) کے مذہبی تعصبات کے خونین مصائب سے بہی زیادہ عالم انسانیت کیلیے خطرناک ہے - یہ سچ ہے کہ اب کوئی عدالت تعذیب روحانئین (Inquisition) نہیں ہے ' جو کافروں اور ساحروں کو زندہ جلا دیتی ہو ' تا ہم وہ متمدن قومیں اپنے ترقی یافتہ قواے جنگ ' اور نا قابل مقاومت وسائل تسلط کے ساتھہ موجود ہیں ' جو لاکہوں انسانوں کو باسم تہذیب و دعوت مدنیت ' محض اس جرم پر قتل کردینا جائز سمجہتی ہیں ' کہ وہ نسل قوقاسی سے نہیں ہیں ' یا وہیں تو جنس ابیض کے وجود کی موجودگی میں انکا وجود کچہہ ضروری نہیں !

اسی جنسی تعصب کی یورپ کے موجودہ افکار و اقلام پر حکومت ہے - تاریخیں ' سفر نامے ' سیاسی اسفار ' اور اخبار و رسائل ' غرضکہ قلم اور سیاہی کی آمیزش سے جس قدر اشیا طیار ہوسکتی ہیں ' اُن سب کے اندر اسی جنسی تعصب کا شیطان حلول کرگیا ہے - نا مور اہل قلم ' اور قابل سے قابل مغربی سیاح ' جب مشرقی اوضاع و اطوار اور عادات و خصائل کی تصویر کہینچتا ہے ' تو اپنے قلم کو اس تعصب کے رنگ و روغن سے الگ نہیں رکہہ سکتا -

علی الخصوص مغرب و مشرق ' اور اسلام و مسیحیت کی جنگ آرایوں میں انصاف اور صداقت بالکل ایک بے اثر جذبہ ہوگیا ہے -

یہ فی الحقیقت دنیا اور انسانیت کیلیے ایک مصیبت عظمی ہے ' اور تمام گذشتہ ازمنۂ ظلم و ظلمت سے ' با این ہمہ شیوع علم ' و ترقیات علمیۂ عظیمہ ' و رفع منار مدنیۃ و عمران ' و اتحاد و تبادل آراء اقوام و ملل ' و ادعاے مساوات و نوع پرستی و بے تعصبی ' زیادہ خطرناک و مہلک ' اور ایک خوفناک ترین دور انسانی ہے -

پہر جنسی تعصب کے ایک ایسے تاریک عہد میں جو خال خال چند نفوس صالحہ یورپ کی سر زمین میں نظر آجاتے ہیں ' اور قومی پاسداری کی خباثت سے پاک و بری ہوکر منصفانہ اظہار حق کرتے ہیں ' انکے وجود کو بہت مغتنم اور انکی خدمت انسانیۃ کو مستحق تحسین و امتنان یقین کرنا چاہیے -

ایسے ہي لوگوں میں سے ایک قابل تعمید شخص ' کتاب زیر بحث کے مصنف مسٹر ای - این - بینٹ بھی ہیں -

جنگ طرابلس کے شروع ہوتے ہي وہ معائنہ حالات کیلیے روانہ ہوگئے - غالباً اخبار مانچسٹر گارجین کي نامہ نگاري کي حیثیت سے گئے تھے - ٹیونس کا راستہ ' جو اس وقت اندرون طرابلس کیلیے ایک ہي دروازہ تھا ' اختیار کیا - دونہ پہنچکر ترکي کیمپوں میں ٹھہرے اور تین بڑي لڑائیوں کو اپنے سامنے دیکھا - یہ وقت جنگ کا اصلي زمانہ تھا - اندرون طرابلس اور صحرا کے عربي قبایل جوق جوق آرہے تھے ' شیخ سنوسي کي ہمدردي پوري طرح حاصل ہوچکي تھي ' اطالیوں کي پے درپے شکستوں اور ناکامیوں نے جراتوں اور ہمتوں کو بڑھا دیا تھا ' اسلیے انکو اصلي حالات معلوم کرنے ' اور صحیح رایوں کے قایم کرنے کا پورا موقعہ ملا - وہ ترکي افسروں کے ساتھہ کیمپوں میں رہے - عربوں کے اُن صحرائي خیموں میں ' جنکے اجزاے ترکیبي ایک پھٹے ہوے کمل ' اور ایک کسي درخت کي خشک شاخ سے زیادہ نہیں ہوتے ' بارہا بیٹھے اور انکے جذبات ملیہ ودینیہ کا مطالعہ کیا - وہ بادیہ نشین قبایل ' جو ہزاروں کي تعداد میں ترکي کیمپوں کے سامنے کے میدانوں میں ' اپنے اونٹوں کے پاس ' کھلے آسمان کے نیچے پڑے رہتے تھے ' اور جوش فدا کاري ملت ' و حفظ خاک وطن مقدس ' و عشق اسلام محبوب میں نہ دنکي کي ریگستاني تپش کي انھیں پروا تھي ' اور نہ رات کي مہلک اور مرض پرور ہوا و رطوبت کي ' انکے سامنے تھے اور انکو پورا موقعہ حاصل تھا کہ اسلام کي جنگي و سیاسي قوت کے اس آخري غیر مستعمل خزانے کي قدر و قیمت کا اندازہ کریں -

پس انکا سفر گو مختصر تھا ' لیکن اِن نادر مواقع کي وجہ سے بہترین مواد ' اور قابل وثوق آرا کے جمع کرنے کا سامان اپنے ساتھہ لاے ' اور جس سنجیدہ انداز روایت ' اور منصفانہ طریق بحث و استدلال کے ساتھہ اُنہوں نے اس سے کام لیا ' وہ ایک عام سیاحت نامے کي سطح سے اس نا مکمل روز نامچے کي قیمت بڑھا دیتا ہے -

اٹلي کے اس حملے اور نیز یورپ کے موجودہ ظالمانہ و قاتلانہ حرص کا انہیں نہایت درد و تاسف سے اعتراف ہے - صدہا مواقع پر انہوں نے اہل عرب کي قوت و شجاعت اور جانفروشي و جذبات صحیحہ کی داد دي ہے - غیر قوموں کے ساتھہ عربوں کے وحشیانہ سلوک ' اور اسلام کے تعصب کے افسانوں پر جابجا ہنسي اوڑائي ہے - جن عربوں کو یورپ میں وحشت و بربریت کا خوفناک دیو سمجھا جاتا ہے ' انہوں نے دیکھا کہ فرشتوں کي سي مہرباني ' اور قدوسیوں کي سي نیکي کے ساتھہ وہ انسے ملے ' اسکي دعوتیں کرتي چاہیں ' اور انکے منصفانہ خیالات کے شکر گذار ہوے -

عربوں کي شجاعت و جانفروشي کي شہادتوں نے جب ایک عالم کو متحیر کردیا ' تو بعض اخبارات نے اس اثر کو بے وقعت کرنے کیلیے طرح طرح کے افسانے مشہور کیے - مثلاً لکھا کہ ترکوں سے انکو بیش قرار رقمیں ملتي ہیں ' اور اگر ایک دن کا وظیفہ بھي نہ ملے تو فوراً اٹلي سے مل جائیں -

مگر مسٹر بینٹ نے جو حالات دیکھے ' وہ بالکل اسکے متضاد تھے - وہ آغاز کتاب ہي میں لکھتے ہیں :

" عربوں کے لیے نومبر کے مہینے میں جب بارش ہوتي ہے ' بڑي سخت آزمائش کا وقت تھا ' لیکن انہیں ذرا بھی لغزش نہ ہوئي - چنانچہ طرابلس کا واقعہ ہے کہ جب سنہ ١٩٠٨ع سے لیکر سنہ ١٩١٠ع تک بوجہ امساک باران قحط پڑا تھا ' تو ہزاروں عرب فاقہ کشي کي مصیبت سے تنگ آ کر ٹیونس وغیرہ ترک وطن کرکے چلے گئے تھے -

لیکن اِس موقع پر جبکہ باران رحمت کا نزول ہوا تو میدان جنگ میں تھے ' اور اپنے کھیتوں سے منزلوں دور - بعض اُن میں سے تھوڑے دنوں کے لیے کھیتي کي غرض سے گئے ' لیکن اکثروں نے اپنے آئندہ نفع کو حب وطني پر قربان کردیا اور باوجود اس اندیشہ کے ' کہ آیندہ انہیں اور نیز اُنکے بال بچوں کو رزق میسر آنا نا ممکن ہوگا ' اپني جگہ سے نہ ہلے -

اٹلی والے رشوتیں دیکر اپنا وہ کام نکالنا چاہینگے ' جس کام کو بزور شمشیر انجام دینے کے ناقابل ہیں - لیکن میرے خیال میں اسلامي قوت و یک جہتي عربوں کے فطري لالچ پر غالب آئیگي "

جیسا کہ مسٹر بینٹ نے بھي لکھا ہے ' یہ ضرور تھا کہ عربوں کو انکے ضروري ما یحتاج کے انتظام کیلیے ایک رقم ضرور دي جاتي تھي ' مگر ظاہر ہے کہ ایسا ہونا ناگزیر تھا - وہ ' جو اپني زراعت ' اور اپنے اصلي وسائل گذران چھوڑ کر اپني جانیں قربان کرنے کیلیے آگئے تھے ' کیا اسکے بھی مستحق نہ تھے کہ دو وقت کے کھانے کیلیے چند آنے روز دیے جائیں ؟ پھر یہ کوئي ایسي رشوت تو نہ تھي جو ترک اٹلي کے قیمتي تحفوں اور طلائي طشتوں کو ٹھکرادینے کے معاوضے میں اُنہیں دیتے ہوں ' اور نہ انکے لیے محرک جنگ ہو سکتي تھي -

اصل یہ ہے کہ جنگ عرب کا اصلي مذاق ہے - تاریخ نے بتلا دیا ہے کہ عرب ہر کام کیلیے موزوں ہے - تخت پر فرماں روائي کیلیے بھي ' اور امن کے تمدن و تہذیب کے لیے بھي - لیکن سچ یہ ہے کہ جنگ کي قوت اسکے اندر کي اصلي آگ ہے ' اور جب بھڑکا دي جاے ' بھڑک سکتي ہے - ترکوں نے اپنے تمام زمانۂ حکومت میں سب سے بڑي سخت خطرناک غلطي (جسکے نتایج اب بھگت رہے ہیں) یہ کی کہ ہمیشہ اہل عرب کی طرف سے بے پروائي برتي - انکو مٹایا اور ذلیل کیا ' اور انکو خلافت کا رقیب سمجھکر کبھي اُبھرنے اور قابل بننے کا موقعہ نہیں دیا - نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام کي اصلي کار فرما قوت محض صحراؤں کي ریگ اور اونٹوں کے غولوں کے اندر محدود ہوکر رہ گئي ' اور اہل عرب کو کوئي موقعہ اپني قدیمي روایات عظیمہ کے زندہ کرنے کا نہیں ملا -

جنگ طرابلس میں غازي انور بے کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس ترکوں کے سب سے بڑے شخص نے عربوں کے اندر ایک تحریک پیدا کردي ' اور انکو موجودہ حالات سے با خبر کردیا - پس آگ بھڑک اُٹھي ' اور غافل چونک اٹھے - اسمیں نہ طمع زر کو دخل ہے اور نہ بیش قرار تنخواہوں کو - پس اور آجکل کے دور مصائب میں یہ بھولنا نہیں چاہیے کہ اسلام کے مستقبل قریب کو اگر پر امید بننا ہے ' تو یقیناً اسمیں اسلام کے اصلي خزانۂ قوت ' یعنے عربوں کي زندگي اور تحریک کو دخل غالب ہوگا : وما ذالك علی اللہ بعزیز -

یہ ضرور ہے کہ طرابلس کي جنگ ترکوں اور اطالیوں کي جنگ تھي اور انگلستان کے باشندوں کیلیے سیاسي اور قومي جذبات کے لحاظ سے اٹلي کے اندر کوئي بڑي کشش نہ تھي - یہي سبب ہے کہ اس زمانے میں بڑے بڑے انگریزي اخبارات نے اس حملے کو قابل اعتراض بتلایا اور بعضوں نے تو بہت سخت مضامین لکھے - پس حق پسند انگریزوں کیلیے اظہار حق کی یہ کوئي بڑي آزمایش نہ تھي - برخلاف اسکے موجودہ جنگ بلقان جو مسیحي جہاد کے نام سے کي گئي ہے ' اور جو یورپ کو اسلام سے خالی کردینے کے صلیبي ولولے پر مبني ہے ' انگلستان کے باشندوں کیلیے ادعاے حق پرستي و مظلوم نوازي کا اصلي امتحان تھا - اور دیکھنا تھا کہ مسٹر بینٹ '

مسٹر میکال اور مسٹر ایبٹ وغیرہ کی طرح' کتنے ارباب حق پرستی ہیں' جو صدائے انصاف بلند کرتے ہیں ؟

بیشک اس ہنگامۂ قتل و غارت میں چند پست آوازیں رحم و انصاف کی بھی کبھی کبھی سننے میں آتی ہیں - فرانس کے مشہور انشا پرداز (پیرلوتی) کے مضامین ایک اچھی ضخامت کا رسالہ بنگئے ہیں - لیکن وہ تو ترکوں کی حمایت' اور ترکی سوسائٹی کے ایک معجب ناول نویس ہونے کی حیثیت سے بد نام ہے' اور پھر افسوس کہ ان صداؤں میں ساٹھ کروڑ مسلمانوں پر حکمرانی کرنے والی قوم کا کوئی حصہ نہیں ! والشاذ کالمعدوم ! !

اصل یہ ہے کہ انگلستان بد بختانہ اس وقت صلیبی جذبات کا شکار ہوگیا ہے' اور یہ جذبہ اقلام و صحائف پر اس طرح جاری ہے کہ ہمارے لیے انصاف و رحم کی صدا اب دریائے ٹیمس کے کنارے نہیں اٹھ سکتی !

اٹلی کے قزاقانہ حملہ طرابلس کی تاریخ میں بھی (موجودہ جنگ کی طرح) انگلستان کا نام پہلے صفحہ میں لیا جائیگا -

مسئلۂ مصر و عرب کیلیے ایسا ہونا ضروری تھا' اور گو اسکی طرف عملی پیش قدمی کا طرۂ افتخار سر ایڈورڈ گرے کی کلاہ سیاست کو حاصل ہو' لیکن سچ یہ ہے کہ انگلستان کی وزارت خارجیہ میں اُن سے پہلے ہی یہ مسئلہ اپنے ابتدائی مرحلے سے گذر چکا تھا' اور جس وقت فرانس نے تیونس اور الجزائر پر قبضہ کیا ہے' اسی وقت اٹلی کے وزیر خارجی (کرسپی) نے لارڈ (سالسبری) سے مراسلات شروع کردی تھیں - لارڈ سالسبری نے اس موقعہ پر اپنے سفیر کے ذریعہ جو امید بخش اور جرات پرور جواب دیا تھا' اسکو مسٹر (بینٹ) نے دیباچہ کتاب میں نقل کیا ہے - اسکا خلاصہ یہ ہے :

" آپ کی تحریر کا لارڈ سالسبری پر بہت اثر ہوا - انہوں نے مجھے مندرجۂ ذیل مضمون کا تار دینے کی ہدایت کی ہے - " انکو اس امر سے اتفاق ہے کہ جب بحر روم (میڈیٹرینین) کی موجودہ بین الاقوامی حالات میں معمولی یا اہم تبدیلی کا وقت آئیگا' تو اُس موقع پر یہ امر ناگزیر ہوگا کہ اٹلی طرابلس پر قبضہ کرلے " ایک بات میں سالسبری کو آپ سے البتہ اتفاق نہیں ہے - انکا خیال ہے کہ طرابلس پر قبضہ کرنے کا ابھی وقت نہیں آیا - لارڈ سالسبری نے اپنی راے ذیل کے جملہ پر ختم کی ہے - وہ کہتے ہیں کہ " گورنمنٹ ایطالیہ کو طرابلس مل جائیگا' لیکن ایک شکاری کو' جو چاہتا ہے کہ ہرن کو مار کر شکار کرلے' اُسوقت تک انتظار کرنا چاہیے' جب تک کہ اُسکا شکار بندوق کی زد پر نہ آجائے' تاکہ اگر نشانہ پورا نہ پڑے اور خالی زخم آجائے' جب بھی گرفتار ہو جائے "

اسکے بعد مسٹر بینٹ لکھتے ہیں :

" دول یورپ کو جس میں انگلستان بھی شامل ہے' اٹلی کی قزاقی کے ارادوں سے واقفیت تھی اور اُنہوں نے نہایت خاموشی کے ساتھ ان ارادوں کے پورا کرنے میں شہ دی - ہمارے یہاں خارجیہ تعلقات کی یہ حالت ہے کہ جس طرح ملک شام کے کاشتکاروں کو باب عالی کے معاملات میں کوئی دخل نہیں' اُسی طرح عوام انگریزوں کا اپنے محکمۂ خارجیہ پر بھی کوئی اثر نہیں ہے - حقیقت یہ ہے کہ ایسا واقعہ کبھی دل خوش کن نہیں ہوسکتا' جسے ہمارے ملک کے ۹۰ - فی صدی باشندے نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہوں اور جسے بین الاقوامی ڈاکہ کہنا نہایت موزوں ہوگا - اور اسپر طرہ یہ کہ ہمارا محکمۂ خارجیہ بلا کسی خفیف مخالفت کے ایسے علانیہ ڈاکہ کو جائز رکھے' در حالیکہ ملک میں لبرل پارٹی کی گورنمنٹ ہو - آخر میں کیور (۱) کے قول کو ماننا پڑتا ہے کہ " ہم سلطنت کے لیے وہ کام کرتے ہیں' اور وہ تدابیر عمل میں لاتے ہیں جو اپنی ذات کے واسطے خواب میں بھی خیال نہیں کر سکتے "

اسکے بعد انہوں نے دول یورپ کے معاہدوں اور سیاسی اخلاقیات کی نسبت کیا خوب لکھا ہے :

" میں زمانۂ حال کے معاہدات کے متعلق بحث کرنا نہیں چاہتا کیونکہ اس زمانہ میں عہد و پیمان صرف اس لیے کیے جاتے ہیں کہ جسوقت انکی وجہ سے کسی فریق کو تکلیف پہونچنے لگے تو فوراً چاک کر ڈالے جائیں' بشرطیکہ وہ فریق اسقدر قوت رکھتا ہو کہ بلا خرخشہ اپنے عہد کو توڑ سکے " -

یہ کتاب جب شائع ہوئی ہے' تو اسکا تذکرہ اخبارات میں کافی ہوچکا ہے' اسلیے ہم زیادہ بحث کرنا نہیں چاہتے' ورنہ اسکے اکثر مقامات مستحق اقتباس و استدلال ہیں -

کارزار طرابلس

—:•:—

قیمت ۱ - روپیہ - درجہ اول بالتصویر ۲ - روپیہ - مترجم سے ملسکتی ہے

— • —

یہ کتاب اسی سیاحت نامہ کا اردو ترجمہ ہے - مترجم مسٹر عبداللہ خاں رئیس خورجہ ہیں - چھپائی صاف' کاغذ اچھا لگایا گیا ہے - درجۂ اول کے ساتھ ناموران غزوہ طرابلس اور اشخاص متذکرہ کتاب کی متعدد ہاف ٹون تصویریں بھی لگائی ہیں' جسے کتاب کی دلچسپی میں عمدہ اضافہ ہوگیا ہے -

مسٹر عبد اللہ خاں دیباچے میں لکھتے ہیں کہ یہ انکی پہلی ادبی کوشش ہے' اور ترجمہ نہایت عجلت میں کیا گیا' تاہم ترجمہ صاف اور سلیس ہے - البتہ سرسری نظر میں بعض مقامات گنجلک' اور بعض موقعوں میں عبارت کی خامی' اور محاورات کی غلطیاں بکثرت ہیں -

محاربات طرابلس

— • —

قیمت ۱ - روپیہ - ۸ - آنہ : انجمن ہلال احمر لکھنؤ

— • —

یہ اسی کتاب کا دوسرا اردو ترجمہ ہے' جو انجمن ہلال احمر لکھنؤ کی فرمایش سے جناب شیخ شوکت علی صاحب بی - اے نے بعد حصول اجازت مصنف کیا ہے' اور نو لکشوری پریس میں چھپا ہے - کاغذ اچھا ہے' اور چھپائی متوسط درجے کی -

ہم نے مثال پہلے ترجمے کے چند صفحات ایک ہو مقام سے دیکھے - ترجمہ صاف و سلیس' اور عبارت بہت رواں اور با محاورہ ہے' البتہ بعض بعض ترکیبیں اور علی الخصوص انگریزی ترکیبوں کا ترجمہ بہت رکیک اور غلط ہے - مثلاً جابجا " ڈاکہ زنی " کی ترکیب نظر آتی ہے جو کسی طرح صحیح نہیں' اور صدہا فارسی تراکیب صحیحہ اسکی جگہ ملسکتی ہیں -

اسکی فروخت سے جسقدر رقم بچیگی' وہ انجمن ہلال احمر کے فنڈ میں شامل کردی جائیگی - اس بنا پر فیاض طبع مترجم یقیناً مستحق تعریف ہیں -

افسوس کہ ترجمے کے ساتھ تصاویر کا انتظام نہیں کیا گیا - البتہ دو نقشے افریقہ و مقامات جنگ کے علحدہ چھاپکر لگا دیے ہیں' اور یہ بہت ضروری تھے -

---

اب ریویو کا سلسلہ برابر جاری رہیگا - جن حضرات نے کتابیں روانہ فرما کر یقیناً نہایت ناگوار انتظار کی زحمت گوارا فرمائی' وہ مطمئن رہیں -

---

(۱) ایطالیہ کا ایک مشہور عالم جو معاملات سیاسہ میں بہت قابل مانا جاتا تھا -

باب المراسلت و المناظرہ (۱)

الاخلاق

از مسٹر مسعود احمد عباسی (امروہہ)

مضمون بالا نظر سے گذرا - حقیقت میں ایسے مضامین جو اب سب سے اول " الہلال " میں شایع ہونا شروع ہوے ہیں' سب سے زیادہ قابل توجہ و صرف وقت ہیں - کیا ہی اچھا ہو کہ ان مضامین کا سلسلہ مستقل طور پر جاری ہو جاے ' تاکہ اصحاب تفکر' اور صاحبان تمیز' میدان میں آئیں اور رفتہ رفتہ ایک ایسا علمی ذخیرہ طیار کردیں جو قوم و زبان کی ترقی کے لیے نہایت ضروری ہے - اب تک یہی ایک کمی ایسی رہی ہے جس کا اوسکی کوئی انتظام نہوا -

مگر سب سے بڑی دقت جو حائل ہے' وہ اُردو زبان کی علمی زبان ہونیکی نا قابلیت ہے - بڑی ضرورت ہے کہ انشا پرداز حضرات ایک ایسی لغات طیار کریں جو یورپ کے علمی خیالات کو جگہ دیسکے اور مشرقی یا اُردو طرز ادا کے موافق بھی ہو - میں دیکھتا ہوں کہ " الحیات " کی سرخی والے مضمون میں صرف اسوجہ سے پھیکا پن ہے کہ الفاظ کسی ایک قاعدہ اور قانون کے ماتحت نہیں ہیں' مثلاً کہیں آپ مادہ کی تقسیمیں زندہ اور غیر زندہ کی کرتے ہیں اور کہیں الیہ اور غیر الیہ کی - خیر یہ گفتگو کسی دوسرے وقت کے لیے زیادہ موزوں ہے - اسوقت صرف آپکی توجہ کو اسطرف مبذول کرانا مقصود تھا ورنہ یہ خواہش کرتا کہ صرف تنہا ایک آپ ہی اس اہم کام کو بھی الہلال دیں ' آپکی تندرستی اور قوت پر حملہ ہوگا -

آپنے اخلاق کی دو قسمیں کی ہیں - طبیعی اور کسبی - طبیعی کے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ وہ فطری ہوتے ہیں اور انسان پیدائش سے لیکر پیدا ہوتا ہے - یہاں مجھکو اختلاف ہے اور آگے چلکر میں اس اختلاف کی وجہ پیش کرونگا - مگر میں دیکھتا ہوں کہ کچھہ آگے چلکر آپ خود اپنی تقسیم پر قایم نہیں رہتے اور جب اخلاق کے سرچشموں کا تذکرہ کرتے ہیں تو وہاں اسکو کلیہ بنانے سے انکار کرتے ہیں -

بہر حال یہ ضرور ہے کہ آپ اخلاق میں وراثت کے اثر کے مرید ہیں - اور اکثر کانٹ جیسے بعید زمانہ کے اصحاب فلسفہ کا بھی ایسا ہی خیال تھا -

معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات نے اولاد میں اپنے والدین سے جسمی مشابہت پا کر اخذ کرلیا کہ اخلاق میں بھی ایسا ہی ہوگا' اور سطحی نظر میں کچھہ شہادتیں بھی جمع کرلیں' لیکن صحیح نتائج پر آنیکے لیے جن احتیاطوں کی ضرورت ہوتی ہے ' اوسکا لحاظ نہ کیا - یا یہ بھی ممکن ہے کہ ان احتیاطونکی طرف خیال بھی اسوجہ سے نہ گیا ہو کہ اوس زمانہ کا مشہور عام مسئلہ یہ تھا کہ اولاد میں برائی بھلائی ورثہ میں والدین سے ملتی ہے - لیکن حال میں جو تحقیقاتیں اس موضوع پر ہوئی ہیں ' ان سے ظاہر ہے (بقول کارل پیرسن کے کہ) وراثت کا اثر بالکل غلط خیال ہے اور جسقدر بھی اخلاقی خصوصیات والدین کی اولاد میں پائی جاتی ہیں وہ اوس تربیت کا نتیجہ ہیں جو اولاد کو اپنے والدین کے ہاتھہ سے پہنچتی ہے اور جس میں والدین نے اپنی مخصوص عادات و اخلاق کی جھولی اپنے اولاد کے حوالے کردی ہے -

مگر ہم دوسرے پہلو سے اسپر غور کرتے ہیں -

اخلاق خود کوئی قوۃ نہیں بلکہ یہ تابع معلوم ہوتے ہیں کسی دوسری شے کے' اور وہ شے وہ ہے' جو اخلاق کے برے بھلے ہونے پر غور کرتی یا کرسکتی ہے - اس شے کو انگریزی میں مائنڈ (Mind) کہتے ہیں اور جسکا مرادف ابتک ہماری زبان میں دل تھا' مگر اب اوسکی سلطنت تو مغربیونکے ثقیل دماغ کے پاس اوٹھہ گئی ہے اور اوسکی وقعت ایک پوسٹ آفس سے زیادہ نہیں ہے - جو چیز کہ تخت نشین ہے وہ کیا ہے ؟ وہی جسکو مائنڈ کہتے ہیں اور یہ نام ہے تین مظاہر کے مجموعے کا -

(۱) انفعال -

(۲) ارادہ -

(۳) سمجھہ -

میرے سامنے دروازہ ہے اور میں اوسکو کھولنا چاہتا ہوں - گویا مجھپر کھولنے کی خواہش کا ایک اثر ہو رہا ہے - یہی اثر وہ ہے جسکو میںنے انفعال سے تعبیر کیا ہے - افسوس کہ زبان کے نقص کی وجہ سے میں اپنے مطلب کو الفاظ میں واضح طور پر پیش نہیں کرسکتا - آپ تصور میں میرے مطلب تک پہنچ جاوینگے - میں دروازہ کھول دیتا ہوں - یہ وہ ہے جسکو میںنے ارادہ سے تعبیر کیا ہے - اگرچہ یہ لفظ بھی اس مطلب کے لیے بہت کم مناسب ہے - ان دونوں کے ساتھہ ساتھہ ایک تیسری قابلیت اور ہے' یعنی میں جانتا ہوں کہ دروازہ کھل سکتا ہے - یہی چیز ہے جسکو میںنے سمجھہ سے موسوم کیا ہے - گویا یہ تین چیزیں : انفعال ' ارادہ ' اور سمجھہ ' مظاہر ہیں اوس شے کے' جسکو مائنڈ کہتے ہیں - اس لفظ کے مرادف لفظ بنانیکے لیے میں جناب کو توجہ دلاتا ہوں -

ہاں تو اسطرح یہ تینوں قوتیں انسان کے تمام اخلاق اور اعمال پر حکمرانی کرتی ہیں - یہی وہ ہیں جنکے نہونیسے انسان جانور ہے اور جنکے ہونیسے مگر غیر مناسب حالت میں' انسان ناقص ہے' اور ہونیسے اور بہ تناسب ' وہ کامل ہے -

لیکن ان تینوں مظاہر کے ساتھہ چاکرانہ حیثیت سے حواس ہیں - میں جلتے لیمپ کی چمنی چھوتا ہوں تو مجھپر اثر ہوتا ہے - فضاے آسمان میں تارے چمکتے دیکھتا ہوں تو مجھپر اثر ہوتا ہے - زبان پر کوئی میٹھی چیزیں چکھتا ہوں تو مجھپر اثر ہوتا ہے - مجھہ کو بھنبھناتے سنتا ہوں تو مجھپر اثر ہوتا ہے - اور میں اپنے پچھلے تجربے کی بنا پر سمجھتا ہوں کہ ایک چیز جلتی ہے تو دوسری روشن ہے وغیرہ وغیرہ -

اگر بچے میں سمجھہ کی قابلیت نہیں ہے تو کبھی بھی نہیں ہو سکتی - لیکن حواس میں بھی کسی ایک کا نہونا ان تینوں قابلیتوں پر کچھہ زیادہ موثر نہیں ہوسکتا - ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ تمام حاسوں کے نہونے پر یہ تینوں قابلیتیں بھی مفقود پائی گئی ہیں - پس اسطرح یہ تینوں قابلیتیں اور حواس کسی نہ کسی حد تک ساتھہ ساتھہ ہیں' اور یہ اوسوقت تک ہر انسان میں صحیح حالت پر موجود ہیں' جب تک عناصر انسانی میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوگئی ہے - اگر دماغ سے فاسفورس نکل گیا ہے تو یقیناً سمجھہ بھی نہ ہوگی - وغیرہ وغیرہ -

پس ظاہر ہے کہ ایسے دو شخص' جنکا ہر حیثیت میں یکساں اثرات سے موثر ہونا ممکن ہوتا ' خواہ وہ آب و ہوائی ہوں - خواہ سرشبل' یا اور کچھہ' تو ضرور اخلاق کے لحاظ سے بھی یکساں ہوتے مگر ایسا کبھی نہیں ہوتا ' اور یہ ان دوسرے اثرات کیوجہ سے ہے ' وراثت پر الزام ہی الزام ہے -

جب یہ ثابت ہوگیا کہ وراثت اخلاق میں کوئی دخل نہیں رکھتی تو ہم پر اپنی اولاد کے متعلق ایک ذمہ داری اور عاید

(۱) یہ ایک مستقل باب کی سرخی ہے - اس وقت اسکا بلاک طیار نہیں ہوا تھا ' اسلیے ٹائپ میں دیدی گئی -

ہوگئی - بچھ بالکل ہمارے اختیار میں ہے - خواہ انکو ہم بڑی امانت رائے والا ' بڑے اخلاق والا ' اور بڑی سمجھہ بوجھہ اور عقل و دانش والا بنالیں ' خواہ انکو اسطرح تباہ کردیں ' جیسا کہ آجکل روزانہ ہماری جہالت سے تباہ ہو جاتے ہیں - مجھکو سینکڑوں بچوں کا تجربہ ہے ' اور سبکو جاہل ماں باپ کا شکار پایا ہے - یہ سخت درد ناک ہے - میں اُن حضرات سے جو پالیٹکس میں نہایت تیز ہیں ' جو ہندوستانی یا اسلامی پالیٹکس میں بڑا حصہ لیتے ہیں ' یہ التماس استدعا کرتا ہوں کہ وہ ذرا اسطرف بھی نظر کریں - مجھکو ڈر ہے کہ کہیں وہ نسل ' جو اب سے صرف دس سال بعد طیار ہوگی ' اپنی غلط کاریوں اور اپنی بے ترجہی سے کالجوں ' اسکولوں اور یونیورسٹیوں کو بیکار ثابت نہ کردے - فقط

الهـــلال

سب سے پہلے تو میں آپکے ذوق علمی کا شکرگذار ہوں کہ ان مضامین پر آپنے توجہ فرمائی ' اور انکی ضرورت کا اعتراف فرماتے ہوے نقد و بحث کا دروازہ کھولا -

بڑی مصیبت یہ ہے کہ لوگوں کو ان چیزوں کا ذوق ہی نہیں ہے - بیشک ملک میں اخبارات و رسائل کے پڑھنے کا ایک ولولہ پیدا ہوگیا ہے ' لیکن سطحی و عام مضامین کے سوا ' کوئی نہیں جو خالص علمی مباحث و افکار کا خیر مقدم کرنے کیلیے طیار ہو -

روشنـــی کا ایک هـــی دریعـــه

آپ اسکو نہیں مانینگے مگر میں کہونگا کہ جس گھر میں ایک ہی چراغ جلتا ہو ' اسکی تمام کوٹھریوں کی روشنی اسی کے دم سے وابستہ ہوتی ہے - اسے گل کردیجیے تو یہی نہوگا کہ درمیان کا گول کمرہ تاریک ہو جائیگا ' بلکہ آس پاس کی تمام کوٹھریاں بھی اندھیری ہوجائینگی ' کیونکہ چراغ ایک ہی تھا -

مسلمانوں کے ذوق و شوق کیلیے بھی ابتدا سے ایک ہی چراغ جل رہا تھا ' یعنے ولولۂ مذہبی ' اور جوش تعمیل احکام دینی کا - اس گھر کی آور جتنی کوٹھریاں تھیں ' اخلاق و تربیت کی ہوں ' یا حکومت و سیاست کی - علم و فن کی تحقیق و جستجو کی ہوں ' یا عمران و تمدن کی ' سب اسی چراغ کی روشنی سے منور تھیں - جس چیز کو وہ حاصل کرتے تھے ' مذہب کی راہ سے ' اور مذہب کے پیدا کیے ہوے ولولے سے - یہ کیسی عجیب بات ہے کہ مسیحی مذہب کے اصلی دور عروج میں علم و فن پر دور مظلمہ گذرا ' پر اسلام کا اصلی زمانۂ عروج وہی تھا ! جب گھر گھر علم و فن کے آفتاب درخشاں تھے :

یک چراغست دریں خانہ ' کہ از پر تو ان
ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

آج ہمارے ہزاروں علماے کرام ہیں - جا کر دیکھہ لیجیے کہ تفسیر و حدیث کو اس ذوق و جانکاہی سے نہیں پڑھتے ' جس قدر محنت سے یونانی فلسفہ اور ارسطو کی منطق میں اپنا وقت ضائع کرتے ہیں - علم کلام میں بھی جتنا وقت صرف ہوتا ہے ' اسے بھی ارسطو ہی کے حصے میں منتقل کردیجیے کہ در اصل وہ علم کلام نہیں بلکہ فلسفۂ یونانی ہی ہے - (شرح مواقف) کو اگر آپ دیکھیں تو متعجب ہوں کہ کس فن کی کتاب ہے ؟

مگر ایسا کیوں ہے ؟ کیا موجودہ زمانے کے علما کی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ حکماے یورپ کے سے خالص علمی ذوق اور علمی جذبات سے یہ سب کچھہ کرتے ہیں ؟ میں تو کبھہ بھی دوں مگر آپ حضرات کب کہنے لگے ؟

اصل یہ ہے کہ ہمارے تمام کاموں کی افتاد ہی ابتدا سے ایسی پڑی ہے کہ ذوق علم ' محبت وطن ' قوم پرستی ' سوسائٹی ' قانون ' غرضکہ ہر شے کا محور منقلب ہوگیا ہے - لوگوں نے فلسفہ کے خطرے سے بچنے کیلیے ضروری سمجھا کہ علما فلسفہ پڑھیں اور اس سے واقف ہوں - امام الحرمین اور امام غزالی نے نصاب میں داخل کردیا - نتیجہ یہ ہے کہ آج انکلتیا اور اسکندریا کے تلامذۂ فلسفہ سے زیادہ شغف ' ہمارے علماے دینی کو یونانی فلسفہ سے پیدا ہوگیا ہے !

آپ کہیں گے کہ یہ تو ایک مذہبی غرض غرضی ہوئی ' علم تو علم کیلیے پڑھنا چاہیے ' لیکن میں کہونگا کہ اس زمانے سے بھی نظر اوپر کیجیے ' اور ابتدائی صدیوں میں اسلامی ممالک پر نظر ڈالیے - آپکو نظر آئیگا کہ ہزاروں فدا کاران علم و مذہب ہیں ' جو تلاش و جستجوے مقصود میں اپنی زندگیاں صرف کر رہے ہیں - یہ بھی جو کچھہ تھا ' اسلام ہی کے پیدا کیے ہوے ولولے سے تھا -

آج بعض مستشرقین یورپ نے اسکی توجیہہ یہ کی ہے کہ جسقدر حکما ے اسلام تھے ' انکو اسلام سے واسطہ ہی کب تھا ؟ اور پھر جو کچھہ ہوا ایرانی و عجمی اثر سے ہوا ' یا شام و مصر کے مسیحی حکما کی صحبت سے - لیکن سوال یہ ہے کہ ایسے ہی ملحد اور غیر قوموں سے تمدن اخذ کرنے والے افراد ' مسیحی دور عروج میں کیوں نہیں پیدا ہوے ؟ پھر ان بیچاروں کو یہ خبر نہیں کہ ابن مسکویہ ' فارابی ' ابن رشد ' ابوبکر رازی ' وغیرہ کے دینی اعتقاد و اعمال کا کیا حال تھا ؟ اکابر معتزلہ سے بڑھکر علم دوست اور فلسفہ خواں کوئی گروہ نہیں ہوا ' لیکن ساتھہ ہی اعمال مذہبی میں اسے زیادہ شدید التقشف ماوراء النہر کے فقہا بھی نہ تھے - کبیرہ گناہ کے مرتکب کو وہ مومن ہی تسلیم نہیں کرتے ! پس حقیقت یہ ہے کہ ساری روشنی اسی چراغ کے دم سے تھی - کوئی مانے یا نہ مانے مگر میں کہونگا کہ جب سے یہ چراغ گل ہوا ' ہمارے علم و فن کے تمام حجرے بھی تاریک ہوگئے -

اسی کو روشن کیجیے - اسلام ہی بتلاے گا کہ " و من یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا ' و ما یذکروا الا اولی الالباب "

جدید تعلیم یافتہ اور افلاس علمی

یہ کیا بد بختی ہے کہ نصف صدی سے ہم میں نئی تعلیم پھیل رہی ہے - قدیم علما تو آپ لوگوں کے نزدیک جہل و نادانی میں پڑے ہیں ' پھر بھی وہ اپنی عزیز عمریں اُن علوم کے حصول میں صرف کر رہے ہیں ' جنکو اپنے عقیدے میں بہتر و اعلی سمجھتے ہیں - فرمایئے کہ نئے تعلیم یافتہ گروہ میں ابتک کتنے فلسفہ داں ' کتنے سائنس کے ماہر ' کتنے مصنف ' کتنے مترجم ' اور کتنے ارباب صحائف و مجامع پیدا ہوے ؟

ہر سال کتنے مسلمان طلبا ہیں جو بی - اے کے بعد آگے قدم بڑھاتے ہیں ' مگر میں نے کبھی نہیں سنا کہ انھوں نے ایم - اے میں فلسفہ لیا ہو - اکثر تو عربی وغیرہ لیکر باسانی اس مرحلے سے گذر جاتے ہیں ' اور بعضوں نے بہت ہمت کی تو علم ادب لے لیا - اور وہ بھی کم ہیں -

سر چشمـــۂ علـــم کی خشک سالی !

(علی گڈہ) کالج کا نام لیجیے تو لوگوں کو ضیق النفس کا دورہ شروع ہوجاتا ہے ' مگر کیا کیجیے کہ جو محبت اسکے نادان پرستاروں کو اسکے نقایص کے چھپانے کا مشورہ دیتی ہے ' وہی محبت نکتہ چینوں سے اسکے نقایص پر خون کے آنسو بھی رلاتی ہے - کوئی خدا کیلیے مجھے بتلاے کہ اس مرکز اسلامی ' اس کعبۂ مسلمین ' اس قبۃ الاسلام ' اس قرطبۂ وقت ' اس غرناطۂ عصر ' اور اس کیمبرج اور اکسفورڈ کے بروز و وجود ظلی نے اشاعت علوم جدیدہ و فلسفہ کا آجتک

کیا سامان کیا ؟ کونسی سوسائٹی قائم کی ؟ کتنے طلبا پیدا کیے ؟ اور وہاں کے نکلے ہوے اشخاص میں سے کتنے ہیں جنہوں نے فلسفہ و علوم جدیدہ کی کتابوں کے ترجمے کیے ہوں یا انپر کتابیں لکھی ہوں ؟

آپکو تعجب ہوگا کہ مصر میں اسوقت عالی اسکول سے زیادہ تعلیم نہیں ہے ، اور یہ انگلستان کی علمی سرپرستیوں کا حال ہے - البتہ بیروت میں امریکن مشن ' اور جیسوٹ فرقے نے کالج قائم کیے ہیں - لوگوں کے سطحی مذاق ' اور محض علوم یورپ کے بعض اسما و رسوم رٹ لینے کا وہی حال ہے جو یہاں ہے - تا ہم اگر آپ قلم دوات پاس رکھیں تو میں پچاس سے زیادہ کتابوں کی فہرست لکھواؤں جو موجودہ علوم و فنون کے متعلق واقعی صحت و ثقاہت ' اور واقفیت و علم کے ساتھہ ترجمہ کی گئی ہیں یا مستقلا لکھی گئیں ہیں - اور یہ غیر معتبر کتابیں اور سطحی تو صدہا ہیں !

لیکن فرمایئے ' نئے تعلیم یافتہ گروہ نے اردو کیلیے کیا کیا ؟

یــا لــلعجب !

مجھکو تو بعض وقت غصہ بھی آتا ہے اور ہنسی بھی - کیا مزے کی بات ہے کہ آج جو لوگ اپنے تئیں العلم کا نقیب سمجھتے ہیں ' جنکو علم و مذہب کے معرکے کے نظارے سے فرصت نہیں ' جنہوں نے اسلام کے شکست کا پورا فیصلہ کرلیا ہے ' جو نئے علوم اور نئے فلسفہ کے مطالب و فضائل کا ایک سیلاب عظیم اپنے حلق کے اندر سے بہا سکتے ہیں ' انکے سرمایۂ علم کا یہ حال ہے کہ فلسفہ کی مبادیات تک پر ایک مختصر تقریر کی خواہش کیجیے تو منہ تکنے لگیں ! ! آجتک اتنی بھی توفیق کسی کو نہیں ملی کہ ہم کو اتنا تو بتلا دیتا کہ لیا فلسفہ ہے کیا چیز ؟ اور قدیم و جدید میں فرق کیا ہے ؟

العلم نتیجہ سمجھا جاتا ہے شیوع علم کا ' پھر یہ کیا ہے کہ ہم میں العلم جہل مطلق کے ساتھہ جمع ہوگیا ہے ؟

بسوخت عقل ز حیرت کہ این چہ بوالعجبیست !

انصاف کیجیے کہ یہ کیسی شرم و غیرت کی بات ہے کہ جو لوگ یورپ کی زبانوں کی تحصیل کریں ' وہ علوم و فنون جدیدہ سے غافل ہوں ' اور جن لوگوں کا مایۂ تحصیل یہ نہیں ہے ' وہ آپ کے لیے کوشش کریں ؟

ایک درد انگیز تجربہ

کئی سال سے چاہتا ہوں کہ کم از کم اتنا تو ہو کہ اردو زبان میں ایک مختصر مگر جامع تاریخ فلسفہ مرتب ہو جاے ' جس میں قدیم فلسفہ کے مختلف ادوار و مذاہب کی تشریح کے بعد نئے فلسفے کی ابتدائی تغیرات سے تاریخ لکھی جاے ' اور اسکے مختلف انقلابات اور مختلف اسکولوں کو اس طرح سے بیان کیا جاے کہ معلوم ہو سکے کہ فلسفہ کا اس وقت تک کل سرمایہ کیا ہے ؟ اور قدیم و جدید کا ما بہ الامتیاز و اختلاف کس درجہ ہے ؟

میں نے کتابیں جمع کیں - کسی ایک کتاب کا ترجمہ نہیں چاہتا تھا ' بلکہ بطور خود اخذ و التقاط کے بعد ایک مستقل تصنیف -

میں نے ایسے تعلیم یافتہ مسلمانوں کو تلاش کرنا شروع کیا جو فلسفہ سے واقفیت رکھتے ہوں ' اور اس کام میں مجھے مدد دیسکیں - تلاش کا جو نتیجہ نکلا وہ میرے لیے نہایت درد انگیز تھا ' میں جانتا تھا کہ تعلیم یافتہ مسلمانوں میں علم کا ذوق نہیں ' مگر اس درجہ مایوسی کا تو مجھے کبھی تصور بھی نہیں ہوا تھا - اول تو کسی نے حامی ہی نہیں بھری ' پھر بعض اصحاب ملے بھی ' تو اول ہی صحبت میں معلوم ہوگیا کہ اس میدان میں مجھہ ناواقف سے بھی گئے گذرے ہیں - صرف ایک صاحب ایسے ملے ' جنسے واقعی مدد ملتی مگر مشیت الہی نے یک حالی کا موقعہ نہیں دیا - آپکو تعجب ہوگا کہ بالآخر جب ہر طرف سے مایوس ہوگیا تو ایک ہندو تعلیم یافتہ شخص نے مجھپر رحم کیا ' اور جو کچھہ ہونا تھا وہ انہی کی مدد سے ہوا !

یہ کیسی عجیب بات ہے کہ ایک شخص اردو میں ' اور اس اردو میں جسکے ہندوستانی لغۃ عمومی (لنگوافرینکا) ہونے کے ہنگاموں سے تمام ملک میں ایک طوفان تحریر و تقریر برپا ہوا کرتے ہوں ' ایک مسلمان شخص کتاب مرتب کرے ' اور اسکو جسقدر مدد ملے ایک تعلیم یافتہ ہندو سے ! افسوس !

کامل اس فرقۂ زہاد سے اٹھا نہ کوئی
کچھہ ہوے تو یہی رندان قدح خوار ہوے !

ان باتوں کے لکھنے کی یہاں چنداں ضرورت نہ تھی ' لیکن یقین کیجیے کہ میرا دل ان حالات کی ایک نہایت سخت ٹیس اپنے اندر رکھتا ہے - میں انگریزی تعلیم یافتہ جماعت کے افلاس علمی اور شدت جہل کے درد سے زخمی ہوں - ذرا سی بھی ٹھیس لگتی ہے ' تو اپنے خیالات کے اظہار میں مجبور ہو جاتا ہوں !

افسوس کہ ہم نے اپنے قدیم علوم ' اپنی پرانی سوسائٹی ' اپنے گذشتہ اخلاق و آداب ' حتی کہ اپنی قومیت اور مذہب تک نئی تعلیم اور یورپ کے نئے علوم و فنون کیلیے دیدیا ' لیکن یہ کیا قہر الہی اور کیا بد بختی ہے کہ اسپر بھی وہ جنس ہمیں نہیں ملنی تھی اور نہیں ملی - جیب تو خالی ہوا مگر واحسرتا کہ ہاتھہ بھی متاع سے خالی ہے !

مــذاکـرۂ علمیــہ

الہلال میں " مذاکرۂ علمیہ " کا باب اسی غرض سے رکھا کہ اپنی بساط کے مطابق کچھہ نہ کچھہ لکھتا رہونگا - لیکن انصاف کیجیے کہ انسان ہوں اور ہاتھہ سے لکھتا ہوں ' لکھنے کی کوئی مشین میرے پاس نہیں ہے - دماغ تو الحمد للہ کہ فضل الہی سے جواب نہیں دیتا ' مگر وقت اپنی قدرتی مقدار کار میں میرے ساتھہ خاص رعایت کیوں کرنے لگا ؟

پھر الہلال کی ضخامت بھی محدود - اسی خیال سے (البیان) کا ارادہ کیا ' دو نمبر اسکے مرتب کرکے رکھدیے ' لیکن معمولی معین کار بھی میسر نہ آے ' مجبوراً ملتوی کر دینا پڑا اور اب کسی نہ کسی طرح نکالونگا -

آجتک کتنے اشخاص ہیں جنہوں نے الہلال کے اسی باب میں بھی کوئی مضمون لکھا یا میری مدد کی ؟ لوگوں کی زبانوں کو تقریروں میں اور قلموں کو تحریروں میں دیکھیے تو معلوم ہوتا ہے کہ خدمت علم و دین کے ملائکۂ مقدسین ہیں ' جنکو خدا نے مسلمانوں پر رحم کھا کر بھیجدیا ہے - لیکن کام کرنے کیلیے مستعد ہوجیے تو پھر معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام ہنگامۂ حرکت کا طوفان بپا کرنے والے اجسام حیہ ' لاشوں کے ڈھیر یا پتھر کی مورتوں سے زیادہ نہ تھے ! انظر کیف ضربوا لک الامثال ' فضلوا ' فلا یستطیعون سبیلا (۱۷ : ۵۱) -

خود نہ لکھیں تو کم از کم اتنا ہی کریں کہ جو کچھہ لکھا جاے اسے زندہ آدمیوں کی طرح پڑھیں ' اسکی نسبت بحث و مذاکرہ کریں ' اعتراض و نقد کا سلسلہ شروع کریں ' مراسلۂ و مناظرہ کی نوبت آے ' اس سے اتنا تو ہوگا کہ آگے کو کام کرنے کی راہ صاف ہوگی ' کام کے حسن و قبح کا فیصلہ ہوگا ' نیز ایک وجہ تشویق و ترغیب نکل آئیگی -

بہر حال میں آپکا کمال شکر گذار ہوں کہ آپنے ان چند ابتدائی اور محض سرسری طور پر لکھے ہوے صفحوں کو اپنے علمی ذوق کے

[بقیہ مضمون کے لیے صفحہ ۹ - ملاحظہ ہو]

مراسلات

قسطنطنیہ کی چٹھی

هندوستان کا اولین طبی وفد

کچھہ عرصہ ہوا میں نے آپ کے کالموں کے ذریعہ سے اطلاع دی تھی کہ ہمارا طبی وفد جو انگلستان سے آیا ہے ' ہندوستان کا پہلا ہلال احمر وفد ہے کیونکہ جملہ ممبران وفد نہ صرف ہندوستانی ہیں بلکہ انگلستان سے روانہ ہونیکے قبل ہم نے اپنے وفد کا نام بھی ہندوستانی ہلال احمر رکھا تھا -

مدراس کے اخبار محمڈن مورخہ ۱۷ - فروری سنہ ۱۳ - میں ایک مضمون The First Indian Medical Mission کے عنوان سے شایع ہوا ہے اور جو مشن بمبائی سے یہاں آیا ہے ' اُس کو یہ نام دیا گیا ہے - اور غالباً کلکتہ کے ڈاکٹر سہروردی کے تار برقی کے پیغام کی بنا پر اس مضمون کی اشاعت کی نوبت آئی ہے -

بہر کیف میں اطلاعاً عرض کرتا ہوں کہ ہندوستانی پہلا طبی وفد ہمارا ہے اور ہم نہ صرف بمبئی مشن سے کہیں پہلے یہاں پر وارد ہوے بلکہ ہم نے اُس سے کہیں پہلے حیدر پاشا خستہ خانہ میں چارج بھی لے لیا تھا - لہذا ہم اعلان کرتے ہیں کہ بمبئی طبی وفد کے ارکان و نیز "محمڈن" و دیگر اخبارات جنہوں نے یہ غلطی کی ہے کہ بمبئی وفد کو اول قرار دیا ہے ' اپنی غلطی کا اقرار کر کے بمبئی مشن کو آیندہ اس نام سے یاد نہ کریں ' اور اُس نام کو جس کے ہم بہر طور مستحق ہیں ' غصب کرنے کی ناجایز کوشش نہ فرمائیں -

صباح ' اقدام ' و دیگر ترکی اخبارات کے علاوہ ہمارے پاس حیدر پاشا خستہ خانہ کی زبردست شہادتیں موجود ہیں ' جن کے ہوتے ہوے اس قسم کی حرکتیں محض عبث ہیں - والسلام

انشاء اللہ آیندہ ہفتے پوری کیفیت سے مطلع کرونگا -

بندہ حسن عابد جعفری

آنریری سکریٹری اول ہندوستانی طبی وفد } قسطنطنیہ

الهلال

تعجب ہے کہ اسلام کا یورپ سے آخری وفد حیات خون کے سیلاب میں بہتا ہوا واپس آ رہا ہے ' اور آپ لوگوں کو صرف اپنے "پہلے وفد" ہونے ہی کی پڑی ہے ؟ آپ انگلستان سے گئے' اور لوگ ہندوستان سے ' مگر سب کا مقصد خدمت مجروحین اسلام ' و اداے فرض دینی و اخلاقی تھا ' پھر اب تمام لوگوں کی نظر صرف اپنے فرض ہی پر رہنی چاہیے ' نہ کہ ایک دوسرے کی مخالفت ' اور "پہلے" اور "آخری" ہونے پر - میں رنج و غم کے ساتھہ آغاز ارسالیات طبیہ سے وہ سب کچھہ دیکھہ رہا ہوں ' جو ہماری اخلاقی بدبختی ہمکو دکھا رہی ہے - ہر شخص چاہتا ہے کہ ارسال وفد کی شہرت کو اپنے چنگل سے نکلنے نہ دے - پھر اس راہ میں جن جن جائز و ناجائز طریقوں سے کام لیا جاسکتا ہے ' اس سے دریغ نہیں - جب کسی قوم کے برے دن آتے ہیں ' تو اسکے اچھے کاموں میں بھی برائی پیدا ہو جاتی ہے -

مجلس خدام کعبہ

از مسٹر مشیر حسین قدوائی - بیرسٹر ایٹ لا - لکھنو

یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواہہم و اللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون

کفار چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ کی پھونک سے بجھادیں لیکن اللہ اپنے نور کو کمال تک پہونچادیگا ' چاہے کافر خلاف ہوں

یہ اسکیم انجمن "خدام کعبہ" کی ہے جو میرے دوست مسٹر قدوائی نے مرتب کرکے غالباً وسط جنوری میں بھیجدی تھی ' اور اسکو الہلال کے علاوہ بصورت ایک رسالے کے شائع کرنے کا بھی ارادہ تھا ' مگر میں نے اسکو کاغذات میں رکھدیا اور آجتک شائع نہیں کیا -

اس تجویز کی ضرورت اور اہمیت سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہوسکتا - یقیناً کام کرنے کی آخری ساعات سے ہم گذر رہے ہیں ' اور یہ موسم خالی گیا تو پھر ناکامی و نامرادی کے سوا کچھہ نہیں - لیکن اس قسم کے اہم کاموں کیلیے مقدم امر یہ ہے کہ اسکے تمام پہلوؤں پر کمال تدبر و تفکر کے ساتھہ غور کرلیا جاے ' اور طبیعت کے پورے اطمینان ' اور عزم کے انتہائی رسوخ کے بعد قدم اٹھایا جاے -

جو قدم اسطرح اٹھتے ہیں ' انکے لیے پھر نہ تو ٹھوکر ہوتی ہے ' اور نہ رجعت -

یہ ' اور اسکے علاوہ اور متعدد پیرایۂ عمل سامنے تھے ' مگر میں کسی اور ہی فکر میں تھا - بہر حال اب چونکہ بیٹھنا نہیں بلکہ کسی نہ کسی طرف چلنا ہی ہے ' اسلیے اپنے افکار کے اعلان پر آمادہ ہوگیا ہوں - اور ساتھہ ہی مسٹر قدوائی کے الفاظ میں اس اسکیم کو بھی شائع کردیتا ہوں - تاکہ لوگوں کو غور و فکر اور مشورے کا موقعہ ملے - مسٹر

[بقیہ مضمون چہ کالم کا]

ہم تمام مسلمانان ہند آپکے اور نیز آپکے ہمراہیوں کے شکر گذار اور سچے دل سے معترف ہیں کہ اپ لوگ انگلستان میں رہکر اس خدمت ملی کیلیے مضطرب ہوے ' اور یقیناً سب سے پہلے قسطنطنیہ جاکر اپنے برادران دینی کی خدمت گذاری شروع کی - لیکن خدا کیلیے اپنا وقت ان بحثوں میں صرف نہ کیجیے اور جو لوگ اپنے تئیں "پہلا وفد" کہنے کی اس مسلمانوں کی "آخری ساعات" میں بھی ناگزیر ضرورت دیکھتے ہیں ' انکو اس دولت عظمی سے مستفیض ہونے دیجیے - ان لغویات سے کوئی دینی و دنیاوی نفع حاصل نہ ہوگا - اجکل ہندوستان کے طبی وفدوں نے بھی مسلمانوں کی رسوائی کا ایک نیا سامان پیدا کردیا ہے - لڑتے ہیں ' جھگڑتے ہیں ' ایک ایک وفد کے تین تین مالک و دعویدار پیدا ہوگئے ہیں ایک دوسرے کو بدنام کرتے ہیں - یقین کیجیے کہ قومی بدبختی کے یہی معنے ہیں - ولقد اخذناہم بالعذاب ' فما استکانوا لربہم وما یتضرعون ! !

موصوف نے اس اسکیم کی تمہید کو نہایت شرح و بسط سے لکھا تھا ' لیکن میں نے بخیال اختصار ' تمہید اور بیان ضرورت کے بعض حصے نکالدیے - زیادہ تر اس خیال سے کہ اب ضرورت تو سب کے سامنے پوری وضاحت سے آگئی ہے - اصلی چیز تجویز ہے - (ایڈیٹر)

کچھہ شبہ نہیں کہ اللہ اپنے نور کا خود محافظ ہے - مگر کیا ہم اوس نور کی امانت اپنے پاس رکھنا نہیں چاہتے ؟ کیا اس نور کی حفاظت کے لیے اوسے کسی دوسری قوم کو چھلسنا پڑیگا ؟ کیا امت محمدیہ کی موجودہ نسل اس نور کی امین نہ رہیگی ؟

دو سال سے ہماری شدید آزمائش ہو رہی ہے - کتنے مسلمان طرابلس میں شہید ہوئے ؟ کتنے بلقان میں فدا ہوے ؟ ظالموں نے ہمارے بھائیوں کے خون بہانے ہی پر اکتفا نہیں کیا ' بلکہ مقبوضہ مقامات کے اسلامی متبرک حصوں تک کو بے حرمت کیا - اونکو اصطبل بنایا ' اور آنسے گرجے کا کام لیا !

اب بھی بلقان کی متفقہ قوتیں اور اونکے ساتھہ تمام عیسائی دول اس بات پر مستعد ہیں کہ ایڈریا نوپل کا مقام جہاں خلفاء کی قبریں اور مسجدیں ہیں ' مسلمان دولت کے ہاتھہ سے نکال لیں -

ہم مسلمانوں پر رعب بٹھانے کے لیے بلگیریا قسطنطنیہ پر جہاں مسجد صوفیا اور مزار مقدسہ ہیں ' قبضہ کرنا چاہتی تھی -

مشہد مقدس کا جو حال ہوا ' وہ کسی پر پوشیدہ نہیں - جب بیسویں صدی میں بھی عیسائیت اور تہذیب مادی کا یہ ولولہ ہے تو اس بات کی اسوقت کیا ضمانت ہے کہ خدا نخواستہ کعبہ اور مدینہ کا بھی یہی حال نہ ہوگا ؟ ہم لوگوں کو کافی سبق اسبات کا ملگیا ہے کہ ہم کسی دوسری قوت یا مذہب پر کوئی بھروسہ نہ کریں - اپنے مقدس مقامات کی حفاظت اور خدمت کی فکر ہم ہی کو کرنا ہوگا -

بھائیو ! عیسائی دولتوں کا کیا ذکر ' تمکو اب اپنے کسی ایک قوم یا فرقہ پر بھی اپنے مقدس مقامات کو نہ چھوڑنا چاہیے - ترک ہوں - یا ایرانی - یہ بیچارے تنہا یا متفقہ بھی کثیر التعداد دشمنوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے - کوئی ایک قوت دس قوتوں سے مقابلہ نہیں کر سکتی - مادی تہذیب کے پیرو قوت ہی کو حق سمجھتے ہیں - ترک جانوں پر جانیں دے رہے ہیں - انکی بیبیاں بیوا ہو رہی ہیں - اونکے بچے یتیم ہوں - اونکے گھر اوجڑ رہے ہیں اور انکی زراعتیں پامال ہو رہی ہیں - پھر بھی وہ اکیلے کیا کر سکتے ہیں ؟ سلطان کیلیے اپنے اجداد کے مزارات ہی کو دشمنوں کے دست تصرف سے بچانا دشوار ہوگیا ہو - تمام عیسائی قوتوں کا دباؤ اونکے خلاف ہے - پھر اسکا کیسے اطمینان ہو کہ جب خانہ کعبہ ' مدینہ طیبہ ' بیت المقدس ' اور کربلاے معلی کی طرف دشمنوں کا اجتماع ہوجائیگا ' تو وہ اونکی حفاظت کر سکینگے ؟

یہ بھی تو معلوم ہو کہ اسلام کے مقدس مقامات کی عزت اور حفاظت کا فرض اکیلے ترکوں ہی کے ذمہ کیوں ہو ؟ ؟

مسلمانو ! یا تو تم آج سے اپنے کو مسلمان کہنا چھوڑ دو ' اور یا سب کے سب ابھی سے تیار ہو جاؤ کہ تم سب اپنے اسلام کے مقدس مقامات کی خدمت اور حفاظت کروگے ' اوسکے لیے مستقل ذرائع اور تدابیر عمل میں لاؤگے ' اور اسلام کو کسی کی نگاہوں میں ذلیل ہونے نہ دوگے -

باوجود مسلمانوں کے اسوقت کے جوش و خروش کے ' طرابلس ' سلونیکا و یرنہ کی مسجدیں بے حرمتی سے نہ بچ سکیں - اور آج ایڈریانوپل کی مسجدوں اور مزاروں کو بھی غیر اسلامی ہاتھوں میں دیدینے کیلیے شدید زور ڈالا جا رہا ہے -

پس اگر ہمکو واقعی اپنے مقدس مقامات عزیز ہیں - اگر ہمکو واقعی اپنے مذہب سے محبت ہے - اگر ہم حرم محترم کو گولہ باری سے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں - اگر ہم اپنے ہادی اور دنیا کے اعلی ترین انسان کی قبر کو کفار کے حملے سے بچانا چاہتے ہیں - اگر شہید کربلا کے مزار کا حال امام رضا کے مزار کا سا نہیں ہونے دینا چاہتے - اور اگر ہم بیت المقدس کو بلگیریا یا روس کے پنجوں میں جانے دینا نہیں گوارا کر سکتے ' تو اب ہمکو ضرور مستقل صورت تمام مقدس مقامات کی حفاظت اور خدمت کی نکالنا چاہیے -

ہم سب پر فرض ہے کہ ہم اسکا انتظام کریں کہ ہمارے مقدس مقامات کی حالت درست رہے - وہاں مسلمانوں کے جانے آنے میں آرام اور آسانی ہو - وہاں حفظان صحت وغیرہ کا انتظام معقول ہو - اون سے اسلام کے سے عظیم الشان اور باسطوت و جبروت مذہب کی عظمت اور تقدس کا پتہ چلتا رہے - اور کوئی دوسرا مذہب اون مقدس مقامات کی طرف کبھی بھی نگاہ بد سے دیکھنے کی جرأت نہ کر سکے -

(تجویز)

— * —

انہی اغراض کو مد نظر رکھکر یہ تجویز ہے کہ ایک انجمن " خدام کعبہ " کے نام سے قائم ہو - اوسے ملکی معاملات سے تعلق نہ ہوگا - وہ محض اسلامی انجمن ہوگی - اور کوشش اسبات کی کی جاویگی کہ ہر مسلمان اوسمیں شریک ہو ' اور اسلام کے مقدس مقامات کی خدمت پر کمر بستہ ہو جاے - یہ انجمن اور مذاہب سے یوں بے واسطہ رہیگی ' لیکن اگر دوسرا کوئی مذہب اوسکی مدد کرے تو وہ بھی حسب امکان اوسکا عوض کریگی - امن اور آشتی اوسکی پالیسی رہیگی -

ہندوستان کے مسلمانوں سے امید ہے کہ وہ اپنے ملک کی انجمن خدام کعبہ میں پورا حصہ لیں گے - اوسکی ممبری کا چندہ بہت کم مثلا ایک روپیہ سال رکھا جاوے گا - جو مسلمان اسقدر دے سکتے ہیں ' اوسکے ممبر ہونگے - اور جو نہیں دے سکتے وہ جو کچھہ دے سکیں گے ' دیں گے - یا جس طرح ہو سکیگا خدمت گذاری مقامات محترمہ میں حصہ لیں گے - ہر مسلمان جو میلاد رسول کریم کی تقریب کرتا ہے ' کچھہ حصہ حفاظت مزار مقدس کے لیے نامزد کردیگا - ہر شخص جو عزاداری کرتا ہے ' کچھہ حفاظت کے لیے بھی دیدیا کریگا - ہر خوشی اور ہر غم کے موقع پر جہاں اور مراسم کے انجام دینے میں اکثر صرف ہوتا ہے ' وہاں اوسی میں سے کوئی رقم خواہ کیسی ہی خفیف کیوں نہو ' حفاظت کعبہ معظمہ کے نام سے نکالدی جایا کریگی - اور اس طرح ہر مسلمان کچھہ نہ کچھہ حصہ اپنے مقدس مقامات کی خدمت میں لیگا تو ایک معقول رقم سال بہ سال آتی رہیگی - اس میں سے کچھہ تو مقدس مقامات کے راہ آمد و رفت کی درستگی یا وہاں سراے اور ہوٹیل وغیرہ بنانے کے کاموں میں صرف ہوگی ' اور اگر اللہ نے فضل کیا اور مسلمانوں نے دل سے مدد کی تو حجاج کے لیے انجمن خدام کعبہ خود اپنے جہاز خرید سکے گی ' جنمیں ہندوستانی کھانے وغیرہ اور نماز و طہارت وغیرہ کا عمدہ انتظام کیا جائگا -

لیکن اپنے زیادہ حصۂ آمدنی کو انجمن خدام کعبہ ' مقدس مقامات اسلام کی حفاظت کے لیے محفوظ رکھیگی - یہ امر کہ روپیہ کہاں جمع ہوگا اور کسطرح صرف ہوگا ؟ خدامان خدام کعبہ اور مجلس انجمن خدام کعبہ کے تصفیہ پر رہیگا -

جو اسکیم اسوقت میرے ذہن میں اس انجمن کی ہے ' وہ حسب ذیل ہے -

اس انجمن کا ہندوستان کے کسی شہر میں ایک صدر مقام ہوگا - دہلی - لکھنو - کلکتہ یا کوئی مقام جو بعد کو تجویز ہو - صدر انجمن کے دو سکریٹری ہونگے - صدر انجمن کی شاخیں ہر ہر ضلع میں' اور ہر ہر ضلع کی شاخیں ہر ہر قصبہ اور گاؤں میں' جہاں چار مسلمان بھی ہوں' قائم کی جاینگی - ہر ہر شاخ کا ایک خادم خدام ہوگا - ہر شاخ اپنے قواعد و ضوابط میں مختار ہوگی ' مگر اسکو کسی اصولی مقصد صدر انجمن سے اختلاف کی اجازت نہ ہوگی - ہر شاخ کو صدر انجمن کے پاس اپنے قواعد اور اپنے اراکین انجمن خادمان کعبہ کی فہرست بھیجنا ہوگی -

خادم کعبہ وہ شخص ہوگا ' جو ایک روپیہ سال صدر انجمن خواہ کسی شاخ کو ادا کر کے اپنا نام لکھادے - چندہ سالانہ ایک روپیہ ہر خادم کعبہ کے لیے ہوگا - لیکن وہ لوگ جو اسقدر بھی نہیں دیسکتے ' اور خدمت کعبہ میں دوسری طرح سے حصہ لیتے ہیں ' یا دوسروں سے مدد دلاتے ہیں' وہ بھی کسی خادم خدام کعبہ کی سفارش پر انجمن کے ممبر ہوسکیں گے - ہر خادم کعبہ کا فرض ہوگا کہ وہ جسقدر رقم یا جو معاونت انجمن خادم کعبہ کے لیے حاصل کرسکتا ہے ' اس سے دریغ نہ کرے -

صدر انجمن خدام کعبہ کی ایک شاہی مجلس ہوگی' جسمیں کم سے کم دس مقامی خدام کعبہ رکن ہونگے ' اور ہر ہر ضلع سے دو' اور فی شاخ ایک شخص مجلس صدر انجمن کا رکن مقرر ہوسکیگا -

مجلس صدر انجمن کو حلقۂ خدام کعبہ کہینگے - کورم حلقہ کا کم سے کم تین رائیوں کا ہوگا - جہانتک ممکن ہوگا حلقہ خدام کعبہ میں خادم خدام کعبہ ہی داخل ہونگے - ہر خادم کو خواہ وہ صدر کا ہو یا ضلع کا ' یا دیہات کا ' یہ حلف لینا ہوگا کہ وہ :

> اسلام کی خدمت سے کبھی دریغ نہ کریگا - انجمن کے کسی راز کو اگر مجلس مقرر کردے ظاہر نہ کریگا - کعبہ اور مدینہ کی حفاظت کے لیے اپنی جان و مال سے حاضر رہیگا اور جو قوم اور جو مذہب کہ ان مقامات کو مسلمانوں کی حکومت سے نکالنے کا قصد کرے ' یا مسلمانوں کے ہاتھ سے نکالنے کی کوشش میں حصہ لے' اُس قوم سے اور اُس مذہب سے جو اُس قوم کا مذہب ہو' دشمنی رکھیگا ' اگر اُس مذہب کی کسی دوسری قوم نے حفاظت حرمین میں عملی مدد نہ دی ہو -

پانچ ہزار روپیہ سال تک کا خرچ مقاصد انجمن کے سرانجام دینے کے لیے حلقہ خدام کعبہ کی منظوری تحریری یا زبانی سے ہوگا - لیکن پانچ ہزار سے زیادہ کی رقم جب خرچ کرنا ہو' تو تمام خادمان خدام کعبہ کی رائیں' خواہ وہ شریک حلقہ ہوں یا نہ ہوں' لینا ضروری ہوگا -

ہر اختلافی امر کا تصفیہ کثرت راے سے ہوا کریگا -

شاخوں کا صرف جو بہت تھوڑا ہونا چاہیے ' خادم مقامی خدام کعبہ کے چندہ سے نکال سکیگا - لیکن ہو خادم کعبہ کے معائنہ کے لیے اوسکا حساب تیار رہیگا - اور ہر ماہ اخراجات مقامی کا حساب صدر انجمن کے پاس روانہ کیا جایگا -

ہر شاخ سے باقی کل رقم جو چندے یا عطیات سے وصول ہو' فوراً صدر انجمن خدام کعبہ کو بھیجی جاریگی اور رسید دستخطی خدام کعبہ کی منگالی جاریگی -

ہاں کوئی اور جو چھوٹی بڑی رقم کسی انجمن خدام کعبہ کے لیے وصول کرے' اوسکو اوسکی رسید انجمن دینا لازمی ہوگا - رسید پہلے دونوں یا کسی ایک سکریٹری صدر انجمن کے دستخطی ہونگی - دستخط نہ ہو تو مہر کا ثبت ہونا لازمی ہوگا - صدر کے خادمان خدام کعبہ اپنی متفقہ راے سے ایک ہزار روپیہ سال تک مقاصد انجمن کے سرانجام دینے میں صرف کرسکتے ہیں - اس سے زیادہ کے لیے اونکو حلقہ کی رائیں لینا ضروری ہوگا -

بیت المال انجمن خدام کعبہ وہاں ہوگا ' جہاں مجلس تجویز کرے - لیکن پانچ ہزار کی رقم خادمان خدام کعبہ اپنی متفقہ راے سے صدر مقام کے کسی محفوظ بینک کے کرنٹ اکاونٹ میں رکھنے کے مجاز ہونگے - اور جب روپیہ نکالنے کی ضرورت ہوگی چک پر دستخط دونوں خادموں کے ہونگے -

انجمن صدر اور نیز شاخوں کا فرض ہوگا کہ وہ وقت ضرورت ہر خادم خدام کعبہ کی مدد کریں' اور اگر وہ یوں انجمن کا کام نہ کرسکے تو اوسکے کھانے کپڑے کے لیے مناسب رقم تجویز کردیں - خدام کعبہ میں سے جو شخص حج یا زیارت کو جانا چاہے' اوسکی واجبی اعانت اور آرام کے لیے انتظام کردینے کیلیے خادم خدام کعبہ ' صدر انجمن کے خادمان کو اطلاع دیگا ' اگر وہ شخص چاہیگا -

اگر مناسب سمجھا جاریگا تو صدر انجمن بمشورۂ حلقہ خدام کعبہ کوئی امتیازی پوشاک خادمان خدام کعبہ کے لیے مقرر کریگی یا خدام کعبہ کے لیے کوئی امتیازی پھول یا دوسری علامت تجویز کردیگی -

اس انجمن سے انشیورانس کمپنی کا کام بھی اسطرح لیا جاسکیگا کہ جو شخص خود ایک دم سے حج کے مصارف برداشت نہیں کرسکتا اور کوئی خاص رقم جیسے پچاس روپیہ سال برابر انجمن کو دیتا ہے ' دو تین سال بعد انجمن سے تیسرے درجہ کا ٹکٹ آمد و رفت اور ڈھائی سو روپیہ تک کی رقم حاصل کرسکیگا -

مرقومہ بالا تجویز بہت کچھہ ناقص ہوگی اور پبلک کے سامنے اسی غرض سے پیش کی جاتی ہے کہ اخبارات میں یا بذریعہ خط و کتابت کے ہر مسلمان اسپر غور و فکر کے بعد نکتہ چینی کرے - تاکہ پورے غور اور مشورے کے بعد ایک مکمل اسکیم تجویز ہوجاے -

یہ بتا دینا ضروری ہے کہ انجمن خدام کعبہ کے قائم کرنے یا نہ کرنے کا مسئلہ اب زیر بحث نہیں - سمجھنا چاہیے کہ انجمن قائم ہوگئی ہے -

جو کچھہ زیر غور ہے وہ یہ ہے کہ قواعد و ضوابط کیا ہوں اور اسمیں ہر مسلمان کو حق ہے کہ وہ اپنی راے دے - مگر جلد - اسلیے کہ اب زبانی باتوں کا اور ریزولیوشنوں کے پاس کرنے کا وقت نہیں - زبانی جوش و ولولے کی بھی پرواہ نہیں کی جاتی' اسلیے کہ بعض مکار دھوکا دیدیتے ہیں کہ ولولہ مصنوعی ہے - یا صرف چند شخصوں ہی کا پیدا کیا ہوا ہے -

---

الہلال کی ایجنسی

—:○*○:—

ہندوستان کے تمام اردو ' بنگلہ ' گجراتی ' اور مرہٹی ہفتہ وار رسالوں میں الہلال پہلا رسالہ ہے ' جو باوجود ہفتہ وار ہونے کے ' روزانہ اخبارات کی طرح بکثرت متفرق فروخت ہوتا ہے - اگر آپ ایک عمدہ اور کامیاب تجارت کے متلاشی ہیں' تو اپنے شہر کیلیے اسکے ایجنٹ بن جایئے -

فہرست

زراعانۂ دولت علیۂ اسلامیہ

(۱۹)

بسلسلۂ اشاعت گذشتہ

نام	پائی	آنہ	روپیہ
جھا کہائی کہرہ	۰	۱	۰
محمد علی حسن	۰	۱	۰
کریم بخش	۰	۲	۰
محمد بخش	۰	۴	۰
محمد حسین	۰	۲	۰
علم نبی	۰	۲	۰
غلام مصطفی	۰	۲	۰
رحیم بخش	۰	۲	۰
محمد بخش ولد حسین	۰	۲	۰
گہاسی	۰	۱	۰
سلیم خیاط	۰	۴	۰
جبکا شاہ	۰	۰	۱
عبداللہ	۰	۲	۰
محمد بخش	۰	۴	۰
علی بخش	۰	۱	۰
بدھن	۰	۲	۰
پیر بخش	۰	۴	۰
رمضان	۰	۴	۰
خیرو	۰	۶	۰
عظیم اللہ روغن گر	۳	۲	۰
محمد شفیع	۰	۴	۰
میانجی دنہو	۰	۴	۰
نتھو جھوجہ	۰	۴	۰
جہنو قصاب	۰	۰	۱
ممرو ولد بالے قصاب	۰	۰	۱
خیر ولد بالے	۰	۰	۲
مولی بخش ولد بالے	۰	۰	۲
موکہا قصاب	۰	۶	۰
سونڈاگوسی	۰	۴	۰
نذری گہوسی	۰	۴	۰
نیاز اللہ مستری	۰	۴	۰
امام بخش رھریا	۰	۸	۰
رحمت اللہ قصاب	۰	۱۲	۰
خدا بخش ولد نبی بخش	۰	۰	۲
کریم بخش قصاب	۰	۸	۰
مدو قصاب	۰	۴	۰
موکہا قصاب	۰	۸	۰
عبد اللہ بدھو	۰	۴	۰
نوبی	۰	۲	۰
عظیم اللہ قصاب	۰	۸	۰
سعدی قصاب	۰	۲	۰
نواز قصاب عمری والا	۰	۸	۰
عبدی قصاب	۰	۴	۰
گہاسی مستری	۰	۰	۱
ایوب علیخان صاحب تھیکیدار بیم	۰	۰	۲

نام	پائی	آنہ	روپیہ
جناب رحیم داد خان صاحب نیمچ	۰	۰	۵
جناب مولوی معین الدین احمد صاحب سکریٹری دارالمعلومات ندوہ - لکھنو	۰	۰	۱۵

نام	پائی	آنہ	روپیہ
بذریعہ جناب محمد سعد اللہ صاحب کرتپور - بجنور	۰	۰	۵۱۰۰
جناب فیروز بیگ وجناب صدیق مرزا بیگ صاحب تعلقہ داران اورنگ آباد ضلع سیتا پور	۰	۰	۷۰۰
بذریعہ جناب ولایت حسین و فقیر محمد صاحب از جلسہ دہوائی پور منعقدہ ۳۰ مارچ - سند	۰	۱۲	۰

اور حسب ذیل اشیا بنارسی چادر ایک - عمامہ ایک - ٹوپی ۳ عدد - قالب تانبے کا ایک - پیجامہ گلبدن ایک - اچکن ساٹن ایک - چارپاری رومال ایک نٹن قمیض کا ایک - دوپٹہ ایک -

---

نام	پائی	آنہ	روپیہ
جناب محمد خدا بخش صاحب بادو بازار	۰	۰	۱
جناب سیٹھ مہر بخش صاحب سوداگر چرم دھاراوی - بمبئی	۰	۰	۱۲۰۰

نام	پائی	آنہ	روپیہ
بذریعہ جناب چودھری نثار علی خان صاحب سپروائزر - سنگ ہیڈ ورکس جہیلم	۰	۷	۱۵۳

(بہ تفصیل ذیل)

نام	پائی	آنہ	روپیہ
ڈاکٹر فضل کریم صاحب	۰	۱	۴
ڈاکٹر عبد الحمید صاحب	۰	۰	۲
میاں اللہ دتا صاحب اورسیر	۰	۰	۱۵
میاں خدا داد کلرک	۰	۳	۴
منگو ڈرائیور	۰	۰	۱
حسن محمد فائر مین	۰	۰	۱
امام دین ڈرائیور	۰	۰	۵
باغ علی فائر مین	۰	۰	۲
اللہ دین	۰	۰	۱
نورا خلاصی	۰	۱۲	۰
دہاؤلا	۰	۸	۰
امام علی	۰	۶	۰
شادی ڈرائیور	۰	۰	
مستری فتح علی	۰	۰	۲
حسن دین مستری و مزدوران	۰	۰	۳۰
مرزا رستم بیگ کمپونڈر	۰	۰	۱
محمد ملازم ہسپتال	۰	۸	۰
میاں محمد دین نقشہ نویس	۰	۰	۲
شیخ قیام الدین ٹھیکدار	۰	۰	۵
مزدوران معرفت بابو سردار محمد سب اورسیر	۰	۰	۷۲
وزیر محمد فائر مین	۰	۸	۰
فیس منی آرڈر	۰	۹	۱

نام	پائی	آنہ	روپیہ
جناب مولوی محمد یعقوب صاحب	۰	۰	۲۱
جناب رضی احمد صاحب سب انسپکٹر پولس شاہجہانپور	۰	۰	۳۰
بذریعہ جناب ناظر علی گوجرانوالہ	۰	۹	۴۹
مسمات عصمت النسا مرحومہ بدست لطافت حسین صاحب	۰	۰	۵
معین الدین احمد صاحب قدوائی جہان آباد	۰	۰	۵
ایک بزرگ جنکا نام معلوم نہیں بذریعہ اسٹامپ	۰	۴	۰
گنیش پرشاد - ٹالی گنج کلکتہ - کائے قیمتی	۰	۰	۱۵
عبدالکریم صاحب بی اے - کوھیما - اسام	۰	۰	۷۵۰

	روپیہ	آنہ	پائی
بذریعہ جناب عبد الحي خانصاحب رالہور نکن	۱۵	۱۰	•
ازجناب عبدالرزاق صاحب	۴	۴	•
از جناب سید ظفر حسن صاحب [illegible]	۴	۴	•
ایضاً بذریعہ کہال لوبانی	۲	۱۲	•
ازچندہ بندگان معرفت جناب سید صاحب	۴	۴	•

	روپیہ	آنہ	پائی
طلباے نیکر ہوسٹل کلکتہ	۲۲	۳	•
بزرگان قصبہ کوٹلہ ضلع میرٹھہ بذریعہ قاضی صدر الدین صاحب	۲۵	•	•
سردار مدر سنگھ خانصاحب بنگلی دوسٹ پیک	۴۵	•	•
بذریعہ جناب محمد عبد العزیز صاحب فتح پور- بہاگلپور	۷۵۰	•	•

(به تفصیل ذیل)

	روپیہ	آنہ	پائی
جناب محمد عبد العزیز صاحب	۱۵۴	•	٦
اهلیہ محمد شہاب الدین صاحب	۱۰	•	•
محمد عبد المجید صاحب	۱۰	•	•
غریب ساہو	۱۰	•	•
بیساکہی ساہو	۱٦	۴	•
شیخ عبدالرحمن	۱۰	•	•
بشیر	۱۰	•	•
والدہ عمر علي	۱۰	•	•
محمد حسان	۵	•	•
جگو	۲	•	•
کرامت	۵	•	•
بلا ساہو	۱	•	•
رحمان	۱	•	•
پونا ساہو	۱	•	•
اتواري ساہو	۱	•	•
حسن	۱	•	•
افضل	۱	•	•
اشرف علي	۷	•	•
عبدالکریم	۵	•	•
ابو سعید	۱	•	•
کہوري	•	۸	•
جامو	•	۸	•
متفرقات از غربا	۱	۷	٦
اهلیہ حامد حسان صاحب مرحوم	۱۱	۴	•
قیمت زیورات جو شریف مسلمان عورتوں کے رقعات سے لباس مکالر هوار دیدیا	۴۷۵	•	•

بذریعہ جناب سید شاہ محمد الیاس صاحب پریسیڈنٹ

	روپیہ	آنہ	پائی
هلال احمر ضلع گیا	۱۲۵	•	•

(به تفصیل ذیل)

	روپیہ	آنہ	پائی
فروخت چاول مٹہي	۳۴	۱۴	٦
شیخ لیاقت حسین صاحب مختار	۲۰	۱۲	•
اهلیہ جناب موصوف	٦	۵	•
شیخ محمد ناصر	۳	•	•
میر محمد حسین	۲	۸	•
شیخ حسیني	•	۸	•
شیخ چمن پٹوہ	۲	•	•
مولوي عبدالصمد ماسٹر	۱	•	•
شیخ محمد رضا	•	۴	•
شیخ اظہر حسین درگاہ	۲	•	•
شیخ اصغر حسین درگاہ	•	۸	•
عبدل خانساماں	۳	•	•
شیخ اکبر حسن	۱	•	•
شیخ راحت علي مغلا کہار	۱	•	•
عبد الغني ٹریسر	۲	•	•
شیخ جنت جراح	•	۸	•

	روپیہ	آنہ	پائی
حافظ عبدالغني	۲	۴	•
شیخ کریم بخش ٹھاکر	۱	•	•
شیخ شبراتي مرزا پور	•	۴	•
شاہ رفیق	•	۲	•
جواد علي مغلاکہار	•	۴	•
واجد میاں مغلا کہار	•	۴	•
قربان میاں	•	۴	•
حافظ احمد علیخان	•	۸	•
الہی بخش	•	۴	۳
بولاقي خانساماں	•	۴	•
شیخ امیر علی	•	•	•
کرامت مرزا پور	•	۴	•
قصاب وغیرہ	•	۸	•
الفت حسین امام گنج	•	۸	•
مصاحب علی عرف موسی	۱	•	•
والدہ الہی بخش خان	۱	۴	•
امیر میاں	•	۸	•
والیت میاں	•	۴	•
رسول بخش	•	۴	•
شیخ بلدھو صاحب	•	۴	•
دمري میاں	•	۱	•
مولوي غلام رسول صاحب	•	۲	•
ملک عبدل	•	۴	•
منشی ظہور الحق صاحب مختار	۱	•	•
از گوئند پور معرفت فضل کریم و فرح	۲	۱	۳
عبد الرحیم عرف دھولی	•	۱	•
شیخ مراد علی	•	۱	•
همشیرہ جواد علی	•	۵	•
عمۂ جواد علی	•	•	٦
شیخ مراد	•	۱	•
ملک دولالی گرگر	•	۲	•
رامو میاں	•	۲	•
پیر بخش خان سدھوین بارہ	۳	•	•
شیخ الفت حسین	•	۸	•
عبد الغنی خیاط	•	۸	•
شبراتی خیاط	•	۴	•
جعفر سردار صاحب	۴	•	•
ریاض عنتخان	•	۱	•
شیخ خیرات احمد صاحب	۴	•	•
پلٹو میاں پہولڈیہہ	•	۸	•
محمد علی میاں	•	۲	•
ناصر علیخان	•	۱	٦
والدہ بشارت خلیفہ	•	۸	•
جمراتی قصاب	•	۱	۹
نا معلوم	•	۸	•
از موضع پچمہا معرفت شیخ لیاقت حسین صاحب مختار	۵	•	•
منشی دولالی صاحب مختار	۲	۱۰	•
وزیر الدین کنسٹبل	۱	•	•
ملک عبدالغفور کوسي	•	۲	•
اهلیہ باقر مرحوم	۱	•	•
نقیہ قیمت چرسہ شیخ لیاقت حسین صاحب	•	۴	•
شیخ محمد حسن سردار	۲	•	•
باقر علی رستم پور	۱	•	•
شیخ امام علی رح	•	۴	•
شیخ رمضان علی	•	۲	•
معرفت گوندر ذان بائی	۱	۵	٦
سیدین عزیز الدین بہاري	۱	•	•
سید وحید الدین مالدي	۱	•	•

PRINTED & Published by A. K. AZAD, at The HILAL Electrical Prtg. Pblg. House, 7/1 McLeod Street, CALCUTTA

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

AL-HILAL

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad.

7-1 McLeod Street,

CALCUTTA.

Telegraphic Address.

"AL-HILAL"

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12.

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

مسئول و خصوصی

احمد المکلام الدهلوی

مقام اشاعت

۷ - ۱ مکلوڈ اسٹریٹ

کلکتہ

عنوان تلغراف

« الہلال »

قیمت

سالانہ ۸ روپیہ

ششماہی ٤ روپیہ ۱۲ آنہ

نمبر ۱۷ | کلکتہ: چہار شنبہ ۲۲ جمادی الاولی ۱۳۳۱ ہجری | جلد ۲

Calcutta Wednesday, April 30, 1913.

اطلاع

—:*:—

دفتر الہلال کے ذریعہ پریس کا تمام سامان ' اور لیتھو اور ٹائپ کی مشینیں ' ٹلپی اور سکینڈ ہنڈ ملسکتی ہیں -

ہر چیز دفتر اپنی ذمہ داری پر دیگا -

سردست دو مشینیں فروخت کیلیے موجود ہیں :-

(۱) ٹائپ کی ڈبل کراؤن سائز ' پین کی مشین ' جو بہترین اور قدیمی کارخانہ ہے - اس مشین پر صرف دو ڈھائی سال تک معمولی کام ہوا ہے - اسکے تمام کیل پرزے درست اور بہتر سے بہتر کام کیلیے مستعد ہیں -

ابتدا سے الہلال اسی مشین پر چھپتا ہے - دو ہارس پاور کے موٹر میں سولہ سو فی گھنٹہ کے حساب سے چھاپ سکتی ہے -

چونکہ ہم اسکی جگہ بڑے سائز کی مشینیں لے چکے ہیں ' اسلیے الگ کردینا چاہتے ہیں -

(۲) ڈیکل مشین ' جو پاؤں سے بھی چلائی جاسکتی ہے ' ڈیمائی فولیو سائز کی - اس پر ہاف ٹون تصاویر کے علاوہ ہر قسم کا کام جلد اور بہتر ہوسکتا ہے -

قیمت بذریعہ خط و کتابت طے ہوسکتی ہے - جو صاحب لینا چاہیں ' وہ مطمئن رہیں کہ ہم اپنی ذاتی ضمانت پر انہیں مشین دینگے ' اور اپنے اخلاقی وقار کو لین دین کے معاملات میں ضائع کرنا نہیں چاہتے -

منیجر الہلال پریس

فہرس

— • —

تصاویر

— • —

شذرات

شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی
اور
مسئلۂ " الندوہ "

اس عرصے میں اس معاملے کی نسبت جو حالات معلوم ہوے ' و مع اس راے کے جو بحالت موجودہ و باطلاعات کو الف معلومہ قائم کی جاسکتی ہے ' حسب ذیل ہیں :

زمیندار میں مولانا نے ایک مختصر چٹھی شائع کی ہے ' جسمیں آیندہ تفصیلی جواب کا وعدہ ہے ' اور اصلی واقعہ کی نسبت چند مختصر دفعات -

علی گڈھ سے ایک مرتق اور معامد قلم سے نکلی ہوئی ایک تحریر آئی ہے ' جسمیں بعض حالات تفصیل کے ساتھہ بیان کیے ہیں ' مگر ساتھہ ہی یہ عجیب شرط بھی لگا دی ہے کہ ابھی تین چار ہفتے تک راقم خط کا نام ظاہر نہ کیا جاے ! بہر حال اصل مقصود حالات ہیں نہ کہ تشخص و تعین [illegible] -

اصل یہ ہے کہ اس معاملے کی نسبت ایک آخری راے بہت جلد قائم ہو جاتی ' اگر خود مولانا شبلی نعمانی یہ تفصیل حالات شائع کر دیتے تاکہ ہم آخری راے قائم کرلے - مگر افسوس ہے کہ ابتک انہوں نے کوئی تفصیلی تحریر شائع نہیں کی ' اسلیے اسکے سوا چارہ نہیں کہ جو حالات اس وقت تک موثق و مخالف شائع ہوے ہیں ' یا علی گڈھ کی تحریر میں ظاہر کیے گئے ہیں ' انہی کو پیش نظر رکھکے ایک راے قائم کرلی جاے -

جو مضامین منشی اعجاز علی اور منشی اسحاق علی نے مسلم گزٹ میں شائع کیے ہیں ' انسے صورت واقعہ یہ معلوم ہوتی ہے :

(۱) جب الندوہ میں یہ مضمون نکلا تو مولانا شبلی نے فوراً تمام مقامی ارکان کو (جنمیں دو ندوے کے صیغۂ مال و مراسلات کے سکریٹری تھے) جمع کیا اور مجبور کیا کہ وہ راقم مضمون کو سزا دیں ' لیفٹننٹ گورنر تک مخبری کرنے کی دھمکی دیکر اس تجویز کو منظور کرانا چاہا کہ خود ایک ہفتہ کی معطلی کی سزا دیں اور ڈپٹی کمشنر صاحب کو مداخلت کی دعوت دی جاے -

پس تمام ارکان و معتمدین اس دھمکی سے مرعوب و متزلزل ہوکر مجبور ہوے کہ تعمیل احکام سے انکار نہ کریں ' اور اس عالم میں کہ " یرضونکم بافواہھم وتابی قلوبہم (۹ : ۹) " انکی تمام پیش کردہ تجویزات کو منظور کرلیا -

(۲) لیکن چونکہ یہ تعمیل احکام حالت تخویف و تقیہ کی تھی اور نیز جلسۂ انتظامیہ پر معمول ' پس جب انتظامیہ مجلس منعقد ہوئی ' تو اس کارروائی کی مخالفت کی گئی - مسٹر مشیر حسین قدوائی نے تجویز پیش کی کہ کارروائی منسوخ کی جاے نیز یہ کہ مولانا شبلی اس سزا کے اوپر جو بہ حیثیت معتمد دار العلوم کاتب مضمون کو دی گئی ہے ' کاتب مضمون یعنی مولوی عبدالرحیم سے معافی مانگیں - مگر پھر معافی کا ذکر کثرت راے سے یا کسی اور وجہ سے نامنظور ہوا ' اور صرف پچھلی کارروائی منسوخ کر دیگئی -

(۳) لیکن اسکے بعد کیا حالت پیش آئی ؟ یہ تاریکی میں ہے ' البتہ پھر ایک کوئی حکم نامہ گورنمنٹ کی طرف سے آیا نہ

[illegible] کی بجاے معطلی کی سزا کے ایک ہفتے کی سزا کے ' چھہ ماہ کی معطلی کی سزا دی جاے - چنانچہ ارکان ندوہ نے بالاتفاق یا بالاکثریۃ وہ سزا دیدی -

اب اس بنا پر قابل غور حسب ذیل امور ہوتے ہیں :

(۱) سب سے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ [illegible] اسی سلوک کا مستحق تھا ؟

(۲) کیا یہ تمام کارروائی صرف مولانا شبلی ہی کے کی اور اور لوگوں نے بطور تقیہ کے محض عالم مجبوری کیا ہیں ؟ یا یہ ایک متفقہ کارروائی تھی ' جسمیں پانچ اشخاص نے باہم ملکر ایک تجویز [illegible] ؟

(۳) اگر پہلی [illegible] صحیح ہے تو اس [illegible] میں مولانا شبلی کی [illegible] کارروائی کس راے کی مستحق ہے ؟

(۴) اور اگر صحیح نہیں ہے تو باقی شرکا کار کے ساتھہ کیا سلوک کرنا چاہیے ؟

(۵) پھر سب سے آخر یہ کہ اگر اور لوگوں کی شرکت مساوی متحقق ہو جاے تو اس سے معاملے کی ذمہ داری تو ضرور بٹ جائیگی ' جواب دہی صرف ایک شخص کے لئے نہیں رہیگی ' اور ہماری جس رایے کا مستحق وہ ہوگا ' اسی راے کے مستحق باقی اشخاص بھی ہونگے ' لیکن کیا ایسی حالت میں اور لوگوں کی شرکت ثابت ہو جانے سے مولانا شبلی مطلق بری الذمہ ہو جائیں گے ؟ اور کیا کبھی غلط کام کے کرنے میں متعدد اشخاص کی شرکت ' کسی کام کو اچھا کر دیتی ہے ؟ کیا ایک جرم صرف اسلیے برا ہے کہ ایک ہی شخص کرتا ہے ؟

میں سمجھتا ہوں کہ ان دفعات بحث کے مقرر کرنے میں میں نے پوری احتیاط سے کام لیا ہے اور بحث کا کوئی ضروری پہلو باقی نہیں رہا -

(۱)

سب سے پہلی بحث اصل مضمون کی نسبت ہے - لیکن میں متاسف ہوں کہ باوجود اسکے کہ میں نے مولانا شبلی ' مولانا عبد الحی ' اور منشی محمد علی محرر ندوہ کے نام خطوط لکھے ہیں کہ مجھکو الندوہ کا وہ پرچہ (خواہ کسی قیمت میں ہو) دیدیں بھیجدو ' لیکن اب تک کہیں سے نہ تو جواب ملا نہ وہ پرچہ آیا - جو کچھہ معلوم ہے وہ صرف یہ ہے کہ مضمون " جہاد " پر تھا ' اور نفس مسئلۂ جہاد پر حسب نصوص قرآنیہ بحث کی گئی تھی - مولانا شبلی نعمانی کے خط مطبوعۂ زمیندار اور مراسلۂ علی گڈھ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسمیں کوئی دفعہ (۱۰) کی بحث تھی ' جسمیں یہ لکھا تھا ' یا بطور نتیجۂ بحث کے اس سے ثابت ہوتا تھا کہ " کوئی مسلمان کسی غیر مسلم حکومت کے ماتحت نہیں رہسکتا " لیکن صرف اسقدر اشارہ راے دینے کیلیے کافی نہیں ہے ' جب تک کہ پورا مضمون سامنے نہو - بحث کرنے کے طریقے ہیں ' اور استدلال کے مختلف اصول ہیں - نہیں معلوم اس دفعہ کو کس اصول ' کس خیال ' کس زبان ' کس لب و لہجے ' کس نص قران و حدیث سے مدلل ' اور کس سیاق و سباق کے ساتھہ لکھا گیا ہے ؟

اگر مجھسے پوچھیے تو یہ خیال تو بالکل بے معنی اور لغو ہے ' جب تک کہ اسکا مقصد و مخصوص و سیاق سامنے نہو - کوئی مسلمان غیر مسلم حکومت کے ماتحت نہیں رہسکتا نہا معنی رکھتا ہے ' جبکہ ہزاروں مسلمان رہتے ہیں ' اور اب بھی کروڑوں مسلمان ماتحت ہیں ' البتہ (خواہ میرے اس جملے کا مطلب کچھہ ہی سمجھا جاے

لیکن) میرا یہ اعتقاد ضرور ہے کہ اللہ تعالی نے اور دنیوی عزت بخشنے والی انکت تو الہیہ ہے ' اور جو حکم اسکے لیے من ہوں ' وہ اس کائنات ہی میں ذلت و پستی کیلیے نہیں بنائے گئے ہیں ' بلکہ صرف حفاظت و عزت ' حیات و اقبال ' سطوت و جبروت ' اور راحت و فلاح ہی کیلیے - پھر خواہ وہ ذلت و پستی حکومتوں کی محکومی اور غلامی کی ہو ' خواہ جہالت و بے علمی کی - خواہ غربت و فلاکت کی ہو ' خواہ وحشت و بد اخلاقی کی - میرا یقین ہے کہ مسلمان دنیا میں بھیجا صرف حاکم بننے کیلیے گئے ہیں ' اور قرآن کریم نے اپنے پیروؤں کیلیے جو اللہ کا دنیوی زندگی کا پیش کیا ہے ' وہ محکومی و تعلق کا نہیں ' بلکہ حکومت و الہیہ ہی کا ہے - وہ محکومی کی آسمانی بادشاہت کی سی بادشاہت نہیں ہے ' بلکہ استخلاف فی الارض ' اور وراثت ارض الہی کی نعمت اسی دنیا میں ہے ' یہ میرا ذاتی اعتقاد ہے - میں اسکے لیے " تعلیم اسلامی " اور نصوص قرآنی سے شہادت رکھتا ہوں - خدا نے اپنے بارۂ خاص میں مجھکو اپنے لطف و کرم سے ایک مخصوص بصیرت عطا فرمائی ہے - اور اسکی دعوت کو میری زندگی کا مقصد ' اور غایۃ قصوی قرار دیا ہے - و ما توفیقی الا باللہ -

پس میں نہیں جانتا کہ اس مضمون کا مقصود کیا ہے ؟ مولوی عبد الکریم کی نسبت مجھے ایسے حالات معلوم نہیں جنکی وجہ سے میں انکو ان مباحث کا اہل سمجھوں کہ لکھنے کے طریقے اور بیان کے انداز بھی - ممکن ہے کہ انہوں نے بہتر لکھا ہو ' اور ممکن ہے کہ ایک بے معنی " آزادی دینی " اور غیرت فقہی و تشدد ما وراء الفہمی کا اظہار کیا ہو -

اس بنا پر جب تک نہ دیکھہ لوں ' ایک حرف نہیں لکھونگا - البتہ جہاد کی جو حقیقت اللہ تعالی نے مجھپر کھولی ہے ' اور قرآن کریم نے جو روشنی اس بارے میں میرے قلب پر ڈالی ہے ' اسکو آغاز اشاعۃ الہلال سے اتنی مرتبہ لکھہ چکا ہوں کہ الحمد للہ ' کثرت تکرار و مذاکرہ ' و اظہار حقیقت و دعوت سے اب جہاد کا لفظ لوگوں کی زبانوں پر چڑھگیا ہے ' اور اسکے نام کو زبان سے نکالتے ہوے لوگوں کو وحشت و ہراس دامنگیر نہیں ہوتی - با آنکہ نصف صدی سے اس بنیاد شریعت و اصل حقیقۃ اسلامیہ کو بعض اشرار و منافقین نے اسلام کی لغت سے نکالدیا تھا ' اور نہ صرف نئی اسلام کی عمارتیں ' بلکہ علما کے حجروں اور صوفیوں کی خانقاہوں سے بھی کبھی اسکی صدا نہیں اٹھتی تھی - لوگوں نے سمجھہ لیا تھا کہ چونکہ جہاد کے معنی محض قتل و خونریزی کے سمجھہ لیے گئے ہیں ' اسلیے بہتر ہے کہ سرے سے اس لفظ ہی کو بھلا دیا جاے - چنانچہ میں نے ایک معتبر شخص سے سنا ہے کہ (مسٹر بک) نے ایک مرتبہ (علی گڈہ کالج) میں چاہا تھا کہ کتب فقہیۃ درسیہ سے " جہاد " کا باب بالکل نکالدیا جاے !!

(۲)

البتہ دوسرے سوال پر بر بناے حالت مطبوعۃ و معلومہ نظر ڈالی جاسکتی ہے -

پھر کیا ان مضامین میں صورت واقعہ جیسی کچھہ ظاہر کی گئی ہے ' اور جسکے پڑھنے سے ہر شخص کو بار بار وہلہ نظر آنے لگتا ہے کہ یہ سب کچھہ صرف ایک ہی شخص کی کارستانیاں تھیں ' وہ بالکل صحیح ہے ؟

لیکن زمیندار کی چٹھی میں مولانا نے جو واقعہ لکھا ہے ' اس سے ' مراسلہ علی گڈہ سے ' نیز از روے قرآن و درایت ' حالت بالکل مختلف صورت میں سامنے آتے ہیں -

(الف) یعنی یہ کہ اراکین خمسۂ مجلس اولی جمع ہوے - اسمیں مولانا شبلی معتمد دار العلوم ' منشی احتشام علی معتمد مال ' مولانا سید عبد الحی معتمد مراسلات ' اور مولانا عبد الباری اور مسٹر ظہور احمد وکیل ' رکن انتظامی ندوۃ تھے -

بحث چلی کہ اس مضمون کی اشاعت مقاصد ندوہ کے سخت خلاف ہے اور موجب نزول عتاب حکومت ' پس اب کیا کاروائی اسکی تلافی کیلیے اختیار کی جاے ؟

تمام شرکاء خمسۂ مجلس نے (جیساکہ ایسے موقعوں پر ہوتا ہے) غور و مشورہ کیا ' اور باتفاق باہمی ' و باتحاد اجماعی ' و بشرکت مساویانہ ' بغیر ہیچ گونہ جبر و اکراہ ' و بغیر تعدی و تعذیب ' و بغیر تخویف و ترہیب ' بحالت صحت و تندرستی ' و بعالم سلامتی ہوش و حواس ' و درستگی عقل و تمیز ' و بہ سن رشد و بلوغت ' یہ فیصلہ کیا کہ " اس واقعہ کی اطلاع ڈپٹی کمشنر صاحب کو دیدی جاے ' نیز مولوی عبد الکریم کو الندوہ کی ایڈیٹری سے معطل کردیا جاے ' کیونکہ انکا مضمون ندوہ کے اغراض و مقاصد کے خلاف ہے "

(ب) جب یہ امور بالاتفاق طے پا چکے ' تو مولانا شبلی نے کہا کہ " ان امور کے بعد مولوی عبد الکریم کو مدرسے سے بھی معطل کردینا چاہیے - کیونکہ انکا مضمون مقاصد ندوہ کے خلاف تسلیم کرلیا گیا ہے - وہ ایڈیٹری سے بھی الگ کردیے گئے ہیں - نیز اس واقعہ کی اطلاع حکام کو بھی دی جائیگی - پس ایسی حالت میں ضرور ہے کہ مجھکو بھی میری ذمہ داری سے سبکدوش کیا جاے - مدرسہ میرے ماتحت ہے اور الندوہ صورت مدرسے میں وہ کیونکر رکھے جاسکیں ؟ اور پھر اگر ایسا نہوا تو میں تا انعقاد جلسۂ انتظامیہ دار العلوم کی ذمہ داری سے دست بردار ہوجاؤنگا ' اور اسکی اطلاع گورنمنٹ کو دیدونگا "

بالآخر قرار پایا کہ ایک ہفتے یا دو ہفتے کیلیے (مجھے اس وقت یاد نہیں اور نہ مضامین سامنے نہیں ہیں) مولوی عبد الکریم کو مدرسے سے بھی معطل کردیا جاے -

* * *

اب اس بیان پر دوبارہ نظر ڈالیے -

مولانا شبلی کے علاوہ جو لوگ شریک جلسہ تھے ' ان میں دو معتمد اور دو رکن تھے ' لیکن ان میں ایک شخص بھی انکی پارٹی کا یا انکے معاونین میں سے نہ تھا - منشی احتشام علی انکے اعدی عدو دشمن ' مولانا عبد الباری سے مخالفت مشہور و واضح ' مولوی سید عبد الحی میں اور ان میں گو کوئی مدعیانہ مخالفت نہیں ' تاہم وہ انکے موافق و معاون بھی نہیں - رہے مسٹر ظہور احمد ' تو انکا حال بھی مولوی عبد الحی کا سا ہے -

ایسی حالت میں کسی طرح یقین نہیں آسکتا کہ ان تمام صاحبوں نے برخلاف اپنے ضمیر اور اپنے جوش جہاد فی سبیل اللہ ' و ہیجان قتال کفار و مشرکین ' و استقامۃ فی سبیل الحریۃ کے ' محض مولانا شبلی کے کہنے سے ' اور انکی موافقت کے خیال سے ' مقلدانہ و متبعانہ اس فیصلے میں شرکت کرلی ہو - علی الخصوص منشی احتشام علی ' جو بڑے بڑے معرکہ ہاے جدال و قتال مولانا شبلی کی مخالفت میں سر کرچکے ہیں ' اور مولانا عبد الباری ' جنہوں نے کل کی بات ہے کہ مسئلہ نظامت کے بارے میں خطوط شائع کیے تھے ' اور پھر اس بارے میں اجازت تک الزام و انکار کا معاملہ پہنچا تھا !!

پس یہ صورت ترکیبی واقف حال کے سمجھہ میں آ ہی نہیں سکتی - البتہ تین صورتیں اور ہیں :

(۱) گو یہ اشخاص معتمد تھے ' لیکن مولانا شبلی نے بعض ذرائع و وسائل سے انکو اسدرجہ ڈرایا اور دھمکایا کہ

ہر طرف سے مجبور و بے بس ہوکر اپنے ایمان اور خدا پرستی سے دست بردار ہوگئے ' اور عالم ہراس و مرعوبیت میں جو کچھ چاہا ' انسے منظور کرا لیا - اگر یہ صورت ہو ' تو اس حالت میں ان لوگوں کا جرم اُس شخص کی مثال سامنے لانے سے کسی قدر ہلکا ضرور ہو جاتا ہے ' جس نے بعالم مجبوری اپنی جان کی حفاظت کیلیے جھوٹ بولا ہو ' یا قتل کے خوف سے بت پرستی کی ہو ' یا سولی کا تختہ دیکھکر ایمان و اسلام سے بطور تقیہ کے کلمۂ کفر پر ہاتھہ دھرا ہو -

(۲) یا پھر ایسی صورت تو پیش نہیں آئی ' مگر عادت نفاق و تذبذب بین الاسلام و الکفر کی وجہ سے اس مجلس میں اپنی موافق راے دیدی ' اسکے بعد دوسری طرح کا عمدہ موقعہ ہاتھہ لگ گیا تو (اُس وجود کی طرح جسکی قرآن میں مثال دی گئی ہے) کہدیا کہ " انی بری منک انی اخاف اللہ رب العالمین (۹۵ : ۱۹) " اسمیں ایک طرف آزادی و حریت بھی ہاتھہ آگئی ' دوسری طرف معتمدی کی صدارت کو پھولنے پھلنے کا موقعہ بھی ملگیا :

چہ خوش بود کہ برآید بہ یک کرشمہ دو کار

(۳) اور یا پھر ایک شریف آدمی کی طرح ' جسکی ایک ہی زبان ہوتی ہے ' ان لوگوں کی بھی اصلی راے یہی تھی اور یہی ہے - اور اس کارروائی میں وہ سب کے سب برابر کے شریک و حصہ دار تھے - پس اب اُس کارروائی کا جو نتیجہ ہو ' اسمیں بھی انہیں اپنا اپنا حصہ لینا چاہیے -

عقل و درایۃ کہتی ہے کہ ان تین صورتوں کے سوا اور کوئی چوتھی صورت نہیں ہو سکتی - اب اگر پہلی صورت ہے ' اور محض عالم خوف و ہراس میں ان بزرگان قوم اور علماے دین نے اس کارروائی میں شرکت کی تھی ' تو مولانا شبلی علانیہ اس سے منکر ہیں ' اور معاملہ غیر حاضر اور غیر شریک لوگوں کے قلم سے منسوب کیا جا رہا ہے - پھر کیا وجہ ہے کہ خود ان لوگوں کی زبانوں پر مہریں لگ گئی ہیں ؟ کیوں نہیں ملنشی احتشام علی اپنی مل سے ' مولانا سید عبد الحی اپنے مطب سے ' اور مولانا عبد الباری اپنے حلقۂ درس سے باہر تشریف لاتے اور اپنی مجبوری و بے بسی ' و عالم ہراس ' و خوف جان و مال کا افسانۂ غم انگیز اور داستان گریہ آور اپنی معتقد اور ارادت کیش قوم کو سنادیتے ؟ مجلس کو ابھی چند صدیاں نہیں گذری ہیں اور اُس کے شرکا کی زبانیں اب تک مفلوج نہیں ہوئی ہیں - یہ کیا ہے کہ اسکے متعلق لوگوں کو عالم تذبذب میں رکھا جارہا ہے ؟ کیوں نہیں وہی لوگ اپنے قلم سے چند سطریں لکھکر شائع کردیتے ہیں ' اور بتلا دیتے ہیں کہ ہمارا دامن اس دھبے سے بالکل پاک ہے ' تاکہ قوم کو ایک القطعی راے قائم کرنے کا موقعہ ملے ؟

اصل یہ ہے کہ ندوہ کے اندرونی حالات ایک عرصے سے اسکے مقتضی تھے کہ پبلک میں لاے جائیں - لوگوں کو ابھی اصلیت معلوم نہیں ہے لیکن اب ضرور ہو ہی کر رہیگی - لوگوں کو اس امر پر غور کرنا چاہیے کہ ایک کارروائی ایک جماعت نے کی - پھر اگر وہ نفریں کی مستحق ہے ' تو سب اسکے مستوجب ہیں ' اور تحسین کی مستحق ہے تو سب کے حصے میں آنی چاہیے - کیا سبب ہے کہ تمام بار ایک ہی شخص کے اوپر ڈالا جا رہا ہے ' اور اور لوگ اس طرح دامن بچا کر الگ ہو رہے ہیں ' گویا ان مرفوع القلم بچوں ' اور معصوم قدوسیوں کو اسمیں سے کوئی سروکار ہی نہیں !!

تین جماعتیں
اور ایک خطرۂ عظیم

حقیقت حال یہ ہے کہ اس واقعہ نے مختلف پہلو ' اور مختلف جماعتوں کی دلچسپی حاصل کرلی ہے :

ایک جماعت تو اُن لوگوں کی ہے جنکو اشخاص سے بحث نہیں ' اصل کارروائی کو قابل اعتراض سمجھتے ہیں اور جن لوگوں نے کی ہے ' خواہ وہ کوئی ہوں ' انکو قابل مواخذہ یقین کرتے ہیں - یہ جماعت باہر کے عام لوگوں ہی کی ہوگی ' اور فی الحقیقت وہی راستباز اور اسلامی ازادی کا اپنے دلوں میں سچا جوش رکھنے والی جماعت ہے - ایسے لوگوں کی قدر کرنی چاہیے ' اور خدا کا شکر بجالانا چاہیے کہ دو سال کی صداے حریت نے ایسے لوگوں کی ایک جماعت مخلصین پیدا کردی اور یہ سب سے بڑا اصلی الہیہ ہے - آج اسلام کو جتنی توقعات ہیں ' وہ اسی جماعت اور ایسے ہی حریت خواہوں سے ہیں - فکثر اللہ سبحانہ امثالہم -

دوسری جماعت بندگان اغراض و اہوا کی

دوسری جماعت اُن چند خاص اشرار و مفسدین کی ہے ' جو بندگان اغراض نے نہ تو آزادی و حریت کا کبھی خواب دیکھا ہے ' اور نہ مسئلۂ جہاد اور مسائل اسلامیہ کی رفعت و شرف کے تحفظ کی انہیں کچھہ پروا ہے - ساری عمر یا تو فکر جاہ و مشغلۂ غرور و تکبر میں کٹی ہے ' یا محض بے حسی و عطالۃ کے اُس گھونسلے میں ' جہاں نہ تو حریت کا کبھی تصور ہوتا ہے ' اور نہ عدم حریت کا - اس دنیا میں انہوں نے قدم ہی نہیں رکھا -

لیکن ساتھہ ہی ایک مدت مدید اور عرصۂ بعید سے مولانا شبلی سے تخالف و تعاند ہے ' اور بوجہ اپنے کسی خاص معاملے کے ' یا معاملات ندوہ کی اندرونی سازشوں کے ' یا اپنے عدم فروغ و داغ محرومی شہرت و ناموری کے ' یا عدم تغلب معاملات نظارۃ دارالعلوم کے ' یا پھر کسی اور سبب و مقصد سے (اور ارباب اغراض و اہوا کا عالم مقاصد نفسانیہ بے کنار ہے) ہمیشہ اپنی راتوں کی نیند ' اور دن کا کاروبار اسی فکر و کاوش میں برباد کرتے آئے ہیں کہ کسی طرح انکو شکست دیں اور قوم کی نظروں میں ذلیل و رسوا کریں ' اور اسکے لیے بارہا مجاہدات و مقاتلات لنگ کرچکے ہیں ' لیکن ہمیشہ ناکام و خاسر رہے ہیں - اب چونکہ خود مولانا شبلی کی غلطی اور تعجب انگیز کمزوری سے اس معاملے میں انکی شرکت و سعی وقوع میں آئی ' اور وقت اور موسم کے لحاظ سے پبلک اوپینین کا سہارا بھی معقول مل گیا ' تو ایک مخفی سازش کرکے اس واقعہ کو پبلک میں پیش کردیا گیا - اور چونکہ ساتھہ ہی اُن پر بھی بحصۂ رسدی اسکا اثر پڑتا تھا ' لہذا یہ کوشش کی گئی کہ تمام بار انہی کے سر ڈالکر اور موجودہ دور آزادی سے فائدہ اٹھا کر ' انکو قوم کی عدالت میں سزا دلوادو ' اور اسطرح سامنے لاؤ کہ لوگ سمجھیں کہ جو کچھہ ہوا ' صرف مولانا شبلی ہی کی حکام پرستی سے ہوا ' اور یہ آپاۓ حریت ' اور فدا کاران راہ جہاد و قتال ' محض ازادی کی خاطر اور مسئلۂ جہاد کے شرف کیلیے انکی مخالفت کررہے ہیں ' اور انکو اس بات کا نہایت درجہ غم ہے کہ گورنمنٹ کو معاملات ندوہ میں مداخلت کا موقعہ کیوں دیا گیا ؟

حالانکہ ان لوگوں کا اس بارے میں جو کچھہ حال ہے ' اسکا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ جب سید رشید رضا لکھنو آے ' تو انکی صدارت سے اختلاف کرتے ہوے منجملہ اور وجوہ کے ایک سبب یہ بھی کہا گیا تھا " کہ ایک مصری شخص کے صدر بنانے سے گورنمنٹ ناراض ہو جائیگی " اور مولوی خلیل الرحمن سہارنپوری

کے مقابل اٹھائے تھا سیاسیات ایک مطلوب (اکسٹریٹ) کے لیے میں لنگر " مسئلۂ سیاسی " سے تعبیر کرنے کی فرصت حاصل کی تھی -

تیسری جماعت ' اور لیم کے لئے مورد عقوبت کیلیے ایک نقطۂ عظیم

لیکن ان دو جماعتوں کے سوا سب سے زیادہ قطعاً طلسم ایک تیسری جماعت بھی ہے - یہ وہ جماعت ہے جس کو مسئلۂ جہاد اور عدم مداخلۂ حکام سے مقصود ہوتا ایک طرف ' حکام کی خوشامد و مداہنت ' اور انکی نفرت و اکراہ کی وجہ سے لفظ جہاد سے تبری و انکار ' انکی تمام عمر کا الہدوظیفۂ عمل ' اور انکے تمام اعمال و افعال کا مصدر و منبع یہ بزدلی ' ملحدین ' مارقین ' اور منافقین مفسدین والا جو دے کلمۂ اسلام و مسلمین ہیں ' جنھوں کے قرم میں بزدلی اور غلامی کے شجر ملعونہ کا بیج بویا ہے ' اور پھر شیطان لعین نے اسکی آبیاری اور پرورش کا سامان کیا ہے - وہ بیج ہرا ہوا اور اسکی شاخیں شیطان کے مخفی ہاتھوں سے آراستہ ہو بلند ہوئیں - پر جیسا کہ قانون الہی ہے ' وہیں اس رائے سے ' جبکہ اسکی بلند اور مستحکم شاخوں پر شیطان کی قربانی نے اپنے نشیمن بنائے تھے ' اور اسکے سائے میں فتنہ و نفاق کا لشکر مستعل آکر پناہ لیتا تھا ' یکایک باد رحمت الہی صر صر ہلاکت کی صورت میں نمودار ہوئی ' اور اسکے ایک تند و تیز جھونکے نے اس شجر ملعونۂ خبیثہ کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دیا ' یعنی قوۃ الہیہ نے قوائے شیطانیہ کو شکست دی ' شجرۂ ملعونہ کی جگہہ اسلام پرستی و ایمان پروری ' راستبازی و حریت پسندی کی تخم ریزی ہوئی ' اور باران رحمت الہی نے اسکو اپنی ایک آیۃ اعجاز قرار دیکر ' دو سال کے اندر ہی اندر ایک ایسا درخت تناور بنا دیا کہ :

کشجرۃ طیبۃ ' اصلها ثابت و فرعها فی السماء توتی اکلها کل حین باذن ربها ' و یضرب اللہ الامثال للناس لعلہم یتذکرون (۱۴:۱)	اسکی مثال ایک مبارک اور ملکوتی درخت کی سی ہے کہ اسکی جڑ زمین کے اندر مضبوط ' اور اسکی بلند ٹہنیاں آسمان تک پہنچی ہوئیں ! وہ قوت الہیہ کی نشو فرمائی سے ہر وقت کامیابی کا پھل لاتا رہتا ہے - اور یہ درخت کا ذکر دراصل ایک مثال ہے جو اللہ بیان کرتا ہے تاکہ لوگ سونچیں اور غور کریں -

پس جب حکمت الہی نے ایسا کیا ' تو شیطان بہت غمگین ہوا - اسکا کار و بار خراب ہو گیا ' اور اسکی نسل کے گھرانے میں گھر گھر ماتم برپا ہوگیا -

یہ انقلاب تبدیلی کچھہ ایسے الہی ساز و سامان کے ساتھہ ہوئی ' اور توفیق مقدسۂ حضرۃ ایزدی نے کچھہ اہم اسباب جلیلہ اور محرکات عظیمہ ایسے پیدا کر دیے ' کہ انکے مقابلے میں کوئی سعی و کوشش اسکی سود مند نہیں ہو سکتی تھی - وہ جسقدر کوشش نا مرادی و ناکامی کے عذاب الیم سے نکلنے کی کرتے تھے ' اتنا ہی اسمیں اور زیادہ گرفتار ہوتے جاتے تھے - گویا اس دنیا ہی میں انکا حال جہنم کے مجرموں کا سا ہو گیا کہ :

کلما ارادوا ان یخرجوا منها من غم ' اعیدوا فیها و ذوقوا عذاب الحریق ! (۲۲:۲۲)	جب کبھی دم کے گھٹنے سے گھبرا کر اس سے نکلنا چاہیں گے ' تو پھر اسی میں دھکیل دیے جائیں گے ' کہ یہیں پڑے پڑے سوزش و تپش کے عذاب کا مزہ چکھتے رہو !

ان میں سے اکثروں کی زبانیں پرانے دلوں کی طرح مہریں لگ گئی تھیں ' اور بہت سے اپنی بد بختی اور انقلاب زمانہ کے غم میں سر بزانوے تحیر و ماتم و حسرت تھے ' کہ اتنے میں مولانا شبلی اور ندوہ کے معاملے کو لیکر شوخ نجدی نے ظہور کیا ' اور انکی قسمت نے مرتے ڈوبتے اتنی یاوری کی کہ مولانا کی آنکھوں پر غفلت کا پردہ ڈالدیا ' اور انسے ایک سخت غلطی اس بارے میں ظاہر ہو گئی - چونکہ مولانا نے بھی مسلم لیگ اور مسلمانوں کی غلامانہ سیاست کے قلع قمع میں حصہ لیا تھا ' اور " پولیٹکل کررٹ " کے عنوان سے تین مضمون لکھکر لیڈروں کے چہل سالہ بتکدۂ سیاست کو توڑا تھا ' اسلیے یہ ایک عجیب و غریب زرین موقعہ انکو ہاتھہ آگیا کہ آزاد خیالی کی نئی تحریک کو نقصان پہنچانے کیلیے ' اور قوم کو پھر اسی ظلمت کدۂ استبداد و الحاد سیاسی کی دعوت دینے کیلیے اس معاملے میں آزاد خیالوں کے وکیل بن جائیں ' اور نہایت زور و شور سے اس معاملے پر قوم کو توجہ دلائیں - پھر آخر میں کہیں کہ دیکھو ! جو لوگ آزادی کے حامی اور غلامی کا الزام دینے والے تھے - جو لوگ حریت کے داعی ' اور حکام پرستی کے مخالف تھے - جو لوگ نکلے تھے کہ تم کو ہماری تعلیم کی ہوئی غلامی سے نکالیں ' اور اپنی دکھلائی ہوئی راہ آزادی پر چلائیں ' خود انکا حال ان معاملات میں کیسا ہے ' اور کس طرح وہ خود ہی اس تعلیم پر عامل نہیں ہو سکتے ' جسکی طرف تم کو بلاتے ہیں - پس گمراہی سے بچو ' اور انسے پناہ مانگو کہ وہ جو کچھہ کہہ رہے ہیں محض دھوکا اور فریب ہے - اصلی راستہ وہی ہے ' جسپر ہم نے تم کو برسوں چلایا ' پس آؤ کہ تمہاری آنکھوں پر پٹی باندھکر پھر تم کو کولہو کے بیل کی طرح غلامی و الحاد کے چکر میں ڈالدیں !

من انصاری الی اللہ ؟

— * —

نحن انصار اللہ !!

— * —

الحمد للہ کہ گذشتہ نمبر کی اشاعت میں جو پہلی آواز " من انصاری الی اللہ ؟ " کی بلند کی گئی تھی ' اسکے لیے خدا تعالی نے اپنے بندوں کے دل کھول دیے ' اور اسکے جواب میں " نحن انصار اللہ " کی صدائے ہمت افروز و امید نواز ہندوستان کے ہر خطے اور ہر گوشے سے بلند ہونے لگی ہے - آج منگل کی شام تک تقریباً آٹھہ سو ناموں سے فہرست کی ابتدا ہو گئی ہے ' فالحمد للہ علی توفیقہ و کرمہ و لطفہ -

آجکی اشاعت کے ساتھہ ایک فارم بھی شائع کیا جاتا ہے ' صرف اسکی خانہ پری کرکے بھیجدیجیے - چند دنوں کے اندر جو رفتار مجاہدین خدمت اسلامی کی اللہ نے دکھلا دی ہے ' اس نے میرے اندر ایک حیات تازہ پیدا کردی ہے ' اور امید ہے کہ دو ہفتے کے اندر اپنی پیش نظر تعداد کو پورا دیکھہ لونگا ' اور اس کے بعد دوسری منزل کی طرف بڑھونگا - فالسعی منی ' و الاتمام من اللہ تعالے -

پس ان لوگوں کو نہ تو آزادی کی آتلی ہوئی ہے کہ اسکے لیے استمال کو سرمایۂ الھلال ' نہ مسئلہ جہاد کے شرف کی ' بلکہ جہاد کا لفظ تو انکے لیے ایک عفریت خونخوار ہے ' جسکی ایک جھلک دیکھتے ہی انکو لرزۂ شدید کا بخار چڑھ جاتا ہے ' اور اس لفظ کے توحش کی وجہ سے ان جسقدر مشکلیں پیدا ہوتی ہیں ' وہ سب کی سب اسی جماعت کی پیدا کی ہوئی ہیں - البتہ چونکہ ازادی اور صداقت کی اس تحریک پے اکبار ایک گروہ ٹوٹ پڑا تھا ' اور اسکی ترقی کو روکنے کیلیے راتوں کو سجدوں پر عالم اضطراب میں لوٹتے ' اور دن کو فکر تدابیر و تجاویز سے اپنے دماغوں کو تھکا تے تھے ' اسلیے یہ معاملہ انکے لیے ایک نعمت غیر مترقبہ ہوگیا ' اور اسکو انھوں نے قوم کے ارتجاع و تقہقر کیلیے ایک آلۂ کار بنا لیا -

ایسی حالت میں ' میں قوم کو (جو اپنے نئے دور ازادی میں ابھی بالکل نو آموز اور سادہ لوح ہے) اس خطرۂ عظیم سے باخبر کردینا ضروری سمجھتا ہوں ' جو اسکی راہ میں سنگ گراں بنکر حائل ہوجا سکتا ہے - میں نے (یونیورسٹی فیڈریشن) کے معاملے میں اواز بلند کی تھی ' مگر لوگوں نے اغماض کیا ' اور پھر بالاخر جب آنکھیں کھلیں تو اصلیت منکشف ہوئی - آج میں پھر ازسرنو یا صداء یقین و حقیقت بنکر آواز بلند کرتا ہوں کہ یہ ایک سخت فتنۂ فساد ' اور فریب ضلالت ہے ' جو قوم کو دیا جا رہا ہے ' اور اس سے مقصد صرف یہ ہے ' کہ ایک شخص کو قوم کی نظروں سے گرا کر ' اسکے ذریعہ اصل تحریک کو بھی نظروں سے گرا دیا جاے : اولٰئک حزب الشیطان ' الا ان حزب الشیطان هم الخاسرون (۵۹ : ۲۰)

قوم کو یاد رکھنا چاہیے کہ کوئی صداقت اور راستی اسلیے صداقت نہیں ہے کہ زید اسکا داعی ہے ' یا عمر نے اسکا ساتھ دیا ہے ' بلکہ سچ صرف اسی لیے سچ ہے ' کہ وہ سچ ہے ' اور اگر تمام دنیا اس سے منہ موڑ لے ' جب بھی اسکی صداقت میں بال برابر فرق نہیں آ سکتا -

پس اگر واقعہ کی وہ صورت بالکل تسلیم کر بھی لی جاے ' اور یہ ثابت و متحقق ہو جاے کہ سختی سے سخت الزامی بیان جو اس بارے میں شائع ہوے ہیں ' وہ بھی حرف حرف صحیح ہیں ' جب بھی اس معاملے کا جو کچھ اثر ہوسکتا ہے ' صرف مولانا شبلی پر ' نہ کہ اس صداقت پر ' جسکی انھوں نے صدا بلند کی تھی - میں کہتا ہوں کہ ایک انسانی وجود کی کیا ہستی ہے ؟ اگر کروروں انسانوں سے بھی اس راہ میں لغزش ہوجاے ' تو بھی اسکی صداقت کی عزت پر کوئی بٹہ لگ نہیں سکتا - اے بے خبرو ! راستی کبھی بھی اشخاص کی پابند نہیں رہی ہے ' اور نہ اشخاص کی بحث سے اسکی حقیقت متاثر ہوسکتی ہے ' ولنعم ما قیل :

گر من آلودہ دامنم چہ عجب
همه عالم گواہ عصمت اوست

- اگر یہ لوگ واقعی اپنے بیان میں سچے تھے ' اور محض اصول کی خاطر میدان میں آے تھے ' تو انکو چاہیے تھا کہ اپنی بحث کو صرف اصل معاملہ ' اور مولانا شبلی اور دیگر شرکاء کار تک محدود رکھتے ' اور جس سختی و تشدد سے چاہتے ' اسپر بحث کرتے - ایسی حالت میں وہ مستحق تھے کہ انکی عزت کی جاتی ' اور قوم انکی آزاد خیالی اور اصول پسندی کا اعتراف کرکے شکر گذار ہوتی - لیکن جب ہر شخص دیکھہ سکتا ہے کہ ان آخری جماعت نے مولانا شبلی کے واقعہ کو ایک آڑ بنالیا ہے ' اور اسکے پیچھے اپنی قدیمی غلامی کی تعلیم کو لیے کھڑی ہے ' تاکہ ذرا بھی اس شور و غوغا سے قوم کی راے اور استقامت میں تزلزل پیدا ہوتے دیکھیں تو فوراً اسکا طوق پھر نئے سال کے بعد قوم کی گردن میں ڈالدیں ' پھر ایسی حالت میں محض لیے حسن ظن قائم کرنے کا کوئی موقعہ نہیں ' اور قوم کی آزادی و استقامت اور قوت تمیز و ادراک کیلیے ایک سخت آزمایش درپیش -

قوم کو چاہیے کہ خدا کیلیے اس فریب سے اپنے تئیں بچائے رکھے کہ جس دلدل سے خدا خدا کرکے اسکے قدم نکلے ہیں ' یہی نازک ترین دور مصیبت اسلامی میں (کہ اسلام اپنے ہر فرزند سے استقامت کا طلبگار ہے) پھر اسی دلدل میں گرفتار ہوجاے اور چند اشخاص کی وجہ سے اصل اصول ہی کو ہاتھہ سے دیدے !!

میں نے لکھنو کی فاؤنڈیشن کمیٹی کے اجلاس میں کہا تھا کہ تم نہ جناب راجہ صاحب محمود آباد کو دیکھو ' نہ مسٹر ... صاحب کو ' اور نہ کامریڈ اور الهلال کو ' بلکہ صرف اصول اور راستی پر نظر رکھو - اسی پر اعتماد کرو اور اسی کا ساتھہ دو - آج میں پھر اسی آواز کو دھراتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اشخاص کی بحث سے متاثر و مرعوب نہو - میں پوچھتا ہوں کہ اگر خود الهلال ' جو دس ماہ سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی دعوت دے رہا ہے ' اگر اسکا قلم ہواء نفسانی سے ٹھوکر کھاکر راہ ارتداد اختیار کرلے ' اور صداقت و حریت کی جگہ غلامی و باطل پرستی کے طرف بلاے ' تو کیا پھر تم الهلال کے گرنے سے خود بھی گرجاؤ گے ؟ فالحذر ' الحذر ' الحذر ' ایها المسلمون الغافلون ! ولا تکونوا کالذین تفرقوا من بعد ما جاء هم البینات ' اولٰئک هم الخاسرون !!

مولانا کے اس معاملہ کو جس صورت میں ظاہر کیا گیا ہے ' حالات شہادت دے رہے ہیں کہ وہ اصلیت سے یقیناً مختلف ہے اور اس وقت تک مختلف سمجھا جائیگا ' جب تک کہ دیگر شرکا اپنے مستور چہروں سے برقعہ ہٹا کر باہر نہ آئیں گے ' لیکن (جیسا کہ میں آگے چلکر بحث دفعہ ۵ - میں بالتفصیل لکھونگا) اسمیں کوئی شک نہیں کہ دیگر اشخاص کی شرکت مساوی ثابت ہونے کے بعد بھی میرے عقیدے میں مولانا سے غلطی ہوئی - غلطی ہوئی ' اور افسوس کہ غیر متوقع غلطی ہوئی - لیکن میں تو یہاں تمام بیان کردہ صورت واقعہ کو تسلیم کرکے کہتا ہوں کہ اگر ایسا بھی ہو تو اس سے کیا ہوتا ہے ؟ ایک شخص یا جماعت کی لغزش قوم کو اسکی صراط مستقیم سے کیوں ہٹا دے ؟

* * *

اور اگر پہلی صورت نہیں بلکہ دوسری صورت ہے - تو ہم ایک مرتبہ چاہتے ہیں کہ ان بزرگان ملت کے روے مبارک کی زیارت کرلیں ' جو اپنے چہرے پر غازۂ نفاق کی ایک غلیظ تہہ جماتے ہوے نہیں شرماتے ' اور ایک طرف تو آج غلغلۂ اسلام پرستی کا ساتھہ دے رہے ہیں ' اور دوسری طرف کفر پرستانہ تجاویز و احکام کی تدوین و نفاذ میں بھی شریک کار و رکن مجلس رہچکے ہیں ! یہ کیسی عجیب بات ہے کہ جو لوگ مولوی عبد الکریم کے جرم کی تشخیص کرنے ' اور انکے لیے فیصلۂ سزا کے لکھنے کی فل بینچ پر بیٹھے تھے ' وہ ایک طرف تو مجرم کو سزا دیچکے ہیں ' اور دوسری طرف آج مجرم کی حمایت و فریاد رسی کیلیے اپیل بھی کرانا چاہتے ہیں ؟ اس سے بھی عجیب تر یہ کہ جن ججوں نے سزا کا حکم سنایا ہے ' وہی آج مجرم کے وکیل بھی بن بیٹھے ہیں ؟ ان هذا لشی عجاب !!

اگر یہ بھی نہیں تو پھر تیسری صورت کے سوا اور کوئی صورت نہیں ہوسکتی : یہ امر قطعی ہے کہ اس بارے میں وہ برابر کے شریک مجلس و مشورہ تھے۔ اور جو رائے مولانا شبلی کی تھی وہی انکی تھی - لہذا جو کارروائی انہوں نے پسند کی، اسی کو مولانا شبلی نے بھی پسند کیا - اور یہ کوئی تقلیدی کارروائی یا محض تعمیل حکم یا عالم جبر و اکراہ کا تقیہ نہ تھا ' بلکہ انکا اصلی اعتقاد ' اور انکے ایمان و ضمیر کا فیصلہ ! اور وہ بہر حال ایسی حالت میں ایسی ہی کارروائی کرتے ' جیسی کہ انہوں نے کی - اور اسطرح کے ابتلاء و آزمایش معاملات میں انکی راے کا سدرۃ المنتہی یہیں تک ہے !

(۳)

تیسرا سوال یہ ہے کہ اگر واقعی یہ تمام کارروائی صرف مولانا شبلی ہی نے کی ' اور اور لوگوں کو بجبر اسمیں شریک کیا ' اور حسب بیان مضامین مطبوعہ ' صرف ایک وہی اس تمام کارروائی کے ذمہ دار ہیں ' تو ایسی صورت میں انکی نسبت کیا راے قائم کی جاے ؟

اسکا جواب دیچکا ہوں ' اور پھر دیتا ہوں کہ اس صورت میں انکو جسقدر الزام دیا جاے صحیح ہے ' اور وہ یقیناً اسکے مستحق ہیں -

لیکن گذشتہ سطور سے ناظرین کرام پر واضح ہوگیا ہوگا کہ جس قدر مواد اس معاملے میں پبلک کے سامنے لایا گیا ہے ' وہ انکی تنہا ذمہ داری کے لیے کافی نہیں - واقعات صاف شہادت دے رہے ہیں کہ پانچ ممبروں میں سے ہر شخص شریک کار اور مساویانہ رکن مشورہ تھا ' اور اب ندوۃ العلما کے تمام ارکان انتظامیہ باستثناے بعض اس کارروائی کو پسند کرتے اور اس سے متفق ہیں - اور انشاء اللہ جو اور کوائف آگے چلکر پیش کرنے والا ہوں ' اس سے یہ امر زیادہ واضح ہو جائیگا - ایسی حالت میں جس وقت تک انکی شہادتیں اور بہم نہوں ' اسکے خلاف راے قائم نہیں کی جاسکتی -

(۴)

چوتھا مبحث یہ ہے کہ اگر تمام اور لوگ شریک مساوی ثابت ہوجائیں تو پھر وہ کس سلوک کے مستحق ہیں ؟ اسکا جواب ظاہر ہے -

(۵)

اب رہی پانچویں بحث ' یعنی یہ کہ کیا اور لوگوں کی شرکت کا ثابت ہوجانا ' خود مولانا شبلی کو اس بارے میں بالکل بری الذمہ کردیگا ؟ اور کیا کوئی غلطی صواب ہوجاتی ہے ' اگر اسکا کرنے والا ایک شخص نہیں بلکہ بہت سے ہوں ؟

اس وقت تک مسلمانوں کی جو روش ان امور میں رہی ہے ' ندوہ کی نسبت گورنمنٹ کی جو بدگمانیاں عرصے تک قائم رہی ہیں ' اسکی زندگی جس طرح گورنمنٹ کی فیاضی اور اسکے عطیہ پر ہے ' اور جس درجہ گورنمنٹ کی کوئی نئی بدگمانی اسکے لیے مضر ہوسکتی ہے ' نیز ندوے کے مقاصد جس طرح محدود ' اور وہ ایک محض تعلیمی جماعت ہے ' یہ ' اور اس طرح کے تمام امور ' اسمیں کوئی شک نہیں کہ اس طریق عمل میں مولانا شبلی ' مولانا عبد الباری ' مولانا عبد الحی ' منشی احتشام علی ' اور مسٹر ظہور احمد کی متفقہ کارروائی کیلیے ایک وجہ عذر و مجبوری ضرور ہیں - اور اسی طرح خاص مولانا شبلی کیلیے بھی ' جو ندوے کی از سر نو زندگی کے اور اسکے کام کے چلنے کا باعث ہوے ' اور گورنمنٹ کی بدگمانی کو دور کرایا ' لیکن تاہم یہ عذر اور مجبوری عام طور پر آجکل کے کام کرنے والوں کیلیے ہو تو ہو ' لیکن میرے عقیدے میں تو کوئی مجبوری اور عذر نہیں ہے - اصول کی پابندی ہر شے سے بالا تر ہے ' اور دنیا کی کوئی مجبوری اسکے لیے مجبوری نہیں ہوسکتی - اگر ایسا نہو تو دنیا میں اصول کی عزت ہمیشہ کیلیے مدفون ہوجاے - اس مضمون کا شائع ہونا اگر ایک غلطی تھی تو وہ ہوگئی تھی - اب اسپر اسقدر گھبرانا اور پریشان ہونا بالکل فضول تھا - گورنمنٹ اگر ندوہ سے اپنا عطیہ چھین لینا چاہتی ہے تو چھین لے - اسکی عمارت میں ھل پھروا دے ' لیکن ہم اپنے اصول کو کیوں ہاتھہ سے دیں ؟ اسوقت کسی کارروائی کی بطور خود حکام کو اطلاع دینا ' انکو مداخلت کی دعوت دینا ہے ' اور یہ سخت کمزوری ' اور اپنے ہاتھوں اپنے عزت عمل کو نقصان پہنچانا ہے -

یہ کمزوری سب سے ہوئی ' لہذا مولانا شبلی کہ اسمیں شریک تھے ' ان سے بھی ہوئی - اور لوگ اگر اسطرح کی کارروائی کیلیے طیار تھے ' تو انکی غلطی اور کمزوری تھی ' لیکن مولانا شبلی کیلیے تو یہ کوئی مجبوری نہ ہوئی کہ چونکہ فلاں فلاں آدمی کمزور تھے ' پس انکی کمزوری و غلطی بھی صواب ہوگئی -

وہ فرماتے ہیں کہ نواب اسحاق خاں صاحب اور اکثر ارکان ندوہ اس سے متفق ہیں ' لیکن میں بادب عرض کرونگا کہ ہیں ' انسے توقع ہی کس کو تھی ؟ توقع تو ہم انسے رکھتے ہیں ' اور انکو معلوم ہے کہ انسان کیلیے سب سے بڑی درد انگیز بات اسکے توقعات کی ناکامی ہے -

* * *

ان امور کے طے ہو جانے کے بعد اب مندرجۂ ذیل پہلو بحث کے باقی رہگئے :

(۱) مضامین میں دیگر جزئی حالات ' مثلاً جلسۂ انتظامیہ کے مباحث و تجویز و ترمیم جس انداز سے بیان کیے گئے ہیں ' وہ بھی صحیح ہیں یا نہیں ؟

(۲) جبکہ مولوی عبد الکریم صاحب کی نسبت ایک یا دو ہفتے کی معطلی کی سزا کا فیصلۂ ارکان خمسہ منسوخ کردیا گیا تھا ' تو یہ چھہ ماہ کی سزا پھر کیوں بخوشی و خرمی بغیر ہیچ گونہ بحث و انکار دیدی گئی ؟ اور کیا ڈپٹی کمشنر صاحب نے خود اس کی اطلاع دی ' یا بعض لوگ اس بارے میں انکے پاس دوڑے ہوے گئے اور ایک وجہ تقرب پیدا کرکے اس حکم سزا کا تحفہ اپنے ہمراہ لاے ؟ اگر گئے تھے تو وہ کون کون بزرگ تھے ؟

(۳) جبکہ خود ارکان ندوہ کی قرار دی ہوئی سزا کو منسوخ کردیا گیا تو پھر اب صرف ڈپٹی کمشنر صاحب کے حکم سے ' اور مولوی عبد الکریم صاحب کو ایک ہفتے کی سزا سے بچا کر ' چھہ ماہ کی سزا میں مبتلا کر دینا ' کیا معنی رکھتا ہے ؟ اور یہ کن لوگوں کی کارستانی ہے ؟

ان امور پر آئندہ نمبر میں بحث کرونگا کہ مضمون بہت بڑھگیا -
و نسأل اللہ تعالی ان یہدینا سواء السبیل -

ہفتہ جنگ

۲۳ - اپریل کو سٹنجی (دار السلطنت جبل اسود) سے سرکاری طور پر اطلاع دیگئی تھی کہ ۲۱ - ماہ حال کی رات کو سقوطری پر حملہ کیا گیا - جنگ رات بھر ہوتی رہی - سنگینیں استعمال کی گئیں تھیں - ۲۲ - کی صبح کو ترکوں نے مخالفانہ حملہ کیا اور وہ پسپا کردیے گئے - سقوطری کا سقوط قریب ہے - پھر اسی دن دوسرا تار آیا کہ سقوطری ساقط ہو گیا - سقوط سقوطری کی خبر نے بقول ریوٹر حلفاء کے دار السلطنتوں میں وحشی ترین مظاہرۂ مسرت کو حرکت دی - شہروں کو آراستہ

۲۲ - جمادی الاول ۱۳۳۲ ہجری

(بہ ذیل مقالات)

صفحة من تاریخ العرب

مدافعة محصورین

بہ تذکرۂ محاصرۂ ادرنہ

(۲)

محاصرۂ قرطاجنہ

قرطاجنہ کي مختصر تاریخ

حضرت مسیح کے ظہور سے ۲۴ - سو برس پیشتر شام کے سواحل غربي پر ایک نئي ایشیائي سلطنت کي بنیاد پڑي تھي ' جو بحر ابیض اور جبل لبنان کے درمیاني شاداب اور خوش منظر حصے پر واقع تھي -

کنعاني نسل کي ایک جماعت نے اس زمین کو اپنا مقر مملکت بنایا تھا - وہ تاریخ میں (فینیقیا) کے نام سے مشہور ہیں -

فینیقیوں نے تھوڑے هي دنوں کے اندر سمندر کے قرب سے کامل فائدہ اٹھانا شروع کردیا - انہوں نے بحري جنگ کي قوت پر سب سے زیادہ توجہ کي - کشتیاں ' اور بڑے بڑے باد باني جہاز بنائے ' اور بحر ابیض و احمر اور بالٹک و محیط (اٹلانٹیک) کے بڑے بڑے ساحلوں اور جزیروں میں اپني نو آبادیاں قائم کرکے ' صنعت و تجارت ' تمدن و علوم قدیمہ میں اسدرجہ ترقي کي ' کہ رومة الکبری کي حکومة عظیمہ کو انکے عظمت و اقتدار کا اعتراف کرنا پڑا -

غالباً قدیمي متمدن قوموں میں صرف فینیقي هي ایک ایسي قوم گذري ہے ' جو مثل آجکل کي متمدن قوموں کے ' جنگ و حکمراني هي کے ذریعہ نہیں ' بلکہ تجارت و استعمار (۱) کي قوت سے ایک بہت بڑي مملکت کي مالک ہوگئي تھي -

انکا دار الحکومت (صیدا) تھا ' جو آج بھي ولایت شام کا ایک با رونق شہر ہے -

سنہ ۸۳۰ - قبل مسیح میں (سور) کے بادشاہ نے طمع مال سے اپنے بہنوئي کو قتل کردیا ' کیونکہ اسکي نسبت مشہور تھا کہ چند قیمتي خزانے اس نے پوشیدہ جمع کر رکھے ہیں - اسکي بہن (ڈیڈن) نے جب یہ حالت دیکھي تو مجبوراً (سور) سے نکل گئي ' اور جسقدر ذخائر طلا و جواہر لیجا سکتي تھی ' اپنے ساتھہ لے لیا - ملک میں ایک خاص گروہ اسکے زیر اثر تھا ' اس نے بھي ساتھہ دیا ' اور اس طرح ایک بڑي جماعت لیکر وہ (افریقہ) کے سواحل کا دورہ کرتي ہوئي اس حصے میں پہنچي ' جو جزائر صقلیہ (سسلی) کے بالکل مقابل واقع ہے -

یہ جگہ اسے بہت پسند آئي - اس نے زمین کا ایک وسیع ٹکڑا قیمت دیکر خرید لیا - وہاں ایک نئے شہر کي بنیاد ڈالي ' اور اپنے ساتھیوں کے علاوہ ' اور لوگوں کو بھي صیدا اور سور سے بلاکر وہاں آباد کرانا شروع کیا - سنہ ۸۴۰ - قبل مسیح میں اسکي تعمیر جب اتمام کو پہنچي تو (کارتھیج) یعنے نئے شہر کے نام سے مشہور ہوا - اسي کا معرب (قرطاجنہ) یا (قرطاجہ) ہے ' جو عربوں کي زبانوں پر آکر مشہور ہوگیا ہے -

قبل از محاصرہ

تاریخ اجمالي

لیکن کچھہ دنوں کے بعد جب قرطاجنہ کي شہرت پھیلي تو بادشاہ (گیرپس) نے جو افریقہ کے بعض ساحلي خطوں پر قابض تھا ' اسپر قبضہ کرلیا ' اور ڈیڈن کو مجبور کیا کہ اسکے ساتھہ عقد کرلے - ڈیڈن نے عقد تو کرلیا ' لیکن اپنے پہلے شوہر کے سوگ میں قائم رہنے کا جو عہد کرچکي تھي ' اسے نہ توڑا ' اور عقد کے بعد جب (گیرپس) نے اسکي خوابگاہ میں آنا چاہا اور مصر ہوا ' تو اس نے اپنے کپڑوں میں آگ لگالي - چند گھنٹوں کے بعد خاکستر کا ایک ڈھیر تھي !

ڈیڈن کے بعد ایک ملکی حکومت وہاں قائم ہوگئي - سمندر کا کنارہ ابتدا سے انساني آبادیوں کیلیے ایک بہترین ذریعۂ ترقي تمدن ' اور موثر ترین معرک تجارت و تبادل اشیا و صنائع رہا ہے - خوش قسمتي سے نئی آبادي کو سب سے بڑا وسیع ساحلي موقعہ ملا تھا ' اسلیے تھوڑے هي عرصے میں اسکے تاجر اکناف عالم میں پھیل گئے ' اور مدنی اور صناعي ترقیات نے ملک کو سرسبز اور متمول کردیا -

وہ اپنے ابتدائي دور هي میں بحر ابیض متوسط کا ایک سب سے بڑا تجارتي بندرگاہ اور بحري ایستگاہ مراکب (۱) تسلیم کیا جاتا تھا -

رفتہ رفتہ قرطاجنہ نے ایک بہت بڑي جمہوري دولة کي صورت اختیار کرلی - افریقہ کے تمام ساحلي مقامات اور جزائر اسکے زیر حکومت آگئے - سواحل مراکش ' تیونس ' الجزائر ' اور موجودہ زمانے کي تاریخ مدافعة حرب کا مشہور ترین خطہ ' یعنے (طرابلس الغرب) ' یہ تمام افریقي شہر قرطاجنہ کے زیر فرمان تھے -

بحر ابیض کے اکثر جزیروں پر انہوں نے فوجکشیاں کیں اور بحري قواے جنگ کے ساتھہ حملہ کیا - مالٹا اور سارا ڈینیا پر انکي فتح یابي کے واقعات طول طویل ہیں -

رومیوں سے جنگ کا آغاز

جزیرۂ صقلیہ (سسلي)

جزیرۂ صقلیہ (سسلي) اس وقت رومانی دولة عظیمہ کے

---

(۱) نو آبادیوں کو عربي میں مستعمرات کہتے ہیں اور نئے مقاموں پر آباد ہونے کو استعمار - اس لفظ کو اردو میں رائج ہونا چاہیے - نو آبادي بوجہ مرکب ہونے کے جمع و اضافت اور ترکیب کي حالت میں نہایت ناموزوں ہو جاتا ہے - میں اکثر اخباروں میں دیکھتا ہوں کہ لوگ " نو آبادیا " لکھا کرتے ہیں - یہ ذوق سلیم سے کس قدر بعید ہے !

(۱) موجودہ فارسي میں " اسٹیشن " کو " ایستگاہ " کہتے ہیں - یہ شاہ ناصر الدین کي ترکیب ہے - مگر عام طور پر رائج ہوگئي ہے - مراکب یعنی جہاز ' پس جہازوں کے بحري قیام گاہ - وقت کیلیے ' میں سمجھتا ہوں کہ یہ ترکیب اچھي ہوگي - اردو میں اسکے لیے کوئي خاص لفظ نہیں ہے -

مانع بنتیر تھا - حکومت قرطاجنہ اپنی بحری فتوحات کی رو میں صقلیہ کی طرف بھی بڑھی، کیونکہ یہ قرطاجنہ سے قریب، اور ایک نہایت مفید تجارت اور خوش موسم جزیرہ تھا -

اسی طامعانہ اقدام سے اہل قرطاجنہ اور رومی شاہنشاہی میں جنگ و قتال کی بنیاد پڑگئی -

اہل قرطاجنہ کے قراصنہ جنگ بحری تھے، اسلیے شہنشاہ روم نے ایک عظیم الشان اسطول (جنگی جہازوں کا بیڑہ) طیار کرایا، اور بحر ابیض متوسط میں قرطاجنہ کے بیڑے کو شکست دیکر، اسکے چند جزیروں پر قبضہ بھی کرلیا -

اسکے بعد روم سے ایک بڑی فوج قرطاجنہ کے طرف روانہ کی گئی، مگر اس مرتبہ رومیوں کو شکست ہوئی، اور رومی سپہ سالار قید کر لیا گیا - لیکن اسکے بعد ہی مکرر سہ کرر ملکی فوجی جمعیتیں بھیجی گئیں، اور سمندروں میں بھی کشت و خون جاری رہا -

یہ زمانہ دولۃ رومانی کی قوت و عظمت کا زمانہ تھا، اور اہل قرطاجنہ اسقدر فوج و سامان جنگ بھی نہیں رکھتے تھے، جسقدر رومۃ الکبری، اور اسکی نوآبادیوں میں ہر طرف پھیلا ہوا تھا - انہوں نے صدیوں تک رومیوں کے مقابلے میں عزم و ثبات سے جنگ جاری رکھی لیکن بالاخر سنہ ۲۴۲ - قبل مسیح میں انہیں شکست کے اعتراف کے ساتھہ صلح کرلینی پڑی، اور اقرار کرنا پڑا کہ وہ ایک سالانہ رقم بطور خراج کے ہمیشہ دولۃ رومانی کو ادا کرتے رہیں گے -

مشہور مورخ اسرائیلی : یوسیفوس

جو بیت المقدس کی آخری تباہی اور رومانی محاصرے کے وقت موجود تھا، اور جس نے اس محاصرے کی تفصیلی سرگذشت اپنی کتاب (تاریخ حرب الیہود) میں جمع کی ہے - (یہ تصویر اس مضمون کے لیکھکم لیھر ... کے متعلق ہے - محاصرۂ بیت المقدس کے حالات کا قدیمی راوی یہی اسرائیلی مورخ ہے)

جنرل ھنی بال

قائد قرطاجنہ و بطل مدافعہ

قومی شرف و عزت ایک نہایت نازک آبگینہ ہے - وہ بہت جلد ٹوٹ جا سکتا ہے، اور ہوائے محکومیت کی ایک ذرا سی کثافت بھی اسپر دھبہ لگا دیتی ہے - جس قوم کی خود مختاری اور حریت کے شرف پر محکومی کا دھبہ لگ گیا، اور وہ اسے نہ دھو سکی، تو پھرخواہ بظاہر اسکے ہاتھہ پاؤں آزاد ہوں، اور اسکے خزانے زر و جواہر سے لبریز نظر آئیں، لیکن دنیا کی سر زمین پر اسکے لیے عزت نہیں ہے، کیونکہ اسکے شرف کا آبگینہ ٹوٹ گیا -

یہ ایک عزت انسانیۃ کا سر عظیم ہے، جسکو دنیا کی وہ قومیں نہیں سمجھہ سکتیں، جنھوں نے اپنا پرانا خواب عزت فراموش کردیا ہے -

اہل قرطاجنہ نے گو رومی حکومت کی شاہنشاہی کا اپنے تئیں جزو گو نہیں قرار دیا تھا، انہوں نے ہر مرتبہ استقلال و استقامت سے مقابلہ کیا، صدیوں تک جانفروشی اور بے جگری سے بحری و بری جنگ جاری رکھی، اور اگر شکستیں کھائیں، تو اپنے سے قوی تر دشمن کو بارہا شکستیں بھی دیں، تاہم بالاخر رومی حکومت کے اقتدار کا انہیں خراج دیکر اعتراف کرنا پڑا - یہ گو رومیوں کی غلامی اور محکومی نہ تھی - وہ اپنی حکومت اور ملک میں پورے خود مختار تھے، لیکن پھر بھی قومی آزادی کے شرف کے آلودہ ہونے کیلیے غیروں کا اتنا تسلط بھی بہت تھا - ملکی شرف اور غیروں کا اقتدار ایک گھر میں جمع نہیں ہو سکتے - وہ محسوس کرتے تھے کہ ہمارے شرف و عزت کو دھبہ لگ چکا ہے، گو ہمارے پاؤں میں بیڑیاں نہیں ہیں -

مگر افسوس کہ آج دنیا میں وہ قومیں بھی بستی ہیں، جنکے پاؤں میں غیروں کی غلامی کی بوجھل بیڑیاں پڑی ہیں، اور انکی اطاعت اور تعبد کی ذلت کا طوق گلے میں ہے، لیکن انکا حس ملی مر چکا ہے، اور قومی شرف و احترام کے جذبے سے محروم ہوگئی ہیں - پھر وہ اپنی حالت پر قانع ہیں، حالانکہ انکا خدا پسند نہیں کرتا کہ وہ اسکے بخشے ہوئے فطری حق عزت کو بھول کر غلامی کی ذلت پر قناعت کرلیں، کیونکہ اس نے انسانوں کو صرف اپنی غلامی کیلیے بنایا ہے، انسانوں کی غلامی کیلیے نہیں :

ضرب الله مثلاً عبداً مملوكاً لا يقدر على شيء ومن رزقناه منا رزقاً حسناً فهو ينفق منه سراً وجهراً هل يستوون الحمد لله بل أكثرهم لا يعلمون (۱۶:۷۵)

فرض کرو کہ ایک غلام ہے جو خود اپنے دماغ اور مرضی کا مالک نہیں بلکہ دوسروں کی ملک ہے، اور کسی بات کا اختیار نہیں رکھتا - اس کے مقابلے میں ایک دوسرا شخص ہے جو بالکل خود مختار اور اپنا آپ مالک ہے اور ہم نے اسکو طرح طرح کی نعمتیں بخش دی ہیں، جنکو وہ ظاہر و پوشیدہ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے، پھر بتلاؤ کیا دونوں شخص اپنی حالت کے لحاظ سے برابر ہوسکتے ہیں؟ کبھی نہیں، لیکن افسوس کہ بہت سے لوگ ہیں جو اس فرق کو نہیں سمجھتے ۔

اہل قرطاجنہ پر ایک قرن اسی حالت میں گذر گیا - وہ رومی تسلط سے سخت متنفر تھے، لیکن چھ سو برس کی مسلسل جنگ و قتال کے بعد اب ہمتیں پست ہوگئی تھیں اور رومی قوت و جبروت کے مقابلے کی اپنے اندر طاقت نہیں پاتے تھے - تا آنکہ سنہ ۲۳۸ - قبل مسیح میں عصر قدیم کے مشہور ترین قومی مدافع، اور تاریخ حرب کے بطل عظیم، یعنی (ھنی بال) کا قرطاجنہ میں ظہور ہوا -

رومی حکومت اپنے زمانۂ عروج میں عظمت و جبروت، ہیبت و اجلال، اور جبر و تسلط میں موجودہ دول عظیمۂ فرنگ سے بالکل مشابہ تھی - اسکی نوآبادیاں دریاؤں اور خشکیوں میں پھیل گئی تھیں، بڑی بڑی عظیم الشان قوموں اور تمدنوں کو اسنے اپنی محکومی و غلامی پر مجبور کردیا تھا، اور پھر قتل و سلب، ظلم و عصیان، ہلاکت و بربادی کے سوا محکوموں کو اس سے اور کچھہ نہیں ملتا تھا - لیکن انکے تمام دور حیات حکومت میں

شاید کسي قوم، اور کسي فرد نے اس تفاني و ثبات، اور شجاعت و بسالت کے ساتھہ اپنے ملک و قوم کي مدافعت نہ کي ہوگي، جیسي اعصار سالفہ کے اس عظیم الشان نامور (ھنے بال) کي فطرۃ حربیہ سے ظہور میں آئي !

رومیوں کي خصوصیت نہیں، سچ یہ ہے کہ اہل قرطاجنہ کي تاریخ دفاع تمام تاریخ حرب عالم میں اپني موثر خصوصیات کے لحاظ سے ممتاز ہے !

رومي ہزیمت

(ھنے بال) کے تفصیلي حالات کا یہ موقعہ نہیں - اُسنے اپنے ملک کو رومیوں کي غلامي سے نجات دلاني چاہي، اور اہل قرطاجنہ کي قومي و وطني زندگي کي افسردہ آگ کو مشتعل کردیا - رومي اپني حکومت و عظمت کے گھمنڈ میں مغرور تھے، اور اپنے اختلافات و نزاعات میں بے خبر پڑے تھے کہ قرطاجنہ سے ایک جرار لشکر (ھنے بال) کي ریاست میں نکلا، اور فتح و نصرت کے ایک سیلاب کي طرح چاروں طرف پھیل گیا - رومیوں نے بڑي بڑي عظیم الشان فوجي قوتیں ہر طرف سے روانہ کیں، لیکن کوئي قوت اس سیلاب رواں کو روک نہ سکي - اہل قرطاجنہ شہروں کو فتح کرتے ہوے یورپ کي سرحد کو عبور کرگئے، یہاں تک کہ کوہ ہاے الپ تک پہنچ گئے، اور اس عزم اور مستعدي کے ساتھہ روم کا محاصرہ کرلیا کہ قریب تھا کہ اسکو فتح کرلیں !

یہ محاصرہ سنہ ۲۱۸ - قبل مسیح کا ایک عظیم الشان واقعہ سمجھا جاتا ہے -

اسکے دوسرے ہي سال (یعني ۲۱۷ - قبل مسیح میں) رومیوں سے متعدد عظیم الشان معرکے ہوے، اور ہر معرکے میں سخت برباد کن شکستیں دیں - علی الخصوص واقعۂ میدان (کان)، جسمیں ستر ہزار رومي قرطاجیوں کے ہاتھہ سے مقتول ہوے، اور تمام روم عظیم میں اس شکست نے ایک تہلکہ مچا دیا - لوگ (ھنے بال) کے نام سے لرزتے تھے، اور اسکے حملے کے تصور سے کانپ اُٹھتے تھے !

شکست بعد از فتح !

یہ ایک بہت بڑي مہلت تھي، جو قدرت الہي نے اہل قرطاجنہ کو دي تھي، تا کہ وہ غیروں کي غلامي سے اپنے تئیں آزاد کرلیں، اور وہ ہر قوم کو اپني توفیق بخشي سے سنبھلنے اور زندہ رہنے کي ہمیشہ مہلت دیتي ہے، لیکن جیسا کہ تاریخ کا ہزارہا سالہ تجربہ بتلاتا ہے، اُنہوں نے اس مہلت کي قدر نہ کي، اور (ھنے بال) کي کامیابیوں، اور عظیم الشان فتح یابیوں نے اہل قرطاجنہ کو مغرور کردیا - وہ آخري فتح کے نشۂ تہور کے متحمل نہو سکے، اور اپني طاقت اور دشمن کے ضعف کے یقین نے انکو بے پروا اور سرشار کردیا -

قوموں کے عروج و اقبال کا یہ دور ہمیشہ دنیا میں یکساں رہا ہے اور یکسان ہي نتائج اس سے پیدا ہوے ہیں - مدتوں کي غفلت اور عطالۃ کے بعد جوش اور مستعدي کي روح پیدا ہوتي ہے، اور تھوڑے ہي عرصے کے اندر انکو زمین پر ممتاز بنا دیتي ہے - لیکن پھر کامیابي کا گھمنڈ، فتح یابیوں کا غرور، اور عزت و شوکت کي بے قدري کے مواثیم مہلکہ اُن میں پیدا ہو جاتے ہیں، وہ دشمنوں کو حقیر سمجھہ اپنے ہیں، اپني قوت و طاقت پر اعتماد کرلیتے ہیں، جوش و مستعدي کی جگہ قناعت اور عطالت پیدا ہو جاتي ہے - پھر محنت و جاں فشاني کي جگہ عیش و نشاط اور فسق و فجور میں مبتلا ہو جاتے ہیں - یہ حالت زوال کا پیش خیمہ ہوتي ہے، مگر پھر بھي قدرت الہي تنبہ و اعتبار کي فرصتیں دیتي ہے، اور بیداري کي صدائیں بلند ہونے لگتي ہیں - خوش بخت قومیں اس سے عبرت پکڑ کے سنبھل جاتي ہیں، پر بد بختوں کیلیے تباہي و ہلاکت کے سوا کچھہ نہیں ہوتا :

و اذا اردنا ان نہلک قـریـۃ امـرنـا مـتـرفـیـہـا، فـفـسـقـوا فیہـا، فـحـق عـلـیـہـا القـول، فـدمـرناہا تـدمـیـرا (۱۷ : ۱۷)	اور جب ہم کو کسي آبادي کا ہلاک کرنا مقصود ہوتا ہے تو ہم اسکے خوش حال لوگوں کو اپنا حکم بھیجتے ہیں، پر وہ نہیں مانتے اور نافرمانیوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں - جب ایسا ہوتا ہے تو پھر الہي ہماري حجۃ تمام ہوجاتي ہے، وہ عذاب الہي کے مستحق ہوجاتے ہیں اور ہم اس آبادي کو بربادیوں سے ہلاک کردیتے ہیں !

یہي حال اہل قرطاجنہ کا ہوا - اپني فتح یابیوں پر مغرور ہوکر عیش و عطالت میں ڈوب گئے، ادھر شکستوں اور بربادیوں نے رومیوں کي آنکھیں کھولدیں - انہوں نے دیکھا کہ یہ سب کچھہ نتیجہ دشمن کي متحدہ قوت اور ہماري نا اتفاقي اور بے خبري کا ہے، اور اگر ابھي وقت اسکا علاج نہ ہوا تو عجب نہیں کہ دشمن کا دوسرا محاصرہ دارالحکومت کي دیواروں کو منہدم کردے، پس وہ عین اُس وقت، جبکہ انکي نا کامیوں نے کامیاب قرطاجیوں کو مغرور و بے پروا بنا دیا تھا، اپني نا کامیوں سے متنبہ ہوگئے، اور انسانوں کي کامیابي و ناکامي کي تاریخ میں اکثر ایسا ہوا ہے کہ کامیابوں کو کامیابي نے ناکام بنایا ہے، اور ناکاموں کو انکي ناکامي نے کامیاب کردیا ہے !

تاریخ قدیمۂ حربیہ کا عظیم ترین بطل صدامع :
قائد قرطاجنہ (ھنے بال)
سنہ ۲۰۰ - قبل مسیح

رومیوں نے اپنے قوی کو مجتمع کیا، اور تمام باہمي شقاق و نزاع بھلاکر، دشمن سے انتقام لینے کیلیے مستعد ہوگئے - ادہر (ھنے بال) کي عظمت کے آفتاب کو گہن لگنا شروع ہوگیا تھا، اسکي فوج کي ہمت اور مستعدي کي حرارت افسردہ ہوگئي تھي - رومیوں کي فوج ہر طرف سے نکل نکل کر بڑھتي، اور پیہم شکستیں دیکر اپني چھني ہوئي زمینیں واپس لے لیتي - یہاں تک کہ تمام یورپین اور افریقي علاقوں پر اسکا قبضہ ہوگیا، اور (ھنے بال) کو مجبور ہو کر فرار کرنا پڑا -

(ھنے بال) اپني جماعت کي طرف سے مایوس ہوگیا تھا - اب اُس نے کوشش کي کہ رومیوں کي بعض دوسري مخالف طاقتوں سے ملکر مدد لے، اور پھر اپني کھوئي ہوئي کامیابي کو ڈھونڈھے، مگر اسمیں بھي کامیابي نہیں ہوئي - جب اس نے دیکھا کہ رومي ہر طرف کامیاب ہوگئے ہیں، اسکي تمام محنت رائگاں جاچکي ہے، اور اسکي قوم پھر اُسي غلامي میں مبتلا، اور ذلت و ناموادي سے دو چار ہے، تو اسکي امید نے بھي جواب دیدیا، اور مایوس و متالم ہوکر بالاخر خود کشي کرلي !!

شمع سحر

اب پھر بد قسمت قرطاجنہ رومیوں کا حلقہ بگوش تھا - ایک زمانۂ مدید اسی حالت میں گذرگیا -

(ھنی بال) کی جانفروشیوں کا افسانہ ابھی پرانا نہیں ہوا تھا ' اور حفظ وطن کے ولولے بالکل مر نہیں گئے تھے - کچھہ عرصے کے بعد وطنی حلقوں میں پھر سرگوشیاں شروع ہوگئیں ' اور آہستہ آہستہ انھوں نے اپنی فوجی حالت کی درستگی اور فوجی عمارت کی اصلاحات پر توجہ کی -

رومی اب پہلے کی طرح بے خبر نہ تھے - یہ حالت دیکھکر معاً ھشیار ہوگئے - انہوں نے دیکھا کہ اب اگر تھوڑی سی مہلت بھی اہل قرطاجنہ کو دیدی گئی ' تو ممکن ہے کہ پھر آزادی کی کوئی تحریک کوں پیدا ہو جائے -

ہم اہل قرطاجنہ کے جس قومی دفاع کا آج ذکر کرنا چاہتے ہیں ' اسکا افسانہ اسی زمانے سے شروع ہوتا ہے :

آخری مدافعت

رومیوں کا ایک جرار لشکر جنگ کے انتہائی احکام لیکر نکلا ' اور اہل قرطاجنہ شہر میں قلعہ بند ہو گئے - رومیوں کو انکی موجودہ حالت ' اور ناگہانی حملے کی وجہ سے بے بسی کا حال معلوم تھا ' انہوں نے پہنچتے ہی حکم دیا کہ بلا کسی پس و پیش کے شہر حوالے کردیں - محصورین اگر اسکی تعمیل نہ کرتے تو اور کیا کرتے ؟ لیکن جب رومی سپہ سالار اپنی پوری فوجی جمعیۃ کے ساتھہ شہر میں داخل ہوگیا تو اس نے ہتیاروں کا بھی مطالبہ کیا اور تمام شہر میں ایک متنفس بھی ایسا نہیں بچا ' جسکے پاس کسی طرح کا بھی کوئی اسلحہ باقی رہا ہو - بدبخت قرطاجیوں نے کہ اپنی قسمت کے فیصلے سے بے خبر تھے ' سمجھا کہ اسکے بعد انھیں نجات مل جائیگی ' لیکن انکے تحیر و تعجب ' دہشت و خوف ' اور حزن و ملال کی کوئی انتہا نہ تھی ' جب اسکے بعد رومانی سپہ سالار نے اپنا یہ آخری حکم سنایا :

> میں اسلیے آیا ہوں کہ تمھاری قسمت کا آخری فیصلہ تم کو سناؤں : رومانی مجلس شیوخ (سینٹ) نے تمھاری نسبت یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ اپنا موجودہ شہر قرطاجنہ چھوڑدو ' اور ایک دوسری جگہ جاکر آباد ہو ' جو بالکل کھلی اور بے پناہ ہو ' جسکے چاروں طرف کوئی سنگی حصار نہو ' جسمیں قلعے اور دفاع کی عمارتیں نہ بنائی جائیں ' اور جو محض تمھاری سکونت کے گھروں کی ایک بستی ہو - کیونکہ قرطاجنہ اور اسکی تمام عمارتیں مسمار کردی جائینگی -

یہ ایک غم و اندوہ کی بجلی تھی ' جو یکایک بدبخت قرطاجیوں پر گری - شدت غم و حسرت نے ہوش و حواس کھودیے ' اور عالم حیرت نے سکتے کی حالت طاری کردی - ہر طرف ماتم بپا ہوگیا اور ایک دوسرے کو دیکھہ دیکھہ کر رونے لگا - لوگ راستوں اور سڑکوں پر دیوانہ وار پھرتے تھے اور نہیں سمجھتے تھے کہ کیا کریں ؟

آخر میں جب انکو قطعی مایوسی ہوگئی اور یقین ہوگیا کہ ایسا ہی ہوگا اور انکا ہزار سالہ وطن ہمیشہ کیلیے ان سے چھوٹ جائے گا ' تو انہوں نے اپنے گالوں پر طمانچے مارے ' گریباں چاک کردیے ' زمین پر لوٹنے لگے ' اور رومیوں پر لعنت بھیجی - پھر اپنے مندروں میں گئے اور اپنے خاموش اور غیر متحرک معبودوں سے قرطاجنہ کے حفظ و سلامتی کے لیے دعائیں مانگیں -

* * *

غموم و ہموم کا نزول جس طرح ہمت سوز اور یاس انگیز ہوتا ہے ' اسی طرح کبھی کبھی عزم و شجاعت کے مردہ ولولوں کو زندہ بھی کردیتا ہے - اور مبارک ہے وہ قوم ' جو نزول مصائب پر مایوسی و عطالت کی جگہ ' ہمت و عزم سے کام لیتی ہے -

اہل قرطاجنہ کیلیے اب انتہا درجہ کی مایوسی تھی - شہر حوالے کرچکے تھے ' اسلحہ دیچکے تھے ' لڑنے کی طاقت نہ تھی ' اور خونخوار فاتحین کے پاس محکوموں کی فریادوں کیلیے باب سماعت مسدود تھا - لیکن اسی مایوسی نے انکے اندر عزم و ہمت کی ایک مرتبہ آخری حرارت پیدا کردی ' اور انھوں نے سوچا کہ وطن محبوب کی بربادی سے پہلے کیوں نہ اپنی قسمت کی آخری آزمایش کرکے خود بھی برباد ہو جائیں ؟

وہ اپنے سب سے بڑے معبد میں جمع ہوے اور سب نے مقدس قسمیں کھاکر عہد کیا کہ خواہ کچھہ ہی ہو ' لیکن جب تک آخری قطرۂ خون ہمارے جسموں میں باقی ہے ' ہم اپنے ہزار سالہ ملک کو مسمار نہونے دینگے ' اور مرینگے بھی تو اس عالم میں ' کہ ہماری مضطرب نعشیں قرطاجنہ کی دیواروں ہی کے نیچے تڑپ رہی ہونگی !!

دفاع امم کی ایک عظیم ترین مثال

انسانی سعی و جوش کے آگے کوئی شے نا ممکن نہیں

رومانی سپہ سالار حکم دیکر اپنے لئے انتظامات کیلیے اتیکا چلا گیا تھا ' اسلیے اہل قرطاجنہ کو ایک فرصت آخرین حاصل تھی -

اس امر کی مثال کیلیے کہ ایک قوم اگر اپنی ملت و وطن کی حفاظت کیلیے مستعد ہو جائے ' اگر اپنی اسیری و غلامی کی حالت کا اسکو سچا احساس ہو ' اگر وہ محکومی کے عیش پر حریت کی پر محن زندگی کو ترجیح دے ' تو پھر دنیا میں کوئی ایسی مشکل نہیں جو اسکی راہ جہاد میں حائل ہو سکے ' اور کوئی کام نہیں جو اسکے لیے نا ممکن ہو ' فی الحقیقت اہل قرطاجنہ کی تاریخ ایک سر چشمۂ عبرت و بصیرت ہے - ایک جابر اور ظالم قوم اپنے محکوموں سے ہتیار چھین لے سکتی ہے ' پر یہ طاقت تو کسی میں نہیں ہے کہ وہ قوموں سے انکے دلوں کو بھی چھین لے - اور پھر قومی زندگی صرف تیز اور چمکیلے ہتیاروں ہی کے دم سے نہیں ہے ' اصلی شے تو دل کی زندگی ہے -

اہل قرطاجنہ جب آخری دفاع وطن کیلیے مستعد ہوے تو انکی کیا حالت تھی ؟ ہتیار جو جنگ کی پہلی شرط ہے ' ان سے چھینے جا چکے تھے ' قلعے مسمار ہو چکے تھے ' اور اسباب جنگ اور لوازم مادیۂ دفاع میں سے کوئی قوت بھی انھیں حاصل نہ تھی - تاہم انکے پاس صرف ایک ہی چیز یعنی جوش جہاد کا نا قابل تسخیر اسلحہ ضرور تھا - پس وہ اسی کو لیکر مستعد ہوگئے ' اور اگر ایک قوم مرنے کیلیے مستعد ہوجائے ' تو پھر دنیا کی کونسی قوت ہے جو اسے روک سکتی ہے ؟

دنیا میں آدم کی اولاد کو سب سے بڑی تکلیف جو دی جا سکتی ہے ' موت ہے - اسکے بعد انسانی جبر و تعدی کا اسلحہ بیکار ہوجاتا ہے - پس اگر ایک قوم خود ہی تلخی حیات کے اس آخرین جرعہ کو پینے کیلیے طیار ہو جائے ' تو پھر دنیا میں کوئی شے اسکے لیے نا ممکن نہیں - وہ سب کچھہ کرسکتی ہے ' جو کچھہ کہ دنیا میں حیات انسانی سے ممکن ہے -

غم و اندوہ صرف اسلیے ہے تاکہ مصیبت کے حس سے سعی و استعداد کی قوت پیدا ہو ' ورنہ آنسو بہاکر تو کسی سپاہی نے میدان جنگ فتح نہیں کیا - (لہا بقیۃ)

مذاکرۂ علمیہ

قطب جنوبي

کپتان رابرٹ اسکاٹ

(۳)

سلسلے کیلیے ملاحظہ ہو نمبر (۱۲)

اسکاٹ ۸ - آدمیوں کی جمعیۃ سے ۱۱ - اپریل کو ہٹ پوائنٹ سے ایونس کیمپ روانہ ہوا - ۲۵ - مارچ کي برفباري نے راستہ کو اسدرجہ دشوار گذار کر دیا تھا کہ اس مختصر قافلہ کا منزلہ مقصود تک پہنچنا بظاہر ناممکن معلوم ہوتا تھا - مگر حالات کي یاس انگیزي ارباب عزم کے عنان گیر نہیں ہوتي - سفر جاري رہا - راستہ میں بحر برف کے قریب ایک طوفان نے آلیا مگر وہ بھي سفر کا رخ واپسي کي طرف نہ پھیر سکا' اور تین دن کے پر تعب سفر کے بعد ۱۳ - کو قافلہ ایونس کیمپ پہنچ گیا - یاد ہوگا کہ یہاں ایک منزلگاہ تھي اسکاٹ نے اس منزلگاہ کا معاینہ کیا' حالت اطمینان بخش تھي' پس ۱۷ - کو ہٹ پوائنٹ واپس آنے کے لیے روانہ ہو گیا -

۲۴ - نومبر تک یہیں قیام رہا - اس عرصہ میں کئي ٹولیاں مختلف مقاصد کے لیے روانہ کي گئیں جو کامیاب واپس آئیں - اسي عرصہ میں ہٹ پوائنٹ سے ۱۵ - میل تک ٹیلیفون لگایا گیا -

۲ - نومبر تک اسکاٹ کو روانہ ہوے ۱۱ - ماہ اور دو دن گذرچکے تھے - گو اس مدت کا بیشتر حصہ رہ نوردي اور کار پردازي میں صرف ہوا مگر ان اعمال و اسفار کي غایت قصوي کے نقشۂ استعداد کا نفاذ تھا - چنانچہ اس عرصہ میں مہم کي فرد عمل کا خلاصہ گوداموں اور منزلگاہوں کي تعمیر' اور نشانہاے راہ کي طیاري ہے -

نقشۂ استعداد کے تمام دفعات جب نافذ ہو چکے تو اسکاٹ نے اپنے غایہ قصوي (قطب جنوبي) کي طرف روانگي کا ارادہ کیا - ۲ - نومبر سنہ ۱۱ - کو مہم ہٹ پوائنٹ سے روانہ ہوئي - مہم رات کو چلتي تھي اور دن کو آرام کرتي تھي - ہر چار میل کے فاصلہ پر ایک نشان راہ بناتي جاتي - عرض البلد کے ہر درجہ پر ہفتہ بھر کي رسد رکھدیتي تھي - یہ اسلیے تھا کہ واپسي میں (جسکي مہم کو توقع تھي) راہ کي نا شناسي یا رسد کي کمي حائل نہ ہو -

موسم خراب' آفتاب روپوش' ہر طرف تاریکي چھائي ہوئي - نہ آسمان نظر آتا تھا اور نہ زمین' ایسي حالت میں رفتار کي استقامت یا سرعت تو ایک طرف' اسکا تسلسل باقي رکھنا بھي مشکل تھا' تاہم پابر مستعدي کے ساتھہ چلتے رہے' اور با ایں ہمہ عوائق اسکاٹ ۳ - دسمبر سنہ ۱۱ - کو مارنٹ ہوپ (Mount-Hop) سے بارہ میل کے فاصلہ کے اندر (یعني عرض البلد کے - ۸۳ درجے اور ۲۴ - دقیقے تک) پہنچگیا -

اسکے بعد آگے بڑھا - ایک شدید طوفان کي وجہ سے برف کي خوفناک مقدار جمع ہوگئي تھي - یہ برف نہایت نرم تھي - چلنے والوں کے پیر گھٹنوں تک دھنسجاتے تھے - پیادہ پا چلنا تو نا ممکن تھا - برفستاني گاڑیاں (Sledges) بھي نا کافي ثابت ہوئیں - البتہ برفستاني کھڑاوں (Ski) نے بڑا کام دیا اور واقعہ یہ ہے کہ اگر یہ نہ ہوتیں تو چلنا نا ممکن تھا -

پانچ دن کے بعد سطح برف میں کسیقدر سختي پیدا ہوئي مگر نہ اسقدر کہ کھڑاوں سے بے نیازي ہو جاتي -

۴ - سے ۱۵ - دسمبر سنہ ۱۱ - تک رفتار کي شرح غیر تشفي بخش رہي' مگر اسکے بعد نہایت عمدہ ہوگئي - ۲۱ - دسمبر سنہ ۱۱ - کو اسکاٹ عرض البلد کے - ۸۵ درجے اور ۷ - دقیقے تک پہنچ گیا -

۳ - جنوري سنہ ۱۲ - کو اسکاٹ قطب سے صرف ۱۵ - میل کے فاصلے پر موجود تھا -

وہ اس سفر کا روزنامچہ لکھتا جاتا تھا اور اعضاء مہم کے ہمدست قسط وار بھیجتا جاتا تھا -

آخري قسط یہیں سے بھیجي ہے - اسوقت مہم کے اعضاء حسب ذیل تھے -

(۱) اسکاٹ (۲) ولسن (۳) اواٹیس (۴) باورس (۵) ایوانس

مہم کے ہمراہ ایک مہینہ کا سامان رسد تھا - مستقبل کے متعلق اسکاٹ اس قسط میں لکھتا ہے : " کامیابي کي امید اچھي ہے بشرطیکہ موسم کي حالت ایسي ہي رہے اور غیر مترقبہ عوائق پیدا نہوں " پھر اخر میں لکھتا ہے : " تمام انتظام تشفي بخش طور پر انجام پاگیا ہے ! اغلب یہ ہے کہ اب اس سال کوئي مزید اطلاع نہ مل سکے گي' کیونکہ واپسي میں ضرور تاخیر ہوگي " -

۴ - جنوري سنہ ۱۲ - کو یہاں سے مہم آگے روانہ ہوئي - شرح رفتار ۱۲ - میل روزانہ تھي - ۱۷ - کو قطب پہنچے - ۱۷ - کو ترمطلع ابر آلود تھا مگر ۱۸ - کو کھلگیا اور آفتاب پوري طرح نظر آنے لگا - اسکاٹ کو مقیاس الارتفاع والمساحۃ (Theodlite) کي پیمایش سے معلوم ہوا کہ مہم اس وقت ۸۹ - درجے $59\frac{1}{2}$ دقیقے پر ہے - قطب ۹۰ درجے پر ہے اسلیے ابھي قطب سے کسیقدر فاصلے پر تھے مگر نہایت خفیف فاصلے پر - اسکاٹ نے پیشقدمي کا حکم دیا - برفستاني موٹر گاڑیاں (Sledge motor) مہم کو نصف میل اور آگے لے گئیں - جب مہم پورے ۹۰ - درجے پر پہنچگئي جو اصلي نقطۂ قطب ہے تو اسکاٹ نے بڑھکے برطانوي علم (یونین جیک) نصب کردیا -

یہاں درجۂ حرارت (ٹمپریچر) ۲۰ - درجے زیر صفر تھا - یہاں کي برف سد کي برف سے کسیقدر مختلف تھي - سد کي برف سخت تھي - اسمیں پرتیں سي تھیں' اور پگھلنے کے بعد پاني کي معقول مقدار نکلتي تھي' مگر یہاں کي برف نرم تھي' اسمیں کوئي پرت نہ تھي' اور پگھلانے کے بعد پاني کي نہایت قلیل مقدار نکلتي تھي -

شاہد مقصود سے ہم آغوش ہوکر مہم واپس ہوئي - واپسي میں درجۃ الحرارۃ ۲۰ - سے ۳۰ - درجے زیر صفر تک رہا -

شرح رفتار کا اوسط ۱۸ - میل روزانہ تھا - جسماني حالت کي بنا پر گو سب کو یقین تھا کہ موثرات خارجیہ کي مقاومت سب سے زیادہ ایوانس کرسکیگا' مگر سوء اتفاق سے سب سے پہلے وہي مغلوب ہوا - سردي کي شدت خوفناک حد تک پہنچگئي تھي' جسے ایوانس برداشت نہ کرسکا - اسکا دماغ ماؤف ہوگیا اور بالاخر ۱۷ فروري کو مرگیا - یہ صدمہ ان صدمات کا مقدمہ الجیش تھا جو اس کامیاب مگر کوتاہ بخت جماعت کو پیش آنے والے تھے - ایوانس کے بعد اواٹیس پر سردي کا حملہ ہوا - ہاتھوں اور پیروں کو سردي لگ گئي - اسي حالت میں کئي ہفتوں تک زندہ رہا - ظاہر ہے کہ اسوقت اسکي کیا حالت ہوگي ؟ مگر با ایں ہمہ کئي ہفتوں میں ایک دفعہ بھي حرف شکایت زبان پر نہ لایا !

(البقیۃ تتلي)

باب المراسلة و المناظرة

سیرۃ نبوی

از جناب حکیم غلام غوث صاحب (بہاولپور)

آپکے خیالات کا شکریہ ادا کرنا خدا کا شکر بجا لانا ہے کہ ایسے لوگ کھڑے کردیے ' جو دلوں میں عظمت قرآن بٹھانے اور خیالات شنیعہ مٹانے کے لیے طیار بلکہ برسرکار ہیں -

مجھے بہت دنوں سے الہلال کا مطالعہ حاصل ہے - چونکہ میں دینی امور میں فاضل اور دنیوی معاملات میں اہل الراے نہیں ہوں اسلیے الہلال سے اپنی ترتیب خیالات اور تربیت اخلاق کو غنیمت سمجھتا رہا اور راے زنی سے پرہیز کرتا رہا - لیکن ان دنوں سیرۃ نبوی کا نمونہ شائع ہونے لگا ہے -

شمس العلما علامہ شبلی نعمانی مد فیوضہ کی تحقیق اور تنقید مسلمہ ہے - بایں ہمہ آپ نے فراخ دلی سے صلاے عام کی صدا بلند کی کہ تنقید اور ترتیب کے متعلق علماے کرام کو مشورہ کا موقع حاصل ہے -

آپکو معلوم ہو یا نہو' مولانا کو میں نے ہی نمونہ دینے پر آمادہ کیا تھا - ممکن ہے کہ اور صاحبوں نے بھی التجا کی ہو - میرا خیال تھا نہ تالیف ہی میں علماء دیکھ لیں ' اگر کہیں ضرورت ہو تو اپنا خیال ظاہر فرمائیں -

جسدن مولانا نے الہلال میں نمونہ بھیجا' اسی دن مجھکو اطلاع دیدی - آپ جانتے ہیں کہ ایسی سیرۃ نبوی زمانہ کے لیے ضروری ہے - نہ صرف ضروری بلکہ اشد ضروری -

غنیمت ہے کہ لوگ بھی ضرورت محسوس کرکے سیرت کی طرف جھکے ہوے ہیں - کئی یاروں نے جلب فائدہ کے لیے پیغمبر عالم اور سوانح عمری پیغمبر وغیرہ کے نام سے کتابیں طیار کرکے بیچنا شروع کردیا ہے -

لیکن ہر طرف سے سیرۃ نبوی شبلی کی طرف آنکھ لگی ہوئی ہے - اس شوق و شغف کو دیکھکر میں یہ کہنے کی جرأت کرسکتا ہوں کہ یہ کتاب نہیں' بلکہ ایک معجون اسلامی ہے کہ جس سے حرارت دینی کا انتعاش ہوجائیگا - لیکن ساتھ ہی اسکے معافی حاصل کرکے عرض کرتا ہوں کہ صحت اور تنقید میں اسکا خیال رکھا جاے کہ اسکی ترکیب ' آخر میں کوئی مضر جزو بننے نہ پاے - ورنہ بعد از قوام ' مصالح ملانا دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن ہو جائیگا -

(طبری) کو مولانا نے سنی المذہب ثابت کیا ہے جسکی تائید آپنے بھی کی ہے' لیکن میرا خیال ہے کہ وہ شیعہ تھے - حاشیہ پر قول فیصل چھوڑا جاے -

یوم ولادت سراپا سعادت میں محل کسری کا متزلزل ہونا اور کنگروں کا گرنا احادیث کے علاوہ تواریخ میں بھی موجود ہے -

شاہنامہ فردوسی کو مولانا نے شعر العجم میں تاریخی پایہ کی کتاب ثابت کیا ہے - شاہنامہ میں حالات نوشیرواں میں نوشیرواں کا خواب دیکھنا ' اور پھر محل کا آواز کرنا ' اور کنگروں کا گرنا ' موجود ہے !

پس سیرت نبوی کو الہلال میں شائع کرتے ہوے آپ بھی حاشیہ چڑھاتے جایا کریں - تا کہ کم سے کم آپکے حواشی اور مباحث' اسکی خوبیاں اور معائب یا مشورہ طلب مقامات کو علما کے سامنے ظاہر کردیں اور ناظرین کو فائدہ ہو - نہیں معلوم کہ الہلال مدرسۂ عالیہ دیوبند میں جایا کرتا ہے یا نہیں ؟

اگر نہیں جاتا تو جب تک نمونہ شائع ہوتا رہے آپ براہ کرم ایک پرچہ الہلال کا مدرسہ عالیہ دیوبند میں بھیجدیا کریں - آپکو اجر عظیم ہوگا - اور مدرسۂ عالیہ دیوبند کے علما سے بکمال الحاح عرض کیجاتی ہے کہ مشورہ سے دریغ نکریں - امید کہ میرا یہ ناچیز خط اخبار میں جگہ دینگے - والسلام

الہلال

جناب کے ذوق علمی اور اظہار حسن ظن کریمانہ کا کمال شکر گذار - دیباچۂ سیرۃ النبوی کی اشاعت سے مقصود یہی تھا کہ ارباب راے مشورہ و مذاکرہ کی راہ پیدا کریں ' مگر جیسا کہ میرا پیشتر سے خیال تھا ' ان امور کی نسبت بد مذاقی اور بے حسی اسدرجہ عام ہے کہ کسی نے اسطرف توجہ نہ کی -

صرف کلکتہ سے ایک صاحب نے ایک ضمنی امر کی نسبت تحریر بھیجی تھی جو آیندہ نمبر میں شائع کردی جاے گی -

امام طبری کی نسبت مولانا نے کوئی خاص بحث نہیں کی ہے اور نہ وہاں موقعہ تھا' بلکہ مورخین سیرۃ کے ذکر میں ضمناً ذکر آگیا ہے - رہا الزام تشیع' تو براہ کرم اسکے وجوہ ارقام فرمائیے -

محل کسری کے تزلزل کی نسبت شاہنامے سے استدلال تعجب انگیز ہے - اگر مولانا نے شعر العجم میں اسکی تاریخی حیثیت پر زور دیا ہے تو اس سے یہ مقصود ہوگا کہ خود فردوسی نے بطور قصص اور داستانسرائی کے واقعات گھڑے نہیں ہیں' بلکہ قدیم ایران کی تاریخ کا جو مواد عربی میں آچکا تھا ' اسی کو بہ حیثیت ایک دیانت دار مورخ کے نظم کردیا ہے - اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ فردوسی کو بطور ایک محدث اور مورخ سیرۃ کے تسلیم کیا جاے !! ان روایات کی نسبت فقیر کی تحریر پچھلے دنوں الہلال میں نکل چکی ہے' اسکے ملاحظہ فرمانے کے بعد امید ہے کہ جناب مطمئن ہوگئے ہونگے -

---

خلیفہ مامون الرشید

اور الزام قتل امام رضا (ع)

از جناب مولانا مرتضی الحسینی الدونہروی

آپکے اخبار گوہر بار میں مجھکو ایک عجیب و غریب مضمون مناظرہ دربارۂ خلیفۂ مامون رشید عباسی نظر آیا - جناب نے اگرچہ محاکمہ میں بڑی نزاکت اور باریک بینی اور اعتدال سے کام لیا ہے جو ضرور قابل تحسین و آفرین ہے' مگر افسوس کرتا ہوں کہ مجھے نہ پورا اتفاق جناب کے مقالۂ محاکمہ سے ہے' نہ اوس فریق سے' جو جزم کرتا ہے کہ مامون رشید نے امام رضا علیہ اسلام کو زہر سے شہید کرایا -

آپنے تبدیل لباس سے جو قیاس قائم فرمایا ہے' میں اوسکے اساس کو مضبوط نہیں سمجھتا' کیونکہ تبدیل طراز و وضع و لون لباس سے یہ لازم نہیں آتا کہ خواہ نخواہ اوسنے امام علیہ السلام کو زہر بھی دلوایا ہو - مسائل سیاسی ہمارے زمانہ میں بھی سریع التغیر یا بطی التغیر ہوا کرتے ہیں مگر اوس سے انتہائی تغیر کا قیاس قائم کر لینا ہمیشہ صحیح نہیں ہوتا - مثلاً فانون اخبارات کو ملاحظہ فرمائیے کہ اوسنے کتنے ہی رنگ بدلے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ گورنمنٹ کی نسبت یہ قیاس قائم کیا جاوے کہ محبان وطن اور فدایان آزادی کے قتل عام کا حکم دیدیا ہو - گو اونکو جہاز پر سوار کرکے غائب کردینا اور کسی دور و دراز جزیرہ میں قید کردینا' جہاں ہواے وطن کا ہزاروں ٹھوکر کھاکر بھی پہونچنا دشوار ہو' مماثل قتل قرار دیا جاوے' مگر مماثل اور مماثل لہ میں فرق ظاہر ہے -

مامون رشید اس سطوت اور جبروت کا حکمراں تھا کہ اگر وہ علانیہ امام علیہ السلام کے قتل کا حکم دیتا تو کوئی چیز اسکے نفاذ حکم میں حائل نہوسکتی تھی درحالیکہ ہارون رشید کی مطلق العنان حکومت قاہرہ سے اہل بیت رسالت سے انحراف کی ہوا وباے عام کی طرح عالم گیر ہو رہی تھی - اس صورت میں کسی فتنہ و فساد

ملکر کا خوف بھی دامنگیر نہ تھا تو پھر کسی طرح قرین عقل نہیں ہے کہ مامون الرشید علی الاعلان اظہار محبت و فضیلت اہل بیت رسالت کے بعد' امام علیہ السلام کو ولی عہد بنا کر' اونکو مخفی طریقہ سے شہید کر دیتا -

" میری راے میں یہ تہمت مامون رشید پر اون لوگوں کی تھی' جو اوسکی فرط محبت اہل بیت رسالت سے جلتے تھے اور یہ اونکی نہایت باریک و ڈپلومیٹک چال مامون پر حملہ کی تھی -

بہر حال روس کے مظالم اسلام سوز کے ذکر میں مامون رشید کی زہر خورانی کا ذکر غالباً غیر ضروری ہونے کے' مسئلہ مختلف فیہ ہونے کی حیثیت سے بھی اولی بالحذف ہے -

اب رہا اون روایات کا مسئلہ' جس میں مامون کی زہر خورانی کا ذکر لیا ہے' تو میں اون روایات کو بمقابلہ درایۃ اور شہادت عقلی کے قابل وثوق نہیں سمجھتا - افسوس ہے کہ عالم سفر میں میرے پاس فن رجال کی کتب نہیں ہیں ورنہ تنقید رجال سے بھی ممکن تھا کہ مامون کی برأت اس الزام سے ثابت کرتا - صحیح خیال آتا ہے کہ جناب سید (ابن طاؤس) اور جناب علامہ (قاضی نور اللہ شوستری) بھی میری راے سے موافق ہیں - ناظرین کو غلط فہمی نہو' میں واقعہ زہر خورانی سے انکار نہیں کرتا بلکہ مامون کی شرکت یا حکم سے اس واقعہ میں منکر ہوں -

اصل یہ ہے کہ علاوہ مامون کے دیگر اکثر خلفاء بنی عباس کے مظالم اہل بیت رسالت و سادات پر زیادہ سے زیادہ تھے لہذا عام راے شیعوں کی اور اون کے قلوب ایسی روایات کے لیے سریع القبول و الاذعان تھے' اور تنقید و تدقیق و تحقیق پر متوجہ نہوتے تھے' لہذا مامون بھی اپنے الزامات کا نشانہ اس گروہ کے نزدیک بنگیا حالانکہ مامون میرے نزدیک فی نفسہ معصوم و مامون تھا والسلام -

الہلال

صرف تبدیل لباس سے تو یقیناً یہ لازم نہیں آتا' لیکن یہ ضرور ثابت ہو جاتا ہے کہ سیاسی ضرورتوں سے مامون الرشید کا طرز عمل سادات و علویین کے ساتھہ بدل گیا تھا -

غالباً جناب نے اس تحریر کو بالاستیعاب ملاحظہ نہیں فرمایا - یہ تو خود اس عاجز نے بھی لکھا ہے کہ واقعۂ ولی عہدی کو ایک دسیسہ و ذریعۂ قتل قرار دینا بالکل قرائن صحیحہ اور واقعات سے انکار کرنا ہے - لیکن اصلی مشتبہ حصہ وہ ہے' جہاں آکر اس واقعہ کی بدولت مامون مشکلات میں گھر جاتا ہے' اور خود اسکی خلافت معرض خطر میں آ جاتی ہے' حتی کہ بغداد میں ابراہیم کے ہاتھہ پر لوگ بیعت کرنا بھی شروع کر دیتے ہیں - کیا ایسی حالت میں ممکن نہیں کہ وہ اسی سیاست کے عمل در آمد پر مجبور ہوگیا ہو جو اس نے بلا اختلاف ذوی الریاستین کے ساتھہ عمل میں لائی' اور ذو الیمینین کو بھی اسی کا نشانہ بنانا چاہا تھا ؟

تاہم لکھہ چکا ہوں کہ بحالت موجودہ قطعی فیصلہ دشوار' اور نیز غیر ضروری - کچھہ عجب نہیں کہ عام بنی عباس میں سے کسی شخص کی یہ کار روائی ہو' جیسا کہ ابن واضح کا بیان ہے -

قرائن صحیحہ کے معنے ہیں کسی واقعہ کے وقوع کا ظن غالب پیدا ہو جانا - لیکن عدم وقوع کا خطرہ تو ہمیشہ باقی رہتا ہے -

فن رجال کی کتابیں اس بارے میں اس سے زیادہ غالباً کچھہ نہیں بتلا سکتیں -

اتفاق سے اس وقت (مجالس المومنین) وغیرہ ملی نہیں - کہیں کتابوں میں ہے - اب جناب نے اس طرف توجہ دلائی ہے تو کتب شیعہ کو بھی بوقت فرصت اس نظر سے دیکھونگا -

---

شمس العلما مولانا شبلی نعمانی

اور مسئلہ الندوہ

— * —

(از جناب سید علی متقی صاحب (امروہہ))

مولانا ! السلام علیکم -

الہلال کی جو آزادانہ' بے باکانہ' اور غیر طرفدارانہ رفتار اسوقت تک رہی ہے' اور آپ کی ذات سے اوس کے متعلق قوم کو آیندہ کی نسبت جیسی توقعات ہیں' وہ میری ناچیز شہادت کی محتاج نہیں - لیکن میں اسقدر عرض کرنیکی معافی چاہتا ہوں کہ اگرچہ الہلال کی خریداری کا شرف بہت کم مسلمانوں کو حاصل ہے لیکن یہ واقعہ ہے کہ مسلمانان ہند کا ایک کثیر حصہ خصوصاً آزاد خیال مسلمانوں کا ایک گروہ کثیر الہلال کو بیحد شوق کے ساتھہ دیکھتا ہے - اور یہ دیکھنا معمولی طریقہ کا نہیں ہے بلکہ مذکورہ بالا جماعت اوس حسن عقیدت کیوجہ سے جو اوسکو الہلال اور اوس کے قابل فخر اڈیٹر کے ساتھہ ہے' یقیناً اوسکو اس نظر سے دیکھتی ہے' جسطرح کسی بہترین مشیر کے قابل اعتماد مشورے دیکھے جاتے ہیں -

میرا عقیدہ ہے کہ آپ اپنی اوس ذمہ داری کو کافی سے بھی زیادہ محسوس کرتے ہیں جو الہلال جیسے رسالہ کے اڈیٹر ہونیکی حیثیت سے مذکورہ بالا اعتماد کے لحاظ سے آپ پر عاید ہوتی ہے - ایسی حالت میں یہ امر کسیقدر حیرت انگیز ہے کہ الہلال نے اسوقت تک ندوہ کے موجودہ ناگوار واقعات کیطرف ذرا توجہ نہیں کی - ابتک تو یہ کہکر دل کو سمجھالیا گیا ہے کہ زیادہ وقعہ نہیں گذرا - ممکن ہے کہ آیندہ آپ کچھہ لکھنے والے ہوں - مگر آپ مجھسے زیادہ جانتے ہیں کہ دنیا میں بدگمانوں کی کمی نہیں ہے اور اب یہ خیال ترقی کرنے والا ہے کہ آپکے اور مولانا شبلی کے باہمی تعلقات نے آپکو اون کے خلاف کچھہ لکھنے کی اجازت نہ دی - کیا آپ براہ کرم اس عریضہ کو معہ مندرجۂ ذیل سوالات کے الہلال میں جلد سے جلد درج فرما کر مجھکو مشکور اور پبلک کو اس معاملہ کے متعلق اپنے قابل عمل اور آزادانہ راے سے مطلع فرما کر ممنون فرمائینگے ؟

(۱) مولوی عبد الکریم ملازم ندوہ کے معاملہ میں جو روش مولانا شبلی صاحب نے اختیار کی ہے' اگر وہ تحریریں صحیح ہیں جو اسوقت تک مسلم گزٹ میں اسکے متعلق شایع ہوئی ہیں' تو آپ کا خیال مولانا شبلی صاحب کے اس طرز عمل کے متعلق کیا ہے ؟

(۲) آیا آپکو کچھہ ایسے واقعات معلوم ہوے ہیں جو مسلم گزٹ کی تحریرات کے خلاف ہوں اور مولانا شبلی کی طرف سے بطور ڈیفنس کے پیش ہو سکیں -

(۳) آپ کے اس معاملہ کی طرف توجہ نکرنیکی وجہ کیا ہے ؟

الہلال

جناب کے حسن ظن بزرگانہ کا کمال شکریہ' اور استدعاء دعاے حصول استقامت' و توفیق خدمۃ' و اعمال صالحہ : واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم -

جس دن جناب نے یہ خط لکھا ہے' امید ہے کہ اسی دن گذشتہ اشاعت کا الہلال پہنچ گیا ہوگا اور اسمیں ایک نوٹ اس معاملے کی نسبت نظر مبارک سے گذرا ہوگا -

جناب نے " ذاتی تعلقات " کا ذکر کیا ہے - ایک مدت تک ہم اپنے اعمال میں ان چیزوں کے عادی رہے ہیں' اسلیے یہ لفظ بکثرت زبانوں پر چڑھگیا ہے اور ہمیشہ سامنے آجاتا ہے' مگر میں تو اسے سنتے سنتے اب کچھہ اکتا سا گیا ہوں - یہ " ذاتی تعلقات " کا لفظ کیا بلا ہے' جو ہمیشہ لوگوں کی زبانوں پر آتا ہے ؟ میں نہیں سمجھہ سکتا کہ اسکا مطلب کیا ہے ؟ آپ کہتے ہیں کہ ذاتی تعلقات' میں

مقالات

کہتا ہوں کہ جو لفس خبیث و شریر حق و صداقت کے معاملہ میں ایک ملحد ' ایک لمحہ ' ایک عشر لمحہ کیلیے بھی ذاتی تعلقات سے متاثر ہوتا ہے ' یہی نہیں کہ وہ ایک کمزور ' معصیت آلود اور مستوجب صد نفرین ہستی ہے ' بلکہ یہ ' کہ میرے عقیدے میں وہ مومن و مسلم ہی نہیں - اگر ہم مسلمان ہیں تو ہم کو ہمارے خدا نے بتلا دیا ہے :

یا ایہا الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شہداء للہ ولو علی انفسکم او الوالدین والاقربین ' ان یکن غنیا او فقیرا ' فاللہ اولی بہما ' فلا تتبعوا الہوی ان تعدلوا و ان تلوا او تعرضوا ' فان اللہ کان بما تعملون خبیرا (۴ : ۱۳۴)	اے مسلمانو ! استقامت اور مضبوطی کے ساتھہ عدل و انصاف پر قائم رہو ' اور اللہ کو حاضر و ناظر سمجھکر گواہی دو ' گو وہ خود تمہارے یا تمہارے ماں باپ اور رشتہ داروں کے خلاف ہی کیوں نہو - اگر کوئی مالدار ہے یا فقیر ہے تو اللہ انکے لیے سب سے بڑھکر ہے ' پس تم انکی خاطر ہواے نفس کی پیروی نہ کرو کہ انکو حق سے انحراف کرے - اور اگر صاف صاف گواہی نہ دوگے یا گواہی دینے سے پہلو تہی کروگے تو یاد رکھو کہ جو کچھہ تم کرتے ہو ' خدا اس سے با خبر ہے -

پھر جس عالم میں خود اپنے نفس کی محبت اور والدین واقربین کی قدرتی الفت کی نہیں چلتی ' وہاں یہ " ذاتی تعلقات " کیا چیز ہیں ؟

اصل یہ ہے کہ مدتوں کی نفس پرستی نے ہم لوگوں کے اعمال ہی کو نہیں بلکہ ہمارے جذبات کو بھی پست کر دیا ہے - اسی کا نتیجہ ہے کہ کوئی بلند شے سمجھہ میں آ ہی نہیں سکتی - لیکن میں جناب کو اور جناب کے احباب کو یقین دلاتا ہوں کہ اس دنیا میں میرے لیے صدہا آزمایشیں ہیں ' مگر یہ مزعومہ تعلقات کی منزلیں تو میرے لیے کچھہ کوئی نہیں ہوسکتیں - جو منزلیں کہ آنے والی ہیں ' اور الحمد للہ کہ جنکا وقت اب دور نہیں سمجھتا ' انکے لیے البتہ دعا کیجیے کہ خدا تعالی استقامت روزی فرماے - باقی رہے باہمی تعلقات وملاقات اور صحبت و ارتباط ' تو تعجب ہے کہ لوگوں کو اسکا تصور نہیں شرماتا ؟ کیا وہ اس پیمانے کو ہاتھہ میں لیکر ضمناً یہ نہیں بتلادیتے کہ خود انکا ظرف پیمایش بھی اتنا ہی ہے ؟

بھائی ! مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ میں جس دنیا میں ہوں ' اسکی ابھی اب لوگوں کو خبر نہیں - شاید کچھہ عرصے کے بعد حقیقت حال زیادہ روشنی میں آجاے : فانتظروا ' انی معکم من المنتظرین (۱)

تو و طوبی ' و ماو قامت دوست !
فکر ہر کس بقدر ہمت اوست !

فیا لیت قومی ' یعلمون بما غفرلی ربی !! (۲)

(۱) اگر وہ تحریریں اور انکے الزامات صحیح ہیں ' تو جیساکہ لکھہ چکا ہوں ' اسمیں کوئی شک نہیں کہ مولانا نے ایسی سخت کمزوری دکھلائی ' جسکا مجھے انکی نسبت کبھی خیال بھی نہیں ہوسکتا تھا - یقیناً قوم کو حق ہے کہ بصورت صحت اسے مواخذہ کرے اور پوچھے کہ ایسا کیوں کیا ؟

(۲) میں نے اسی خیال سے مولانا کی خدمت میں خط لکھا تھا ' معلوم ہوا کہ بیمار ہیں - باقی جو کچھہ عرض کرنا ہے آیے شذرات میں لکھونگا - (۳) گذشتہ پرچے میں لکھہ چکا ہوں -

---

(۱) پس آنے والے وقت کا انتظار کرو ! تمہارے ساتھہ میں بھی انتظار کرتا ہوں -
(۲) اے کاش میری قوم جانسکتی کہ میرے گناہوں سے درگذر کرکے میرے رب کریم نے مجھپر کیا کچھہ اپنا لطف و کرم مبذول فرمایا ہے !!

ڈاکٹر لی بان اور موجودہ ہندوستان

— * —

از مراسلہ نگار ادیب صاحب اعضا

— * —

یوتی الحکمة من یشاء و من یوت الحکمة فقد اوتی خیراً کثیراً و ما یذکر الا اولو الالباب (سورہ بقر - رکوع ۳۶)

(اللہ تعالی) عطا فرماتا ہے حکمت جسکو چاہتا ہے ' اور جسکو حکمت ملی ' پس اسکو خیر کثیر ملی اور صاحبان فہم و فراست ہی غور و فکر کرتے ہیں

—:o:o:—

فی الحقیقت ' حکمت ایک نعمت عظمی ہے جسے پروردگار عالم اپنے خزانۂ کرم سے بندہ کو عطا فرماتا ہے ' لیکن جن وسائل و رسائط سے یہ نعمت ہم تک پہونچتی ہے - وہ ہم سے دور نہیں ' بلکہ ہمارے اندر اور باہر ہی موجود ہیں :

دوست نزدیک تر از من بمن است
وین عجب تر کہ من ازوی دورم
چہ کنم با کہ توان گفت ' کہ او
در کنار من و من مہجورم

ہر وہ سانس جو باہر سے اندر ' اور اندر سے باہر جاتا ہے ' ایک حکمت پژوہ دماغ کے لیے پیغام بصیرت ہے ' اور اگر ہر خا کرہ ایک معرفت سنج ہاتھہ کے لیے اپنے اندر حقیقت کی آواز رکھتا ہے تو ہر سبز پتہ بھی ایک حقیقت شناس نظر کے لیے سرتا سر صحیفۂ حقائق و معارف ہے !

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقی دفتر یست معرفت کردگار

اسمیں شک نہیں کہ تحقیق حق کی راہ مغالطات کے کانٹوں سے خالی نہیں ' بارہا تفتیش و تجسس نے گمراہ ہوکر حق کو باطل ' اور باطل کو حق ' اور سایۂ درخت کو درخت سمجھہ لیا ہے :

اوان حساب تو ہر دم تفاوتی دارد
کہ قد سرو نہ بینی و سایہ پیمائی

لیکن کیا راہ بھول جانے کے امکان پر راستہ چلنا چھوڑ دیا جائے ؟ اور کیا ان کم احتمالیوں کی بنا پر منزل مقصود ہی سے روگردانی کر لیجائے ؟ ایک تحقیق پیما قدم کا یہ شیوہ نہیں کہ ساکن رہے (چہ جائیکہ پیچھے ہٹے) بلکہ اسکا عین مذہب یہ ہونا چاہیے کہ جادۂ حق طلبی میں ہمیشہ سرگرم رفتار رہے اور اسوقت تک دم لینا کفر سمجھے ' جب تک نہ شاہد منزل سے ہم آغوش نہ ہوجاے - پس چاہیے کہ تحقیق حق اور ابطال باطل کی راہ میں طلب صادق اور قدم راسخ رہے ' اور اپنے گرد و پیش ' انسان ہمیشہ ایسے اسباب جمع رکھے ' جنسے جذبۂ استعلام و استکشاف دائم مشتعل ' اور کبھی سرد نہ ہونے پائے -

موجودہ ہندوستان جو یکسر صحیفۂ بصیرت ہے ' اگر ہماری آنکھیں اور پر ہوتے ' تو نہ معلوم ہمکو کہاں کا کہاں پہونچا دیتا ؟ لیکن افسوس کہ اگر سیاہ بختی کے حکم سے پست ہمتی کی نیل کی سلائی آنکھوں میں پھیر دیگئی ہے ' تو عملت کے زہر سے حرکت پا بھی یکقلم سلب ہے - اگر سنہ ۱۹۱۳ - میں (لی بان) کا دماغ ہندوستان میں ہوتا تو دیکھنا تھا کہ کیسے کیسے نظریات کو یا کیں مستنبط کرتا اور کیا کیا ترمیمات اور اضافات اپنے اس نظریہ میں کرتا ' جسپر

ہم ہندوستان کی موجودہ حالت کے نقطۂ نظر سے ' ذیل میں ایک اجمالی ریویو کرنا چاہتے ہیں :-

(گسٹولی باں) فرانس کا مشہور و معروف فلسفی ہے - علم النفس اسکی تحقیقات کا تا حشر شرمندۂ احسان رہیگا - لی باں پہلا شخص ہے جسنے منظم اور مرتب شکل میں اس امر کو دکھایا کہ جماعت کے نفس کے حالات و واردات ' ایک منفرد نفس کی کیفیات و معاملات سے بالکل مباین ہیں - اس موضوع پر لی باں نے ایک نہایت مبسوط رسالہ لکھا ہے ' جسکا ترجمہ عربی میں بھی باسم " روح الاجتماع " ہوگیا ہے - یوں تو دیگر نفسیئین (Prychslogista) کے یہاں بھی نظریہ " روح الاجتماع " کا (جس سے ہم آگے چلکر تفصیلی بحث کرینگے) سراغ پایا جاتا ہے لیکن اسکو ایک منظم صورت میں پیش کرنے اور اسکی تدوین و تلفیق اور توضیح و تشریح کا سہرا لی باں ہی کے سر ہے -

مصنف موصوف کا دعوی ہے (اور اس دعوے کی آجکل پیش آنے والے واقعات نے غیر مشتبہ طور پر تصدیق کردی ہے) کہ چند افراد کا کسی خاص مقام پر کسی غرض سے مجتمع ہوجانا ' انکی انفرادی شخصیت کو محو کر دیتا ہے ' اور منفرد اذہان کی باہمدگر ترکیب و امتزاج سے ایک مستقل ذہن طیار ہوتا ہے اور ایک قائم بالذات روح ترکیب پاتی ہے - اب اس نئے ذہن اور اس جدید نفس مرکبہ کے افعال و کیفیات کے اصول ' منفرد نفوس سے بالکل جدا گانہ اور مستقل ہوتے ہیں - اس جماعت میں داخل ہونے اور اسطرح اسکا جزو بن جانے کے بعد جو کیفیات ایک فرد کے ذہن پر طاری ہوتی ہیں ' وہ اسکے ذہن کے ذاتی اصول کے مطابق نہیں ہوتیں بلکہ " روح الاجتماع " کے اصول کے تابع ہوتی ہیں ' اسکا دماغ اسکے قابو میں نہیں رہتا - اسکی کوئی ذاتی اور شخصی راے نہیں ہوتی ' بلکہ جو جماعت کی راے ہوتی ہے وہی اسکی بھی راے ہوجاتی ہے - وہ مثل ایک ذرے کے ہے ' جو ایک تودۂ ریگ میں داخل ہوجانیکے بعد ہوا کے دست برد سے اپنے تئیں محفوظ اور قائم نہیں رکھہ سکتا ' اور جس طرف باد تند تودے کو اڑاکر لیجاتی ہے ' اسی طرف چار و ناچار اسکو بھی اڑجانا پڑتا ہے - اس نظریہ کے مطابق ارسطو اسیوقت تک ارسطو ہے ' جب تک کہ وہ تنہا اور جماعت سے علحدہ ہے ' لیکن جب وہ تودۂ جماعت میں شریک ہوگیا ' تو وہ ایک ذرۂ بے مقدار ہے اور اسکا فضل و تفلسف جہالت اور حماقت سے بدلے بغیر نہیں رہسکتا اسلیے کہ جماعت کے خصائص معلومہ میں سے یہ ایک نمایاں خصوصیت ہے کہ مادۂ غور و فکر مفقود ہوجاتا ہے اور اسکے فقدان سے جو جگہ خالی ہوجاتی ہے اسکو تخئیل اور امیجینیشن پُر کر دیتا ہے - یعنی جماعت میں عقل کم اور جذبات زیادہ ' غور و خوض مفقود ' اور فعل و عمل موجود ہوتا ہے - جماعت کے مزاج میں ضد اور ہٹ بے انتہا ہوتی ہے اور ہر خیال ' قوت سے فعل میں منتقل ہونے کے لیے سخت مضطرب رہتا ہے - اسی بنا پر لی باں نے جماعت کو بچے اور عورت سے تشبیہ دی ہے - بچے کیطرح ' جماعت میں بھی قوت فاعلہ زیادہ ہوتی ہے اور اس لحاظ سے (علی گڈہ یونیورسٹی) کے ہنگامے میں ' اگر پبلک نے لیکٹرونکی کا پارٹ کھینچی ہیں ' اور اسپ خواصی ظاہر کی ہے ' تو ہمارے لیے مطلق تعجب کی بات نہیں -

ہم نے اپنی آنکھہ سے دیکھا کہ اس ہنگامہ میں مختلف صورتونسے اظہار گرمجوشی میں ہندو بھائی بھی شریک تھے - کوئی اسکو بے تعصبی سمجھے ' لیکن ہمکو تو یہ سب لی باں کے اس مقولہ کی تفسیر ہی معلوم ہوتی ہے کہ :

جماعت کے افراد عام اس سے کہ وہ مختلف المذاہب ہوں یا متحد المذہب ' جب ایک جگہ (۱) کسی خاص شورش انگیز مقصد کے لیے جمع ہو جاتے ہیں تو ایک ہی رنگ میں ڈوب جاتے ہیں اور سب کا مطمح خیال اور محور عمل ایک ہی ہوتا ہے - پانی کی طرح جماعت بھی ایک ہی سطح چاہتی ہے -

حقیقت یہ ہے کہ جماعت کے ہر فرد کی حالت مسمریزم کے معمول کی طرح ہوتی ہے اور اسکے تمام حرکات اور افعال ارادہ سے بالکل معرا ہوتے ہیں - پس جو کچھہ وہ اپنے گرد و پیش ہوتے دیکھتا ہے خود بھی وہی کرنے لگتا ہے - اسکو اس امر کا بالکل احساس نہیں ہوتا کہ وہ ہندو ہے یا مسلمان - عیسائی ہے یا یہودی ' اور جو کچھہ وہ کر رہا ہے اسکی ملت ' مذہب ' اور قومیت کے موافق ہے یا مخالف ؟

جماعت ناداں ' سادہ لوح ' حماقت شعار اور ضدی ہونے کے ساتھہ شدت سے مبالغہ پسند بھی ہوتی ہے ' اور اخباروں (۲) نے یونیورسٹی کے کارکنوں کی ادنی ادنی خدمات کی نسبت جو نذرکے قصیدے چھاپے ہیں ' وہ ایکطرف تو اس دعوے کے مصدق ہیں کہ جماعت کے مزاج میں اغراق اور غلو کا خلط نہایت غیر معتدل درجہ پر ہوتا ہے ' اور دوسری طرف انکی قبولیت عامہ اس امر کی موثق ہے کہ جماعت مبالغہ اور حقیقت میں تمیز نہیں کر سکتی -

چونکہ جماعت کا دماغ ایک فرد کے دماغ سے علیحدہ اور مختلف ہوتا ہے اسلیے ' اسکا طریق استدلال بھی نرالا ' اور اسکی منطق بھی انوکھی ہوتی ہے - جماعت کا طرز استدلال ہمیشہ مثالی اور اکثر سرسری اور سطحی ہوتا ہے - جماعت کے نزدیک کوئی وجہ نہیں کہ بلور کا ٹکڑا منہہ کے اندر نہ گھلے ' در انحالیکہ برف کا ٹکڑا جو اسکے مشابہ ہے منہ میں گھل جاتا ہے ! !

اس بنا پر مجاز بیانی اور استعارہ طرازی جماعت کے لیے جسقدر پر اثر ہوسکتی ہے ' دوسرا طریقۂ بیان نہیں ہوسکتا - یہی سبب ہے کہ جماعت ہمہ تن تخئیل ہوتی ہے ' اور اسیلیے وہ ہمیشہ اس شے سے متاثر ہوتی ہے جو عقل و فکر کی جگہ تخئیل سے اپیل کرتی ہو - اسکے ساتھہ ہی اگر تحریر یا تقریر میں مخاطب جماعت کے معتقدات اور جذبات کا بھی لحاظ رکھا جائے ' تو اسکا اثر دوگنا ہوجاتا ہے - مثلاً مسلمانوں کے لیے اس سے زیادہ موثر طریقۂ استدلال نہیں ہوسکتا کہ کبری ہمیشہ قران مجید کی کوئی آیت یا حدیث ہو ' اور صغری وہ شے اور وہ بات ہو ' جو موضع ترغیب یا معرض ترہیب ہے - ان دونوں نکتوں کو ملحوظ رکھکر چند دنوں کے عرصہ میں (الہلال) نے جو حسن قبول حاصل کرلیا ہے ' وہ محتاج ذکر نہیں -

آیات قرآنیہ اور حدیثوں کے بعد وہ ضرب الامثال ' مقولے ' کہاوتیں ' اور اشعار جو ہماری سوسائٹی میں رائج ہیں ' ہمارے لیے حجج راسخہ اور دلائل قاطعہ کا حکم رکھتے ہیں - ممکن نہیں کہ جماعت مخاطب کے حق میں کسی کہاوت سے استدلال ' اطمینان بخش اور مناسب اور مشہور اشعار کا ایراد تسکین بخش ثابت نہو - حل اس عقدہ کا یہ ہے کہ اول تو فطرتاً ہم ہر اس شے کے معتقد ہوتے ہیں ' جس پر ہمارے آبا و اجداد اعتقاد رکھتے ہیں ' اسلیے کہ علم الحیات کا یہ

---

(۱) ایک مقام پر جمع ہونیکی شرط فضول ہے اسلیے کہ جذبات سے جب شورش پیدا ہوجاتی ہے ' تو افراد کہیں ہوں ' جماعت کے تمام خصوصیات کے مظہر تام ہوجاتے ہیں ' اور روح الاجتماع انمیں حلول کر جاتی ہے - یہ جماعت کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں ' جماعت کے کانوں سے سنتے ہیں ' اور جماعت کے حواس سے ہر شے کو محسوس کرتے ہیں - کیونکہ انکے ذاتی حواس بالکل معطل ہو جاتے ہیں -

(۲) اخبار نویس بھی روح الاجتماع کی خصوصیات کے جراثیم سے محفوظ نہیں رہتے ' اسلیے کہ وہ بھی پبلک کا ایک جزو ہوتے ہیں - (منہ)

ایک مسلمہ ہے کہ عادات ' اطوار ' امراض کیطرح ' عقائد بھی اسلاف سے اخلاف کی طرف وراثةً منتقل ہوتے ہیں - اس انتقال کو علم الحیات کی اصطلاح میں " ایراث " (Lawy heredity) کہتے ہیں - پس اصول ایراث کی بنا پر ضرور ہے (۱) کہ ہمارے اجداد و اسلاف کا جو عقیدہ تھا ' ہمارا بھی وہی عقیدہ ہو' اور جسکو وہ قطعی اور بدیہی سمجھتے تھے' ہم بھی اسکو قطعی اور بدیہی سمجھیں - اور جب یہ معتقدات بطور حجت ہمارے روبرو پیش کیے جائیں ' تو ہم بے چون و چرا اسیطرح تسلیم کرلیں جسطرح ہمارے آبا و اجداد تسلیم کرایا کرتے تھے - یہ ایک تقاضاے فطرت ہے جس پر انسان مجبور و مجبول ہے -

علاوہ بریں حیات و تجربۂ انسانیہ میں ان مفعولوں کا بتواتر اور بہ کثرت استعمال ' جبلی اثر سے قطع نظر ' بجاے خود ایک اثر حجت اور قاطع دلیل ہے - اور جماعت کے سامنے ایک دعوے کو محض بار بار دہرا دینا ہی' اپنے اندر سیکڑوں دلائل اور ہزاروں براہین رکھتا ہے - اگر اس ادعاے محض کے تکرار کے ساتھہ لہجہ تحکمانہ اور مدعیانہ ہو' تو جماعت کے متاثر و معمول نہو جانیکی کوئی وجہ نہیں -

لی بان کا قول ہے : " فن خطابت کے صنائع و بدائع میں تکرار مفاہیم اور اعادۂ مطالب یعنی ایک ہی بات کو بار بار پیش کرنے سے زیادہ کوئی دوسری شے پر اثر ' اور کوئی دوسرا آلۂ تاثیر نہیں " یہ صرف ایک ہی شے کے پے درپے دماغ کے رو برو پیش ہونے ہی کا نتیجہ ہے کہ وہ لوگ جنکا یہ نہایت راسخ عقیدہ ہے کہ اشتہاری چیزیں ہمیشہ خراب ہوتی ہیں' اور وہ لوگ جو تمام عمر اسکا وعظ کرتے رہے کہ اخباری اشتہارات ہمیشہ خدع و فریب پر مشتمل ہوتے ہیں' اکثر دیکھا گیا ہے کہ کسی کثیر الاشاعت اشتہار کے تواتر سے غیر محسوس طور پر اس طرح مرعوب و معمول ہوجاتے ہیں' کہ جب انکو اس شے کی ضرورت ہوتی ہے تو بے ساختہ اسی کارخانہ کو آرڈر دیدیتے ہیں ' جسکا اشتہار شب و روز اخباروں اور رسالوں میں اور شہر کی دیواروں اور اسٹیشنوں پر چسپاں دیکھا کرتے ہیں - یہ ایک شے کے متواتر وقوع پذیر ہونے کا ادنی کرشمہ ہے -

جماعتوں کی حالت اکثر یہ دیکھی گئی ہے کہ اولاً چند افراد مقرر کی خطابت سے اثر پذیر ہوتے ہیں ' لیکن اِدھر یہ متاثر ہوئے اور اُدھر یہ اثر مرض متعدی کی طرح تمام جماعت میں پھیل گیا - ایسے موقعوں پر نکتہ رس خطیب ہمیشہ آشتی جوئی کو مقدم رکھتے ہیں اور اپنے استمالت آمیز فقروں سے تالیف قلوب کرتے ہیں' اسکے بعد حرف مطلب زبان پر لاتے ہیں -

لی بان لکھتا ہے کہ جماعت کی طبیعت کی اُفتاد کچھہ اس قسم کی واقع ہوئی ہے کہ وہ ثبات و استقامت کے ہر مثال اور صبر و استقلال کے ہر نمونے کے قدموں پر (خواہ وہ کسی حال میں ہو اور کہیں ہو) اپنا سر نیاز اور جبین عقیدت رکھتی ہے - وہ اپنے معتقدات و خیالات میں اپنے لیڈر کا یکسر آئینہ بن جاتی ہے - جو عقائد و خیالات لیڈر کے ہوتے ہیں ' بعینہ وہی عقائد و خیالات اسکے بھی ہوجاتے ہیں ' اور اسکی قوت نقد و اعتراض ' لیڈر کے رعب و جبروت کے اثر سے قطعاً مفلوج و مسلول ہوجاتی ہے - جو حرف لیڈر کے منہ سے نکلتا ہے اسکو حیرت کی آنکھوں ' یقین کے کانوں ' اور عزت کے دل سے سنتی ہے - وہ ایک آلۂ معطل ہے جسکو اسکا لیڈر جسطرح چاہے استعمال کرے - وہ مسمریزم کا ایک معمول ہے جسکو اسکا لیڈر جو خواب چاہے' دکھادے ' اور وہ ایک بے جان لاش

(۱) بشرطیکہ ماحول یعنی گرد و پیش کے اسباب مزاحمت نہ کریں -

ہے جسکو اسکا لیڈر جس کروٹ چاہے لٹادے ' اور جس رخ چاہے پھیر دے !

لیکن استقامت و استقلال کے علاوہ دنیا میں اور قوتیں بھی ہیں جو جماعت پر کبھی کبھی مسلط ہوجاتی ہیں ' یہ قوتیں مال و دولت اور جاہ و مرتبت ہیں - گو اسمیں شک نہیں کہ انکا تسلط ہنگامی اور عارضی ہوتا ہے' مگر اس امر سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جس لیڈر کو کمال دولت نے پبلک پیلک دیا ہے ' جماعت بھی اس لیڈر کو گرنے اور زمین بوس ہونے تک نہایت ارادت آگین نظروں سے دیکھتی رہتی ہے -

لی بان کہتا ہے کہ لیڈر کے رعب و دبدبۂ و سطوت اور جبروت و شان و اقبال کو صدمہ پہونچانیوالی چیزوں میں ناکامی کا نمبر سب سے اول ہے - اقبالمندی ایک شیشہ ہے ' جو ناکامیابی کی ٹھیس کا متحمل نہیں ہوسکتا - لیڈر کو جہاں کسی پبلک کام میں ناکامی ہوئی ' اور معاً اسکے حباب اقبال نے آنکھیں بند کرلیں - اِدھر ناکامی و نامرادی کی ہوا چلی اور اُدھر اعتراضوں کی بوچھاڑ سے تمام گذشتہ خدمات کے پتے ایک ایک کرکے جھڑ گئے ' اور گویا ساری ساکھہ اور بھرم ایک نقش بر آب تھی کہ ایک لمحہ کے اندر مٹ گئی !!

ناکامی کے علاوہ اعتراض فی نفسہ ایک اقبال شکن' دبدبہ افگن' اور جبروت فرسا شے ہے - اسلیے کہ بارہا ایسا ہوا ہے کہ نہایت پا در ہوا اعتراضات نے لیڈری کے شاہ بلوطوں کو جڑ سے اکھاڑ اکھاڑ کر پھینک دیا ہے -

(مسلم یونیورسٹی) ڈیپوٹیشن کی شکست سے جو صدمہ قدیم لیڈری کی عمارت کے ارکان کو پہونچا ' محتاج بیان و تفصیل نہیں ' لیکن کیا بعض اشخاص (۱) بے بنیاد اعتراضوں کے ہدف نہیں ہوئے ؟ درحقیقت یہی لوگ مثال جامد ہیں لی بان کے اس خیال کے ' کہ اعتراض فی نفسہ دبدبہ شکن ہے -

یہ جو کچھہ لکھا گیا ' فرانس سے اٹھی ہوئی صدا کی ہندوستان سے ایک ضعیف الصوت بازگشت تھی ' ورنہ بیچارے ہندوستان میں ابھی یہ تاب و تواں کہاں' کہ اپنی ذاتی آواز بلند کرسکے ؟ اس غریب کے پانوں میں اتنی طاقت کہاں کہ بغیر یورپ کی دستگیری کے کوچۂ عام میں ایک قدم بھی چل سکے ؟ اور اس حسرت زدہ کی آنکھوں میں اتنی بصارت کہاں کہ بغیر یورپ کی عینک کے کچھہ دیکھہ سکے ؟ آج جو کچھہ اسکے ہاتھہ میں ہے ' یورپ کا عطا کیا ہوا ہے ' اور اسوقت جو کچھہ اسکے جیب و دامن میں نظر آرہا ہے' وہ سب کچھہ یورپ کی فیض دستی ' دریا کفی ' ابر فرمائی ' اور بیدریغ بخشی کا صدقہ ہے ' لیکن یہ صدقہ خوری کب تک ' اور دوسروں کے آگلے ہوے نوالوں کو نگلنے کا سلسلہ تا بکے ؟

یہ نظریات جو اوپر لکھے گئے' سچ پوچھیے تو تمام و کمال' ان واقعات و حوادث کے اندر موجود ہیں جو ہملے بطور مثال کے پیش کیے - لیکن ہندوستان نے ابھی ایسے دماغ کہاں پیدا کیے ہیں کہ واقعات کے مشاہدہ سے نظریات کا استقرا کرسکیں ؟ ہندوستان نے ابھی ایسے ہاتھہ کہاں پیدا کیے ہیں کہ خاک بیزی تفتیش و تجسس کی تکلیف گوارا کرکے گوہر حقیقت حاصل کرسکیں ؟ اور پھر ہندوستان نے ابھی ایسی آنکھیں کہاں پیدا کی ہیں کہ مشاہدات اور محسوسات کے پس پشت کلیات و مجردات کا جلوہ دیکھہ سکیں ؟ راقم (مفتش)

(۱) شخصی معاملات ہمیشہ رد و تردید اور جواب الجواب کی پیچیدگیوں میں ملفوف ہوتے ہیں - ہم اس ضمن میں اسی مکروہ مناظرہ اور مکابرہ میں پڑنا نہیں چاہتے - اس مضمون کے لکھنے سے جو ہمارا مقصد ہے وہ ظاہر ہے - مجادلہ و مناقشہ نہیں بلکہ مشاہرہ و مظاہرہ اور اردو داں پبلک تک چند خیالات کا پہونچا دینا ہے ' اور اسی کو ہم اپنا فرض حیات سمجھتے ہیں - (منہ)

ادبیات

عرض تمنا

ہوگئیں مدتیں ہمیں، خستہ و ناتواں بنے * شب کو زمانہ ہوگیا، روز بہ حکمراں بنے
خوب تماشا کر چکے، بسمل ناز کا حضور * غیر بھی اے شہ حرم ! مورد امتحاں بنے
جنبش سوزن مژہ، آپ کی ہو جو چارہ گر * ابتری کتاب دل، دفتر لامکاں بنے
میری خموشیاں بنیں درس دہ فغاں حشر * رفعت فطرت رسا، حسرت پرفشاں بنے
ریش جبیں مرا بنے ریزش سجدۂ نیاز * میری نتادگی ترے قصر کا آستاں بنے
قلب کو چھیڑ دے وہی، سرعت نشتر جنوں * یہ جرس شکستہ پھر، نالہ کا ہمعناں بنے
پھونک ہی ڈالیں قلب کو، حسن کی جلوہ پاشیاں * آگ لگا کے برق ہی، رونق آشیاں بنے
ناخن غم سے ہو بندھا، رشتۂ ذوق بیدلی * نقش خلش سے صورت حسرت صد نشاں بنے
قلب کی شعلہ پروری، ہوکے رہے حریف برق * سعی جنوں کا حوصلہ، رفعت آسماں بنے
میرا بساط درد ہو، محرم جادۂ خلش * بزم تپش میں وسعت لذت کشتگاں بنے
ہر رگ و پے میں ڈوب جائے، شیون عرض مدعا * جنبش دست و پا مری، نالۂ استخواں بنے
اشک سے آبیاری ہے، گلشن درد منند ہو * چشم بھی خونچکاں رہے، سینہ ہو گلفشاں بنے

سینہ میں دل اسیر رہے، حجلۂ آرزو رہے
منہ سے اگر نکل پڑے، شوق کی داستاں بنے

(نیاز محمد " نیاز " فتح پوری)

از تازہ واردات حضرت اکبر

کار حرم چلے کا کیا، دیر کے التفات سے * مجھکو بچائے میرا رب ایسے تعلقات سے !
آپ بہت چھپاتے ہیں لفظوں میں اپنے دل کا رنگ * پھر بھی ٹپک رہا ہے کفر آپکی بات بات سے !

* * *

یہ کہتا نہیں میں، کہ گردوں نے ہمکو * مسلمان رہنے کا شائق نہ رکھا
مگر یہ، کہ اوضاع ملکی نے ہم کو * مسلمان رہنے کے لائق نہ رکھا

غزل

امشب این غلغلہ در کوچہ و بازار افتاد * کہ فلان می زد و بیخود شد و سرشار افتاد
سخن از صومعہ و اہل ورع چند کنی * کہ مرا کار بآن چشم قدح خوار افتاد
بسکہ غارت گر حسن تو جہان برہم زد * یوسف از خانہ بدر جست و بہ بازار افتاد
چہ عجب گر نگہ مست تو افتد بر من * بادہ بیرون فتد از جام چو سرشار افتاد
شیوۂ مہر ز خوبان نتوان داشت طمع * کہ مرا کار بہ این طائفہ بسیار افتاد
محتسب از پی و، جمعی ز حریفان بہ کمین، * (شبلیا) رندی پنہان تو دشوار افتاد

مراسلات

بحضور لامع النور اعلی حضرت همایونی شهنشاه گیتي پناه فلک بارگاه سلیمان جاه ظل الله سراج الملة والدین والي دولت خداداد افغانستان خلد الله ملکه

بعد از حمد فراوان احکم الحاکمین که تصرف هیجده هزار عالم در حیطهٔ قدرت اوست و درود نامحدود برسید کائنات خیر البشر که زبان قلم وقلم زبان قاصر از منقبت او - کمترین کنیز کان ' مادر کور بخت ڈاکٹر عبد الغني و مولوي نجف علي و محمد چراغ که سرمایهٔ حیات این مسکینه و قرة العین این عاجزه بودند و حالا در زندان کابل اسیر هستند ' بصد عجز و ادب و هزاران تضرع و الحاح گریه وزاري خود را بمسامع اجلال اعلی حضرت شهنشاهي رسانیده عارض است که از راه مراحم خسروانه فرزندان این مبتلای آلام را از حبس مخلصي عنایت فرمایند - این عاجزه نمي گوید که ایشان بے قصور هستند - خدای علام الغیوب جلة عظمته مي داند که حقیقت حال چیست " ان الله علیم بذات الصدور " آنچه این مسکینه توجه عالیه اعلی حضرت همایوني بدان منعطف کردن مي خواهد این است که حضرت حق سبحانه و تعالی چندین ذنوب صغار و کبار بندگان تقصیر پیشه را عفو می فرماید و حسانی ازان درنمي گیرد حضرات سلاطین بر صفحهٔ زمین نائبان کردگار اند : هوالذي جعلکم خلائف في الارض - لاجرم ایشان را نیز صفت عفو وصفح و رحم وکرم کار باید فرمود " والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس والله یحب المحسنین " این عاجزه را از جهت مفارقت فرزندان که لخت جگر این مسکینه اند و از مدت پنج سال درزندان محبوس اند خواب و خور حرام گشته شب و روز ذکر گریهٔ و بکا میگذرد تا بحدیکه از افراط ناله و اشکباري چشم سفید و بصارت زوال پذیرفته پیش ازین طاقت مهجوري اولاد کبد خراش ندارم - و لهذا بذریعهٔ این عرض داشت اظهار حالت زار خود نموده و اسماء پاک خدای عز و جل و رسول اکرم صلی الله علیه وسلم را وسیله آورده ملتمس مراحم خسروي هستم - توقع واثق از حضرت علیاء شهنشاهي بفحوای " ارحموا من في الارض یرحمکم من في السماء " بر حال خستهٔ این عاجزه ترحم فرموده فرزندانم را از حبس نجات عنایت خواهند فرمود - ارحم ثم ارحم یا امیر المومنین ! فانت اهل لذلک تخلقوا باخلاق الله - ان الله بالناس لرؤف رحیم - زیاده بجز ادعیهٔ ترقي عظمت و جبروت و تخلید ملک و سلطنت چه عرض نماید -

عرضداشت

عاجزه والدهٔ ڈاکٹر عبد الغني
ساکن جلال پور جٹان - ضلع گجرات (پنجاب)

الهلال کی ایجنسی

هندوستان کے تمام اردو ' بنگله ' گجراتي ' اور مرهٹي هفته وار رسالوں میں الهلال پہلا رساله هے ' جو باوجود هفته وار هونے کے ' روزانه اخبارات کي طرح بکثرت متفرق فروخت هوتا هے - اگر آپ ایک عمده اور کامیاب تجارت کے متلاشي هیں ' تو اپنے شهر کیلیے اسکے ایجنٹ بن جائیے -

کهلي چٹهي

مسلمان لیڈروں کي خدمت میں

بزرگان قوم ! السلام علی من اتبع الهدی -

جس شمع سے شبستان اسلام کي تجلي سمجهي جاتي تهي وه اب ٹمٹمانے لگي هے - اسلام یورپ میں چند دنوں کا مهمان هے اور ایشیا میں بهي اسے دیر تک اطمینان حاصل نهیں رهنے کا - همارې بربادي کے سامان آنکهوں کے سامنے صاف جهلک رهے هیں - اسپین میں زوال قرة اسلام کي داستان پهر تازه هو رهي هے - گرد و پیش کے آثار و قرائن سے مستقبل اسلام پر آپ خود مجهه سے بهتر حکم لگا سکتے هیں ' اور یه حقیقتیں آپ پر مجهه سے کهیں زیاده روشن هیں - جو هونا تها هوچکا ' اور جو کچهه هونے کو هے وه بهي معلوم هے - اب سوال یه باقي رهتا هے که مسلمانوں کو کسي غیبي امداد کے انتظار میں چپکے بیٹهے راه تکنا چاهیے ؟ اپني موجوده حالت یا جو صورت زمانه قائم کردے اس پر صابر و قانع هوجانا چاهیے ؟ یا هاتهه پاؤں مارنا چاهیے اگر گنجایش هو ؟

اس وقت کروروں مسلمان ایسے هیں جو سلطنت ترکي کے زوال کو اسلام کا زوال سمجهه کر ایمان برباد کر رهے هیں - اور ڈانواں ڈول سے هو رهے هیں - بهتیرے سهل اعتقاد اور ساده لوح مسلمان امام مهدي کے ظهور کو سر پر سمجهتے هیں - مگر در حقیقت اسلام نه سلطنت ترکي کا محتاج اور نه ایران و افغانستان کا - اسلام کا نصب العین کشور کشائي اور حکمراني نهیں هے - اس کا مقصد اصلي اشاعت توحید هے - اس راه میں اگر ملک اور سلطنتیں حائل هوں تو ان کي تسخیر و تغلیب کا مضائقه نهیں - جب هم میں دنیا طلبي پیدا هوگئي اور حکمراني کي چاٹ لگي تو مقصد اصلي کو بالاے طاق رکهه دیا - اب یه حال هے که زوال سلطنت کو عین زوال اسلام سمجهے هوئے هیں - حالانکه اسلام ایسے ایسے مفاخر سے بے نیاز هے - جب توحید کي اشاعت کي جاتي هے تو سلطنت خود بخود اس کے جلو میں همرکاب هوتي هے - اور اسلام کو اسکي نه خبر هوتي هے نه پروا - اشاعت توحید کي راه میں کوئي طاقت آج حائل نهیں - آپ کو اب اس مقصد کے لیے کشور کشائي کي ضرورت نهیں - آپ آج ٹهیٹه اور سادے مسلمان بن جائیں - شعائر اسلام اختیار کرلیں - اور اشاعت توحید کے لیے همه تن مستعد هو جائیں تو آج مسلمانوں کي ساري کمزوریاں دفع هوجائیں -

آپ خوب جانتے هیں که کسي قوم کے عروج کے لیے اخوت اور اتحاد باهمي سب سے قوي عنصر هیں - آپ اپني تحریروں اور لکچروں میں اسي کا رونا روتے رهتے هیں مگر آپ کو یه نهیں معلوم که انهیں مقاصد اور ایسے ایسے سیکڑوں شخصي اور قومي مفاد کیلیے نماز فرض کي گئي هے - مگر کون نماز ؟ کبهي کبهي گهر میں چار ٹکریں لگا لینے والي هرگز نهیں - آپ پانچ وقت وضو کرکے مسجد میں تشریف لائیں ' غریب ' مسکین ' مسافر ' بیمار ' مسلمان بهائیوں کے دوش بدوش کهڑے هوکر نماز پڑهیں - اور اقوام عالم کو دکها دیں که مسلمانوں کے خدا کے گهر میں ایک هائي کورٹ کا جج ' اور ایک پنکها کهینچنے والا قلي - ایک کانسل کا ممبر ' اور مکتب خانه کا میانجي - ایک سید اور ایک بهنگي ' سب ایک هیں - آپ جمعه کے روز جامع مسجد میں آکر نماز پڑهنا اپنے اوپر لازم کرلیں "

اس طرح آپ عام مسلمانوں کي محبت ' تعظیم ' اور اعتماد ' خرید سکتے هیں - اتحاد و اخوت بے وعظ و پند پیدا کرسکتے هیں اور دنیا کو اسلام کي تعلیم مساوات کا تماشا دکھا سکتے هیں - پھر آپ دیکھہ لیں کہ خدا کا وعدہ جھوٹ نہیں - هم مسلمان تو صرف کہنے کو هیں - ملے توحید کي لذت سے بیخبر هیں - اگر ایک جرعہ همارے حلق سے فرو هوجاے' تو هم صاف دیکھہ لیں کہ بخت و اقبال هماري خوشامد کرتے هیں - پیچھے پیچھے چلے آتے هیں اور هم پروا نہیں کرتے - کاش همیں اس لذت کا کچھہ بھي حس هوتا' جس نے بلال حبشي کو جلتے هوئے پتھر پر ننگے بدن لٹایا ' جان دینے پر آمادہ کیا ' مگر کلمۂ توحید سے توبہ کیسي' ایک دم کے لیے چپ رکھنا بھي گوارا نہ کیا -

حضرات ! یہ همارے اصلي نقص هیں اور یہي مقام ضعف ہے' اسي کي تقویت درکار ہے - پھر آپ کو یہ منصب حاصل هوگا کہ مشرکوں میں توحید کي اشاعت کریں اور خدا کی مرضي کو پورا کریں - آپ غریبوں اور اُن مسلمان بھائیوں کو جنہیں اپني زبان میں طبقۂ ادنی کہتے هیں' اپنے طمطراق' اپني بد دماغي ' اور کبر سے مرعوب نہ بنالیں' آپ داد خواهوں کے روکنے کے لیے اپني کوٹھیوں پر پیادے تعینات نہ کریں - آپ وہ چال اور وضع اختیار نہ کریں جن سے غربا ادب سے ملتے هوئے ڈریں اور هچکچائیں - آپ عہد خلافت کي سادگیوں کو یاد رکھیں جب ایک غلام عین خطبہ کے وقت حضرت عمر کا دامن پکڑکر کہتا تھا " حضرت پہلے آپ اس بات کا جواب دے لیجیے پھر آگے بڑھیے - یہ چادریں جو خراج میں آئي تھیں' سب کے حصہ میں ایک هي ایک پڑي تھیں - آپ اس قدر بلند قامت هیں - اس ایک چادر سے عبا کیونکر بنالي ؟ " حضرت عمر نہایت ٹھنڈے دل سے فرماتے هیں : " بڑے بیٹے نے اپنے حصہ کی چادر مجھے دیدي ہے اور اُسي کو ملاکر یہ عبا بنالي ہے " تب اُس غلام نے دامن چھوڑ کر کہا : " میں مطمئن هوگیا اب آپ اپنا کام کریں - "

ایک دفعہ حضرت عمر خطبہ کے وقت قوم سے پوچھتے هیں : " اگر میں راہ حق سے الگ جاؤں تو تم میرا کیا کرسکتے هو" ؟ ایک شخص آگے بڑھکر کہتا ہے : " کوڑوں سے سیدھا کردونگا " آپ خوش هوکر فرماتے هیں : " میں اسي جواب کا خواهاں تھا - جب تک مسلمانوں میں ایسے آزاد خیال لوگ موجود هیں' همیں کوئي ڈر نہیں " اب تو آپ لوگ ایسي باتوں کا نام وحشت رکھینگے مگر یہ اُس شخص کے واقعات زندگي هیں' جس کے عہد میں اسلام کو سب سے زیادہ عروج هوا -

هم کو نام بنام پکار پکار کر کہنے میں کوئي خوف اور تامل نہیں - جب تک هم مسٹر مظہر الحق - مولوي فخر الدین - مولوي عبد المجید - راجہ صاحب محمود آباد - صاحبزادہ آفتاب احمد خان - مسٹر محمد علي - میاں محمد شفیع - مسٹر غزنوي وغیرهم اور تمام مدعیان لیڈري و دردمندان اسلام کو جو قوم کے وکیل کہلانا چاهتے هیں اور تقریر و تحریر میں بڑي بڑي باتیں کہتے هیں ' اور اسلام کا نوحہ پڑھا کرتے هیں ' پانچوں وقت مسجد میں نہ دیکھیں گے ' هم نہ انکے کسي قول کي وقعت کرینگے نہ انکو اپنا وکیل گردانینگے -

امید ہے کہ تمام اسلامي پریس هماري یہ عرضداشت شائع کرکے تمام لیڈروں کے کان تک پہنچادینگے - کیونکہ یہ کوئي معمولي اپیل نہیں - اسي پر هماري آیندہ زندگي کا - دار و مدار ہے -

آپ کا خادم - محمد مسلم عظیم آبادي

انجمن هلال احمر

—:•:—

قسطنطنیہ

— * —

جناب من -

کچھہ عرصہ هوا یہاں کسي ذریعہ سے یہ افواہ مشہور هوئي تھی ' کہ انجمن هلال احمر قسطنطنیہ سے سلطنت عثمانیہ کو کوئی تعلق نہیں ہے - اور یہ انجمن عیسائیوں کے هاتھہ میں ہے - چونکہ اوسکي وجہ سے اس کار خیر یعني تحصیل چندہ امداد مجروحین ترکي کو مضرت کا اندیشہ تھا لہذا بنظر رفع غلط فہمي میں نے هز ایکسیلنسي جناب جعفر بے عثماني کونسل جنرل بمبئي سے اسبارہ میں استصواب کیا - جسکے جواب مورخہ ۱۸ فروري سنہ ۱۹۱۳ ع کا ترجمہ بغرض اطلاع عام درج ذیل ہے امید ہے کہ اسکو اپنے اخبار میں شائع فرماکر جناب ممنون فرمائینگے :—

" ڈیر سر - آپکي چٹھي کے جواب میں میں آپ کو اطلاع دیتا هوں - کہ عثماني انجمن هلال احمر سلطنت عثمانیہ کے حکم اور مخصوص ارادۂ سلطاني کے ذریعہ سے قایم ہے - اوسکے منتظم ممبروں کو انجمن کے ممبر منتخب کرتے هیں - اور کل منتظم ممبر مسلمان هیں - لہذا جو خبر آپ کو ملي ہے وہ غلط ہے " -

دستخط جعفر بے ...

نیاز مند - قمر شاهجہان

الہلال

یہ خیال بالکل بے سروپا ہے کہ انجمن هلال احمر قسطنطنیہ کے ممبر عیسائي هیں اور تعجب ہے کہ کن لوگوں نے اس کذب آفریني میں حصہ لیا ؟ البتہ یہ صحیح نہیں کہ وہ کوئي سرکاري انجمن ہے - اسکا قیام یقیناً سنہ ۱۸۸۸ - میں ارادۂ سلطانی کے ذریعہ سے هوا اور اب بھي سلطان وقت اسکا پیٹرن هوتا ہے' مگر انجمن غیر سرکاري ' اور حکومت کا تعلق اعزازي ہے -

---

جلسہ سالانہ اهل حدیث کانفرنس

منعقدہ امرتسر

خدا کے فضل و کرم سے اهلحدیث کانفرنس کا دوسرا سالانہ جلسہ امرتسر میں بتاریخ ۱۴ - ۱۵ - ۱۶ - مارچ سنہ ۱۹۱۳ ع - بعد نماز جمعہ شروع هوکر اتوار اور سوموار کي درمیانی رات کے ایک بجے تک رها - جلسہ کی شان و شوکت غیر معمولي تھي - معزز مہمانوں کي خاطر و مدارات میں حتی الامکان نہایت تن دهي سے کام لیا گیا - حاضرین کي تعداد هر اجلاس میں اندازہ سے زیادہ هوتي تھي - علماء کرام دور دراز مقامات سے تشریف فرما تھے - قابل واعظین کي پند و نصائح ' مقررین کي مؤثر تقریریں' حاضرین کے دلوں کو مسخر کر رهي تھیں - ایک جلسہ کے بعد دوسرے جلسہ میں حاضرین کا اشتیاق افزوں دکھائي دیتا تھا - یہانتک کہ رات کے بارہ بجے سے بعد تک بھي وعظ هوتا رهتا تھا - اور لوگ ابھي متملي نظر آتے تھے کہ اور بھي هو - غرض جلسہ نہایت کامیابي سے هوا - اور آیندہ سال کیلیے معززین پشاور کي طرف سے کانفرنس کو سالانہ جلسہ کیلیے دعوت دي گئي - کانفرنس کیلیے چندہ کی مقدار بھي بحمد اللہ اچھي تعداد تک پہونچگئي - مفصل حالات اخبار اهلحدیث امرتسر یا شائع هونے والي رپورٹ میں ملینگے -

ابو الوفا ء ثناء اللہ (سکریٹري کانفرنس)

عالم اسلامی

اور

اعانۃ دولۃ علیہ

— * —

بالفعل ترکی کے مصائب و محن روز افزوں ہو رہے ہیں جو بالقوہ تمام مسلمانان عالم کے مصائب و محن کا مقدمہ ہے - فی الواقع یہ زمانہ مسلمانوں کے لیے قیامت صغری ہے - حالات مذکورہ کے تدارک کے لیے مسلمانوں کی کوشش جاری ہے خداوند تعالی انکے مجاہدات اور مساعی مشکور فرمالے - اگرچہ اسدارہ میں مختلف تدبیرات اور انتظامات عمل میں آرہے ہیں اور انکا نتیجہ کم و بیش ظاہر ہو رہا ہے مگر ایک امر' جو بظاہر نتیجہ خیز ہو سکتا ہے ' غالباً اسکی جانب ہنوز توجہ و اعتنا نہیں کی گئی ہے وہ امر یہ ہے - کہ بہت سے قطعات دنیا میں مسلمان کثرت سے آباد ہیں - علاوہ مصر و ہندوستان کے جہاں بہت سرگرمی کے ساتھہ اعانت ترکی کا سلسلہ جاری ہے بلاد چین و جاوہ و ممالک روس و ترکستان وغیرہ میں کثرت سے مسلمان آباد ہیں اور بعض ان مقامات بلکہ اکثر مقامات میں مسلمانوں کی مالی حالت بہی عمدہ ہے اور ان میں ہمت اور حمیت بہی سنی جاتی ہے مگر اس آشوب کے زمانہ میں مسلمانان مذکورہ کے جانب سے ترکی کے اعانت کے بارہ میں کوئی صدا سماعت میں نہیں آتی ہے - ظاہراً اسکی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ممالک مذکورہ میں بوجہ فقدان وسایل اخبار و خبر رسانی یہ جمود و سکوت پیدا ہو رہا ہے ' وگرنہ غالباً عمدہ نتائج پیدا ہوتے - پس مناسب معلوم ہوتا ہے ' انجمن ہلال احمر کے سلسلہ سے وہاں ایسے وفود بہیجے جائیں کہ جو قابل افراد پر مشتمل ہوں اور وہاں کے اہل اسلام سکان کی توجہ اعانت ترکی کی جانب برانگیختہ کریں - خواہ وہ اعانت بصورت چندہ ہو یا بشکل قرضہ ہو' میرے خیال میں ایسی کوشش بہت ہی مفید اور کارگر ثابت ہوگی خصوصاً قرضہ جات کے بارہ میں بہت زیادہ کامیابی کی امید ہے - اسلیے کہ ممالک مذکورہ میں مسلمان عموماً تجارت پیشہ ہیں لہذا خصوصاً انکو معاملہ قرضہ میں بہت دلچسپی ہوگی - ایسی استعانت کی کوشش ہماری گورنمنٹ کے منشاء کے خلاف بہی نہوگی بلکہ امید کیجاتی ہے کہ گورنمنٹ انگریزی کی کانسلہاے متعینہ ممالک مذکورہ اس کام میں ہماری مدد بہی کرینگے - (حکیم بشیر الدین احمد وارد جہانگیر آباد)

الہلال

جاوہ ' ترکستان ' اور بعض بلاد روس سے جنگ طرابلس اور بلقان کے زمانے میں سلطنت عثمانیہ کو برابر امداد پہنچتی رہی ہے ' اور اسکا تذکرہ اخبارات تک بہی پہنچا ہے - جنگ طرابلس کے زمانے میں ایک مشہور روسی مسلمان محمد حسین نامی نے نو لاکہہ روپیہ سے براہ راست غازی انور بے کی اعانت کی تہی ' اور اسی زمانے میں الہلال نے اسکی تصویر شائع کی تہی -

جاوہ میں نہایت جابرانہ حکومت ہے - مجہے اسمیں شک ہے کہ بآسانی وہاں چندہ ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

البتہ مسلمانان چین کی نسبت کچہہ معلوم نہیں' بہرحال اب وقت صرف فراہمی چندے میں اپنے تمام قواے عملیہ کو صرف کرنے کا نہیں رہا - ضرورت ہے کہ آیندہ کے تحفظ کیلیے کوئی راہ اختیار کی جاے -

---

اسلام کے عظیم الشان

معبد میں جامعہ اسلامیہ (یونیورسٹی)

کی

تجویز اور اسکی تائید

—:○✲○:—

۱۵ - اپریل سنہ ۱۹۱۳ کے روزانہ زمیندار میں شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی کیطرف سے ایک آرٹیکل شایع ہوا ہے - جسمیں علامہ موصوف نے مسلمانوں کی موجودہ حالت کا اندازہ فرماتے ہوے دردمند دل سے یہ مبارک تجویز پیش کی ہے کہ مکہ معظمہ میں ایک جامعہ اسلامیہ قائم کیجاے جسمیں تمام مذہبی اور علمی (جن میں علوم جدیدہ بہی شامل ہیں) علوم کی اعلی درجہ کی تعلیم ہو - محترم ناظرین ! یہ وہ آواز ہے جسپر نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام دنیا کے مسلمانوں کو صداے لبیک بلند کرنا ضروری اور خیر مقدم واجب ہے کیونکہ جب اسلامی پبلک کو اس واجب التکریم اور عظیم الشان معبد سے وہی تعلق اور کشش ہے جو کاہ و گاہ دیکہی جاتی ہے تو اس اعلی مقصد کیلیے مکہ معظمہ سے بہتر کوئی اور مقام موزوں نہیں ہو سکتا -

لیکن ایسی یونیورسٹی قائم ہونے میں جہاں یہ دقت ہے کہ ترکی گورنمنٹ مشکل سے اجازت دیگی - یہ بہی دقت ہے کہ عرب کے دیندار قبائل ایسی یونیورسٹی کیطرف بمشکل متوجہ ہونگے - بلکہ اکثر قبائل اس روشن خیالی کو نفرت کی نگاہ سے دیکہینگے اور دہریت کا پیش خیمہ سمجہکر مانوس نہ ہونگے اور الفت نہ رکہینگے -

میرے خیال میں دونوں دقتیں رفع ہونیکی سہل صورت یہ ہے کہ مدرسہ صولتیہ کو ترقی دیکر ایک مکمل اسلامی یونیورسٹی اور عظیم الشان دار العلوم بنایا جاے -

صولتیہ وہ مدرسہ ہے' جو ۳۸ - سال سے مرکز اسلام میں قائم ہے اور جسکا سنگ بنیاد ایک مرد خدا ' نیک سیرت بزرگ ' دور اندیش (فاضل ہند مولانا رحمت اللہ صاحب مرحوم) نے ہندوستان کو خیرباد کہکر' حرم محترم میں بڑی اولو العزمی اور جوش کے ساتھ سنہ ۱۲۹۲ ھجری میں اس ارادہ سے رکہا کہ اس کے ذریعہ علوم ربانی کی اشاعت صحیح اصول اور اعلے پیمانہ پر جاری ہو -

مدرسہ نے اپنے بانی کی نیک نیتی اور خلوص سے بتدریج اتنی ترقی کی کہ وہ جامعہ اسلامیہ بننا چاہتا ہے - خود اسکے مہتمم مولانا محمد سعید صاحب سنہ ۱۳۲۹ ھجری کی روداد میں تحریر فرماچکے ہیں کہ مدرسہ صولتیہ کے شاندار مستقبل کیلئے مسلمانونکو اپنی متفقہ کوشش سے کام لینا چاہیے اور جسطرح مسلم یونیورسٹی علیگڈہ کیلئے تمام ملک میں ایک عام تحریک اور جوش پیدا کیا گیا تہا اسیطرح ایک مذہبی دار العلوم خاص مرکز اسلام میں قائم کرنیکا ولولہ اور خیال پیدا کیا جاوے -

مسلمانوں کو اگر اپنا مذہب عزیز ہے اور وہ اپنی حالت سنبہالنا چاہتے ہیں تو وہ اسوقت اور اس موقعہ کو غنیمت سمجہیں اور یاد رکہیں کہ جس اصلاح کی بنیاد مذہب کے اعظم ترین مقدس مقام پر رکہی جاویگی اسکا اثر تمام اسلامی دنیا پر پڑیگا ' اس اصول پر کاربند ہو جاؤ کہ جڑ کو سرسبز رکہنے سے شاخیں ہمیشہ تروتازہ اور بار آور رہ سکتی ہیں -

دعــوت الهــلال

کي اشــاعت عمــومي

— ⁕ —

محترم ملت! بارک الله فی صحتکم و عافیتکم -

السلام علیکم - بھوپال میں اکثر جگہ رسالہ الہلال آتا ہے - جسکے دیکھنے کا شرف مجھکو بھي ایک دوست کی وساطت سے حاصل ہے - الہلال میں جو خوبیاں ہیں اور جس پالیسي کو آپ اختیار کیے ہوئے ہیں ' اوس کي مدح و ثنا تکلف محض ہے - صرف یہ کہدینا کافی ہے کہ الہلال اردو رسالوں میں بوجوہ عدیم النظیر ہے -

لیکن ساتھہ ہي میرے نقطۂ خیال سے اس رسالہ کي اشاعت سیاسی - تمدني - اور ملي اعتبار سے عامہ خلایق میں ہونا ضروري بلکہ لازمي ہے - جب تک عام لوگ اثر پذیر نہ ہونگے ' اصلاح بعید اور سعي غیر مشکور رہیگي -

قیمت کي زیادتي اس کي اشاعت کا عوام و خواص کے درمیان ایک حجاب حاجز ہے -

قلیل البضاعت معاشر اسلام مطالعہ سے محروم ہیں - اگرچہ ان کے ملي جذبات افراد مخصوصہ سے کہیں زاید اور بکار آمد ہیں - مگر کم مایگي ان کو اس ہادي طریق مستقیم تک پہونچنے میں سنگ راہ ہے - پس اس جانب آپ کو اپني خاص توجہ منعطف فرمانے کي خاص ضرورت ہے -

مناسب ہوگا کہ زینت طبع کے لحاظ سے دو قسم کے رسالہ شایع کیے جائیں: اعلی اور ادنی - اعلی پیمانہ کے رسالہ کو (جو آج کل شایع ہوتا ہے) انہي لوگوں کے لیے خاص کردیا جاے جو معنوي خوبیوں کے ساتھہ صوري محاسن کو بھي پسند کرکے خواہش کریں - اور معمولی کاغذ کے غیر مصور رسالہ کو غربا اور عوام کے لیے مخصوص کردیا جاے -

مہرباني فرماکر اس راے ناقص میں الہلال کے ناظرین سے استصواب فرما لیجئے - اوس کے بعد آپ کي اور ناظرین الہلال کي آراء عالیہ کا انکشاف اور اس جدید طرز عمل کي پسندیدگي اور انتظامات حدیثہ کے متعلق اس ہلال کي روشني سے ' جو بدر کامل ہوکر چمکنے والا ہے ' عامہ خلائق کو مستفیض فرمالیے -

خیر اندیش محمد مستقیم الدین

آدیٹر دفتر محاسبي - بھوپال

فهـــرست

زر اعانـــۂ دولت علیۂ اسلامیـــہ

—:⁂:—

(۲۰)

ان الله اشتري من المومنین انفسہم و اموالہم ' بان لہم الجنه

	پائي	آنہ	روپیہ
بذریعہ یوسف حسن خانصاحب جبور	-	-	۱۲۰
به تفصیل ذیل :—			
مولوي معشوق علي صاحب	-	-	۷
حسن علي خانصاحب	-	-	۱
ب بیگم صاحبہ	-	۱	۱۵
والدہ منشي یعقوب علي صاحب	-	-	۳
مقبول صاحب	-	۵	۱
داؤد	-	-	۱۵
دختر معشوق علیصاحب	-	-	۲
مرزا ہادي یار بیگ صاحب	-	۲	۱
مرزا اختر یار بیگ صاحب	-	-	۳
والدہ منشي یوسف علیصاحب	-	-	۱
منشي یوسف علیصاحب انسپکٹر	-	-	۵
شیخ کلو	-	-	۳
امیرا بدو	-	۱	-
مسماۃ بدو	۶	-	-
والدہ میر فراز الدین صاحب	-	۲	۹
منشي محمد عاشق علیصاحب	-	-	۹
حرانی	-	۱۱	۷
... صاحب نور دانی	-	-	۱
قاري نور الدین صاحب	-	-	۱
قاري عبد الصمد صاحب	-	۸	-
عبدالعزیز صاحب تمپو در	-	۸	-
وحید الدین خانصاحب افسر	-	-	۵
ایک مسافر	-	-	۱
خدا بخش نارچي	-	-	۱
شیخ عبد الحق صاحب	-	۳	۲
مرزا عبد العلي صاحب	-	-	۱
سید مراد بخش صاحب	-	-	۱
شیخ عبد الحق صاحب افسر	-	۳	۵
شیخ شمس الدین صاحب افسر	-	۳	
صاحبزادہ جناب سید محمد ادریس صاحب	-	۱۰	۱۵
نبي دادا خان صاحب	-	۲	
مولا بخش صاحب	-	۸	۱
حبي ارکر	-	۴	۱
ان اور	۶	-	-

	پائي	آنہ	روپیہ
ایم - مراد خانصاحب - امیر - نانپور	۹	۸	۷۱
به تفصیل ذیل :—			
عطار مسافر	-	-	۲
منگل دیوان	-	-	۵
محبت شاہ	-	۸	-
کریم خان	-	-	۱
سید قاسم	-	-	۱
محمد اسحاق	-	-	۲
نواب بادیخان	-	-	۳
نواب سردار خان	-	-	۱
شیخ رسول	-	۸	-
سید بابا رنگریز	-	۳	-
نواب بہادر خان اول	-	-	۲
نواب بہادر خان ثاني	-	۴	۱
نواب داؤد خان	-	-	۲
حوالي	-	-	۱
نواب مستي علي خان	-	-	۱
نواب نوار خان	-	-	۳
شیخ وزیر عطار	-	-	۵
گلاب خان پنجابي	-	-	۱
شیخ لطف قصاب	-	-	۲
یعقوب شاہ فقیر	-	-	۱
امیرن بي	-	۲	-

نام	پائی	آنه	روپیه
شیخ گھوڑو قصاب	-	-	٥
چاند دیوان	-	-	۳
عبد الرحیم عطر فروش	-	۸	-
محمد شاباش	-	-	۲
شیخ بدو عرف ملک حي	-	-	۱
امیر خان	-	-	۱
بدو شاہ فقیر	-	۴	-
شیخ محمود مہاور	-	-	۴
نواب محمد خان	-	-	٥
رمضان دیوان	-	۹	-
وزیر خان	-	-	۳
سکندر قاضي	-	۴	-
میدو بي (بیوہ) پنجھارني	-	-	۱
تاج محمد قصاب	-	-	۲
غفور خان	-	۱	-
محمد اسحاق	-	۱	-
انو شاہ فقیر	-	۲	-
امیر شاہ فقیر	-	۲	-
لالا میاں	-	-	۲
شیخ وہاب	-	-	۱
عثمان خاں	-	-	۱
شیخ چھوٹو	-	-	۱
امیر شاہ	-	۸	-
شیخ نعمو قصاب	-	-	۱
محمد مراد حسن ہیڈ ماسٹر (ایلچپوري)	-	-	۱
قاضي عبد العزیز	۳	٥	-
مني آرڈر خرچ	٦	۱۲	-

نام	پائی	آنه	روپیه
محمد قاسم صاحب مختار	-	-	۳
معین الدین احمد صاحب قدوائي بدري رکھاپور	-	۱۲	۴
احمد سعید صاحب - افضل گڈہ بجنور	-	-	٥۲

به تفصیل ذیل :—

نام	پائی	آنه	روپیه
پنچایت چھاپه گران مانیاوالا	۳	۱۱	۲۰
چھوٹے جھوجه	-	-	۱
قیمت کھال قرباني از شیخ نبي و حسین بخش	-	-	۹
قیمت کھال قرباني از فیض محمد و ملا حسن بخش	-	۴	٦
قیمت کھال شیخ نبي و حسین بخش	-	۸	٥
کریم الله جھوجه	-	۲	-
الله دیا	-	۴	-
نبي بخش	-	۴	-
غلي	-	۲	-
مرکھا گھوسي	-	-	۱
بھوري	-	۴	-
محب الله جھوجه	-	٦	-
نیاز الله مستري	-	۴	-
غلام نبي	-	۴	-
علي بخش دوکاندار	-	۸	-
چھجو دهلوي	-	۸	-
عبد الله دهلوي	-	-	۱
مولی بخش درزي	-	۲	-
منشي نصیر الدین	-	-	۱
چھجن خان علمدار	-	-	۱
منشي عزیز الحق	-	-	۱

نام	پائی	آنه	روپیه
محمد ظہور	-	-	۱
جاني میاں	-	٦	-
رحمت الله ولد کریم الله	-	-	۱

نام	پائی	آنه	روپیه
محمد میاض خانصاحب - دهامپور - بجنور	-	-	۲٥
امام حسن - بہویه - مظفرنگر	۹	۱۰	۳۹
ایک بزرگ از امروهه بذریعه استامپ	٦	٥	-
نواب ان - بي - اچھن خانصاحب - از کالی ترهما	-	-	۲۰
مولوي شفیع الله صاحب آره	-	-	٥

نام	پائی	آنه	روپیه
محمد امیر الدین ابو طفر صاحب دهاروي بمبئي	-	-	۲٥
حکیم عبد الرزاق صاحب صادقپوري	-	-	۱۳

اشتہــــار

زیر دفعـــه ۸۲ ضابطـــه دیواني

بعدالت جناب منصف صاحب درجه دوم مقام ڈیرا اسماعیل خاں

ٹھاکر رام ولد پوکھا داس ذات کھانچور سکنه تحصیل کلاچي - مدعي بنام پہلوان رشادي وادان سلطان نا بالغان مدعا علیه مقدمه مسمات جنائي والده خود سکنه صوبر از کنڈل دیہه نمبر ۳ - دعوے ضلع حیدرآباد بعدالة جہان خاں پنشنر دفعدار -

مقدمه مندرجه صدر ے مسمی پہلوان رشادي وادان سلطان نا بالغان بر برهي -

مدعا علیه مسمات جنائي والده خود سکنه صوبر از کنڈل دیہه نمبر ۳ دیده دانسته تعمیل سمن ے روپوش پهرتا ہے اسلئے بذریعه اجراء اشتہار هذا مشتہر کیا جاتا ہے که اگر مدعا علیه مذکور نے بتاریخ پیشي ۳ - مي سنه ۱۹۱۳ حاضر عدالت هذا هوکر جوابدهي مقدمه کي نکي تو اوسکي نسبت کار روائي یکطرفه عمل میں آویگي -

آج بتاریخ ۱۹ اپریل هماري دستخط اور مہر عدالت ے جاري کیا گیا "

اشتہــــار

زیر دفعه ۸۲ ضابطه دیواني

بعدالت جناب منصف صاحب درجه دوم مقام ڈیرہ اسماعیل خاں

ٹھاکر رام ولد پوکھا داس ذات کھانچور سکنه تحصیل کلانچي - مدعي بنام جہان خاں ولد موسی خاں - مدعا علیه ذات سمرو سکنه صوبر از کنڈل دیہه نمبر ۳ ضلع حیدرآباد سنده دفعدار پنشنر دعوے ۹۴ بروے تمسک

مقدمه مندرجه صدر ے مسمي جہان خاں ولد موسی خاں ذات سمرا سکنه جوره کنڈل دیہه نمبر ۳ ضلع حیدرآباد سنده -

مدعا علیه دیده دانسته تعمیل سمن ے روپوش پهرتا ہے اسلیے بذریعه اجراے اشتہار هذا مشتہر کیا جاتا ہے که اگر مدعا علیه مذکورے بتاریخ پیشي ۳ - مئي سنه ۱۹۱۳ حاضر عدالت هذا هوکر جوابدهي مقدمه کي نکي - تو اوسکي نسبت کارروائي یکطرفه عمل میں آویگي -

آج بتاریخ ۱۹ - اپریل هماري دستخط اور مہر عدالت ے جاري کیا گیا " -

PRINTED & PUBLISHED BY A. K. AZAD, AT THE HILAL ELECTRICAL PRTG. PBLG. HOUSE, 7/1 McLEOD STREET, CALCUTTA.

ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

AL-HILAL

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad.

7-1 McLeod street,

CALCUTTA.

Telegraphic Address.

"AL - HILAL"

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly " " 4 - 12.

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

مدیر مسئول و محرر خصوصی
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
۷ - ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

عنوان تلغراف
«الہلال»

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

نمبر ۱۸ — کلکتہ: چہار شنبہ ۲۹ جمادی الاولی ۱۳۳۱ ہجری — جلد ۲

Calcutta : Wednesday, May 7, 1913.

فہرس

تصاویر

شذرات

شمس العلما مولانا شبلي نعماني
اور
مسئلۂ " الندوہ "
(۳)

گذشتہ نمبر کا خلاصۂ تحریر ' امید ہے کہ قارئین الہلال کے ذہن میں محفوظ ہوگا - اس عرصے میں بکثرت خطوط ادارۂ الہلال میں پہنچے ' اور انکا سلسلہ برابر جاري ہے - ان خطوط کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ الحمد للہ ملک میں ارباب فہم و ادراک ' اور صاحبان عقل و بصیرت کي ایک جماعت موجود ہے ' جو ہر آواز کو اسکي اصلي جگہہ دینے کي پوري استعداد رکھتي ہے ' اور اگر حقیقت کھولکر سامنے رکھدي جاے ' تو اسکے استقبال کیلیے طیار ہے - ان خطوط میں اس عاجز کي نسبت جس حسن ظن کو ساتھہ کا اظہار کیا گیا ہے ' اسکے لیے حق تعالے کا شکر گذار ہے ' اور مستدعي ہے کہ اسکے لیے استقامت و معیۃ حق و صداقت کي توفیق بخشي کی دعا فرمالیں ' کہ اصل مقصود و مطلوب یہي ہے ' و باقي ہمہ ہیچ !

ان خطوط میں سخت اصرار کیا گیا ہے کہ انہیں بجنسہ شائع کردیا جاے ' لیکن میں بادب خواستگار معافي ہوں کہ اول تو الہلال کي گنجایش محدود ' پھر زیادہ اہم مقصد بالفعل پیش نظر ' اسلیے سردست انکي اشاعت سے معذور ہوں - الا بعض اشد ضروري مکاتیب کہ انکي اشاعت ناگزیر و مفید مانی ہو -

* * *

بسلسلۂ اشاعت گذشتہ اس واقعہ کے چند پہلو اور باقي رہگئے ہیں :

(۱) مضامین میں دیگر جزئی حالات جو بیان کیے گئے ہیں' وہ بھی صحیح ہیں یا نہیں ؟

(۲) جبکہ مولوی عبد الکریم صاحب کی نسبت ایک یا دو ہفتے کی معطلی کا فیصلہ جلسۂ انتظامیہ نے منسوخ کر دیا تھا تو یہ چھہ ماہ کی سزا پھر کیوں بخوشی و خرمی ' بغیر کسی انکار و عذر کے دیدی گئی ؟ جن لوگوں نے مولانا شبلی کے تجبر و اکراہ عالم تقیۂ و نفاق میں سزا دلوائی تھی' وہ تو اب آزاد تھے' اور سزا کی منسوخی اسپر شاہد ہے کہ اب مولانا شبلی کا تسلط و استبداد باقی نہیں رہا تھا - حتی کہ انہیں معافی مانگنے کیلیے کہا گیا تھا - پھر یہ کیونکر ہوا کہ بیچارے مولوی عبد الکریم کو گرگ تسلط کے منہ سے نکالکر تیغ قصاب کے پنجے میں ڈالدیا گیا' اور چند یوم کی سزا کی جگہہ نصف سال کی دفعہ لگا دی ؟

کیا ڈپٹی کمشنر صاحب نے خود اسکی اطلاع دی' یا بعض لوگ اس بارے میں خود ہی انکے پاس دوڑے ہوے گئے اور اس سزا و عقوبت تعزیری کا ہدیۂ مبارک ' فقیہ دار العلوم کیلیے اپنے ساتھہ لاے ؟ اگر گئے تو وہ کون لوگ تھے ؟

(۳) جبکہ خود ارکان ندوہ کی قرار دی ہوئی سزا کو منسوخ کر دیا گیا ' حالانکہ وہ مدرسہ کا اندرونی معاملہ تھا ' تو پھر اب محض ڈپٹی کمشنر صاحب کے احکام مستبدہ سے چھہ ماہ کی سزا دینا ' کیا معنی رکھتا ہے ؟ کیا یہ کہ مولوی عبد الکریم صاحب کو ایک ہفتے کی خود اپنی دی ہوئی سزا سے بچاکر' چھہ ماہ کی سرکاری سزا دلا دی جاے ؟

مجھکو جو اطلاع اس بارے میں مراسلۂ علی گڈہ سے ملی ہے ' اور جسکی تصدیق خواجہ رشید الدین صاحب رئیس اکھنو کی مراسلت سے ہوتی ہے (جو اس ہفتے درج رسالہ کی گئی ہے ' اور جسکی نسبت میں اپنی راے آخر مراسلہ میں ظاہر کرونگا) اور جو اُس وقت تک صحیح اور معتبر سمجھی جاے گی ' جب تک کہ ارکان ندوہ ' اور شرکاء کار اسکی کوئی باقاعدہ تغلیط نہ کریں ' وہ حسب ذیل ہے :

مجلس ارکان خمسۂ اولی کے بعد اس کارروائی کی مولانا عبد الحی نے تمام ارکان کو حسب قاعدہ اطلاع دی ' اور ۹ - مارچ کو مجلس انتظامیہ کا جلسہ منعقد ہوا -

اسمیں بعد مباحثہ و تحریک و ترمیم و مخالفت' بالاخر یہ طے پایا کہ " جو کارروائی پانچ حضرات کی مجلس نے' نیز معتمد دار العلوم نے کی تھی ' وہ کالعدم سمجھی جاے "

اس کارروائی کا یہ نتیجہ ہوا کہ اسی جلسہ میں منشی احتشام علی ' مولانا سید عبد الحی ' اور مولانا حبیب الرحمن صاحب شروانی ندوہ کے عہدے اور ممبری سے مستعفی ہوگئے -

اب سوال یہ ہے کہ جو مضامین اس معاملے کی نسبت لکھے گئے' ان میں یہ تذکرہ کیوں حذف کر دیا گیا ؟

منشی اعجاز علی جنہوں نے اس بارے میں مضمون لکھا ہے ' منشی احتشام علی کے بھائی ہیں ' یا شاید کوئی اور تعلق ہے مگر قریبی عزیز ضرور ہیں - تعجب ہے کہ وہ اپنے گھر کے ایک واقعہ پر روشنی ڈالنے سے کیوں قاصر رہے ؟

اگر یہ تمام کارروائی جو مولوی عبد الکریم کے ساتھہ کی گئی' صرف مولانا شبلی ہی کے تسلط کا نتیجہ تھی ' اور منشی احتشام علی ' مولوی سید عبد الحی ' اور مولوی عبد الباری صاحب محض بالجبر شریک ہوگئے تھے ' تو سوال یہ ہے کہ منسوخی کے بعد منشی احتشام علی اور مولانا عبد الحی کو کیوں اسقدر صدمۂ شدید پہنچا' کہ اعتراض و مخالفت ہی نہیں ' بلکہ ندوہ کی ممبری ہی سے مستعفی ہوگئے ' اور ایک ایسی جماعت سے رسم و راہ رکھنا بھی انہیں گوارا نہوا ' جو مولوی عبد الکریم مصنف مضمون جہاد کی سزا کو منسوخ کردے ؟

یہ امر صاف ظاہر کر رہا ہے کہ اس واقعہ سے ان تمام حضرات کو کس درجہ تعلق تھا - کیونکہ اگر تعلق نہوتا ' تو پھر اظہار و منسوخی کے بعد مستعفی کیوں ہو جاتے ؟

البتہ مولانا حبیب الرحمن صاحب کا مستعفی ہونا بالکل ایک علحدہ اور بے تعلق معاملہ ہے - کیونکہ وہ پہلی کارروائی میں شریک نہ تھے ' جسکی منسوخی کا انپر اثر پڑتا - انکے مستعفی ہوجانے کیلیے وجوہ و اسباب ہونگے ' جو معلوم نہیں -

اس بحث کا سب سے زیادہ تماشا طلب حصہ یہ ہے کہ اگر یہ مضامین واقعی حریت پسندی ' صداقت فرمائی' اور جذبۂ حق کی وجہ سے لکھے گئے ہیں (اور اگر ایسا ہو تو تمام ملک جانتا ہے کہ یہ عین نتیجہ و منشاء دعوت پنج سالۂ الہلال ہے) تو کیا سبب ہے کہ منشی اعجاز علی کارروائی کرنے والی مجلس کے صرف ایک رکن کی مخالفت میں تو اس درجہ سرگرم جہاد فی سبیل اللہ ہیں ' اور باقی چار ممبروں کا ' جنمیں ایک خود انکا بھائی ہے ' ذکر تک نہیں کرتے ؟ آزادی راے اور معیۃ صداقت کا اقتضا تو یہ ہے کہ انکو سب سے پہلے پوری مجلس کی کارروائی پر اعتراض کرنا تھا - پھر چونکہ مولانا شبلی بھی اسمیں شریک تھے ' ان پر بھی کرنا تھا - اور ساتھہ ہی اپنے گھر کی بھی خبر لینی تھی - علی الخصوص منشی احتشام علی صاحب سے پوچھنا تھا کہ " بابا ! تم جو اس کارروائی میں شریک مساوی تھے ' اور تم کو اس کارروائی کی منسوخی کا اسدرجہ غم تھا ' کہ تم نے اپنا استعفا پیش کر دیا تھا ' اور تم جو ڈپٹی کمشنر سے بمعیت مولوی خلیل الرحمن صاحب سہارنپوری جا کر ملاقات کرتے ہو' اور حکم سزاے شش ماہہ لیکر واپس ہوتے ہو' بتلاؤ کہ ان واقعات کو مطلوبۂ حریۃ و حق طلبی' اور حکم جہاد و قتال فی سبیل اللہ سے اب میں کیونکر تطبیق دوں ؟ "

لیکن میں جانتا ہوں کہ ایسا ہونا ممکن نہ تھا - غلامی ہو یا حریت ' بلکہ کار اعراض و اہوا نے انہیں اپنے مقاصد ردیہ کیلیے ایک آلہ بنا لیا ہے - افسوس کی نہ غلامی موجب تاسف ہوتی ہے اور نہ ادعاء حریت موجب مسرت - یہ مقامات دوسرے ہیں -

شاید مجھسے زیادہ منشی اعجاز علی کا کوئی مداح نہوتا اگر وہ اس معاملے میں فرض حق گوئی ادا کرتے - جہاں شخصی تعلقات و عداوت کا قدم آیا ' وہاں ایک لمحہ کے لیے بھی سچائی نہیں ٹھہر سکتی - یا تو چپ رہو کہ باتوں کی خاموشی انکے بولنے سے اچھی ہے ' یا بولو تو اپنے تعلقات اور عزیز داریوں کی زنجیر کو توڑو' اور اپنے دل کو شخصی مقاصد فاسدہ سے پاک کردو -

---

ہفتہ جنگ

آسٹریا کی " آزادانہ کارروائی " کے فیصلے نے تمام یورپ میں عالمگیر اضطراب پیدا کر دیا ہے ' اور گو لندن میں اسکی سرکاری طور پر تصدیق نہیں کی گئی تھی ' مگر بازاروں کی حالت خراب ہونے لگی ہے -

۳۰ - اپریل کو ریوٹر کے تار کا مفاد یہ تھا کہ آسٹریا اور جبل اسود دونوں سرحدوں پر فوجیں جمع کر رہی ہیں ' انٹی واری میں اسوقت ۱۰ - ہزار جبلی فوج موجود ہے اور مزید فوج آ رہی ہے -

مطالبۂ دول کے تحریری جواب میں جبل اسود نے یہ اعلان کیا تھا کہ آخری جواب وہ اسوقت تک نہیں دیگا ' جب تک کہ یونانیوں کی عید السٹر ختم نہ ہوجاے گی -

٣٠ - اپریل کو ریوٹر نے اطلاع دی کہ بین القومی حالت کی بابت سفراء دول میں نہایت اہم گفتگو ہو رہی ہے - دفتر خارجیہ میں سفیر روسی، مبعوث جبلی، اور مسٹر بارچ باہم ملے اور اعلان کیا گیا کہ دول کے نام جبل اسود کا جواب پیش ہو گیا ہے -

یکم مئی تک اطالیا کی پالیسی ایک راز سربستہ تھی - ؤانا میں کونٹ وان برچتولڈ نے اطالی سفیر سے ایک طویل ملاقات کی - وائنا کے اخبارات نے یہ مشورہ دیا تھا کہ آسٹریا، سقوطری کی طرف بڑھے، اور اطالیا جنوب البانیہ پر قبضہ کر لے -

اطالیا کے نیم سرکاری اخبار ٹریبونا نے ایک مضمون لکھا، جسمیں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اطالیا آسٹریا کو تنہا مسئلہ البانیہ طے کرنے نہ دیگی، بلکہ خود بھی اسمیں حصہ لیگی -

---

تخلیۂ سقوطری

روس نے جبل اسود سے نہایت سخت الفاظ میں سقوطری کے فوری تخلیہ کا مطالبہ کیا اور اسے متنبہ کیا کہ اس سرکشی سے وہ اپنی بربادی کا سامان کر رہا ہے - اس مطالبہ کے بعد یکم مئی کی صبح کو جبل اسود نے غیر متوقع طور پر جواب پیش کیا - جواب میں ظاہر کیا گیا ہے کہ دول کے طرفداری توڑ دی ہے - جبل اسود دول کا مقابلہ کرنا نہیں چاہتا، مگر انصاف چاہتا ہے - جواب میں یہ بھی ظاہر کیا گیا تھا کہ بالمعاوضہ تخلیہ سقوطری منظور ہے - پھر شام کو سفراء دول کی سر ایڈورڈ گرے سے ڈیڑھ گھنٹہ تک صحبت رہی - اس صحبت میں اس مراسلہ پر بھی بحث کی گئی - آسٹروی سفیر کو اصرار تھا کہ تخلیہ فوری اور غیر مشروط ہو، لیکن دیگر سفراء کو زیادہ اصرار نہ تھا -

٢ - مئی کو شاہنشاہ آسٹریا نے شاہنشاہی مجلس کا ایک غیر معمولی جلسہ کیا - جلسہ میں آسٹریا اور ہنگری کے وزراء اعظم اور نائب وزیر بھی مدعو کیے گئے تھے - آسٹروی وزیر جنگ نے مجلس مدعو کی، جسمیں موجودہ حالت کو بالاستیعاب بیان کیا - اس مجلس نے فوجی کاروائی کو پسند کیا -

ٹریبونا نے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ اگر آسٹریا نے البانیہ میں فوجی کاروائی شروع کی، اور اطالیا سے شرکت کی درخواست کی گئی، تو وہ ضرور حصہ لیگی - محکمہ جنگ کو حکم دیدیا گیا ہے کہ ضروری فوج تیار رکھے - ایک ڈویژن کافی سمجھا گیا ہے - وائنا کے اخبارات لکھ رہے ہیں کہ اطالیا اور آسٹریا کی کاروائی کے اصولی امور طے پا گئے ہیں -

ہرزگونیا اور بوسینا میں فوجی قانون نافذ کیا گیا ہے - وجہ یہ بیان کی گئی کہ اہل ہرزگونیا اور بوسینیا جبل اسود کے ساتھ عملی طور پر ہمدرد ہو چلے تھے -

٤ - مئی کو ریوٹر کو معلوم ہوا تھا کہ مجلس جنگ نے، جسکا صدر خود شاہ نکولس تھا، فیصلہ کیا ہے کہ تخلیۂ سقوطری کی بابت دول کے مطالبہ کو منظور کر لیا جائے - ٥ - مئی کو ریوٹر تار دیتا ہے کہ شاہ نے دول کو باقاعدہ طور پر اطلاع دی ہے کہ اس نے معاملۂ سقوطری دول کے ہاتھ میں رکھدیا - مجلس تاج کا فیصلہ چونکہ حکومت کی رائے سے مختلف ہے، اسلیے وزارت مستعفی ہو گئی ہے -

اسی تاریخ کے سٹنجی کے تار میں بیان کیا گیا ہے کہ مسئلۂ تخلیۂ سقوطری پارلیمنٹ کی اس غیر معمولی نشست کے سامنے پیش کیا جائیگا، جو ٨ - ماہ حال کو مدعو کی گئی ہے - وائنا میں یہ تجویز مزید دقت حاصل کرنے اور ترمیم کی ذلت کم کرنے کے لیے بطور ایک لابدی جنگ کے خیال کی جا رہی ہے -

---

صلح

حسب تلغرافات عمومیہ فریقین نے مداخلت کو منظور کر لیا ہے - وکلاء صلح کے لیے پھر لندن تجویز ہوا - دولت عثمانیہ کے وکلاء عثمان نظامی پاشا اور بٹیزیریا آفندی، اور مشیر قانونی رشید بے قرار پائے ہیں - حقی پاشا، توفیق پاشا اور حسین حلمی پاشا نے شرکت منظور نہیں کی - وکلاء عثمانی مع مشیر قانونی ٦ - کو روانہ ہونگے - اس خیال سے کہ گفتگو زیادہ طول نہ کھینچے دول کانفرنس کے متعلق چند اصولی امور کا مسودہ پیش کر دیں گی جب اس مسودہ پر دستخط ہو جائینگے تو پھر متخاصمین میں گفتگو شروع ہوگی -

---

باب عالی کی کامیابی

ہمارا خیال تھا کہ مسئلۂ اسعد پاشا موجودہ عثمانی حکومت کی سیاسی شطرنج بازی کا ایک حیرت انگیز اور ستایش طلب کارنامہ ہے، کیونکہ اگر البانیا کی خود مختار حکومت اسی اصول پر قائم ہو، جس پر یورپ کی نصرانی سلطنتیں قائم کرنا چاہتی ہیں، تو اسکے یہ معنی ہونگے کہ جسم اسلام کا یہ ٹکڑا اسطرح علاحدہ کر لیا جائے کہ پھر کبھی بھی نہ مل سکے، اور اتنا ہی نہیں، بلکہ اسکے آثار باقیہ بھی مٹا دیے جائیں!

گذشتہ اشاعت میں ہم نے اس خیال کی طرف مختصراً اشارہ کیا تھا، لیکن اس ہفتے کی خبروں سے اس خیال کی غیر معمولی طور پر تصدیق ہو رہی ہے - فالحمد للہ علی ذلک -

یکم مئی کا تار ہے کہ "اسعد پاشا کی درخواست رسد رسانی کے جواب میں باب عالی نے تار دیا ہے کہ وہ بیروت روانہ ہو جائے - اگر بین القومی ناکہ بندی حائل ہو، تو پھر ویلونا کا رخ کرے - باب عالی ویلونا میں رسد اور نقد بھیجدے گا -

٢ - مئی کا تار ہے: "اسعد پاشا نے زیر سیادت سلطان المعظم اپنے مسقط الراس تیرانا میں حکومت قائم کر لی ہے اور علم ہلال بلند کر دیا ہے" اس تار کے بعد غالباً اس رائے میں شک کی گنجایش نہیں، جو ہم نے شرکت باب عالی کی بابت گذشتہ اشاعت میں ظاہر کی تھی - ہم نے اسکی نسبت متعدد تار تحقیق حال کیلیے ترکی بھی روانہ کیے ہیں -

---

البانیا

البانیا کے قیام حکومت کی خبر ابھی آپ پڑھ چکے ہیں - اسکے علاوہ حسب ذیل خبریں اور وصول ہوئی ہیں :-

٢ - مئی کا تار ہے کہ اسعد پاشا نے سرویا سے فرمایش کی ہے کہ کوئی ریزرو اسکو دیدے - اس کے جواب میں سرویا نے اسوقت تک تعمیل فرمایش سے انکار کر دیا ہے، جب تک کہ اسعد پاشا سقوطری کو بالکل خالی نہ کر دیگا -

٣ - مئی کو قسطنطنیہ کے ایک تار میں بیان کیا گیا ہے کہ مسلمان مہاجرین البانیا اپنے گھروں کو واپس جا رہے ہیں - عثمانی مبعوثین البانیا بھی واپس جانے والے ہیں، کیونکہ انکو امید ہے کہ وہ قومی مجلس میں منتخب ہو سکیں گے -

پیرس کے ٤ - مئی کے تار میں بیان کیا گیا ہے کہ الیسو کی سب سے آخری خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن ڈوریزو کے قریب جاوید پاشا (جو خلیج الوالیا میں سرویوں کی مقاومت کر رہے تھے، اور جنکے متعلق مشہور کر دیا گیا تھا کہ انہوں نے مع ١٥ - ہزار فوج کے سرویوں کے آگے ہتیار ڈالدیے) اور اسعد پاشا میں ایک خونریز معرکہ ہوا، جو کئی گھنٹے تک ہوتا رہا - بالآخر جاوید پاشا کو شکست ہوئی اور فوج پریشان ہو کے بھاگ گئی -

[بقیہ کے لیے صفحہ ٣ ملاحظہ ہو]

یا قومنا ! اجیبوا داعي الله !!

اے برادران ملت ! الله کے طرف پکار نے
والے کي پکار کا جواب دو !

انفروا خفافا و ثقالا !

آہ ! کاش مجھے وہ صور قیام قیامت ملتا ' جس کو میں لیکر پہاڑوں کي بلند چوٹیوں پر چڑھجاتا ' اسکی ایک صداے رعد ساے غفلت شکن سے ' سرگشتگان خواب ذلت و رسوائی کو بیدار کرتا ' اور چیخ چیخ کر پکارتا کہ " اٹھو کیونکہ بہت سوچکے ' اور بیدار ہو ! کیونکہ اب تمہارا خدا تمہیں بیدار کرنا چاہتا ہے ! پھر تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ دنیا کو دیکھتے ہو ' پر اسکي نہیں سنتے جو تمہیں موت کي جگہہ حیات ' زوال کي جگہہ عروج ' اور ذلت کي جگہہ عزت بخشنا چاہتا ہے !

یا ایها الذین آمنوا استجیبوا لله وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم واعلموا ان الله یحول بین المرء وقلبه ' وانه الیه تحشرون (۸ : ۳۲)

اے مسلمانو ! الله اور اسکے رسول کی صدا کا جواب دو ' جبکہ وہ تمہیں بلا رہا ہے ' تاکہ تمکو موت سے نکالکر زندگي بخشے - یاد رکھو کہ الله جب چاہتا ہے ' انسان اور اسکے دل کے اندر آڑے آجاتا ہے ' اور پھر خواہ تم اس سے کتنا ہي اعراض کرو مگر تم کو ہر پھر کے اسي کے آگے ایک دن جانا ہے !

* * *

آج آنے والي بربادیوں اور ہلاکتوں سے نکلنے کیلیے تم بیقرار ہو ' اور اسکے لیے طرح طرح کي تدبیروں کو سوچتے اور ڈھونڈھتے ہو - لیکن یہ کیا بد بختي ہے کہ ایک لمحہ اور ایک دقیقہ کیلیے بھي تمہارے دل میں یہ خیال نہیں گزرتا کہ سب سے پہلے اسکو تو اپنے سے راضي کرلیں ' جسکے دروازے سے بھاگ کر ساري دنیا میں ہم نے ذلتوں اور نا مرادیوں کي ٹھوکریں کھائیں ' حالانکہ وہ کہہ چکا ہے اور کہہ رہا ہے :

یا ایها الذین آمنوا ان تتقوا الله یجعل لکم فرقانا ' ویکفر عنکم سیئاتکم ویغفر لکم ' والله ذو الفضل العظیم (۸ : ۲۸)

اے مسلمانو ! اگر تم الله سے ڈرو اور اسکے حکموں کے آگے جھک جاؤ ' تو پھر تمہیں کسي چیز کیلیے بھي کسي دوسري تدبیر کے کرنے کي احتیاج باقي نہیں رہیگي - وہ دنیا میں تمہارے لیے عزت و اقبال کا ایک شرف و امتیاز پیدا کردیگا ' اور تمہاري تمام گمراہیوں کو معاف کردیگا - وہ تو سب سے زیادہ بخشدینے والا اور صاحب رحم الطاف ہے !

* * *

پھر اگر اٹھنا ہے تو اٹھہ کھڑے ہو ' کیونکہ چلنے کا وقت یہي ہے ' اور اسکے بعد موت کے سوا کچھہ نہیں - آج تم کو کوئي انجمن ' کوئي جمع شدہ دولت اور روپیہ کي مقدار ' کوئي پولیٹکل سرگرمي ' اور کوئي انسانوں اور ممبروں کے اجتماع محض کا ایک جتھا ' آنے والے مصائب سے نہیں بچاسکتا ' جب تک کہ خود تمہارے اندر کوئي انقلابي تبدیلي نہو ' اور جب تک کہ تم اپنے خدا سے ' اسکي راہ ' اور اسکی مرضات کي راہ میں ' اپنے تئیں مٹا ڈالنے کا عملي عہد نہ

بالدعلو ' اور اسی کے بتلائے ہوے طریقہ ' اور اسي کے حکم وایما کے ماتحت ہوکر ' اسکے لہ ہوجاؤ -

پس یہي ہے - جسکي طرف میں تمہیں بلا رہا ہوں ' اور یہی دعوت ہے ' جسکے پکار کی راہ آس نے مجھے دکھلائي ہے - میں اٹھا ہوں ' پس تم بھي اٹھو ' تاکہ ہم سب ملکر اسکے دروازے کو کھٹکھٹالیں ' اور ہر طرف سے کٹکر صرف اسي کے ہوجائیں - پھر وہ جسطرف لے جاے ' اپنے تئیں چھوڑدیں - کانٹوں پر اڑتاے ' تو اپنے تلووں کو زخمي کردیں - اور پھولوں پر چلاے ' تو انکے لطف و راحت سے لذت اندوز ہوں - تلواروں کا زخم لگاے ' تو اسکو غیروں کے مرہم سے زیادہ محبوب سمجھیں ' اور زہر کا تلخ و مہلک جام دے ' تو اُسے شربت قند و گلاب کي طرح مزے لے لیکر پي جائیں : -

پیکاں ترا بجاں خریدار
من مرہم دیگراں نخواہم

* * *

الحمد لله کہ صداے " من انصاري الی الله " کیلیے رهي خداے حکیم دلوں کو کھول رہا ہے ' جس نے اس صداے دعوت الی الله و رسولہ کو بلند کرایا ہے - اسوقت تک روزانہ ایک سو درخواستوں کا اوسط ہے - لیکن شاید ابھي بہت سے لوگ ہیں ' جو متامل ' اور بہت سے ہیں جو اصلیت و مقصد کي طرف سے پریشان ہیں ' مگر وہ یاد رکھیں کہ حکمۃ الہیہ نے یہي طریق دعوت اس لیے قرار دیا تا کہ اسطرح سب سے اول ہی دلوں کي آزمایش اور دعوۃ کا امتحان ہوجاے - جنکے دلوں میں سچا ولولہ ہوگا ' وہ بغیر اصلیت کو پوچھے اٹھہ کھڑے ہونگے ' کیونکہ انکے لیے اتنا اشارہ ہي کافي ہوگا کہ الله کي راہ کي دعوت ' اور اسلام کي ایک مخلص جماعت پیدا کرنا ہے ' پھر خواہ اسکي کوئي تدبیر اور کوئي پیرایہ ہو ' کہ یہ امور وسائل و ذرائع ہیں ' اور اصل حقیقت اسے متاثر نہیں - هذه تذکرة ' فمن شاء اتخذ الی ربه سبیلا !

[بقیہ مضمون صفحہ تین کا]

سرویوں نے اسعد پاشا کے لیے ڈوریزو کا راستہ کھولدیا ' اور اسعد پاشا کي فوج کا ایک حصہ فاتحانہ طور پر داخل ہوگیا -

اسعد پاشا کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ اسوقت وہ مرکز البانیا کي حالت کا مالک ہے -

سب سے آخري خبر یہ ہے کہ سرویا نے البانیا کو بالکل خالي کردیا ہے - آخري سروي بارکش جہاز اسعد پاشا کے داخلے سے پہلے هي صبح کو ڈوریزا سے روانہ ہوگیا -

شاید جاوید پاشا اسعد پاشا کو دولۃ عثمانیہ سے بالکل بے تعلق سمجھہ رہے ہیں ' اور یہي غلط فہمي اس معرکہ کي بنیاد ہے -

نیز نہیں کہا جا سکتا کہ اِن خبروں کے تمام اجزا کہاں تک موثق ہیں ؟ بہر حال امید ہے کہ آیندہ ہفتے تک قسطنطنیہ کی کوئی مفصل تلغراف خصوصي اس بارے میں شائع کرسکیں گے -

۲۹ - جمادی الاولی ۱۳۳۱ ہجری

حول ادرنہ

افکار و نتائج

انجمن اتحاد و ترقی - انقلاب وزارت - صلح و جنگ - دفاع ادرنہ - و نظرہ مستقبل -

(۱)

مصائب و حوادث کا نزول انسانی آراء و معتقدات کیلیے سب سے بڑی آزمایش ہے - اور انسان کے اعتقاد کا شرف و احترام صرف اس میں مضمر ہے کہ ناگہانی حوادث کے ظہور کے وقت اسکے استقلال فکر ، و قوت قیام راے کا حال کیا تھا ؟

پھر کتنے کمزور دماغ ہیں ، جو مدتوں کے نشو و نما یافتہ اعتقاد کو صرصر حوادث کے ایک جھونکے پر قربان کر دیتے ہیں ، اور کتنی ضعیف القلب ہستیاں ہیں ، جو اپنی راے کی قیمت ایک صداے رعد ، اور ایک اضطراب برق کی لرزش مرعوبیت سے زیادہ ثابت نہیں کرسکتیں ؟

لیکن فی الحقیقت یہ انسان کی سب سے بڑی کمزوری ہے - انسانی راہ و اعتقاد کے شرف کو اس سے بہت اونچا ہونا چاہیے کہ اسکا استقلال حوادث و مصائب کے مقابلے سے عاجز ہو ، اور اپنے ہستی قیام کو تغیرات کی رو پر چھوڑ دے - دنیا میں حوادث سے چارہ نہیں ، پھر اگر تم نے اپنی راے کی زندگی کا سررشتۂ حیات و ممات انکے ہاتھوں میں دیدیا ، تو اسکے یہ معنی ہیں کہ خود تمہارے پاس کوئی روح فکر و ذہن نہیں - ہر لمحے میں تمہاری رائیں پیدا ہونگی ، اور ہر دقیقے کے اندر انکے جنازے اٹھیں گے !

پھر یہ دنیا کی عظیم الشان ہستی ، یعنے انسان کی راے نہیں ہے ، بلکہ حیات حیوانی کے وہ ابتدائی نمونے ہیں ، جو ہوا کی ایک حرکت سے مرتے ، اور رطوبت کے ایک قطرے سے پیدا ہوتے رہتے ہیں -

* * *

البتہ استقلال فکر ، اور جمود راے میں فرق کرنا چاہیے - تمہاری راے اور اعتقاد کو مستقل اور مستحکم ہونا چاہیے ، لیکن جامد و غیر نشو پذیر نہیں ہونا چاہیے - دنیا کی ہر مادی و غیر مادی شے پر قانون ارتقا جاری ہے ، پس تمہاری راے اور عقیدے کو بھی ترقی کرنا چاہیے - ترقی سے مقصود یہ ہے کہ غلطیوں اور غلاظتوں سے نکلے ، اور حق و حقیقت کی طرف متصاعد ہو - وہ ہر اس تغیر و انقلاب کیلیے بالکل مستعد رہے ، جو حق کے ظہور و کشف سے اسپر طاری ہو ، اور جب ظہور صداقت کی تلوار اٹھے ، تو خود اپنے تئیں زخمی ہونے کیلیے پیش کر دے ! !

اعتقادات و آراء میں یہ تغیر ، جو قبول حق اور سماع صداقت سے ہوتا ہے ، دراصل استقلال و استحکام فکر کا منافی نہیں ہے ، بلکہ اسکا ارتقا اور نشو و نما ہے -

پس ضرور ہے کہ رایوں میں جمود ، اور سماع حق و تلاش صدق سے اعراض نہو ، لیکن اسکے ساتھ ہی استقلال و قیام میں تزلزل بھی نہونا چاہیے - وہ ایک ایسی قوت ہو کہ حق کے مقابلے کے سوا ، دنیا کا کوئی حادثہ ، اور کوئی سخت سے سخت قوت بھی اسکو شکست نہ دیسکے -

* * *

سقوط ادرنہ اور تسلیم سقوطری (۱) کے واقعہ نے جو فوری اور ناگہانی اثر قلوب و افکار پر ڈالا ہے ، میں سمجھتا ہوں کہ استقلال راے اور استقامت فکر کے نقطۂ بحث کو پیش نظر رکھکر ، انپر ایک نظر ڈالنی چاہیے -

سب سے پہلا اثر تو وہ مایوسی کی گھٹا تھی ، جس کو میں نے تقریباً ہر طرف محیط پایا ، اور میرا دل بہت غمگیں ہوا ، جب میں نے آنسوؤں کی چادر ہٹا کر دیکھا ، کہ جو لوگ دنیا میں صرف امید کیلیے پیدا ہوے ہیں ، وہ بدبختانہ مایوسی سے مغلوب ہو رہے ہیں ، حالانکہ : ومن یقنط من رحمتہ الا الکافرون ؟

بانی ادرنہ : شہنشاہ اڈریانو -

اسی رومانی شہنشاہ نے ایڈریا نوپل کو آباد کیا تھا اور پھر اسی کے نام سے مشہور ہو گیا - اصلی نام " اڈریا نو - پولس " تھا - یعنے شہر اڈریانو - جیسے ایران کے قدیمی دار الحکومت جمشید کو " پرسی پولس " کہتے ہیں - پولس یونانی میں شہر کے معنی میں بولا جاتا ہے - پھر کثرت استعمال سے " اڈریا نوپل " ہو گیا - یہ تصویر ایک سنگی بت کی ہے ، جو لندن کے برٹش میوزیم میں موجود ہے -

پھر میں دیکھتا ہوں کہ اس واقعہ کا ایک اثر ، وہ رایوں کا تغیر ، اور معتقدات کا انقلاب بھی ہے ، جو ترکوں کے اسلامی دفاع ، انجمن اتحاد و ترقی ، انقلاب وزارت ، صلح سے انکار و اصرار جنگ ، اور ایڈریا نوپل کے دفاع کی ناکامی کی نسبت ، دماغوں اور فکروں میں پیدا ہوگیا ہے -

میں بہتوں کو جانتا ہوں جو کل تک اتحاد و ترقی کے مداح تھے ، مگر سقوط ادرنہ کی خبر سنتے ہی مخالف ہوگئے - گویا ایڈریا نوپل کے جنگی دفاع کی کامیابی و ناکامی ، اتحاد و ترقی کی موافقت و مخالفت کی ایک طے شدہ شرط تھی ، اور اب یہ لوگ شرط کے پورا نہونے سے اپنا معاہدۂ موافقت بھی فسخ کر رہے ہیں ، کہ اذا فات الشرط ، فات المشروط ! !

کامل پاشا کی وزارت کی شکست ، اور نئی وزارت کا صلح سے انکار بھی ان لوگوں کے خیال میں ایک ایسا مسئلہ تھا ، جسکے حق و باطل کا معیار صرف ایڈریا نوپل کی دیواروں کے نیچے تھا - پس جب بلغاری و سروی فوج نے اسکو توڑ کر گرا دیا ، تو اسکی

---

(۱) عربی میں شہر کو حوالہ کردینے کیلیے " تسلیم " کا لفظ بولا جاتا ہے ، جو لغت کے اعتبار سے بھی بالکل صحیح ہے -

مئی کے ساتھ اس مسئلے کی صداقت بھی گرگئی ؟ یہ لوگ اب کہتے ہیں کہ جنگ سے تو واقعی صلح ہی بہتر تھی !!

* * *

لیکن افسوس ہے کہ میں اپنی رایوں کو اسقدر جلد پیدا کرنے اور پھر قتل کر ڈالنے پر قادر نہیں - میرا دماغ رایوں کا گھر ہے پر میں اسے مدفن بنانا نہیں چاہتا - میں انسان کی راے کو ایک قوت سمجھتا ہوں جو اندر ہی پیدا ہوتی ہے اور جب مرتی ہے تو اندر ہی کی کسی قوت سے مرتی ہے - میرے عقیدے میں باہر کے حوادث و واقعات اسپر موثر نہیں ہوسکتے -

مجھکو معلوم ہے کہ نئی وزارت جنگ کے اعلان کے ساتھہ قائم ہوئی - میں ابھی بھولا نہیں ہوں کہ ایڈریا نوپل کے تحفظ کی خاطر اپنی انتہائی قوت صرف کردینے ہی کیلیے (انور بے) باب عالی کے اندر داخل ہوا تھا -

مجھکو یاد ہے کہ طلعت بے نے کہا تھا : " ہم مٹ جائیں گے مگر اسلامی دنیا کو شرمندہ نہیں کرینگے "
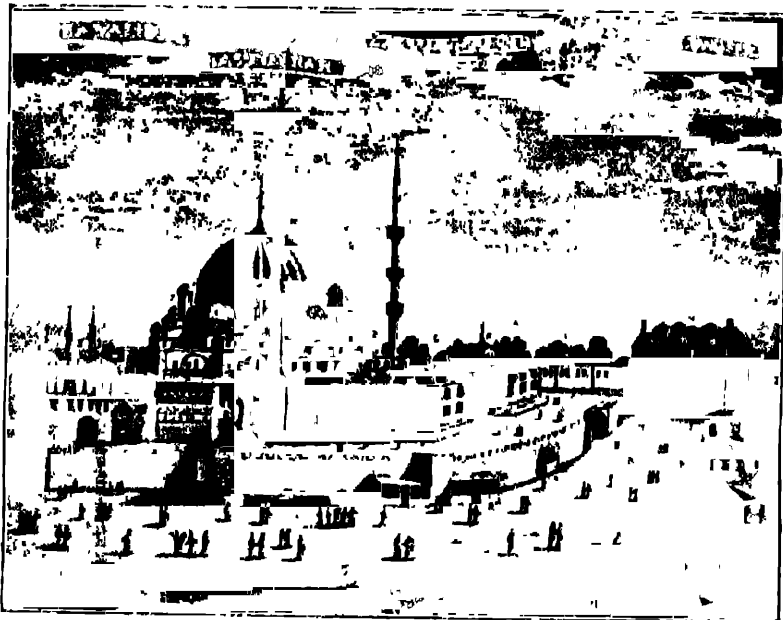
پھر ساتھہ ہی میں یہ بھی تم سب کی طرح دیکھہ رہا ہوں کہ اس تمام عرصے میں نئی وزارت نے کوئی چھنا ہوا ملک دشمن سے واپس نہیں لیا - اسکی خبر ابھی کوئی نہیں آئی کہ عزت پاشا نے چتالجا سے نکلکر صوفیا اور بلغراد پر قبضہ کرلیا ہو - جنگ کیلیے اولین شے روپیہ ہے - یہ بھی سچ ہے کہ نئی وزارت کے لیے نیا خزانہ بھی آیا صوفیہ کی دیواروں کے نیچے سے نہیں نکلا اور یورپ نے اپنے ادعائی حیاد(۱) کے برخلاف کوئی قرضہ بھی نہیں دیا -

اسکے بعد آخری خبر جو سب کو سننی پڑی میں بھی سن چکا ہوں - یعنی ایڈریا نوپل ساقط ہوگیا اور بلغاری فوج اسکے اندر فاتحانہ داخل ہوگئی -

لیکن باوجود ان تمام یادداشتوں اور حافظے کی زندہ معلومات کے اور باوجود ان حوادث و وقائع کے سماع اور مشاہدے کے میں کہتا ہوں کہ میری جو راے ابسے تین ماہ پہلے انقلاب وزارت کے وقت تھی اب بھی ہے - میں بہت سوچتا ہوں لیکن ایک لمحہ کیلیے بھی اپنی راے کو کسی تغیر کیلیے طیار نہیں پاتا -

ہاں یہ سچ ہے کہ ایڈریا نوپل کے تحفظ کی سعی نئی وزارت کا اعلان اولین تھا اور وہ ساقط ہوگیا - مع اپنے عظیم الشان مقبروں اور مقدس مساجد کے - مگر الحمد للہ کہ میری راے کی تسخیر کیلیے

ابتک مخالف اسباب پیدا نہیں ہوسکے ہیں - وہ ابتک بدستور قائم و مستقل ہے - مع اس راے کے جو ابتدا سے عثمانی مسائل کی نسبت رکھتا ہوں اور مع اُن خیالات کے جو انقلاب وزارت کے وقت ظاہر کرچکا ہوں -

انجمن اتحاد و ترقی

انجمن اتحاد و ترقی کی نسبت میں اس وقت کچھہ نہ کہونگا کہ مختصراً بار بار کہہ چکا ہوں اور تفصیل کا یہ موقعہ نہیں - میری رائیں منٹوں اور گھنٹوں میں نہیں بدلتیں - میں نے جو خیالات الہلال جلد اول نمبر (۲) میں " تصادم احزاب و تنافس اقلام " کے عنوان سے ظاہر کیے تھے اب تک اُن پر قائم ہوں - میری راے کا خلاصہ یہ تھا کہ : لہم حسنات و سئیات :

خلطوا عملا صالحا | انہوں نے ملے جلے عمل کیے اچھے بھی
وآخر سئیا (۹ : ۱۰۳) | اور برے بھی -

انکی غلطیوں پر شاید اوروں سے بہتر نظر رکھتا ہوں مگر ساتھہ ہی مجبور ہوں کہ ترکی میں انکے سوا کوئی کارکن اور مخلص ملک جماعت نہیں پاتا - پس وہ اپنی غلطیوں کی وجہ سے مستحق نفرین نہیں ہیں بلکہ مستحق دعا ہیں کہ خدا آیندہ انکو ٹھوکروں سے بچاے -

المنار اور الہلال

اس عاجز کے بعض بزرگ احباب اس راے پر سخت برہم ہیں - علی الخصوص حضرۃ الفاضل المصلح الجلیل السید رشید رضا صاحب المنار (مصر) جن سے اس بارے میں نیز تحریک لامرکزیۃ کی نسبت پانچ ماہ سے باہم طول طویل مراسلات جاری ہیں اور ایک نتیجہ تک پہنچ جانے کے بعد انشا اللہ وہ تمام مراسلات الہلال یا المنار میں شائع ہوجائیں گی - وہ اس عاجز کو اس بارے میں " گمراہ " اور " بے خبر " بتلاتے ہیں اور ایک ایسے بزرگ کو جو ہم دونوں کے دوست ہیں اپنے مکتوب مبارک میں لکھتے ہیں کہ " و منہم صاحبنا ابوالکلام و ہو رئیس المجانین " یعنی ایسے ہی معاص مگر گمراہ لوگوں میں سے ہمارا دوست ابوالکلام ہے اور وہ پاگلوں کا سردار ہے ! "

وہ مجھے " رئیس المجانین " سے ملقب کرتے ہیں مگر میری راے کے استقلال کا دوسرا نمونہ یہ ہے کہ میں انکو " رئیس المصلحین " سمجھتا ہوں اور ہمیشہ سمجھتا رہونگا - اس بزرگ انسان کی عزت میرے دل میں ہے کیونکہ میں اسکو جانتا ہوں اور آسکی خدمات دینیہ کا معترف ہوں - پس دعا کرتا ہوں کہ اگر اس بارے میں میری راے غلطی پر ہے تو اللہ تعالی جلد میری ہدایت فرماے اور مجھپر حقیقت کے منکشف کرنے میں دیر نہ کرے : واللہ یہدی من یشاء الی صرط مستقیم -

انقلاب وزارت

البتہ جو لوگ سقوط ادرنہ اور عدم فتوحات جدیدہ کو نئی وزارت

وداع ادرنہ !!

جامع سلیم (ادرنہ) کے نظارۂ خارجی

پھر ایک وداعی نظر !!

---

(۱) طرفداری اور دونوں فریقوں سے الگ تھلگ رہنے کو انگریزی میں نیوٹریلٹی Neutrality کہتے ہیں لیکن اردو میں اسکے لیے کوئی عمدہ لفظ نہیں ہے - عربی میں اسکو " حیاد " کہتے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ یہ اردو میں بھی رائج ہو -

کے کاموں کیلیے ایک عجیب اغلاقۂ منطق نہ ہو اپنا معیار حق و باطل سمجھتے ہیں ' انکو اس وقت سامنے آنا چاہیے -

اس مسئلے پر غور کرنے کیلیے زیادہ سے زیادہ حسب ذیل دفعات قرار دی جاسکتی ہیں :-

(۱) دول یورپ نے اپنی پچھلی یاد داشت میں ایڈریا نوپل کی حوالگی پر زور دیا تھا ' اور کامل پاشا کی وزارت نے سر جھکا دیا تھا ' مگر اتحاد و ترقی نے ایڈریا نوپل کی حوالگی کو اسلامی شرف و وقار اور عثمانی روایات کیلیے خود کشی بتلایا ' اور اسی بنا پر قوم اور فوج میں برہمی پیدا کرائی ' اور وزارت کا تختہ الٹ دیا - لیکن اسکا نتیجہ کیا نکلا ؟ یہی کہ جو چیز عزت سے مانگی جاتی تھی ' بالاخر شکست کی ذلت کے ساتھ جبراً دینی پڑی ؟

(۲) پھر آخری نتیجہ تو اس سے بھی بدتر نکلا ' کیونکہ اس صورت میں بلغاریا ایڈریا نوپل کی اسلامی آبادی اور مقامات متبرکہ کی حفاظت و احترام کا وعدہ کرتی تھی ' لیکن اب ' جبکہ جبراً لے لیا گیا ' تو وہ بات بھی جاتی رہی -

(۳) نئی وزارت نے جنگ میں کونسی ایسی تبدیلی پیدا کردی ؟ نہ تو انور بے نے صوفیا فتح کیا ' نہ فتحی بے بلغراد اور سنتجی پر قابض ہوا - کوئی نئی فتح پائی ' اور نہ کسی حصۂ زمین کی واپسی نئی وزارت سے بن آئی - بلکہ ایڈریا نوپل ' جنینا ' اور سقوطری بھی ہاتھہ سے گئے -

(۴) پس کیا شوکت پاشا اور کامل پاشا ' دونوں نتیجہ کے لحاظ سے جنگ کیلیے یکساں نہیں ہیں ؟

یہی اعتراضات ہیں جو باشکال مختلفہ سامنے آتے ہیں -- میں بہت اختصار و ایجاز اور محض بطور اشارات کے جواب عرض کرونگا ' کیونکہ آجکل الہلال کے صفحات امتساعدہ بوجہ تحریک تشکیل "حزب اللہ" بالکل رکے ہوے ہیں - اور مزید گنجایش مفقود ہے - یہ بھی جو لکھہ رہا ہوں ' تو صرف اسلیے کہ موجودہ حالات کی مایوسیوں کا اثر بالواسطہ قواء عمل و استعداد کار پر بھی پڑتا ہے ' اسلیے ضرور ہے کہ پہلے غلط فہمیوں کو صاف کردیا جاے - ورنہ میں تو آجکل اپنے پیش آنے والے کاموں میں اسطرح غرق ہوں کہ ان چیزوں کے لکھنے کا اب کوئی داعیہ ھی اپنے دل میں نہیں پاتا - اور احباب یاد رکھیں کہ میری تمام تحریریں دل کے ولولے ھی پر موقوف ہیں - یہ دوسری بات ہے کہ لکھنا ہر حال میں پڑتا ہے -

فاقول و باللہ التوفیق:

(۱)

سب سے پہلے پہلی بحث پر نظر ڈالیے - پھر میں ان نادانوں سے ' جنھوں نے اپنی راے کی باگ حقائق امور کے ہاتھہ میں نہیں ' بلکہ وساوس و خطرات امید و بیم ' اور جذبات و امیال حزن و نشاط کے ہاتھہ میں دیدی ہے ' یہ پوچھنے کا حق رکھتا ہوں کہ

کیا انکی اصطلاح میں خود کشی اور موت ' دونوں ایک ھی ہیں ؟

اگر ایک بیمار جاں بلب ہو ' تو کیا ایک قدیم یونانی فلسفہ کی طرح ' اسکو وقت سے پہلے مار ڈالنا چاہیے ' یا آخر وقت تک علاج و سعی اور جد و جہد کے ذریعہ بچانے کی کوشش کرنا چاہیے ؟

جو لوگ ایڈریا نوپل کو نہ بچاسکنے کی وجہ سے اسکا بخوشی حوالہ کر دینا جائز بلکہ ضروری بتلاتے ہیں ' کیا وہ ایک بیمار شخص کو جو حد درجہ ضعیف ہوگیا ہو ' یہ مشورہ دینے کیلیے طیار ہیں کہ وہ خود کشی کرلے ' کیونکہ کسی نہ کسی دن تو اسکی جان ملک الموت جبراً لے ھی کر چھوڑے گا ؟

ہزاروں انسان ہیں ' جو اپنے بیمار عزیزوں کا جاں کنی کی آخری گھڑی تک علاج کرتے ہیں ' لیکن تدبیر انسانی مشیت الہی سے شکست کھاجاتی ہے ' اور بالاخر انکی جاں حوالۂ موت ہونے سے نہیں بچتی - یہ حالت دیکھکر انکے عزیز روتے ہیں ' اور انکی موت پر ماتم کرتے ہیں ' پر یہ تو کوئی نہیں کہتا کہ مرنے والے کو جب مرنا ھی تھا ' تو کیوں نہ ہم نے اپنے ہاتھہ سے گلا گھونٹ کر مار ڈالا ؟ یہ سچ ہے کہ ایڈریا نوپل کی حفاظت کا تاریخی دفاع بالاخر جاں بر نہوسکا ' لیکن اسپر ہم رو سکتے ہیں ' پر یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ جانے والے ایڈریا نوپل کو خود ھی اپنے ہاتھوں سے کیوں نہیں دیڈالا ؟

ایڈریا نوپل قسطنطنیہ کے علاوہ یورپ میں ہماری آخری متاع عزت تھی - وہ آل عثمان کی عزت و عظمت کا مدار ' اسلامی فتوحات اخیرہ کا صفحۂ افتخار ' سلاطین عثمانیہ کا مدفن ' قدیمی عثمانی دار الحکومت ' یونانی و رومانی عظمۃ مخذولہ کی یادگار مفتوحہ ' اور اسلام کی ضرب شمشیر کا ایک گہرا مسیحی زخم تھا - پھر قسطنطنیہ کا ایک کھلا دروازہ ' اور شاخ زریں کے قفل عظمت کی طلائی کلید تھی -

ایسی متاع عزیز و محبوب کو ایک عدیم النظیر قزاقی ' اور ایک شرمندۂ فن انسانیۃ بے حیائی کے ساتھہ ' دور موجودہ کا تضحیۂ ابلیس لعین ' اور انسانیۃ مظلومہ کیلیے وجود مجسمۂ لعنت و عذاب الیم ' یعنی دول متحدۂ یورپ (قاتلہم اللہ تعالی) ہم سے طلب کرتا تھا ' تاکہ ہم اس جنس گرامی کو بغیر ایک قطرۂ دفاع کے بہاے ' بخوشی دیدیں ' اور اسطرح اسلام کے دامن عصمت پر اپنی کمزوریوں اور بزدلیوں سے جو صدہا دھبے ہم لگا چکے ہیں ' ان میں ایک سب سے آخری مگر سب سے زیادہ ذلت بخش ' اور شرم انگیز دھبے کا اضافہ کردیں ! !

پھر آنے والی تمام نسلیں ہم پر لعنت بھیجیں ' اور وہ تاریخ میں حسرت و ندامت کے ساتھہ پڑھیں کہ ہماری ذلت و بد بختی یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ عزت اسلامی کو اگر بچانے سے عاجز تھے ' تو اسکے لیے خون بہانے سے بھی مجبور ہوگئے تھے ! !

(کامل پاشا) کے اندر صلیب کی غلامی کا آسیب حلول کر گیا تھا - انگلستان کے آستانۂ صلیبی پر اسکی نود سالہ پیشانی جبہہ سائی کر رہی تھی - یقیناً وہ ایسا کرسکتا تھا ' جسکی اس نے چالیس کرور فرزندان اسلام کی آخرین ذلت و رسوائی کیلیے مخذول و نامراد سعی کی تھی ' لیکن اگر آج سقوط ادرنہ کی خبر سنکر مسلمانان عالم ' اور علی الخصوص مسلمانان ہند کی زبان سے بھی (جو اپنے جوش اسلامی کیلیے آج تمام ترکی میں ضرب المثل ہو رہے ہیں) ایسے کلمات سفیہہ و رذیل نکلتے ہیں ' تو میں نہیں سمجھتا کہ اپنی بدبختی پر کیونکر ماتم کروں ؟ کیونکہ پھر تو واقعی مسلمانوں کی سیزدہ صد سالہ عزت کا خاتمہ ہوگیا ' اور ملۃ قوم الہیہ کی ذلت و رسوائی کی انتہا ہوگئی - ہم لوگ صرف عالم مادیہ کی شوکت و انسری ھی کے مدعی نہ تھے ' بلکہ ہماری اصلی عظمت اقلیم دل اور عالم روح و عواطف معنویہ کی تھی - بلغاریا اور سرویا نے ایڈریانوپل کو جس محیر العقول اور مافوق العادہ دفاع ملی کے بعد لیا ہے ' اور پھر جیسی عدیم النظیر شکست کے بعد اس فتح کے ادعا کا آسے موقعہ ملا ہے ' وہ ہمارے لیے خواہ کتنا ھی غم انگیز ہو ' مگر ذلت انگیز نہ تھا ' لیکن اگر اس مدافعۃ پر ایک لمحہ کیلیے بھی کسی قلب مومن میں تاسف وانفعال پیدا ہوتا ہے ' اور یورپ کے مطالبۂ ادرنہ کے وقت کو حسرت کے ساتھہ یاد کرتا ہے ' تو پھر یقیناً بلغاریا اور سرویا نے نہیں مگر خود ہماری بدبختی نے ہمارے ملعون چہروں پر ایک دائمی ذلت کا داغ لگا دیا ' اور یقیناً اب ہم کو خود کشی ھی کرلینی چاہیے !!

مذاکرۂ علمیہ

قطـب جنـــوبي

—○:::○—

کپتــــان رابرت اسکات

(٤)

سرگذشت مہم کے آخري صفحات

— • —

اواٹیس کي حالت اس درجہ یاس انگیز تھي کہ جب شب کو سوتا تھا تو صبح کو زندہ اٹھنے کي امید نہیں ہوتي تھي - اسي حالت میں کئي ہفتے گذر گئے - ١٦ - مارچ کي صبح کو اٹھا تو برفبار اندھي (Blizzard) چل رہي تھي - اواٹیس نے اپنے رفقا سے کہا کہ میں باہر جاتا ہوں - اسکات لکھتا ہے : " ہم جانتے تھے کہ وہ موت کے منھہ میں جا رہا ہے - ہم نے اسکو ہرچند اس ارادے سے باز رکھنا چاہا مگر اُس نے نہ مانا اور چلا گیا - اسکے بعد پھر ہم نے اسے نہیں دیکھا " -

اواٹیس کے جانے کے بعد اسکات ' واسن ' اور باررس شمال کي طرف بڑھے - موسم غیر معمولي اور پر خوف تھا - اس حالت میں جسقدر تیز چل سکتے تھے یہ لوگ چلے - ٢١ - مارچ سنہ ١٢ - کو عرض البلد کے ٧٩ - درجے اور ٤٠ - دقیقے تـک پہونچے - اب یہ لوگ ون ٹن کیمپ سے ١١ - میل کے فاصلہ پر تھے - بالکل ممکن تھا کہ ون ٹن کیمپ تـک پہنچ جاتے ' مگر سوء اتفاق سے ایک سخت برفبار اندھي چلي - اسکات ٢٥ - مارچ کے آخري پیغام میں لکھتا ہے : " چار دن لوگ خیموں سے باہر نہ نکل سکے ' کمزور اس درجہ ہوگئے ہیں کہ لکھنا بھي مشکل ہے " - دیگر یاد داشتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عرصے میں غذا اور ایندھن بھي ختم ہو گیا تھا -

ان مصائب کے اسباب کیا تھے ؟ اس پر خود اسکات نے اپنے ٢٥ - مـارچ کے آخري پیغـام میں بحـث کي ہے - وہ لکھتا ہے :

" یہ تمام مصائب انتظامي نہیں بلـکہ بدقسمتي کا نتیجہ ہیں - ١١ - مـارچ کو ایک ٹاپو ضائع ہوگیـا جس سے ہماري روانگي میں سخت تعویق ہوئي - موسم کي خرابي جو تمام بیروني سفر میں رہي اور ٨٣ - درجے کي طویل اندھي نے بھي ہمیں روک لیا - گلیشر کے حصہ زیرین کي برف نے ہمارے قدموں کے درمیاني فاصلہ کو کم کردیا - اچھے موسم میں گلیشر قطع کرنا کوئي مشکل نہیں مگر جب ہم یہاں پہنچے تو ہم کو ایک دن بھي اچھا نصیب نہیں ہوا - یہ اُن مصائب کے مقابلہ میں کچھہ بھي نہ تھے جو سـد میں ہمارا انتظار کر رہے تھے - یہاں ایسے حالات پیش آئے کہ دنیا میں کسي کو بھي انکي امید نہیں ہو سکتي تھي - چوٹي پر عرض البلد کے ٨٥ - سے ٨٦ - درجے تـک درجۃ الحرارت ٢٠ - سے ٣٠ - زیر صفر (Minus) رہا - سد میں عرض البلد کے ٨٢ - درجے پر درجۃ الحرارت دن کو ٣٠ - زیر صفر ' اور ٤٧ - زیر صفر رہا - "

سب سے آخري مصیبت ١١ - کا طوفان تھا - یہ اسقدر شدید تھا کہ اسکات لکھتا ہے : " شاید ہي دنیا کي کوئي بدقسمتي اس آخري صدمہ سے بڑہ سکیگي " غرض اسي حالت میں مہم کے بقیۃ السیف اعضاء بھي شہیـد ہوے - کب ہوے ؟ یہ ہنوز غیر معلوم ہے اور شاید ہمیشہ غیر معلوم رہیگا -

مفقـــود الخبـــري

٢٥ - مارچ کے بعد عرصہ تـک مہم کي کوئي خبر نہیں آئي ' اسلیے ایک جماعت تفتیش حال کے لیے ترتیب دي گئي - اس جماعت کے دو حصے تھے ' جنمیں سے ایک مسٹر رائٹ (Mr. Wright) کے زیر سرکردگي تھا - یہي مفتش مہم تھي ' جسے ١٢ - نومبر کو اسکات کیمپ کے اندر اسکات ' باورس ' اور ولسن کي لاشیں ملیں -

اس جماعت نے خیمہ کے اندر لاشیں رکھیں - برف کا ایک نشان بنایا جس پر ایک صلیب نصب کي - ایک کتبہ کندہ کیا جسمیں ان شہداء علم کے نام ' آنے کا مقصد ' سنہ ' اور ماہ وغیرہ وغیرہ مندرج تھا -

ماتمگساري

سنٹرل نیوز ایجنسي نے اسکات کي موت کي خبر شائع کي تو فوراً شاہ جارج نے لارڈ کرزن صدر انجمن جغرافي شاہي کو تعزیت کا تار دیا - مسز اسکات اسوقت فرانسیسکو نامي جہاز پر تھیں - تمام دن ان کو تعزیت کے تار پہنچتے رہے - اسکات کي موت ایک قومي صدمہ سمجھا گیا اسلیے ٹف (صدر جمہوریۃ امریکہ) ' ڈاکٹر ولسن (سابق صدر جمہوریۃ امریکہ) تمـام مستعمرات برطانیہ ' عرض دنیا کے ہر گوشہ سے شاہ جارج کے پاس تعزیت کے تار موصول ہوے - دنیا کے مشہور مجامع جغرافیۃ و فنون نے مجلس ہاے تعزیۃ منعقد کیں ' اور دنیا کے تمام اخبارات نے اس شہـادت علمي پر افتتاحیات لـکھے - مصور رسالوں نے اسکات کے رفقـاء ' اسکے جہاز ' اسکي بیوي ' اور اُس کے بچے کي متعدد تصویریں شائع کیں ' اور یادگار و تذکاري اشاعت خصوصیہ مرتب کیں - مختصراً یہ کہ اسکات کا ماتم اس قدر بلند آہنگي سے کیا گیا کہ بڑے بڑے شاہوں اور فاتحوں کو بھي ایسي تعزیۃ عظمیہ نصیب نہ ہوئي ہوگي - اسکات سے زیادہ اسکي با اقبال قوم کي یہ حالت قابل صد رشک و ہزار داد و تحسین ہے : مطـوبي لرجل ' یعیش و یموت في قوم ' یعرف اقدار الرجال ! !

یورپ مردہ پرست نہیں ' پھر یہ جو کچھہ ہوا کیوں ہوا ؟ اسلیے کہ یہ ابطال پرستي ہے ' اور بطل پرستي ہي میں مردم خیزي مضمر ہے - جو قومیں زندہ ہیں وہ اپنے ابطال و مشاہیر کي پرستش کرتي ہیں انکي تدوینہ و تشہیر کرتي ہیں - انکي یادگاریں قائم کرتي ہیں ' کیونکہ وہ جانتي ہیں کہ قوم میں بہت سي بطل نہاد طبیعتیں ہوتي ہیں مگر سوء اتفاق سے تاریک فضاء میں نشوونما پاتي ہیں - پس انکے سطح عام پر آنے کے لیے شمع راہ کي ضرورت ہے ' اور وہ ابطال اور صرف ابطال ہي کے امثال کو نمایاں کرنے میں ہے -

سـرمـایـۂ امـداد

اسکات کا تعلق ایک ایسي قوم سے تھا جو اپنے ابطال اور انکے پس ماندگان کے حق میں اپنے عزیز و اقارب سے بھي زیادہ فیاض ہے - اسلیے اپنے اہل و عیال کے تـکفل کي درخواست نہ صرف پیمانۂ بطالـۃ (Heroism) سے گري ہوئي بلـکہ غیر ضروري بھي تھي ' مگر با این ہمہ اسکات نے اپنے آخري پیغام میں اس طرف اشارہ کیا تھا - اسکے جواب میں انگریزي قوم نے زبان عمل سے لبیک کہا ہے - انجمن مہم انطاطیقي برطانوي ' اخبار ڈیلي ٹیلیگراف ' اور میـنـشن ہـاؤس میں اعانہ کے فنڈ کھولے گئے ہیں - مجلس

[بقیہ مضمون کے لیے صفحہ ۹ ملاحظہ ہو]

صفحة من تاريخ الحرب

تاریخ حرب کا ایک صفحہ

مدافعۃ محصورین

محاصرۂ قرطاجنہ

(۳)

تاریخ دفاع امم کا ایک حیرت انگیز افسانہ

اهل قرطاجنہ نے رونا دهونا موقوف کیا ' اور شہر کے حصار و تحصین کی تدبیرات میں مصروف هوگئے - انہوں نے اپنے بڑے بڑے هیکلوں اور معبدوں کو ' جنکی دیواریں قلعوں کی طرح محکم ' اور جنکے احاطے فوجی میدانوں کی طرح وسیع تھے ' بجاے قلعہ اور حصار کے استعمال کیا - شہر کی تمام عمارتیں اپنے هاتھ سے منہدم کردیں ' تا کہ غیروں کے هتیاروں کی لعنت سے نا پاک نہ هوں ' اور ان میں جسقدر مختلف اقسام کی معدنیات مثل لوهے اور تانبے وغیرہ کے استعمال کی گئی تھیں ' وہ سب نکالکر گلا دیں ' نیز انکی لکڑیاں اور تختے بھی بکثرت جمع هوگئے -

تمام اهل شہر نے اپنے هر قسم کے اشغال حیات معطل کردیے - عورت ' مرد ' بوڑھے ' بچے ' سب لوگ رات دن لگاتار کام کرنے میں مصروف هوگئے - عمارتوں سے نکالی هوئی معدنیات کو گلا کر اسے هر قسم کے هتیار طیار کرتے ' اور لکڑی سے تلواروں کے قبضے اور نیزوں کے دستے بناتے - تمام عورتوں نے اپنے سر کے وہ حسین بال ' جنکی حسن و رعنائی جنس آناث کا بہترین سرمایۂ جمال ہے ' جمال حریت و شرف وطن پر قربان کردیے ' اور انکو کاٹ کاٹ کے دیدیا ' تا کہ انکی لڑیں کو بٹ کر دوڑوں کی جگہہ منجنیقوں کی رسیاں اور کمانوں کے چلے بناے جائیں ' اور انسے اڑکر نکلنے والے تیروں سے دشمنان ملت و اعداء وطن کے سینے زخمی هوں !

چند دنوں کی شبانہ روز کی محنت میں انہوں نے اپنے تمام انتظامات مکمل کرلیے - هر طرح کے هتیاروں سے انکا ذخیرۂ جنگ لبریز هوگیا ' اور ایک باشندۂ قرطاجنہ بھی ایسا باقی نہ رہا ' جو نہتا هو ' اور کوئی مفید آلۂ جنگ اسکے پاس نہو !

رومیوں کی یلغار

رومی انتہا کا میں تھے - انہوں نے ان طیاریوں کا حال سنا تو هنسے اور یلغار کرتے هوے روانہ هوگئے - انکا خیال تھا کہ پچھلے حملے میں با وجود سامان جنگ اور اسلحہ و آلات کی موجودگی کے ' بغیر مقابلہ قرطاجیوں نے شہر حوالے کردیا تھا ' تو اب بے دست و پائی کی حالت میں کیا مقاومت کرینگے ؟ لیکن انہیں معلوم نہ تھا کہ

دلوں کی اقلیم میں منٹوں اور لمحوں کے اندر انقلاب هو جاتا هے - اور اسی کے انقلاب سے اس دنیا کے انقلابات وابستہ هیں !

رومی اپنے زعم باطل کے نشے میں سرشار چلے آتے تھے ' لیکن جب شہر کے قریب پہنچے تو انکی آنکھیں کھل گئیں ' اور انہوں نے دهشت و تحیر کے عالم میں دیکھا کہ جس قرطاجنہ کو چند هفتے پیشتر چھوڑ گئے تھے ' جنوں کی سی مخفی قوت ' اور جادو گروں کی سی ساحرانہ طاقت سے وہ بالکل بدل گیا ہے - اب قرطاجنہ ایک بے پناہ اور بے هتیار آبادی نہیں ہے ' جیسی کہ بجبر و ظلم بنا دی گئی تھی ' بلکہ ایک محکم و نا قابل تسخیر قلعہ بند حصار ' جو نو تعمیر برجوں ' انپر جابجا رکھی هوئی منجنیقوں ' اور کمانیں چڑھاے هوے مسلح مدافعین کی صفوں سے مستعد پیکار و دفاع ہے !!

اهل قرطاجنہ کے پاس جنوں اور ساحروں کی کوئی مخفی طاقت تو نہ تھی ' پر حریت پرستی اور جوش ملی و وطنی کا ایک مقدس فرشتہ ضرور تھا ' اور اس کی طاقت کے آگے جنوں اور ساحروں کی مزعومہ قوتیں بھی هیچ هیں !

مجبور هوکر رومیوں نے محاصرہ کرلیا اور اپنی فوج چاروں طرف پھیلا دی - انکے آلات جنگ نہایت خوفناک تھے ' اور فوج کی مقدار بھی بے شمار ' لیکن با ایں همہ انکی کوئی کوشش محصورین کی جانفروشیوں کے آگے نہیں چلتی تھی ' اور جب کبھی هجوم کرکے بڑھتے تھے ' معاً بربادی و هلاکت کے ساتھہ پسپا کردیے جاتے تھے !!

یہاں تک کہ محاصرے نے بہت طول کھینچا - کامل دو برس گذر گئے ' لیکن محصورین کا عزم و ثبات ایک کوہ عظیم تھا ' جس سے رومی طاقت ٹکراتی تھی اور فنا هوتی تھی -

محاصرہ کا تیسرا سال

اور خاتمہ

جمہوریۃ روم کامل دو سال کے محاصرے سے عاجز آگئی - تیسرے سال کا آغاز هوا ' تو قدیمی سپہ سالار کی جگہ طاسطیوس

[بقیہ مضمون صفحہ ۸ کا]

هاؤس فنڈ میں شاہ جارج اور ملکہ میری نے سو سو پونڈ اور شاہ و ملکہ ناروے نے ۵۰ - ۵۰ - پونڈ دیے هیں -

ویسٹرنامی اخبار نے دو فنڈ کھولے هیں : ایک ون شلنگ فنڈ اور دوسرا ون پینی - پہلا جوانوں اور بوڑھوں کے لیے ہے ' اور دوسرا صرف بچوں کے لیے - ون پینی فنڈ سے اسٹریلیا کے تمسکات خریدے جائینگے اور اسکا سود مسز اسکاٹ کو ملیگا - ۲۳ - فروری سنہ ۱۳ - تک کل سرمایہ امداد ۳۰ - هزار پونڈ تک هو چکا تھا -

نتائج علمیہ

اس مضمون کا اصل حصہ درحقیقت نتائج علمیہ هیں - اس سلسلے میں جو معلومات فراهم هوئی هیں ' انکا تعلق تین مختلف علوم یعنی علم طبقات الارض ' علم وظائف الاعضاء ' اور علم جغرافیہ سے ہے - یہ معلومات ان علوم کے علماء خصوصین (Speechisth) کو دیدی گئی هیں اور وہ انکے مطالعہ میں مصروف هیں - جب نتائج مطالعہ شائع هونگے ' تو ان شاء اللہ العزیز هم انکے تراجم کی اشاعت کی کوشش کرینگے -

(Tacitus) نامی ایک شجاع و باسل رومی افسر کو مقرر کیا گیا ' جسکی جنگی قابلیت اُس وقت تمام روم میں مسلم تھی -

طاسطیوس نے آکر دیکھا کہ اہل قرطاجنہ کے جنگی دماغ کے آگے تمام فوجی قوتیں بیکار گئی ہیں' اور اگر محض جنگی قوت پر اکتفا کرلیا گیا تو برسوں بیکار جائیں گی - اسلیے اس نے سب سے پہلے اسکی کوشش شروع کی کہ کسی طرح باہر سے رسد کے پہنچنے کے راستے بند کردیے جائیں ' تاکہ محصورین فاقے کے خوف سے خود بخود شہر کھولدیں -

اہل قرطاجنہ کیلیے دونوں راستے کھلے تھے - خشکی کا بھی اور سمندر کا بھی - طاسطیوس نے پہلے راستے کو یوں بند کردیا کہ ایک مرتبہ ہی تمام فوجی قوتوں کو مجتمع کرکے شہر پناہ کی طرف بڑھنا شروع کردیا ' اور اسقدر قریب پہنچکر کہ ایک تیر کے فاصلے سے زیادہ مسافت باقی نہیں رہی تھی' فوج کو چاروں طرف پھیلا دیا - خشکی کی راہ سے جسقدر نقل و حرکت اور آمد و رفت ہوتی تھی' اب وہ سب دشمنوں کے حملے کی زد پر آگئی تھی اور انکی نظروں سے پوشیدہ ہوکر شہر میں داخل ہونا ممکن نہ تھا -

اہل قرطاجنہ کی ایک سخت غلطی

— * —

بحری راستے کی بندش کیلیے اُسنے ساحل پر ایک سنگی عظیم الشان بندرگاہ تعمیر کرانا شروع کردیا' تاکہ وہاں بحری قوت ہر وقت موجود رہے' اور جن کشتیوں اور جہازوں پر محصورین کو رسد کی امداد بھیجی جاتی ہے' اُنکو راہ ہی میں برباد اور گرفتار کرلیا جاسکے -

اہل قرطاجنہ کو اسکی خبر ہوئی' مگر بعد از وقت - اگر ابتدا ہی میں اُنہوں نے اپنی کشتیاں بھیجکر دریا کی طرف سے حملہ شروع کردیا ہوتا تو رومی کسی طرح بندرگاہ کی تعمیر میں کامیاب نہو سکتے - انکی بحری قابلیت جنگ اہل قرطاجنہ کی ہزار سالہ بحری زندگی کا مقابلہ نہیں کو سکتی تھی - لیکن اُنہوں نے بری راہ کے بند ہوجانے کے بعد سمندر کی راہ پر اعتماد کرلیا' اور اسکی طرف سے بالکل غافل ہوگئے - بعد کو جب تنبہ ہوا' تو وقت ہاتھہ سے نکل چکا تھا - اُنہوں نے چند کشتیاں حملے کے لیے بھیجیں لیکن وہ کچھہ نقصان نہ پہنچا سکیں' اور رومیوں نے بندرگاہ طیار کرکے بحری راہ بھی بند کردی !

عبرت و بصیرت !!

غور کرو ! ایک بے دست و پا اور مظلوم و محصور جماعت ' جس کے قلعے مسمار کیے جا چکے تھے ' جس سے ہتیار چھین لیے گئے تھے' جسکو تمام قواء جنگ و دفاع سے ایک پر نوچے ہوے کبوتر کی طرح محروم کردیا گیا تھا' اور جسکے موجودہ مادی قوتوں کی کل کائنات اتنی تھی کہ چند عمارتوں کے لوہے سے بنائے ہوے ہتیار تھے' یا عورتوں کے بالوں سے بٹکر طیار کیے ہوے کمانوں کے چلے' مگر وہ دنیا کی ایک عظیم الشان متمدن قوم' اور رومیوں جیسی فاتح و مہیب فوج کو تین سال تک ایک انچ آگے بڑھنے نہیں دیتی' اور پھر اسکو مغلوب کرنے کیلیے ایک سال کا زمانہ صرف کرے' اور پہاڑوں کی چٹانیں کاٹ کاٹ کے' عظیم الشان عمارتیں اور بندرگاہ تعمیر کیے جاتے ہیں !

ہے ایک خلق کا خوں اشک خونفشاں پہ مرے
سکھائی طرز کے دامن آنچہ کے آنے کی !

جب کبھی انسانوں کے دل اپنی قوم اور اپنے وطن کی عزت کیلیے باہم مل جاتے ہیں ' اور اپنے اندر سچا جوش اور محکم ولولہ پیدا کرلیتے ہیں' تو پھر انکی محیر العقول اور ما فوق العادۃ قوتوں کے معجزات و خوارق کا ایسا ہی حال ہوتا ہے : وفی ذالک' فلیتنافس المتنافسون ' (۱۸:۸۳) و ان فی ذالک لایات ' وما یعقلها الا العالمون -

* * *

اب اہل قرطاجنہ کو لا علاج مشکلوں سے سامنا ہوا ' اور محاصرہ کے مصائب روز بروز زیادہ محسوس ہونے لگے - قواء جنگ کی کمی کا وہ اپنے جوش و فدا کاری سے علاج کرسکتے تھے ' لیکن غذا کی فطری ضرورت' و حاجات جسمانیہ کے داعیۂ طبیعیہ کا انکے پاس کیا علاج تھا ؟ راہ مرور و درآمد رسد کے بند ہو جانے سے وہ بالکل مجبور ہوگئے -

النار و لا للعار

اہل قرطاجنہ نے قلعے میں آگ لگادی ہے' اور اسمیں کود کود کر جل رہے ہیں

طاسطیوس نے دیکھا کہ اسکی تدبیر کار گر ہوگئی ہے' پس اُس نے آخری حملے کی طیاری شروع کردی ' اور اسمیں بھی ایک سخت پر فریب حیلۂ و خدع سے کام لیا - یعنے سب سے پہلے اپنی طیاریوں کو بندرگاہ کی طرف سے شروع کیا اور فوج کا ایک بڑا حصہ الگ کرکے منتظر حکم طیار رکھا - اہل قرطاجنہ کی خاک وطن پر قربانی کے آخری دن قریب آگئے تھے - وہ اس دھوکے کو نہ سمجھے' اور یقین کرلیا کہ دشمن بندرگاہ کی طرف سے ہی حملہ آور ہوگا' پس انہوں نے اپنی تباہی کی خود ہی طیاری کی' اپنی تمام قوتوں کو اُسی رخ پر متوجہ کردیا ' اور اُس جانب کے چوبیں مورچوں میں آگ لگادی -

لیکن یہ بے فائدہ تھا - رومی اس جانب سے آنا ہی نہیں چاہتے تھے' جب انہوں نے دیکھہ لیا کہ محصورین پوری طرح اس رخ پر آگئے ہیں' تو فوراً منتظر اور محفوظ لشکر کو حکم دیا کہ شمالی جانب ہجوم کرکے بڑھجائیں - یہ تدبیر پوری طرح کامیاب ہوگئی - رومی بغیر کسی نقصان کے بڑھتے گئے ' اور شہر پناہ کے پاس پہنچے تو مقابلے کا بالکل سامان نہ تھا - انھوں نے وزنی گرزوں اور سنگین ہتوڑوں سے دروازے توڑ ڈالے اور محفوظ و مطمئن شہر میں داخل ہوگئے -

آخری ساعات جنگ

اہل شہر کی آنکھیں کھلیں تو اُس وقت ' جب خونخوار درندوں کی طرح دشمنوں کے خون آشام غول شہر کے کوچوں اور سنسان بازاروں میں پھیل گئے تھے ' اور تیر کمان سے نکل چکا تھا !

تاہم جو آگ حفظ وطن کی تین سال سے جل رہی تھی ' وہ اس قدر جلد بجھہ نہیں سکتی تھی - باوجودیکہ اب سعی و تدبیر کا وقت جاچکا تھا اور آخری ساعات سر پہ تھیں ' تاہم اہل شہر ذلت کے فرار کی جگہ' عزت کی بعد از مقابلہ موت کیلیے طیار ہوگئے اور وسط شہر میں جمع ہوکر لڑنا شروع کردیا - عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھگئی تھیں اور کمانیں لیکر دشمنوں پر تیر برسا رہی تھیں -

بیچے دریچوں میں کھڑے تھے، اور اعداء وطن پر پتھر پھینک رہے تھے - ایک ایسی سخت خونریزی عرصہ تک جاری رہی، جس نے تمام شہر کو خون اور لاشوں کا سمندر بنادیا - عشاق وطن اور فدائیان ملت اپنی اُن عزیز جانوں کو، جنہیں تین سال تک عشق وطن میں نذر مصائب و شدائد رکھا تھا، ہتیلیوں پر لے کر بڑھتے تھے، اور خونخوار دشمنوں کی تلواروں اور تیروں پر اس بے خودی و بے جگری سے گرتے تھے، گویا یہی انکا مطلوب و معشوق ہے !!

انسان یقیناً انسان ہے، پر وہ درندہ بن جائے تو درندوں سے بھی بدتر ہے :

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم، ثم رددناہ اسفل سافلین !! (۹۵ : ۴)	بیشک ہم نے انسان کو بہتر سے بہتر اور اچھی سے اچھی ساخت پر پیدا کیا؟ پھر اسی کو بدتر سے بدتر حالت میں لوٹا لائے کہ وہ جس حالت کو اختیار کرنا چاہے وہ اپنے اندر اُسکا سامان رکھتا ہے !

یہ ظلم و سفاکی اور بربریت و سبعیت کی ایک لعنت تھی، جو خونخوار رومیوں کے بے امان ہلباروں سے نکلکر قرطاجنہ کے تمام راستوں پر چھا گئی تھی - اہل شہر سے جو کچھہ کیا، یہ محض انکے جوش و قربانی کی استقامت تھی، ورنہ در اصل اب نہ وہ مقابلہ کرسکتے تھے، اور نہ مقابلے میں کامیابی کی کوئی صورت باقی رہی تھی - بالآخر وہی ہوا جو ہمیشہ ظالم و مظلوم، اور غالب و مغلوب کے درمیان ہوا ہے - رومیوں نے اپنی تین سال کی خونیں تشنگی کو تازہ خون کی سیلاب سے بجھانا شروع کردیا - پھر نہ عورتوں کو پناہ تھی، نہ بوڑھوں کو، اور نہ معصوم و بے زبان بچوں کو - زخمیوں کی کراہ، بچوں کی گریۂ و زاری، عورتوں کی فریاد و بکا، اور ان سب پر غالب آجانے والی وہ صداے وحشت و انتقام، جو رومی درندوں کی بے امان زبانوں سے نکلتی تھی - در اصل وہ آخری فیصلہ کی گھڑیاں تھیں، جو اہل قرطاجنہ پر گذر رہی تھیں، اور نہیں معلوم اس دنیا میں کتنی بد بخت قومیں ہیں، جن پر یہ گھڑیاں گذر چکی ہیں !!

رومی سپہ سالار لاشوں پر سے گذرتا ہوا قلعہ تک پہنچا - جسقدر باشندے قتل و غارت سے بچے تھے، وہ سب اسکے اندر موجود تھے - اس نے فوج کو حکم دیا کہ چاروں طرف سے برہنہ تلوار کھینچکر محاصرہ کرلیں، اور اس تمام عرصے میں تلواریں کب نیام میں پڑی تھیں کہ برہنہ کی جاتیں ؟ جب یہ انتظام مکمل ہو گیا تو قلعہ میں آگ لگا دی گئی -

تھوڑی ہی دیر کے اندر ہر طرف شعلے بلند ہونے لگے - اب اہل قرطاجنہ کیلیے اندر آگ تھی، اور باہر نکلیں تو آگ سے بھی زیادہ بے رحم انسانوں کی تلواریں - چھہ دن تک شہر جلتا رہا، اور نہیں معلوم کتنی جانیں اسکی شعلوں کی نذر ہوئیں ؟ مگر شہر بہت وسیع تھا، اور ابھی بڑا حصہ باقی تھا، جہاں بڑھتے ہوے شعلوں کے انتظار میں بد بخت انسان پڑے سسک رہے تھے !!

ملت فروش و خائن وطن

ہسد رو بال

کوئی قوم جوش ملت پرستی کے خواہ کیسے ہی دور فدا کاری میں ہو، مگر تورات مقدس کی روایتوں میں کہا گیا ہے کہ باغ عدن میں آدم کے ساتھہ سانپ بھی تھا - پس قوم فروشوں اور خائنین ملت سے خالی نہیں ہوتی، اور اسکی آستین صداقت میں کوئی نہ کوئی سانپ بھی موجود ہوتا ہے :

اولئک لعنهم اللہ و یلعنهم اللاعنون (۲ : ۱۵۵)	پھر یہی وہ لوگ ہیں کہ اللہ نے اُن پر لعنت کی، اور تمام لعنت بھیجنے والے بھی اُن پر لعنت بھیجتے ہیں !

ایک محفوظ اور بلند پہاڑی پر اہل قرطاجنہ کے دیوتا (اسکولیپوس) نامی کا ہیکل تھا، جسکی دیواریں رفیع، اور حصار مستحکم تھا - اسمیں نو سو کے قریب استقلال پرست قرطاجنی (ہسد روبال) نامی قرطاجنی افسر کی ماتحتی میں پناہگزیں تھے، اور رومی اسکو مغلوب کرنے میں بالکل ناکام رہے تھے - لیکن جب رسد کی قلت نے بھوک کی تکلیف سے مجبور کردیا تو ہسد روبال اپنی جماعت کے اطلاع بغیر، غداری اور بے وفائی کر کے نکل آیا اور اپنے تئیں رومیوں کے حوالے کردیا -

رومی سپہ سالار نے اس خیانت کے صلے میں اسے اپنے پیروں کے پاس جگہ دی - وہ جب بیٹھا تو اوپر ہیکل کی دیواروں سے محصور قرطاجنیوں نے اُسے دیکھا - وہ اپنے غصے اور غضب کو ضبط نہ کر سکے اور باوجودیکہ خود بھی فاقے کی مصیبت میں گرفتار تھے، جس سے بچنے کا طریقہ ہسد روبال نے بتلا دیا تھا، لیکن انکی حسیات شریفہ نے انکو نفرت و اکراہ سے بھر دیا - انہوں نے چلا چلا کر کہنا شروع کیا کہ " اے خائن اور کمینہ خصلت ہسد روبال ! تجھپر ہمیشہ کیلیے پھٹکار ہو کہ تیری بزدلی اور نامردی نے قرطاجنہ کے دامن عزت پر دھبہ لگا دیا !! "

عشاق ملت کے مصائب

ترک جان و ترک مال و ترک سر
در طریق عشق اول منزل ست !

رسد کی در اصل عرصے سے بند ہوگئی تھی - پرانے ذخیرے کب کے ختم ہوچکے تھے - اب شب و روز کا متصل فاقہ تھا، جسمیں ہسد روبال کے ساتھی مبتلا تھے - چند دن اور اسی عالم میں اُنہوں نے بسر کیے - وہ ہیکل کی دیواروں سے باہر کی اس دنیا کو دیکھتے تھے، جہاں دنیا کی تمام نعمتیں اور راحتیں موجود تھیں - وہ رومی فوج کے سامنے طرح طرح کے لذیذ اور پُرتکلف کھانوں کے دسترخوان بچھے ہوے دیکھتے تھے، اور ہسد روبال کے پچھاندے میں بھی انکی نظر غلطی نہیں کرتی تھی، جو ان لذائذ و نعائم میں شریک کرلیا جاتا تھا - انسے چند قدموں کے فاصلے پر یہ سب کچھہ ہو رہا تھا، لیکن انکے لیے، اُن بد بختوں کیلیے، روٹی کا ایک خشک ٹکڑا، اور سمندر کے تلخ پانی کا ایک قطرہ بھی اس دنیا میں باقی نہیں رہا تھا - کیوں ؟ صرف اسلیے کہ وہ جرم محبت ملت کے مجرم، اور وطن پرستی کے قصور کے گنہگار تھے !

پھر آہ اے معبد ملت پرستی، اور اے صنم مقدس حریت و آزادی ! تیری پرستش اور تیری محبت کے جرم نے تیرے پرستاروں کو کن کن آزمایشوں میں مبتلا نہیں کیا، اور کیسے کیسے حوصلہ آزما عذابوں سے دوچار نہیں ہوے ؟ پر تجھہ میں وہ کونسی عقل ربا، اور ہوش افگن دلفریبی ہے، جس کی مقناطیس تعبد کی قہرمانیۃ پر نظام کائنات کی کوئی قوت غالب آ نہیں سکتی ؟

ترک جان در رہ آن سرو رواں این ہمہ نیست
عشق اگر نرخ نہد، قیمت جان این ہمہ نیست !

انکے لیے بھی عیش و راحت کا دروازہ کھلا تھا - ایک لمحہ کے اندر انکی حالت بدل جاسکتی تھی - ہسد روبال نے بتلا دیا تھا کہ جس کسی کو شرف ملی سے زیادہ حفظ نفس عزیز ہو، اسکو کیا کرنا چاہیے ؟ رومی طیار تھے کہ اگر وہ اپنے تئیں سپرد کردیں، اور انکی غلامی کا طوق پہننے کیلیے طیار ہوجائیں تو انکو امان دیدی جائے -

لیکن انکی غیرت عشق نے اس کو گوارا نہ کیا کہ جس محبوب کے عشق مقدس میں تین سال تک رشتۂ وفاداری ہاتھہ سے نہ دیا ہو' اب زندگی کی آخری ساعات میں' جبکہ انکا وطن محبوب شعلوں کے اندر سے سرگرم فغاں' اور ملت عزیز سیلاب خوں کے اندر سے توصیہ فرماے استقامت و وفاداری ہے' اپنی حیات فانی کی ایک مدت مجہول و قصیر کیلیے اس سے کیا بے وفائی کریں ؟

النار و لا العار !!

بالاخر قبل اسکے کہ دشمنوں کے ہاتھہ سے شہر کی طرح ہیکل کی دیواروں میں بھی آگ لگائی جاتی' انہوں نے خود ہی اسمیں آگ لگادی :

آتشم تیز ست و داماں می زنم

جب آگ نے اچھی طرح در و دیوار میں جگہہ بنالی اور شعلے تیزی کے ساتھہ بھڑکنے لگے' تو تمام قرطاجی' جنمیں عورتیں بھی تھیں اور معصوم بچے بھی' ایک مقام پر آکر جمع ہو گئے اور "قرطاجنہ" کے نام کی جاں سپارانہ صدائیں لگاکر' بھڑکتے ہوے شعلوں کے اندر کود پڑے - عیش فانی کے اُس لالہ زار سے جو غیروں کی غلامی سے حاصل ہوا ہو' کیا یہ شعلہ ہاے حیات سوز بہتر نہ تھے' جنکے اندر اپنی ملت محبوب کے ہزاروں اجسام' اور اپنی سر زمین مقدس کی صدہا عمارتوں اور گرتی ہوئی دیواروں کی خاکستر ملی ہوئی تھی؟ وہ اس شوق و ذوق اور بے ہراسی سے آگ میں کود رہے تھے' گویا مدتوں کے بچھڑے ہوے عشاق ہیں' جو اپنی محبوب کی خوابگاہ وصال کی طرف بے تابانہ جا رہے ہیں : فالموت جسر' یوصل الحبیب الی الحبیب !! (موت مثل ایک درمیانی پُل کے ہے' جو دوست کو دوست تک پہنچا دیتا ہے !) -

شوہر اپنے سامنے اپنی عورتوں کو جلتا ہوا دیکھتے تھے' تا کہ غیروں کا تسلط انکے ننگ و ناموس کو بٹہ نہ لگاے -

مائیں اپنے معصوم بچوں کو چھاتی سے لگاے ہوے شعلوں میں کودتی تھیں' تا کہ انکے بعد انکی نسل غیروں کی غلامی ومحکومی کیلیے باقی نہ رہے - والدین اپنی اولاد کے ساتھہ شعلوں سے لپٹ لپٹ کر جان دیتے تھے' تا کہ نہو کہ غیروں کی غلامی سے انکے فرزندوں کے شرف کو بٹہ لگے - وہ جبکہ جل رہے تھے' تو انکے جسم سوختہ کا دھواں زبان حال سے صدا لگا رہا تھا کہ " النار و العار " !! آگ میں جلنا منظور ہے' مگر قومی ذلت منظور نہیں !!

تلک الامثال نضربہا للناس

لعلہم یتفکرون !

عشق ملت' اور حریت پرستی کی یہ ایک مثال تھی' جو مبارک قرطاجیوں نے دنیا کو دکھلا دی - انہوں نے اپنی جانیں ضرور دیں' لیکن اپنی جانفروشی کی نظیر سے قوموں اور ملکوں کو زندگی بخش دی - اور فی الحقیقت جو لوگ اس دنیا میں مرتے ہیں' وہی مردوں کو زندگی بخش بھی سکتے ہیں - تم اگر صرف اپنی خاطر زندہ ہو' تو اسکے یہ معنی ہیں کہ اپنی ملت کیلیے ایک مردہ لاش ہو' پر اگر قوم کیلیے مرجاؤ' تو تم نہ صرف زندہ ہو' بلکہ ہزاروں اور لاکھوں جسموں اور ہستیوں کو زندگی بخشنے والے ہو !

اہل قرطاجنہ نے آگ کے شعلوں میں کود کر جانیں دیدیں لیکن اسلام' جسکی حیات معنوی کی پہلی شرط نفس وجسم پر موت طاری کرنا ہے' اگر ہوتا تو آگ کے شعلوں کی جگہ دشمنوں کی تلواروں کی طرف اشارہ کرتا' اور آخری مایوسی کے عالم میں بھی اسکو کبھی پسند نہ کرتا کہ اسکے فرزندوں کی جانیں بالکل رائگاں جائیں - یہ نو سو استقلال پرست قرطاجنی سر سے کفنی باندھکر اگر نکلتے' تو کم از کم ۹ سو رومیوں کو تو ضرور خاک و خوں میں ملادیتے تا ہم جس جذبۂ فدا کاری اور جاں سپاری سے انہوں نے اپنی جانیں دیں' اسکے شرف و احترام کی تاریخ عالم ہمیشہ حفاظت کریگی - آگ کے شعلوں نے اُنکے جسموں کو چند لمحوں کے اندر فنا کردیا ہوگا' لیکن انکی مثال حریت و تفانی کی روح مقدس کبھی فنا نہیں ہوسکتی - انہوں نے صفحۂ عالم پر اپنی یاد ہمیشہ کیلیے نقش کردی' اور آنے والی قوموں کیلیے ایک مثال عظیم چھوڑ گئے -

عبرت و نتائج

اُنکی سرگذشت از سرتا پا ایک ترجمۂ حریت اور ایک صداے موعظۃ ہے' جو قوموں کو بتلاتی ہے کہ اپنی قومی آزادی اور ملی استقلال کی قدر وقیمت پہچانیں اور اسکی محبوبیت و معشوقیت کا اندازہ کریں - انکی تاریخ اُن قوموں کیلیے ایک شاہراہ عمل کا افتتاح کرتی ہے' جنہوں نے اپنی غفلت کی لعنت میں گرفتار ہو کر غیروں کی غلامی و محکومی کا طوق پہن لیا ہے' اور انکی ہیبت و سطوت اور قواء جنگ و اسباب تسلط سے مرعوب ہوگئی ہیں - انہوں نے گویا ہمیشہ کیلیے اس کا فیصلہ کر دیا ہے کہ قوموں کی زندگی اور استقلال صرف قواء جنگ اور اسلحۂ و آلات کے حصول ہی پر موقوف نہیں ہے' بلکہ دلوں کے محکم جوش' مصیبت کے سچے احساس' مستعدی اور آمادگی کی صداقت' اور سب سے زیادہ کہ باہمی نزاعوں اور بے مہریوں کی جگہ' اتحاد و اتفاق کی زنجیروں میں بندھکر ایک دل اور ایک جان ہو جانے پر ہے - پھر نہ فوج کی ضرورت باقی رہتی ہے' نہ اسباب مادیۂ مقاومۃ و دماغ کی احتیاج ہوتی ہے' نہ ہتیاروں کے چھن جانے سے نقصان پہنچ سکتا ہے' اور نہ قلعوں کے مسمار ہو جانے سے قوت سلب ہوسکتی ہے -

انکا مقابلہ ایک نہایت متمدن اور شایستہ قوم سے تھا' جو اُس زمانے میں یورپ کے موجودہ تمدن کی قائم مقام تھی - دشمن شہر پر قابض ہو چکے تھے' ہتیار چھین لیے تھے' اور انکی تعداد بے شمار تھی - تا ہم تم نے دیکھا کہ جب انتہا درجے کی مایوسی چھا گئی' ہر طرف سے امید کا دروازہ بند ہوگیا' اور قرطاجنہ کے ہر فرد کو آنے والے وقت کا سچا اور آخری احساس ہوگیا' تو پھر انکے دل قوت اور طاقت کی ایک نئی روح سے بھر گئے' اور انکے دلوں سے ایک لمحہ کے اندر دشمنوں کی قوت' تسلط' قواے جنگ' اور کثرت تعداد کا رعب دھل گیا - پھر وہ اٹھہ کھڑے ہوے' اور سب کے دل قومی عزت کے حفظ کیلیے ملکر ایک ہوگئے - اگر ہتیار نہ تھے تو عمارتوں سے لوہا نکالکر ڈھالنا شروع کر دیا - اگر کمانیں نہ تھیں' تو عورتوں نے اپنے بالوں کی لٹیں کاٹ کاٹ کر اسکے چلے بنا لیے - پھر سب کچھہ ہو گیا' کیونکہ جو قوم مرنے کیلیے مستعد ہو جاے' خواہ وہ کیسی ہی بے دست و پا اور بے سامان ہو' مگر پھر بھی وہ ایک ایسی قوت ہے' جو سب کچھہ کر سکتی ہے' جو نا ممکن کو ممکن بنا دیسکتی ہے' اور جس پر اس دنیا کی کوئی قوی سے قوی طاقت بھی غالب نہیں آسکتی !!

آخری نظارہ

فاعتبروا یا اولی الابصار !!

یہ سب کچھہ ہو رہا تھا' اور خائن ملک و ملت (ہسدروبال) رومی لشکر میں بیٹھا دیکھہ رہا تھا - اسکی نوجوان بیوی جسکی حسن و رعنائی تمام قرطاجنہ میں ضرب المثل تھی' ہیکل کے اندر پناہگزینوں کے ساتھہ تھی' اور دو چھوٹے چھوٹے بچے بھی اُسکی گود میں تھے - ہسدروبال کو اپنی بیوی سے عشق تھا

اور اپنے بچوں پر مفتوں تھا - جب اُس نے قوم سے غداری کرکے پوشیدہ نکل جانے کا ارادہ کرلیا تو چاہا کہ اپنی بیوی اور بچوں کو بھی ساتھہ لیجاے - اسنے اپنے ذلیل ارادے سے اُسے اطلاع دی' اور طرح طرح کی تدبیروں سے سمجھانا چاہا' لیکن اُس وفادار ملۃ فدا کار وطن' اور تمثال شرافت و عظمت نے نہایت ذلت و نفرت سے اسکی تجویز کو ٹھکرا دیا' اور اسدرجہ غصے سے مضطرب الحال ہوئی کہ ہسدروبال سہم گیا - اُسے خوف ہوا کہ کہیں جوش غضب میں میرے مخفی ارادے کو قوم پر ظاہر نہ کردے اور میں اپنی جان کو بھی بچاکر نہ لیجا سکوں -

افسوس کہ اس خائن ملت کو اسپر بھی شرم نہ آئی - محبت نفس و عشق غذاے حیوانی نے اسکو مغلوب کرلیا تھا - وہ رات کے وقت نظروں سے پوشیدہ ہوکر تن تنہا نکل آیا اور سمجھا کہ میری مثال اور غذا کا فقدان ان لوگوں کو بھی اطاعت قبول کرلینے پر مجبور کردیگا' اور میری بیوی بھی کچھہ دنوں کے بعد نکل آئیگی -

لیکن اسکے نفس ذلیل و سفیہہ نے اسکو دھوکا دیا - اس نے اپنی بیوی اور اپنی جماعت کے قلب شریف کو بھی اپنا ہی سا سمجھا تھا - صبح کے وقت جب ہیکل کی دیواروں سے اُسکی بیوی نے رومی سپہ سالار کے پاس اُسے دیکھا' تو غیظ و غضب میں آکر چلا اٹھی اور نفرت و حقارت کے ساتھہ اُسپر لعنت بھیجی!

اسکے بعد آخر تک ہسدروبال کی بیوی نے اپنی قوم کا ساتھہ دیا اور جب خاتمے کے آخری دن ہیکل کی دیواروں سے آگ کے شعلے بلند ہوے تو اُس نے اپنی قوم سے کہا:

" مجھے چند لمحوں کی زندگی ابھی مطلوب ہے - اپنے لیے نہیں' اپنے ان معصوم بچوں کیلیے نہیں' بلکہ انکے غدار اور سفیہہ باپ کیلیے' جس کو قبل اسکے کہ مقدس دیوتا آخرت کی لعنت میں گرفتار کرے' میں چاہتی ہوں کہ اس دنیا میں آج بھی ایک سزا دے دوں - افسوس کہ اُس نے مجھسے نہیں' مگر اپنی قوم سے بے وفائی کی - وہ آجتک میرے عشق میں ثابت قدم رہا' لیکن کاش مجھسے بے وفائی کرتا' پر اپنی قوم سے بے وفا نہوتا!! "

اُس نے یہ کہا اور اُس وقت تک توقف کیا' جب تک کہ آگ کے شعلے ہیکل کے احاطے کی دیواروں تک نہ پہنچ گئے - یہ مقام رومی فوج کے بالکل سامنے اور قریب تھا - اُس نے جب دیکھا کہ دیواروں میں آگ نے اچھی طرح گھر بنا لیا ہے' تو اپنے دونوں بچوں کو گود میں لیکر نکلی' اور ہسدروبال کے سامنے جاکر کھڑی ہوگئی -

ہسدروبال کی بیوی کی تقریر

اسکا مستقیم قد استقلال و ثبات کا ایک آہنی ستون تھا' اور اُسکی حسین آنکھوں سے غیظ و غضب کی چنگاریاں نکل رہی تھیں - وہ پہلے بھی حسین تھی' لیکن اس وقت عزم و استقامت' اور عظمت و جبروت کے حسن معنوی نے اسکے اندر فرشتوں کی سی ایک ہیبت جمیل پیدا کردی تھی -

اُس نے پہلے رومیوں کے لشکر اور انکے ساز و سامان کی ایک نظر حقارت ڈالکر تذلیل کی - پھر رومی سپہ سالار کی طرف دیکھکر کہا:

" اے ظالم رومیو! تم خوش ہو کہ تم نے ہماری بربادی و ہلاکت اپنی آنکھوں سے دیکھہ لی - لیکن تم بھول گئے کہ اس دنیا کی ایسی ظالمانہ خوشیاں ہمیشہ سے عارضی ہوئی ہیں - اُس وقت کو دور نہ سمجھو' جب تمہاری ہلاکت و بربادی کا وقت بھی آ لیگا' اور گو اُس وقت کو دیکھنے کیلیے ہم نہونگے' مگر ہمارے اجسام سوختہ کی خاکستر' اور قرطاجنہ کی جلی ہوئی دیواروں کی ذرے موجود ہونگے!"

پھر وہ اپنے شوہر کے طرف متوجہ ہوئی - اسکے چھوٹے چھوٹے بچے آنے والے وقت سے بے خبر اسکی چھاتی سے لپٹے ہوے تھے' جبکہ اُس نے کہا:

" اے ہسدروبال! اے خائن ملۃ! اے شقی و روسیاہ! اے وہ' کہ تونے اپنی قوم' اپنے مقدس وطن' اور اپنے دیوتاؤں سے بے وفائی کی!! یاد رکھہ کہ قرطاجنہ کی جلی ہوئی دیواروں کی خاک کا ہر ذرہ تجھپر لعنت بھیج رہا ہے' اور قیامت تک کیلیے تیری روح سفیہہ اور ہستی نجس پر انسانوں کی پھٹکار ہوگی!! تونے اپنوں کو فاقہ و موت کی حالت میں چھوڑ کر غیروں کی اطاعت کرلی! تونے اپنی اس جماعت کو چھوڑ کر جو تیرے قدموں پر سر رکھے ہوے تھی' اس روم کے ملعون ظالم کے قدموں تلے جگہ ڈھونڈھی! تونے اپنی قوم کو چھوڑ دیا تاکہ وہ فاقۂ و تشنگی سے ہلاک ہو' اور خود روٹی کے ایک ٹکڑے اور پانی کے ایک گھونٹ کیلیے غیر قوموں کی ٹھوکریں کھانے کیلیے چلا آیا! بتلا کہ تونے دیوتاؤں کی مقدس قسم' قوم کی وفاداری' اور وطن کی محبت کو بیچ کر کیا پایا؟ اس حیات فانی کی چند گھڑیاں' جو ممکن ہے کہ ابھی ہی ختم ہو جائیں؟ روٹی کا ایک ٹکڑہ اور پانی کے چند قطرے' جو تو دو سو قرطاجیوں کی بھوک اور تڑپ کو بھولکر اپنے حلق کے نیچے اُتارتا تھا؟ یا پھر دنیوی عزت اور کامرانی کا کوئی وعدہ' جو اس رومی سپہ سالار نے تجھسے کیا ہے؟ لیکن اے شقی و سفیہہ! بتلا کہ جب تیری قوم میں سے ایک فرد بھی اس دنیا میں باقی نہ رہا' جب تیرا ملک آگ کے شعلوں کا ایندھن بن گیا' جب قرطاجنہ کی ہزار سالہ نسل نابود و فنا ہوگئی' تو پھر دنیا میں تیرے لیے' تن تنہا تیرے لیے اے لعین و روسیاہ تیرے لیے' کونسی شے ہے' جو عزت اور خوشی کا ذریعہ ہوسکتی ہے؟ کیا یہ ظالم رومی تیرے سر پر رومۃ الکبری کے تخت کا تاج رکھدینگے؟ پھر اگر وہ رکھہ بھی دیں' تو تیری تمام قوم کے مٹ جانے کے بعد وہ تاج تجھکو کیا خوشی دیسکتا ہے؟ ہزار تف ہو تجھپر اے ہسدروبال' کہ تیری زندگی تیری قوم کے کام نہ آئی! اور قیامت تک کیلیے پھٹکار ہو ہر اُس زندگی پر' جو تیرے نقش قدم پر چلے' اور حیات دنیویہ کی فانی لذتوں' اور نفس و جان کے آرام و راحت کیلیے اپنی قوم اور اپنے ملک سے بے وفائی کرے!"

شدت غیظ و غضب سے اسکا تمام جسم کانپنے لگا' اور جب اپنی قوم کی یکسر بربادی و ہلاکت یاد آئی تو درد و غم کے وفور سے اسکی آواز بند ہوگئی -

چند لمحوں تک اس نے ایک سکوت قہر کے ساتھہ اپنے بد بخت شوہر کو دیکھا' پھر ایک نگاہ اشک آلود اپنے اُن بچوں پر ڈالی' جو اسکے ارادے سے بے خبر' اور کئی دنوں کے متصل فاقے سے زار و نزار ہوکر اسکے منہہ کو مظلومانہ تک رہے تھے!

وہ کسی مخفی ارادے کا فیصلہ کرکے' ایک استقلال آہنیں کے ساتھہ آگے بڑھی - بچوں کو گود سے اُتارکر اپنے سامنے کھڑا کیا اور

اپنے جسمی ضعف و صورت نسائی کے خلاف ، شہنشاہوں اور قاہروں کی آواز میں گرج کر بولی :

" تیری اصلی سزا کا وقت دور نہیں ہے ، جبکہ قرطاجنہ کا مقدس دیوتا اپنی عدالت میں تجھے کھڑا کریگا ! لیکن اس وقت بھی تیرے لیے ایک عذاب الیم درپیش ہے - پھر بتلا کہ جب تو مجھے ، اور اپنے ان بچوں کو آگ میں جلتا ہوا ، اور موت کے احتضار سے تڑپتا ہوا دیکھے گا ، تو تیرے پاس کیا عذر ہوگا ؟ کون ہے جو تجھکو اس معالجۂ تعذیب ، اور اس نظارۂ الیم سے بچا لیگا ؟ یہ تیرا معبود رومی ، جسکے قدموں کی ٹھوکر کھانے کا تجھے فخر ہے ، تجھکو روٹی دیسکتا ہے ، پر اس عذاب سے تو نہیں بچاسکتا ! "

رومی سپہ سالار ، ہزاروں افسران جنگ ، اور قشون محاصرہ اسطرح ساکت و صامت تھے ، گویا اندیں طلسم دلوں کی طرح ، آج انکے اجسام حیّہ بھی پتھر کے بت بن گئے ہیں ! عسکر رومال کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں ، مگر کانوں میں سمندروں کی روانی ، جنگلوں کی سنسناہٹ ، اور درندوں کی مہیب آوازوں کی سی متوحش صدائیں آرہی تھیں - وہ اپنی بیوی کو ، جسکا پیکر حسن ، اسوقت ایک فرشتۂ عذاب کی صورت میں اسکے سامنے تھا ، دیکھ رہا تھا ، لیکن نہیں سمجھ سکتا تھا کہ یہ کیا ہے ؟

شہداء ملت کی یاد میں آخرین قطرۂ اشک

اس کی بیوی نے ایک مرتبہ قرطاجنہ کے جلتے ہوے کھنڈر کو جی بھر کے دیکھا ، پھر اپنی قوم اور اپنے ملک کی یاد میں ایک آخرین قطرۂ اشک بہایا ، اسکے بعد اپنے دونوں بچوں کا گلا گھونٹ کر آگ میں ڈالدیا ! اور اسکے بعد خود بھی آگ میں کود کر ، اسکے بھڑکتے ہوے شعلوں میں روپوش ہوگئی !!

....

.... (البقیہ تتلی)

انتقاد

رپورٹ انجمن ہلال احمر قسطنطنیہ

انجمن ہلال احمر عثمانی نے ایک بین الملی انجمن کی صورت اختیار کرلی ہے اسلیے عالم اسلامی کے ہر ہر گوشے کو اسکے اعمال و خدمات کے متعلق سوال کا حق ہے اور ایسے ملک کو تو خصوصاً ، جسمیں سات کرور مسلمان رہتے ہوں اور ہر ضرورت کے وقت اعانت کے لیے آگے بڑھے ہوتے ہوں - انجمن کی موجودہ شکل کو قائم ہوے کم و بیش تین سال ہوگئے - اس عرصہ میں ہندوستان سے معتد بہ مدد ملی مگر باایں ہمہ اس کے آج تک ہندوستان میں کوئی روداد شائع نہیں کی تھی - یہ ایک ناگوار بے اعتنائی تھی جو انجمن کی طرف سے ہندوستان کے ساتھہ کیجا رہی تھی - لیکن نہایت خوشی کی بات ہے کہ اس بارے میں جو تحریکیں ادارۂ الہلال اور بعض دیگر حضرات نے کی تہیں ، وہ بیکار نہ گئیں ، اور اب ایک مختصر انگریزی رپورٹ شائع کی گئی ہے -

اسمیں انجمن نے ان خدمات کی مختصر روداد شائع کی ہے جو اس نے جنگ بلقان میں انجام دی ہیں - اس روداد کو مختلف زبانوں میں شائع کیا گیا ہے - انگریزی ترجمہ غالباً خاص ہندوستان کے لیے ہے ، کیونکہ عالم اسلامی کے جس گوشے میں سب سے زیادہ انگریزی سمجھی جاتی ہے ، وہ صرف ہندوستان ہی ہے -

روداد کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جنگ میں انجمن کا دائرہ خدمات صرف شفا خانوں تک ہی محدود نہیں رہا ، بلکہ شفاخانے کے علاوہ متعدد اور طریقوں سے بھی نہایت مفید خدمات انجام دیے -

مثلاً میدان کارزار سے واپس آنے والے مجروحین کے لیے یورپین ترکی میں منزلگاہیں قائم کیں ، جامیں انکے آرام کا تمام ضروری سامان تھا - قسطنطنیہ میں جو طبی وفود آئے تھے ، انکو ہر قسم کی مالی و انتظامی مدد دی - خزانہ کے خالی ہونے کی وجہ سے فوجی اور صوبہ‌یل شفاخانوں کے پاس آلات و ادویہ وغیرہ کی کمی تھی - لیکن انکو جس شے کی ضرورت ہوئی ، انجمن نے اپنے ذخیرے سے مہیا کردی - عثمانی اسیران جنگ اور انکے اعزا میں مراسلت کا انتظام کیا جو فی الحقیقت سب سے بڑی وقیع خدمت تھی - وغیرہ وغیرہ -

کارفرمایان انجمن آخر میں اعتراف کرتے ہیں کہ اپنے کاموں میں انجمن ہلال احمر اپنی ہمچشم انجمنہاے صلیب احمر کی برابری نہیں کرسکی ، مگر وہ کہتے ہیں کہ اسکی وجہ اعضاء انجمن کا تساہل نہیں بلکہ انجمن کی نوعمری ، کم مایگی ، اور صرف زمانہ جنگ کی تیاری ہے - چنانچہ اس تجربہ کی بنا پر جو اسکو جنگوں میں ہوا ، مجلس انتظامیہ نے طے کرلیا ہے کہ آیندہ سے انجمن زمانۂ صلح میں بھی مصروف کار رہے - مجلس انتظامیہ نے محسوس کیا ہے کہ صرف آلات ، ادویہ ، اور پوشاکوں کے فراہم کرلینے سے انجمن کی تیاری مکمل نہیں ہوسکتی - اسلیے یہ بھی طے کیا گیا کہ مذکورہ بالا اشیاء کی فراہمی کے علاوہ تیمارداروں کو تعلیم خصوصی دی جاے اور اگر ضرورت ہو تو اسکے لیے ایک درسگاہ کھولدی جالے -

---

اطلاع

دفتر الہلال کے ذریعہ پریس کا تمام سامان ، اور پتھر اور ٹائپ کی مشینیں ، دلی اور سکنڈ ہینڈ ملسکتی ہیں - ہر چیز دفتر اپنی ذمہ داری پر دیگا -

سردست دو مشینیں فروخت کیلیے موجود ہیں :-

(۱) ڈبل ڈیمی سائز ٹائپ کی ڈبل رائل ہیٹن کی مشین ، جو بہترین اور قدیمی کارخانہ ہے - اس مشین پر صرف دو ڈھائی سال تک معمولی کام ہوا ہے - اسکے تمام کیل پُرزے درست اور بہتر سے بہتر کام دینے کیلیے مستعد ہیں -

ابتدا سے الہلال اسی مشین پر چھپتا ہے - دو ہارس پاور کے موٹر میں سوا سو فی گھنٹہ کے حساب سے چھاپ سکتی ہے - چونکہ ہم اسکی جگہ دوسرے سائز کی مشینیں لے چکے ہیں - اسلیے اسکو فروخت کرتے ہیں -

(۲) ڈبل مشین ، جو پاؤں سے بھی چلائی جاسکتی ہے ، ڈیمائی مزدور - نرائی - اس پر ہاف ٹون تصویر کے علاوہ ہر قسم کا کام جلد اور بہتر ہوسکتا ہے -

قیمت بذریعہ خط و کتابت طے ہوسکتی ہے - جو صاحب لینا چاہیں ، وہ مطمئن رہیں کہ ہم اپنی ذاتی ضمانت پر انہیں مشین دینگے ، اور اپنے اخلاقی وقار کو لین دین کے معاملات میں ضائع کرنا نہیں چاہتے -

مینیجر الہلال پریس

تیمارداروں کے علاوہ باربرداری کے لیے ایک جہاز بھی لیا جانے کا تاکہ جہاں ضرورت ہو' انجمن بغیر کسی تاخیر کے اپنا سامان بھیج سکے -

آخر میں تمام معاونین انجمن کا نہایت خلوص سے شکریہ ادا کیا گیا ہے - افسوس ہے کہ انجمن نے اپنی مالی حالت کے تفصیلی تذکرہ کو اس رپورٹ میں جگہ نہ دی ' حالانکہ یہ بہت ضروری حصہ تھا ' اور اسکی تفصیل لوگوں کیلیے موجب طمانیة و مزید سرگرمی اعانة ہوتی - میں نے ارکان انجمن و معاونین کار کو پچھلے دنوں باربار اسپر توجہ دلائی' اور اس رپورٹ کو دیکھکر پھر ایک تفصیلی مراسلہ بھیجا ہے - نیز ڈاکٹر مصباح الدین اور شیخ چاوش کو بھی لکھا ہے - معلوم ہوتا ہے کہ کثرت اشغال اور جنگ کی مصروفیت سے کوئی مبسوط رپورٹ شائع نہ ہو سکی - تاہم ضرورت ' ضرورت ہے ' اور اس سے اعماض نہیں کیا جاسکتا -

عام تقسیم کیلیے زیادہ نسخوں کے بھیجنے کیلیے بھی لکھا ہے تاکہ ہندوستان کی تمام انجمن ہاے ہلال احمر میں تقسیم کر دی جائیں -

مطبـــوعـــات اردو

— * —

جہنـــم سے پہـــلا اور دوسرا خط

قیمت حصہ اول ۰۳ - آنہ - حصہ دوم - دو آنہ - مترجم سے ریاست رامپور ممالک متحدہ کے پتے سے ملسکتی ہے -

مولوی شرف الدین احمد خانصاحب ہیڈ کلرک جیل رامپور کے متعدد رسالے اردو میں شائع ہو چکے ہیں -

آجکل ایسے لوگوں کی بڑی ضرورت ہے جو اپنے فرصت کے اوقات کو ادبی خدمات کیلیے وقف کر دیں ' اور ادبی مقدور بھر جو کچھہ لکھہ پڑھسکتے ہیں ' اس سے دریغ نہ کریں -

مولوی شرف الدین صاحب ایسے ہی لوگوں میں سے ہیں - یہ رسائل انگریزی کی ایک مقبول و کثیر الاشاعة کتاب سے ترجمہ کیے گئے ہیں' جو خود بھی غالباً یورپ کی کسی دوسری زبان کا ترجمہ ہے - اسکے مصنف نے مذہبی احکام جزاء و عقوبت کو پیش نظر رکھکر ' ان روحانی آلام و عذاب کا نقشہ کھینچنا چاہا ہے ' جو دنیا کے تمام مذاہب میں " جہنم " کے نام سے بیان کیے گئے ہیں ' اور اسمیں قوت تخیل اور قدرت تعبیر ' دونوں چیزوں سے کہ شاعری کے اجزاے لازمی ہیں ' پوری طرح کام لیا ہے -

صورت بیان یہ ہے کہ ایک سخت گنہگار آدمی مرجاتا ہے اور جہنم کے عذابوں میں گرفتار ہوکر ' وہاں سے خطوط لکھتا ہے - اصل کتاب میں ۲۹ - خط ہیں' اور ابھی بطور نمونے کے مولوی صاحب نے دو خطوں کا ترجمہ شائع کیا ہے -

اس کتاب کے لکھنے سے مقصود یہ ہے کہ انسان کی طبیعت پر مذہبی عقائد اور احکام کے اثر کو قوی کیا جائے ' اور گناہوں سے بچنے ' اور مذہب معاد کے عقیدے سے متاثر ہونے کا ذریعہ ہو - ترجمہ صاف اور سلیس ہے ' اور اسطرح کی ادبی اور شاعرانہ تعبیروں کے ترجمہ کی مشکلات پر غالب آنے کی کوشش کی گئی ہے -

قیمت اسقدر ارزاں ہے کہ اگر ہر شخص ایک ایک نسخہ لے لے تو اسے کچھہ بھی محسوس نہوگا ' لیکن اگر مطالعہ ایک لمحہ کیلیے بھی دل پر کام کر گیا تو یہ بہت بیش قیمت ہے - ہم مولوی صاحب کے اس مقصد رفیع و اہم کو قابل داد و تحسین سمجھتے ہیں' گو آجکل کے بہت سے مدعیان تحریر فکر و علم خیال کو اس مقصد پر ہنسی آئے -

---

سالنـــامہ مدرسۂ صولتیہ مکہ معظمـــہ

مہتمم مدرسہ - کیرانہ ضلع مظفرنگر کے پتے سے ملسکتی ہے

مدرسۂ صولتیہ مکہ معظمہ کا ذکر ہمیشہ ہوتا رہتا ہے ' اور اخباربین اشخاص اسکے کاموں سے بے خبر نہیں ہیں - یہ اسکی تازہ ترین رپورٹ ہے جو مولانا محمد سعید صاحب مہتمم مدرسہ نے شائع کی ہے ' اور علاوہ حالات مدرسہ کے ' اچھے تمہیدی مضامین کے لحاظ سے بھی نہایت دلچسپ اور مفید اطلاعات پر مشتمل ہے -

اس مدرسے کو قائم ہوے عرصہ ہوگیا - مکہ معظمہ اسلام اور مسلمانوں کیلیے ایک قدرتی مرکز ہے ' اور وہاں کا ہر معمولی اور ادنی کام بھی اور مقامات کے عظیم الشان کاموں سے زیادہ مفید و نتیجہ خیز ہوسکتا ہے ' بشرطیکہ وقت کی ضرورتوں ' اور اصول کار و طریق عمل سے اعماض نہ کیا جاے -

اس بنا پر مدرسۂ صولتیہ بھی ایک توجہ طلب کام ہے ' جو قائم ہے' اور اپنی ابتدائی منازل سے گذر چکا ہے' اور اگر اسکی طرف توجہ کی جاے تو ایک مفید ترین کام بن سکتا ہے -

میں کسی وقت اسکی نسبت تفصیلاً لکھونگا -

یہ رپورٹ نہایت عمدہ اور پر تکلف چھپی ہے' اور ۱۱۲ - صفحوں پر ختم ہوئی ہے - مدرسہ کی تفصیلی حالت ' جدید دار التدریس کا قیام ' سالانہ اجلاس کی روئداد ' وسائل اعانة و مقدار اعانت کی تفصیل ' اور اسی طرح کے ضروری بیانات پورے شرح و بسط سے درج کیے گئے ہیں -

---

آســـان تعلیـــم

قیمت ۰۲ - آنہ - مصنف سے ملسکتا ہے -

اردو زبان کی ابتدائی تعلیم اور رسم الخط کا مسئلہ بھی ایک اہم اور توجہ طلب مسئلہ ہے -

یہ رسالہ مولوی عبد الرحیم صاحب پنشنر سپرنٹنڈنٹ مال کلکٹری گیا نے اس غرض سے لکھا ہے کہ بچوں کی تعلیم کیلیے قاعدہ بغدادی کے اصول پر اردو کی تعلیم کا بھی ایک قاعدہ ابتدائی مرتب ہوجاے -

اسمیں ہجے کے اصول پر تمام تراکیب حروف کے اسباق بناے ہیں' اور ہر حرکت کا سبق علحدہ ہے - ساتھہ ہی مرکب جملے مشق کیلیے دیے ہیں اور پھر اضافت وغیرہ کی مشق کرا کے چھوٹی چھوٹی عبارتیں بنائی ہیں' جن سے یقیناً بچوں کو بہت فائدہ ہوگا -

---

تفہیـــم القـــواعد

قیمت ۳ - آنہ مصنف سے ملسکتا ہے -

— * —

مسئلہ صـــرف و نحو اردو

یہ اردو کے صرف و نحو کا ایک نیا رسالہ ہے' جسے مولوی جلال الدین احمد صاحب جعفری زینبی ہڈ مولوی گورنمنٹ ہائی اسکول کانپور نے مرتب کیا ہے -

یہ صرف پہلا ابتدائی حصہ ہے - دوسرا حصہ اعلی جماعتوں کیلیے اسکے بعد شائع کیا جائیگا -

اردو زبان کی ترقی و اشاعت میں یہ بات ہمیشہ عجیب سمجھی جائیگی کہ ایک طرف تو عالم وفنون کی کتابیں اسمیں لکھی جا رہی ہیں' اور دوسری طرف ابھی جامع لغت بلکہ مکمل صرف و نحو تک موجود نہیں ہے' اور بیسیوں صرفی و نحوی مسائل ہیں' جو ابتک غیر فیصل شدہ ہیں !

اس سے بھی عجیب تر یہ ' کہ سودا اور میر تقی سے زیادہ احسان اسپر ایک علم دوست انگریز ' (سر جان گلگرسٹ) کا ہے ' جس نے سب سے پہلے اسکے قواعد کو منضبط کرایا اور یہ احسان اُن احسانات عظیمہ کے علاوہ ہے ' جو بہ حیثیت اس زبان کے رواج دہندہ ہونے ' اس میں (باغ و بہار) جیسی بے نظیر نثر کی کتابوں کے مرتب کرانے ' اور اسکی مربیانہ سرپرستی کی وجہ سے ہمیشہ یاد گار رہیں گے -

بورڈ آف اگزامنرس کلکتہ نے گذشتہ نصف صدی کے اندر صرف و نحو میں کتابیں لکھنے اور لکھوانے کی متعدد کوششیں کیں ' اور اس سے باہر بھی ملک میں متعدد کتابیں لکھی گئیں ' مگر سچ یہ ہے کہ ابتک کوئی جامع اور ہر طرح معتبر کتاب ملک کے ہاتھہ میں نہیں ہے -

یہ تو اُردو صرف و نحو کے تدوین فن کا حال ہے - اسکے بعد ابتدائی اور متوسط و اعلی درسی قواعد کا خانہ ہے ' اور معیار نظر بلند کرکے دیکھیے تو وہ بھی خالی ہے - بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ شاید انضباط ضروریات قواعد ' و تسہیل بیان ' و ترتیب مندرجات کے لحاظ سے انگریزی میں نسبتہً اچھی قواعد کی کتابیں لکھی گئی ہیں - گو اغلاط و لغزشیں اُن میں بکثرت ہوں -

اس سلسلے میں بہت سی کتابیں میں نے دیکھیں ' اور (تفہیم القواعد) ایک مختصر رسالۂ تازہ ہے - مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ ابتک جو قواعد لکھی گئیں ' انہیں یا تو انگریزی گرامر کا اتباع پیچھا کیا گیا ' یا محض عربی کا - اسلیے میں ایک سادہ و آسان رسالہ مرتب کرتا ہوں جو بچوں کے دماغ پر ابتدا ہی سے بارگراں نہو -

میں نے اِسکے چند ابتدائی صفحات دیکھے - اسمیں شک نہیں کہ طریق بیان بہت سہل و آسان ہے - ترتیب مسائل وہی عام اور معمولی ' مگر ہر سبق کے ساتھہ ہی مشق کی عبارت بھی دیدی ہے - تقریباً تمام ضروری اقسام و ابواب کو جمع کیا ہے ' اور یہ کوشش ہر جگہ نظر آتی ہے کہ طریق تعلیم آسان اور سہل ہو -

بہتر تھا کہ طریق سوال و جواب سے بھی کہیں کہیں کام لیا جاتا کہ درس مسائل و قواعد کیلیے یہ طریقہ بہت مفید ہے -

نقشے بنا کر باہمی تعلقات و روابط و انشعاب ابواب کو سمجھانا بھی ایک عمدہ اصول تعلیم ہے ' اور بہتر ہو اگر آیندہ اسکا خیال رکھا جاے -

---

اتحاد المسلمین

— * —

علماء و مصلحین واعظین و ارباب مدارس و جرائد کیلیے مفت - مولوی عبید اللہ صاحب - بنگلہ نواب وقار نواز جنگ - متصل مسجد حیرت آباد - حیدر آباد (دکن) -

— * —

مولوی محمد احسن صاحب اگزکیٹو انجینیر نے یہ رسالہ اس لیے لکھا ہے تاکہ مسلمانوں کو فریضۂ قطعیہ زکواۃ کی ضرورت و اہمیت ' و دلائل فرضیت سے باخبر کیا جاے ' اور آمادہ کیا جاے کہ اس فرض کی طرف سے غفلت نہ کریں - اور مولوی ابو البرکات محمد عبید اللہ صاحب نے اسی مقصد سے اسے شائع فرمایا ہے : فجزا ہما اللہ تعالی خیر الجزا ' و رادنا اللہ و ایا ہما حمیۃ الاسلام !

اس رسالے کی تقریب پر بہتر ہے کہ چند کلمات فریضۂ زکواۃ کی نسبت عرض کروں :

فریضہ زکواۃ

حکم زکواۃ ایک اعظم ترین فرائض مسلمین ' واہم ترین احکام شریعۃ حقۂ اسلامیہ میں سے ہے ' اور اسکی فرضیت مثل فرضیت صوم و صلوۃ و صیام ' نصوص قطعیۂ شریعت ' اور تعامل غیر منقطع اہل اسلام سے ثابت ہے - اور منجملہ ہمارے موجودہ مصائب عظیمہ کے ایک مصیبت کبری یہ ہے کہ اس فرض کی طرف سے غفلت و تساہل بالعموم طاری و ساری ' اور اسکے جمع و صرف کیلیے انتظام و اہتمام کے وسائل مفقود -

ہم نے اپنے گھر کی طرف سے آنکھیں بند کرلی ہیں ' اور دنیا کے دور دراز گوشوں میں مارے مارے پھرتے ہیں - آج یورپ میں مختلف مدارج و طبقات کے تصادم ' اور فقراۂ عمال (۱) کے افلاس و مصائب ' اور دولت کی عدم تقسیم و مرکزیۃ (۲) کی وجہ سے موجودہ ہئیۃ اجتماعیہ اور معیشۃ مدنیہ کی بنیادیں ہل رہی ہیں - اشتراکیۃ (سوشیالیزم) کی اسی لیے پیدایش ہوئی - اور فوضویہ (نہلزم) کے مہیب وجود کی آولید اسی کا نتیجہ ہے - کل کی بات ہے کہ انگلستان میں مسٹر لائڈ جارج نے اُمرا و اشراف کے ٹیکس کا مسئلہ اٹھایا تھا ' اور برطانیہ کے مزدوروں کی اصلاح حالت اور تقویۃ مالی کے مقصد نے ایک سخت ہنگامہ مچادیا تھا !

یہ سب کچھہ قوم کے مفلس حصے کی ضروریات کے پورا نہونے ہی کا نتیجہ ہے -

جرمنی اور بعض حصص امریکا میں غرباء و محتاجین کیلیے حکومت اور قوم کے مشترک فنڈ قائم کیے گئے ہیں -

کواپریٹو سوسائٹیاں اور زرعی اور دیہاتی بنکیں جو آج قائم کی جا رہی ہیں ' یہ بھی در اصل اسی ضرورت کا علاج ہے کہ قوم کے محتاج اور بے مایہ حصے کی اعانت کی جاے -

لیکن اسلام نے اپنے ظہور کے ساتھہ ہی ان مفاسد اجتماعیہ و مدنیہ کا علاج کردیا تھا - فریضۂ زکواۃ کی بہت بڑی مصلحت یہی تھی کہ اسکے ذریعہ قوم کے مفلس و محتاج حصے کی ضروریات کا انتظام کیا جاے - نیز صدہا ملی احتیاجات مالیہ کیلیے ایک دائمی خزینہ (فنڈ) مہیا ہو جاے -

اسلام نے ایک طرف سود کو حرام کیا ' جو غریبوں اور محتاجوں کی زندگی کیلیے مہلک و سم قاتل تھا ' اور جسکے ذریعہ دولتمندوں کو اُن پر ایک جابرانہ و ظالمانہ تسلط کا موقعہ مل جاتا تھا - دوسری طرف اسکے بدلے زکواۃ کو فرض کردیا ' تاکہ جن احتیاجات کی وجہ سے غریب و محتاج طبقہ سود دینے پر مجبور ہو جاتا ہے ' وہ پیش ہی نہ آئیں !

فی الحقیقۃ موجودہ زمانے کے وقت کے کاموں میں سے ایک اہم اور ضروری کام فریضہ زکواۃ کی تعمیل ' اور اسکے جمع و خرچ کے انتظامات کی باقاعدہ تشکیل بھی ہے ' اور اس عاجز کے بعض پیش نظر کاموں میں اسکی تحریک بھی داخل ہے : وکل امر مرہون باوقاتہا -

در اصل یہ تمام مصیبتیں اسلیے ہیں کہ " امر بالمعروف و نہی عن المنکر " کے سلسلۂ حقہ کا عملاً سد باب ہوگیا ہے - علما اپنے قدرتی فرائض کو بھلا چکے ہیں ' اور دار الشفا کے طبیب خود ہی بیمار اور محتاج اطباء ہیں - ایسی حالت میں کس کس بات پر روئیے ' اور کس کس کا ماتم کیجیے !

تن ہمہ داغدار شد ' پنبہ کجا کجا نہی ؟

---

(۱) آجکل عربی میں یورپ کی لیبر پارٹی کیلیے " حزب العمال " کا لفظ رائج ہے ' اور مزدوروں کیلیے عمال ہی کا لفظ زیادہ تر لکھا جاتا ہے -

(۲) دولت کی " مرکزیہ " یعنی دولت کا کسی ایک ہی جماعت اور سوسائٹی کے طبقے میں جمع ہوجانا ' اور دیگر حصص و طبقات کا بالکل محروم رہنا - یہ حالت تمدن اور سوسائٹی کیلیے سخت مضر و زہر ہے - روما الکبری کے انقراض و تباہی کے اسباب اولی میں سے ایک سبب یہ بھی تھا - اسلام کا قانون توریث اور تقسیم ورثہ اسی مصلحت حکیمانہ پر مبنی ہے -

مولوی صاحب کی یہ سعی مستحق ہزار تحسین ہے کہ امر بالمعروف و تبلیغ احکام شریعت میں مصروف ہیں - اسطرح کے رسائل و مطبوعات کی جسقدر اشاعت ہو' داخل عبادت' بل افضل از ہزار نوافل و تہجد ہے -

---

بعض حدیث الاشاعۃ جرائد و مجلات (۱)

— * —

آزاد

کانپور - قیمت سالانہ ۳ - روپیہ - ایڈیٹر مسٹر نگم بی - اے

رسالۂ " زمانہ " کانپور اردو کے مشہور رسائل میں سے ہے - اسی کے دفتر سے یہ ہفتہ وار اخبار جاری ہوا ہے -

صوبجات متحدہ میں بمقابلہ پنجاب کے اخبارات کم ہیں - اور عمدہ اخبارات کی جگہہ تو ہر صوبے میں ابھی بہت کچھہ خالی ہے -

مسٹر نگم ایک مقبول رسالے کے ایڈیٹر ہیں' اسلیے پبلک کیلیے انکے اخبار کا مطالعہ پہلا تجربہ نہیں ہے - اس وقت تک میں نے ایک دو نمبر جو اسکے دیکھے' تو خبروں کے جمع کرنے' وقت کے معاملات پر بحث کرنے' اور حتی المقدر ہر طرح کی دلچسپی کا سامان مہیا کرنے میں ساعی پایا - ضخامت بھی پنجاب کے بعض اخبارات کی طرح غیر معمولی ہے' اور چھپائی لکھائی عام حالت کے لحاظ سے بری نہیں - پولیٹکل امور میں شاید آس نے اپنی پالیسی " ہندوستانی " اخبار کی مثال دیکر واضح کی ہے' اور میرا ہمیشہ سے یہ خیال ہے کہ ہندوستانی کی پالیسی بہت سعید' معتدل' اور اتحاد و تالیف حکام کے ساتھہ' مصالح ملکی کے تحفظ کے اصول پر' بہت اچھی ہے -

البتہ اعتدال کے معنی درمیانی راہ اور توسط کے ہیں - یہ معنی نہیں ہیں کہ انسان دونوں راہوں میں سے کسی ایک راہ سے اسقدر قریب تر ہوجاے' کہ اگر بال برابر بھی آور بڑھے تو درمیانی حصے کی جگہہ' سرحد کو عبور کرجاے !

اردو پریس کیلیے ایک مشورہ

" آزاد " کے ذکر میں نئے اخبارات کا ذکر آگیا ہے تو ہم اپنے چند خیالات بطور مشورت کے ظاہر کردینا چاہتے ہیں -

نئے اخبارات جو نکلے ہیں' یا شائع ہونے والے ہیں' بہتر ہے کہ اُن میں مندرجۂ ذیل امور کا لحاظ رکھا جاے :

(۱) یورپ میں روزانہ' ہفتہ وار جرنل' ماہوار اور سہ ماہہ کی جو ترتیب اور مضامین و مقاصد کی تقسیم ہے' اسکو ضرور پیش نظر رکھنا چاہیے - ایک وقت تھا کہ ملک میں اخبار بینی کا مذاق بہت کم تھا' اسلیے تقسیم عمل اس بارے میں ممکن نہ تھا' اور ضرورت اسکی تھی کہ جیسے کچھہ ہوں' مگر اخبارات نکالدیے جائیں' مگر اب حالت بدل چکی ہے' پس ضرور ہے کہ رفتہ رفتہ اردو پریس کو صحیح اصول تقسیم کار' اور ترتیب و نظام عمل پر لایا جاے' اور یہ طوائف الملوکی اور بے راہہ روی نہو کہ ہفتہ وار اخبار' روزانہ اخبارات کا مواد فراہم کر رہے ہیں' اور ہفتہ وار ماہوار رسائل کے سے مضامین کی تلاش میں ہیں - نتیجہ یہ ہے کہ کوئی ایک صاف بھی موجود نہیں - نہ روزانہ' روزانہ ہیں' نہ ہفتہ وار' ہفتہ وار !

(۲) تصاویر اور کارٹون عمدہ اجزاء اخبار و رسائل میں سے ہیں' اور موجب ازدیاد اثر' و رونق اخبار' و وسیلۂ حسن تفہیم و تسہیل مطالب و مسائل' لیکن کسی کام کے کرنے کیلیے' اُسے کردینا ہی شرط نہیں ہے' بلکہ اسطرح کرنا' جس طرح دنیا میں کیا جاتا ہے - لیتھو کی چھپائی میں تصاویر کا انتظام ممکن نہیں اور اگر ممکن ہے تو اسقدر اعلی درجہ کا کام' جسکے مصارف کا تحمل ممکن نہیں - پھر اس سے کیا فائدہ کہ چند سیاہی کے دھبوں سے صفحات سیاہ کرکے مذاق سلیم وحسن نظر کو زخمی کیا جاے ؟

البتہ کارٹون ممکن ہیں' لیکن یاد رہے کہ آجکل کارٹونوں کو وضع کرنا' اور پھر انکو بنانا ایک مستقل فن لطیف و دقیق ہے' جسکے یورپ میں خاص خاص ماہرین فن ہوتے ہیں' اور اُن پر ہزارہا روپیہ صرف کیا جاتا ہے - اسکے لیے دقت خیال' نزاکت تخئیل' سرعت فہم' مواد شاعری' اور قوت مصوری کے ایک ہی دماغ میں جمع ہونے کی ضرورت ہے - پھر ایسے قابل مصوروں کی' جنکے سامنے کارٹون کے تمام اجزا لفظوں میں پیش کردیے جائیں' اور وہ اسطرح اُنہیں جامۂ تصویر پہنا دیں' گویا اسکے سوا اور کوئی لباس انکے لیے موزوں ہی نہ تھا ! !

مجھکو خود بارہا کارٹون کا خیال ہوا' اور کئی بار بعض لطیف و نازک خاکے ذہن میں آئے - اسکا سامان بھی اور تمام مقامات سے بہتر موجود تھا' مگر میں نے بہتر نہ سمجھا کہ کسی کام کو کیاجاے' اور ایک صاحب فن کی حیثیت سے نہ کیا جاے -

پس اردو اخبارات یا تو کارٹون کا صیغہ بالکل چھوڑ دیں' یا اسکی ذمہ داریوں کو پیش نظر رکھیں - یہ محض نمستحر نہیں ہے' بلکہ موجودہ ترقی یافتہ پریس کا ایک وقیع اور اہم کام ہے -

---

مساوات

الہ اباد - قیمت سالانہ ۴ - روپیہ - ایڈیٹر : مسٹر نذیر احمد (علیگ)

یہ اخبار حال میں شائع ہوا ہے - صوبجات متحدہ میں ابتک علیگڈہ گزٹ اور البشیر وغیرہ کے سوا مسلمانوں کے ہاتھہ میں با وقعت اخبارات بالکل نہ تھے - پچھلے دنوں لکھنو سے مسلم گزٹ نکلا' اور اب خوشی کی بات ہے کہ اسطرف دوسرے تعلیم یافتہ اصحاب کو توجہ ہونے لگی ہے - چنانچہ " مساوات " اسی سلسلے میں قابل ذکر ہے -

اسکا ایک پرچہ ریویو کی غرض سے میں نے اٹھالیا ہے - ضخامت ۱۶ - صفحہ کی ہے جو کافی ہے - کاغذ عمدہ لگایا جاتا ہے' اور شاید اس لحاظ سے اپنے صوبے کے تمام اخبارات میں ممتاز ہے - خبروں کے انتخاب' اور اہم واقعات اور کونسل کے ضروری مباحث وغیرہ کے تراجم و تذکرے کا بالعموم اہتمام کیا جاتا ہے -

صوبجات متحدہ میں ابھی اردو اخبارات کی بہت کمی ہے' اور ملک میں روز بروز اخبار بینی کا مذاق بڑھتا جاتا ہے - اسلیے نئے اخبارات جس قدر شائع ہوں بہتر ہے - امید ہے کہ الہ اباد کے اس تنہا اردو اخبار کو' جو صوبے کے دار الحکومت سے نکلا ہے' ترقی و کامیابی کے وسائل بہت جلد حاصل ہو جائینگے -

قیمت اگر صرف ۳ - روپیہ کردی جاے تو بہتر ہوگا' کیونکہ مسلم گزٹ اور آزاد وغیرہ نے انتہائی قیمت یہی رکھی ہے' اسطرح اشاعت میں بھی بہت جلد ترقی ہوجاے گی -

(۱) ماہوار رسائل کیلیے شام کے مشہور ادیب شیخ خلیل یازجی نے " مجلہ " کا لفظ منتخب کیا' اور تمام ملک نے قبول کرلیا - یہ کوئی نئی اصطلاح نہیں ہے' بلکہ جاہلیت عرب کی زبان میں بھی قریب قریب اسی مفہوم کیلیے بولا جاتا تھا (منہ)

حادثۂ ادرنہ

(مقتبس از جرائد اسلامیۂ ملیہ)

(۱)

ادرنہ کا بطل عظیم غازی شکری پاشا مسلسل پانچ مہینہ تک ایک ایسی فوج گراں کے مقابلہ میں' جو اپنے دونوں بازؤں میں ہزاروں بلغاریوں اور سرویوں اور صدہا زرد کار اور انسان پاش توپوں کو لیے ہوے تھی' جما رہا ' اور آل عثمان کے سروں کو بلند' انکی امیدوں کو زندہ ' اور انکے صفحۂ تاریخ کو روشن کردیا -

یہ بطل عظیم ابھی عرصہ دراز تک سلسلہ حملہ و مدافعت جاری رکھسکتا تھا ' بلکہ محاصرہ کو اٹھا دیتا ' اگر مرحوم ناظم پاشا ' خالق ملۃ کامل کے فریب میں نہ آگیا ہوتا اور التواء جنگ کے وقت اس عظیم الشان شہر تک رسد رسانی کی اجازت کی قید لگا دی ہوتی' اور چتالجا میں جنگ جاری رکھی ہوتی - یعنی وہ منحوس التواء جنگ منظور ہی نہ کیا ہوتا ' جسکی بدولت بلغاریوں کو خطوط محاصرہ و قتال استحکام کا موقع ملا -

محاصرہ کو دو دن کم پانچ مہینے ہوے - اسوقت تک اس بطل ہمام کا عزم بالجزم تھا کہ راہ مدافعت میں اپنا اور اہلی فوج کا آخرین قطرۂ خون بہادینگے اور اگر مغلوب ہونگے ' اور دشمن کی طاقت نطاق محاصرہ کو چیرتی ہوئی قلب شہر تک پہنچ جائیگی' تو اپنے پاس کا تمام سامان جنگ ضائع کردینگے ! !

مگر حکومت سابقہ نے اسکے ساتھہ وہ اعتناء و اہتمام نہیں کیا جسکا وہ مستحق تھا - حکومت نے اسکے اس مقصد شریف سے اتفاق نہیں کیا اور کامل پاشا برابر اس عار انگیز صلح کے درپے رہا ' جو دولۃ عثمانیہ کے شرف و حیات ' بلکہ اسلام کے شرف و وجود ہی کا خاتمہ کر دینے والی تھی -

بطل ادرنہ کو جب محسوس ہوا کہ حکومت اسکے اس مقصد جلیل سے متفق نہیں' تو اس نے تسلیم شہر کی صورت میں شہر کو اڑا دینے کی باب عالی کو دھمکی دی - بطل موصوف ' جیسا کہ اسکے سوانح حیات سے معلوم ہوتا ہے ' صاحب عزم راسخ اور شدید الراے شخص ہے - وہ جب کسی کام کا ارادہ کرتا ہے' تو کسی قسم کے پس و پیش کے بغیر اس کو کر گذرتا ہے ' پس اگر شہر حوالے کردیا جاتا ' تو بھی ادرنہ کا حشر وہی ہوتا جو اسوقت ہوا - کیونکہ تسلیم کی صورت میں غازی شکری پاشا نے جو کچھہ کہا تھا ' اسکو ضرور پورا کرکے چھوڑتے -

اب صرف اس حیثیت سے بحث کرنا باقی ہے کہ تسلیم ادرنہ کی صورت میں کیا نتائج مرتب ہوتے ؟ اور اب کیا مرتب ہونگے ؟

یہ بات تو معلوم ہے کہ سلانیک بغیر مدافعت و مقاومت کے' صرف اس امید پر حوالے کردیا گیا تھا کہ باشندگان شہر و سرحد کا خون نہ بہایا جائیگا' مال و متاع نہ لوٹا جائیگا' اور عورتوں کے ننگ و ناموس پر حملہ نہ کیا جائیگا -

مگر کیا اسکا نتیجہ یہ نہیں ہوا کہ یہ تمام جھوٹی امیدیں بیکار ثابت ہوئیں' اور وہ ہزارہا عثمانی ' جنھوں نے ہتھیار حوالے کردیے تھے' فاقہ ' برہنگی ' امراض' اور سب سے بڑھکر یہ کہ قتل کی بدولت موت و ہلاکت کا لقمہ ہوے ؟

کیا اس کا نتیجہ یہ نہیں ہوا کہ دشمن ہمارے ذخائر و اسلحہ پر قابض ہوگیا ' جس سے محاصرہ یانیا (جنینا) میں اسکو مزید تنگ گیری کا موقع مل گیا ؟

کیا اس تسلیم کا نتیجہ یہ نہیں ہوا کہ جان ' مال ' آبرو ' اور جائداد (جس کی حفاظت کا وعدہ کیا گیا تھا) دشمنوں اور مسیحی غارتگروں کیلیے مباح سمجھہ لی گئی اور ہر ممکن تصرف وحشیانہ و بربرانہ ' جو انسانی ظلم کر سکتا ہے' بے دریغ کیا گیا ؟

سلانیک میں دشمن نے کب اپنے شرف و وقار اور عہد و پیمان کا پاس کیا ' جو ان پر ادرنہ کے باب میں اعتماد کیا جاتا ؟ اور اگر اعتماد کیا جاتا تو یہ دانستہ انہدام اور دولت علیہ اور اسلام کے ساتھہ خیانت نہ ہوتی ؟

سلانیک کی محافظ فوج نے تسلیم سلانیک سے دشمن کے قدم جمادیے کیونکہ قلعہ وغیرہ تمام سامان مدافعت و استحکام انکو ملگیا ' لیکن اس بطل تاریخ (شکری پاشا) نے وہ جلیل و شریف فرض ادا کیا ' جو اس کے عہدے کی حیثیت سے اس پر عائد ہوتا تھا - پس اس نے نہایت دانشمندی کی ' کہ آخر وقت تک جنگ جاری رکھی' اور جب دشمن نے اندر داخل ہونے کا قصد کیا تو جو کچھہ برباد کر سکا برباد کر دیا - اب ادرنہ وہ شاندار جنگی شہر نہیں ہے جو پہلے تھا - اب وہ ایک سنسان کھنڈر اور وحشت کدہ ہے !

یہ امر محال ہے کہ بلغاری ایک عرصہ دراز سے پہلے ادرنہ کی سابق جنگی اہمیت کو دوبارہ پیدا کرلیں' کیونکہ صرف قلعہ (مرعش) سالہا سال میں تیار ہوا تھا اور اسکی مزید تحصین و استحکام میں کئی سال اور صرف ہوگئے تھے ' جب جا کے وہ اسدرجہ مستحکم ہوا کہ بلغاریوں کو اسکی فتح میں سنگین نقصانات اٹھانا پڑے - ایسے سنگین نقصان' جو آج' نہیں جبکہ وہ نشۂ فتح میں سرشار ہیں' بلکہ چند دنوں کے بعد انہیں معلوم ہونگے -

بیشک بطل ادرنہ نے اپنی آخر تک مدافعت اور آخر میں ذخائر ' اسلحہ ' اور عمارتوں کے برباد کر دینے سے ہسا کر چتالجا کی ایک خدمت جلیلہ انجام دی -

ایسے انتہائی مدافعت کے بعد سقوط ادرنہ ایک تاریخی واقعہ ہے جو ثناء عظیم و تمجید کثیر کا مستحق ہے - اس دعوے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ دنیا کے تمام اخبارات نے اس واقعہ کو ایک حادثہ جلیلہ قرار دیا ہے ' اور تاریخ کے ان نادر واقعات میں شمار کیا ہے ' جن کی مثال گذشتہ صدیوں میں مشکل سے مل سکتی ہے -

اس سلسلہ میں ہم چند عثمانی و اجنبی اخبارات کے اقوال آیندہ ہفتے نقل کرینگے -

---

الہلال کی ایجنسی

مراسلات

نماز جمعہ اور تعطیل عام

—:○*○:—

از جناب مولوی نواب علی صاحب - ایم - اے - پروفیسر بڑودہ کالج

گورنمنٹ کی موقت اور مصلحانہ اعانت اجازت نماز جمعہ کے عوض عام تعطیل طلب کرنے کی تحریک' اگرچہ عام طور سے مسلمانوں میں پسند کیجائیگی ' لیکن واقعات پر بھی ضرور غور کرنا چاہیے -

ادبیات

خروش یاس

پھر ایک ستم تازہ ہے اور کاہش جاں ہے * دل سینۂ ماتم زدہ میں نوحہ کناں ہے

اُجڑے ہوے گلشن میں کہاں زمزمۂ عیش؟ * کچھ نالہ و فریاد ہے کچھ آہ وفغاں ہے

مستقبل مجہول ہو کیا باعث تسکیں ؟ * کچھ حوصلہ افزا نہیں جو حال عیاں ہے

مذہب کی حرارت کے بھڑکتے نہیں شعلے * ہاں آتش خاموش کا تھوڑا سا دھواں ہے

سنتا نہیں اک سمت سے بھی حرف تسلی * دل حلقۂ ماتم میں بھر سو نگراں ہے

اے شان جلالی ! تری غیرت کو ہوا کیا ؟ * مٹ جائینگے مسلم ' یہ حریفوں کا گماں ہے !

کیا رحم کے قابل نہیں اسلام کی حالت ؟ * اے ملت بیضا کے نگہباں تو کہاں ہے ؟

وحشت ہے اور آہنگ نوا ہاے جگر دوز

یہ طائر مجروح عدث بال فشاں ہے

رضا علی (وحشت)

فکاہات

— * —

عروس لیگ

—:○*○:—

ز راہ لطف کہا کانگریس نے لیگ سے یہہ : * " کہ ایک راہ میں رہرو ہیں میں اور آپ ' جناب !

سفر میں خوب نہیں ساتھیوں سے بے ربطی * یہہ ہمرہی ہے غنیمت کہ راستہ ہے خراب

نہیں یہہ رسم رفاقت ' حجاب دور کرو * آثار دو رخ زیبا سے " سیوٹ ایدل " کا نقاب "

کہا یہہ لیگ نے ھنسکر " ابھی میں کمسن ہوں * نہیں حجاب مجھے' ہے یہہ انتظار شباب "

ایک منتظر شباب

ہفتہ میں ایک دن آرام لینے کی رسم قدیم سے جاری ہے - سامی قوموں میں یہ رسم مذہبی حیثیت رکھتی ہے - یہود سبت (شنبہ) کے دن کوئی کام نہیں کرتے - حضرت عیسی نے اگرچہ اسقدر تشدد نہیں فرمایا مگر سبت کو شعائر دین سے سمجھتے تھے کیونکہ آپ نے صاف فرما دیا تھا کہ " میں توریت کے احکام منسوخ کرنے نہیں آیا ہوں " لیکن واقعہ صلیب کے بعد عیسائیوں میں یہ عقیدہ خاصکر سینٹ پال کی تعلیم سے پھیل گیا کہ یسوع مسیح تیسرے دن (یکشنبہ) کو مردوں میں سے جی اٹھا اور آسمان پر چڑھ گیا اسلیے اتوار کا دن یوم العیسی ہوگیا -

مسلمانوں کا جمعہ نہ تو یہود کے سبت کی طرح ہے (کیونکہ اوقات نماز کے سوا باقی تمام دن کار و بار کی اجازت ہے) اور نہ عیسائیوں کے اتوار کے طرح کسی نبی یا ولی کے دوبارہ زندہ ہوجانیکی یادگار ہے' بلکہ شہر یا قصبہ کی آبادی کا سات دن میں ایک دن ایک ہی مقام پر مل جل کر وحدہ لاشریک خدا کی عبادت کرنے کا دن ہے - ہم نے جب تک شعائر دین کی سچی تعظیم کی' اسوقت تک خدا نے ہماری حکومت کے ذریعہ جمعہ کو عام تعطیل دلوائی لیکن جب ہمارے حکام' امرا' اور رؤسا نے علانیہ نماز جمعہ ترک کردی' تو ہماری عام تعطیل بھی ہم سے چھن گئی - اسپر بھی ہمارے آنکھیں نہ کھلیں اور اب بھی ہمارے مساجد اعلی عہدہ داروں اور جنٹلمینوں سے خالی ہیں - کچھہ شک نہیں کہ اگر یہ حضرات اخلاقی جرأت اور سچی محبت دین سے کام لیکر نماز جمعہ کے وقت بیعوف و خطر اٹھنے' اور فاسعوا الی ذکر اللہ کی تعمیل کرے' تو آج گورنمنٹ کے سامنے یہ بھیک مانگنے کی نوبت ہی نہ آتی - ہم نے دو دھوکر دو گھنٹہ کی اجازت حاصل کی مگر نماز جمعہ کے وقت سات دور مسلمانوں کی حاضری اگر لیجاے تو حقیقت حال معلوم ہوجاے -

ہندوستان میں حکومت عیسائیوں کی ہے اسلیے ممکن نہیں کہ اتوار کو عام تعطیل نہو - جمعہ کے دن بھی اگر مسلمانوں کی خاطر عام تعطیل دیجاے' تو ہفتہ میں دو دن یا ڈیڑھہ دن تعطیل ہے ہوگئے - پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہندوستان کے یہود کے خاطر سبت کے دن عام تعطیل نہ دیجاے - لیکن اگر دو گھنٹہ کی اجازت ملجانے پر مسلمان ملازم گورنمنٹ خاصکر حکام اور عہدہ دار خصوصیت کے ساتھہ نماز جمعہ کے پابند ہوجائیں تو عام تعطیل کی تحریک میں خواہ مناسب' ہو یا نا مناسب' ہم بھی شامل ہوجائیں گے -

مسلمانو! کب تک نمائشی تحریکوں کے گرویدہ رہو گے؟ اٹھو اور سچے مسلمان بن جاؤ - جو کچھہ کہنا ہو اسکو کرکے دکھاؤ فقط -

---

علامۂ شبلی نعمانی پر بیجا الزامات کی حقیقت

از جناب خواجہ رشید الدین صاحب رئیس لکھنؤ

— * —

آجکل چند اخباروں میں مولوی عبدالکریم صاحب مدرس دارالعلوم کی معطلی کے متعلق جو سلسلہ مضامین شائع ہو رہا ہے اس میں در حقیقت مولانا شبلی کے ساتھہ ایک عظیم الشان مذہبی انسٹیٹیوشن کو بھی بد نام کرنے کی کوشش کیجا رہی ہے اس بنا پر نہایت ضروری ہے کہ ان تمام غلط فہمیوں کو مٹایا جائے جو ان مضامین کے ذریعہ سے پھیلائی جا رہی ہیں - ان مضامین میں امور تنقیح طلب حسب ذیل ہیں :

(۱) مولوی عبدالکریم صاحب کے متعلق جو کارروائی مولانا شبلی نے کی' وہ شخصی طور سے کی' یا جو کچھہ عمل میں آیا اس میں ان کا حصہ اسی قدر تھا' جتنا ہر ممبر کا ہو سکتا ہے ؟

(۲) جو حکم دیا گیا وہ فی نفسہ مناسب اور صحیح تھا یا نہیں؟

(۳) اس واقعہ کو گورنمنٹ تک پہونچانے میں مولانا شبلی کی شرارت کس حد تک ہے ؟

(۴) اس حکم کے متعلق لوگوں نے مولانا شبلی کے دباؤ سے رائیں دیں یا نہیں' اور یہ کہ انہوں نے دباؤ ڈالا یا نہیں ؟

اس موقعہ پر سب سے مقدم یہ ہے کہ ندوہ کا نظام ترکیبی سمجھہ لینا چاہیے کیونکہ واقعات کے متعلق پبلک کو بڑی غلط فہمی اسوجہ سے ہوئی ہے کیونکہ وہ ندوہ کے نظام اور تقسیم اختیار سے واقف نہیں'

اسکی تفصیل مضمون کے اخیر میں آئیگی - یہاں صرف اس قدر سمجھہ لینا چاہیے کہ ندوہ ایک وسیع اور عام انجمن ہے اور اس کے تحت میں بہت سی شاخیں ہیں' ان میں ایک مدرسہ بھی ہے جس کا نام دارالعلوم ہے - مولانا شبلی اس مدرسہ کے معتمد یعنی سکریٹری ہیں' اصل ندوہ کے نہ وہ سکریٹری ہیں نہ اسسٹنٹ سکریٹری ہیں - ندوہ میں کئی برس سے کوئی سکریٹری نہیں ہے' لیکن سکریٹری شپ کے جتنے کام ہیں' مولانا سید عبدالحی صاحب انجام دیتے ہیں - ندوہ کا صیغہ مال الگ ہے اور اس کے سکریٹری منشی احتشام علی صاحب ہیں -

واقعہ بحث طلب

کچھہ عرصہ سے مولوی عبدالکریم صاحب جو دارالعلوم ندوہ میں مدرس بھی ہیں الندوہ کے اڈیٹر ہیں (جو ندوۃ العلما کا پرچہ ہے) انہوں نے جون کے پرچہ میں ایک مضمون بعنوان جہاد لکھا' جس میں ثابت کیا کہ مسلمانوں کو کسی غیر مذہب حکومت کی رعایا بنکر رہنا جائز نہیں - مولانا شبلی نے اسکو مقاصد ندوہ کے مخالف سمجھا - اس کے ساتھہ ان کے نزدیک اصل مسئلہ کی تشریح بھی غلط طور سے کی گئی تھی' اس بنا پر انہوں نے بمشورہ مولوی عبد الحی صاحب' و مولوی ظہور احمد صاحب وکیل انکو عارضی طور پر (جسکی واقعی مدت صرف ایک دن تھی) معطل کردیا - ندوہ کی مجلس انتظامیہ کے لیے ضرور ہے کہ پندرہ روز قبل تمام ارکان کو اطلاع دیجاے اس بنا پر جب کبھی کوئی فوری ضرورت پیش آتی ہے تو ہمیشہ یہ طرز عمل رہا ہے کہ معتمد مراسلات مقامی ارکان کو بلاتے ہیں اور کوئی عارضی کارروائی بشرط منظوری جلسہ انتظامیہ کردیجاتی ہے - اس بناپر مولوی عبد الحی صاحب نے دوسرے دن تمام ارکان شہر کو بلایا' جن میں سے پانچ شخص دوسرے دن شب کو جمع ہوے اور ایک جلسہ منعقد ہوا - اشخاص حسب ذیل تھے : منشی احتشام علی صاحب معتمد' مولوی ظہور احمد صاحب وکیل ممبر ندوہ' مولانا عبد الباری صاحب فرنگی محلی' مولانا شبلی صاحب نعمانی' مولوی عبد الحی صاحب -

اس جلسہ میں طے پایا کہ ڈپٹی کمشنر صاحب کو ایک مراسلہ حسب مضمون ذیل بھیجا جائے :-

(۱) چونکہ رسالہ الندوہ بابت ماہ جون سنہ ۱۹۱۲ - و شائع شدہ ۲۵ - جولائی سنہ ۱۹۱۲ - میں ایک قابل اعتراض مضمون مسئلہ جہاد پر شائع ہوگیا ہے' اس لیے آج مقامی ارکان کا ایک جلسہ منعقد کیا گیا ہے' اور اس میں مندرجہ ذیل ارکان شریک تھے :-

(۱) منشی احتشام علی صاحب (۲) مولوی عبد الحی صاحب
(۳) مولانا شبلی نعمانی صاحب (۴) مولوی عبد الباری صاحب
(۵) مولوی ظہور احمد صاحب -

حسب ذیل امور باتفاق راے منظور ہوے : -

(۱) اس جلسہ کی راے ہے کہ مضمون زیر بحث میں جو خیالات ظاہر کیے گئے ہیں وہ اغراض و مقاصد ندوہ کے منافی ہیں اور اس کے شائع ہونے کا افسوس ہے'

(۲) اس جلسہ کی راے ہے کہ اشاعت الندوہ تا فیصلہ جلسہ انتظامیہ موقوف رہے -

(۳) اس جلسہ کی راے ہے کہ معتمد دارالعلوم ندوہ نے جو مولوی عبدالکریم صاحب کو بر بناے تحریر مضمون جہاد معطل کر دیا ہے' یہ حکم تا جلسہ انتظامیہ قایم رہے اور مولوی عبدالکریم صاحب سے جواب طلب کیا جاے -

(۴) اس جلسہ کی راے ہے کہ مذکورہ بالا کارروائی کی اطلاع ڈپٹی کمشنر لکھنؤ کو دیجاے -

(باقی آئندہ)

PRINTED & PUBLISHED BY A. K. AZAD, AT THE HILAL ELECTRICAL PRTG. PBLG. HOUSE, 7/1 McLEOD STREET, CALCUTTA.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين
القرآن الحكيم

AL-HILAL

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad

7-1 McLeod street,

CALCUTTA.

Telegraphic Address

"AL-HILAL"

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12.

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

مدیر مسئول و محرر خصوصی
احمد المکلم ابو الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
۷-۱ مکلاود اسٹریٹ
کلکتہ

عنوان تلغراف
« الہلال »

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ٤ روپیہ ۱۲ آنہ

جلد ۲ | کلکتہ: چہار شنبہ ۷ جمادی الثانیہ ۱۳۳۱ ہجری | نمبر ۱۹

Calcutta · Wednesday, May 14, 1913.

فہرست

شذرات

من انصاری الی اللہ ؟؟

نفائس دل و دین می دہم بہ نیم نگاہ!
بدین معاملہ کن، کہ راست گفتارم!

اکثر حضرات کو درخواست کے فارم کی کمی کی شکایت تھی، اسلیے ایک پھر چار فارم حاضر ہیں - جن حضرات کو اور زیادہ مطلوب ہوں، " عارضی ادارۂ نظامیۂ حزب اللہ " سے دفتر الہلال کے ذریعہ طلب فرمالیں - ۲۵، ۲۵، فارموں کی کتابیں مع مضامین دعوت و تبلیغ متعلقہ بھی چھپ رہی ہیں - العجل! العجل! العجل!! فان الساعۃ آتیۃ، لا ریب فیہا، والعاقبۃ للمتقین!!

شمس العلما مولانا شبلی نعمانی
اور
مسئلۂ " الندوہ "
(۳)

اس مسئلے کی نسبت مراسلات و مکاتیب کی کثرت کا یہ حال ہے کہ روزانہ ڈاک کی ہر تقسیم میں آٹھ دس مراسلات اسی کی نسبت ہوتی ہیں - اتنی کثرت سے الہلال کے صفحات گھبرا جائیں، مگر اس عاجز کا دل مطمئن ہے - ان سے ضمناً ثابت ہوتا ہے کہ قوم کی حرکت اور دفع جمود کی نسبت جو نئی امیدیں دلوں میں پیدا ہوگئی ہیں، اور جو ابھی بعض واقعات و حوادث مخالف کے ظہور سے متزلزل ہو جایا کرتی ہیں، فی الحقیقت صحیح، اور

مستحق نشر و نداء فکر و دماغ ہیں - فالحمد للہ علی لطفہ وکرمہ وهو علی کل شی قدیر!

اُن تمام مراسلات میں‘ جو اب تک اس عاجز کی تحریر کی نسبت ادارہ میں پہنچ چکی ہیں ‘ صرف سات مراسلات اور ایک خط مخالفت میں ہے ‘ اور باقی تمام موافقت ‘ و اظہار طمانیۃ و حسن ظن بزرگانہ ‘ و مزید تشکر و امتنان پر - ان مراسلات میں تقریباً تمام بزرگوں نے اسکا اعتراف کیا ہے کہ اس وقت تک موافق و مخالف‘ جس قدر تحریریں اس مسئلے کی نسبت لکھی گئیں ‘ کسی تحریر میں اس جامعیت ‘ اور ناطرفدارانہ و آزادانہ طریق پر بحث نہیں کی گئی‘ اور مسئلے کے تمام قریب و بعید‘ وگرد و پیش‘ اور نتائج و عواقب پر نظر نہیں ڈالی گئی ‘ جیسی کہ اسمیں کی گئی ہے - اس راے کیلیے اُن بزرگوں کا شکرگذار ہوں ‘ اور سمجھتا ہوں کہ مضمون لکھتے ہوے اسکی سعی میں نے ضرور کی تھی ‘ اور انسان اپنی طاقت سے زیادہ کچھہ نہیں کرسکتا -

سات مخالف تحریرات میں سے پانچ مراسلات مولانا شبلی نعمانی کی تائید میں لکھی گئی ہیں - ایک مراسلۃ طول طویل ہے اور اسمیں واقعات کو دہرا کر ثابت کرنا چاہا ہے کہ ابتدائی مجلس نے جو کچھہ کارروائی کی ‘ اور مولانا نے بمشورہ مولانا عبد الحی اور مسٹر ظہور احمد ‘ مولوی عبد الکریم صاحب کو ایک دو دن کی معطلی کی جو سزا دی ” وہ مضمون کے اثر‘ ندوہ کی حالت ‘ اور اسکے مقاصد کے حفظ کے لحاظ سے بالکل حق بجانب تھی “ اور اگر ایسا نہ کیا جاتا تو ” کل کو دارالعلوم کی حالت کا ذمہ دار کون ہوتا ؟ “ نیز یہ کہ کسی ضروری اور متعلق گورنمنٹ کارروائی کی حکام کو نقل بھیجدینا ” اپنی آزادی اور پابندی اصول کے منافی نہیں “ - یہ ایک ” ضابطہ کی احتیاط ہے “ اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انہیں مداخلت کی دعوت دی گئی ہو‘ جیسا کہ ” بغیر سونچے سمجھے اور انصاف و عقل سے کام لیے الہلال نے لکھدیا ہے “

مگر افسوس ہے کہ میں اس سے متفق نہیں ہو سکتا - مانا کہ اس مضمون کی اشاعت مقاصد ندوہ کے خلاف تھی ‘ لیکن پھر بھی ایک مضمون تھا ‘ جو ایک مذہبی مسئلہ کی نسبت شائع ہوا‘ پس کونسی ایسی ناگزیر ضرورت آپڑی تھی کہ اسکی نسبت اپنی کارروائی کی نقل ڈپٹی کمشنر صاحب کو بھیجی جاے ؟ اگر آپ کسی کام کو اپنے کسی اصول کی بنا پر کرتے ہیں ‘ تو صرف اصول ہی کیلیے کیجیے - یہ کہاں کی احتیاط ہے کہ اسکی اطلاع دوسروں کو دیجیے ؟ باقی رہی دارالعلوم کی ذمہ داری ‘ تو یہ سچ ہے‘ مگر اسکو کیا کروں کہ میرے اعتقاد میں اصول کی عزت اس سے بالاتر ہے کہ کوئی عمارت سر سے لیکر پیر تک ڈھا ہی کیوں نہ دی جاے ‘ اور اس سے زیادہ تو گورنمنٹ کچھہ نہیں کرسکتی تھی -

البتہ ان مراسلات میں دو باتیں بالکل نئی معلومات پیش کرتی ہیں ‘ جنمیں سے ایک کو میں اپنے سلسلۂ تحریر میں ظاہر کرنے کیلیے محفوظ رکھتا ہوں ‘ اور ایک کو یہاں لکھکر اپنی بے اطمینانی ظاہر کرتا ہوں- کیونکہ صاحب مراسلہ خود اسکی نسبت کوئی معتبر اور باقاعدہ ثبوت نہیں پیش کرتے - یعنی وہ لکھتے ہیں کہ :

” ۹ - مارچ کو پانچ ارکان مقامی و معتمدین کا جلسہ ہوا ‘ جسمیں یہ تمام امور طے پاے ‘ لیکن آپکو معلوم نہیں کہ خود اس جلسے کے انعقاد اور علامۂ شبلی نعمانی کی شرکت سے پہلے ہی منشی احتشام علی صاحب ڈپٹی کمشنر صاحب سے مل چکے تھے اور اس مضمون کی اشاعت کی اطلاع بہ نیت اظہار تقرب دے چکے تھے - افسوس ہے کہ اس طرح کی ملاقاتیں ہمیشہ مخفی ہوتی ہیں ‘ اور انکی نسبت باقاعدہ ثبوت دینا مشکل ہوجاتا ہے - تاہم مجھکو ایک پرائیوٹ مگر موثق ذریعہ سے یہ حال معلوم ہوا ہے اور آسی وقت اسکا ذکر لوگوں سے کرچکا ہوں “

لیکن تعجب ہے کہ جب صاحب مراسلہ اسکا باقاعدہ ثبوت نہیں رکھتے تو اخبار میں شائع کرنے کیلیے کیوں بھیجتے ہیں ؟ ہم لوگ تو صرف واقعات اور قرائن صحیحۂ عقلیۂ و غالبہ ہی پر بحث کرسکتے ہیں ‘ اور اُنہی کا ساتھہ دیسکتے ہیں- چونکہ اسکا ثبوت باقاعدہ نہیں ہے‘ اسلیے اسکو سلسلۂ بحث میں شامل کرنے سے مجبور ہوں اور تصدیق نہیں کرسکتا - البتہ جلسے کے بعد انکی حکام سے ملاقاتیں اصل صحیح ہے اور وہ آگے آتا ہے -

دو مراسلات مولانا شبلی نعمانی کی مخالفت میں ہیں ‘ اور اُن میں ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ الہلال کی تحریر سے خوش نہیں ‘ اور نیز یہ کہ اصل معاملہ اور مخالفت کے مضامین پر غور کی نظر نہیں ڈالی گئی ‘ اور مسئلے کے تمام پہلوؤں پر بحث نہیں کی گئی-

ایک خط منشی اعجاز علی صاحب کا ہے ‘ جنھوں نے ازراہ عنایت اپنے اُس مطبوعہ خط کی نقل بھی بھیجدی ہے ‘ جو انھوں نے ارکان کی خدمت میں بھیجی تھی -

ان تمام موافق و مخالف حضرات کی خدمت میں ملتمس ہوں کہ اس معاملہ میں میری فہم و بصیرت نے جیسی کچھہ اور جہاں تک میری رہنمائی کی ‘ میں نے اپنے خیالات ظاہر کردیے ہیں - اور وہ عالم السرائر ‘ اور بینندۂ خفایاے قلوب جانتا ہے کہ اس معاملے پر بحث کرتے ہوے کسی ایک فریق کی طرفداری یا ادنی جانبداری کا تصور بھی میرے قلب میں نہ تھا ‘ اور اپنا جو کچھہ عقیدہ اس بارے میں ہے ‘ وہ آزمایش کیلیے جن پیش آنے والے مقامات کو دیکھہ رہا ہے‘ وہ ان ہیچ و بے اثر معاملات کی سطح سے الحمد للہ کہ بہت بلند و ارفع ہیں‘ اور شاید اس قدر ارفع ‘ جہاں تک میرے نکتہ چینوں کا فہم و ادراک بھی نہیں پہنچ سکتا ‘ چہ جائیکہ عمل و ولولۂ عمل فرمائی -

میں نے بحث کے پانچ ٹکرے کردیے ‘ اور اصول درایت و نقد سے ہر ہر ٹکرے پر بحث کی - میں نے وہ غلطی نہیں کی‘ جو کسی غلطی میں لوگوں کو شریک ثابت کرکے لوگ کیا کرتے ہیں‘ اور کسی کام میں فرد واحد کی جگہ جماعت کے ہاتھہ کا ہونا ‘ انکے نزدیک اس کام کی قرین صواب ہونے کی دلیل ہوتا ہے - پس پانچویں بحث میں بصورت تسلیم شرکت جماعت ‘ پھر بھی مولانا شبلی نعمانی کی ذمہ داری کو ظاہر کیا اور بلحاظ توقعات کے انکے وجود کو زیادہ قابل توجہ قرار دیا - یہی طریق بحث ہے ‘ اور اتنا ہی ہے جو میں کرسکتا تھا - میرا ضمیر اس بارے میں مطمئن ہے‘ اور اپنے اعتقاد اور آزادی و صداقت کو بہ ہیچ وجہ ‘ و بہ ہیچ گونہ غرض صداقت کے آگے شرمندہ نہیں پاتا - با ایں ہمہ ممکن ہے کہ یہ تمام خیالات بھی میرے نفس کا کوئی دھوکہ ہوں ‘ اور میری حسیات مجھکو فریب دے رہی ہوں - اگر آپ کو اسکا یقین واثق ہے تو اسکا علاج صرف یہ ہے کہ میرے حق میں دعا فرمائیے کہ اس حالت سے نجات پاؤں ‘ کیونکہ میں اپنے ضمیر و فکر‘ اور حسیات قلبیہ کی طاقت سے زیادہ تو اور کچھہ نہیں کرسکتا ؟ ولا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا -

ساتھہ ہی دونوں فریق موافق و مخالف سے خواستگار معذرت ہوں کہ اس ذخیرۂ تحریرات و مراسلات کے لیے الہلال میں گنجایش نہیں نکال سکتا - اور نہ کوئی نیا باب خاص اس مسئلے کیلیے وضع

کرسکتا ہوں - مذاکرۂ علمیہ کے متعدد اہم مضامین ہفتوں سے پڑے ہیں ' کتابوں پر ریویو لکھنے کی جگہ نہیں ' شئون عثمانیہ کے نہونے کی وجہ سے لوگ سخت شاکی ہیں - اسئلۃ و اجوبتہا کی سرخی کے بیسیوں سوالات اہم اور مفید پڑے ہیں ' جنکے جواب کیلیے صفحات نہیں ملتے - پھر آجکل سب سے اہم تو خود الہلال کی تبلیغ دعوت ہے - ایسی حالت میں اب اس معاملے کیلیے ایک نیا معرکہ زار کہاں سے لاؤں ؟ پچھلے ہفتے جناب خواجہ رشید الدین صاحب کی مراسلت کا بقیہ حصۂ اصلی درج ہونے سے رہگیا تھا ' لیکن اب اسکی اشاعت بھی اسی مجبوری سے روک دی ' اور انسے بھی خواستگار معافی ہوں -

البتہ صرف اب ضرورت اس امر کی باقی رہگئی ہے کہ شرکاۂ جلسۂ اولیٰ خمسہ کی زبانیں کسی طرح کھلیں ' اور وہ اپنی شان تبرقع و حجاب فرمائی کی جلوہ فروشی کی مدت ختم کرکے قوم کے سامنے تشریف لائیں - یہ چونکہ ضروری اور معاملے کا اصلی نقطۂ انفصال ہے ' اسلیے میں اسکے لیے پوری کوشش کرونگا ' اور اگر ایسا ہوا تو بکمال ممنونیت انکی تحریروں کو شائع کردونگا -

بقیۂ بحث

بسلسلۂ اشاعت گذشتہ

کارروائی کے دیگر جزئی امور میں ایک واقعہ رزولیوشن کے الفاظ میں تنسیخ و ترمیم' اور لفظ " قابل نفرت" سے مضمون کی تعبیر ہے -

مولانا کی تحریر مطبوعۂ زمیندار سے معلوم ہوتا ہے کہ رزولیوشن صاف کرکے انہوں نے دفتر میں بھیجدیا تھا ' اور اسکے الفاظ مولانا عبد الحی وغیرہ کے علم کے بعد اور تمام معتمدین کے دستخط سے بھیجے گئے تھے -

اس پر مولانا عبد الحی کی شرکت و سکوت کی بحث چلی - بعض معاصرین کہتے ہیں کہ مولانا عبد الحی طبیب ہیں' اور فن طب وہجوم خلائق و ہجوم مرضی ' وکثرت واردین و حاضرین کا مقتضی ' پس ایسی حالت میں ایک طبیب عہدہ دار پر کسیطرح کی ذمہ داری عائد نہیں ہوسکتی ' کیونکہ مشغلۂ طبابت کی وجہ سے یقیناً بیماروں اور شاگردوں کا ہمیشہ ہجوم رہےگا ' علی الخصوص صبح کو کہ یہی وقت اداے فرض عہدۂ معتمدی کا ہوتا ہے اور اسی وقت مریضوں کا بھی ہجوم ہوتا ہے - اس کشمکش مرائض کے بحران عظیم میں انسان نبض و قارورہ کو دیکھے یا تجویزوں اور کاغذات کے الفاظ و احکام و عبارت کو؟

یہ توجیہہ معاملات ندوہ کے بعض جدید وکلا کی ہے ' لیکن میں سمجھتا ہوں کہ خود مولانا عبد الحی اس تمسخر انگیز دفاع سے ایک لمحہ کے لیے بھی فائدہ اٹھانا پسند نہ فرمائیں گے - کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ اس عجیب مقدمے میں اکثر وکیلوں سے انکے موکل زیادہ عقلمند اور فہمیدہ ہیں -

بہر حال اس سے اصل مسئلے پر کوئی اثر نہیں پڑتا - میری راے اس بارے میں وہی ہے ' جو یقیناً ہر شخص کی اس بارے میں ہونی چاہیے - یعنے اس مسئلہ کے دو پہلو ہیں - پہلا مسئلہ نفس تغیر و تبدل الفاظ کا ہے ' اور دوسرا لفظ " نفرت انگیز " سے تعبیر کرنے کا -

پہلے کا جواب صاف اور ایک ہی ہے - ایک تجویز جو چند شخصوں نے مشترک طور پر کسی مجلس میں قرار دی ہو ' اسمیں اسکے تغیر و تبدل کا بھی کسی کو اختیار نہیں ' اور اگر قصداً کیا جاے تو یقیناً دیانت داری کے سخت خلاف ہے -

رہا لفظ " قابل نفرت " یا " نفرت انگیز " تو یہ کہنا اور اس پر بار بار زور دینا کہ " نفس مسئلۂ اسلامیۂ جہاد " یا ایک " مجموعۂ آیات قرانیہ و احادیث نبویہ " کو مولانا نے قابل نفرت کہا ' ایک ایسی کھلی سفیہانہ و معاندانہ کذب بیانی ہے ' جس کو کوئی ذی عقل تسلیم نہیں کرسکتا - یہ بالکل ظاہر ہے کہ مضمون سے جو اختلاف کیا گیا تھا (قطع نظر از صحت و عدم صحت اختلاف) وہ کچھہ اصل مسئلۂ جہاد یا آیات کلام اللہ کی نسبت نہ تھا ' بلکہ اس خاص استدلال یا نتیجۂ بحث کی نسبت ' جس کو مضامین میں دفعہ (۱۰) وغیرہ سے تعبیر کیا گیا ہے' اور جسکا مطلب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ " غیر مسلم حکومت کے ماتحت مسلمانوں کیلیے رہنا کسی حالت میں جائز نہیں " پس بنا بریں " قابل نفرت " کا اطلاق بھی ہر حال میں صرف اسی نتیجۂ بحث اور مخصوص استدلال کے متعلق ہوگا ' نہ کہ اصل مسئلۂ جہاد اور آیات کلام اللہ کے متعلق -

ہر شخص جو اس معاملے میں فریقانہ دماغ نہیں رکھتا ' تسلیم کریگا کہ یہ ایک بالکل کھلی اور صریح بات ہے - جو لوگ اس مسئلہ کی بدولت مفت میں آزادی و حریت کے وکیل بل ابوالاباء بن بیٹھے ہیں ' انکی ذاتی عداوت و تعاند کا ایک بڑا ثبوت یہ بھی ہے کہ ایک ایسی صاف بات کے سمجھنے سے اپنے تئیں قاصر ظاہر کرتے ہیں ' اور عوام و جہلا کو یہ کہکر بھڑکاتے ہیں کہ دیکھو مولانا نے قرآن مجید کو " قابل نفرت " کہدیا ! کبرت کلمۃ ' تخرج من افواہہم ' ان یقولون الا کذبا -

غازی پور میں ایک مرتبہ ایک واعظ اور ایک عالم میں مباحثہ ہوا تھا ' واعظ صاحب (جیسا کہ واعظین کا بالعموم حال ہوتا ہے) علم و قابلیت سے محروم تھے - انھوں نے اپنے حریف سے پوچھا کہ " لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کلمہ ہے یا نہیں ؟ " اس بیچارے کو حقیقت معلوم نہ تھی - اس نے صاف کہدیا کہ " نہیں ' الکلمۃ لفظ وضع لمعنی مفرد " واعظ صاحب نے اپنے معتقدین اور مریدین کی طرف دیکھکر واعظانہ غل مچایا کہ بحث کا خاتمہ ہے ' کیونکہ ہم مسلمان ہیں ' ہمارا دین و ایمان کلمہ ہے ' اور اسی لیے سب سے پہلے میں نے پوچھا کہ کلمہ کو کیا کہتے ہو؟ اسکے جواب میں یہ کہتا ہے کہ کلمہ کچھہ نہیں ' پس یقیناً یہ مرتد ہوگیا !

بالآخر لوگوں نے واعظ صاحب کی فتح یابی کا اعتراف کیا - یہی حال ان لوگوں کا بھی ہے ' جاہلوں کو یہ کہکر مشتعل کر رہے ہیں کہ مولانا شبلی نے اس مضمون کو قابل نفرت کہدیا ' حالانکہ تم اچھی طرح دیکھہ لو کہ ایک نہیں پچاسوں آیتیں اور بڑی بڑی حدیثیں اسمیں موجود ہیں - بھلا جو شخص قران کی آیتوں اور حدیثوں کو قابل نفرت کہتا ہے' اگر ہم صرف حق اور اسلام کی خاطر اسکی مخالفت نہ کریں تو کیا کریں ؟

پس یہ بات تو ظاہر ہے اور مزید بحث کی محتاج نہیں کہ " قابل نفرت " کے لفظ سے مقصود' محض کوئی خاص نتیجۂ بحث یا استدلال ہوگا ' ورنہ آجکل کے ملاحدہ و متفرنجین بھی ایسی صراحت کے ساتھہ اپنے دلی نفرت کا اظہار نہیں کرسکتے ' چہ جائیکہ مولانا شبلی قرآن و حدیث اور مسئلۂ جہاد کو " قابل نفرت " کہیں گے ؟ تا ہم یہ ضرور ہے کہ :

(۲) مولانا کو اصل تجویز کے حذف و اضافہ کا سبب بتلانا چاہیے - قطع نظر اس سے کہ کیا تبدیلی ہوئی ؟ خود اصل تبدیلی قابل اعتراض ہے -

(۳) اگر مضمون کے کسی حصے یا حاصل مبحث کو غلط یا قابل اختلاف تسلیم کر لیا گیا تھا ' تو اسکے اظہار کیلیے اور بیسیوں لفظ موجود تھے - قابل نفرت کا لفظ لکھنا ہرگز مناسب نہ تھا - اسمیں جو شدت انکار و برئت پائی جاتی ہے ' وہ میرے عقیدے میں اپنے اندر ایک سخت کمزوری اور مرعوبیت رکھتی ہے - اگر کوئی چیز سیاسی حیثیت سے غلط بھی ہو ' تو اسکی غلطی کا اعتراف صرف ضروری اور بقدر کفایت لفظوں میں کردینا چاہیے - اعتراف میں تشدد و اغراق ہی سے ہماری تمام کمزوریوں کی بنیاد پڑی ہے ' اور یہ ایسی بات ہے جس کو اوروں سے بہتر خود مولانا سمجھتے ہیں - تعجب ہے کہ اس معاملے میں کیوں ان سے ایسی صریح غلطیاں ہوگئیں ؟

(۲)

بحث کا یہ پہلو سب سے زیادہ توجہ طلب ہے ' اور اس وقت تک جس قدر مضامین لکھے گئے ہیں ' متعجب ہوں کہ کسی نے اس پہلو پر نظر نہیں ڈالی -

جو مضامین مخالفت میں لکھے گئے ہیں ' انکی نسبت حسن ظن کا سد باب ہوجاتا ہے ' جب سوچا جاے کہ کیوں اس پہلو کو کہ نقطۂ معاملہ یعنی مولوی عبد الکریم کیلیے اصل مسئلہ تھا ' بالکل پبلک کی نظروں سے پوشیدہ رکھا گیا ؟

پھر ساتھ ہی اسکے جب دیکھا جاے کہ جن لوگوں نے اس معاملے میں دلچسپی لی ہے ' انکا اس بارے میں عجیب حال ہے وہ سب کچھ گوارا کر سکتے ہیں لیکن انہیں یہ گوارا نہیں کہ اصل معاملہ پر روز دیکر ' دیگر شرکاے کار کی طرف بھی نظر اٹھائی جاے ' اور وہ اس بارے میں اپنے کسی اندرونی جذبۂ مخفی سے اس درجہ مجبور اور لاچار ہیں کہ دیگر شرکاء کار کا نام لینا ' انکے لیے ایک نوک نشتر کی چبھن رکھتا ہے - وہ سنتے ہی بے تابانہ چیخ اٹھتے ہیں ' اور اپنے اضطراب و التہاب کو چھپا نہیں سکتے ' تو اس وقت تسلیم کر لینا پڑتا ہے کہ جو کچھ اوپر نظر آ رہا ہے ' صرف اتنا ہی نہیں ہے ' بلکہ اسکے نیچے بھی کچھہ اور چھپا ہوا موجود ہے -

لیکن جنکو ذاتی و شخصی بغض و عناد ہے ' وہ شاید اسکے لیے کچھہ وجوہ رکھتے ہوں گے ' لیکن ہر شخص سے تو یہ امید بیجا ہے کہ وہ بھی انہی کا سا دل اپنے پہلو میں پیدا کرلیگا - مجھکو بحث صرف اصل معاملے سے ہے ' اور میں مجبور ہوں کہ ہر اس شخص کو الزام دوں ' جسکا تعلق اس سے ثابت ہو ' اور اس طرف سے بے رحمانہ آنکھیں بند کرلوں کہ کون خاک پر لوٹتا ' اور کون درد و کرب سے کراہ رہا ہے ؟

یہ کیسی عجیب بات ہے کہ پہلی مجلس نے جو ایک دو روز یا ایک دو ہفتے کی سزا خود مولوی عبد الکریم کو دی تھی ' جنسہ انتظامیہ نے اسکو منسوخ کردیا - پھر مدعیان حریت و ازادی کی رگ جہاد و قتال فی سبیل اللہ پر یہ کیوں فالج گر گیا کہ ایک دن کی بھی قرار دادہ سزا منسوخ کرکے ' چھہ ماہ کی سرکاری سزا چپ چپاتے دیدی ' اور غریب مولوی کو اسکے بعد معطل بھی کردیا ؟

ہفتۂ جنگ

۱۰ - کو سٹنجی کا تار تھا کہ حکومت جبل اسود نے اپنے وکلاء متعینۂ میڈوا کو اطلاع دیدی ہے کہ وہ مقررہ تاریخ پر بین القومی فوج کے سپہ سالار نائب امیر البحر کو شہر حوالہ کردیں -

۱۳ - کا روما کا تار ہے کہ بین القومی فوج میڈوا میں اتر گئی - امید کیجاتی ہے کہ اتوار تک سقوطری پہنچ جالیگی -

---

البانیہ

پرنس بسمارک نے سچ کہا تھا : کہ " بلقان ایک کوہ آتش فشاں ہے " اور گو اسکی کسی چنگاری نے ابھی تک اتحاد دول کے تار عنکبوت میں آگ نہیں لگائی مگر ہر ہر چیہ پر خیال ہوتا ہے کہ کہیں یہیں دہانۂ آتش فشاں نہو - مسئلۂ سقوطری نے آسٹریا کا مقیاس الحرارت انتہائی درجہ تک پہنچا دیا تھا - اگر روس کی تہدید آمیز نصیحت نے میں وقت پر تدارک نہ کر لیا ہوتا تو عجب نہ تھا کہ وہ وقت آجاتا جسکے تصور سے یورپ لرز اٹھتا ہے - مسئلۂ سقوطری گو ختم ہوگیا ہے مگر بلقان کی نزاع انگیزیاں ابھی ختم نہیں ہولیں اور شاید عرصہ تک ختم نہ ہوں -

البانیا سے اطالیا ' آسٹریا ' اور یونان کے مصالح و اغراض وابستہ ہیں جنمیں باہم تعارض و تقارب بھی ہے ' اسلیے اس نے سقوطری کی جگہ لے لی -

یاد ہوگا کہ آسٹریا میں جب قبضۂ سقوطری کے لیے جنگی تیاریاں ہو رہی تھیں تو اطالیا کے نیم سرکاری اخبار ٹریبونا نے لکھا تھا : " اطالیا آسٹریا کو تنہا کارروائی نہیں کرنے دیگی بلکہ خود بھی شریک ہوگی " ممکن ہے کہ سطحی دماغوں نے اس کو شدت مودت و ائتلاف پر محمول کیا ہو ' مگر حقیقت نیوشوں کے لیے ایک صدا تھی جو تضارب اغراض و تعارض مصالح کی خبر دے رہی تھی -

۹ - مئی کو ریوٹر اس خیال کی ان پر احتیاط لفظوں میں تائید کرتا ہے " یہ یقین کیا جاتا ہے کہ اطالیا البانیا کے لیے ایک پروٹیسٹنٹ بادشاہ چاہتی ہے ' اور آسٹریا ایک کیتھولک - یہ تصادم اغراض کیا ایک جنگ و جدال کی صورت اختیار کرلیگا ؟ بہتر ہے کہ اسکے جواب کو واقعات کے لیے چھوڑ دیا جائے -

---

خانہ جنگی

جذبۂ کشورستانی ایک سیلاب ہے جسکی حریف وہ سست بنیاد عمارتیں بھی نہیں ہو سکتیں ' جنکو مذہب یا اخلاق کے ہاتھہ بناتے ہیں ' پس جس عمارت کی بنیاد جوش سیلاب پر ہو ' اسکی پختگی معلوم -

موجودہ اتحاد کی بنیاد " آزادی " پر تھی یا کشورستانی پر ؟ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جسکو واقعات نے نا قابل تردید طور پر طے کر دیا ہے - ایسے اتحاد کا جو حشر ہونا چاہیے تھا وہی ہوا -

اتحاد کا جشن ابھی مکمل بھی نہیں ہوا تھا کہ خانہ جنگی شروع ہو گئی اور جو تلوار اس کے نیام سے نکلی تھی اسنے کافروں (ترکوں) سے یورپ کی زمین کو پاک کرکے ' خود پاک نژاد مسیحیوں ہی کو اپنا تختۂ مشق بنالیا !

۱۱ - مئی کا تار ہے کہ یونانیوں کی ایک کثیر تعداد مقدونیہ میں بلغاری مظالم کی شاکی ہے - اسکے بعد شکایتوں کا ایک دفتر ہے - یہ دفتر گو اس شرمناک خونچکاں مظالم نامہ کے مقابلہ میں کچھہ بھی نہیں ' جو نصرانی تیغ نے انہی مقامات پر حال میں کافروں (مسلمانوں) کے خون سے لکھا تھا ' مگر تاہم وہ یورپ کی انسانیت دوستی کے لیے نہایت قلق انگیز ہے ' اور یہ صرف اسلیے کہ ان مظالم کی مشق یسوع کی امت پر کی گئی ہے -

ان مظالم کے علاوہ حلفاء میں باہم معرکہ آرائیاں بھی ہوتی رہی ہیں - اس سلسلہ میں وہ معرکہ قابل ذکر ہے جو حال میں یونانیوں اور بلغاریوں میں بمقام لیفیوا ہوا ہے - تفصیل ہنوز غیر معلوم اور نہ ایندہ توقع -

یونانی نقصانات کی تعداد ۶۰ - اور بلغاری نقصانات ۴۹ - بیان کی گئی ہے ' اور کون کہہ سکتا ہے کہ اصلیت کیا ہے ؟

۷ - جمادی الثانیہ ۱۳۳۱ ہجری

البصائر !!

هذا بصائر للناس ، وهدی و رحمة لقوم یوقنون (۴۵ : ۱۹)

یہ تبلیغ دعوت ، لوگوں کیلیے عقل و بصیرت اور موعظت و حکمت کا مجموعہ ہے ، اور جو لوگ اللہ کے احکام پر یقین و ایمان رکھتے ہیں ، انکے لیے سرتا پا ہدایت و رحمت ہے !!

و انیبوا الی ربکم و اسلموا له من قبل ان یاتیکم العذاب ، ثم لا تنصرون - واتبعوا احسن ما انزل الیکم من ربکم من قبل ان یاتیکم العذاب بغتة و انتم لا تشعرون - ان تقول نفس : " یا حسرتا علی ما فرطت فی جنب الله ! و ان کنت لمن الساخرین !! " او تقول : " لو ان الله هدانی لکنت من المتقین " او تقول حین تری العذاب : " لو ان لی کرة فاکون من المحسنین " بلی ، قد جاءتک آیاتی ، فکذبت بها ، و استکبرت وکنت من الکافرین (۳۹ : ۶۱)

اے وہ لوگو کہ اپنے پروردگار کی نافرمانیوں میں ڈوبے ہوے ہو ! اسکی طرف رجوع کرو ، اور اُسکے حکم کے آگے اپنی گردن جھکا دو ، قبل اسکے کہ تم پر (آخری) عذاب نازل ہو ، اور کسی طرف سے تمہیں مدد نہ مل سکے !!

اللہ کی طرف سے جو بہترین احکام و مواعظ بھیجے گئے ہیں ، انکی پیروی کرو ، مگر اُس وقت آنے سے پہلے ، جبکہ یکایک تم کو آخری ناکامیوں اور نامرادیوں کا عذاب آ گھیریگا اور تم بالکل بے خبر ہوگیے !!

تاکہ اُس وقت حسرت و ندامت کے ساتھہ اِس وقت فرصت کو یاد کرو اور تم میں سے کوئی کہے کہ " آہ آہ !! صد حسرت و افسوس میری اس کوتاہی پر ، جو میں نے اپنے پروردگار کے احکام کی تقدیس و احترام کرنے میں کی ! ہاے افسوس کہ مجھکو حکم الہی سنایا جاتا تھا مگر میں اُن پر تمسخر کرتا تھا ! "

یا کہے کہ " اگر خدا میری ہدایت فرماتا تو میں بھی آج پرہیزگاروں میں سے ہوتا ! " (حالانکہ اسی اتمام حجت کیلیے آج ہدایت کی صداے دعوت بلند کی جا رہی ہے)

یا پھر جب وہ آنے والا عذاب سامنے آ موجود ہو تو اسکو دیکھکر حسرت سے کہے کہ " اے کاش مجھکو کچھ مہلت ملتی ، اور گذرا ہوا وقت پھر دوبارہ ملجاتا ، تو میں بھی نیک بنکر نیکوں کی جماعت میں شامل ہو جاتا ! "

لیکن اُس وقت صداے الہی اٹھے گی کہ ہاں ، میں نے تو اپنا حکم بھیجا تھا ، اور اپنی نشانیاں تجھے دکھلائی تھیں ، پر تو نے انکو جھٹلایا ، اور انکے آگے جھکنے کی جگہ مغرور ہوگیا - میرے حکموں سے انکار کرنے والوں میں سے تو بھی تھا اب تیرے لیے حسرت و نامرادی کے سوا اور کچھہ نہیں ہوسکتا !!

من لم یکن للوصال اهلا　فکل طاعاته ذنوب !!

اے وہ لوگو ، کہ اپنے غفلت کدوں میں سرشار خواب بے خبری ہو ! تمہیں معلوم ہے کہ اس آسمان کے نیچے تمہارے لیے کیسی کیسی بربادیاں اور ہلاکتیں آنے والی ہیں ؟ پھر سپاہی کو اپنے بستر سے اٹھنا چاہیے ، اگر طبل جنگ کی آواز آنے لگے ، اور لوگوں کو پانی کی تلاش میں دوڑنا چاہیے ، اگر انکے گھروں کی دیواروں میں آگ لگ جاے ، تو اے عزیزان غفلت شعار ! و اے سرگشتگان نشۂ بے خبری و خمار ! خدا را بتلاؤ کہ میں کیوں تمہارے غفلت کے بستروں کو خالی ، اور تمہارے پاے عمل میں حرکت نہیں دیکھتا ؟

اگر تم اپنی انتہائی بربادی کے منتظر تھے ، تو آہ ! آہ ! تم آہ ! کہ اُس بربادی کا آخری وقت آگیا - اگر تمہاری خواہش تھی کہ ذلت و نکبت کی انتہا کو اپنی اُن آنکھوں سے ، جو تیرہ سو برس سے عزت و عظمت ہی کے نظارۂ وجد کیلیے پیدا ہوئی تھیں ، دیکھہ لو ، تو یا حسرتا علی ما فرطتم فی جنب اللہ ! کہ اسکا وقت بھی آگیا - پھر کیا ہے ، جس نے تم کو بند ہوا و غفلت میں گرفتار کر دیا ہے ؟ اور وہ کونسا قہر الہی ہے ، جسکا انتظار تمہیں اپنے مرکز غفلت سے ہلنے نہیں دیتا ؟ **فالوقت ضیق ، و الخطب شدید -**

وللاهواء رغبات و للوساس سلطان - فبای حدیث بعدها یومنون ؟ ؟

فکر و جان مال تا چند ؟ اور جستجوے عیش و راحت تا کجا ؟

واعلموا ! انما اموالکم و اولادکم فتنة و ان الله عنده اجر عظیم - وہ زندگي ' جسمیں اپنی ملت اور اپنے خداے ملت کا کوئي حصہ نہو ' عیش زندگي نہیں ' بلکہ ایک لعنت لوہیں ہے :

و ما هذه الحیاة الدنیا ' الا لهو ولعب ' و ان الاخرة لهی الحیوان ' لوکانوا یعلمون ! (۲۹ : ۶۵)

یہ عیش نفس ' اور محض فکر جان و مال کی زندگي (جسکي توجہہ رکھیں تم نے اپنے پاؤں میں ڈالدي ہیں) کیا ہے ؟ سوا اسکے کہ ایک لہو و لعب نفسانی ہے (جسکا کوئی اثر دنیا میں باقي رہنے والا نہیں) اور آخرت ہی زندگی ہي اصل زندگي ہے ' اگر تم سمجھو اور غور کرو !

تم نہ بھول گئے کہ جس متاع فاني کي خاطر چیونٹیوں کے طرح آشیانے بنانے ' اور چار پاؤں کی طرح آذوقہ ڈھونڈھتے ہو ' وہ با این همه شورش و کشاکش ' ایک نہ ایک دن جانے هي والي ہے ' اور تم اسکي خاطر سب کچھہ کرسکتے ہو ' پھر اسے روک نہیں سکتے - پھر اس سے بڑھکر اور کونسا سودا ہوسکتا ہے ' کہ ایک ایسی جانے والي رائگاں شے کو کسي کي خاطر دیکر مفت کا احسان بھي ہاتھہ اُس کے سر رکھہ دیجیے ؟

جاں بجاناں دہ ' وگرنہ از تو بستانند اجل
خود تو منصف باش اے دل ' ایں بکن یا آں بکن !

لیکن جان دینے کي بھی بہت سی راہیں ہیں - تم ہتھیلیوں پر رکھکر سامنے آؤ تو بتلاؤں کہ اس سب سے حقدر ' مگر سب سے زیادہ کم دینے والي جنس عجب کے لٹانے کا اصلي طریقہ کیا ہے ؟ پھر صرف یہي راہ نہیں ہے کہ اپنے دشمن کی تلوار کے نیچے سروں کو کٹوادو ' بلکہ اس سے بھی بڑھکر یہ ہے کہ اپنے دوست کي تلوار کي نوک سے زخمي ہو - زخم کھانا هی ہے تو دوست هي کے خنجر سے کیوں نہ تڑپیں ؟ زہر کا جام پینا هی ہے تو محبوب کے هاتھہ سے کیوں پییں ؟ اور جان دیني هي ہے تو کسی کے سر رکھکر کیوں نہ دیجیے ؟ آیا نہ شنیدي کہ عارف (ابو العصر) چہ گفت ؟

عاري ربئے شهادت اندر رگ و پوست
غافل کہ شہید عشق فاضل تر ازوست
در روز قیامت ایں ' بآں ' کے ماند ؟
کیں کشتۂ دشمن ست ' وآں کشتۂ دوست !

و من الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات الله ' و الله رؤف بالعباد (۲ : ۲۰۷)

اور بعض اللہ کے محبوب بندے ایسے ہیں جو اپني جان تک کو اللہ کي رضا جوئي کے راہ میں دیدیتے ہیں اور اللہ اپنے بندوں پر نہایت محبت و رافت رکھتا ہے !

افسوس کہ اس دور جوش و خروش ' اور بیداري و هشیاري میں بھي دیکھتا ہوں ' تو میرے دل کي عمگیني اور اضطراب کا سامان کہیں نظر نہیں آتا -

میں دیکھتا ہوں کہ یا تو غفلت کي سرشاریاں ہیں ' یا بیداري کي کروٹیں بھي لي ہیں تو آنکھوں سے غفلت دوشیں کا خمار ابھي دور نہیں ہوا ہے - خواب غفلت کي سرشاري اور چشم نیم باز کي کروٹیں ' یہ تو دو پہلي حالتیں ہیں ' لیکن ان کے بعد ایک تیسرا گروہ بھی نظر آتا ہے ' جو بستر سے تو اٹھہ چکا ہے ' مگر منزل مقصود کے نشان سے بے خبر ہے - پس چلنا بھي چاهتا ہے ' تو خط سفر سے نابلد ہے - احرام کعبے کا باندھتا ہے مگر قدموں کو حرم و بتکدے کی تمیز نہیں - حالانکہ اگر منزل مقصود کے نشان کو ملنا ہے ' تو صرف کعبے هی کي راہ میں ملسکتا ہے ' اور وہ کئی نہیں ' بلکہ صرف ایک هی ہے -

بعض لوگ کہتے هیں کہ اگر هم نے کوئي انجمن قائم کرلي تو ان مصائب سے نجات پا جائیں گے - بعض کہتے هیں کہ اگر هم نے ایک بہت بڑا فنڈ مہیا کرلیا تو همارا وجود اسلام کیلیے اکسیر حیات بن جاے گا - میں نے بھي مدتوں ان امور کو سوچا ہے - اسمیں شک نہیں کہ ان تدبیروں میں سے ہر تدبیر اچھي اور ضروري ہے ' پر افسوس کہ مرض کا اصلي علاج نہیں ہے - تم اپنے سے باہر انجمنوں کو ڈھونڈھتے ہو مگر بد بختي یہ ہے کہ اپنے اندر کي خلوت سے بے خبر ہوگئے ہو - اسلام کي حفاظت کیلیے ایک فنڈ قائم کرنا چاہتے ہو ' تاکہ اپنی جیب اسکے حوالے کردو لیکن اس سے بھي مقدم یہ ہے کہ اپنے دلوں کو اسکے سپرد کرو کہ اسکے بعد تم وہ سب کچھہ دیسکو گے ' جو دینا چاہتے ہو ' پر اسکے بغیر کوئي چیز بھي دے نہیں سکتے !

لیکن میں ایک صداے مضطر ' اور ایک فریاد لرزاں هوں ! میري آواز کبھي نہیں تھک سکتي ' کیونکہ میرا خدا اسے تھکانا نہیں چاهتا ' اور میرے آنسو کبھي نہیں تھم سکتے ' کیونکہ مدتوں کے جمع کیے ہوے سیلاب اشک کو اب بہنا ہے اور بہانا ہے - پس

جسکے پاس کان هیں ' وہ سن لے - جسکے پاس آنکھیں هیں ' وہ دیکھہ لے - اور جسکے پاس دل ہے ' وہ جتنا تڑپ سکتا ہے تڑپ لے ' کہ آج خدا اور اسکے بندوں میں صلح و جنگ کي آخری ساعت ہے - آج روٹھے ہوے اور اسکے چاهنے والوں میں هجر و وصال کا آخری معاملہ ہے - آج هي کسي کا دامن اقبال همیشہ کیلیے خالي هونے والا ہے ' اور کسي کي آستین امید همیشہ کیلیے مالامال هونے والي ہے !

آج هي وہ شب موعود ' اور وہ لیلة القدر ہے ' جبکہ محروم ہونے والے محروم هوجائیں گے اور منانے والے روٹھے ہوئے کو منالیں گے - وہ قوموں کے حیات و فنا کي فیصلہ کن گھڑیاں ' جبکہ ایک کو دائمي مایوسي ' اور دوسرے کو همیشہ کي امید و شاد کامي ملے گي - ایک کو دائمي هجر کا عذاب الیم ' مگر دوسرے کو همیشہ کي بشارت لطف عمیم کي تقسیم هوگي ' بہت قریب ہے کہ ظاهر هوجاے - وہ ' جس نے ابتے هزاروں برس پہلے ایک ایسے هي وقت میں (سعیر) کے دامن سے اپنا رشتہ کاٹا ' اور (فاران) کي چوٹیوں پر اپنا چہرہ دکھلایا تھا ' اب پھر وقت آگیا ہے کہ اپنا چہرہ دکھلاتا ' اور اپنے مشتاقوں کو ڈھونڈھتا ہے - اگر تم نہیں دیکھہ سکتے تو آنکھوں کو تلاش کرو - پر میں دیکھتا ہوں اور مجھے مت جھٹلاؤ - اگر تم نہیں سن سکتے تو میرے کانوں سے سنو ' پر مجھسے گردن

لہ موڑ لی ہے دنیا نے تم سے گردن موڑ لی ہے - آہ! آہ! ثم آہ! علی ما فرطتم فی جنب اللہ! کہ اسکی صداے لا یزال و لم یزل ' آج اپنے چاہنے والوں سے کچھہ کہہ رہی ہے : فہل من مدکر :

اے وہ لوگو کہ تم نے میرے مقدس رشتۂ عشق کے تقدیس کی تحقیر کی اور میری طرف سے گردن موڑلی ! ! کیا تم بھول گئے کہ تم دنیا میں بے نام و نشان تھے' پر میں نے اپنے نام کی عظمت کے ساتھہ تمہارے نام کو بلند کیا - تم دنیا میں حقیر و محتاج تھے' پر میں ہی قدوس و ذوالجلال تھا کہ میں نے دنیا کی عظمتوں اور دنیوی کبریائیوں کو تمہارے قدموں پر ڈالدیا تھا - تم گمراہ تھے پر میں نے تمہارا ہاتھہ پکڑا - تم فقیر تھے' پر میں نے خشکیوں اور سمندروں کی حکمرانی تمھیں بخشدی - تم جہل و بے خبری کی تاریکی میں تھے' پر میں نے تمکو پچھلوں کے علم و حکمت کا وارث ' اور آنے والوں کیلیے چراغ علم و ہدایت بنایا - پھر تم کو کیا ہوگیا کہ تم نے مجھکو چھوڑدیا ' اور میری محبت کے دامن قدس کی تحقیر کی ؟ وہ اور کونسا پیکر حسن و دلربائی تھا ' جسکا حسن میرے جمال جہاں آرا پر غالب آگیا' اور میرے حسن کی پرستش چھوڑ کر تم نے اسکی پابگاہ معشوقیت پر پیشانی رکھی ؟ وہ میری کائنات عالم میں میرے سوا اور کون تجلی گاہ حسن و رعنائی ہوسکتا ہے' جو مجھہ سے چھوڑاکر تمھیں اپنا مفتون و شیدا بنا لے سکتا ہے ؟ پھر بتلاؤ کہ مجھسے کٹ کر تم نے کونسا رشتۂ کامرانی جوڑا' اور مجھکو چھوڑ کر کیا تھا جو تمھیں مل گیا ؟ تم نے مجھکو چھوڑا' لیکن پھر کیا میری دنیا کی ہر چیز نے بھی تمھیں نہیں چھوڑ دیا ؟ تم میرے آگے جھک کر پھر مغرور ہوگئے' لیکن کیا یہ نہیں ہوا کہ تمام دنیا بھی تمہارے آگے مغرور ہوگئی ؟ تم نے مجھسے صلح نہ کی' پھر کیا نہیں دیکھتے کہ آج تمام دنیا تم سے جنگ کر رہی ہے ؟ جب تم میرے آگے نہیں جھکے' تو بتلاؤ کہ میری دنیا کو اپنے آگے جھکانے کے کیوں آرزومند ہو ؟ جب تم مجھسے پھر گئے تو بتلاؤ کہ میری دنیا تمسے کیوں نہ پھرجاے ؟

اے نادانو ! اب بھی مان جاؤ کہ میرا دروازۂ رحمت و بخشش تو کبھی بھی بند نہیں - اب بھی مجھسے صلح کرلو کہ مجھسے جنگ جاری رکھکر تم کبھی بھی کامیاب نہیں ہوسکتے - دنیا کا ہر دروازہ تم پر بند ہوسکتا ہے ' مگر میرا ہی ایک دروازہ ہے' جو صرف کھلنے کیلیے ہے' بند ہونے کیلیے نہیں ہے - تم ہزاروں مرتبہ اس دروازے سے بھاگو' پھر بھی وہ تمہاری آمد کا منتظر ہے ! !

باز آ باز آ ! ہر آنچہ کردی' باز آ !
گر کافر و گبر و بت پرستی ' باز آ !
این درگہ ما درگہ نومیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی ' باز آ !

یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ' ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا' انہ ہو الغفور الرحیم (۳۹ : ۵۵)	اے میرے بندو' کہ تم نے طرح طرح کی نافرمانیاں کرکے ظلم خود اپنی جان اور اپنی زندگی پر کیے ہیں' گو وہ کتنے ہی سخت اور غضب انگیز ہوں ' تاہم اپنے پروردگار کریم کی رحمت و رافت سے مایوس نہو ! ! توبہ کرو اور اسکے آگے جھک جاؤ ! وہ تمہارے تمام قصوروں کو معاف کردیگا - وہ تو بہت ہی بڑا بخشدینے والا' اور مہربان ہے ! !

✱ ✱ ✱

اے عزیزان ملت ! میں کیونکر تمھیں اپنے دل کے خونچکاں ٹکڑے دکھلادوں' جسکے ہر ٹکڑے میں زخموں اور ناسوروں کے ہزاروں نشان ہیں ! اور پھر میں کیونکر اپنا دل تمہارے پہلو میں رکھدوں کہ تم اس صداے الہی کو نہیں سنتے' پر میں سنتا ہوں اور کانٹوں پر لوٹتا اور آگ کے شعلوں میں تڑپتا ہوں - تم میری آواز سن سکتے ہو' پر اس سوزش و اضطراب کے آتشکدے کو تو نہیں دیکھہ سکتے ' جو میرے اندر سلگ رہا ہے ' اور جسکے شعلے اب اسقدر بھڑک اٹھے ہیں ' کہ میں انکے دھویں کو نہیں دبا سکتا -

میں راتوں کو بستر پر لیٹتا ' اور دن کو کاموں میں سرگرم رہتا ہوں لیکن مجکو میرا گم شدہ دل نہیں ملتا ہے ' اور میرے کان میرے قبضے میں نہیں رہتے ! !

✱ ✱ ✱

آجکل کی گرمیوں کی راتوں میں ' جبکہ ایک عالم رات کی ٹھنڈی ہواؤں کے مزے لوٹتا ' اور خواب نوشیں کی راحت فرمائیوں میں مست و بے خبر ہوتا ہے - جبکہ ابتدائی نصف رات کی چہل پہل ختم ہوجاتی' اور پچھلے پہر کا مقدس اور لاہوتی وقت شروع ہوتا ہے' تو میں اس وقت اپنے غم کدے کے ایک کنج باغ کی سنسان اور فکر پرور تنہائی میں ' عیش خواب سے مہجور ' اور راحت بالش و بستر سے محروم ' پڑا ہوتا ہوں - پھر تم یقین کرو کہ میں اسکو دیکھتا ہوں ' جسکی روشنی بجلی کی طرح شعلہ آسا ' لیکن بجلی کی طرح نظروں کو خیرہ کرنے والی نہیں ہوتی - میرے کانوں میں اسکی ایک صداے سامعہ نواز و نغمہ آسا آتی ہے ' جو دریاؤں کی آہستہ روانی سے مشابہ ' یا کسی دور کی صداے ارغنوں کے مانند ہوتی ہے -

میں ایک پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں ' جسکی نسبت نہیں کہہ سکتا کہ وہ اوپر ہے ' پر مجھے خیال ہوتا ہے کہ اوپر ہے - جبکہ وہ کہتا ہے کہ :

ہل من تائب ' فاتوب علیہ ؟	آج کوئی توبہ کرنے والا ہے کہ میں
ہل من مستغفر ' فاغفرلہ ؟	اسکی توبہ کو قبول کروں ؟ کوئی
ہل من سائل فاعطیہ ؟ یا	طالب مغفرت ہے ' کہ میں اسے
طالب الخیر اقبل ! و یا	بخشدوں ؟ کوئی مجھسے مانگنے
طالب الشر اقصر ! (۱)	والا ہے کہ میں اسے عطا کروں ؟

(۱) یہ وہ مشہور حدیث ہے ' جسکو امام بخاری صحیح کے آخری حصے میں بذیل کتاب التوحید لاے ہیں ' لیکن میں نے جو الفاظ لیے ہیں یہ دار قطنی وغیرہ کی روایت کے ہیں - بخاری کے الفاظ یہ ہیں : عن ابی ہریرہ : ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال : ینزل ربنا تبارک و تعالی کل لیلۃ الی السماء الدنیا حین یبقی ثلث اللیل الآخر ' فیقول : من یدعونی فاستجیب لہ من یسالنی فاعطیہ ' من یستغفرنی فاغفر لہ "

لیکن یہ حدیث مختلف روایات اور الفاظ میں بکثرت روایت کی گئی ہے ' اور اسکے الفاظ علی الخصوص نزول الی السماء الدنیا کی تفسیر و توجیہہ پر بڑی بڑی بحثیں کی گئی ہیں - بخاری کی اس روایت میں تو مطلق رات کے ثلث اخیر کا ذکر ہے ' لیکن دیگر روایات میں خصوصیت کے ساتھہ شب جمعہ کی قید بھی آئی ہے - بعض روایات میں شب جمعہ کی قید نہیں ہے مگر ثلث اخیر کی جگہ " حتی یمضی شطر اللیل " ہے -

کتب قوم میں اسپر بحثیں کی گئی ہیں کہ اللہ تعالی کے نزول سے کیا مقصود ہے ؟ حنابلہ اور عام محدثین کا (جنکو تشبیہ و تجسم اور ظاہریت محض سے متہم کیا جاتا ہے و حاشا کہ وہ اس سے بری ہیں) یہ مسلک ہے کہ قرآن و حدیث کے متشابہات کو بار تجشم تاویل و توجیہہ ہر کہ و مہ بنانے کی جگہ ' بہتر سمجھتے ہیں کہ علم الہی کے حوالے کردیں ' اور حق یہ ہے کہ احوط و پر امن مسلک یہی ہے - تاہم اکثر شارحین بخاری و ائمہ متاخرین مثلاً امام شوکانی وغیرہ رحمہم اللہ تعالی نے صاف لکھدیا ہے کہ نزول سے مقصود تخاطب خاص ہے

[بقیہ نوٹ کے لیے صفحہ ۸ - ملاحظہ ہو]

ہاں کوئی ہر طرف سے کٹ کر میری طرف آنے والا ہے کہ میں اسے آغوش میں لے لوں ؟ کوئی میرے آگے تڑپنے والا ہے کہ میں اسے تسکین دوں ؟ کوئی میرے آگے خاک اضطراب و انابت پر لوٹنے والا ہے، کہ میں اسے اپنی گود میں اٹھا لوں ؟ یعنے کوئی ہے کہ میرا بن جانے والا ہو، اور میں بھی اسکا ہو جاؤں ؟ اور کوئی ہے جو مجھے پیار کرنے والا ہو، تاکہ میں بھی اسے پیار کروں ؟ پھر وہ کہاں ہیں، جو مجھے ڈھونڈھنے والے ہیں، اور وہ کیوں نہیں دوڑتے جو میرے لیے تشنہ ہیں ؟ میں انکے لیے، جوکہ پیاسے ہیں، پانی ہوں، اور انکے لیے، جو مایوسی سے تھک گئے ہیں، امید ہوں ! اگر تم زخم ہو تو میری طرف آؤ کہ میں مرہم ہوں، اور اگر تم بیمار ہو تو مجھکو ڈھونڈھو کہ صرف میں ہی شفا ہوں ! تم کیوں غیروں کی ٹھوکریں کھاتے ہو، اور میری آغوش محبت سے بھاگتے ہو ؟ حالانکہ میں تو وہ ہوں، کہ اگر تم ایک بالشت میری طرف بڑھو، تو میں ایک ہاتھ آگے بڑھکر تم سے ملوں - اگر تم ایک ہاتھ میری طرف آؤ، تو میں ایک گز آگے بڑھکر استقبال کروں - اور اگر تم چل کر میری طرف آؤ، تو میں دوڑ کر تمہاری طرف آؤں ! ! (۱) اگر تم میرے ملنے کو محبوب رکھوگے تو یاد رکھو کہ میں بھی تم سے ملنے کو محبوب رکھونگا - اور اگر تم مجھسے پھر جاؤگے تو میں بھی تم سے پھر جاؤنگا - (۱) اے طالب خیر ! تو کہاں ہے کہ میں تجھے پکار رہا ہوں - جلدی کر ! جلدی کر ! کہ یہی مانگنے کا وقت ہے - اور اے شر کے پیچھے اپنے تئیں نادانی سے کھونے والو ! اب بھی باز آجاؤ اور کمی کرو کہ یہی وقت ہے، یہی وقت ہے، اور صرف یہی وقت ہے کہ میں تم کو بچالوں ! ! "

با گنہ کاراں بگوییم تا بیندازند دل
من وفائے دوست را در بے وفائی یافتم !

❦ ❦ ❦

پس اے اخوان عزیز ! اس آواز کو سنو اور اگر نہیں سنتے تو میری ترجمانی کو مت جھٹلاؤ کہ میں سو رہا تھا لیکن اس نے مجھکو نیند سے جگا دیا - نہو کہ غفلت سے چونک کر بھی غفلت ہی میں رہو، اور بستر سے اٹھو بھی تو بستر کی جگہہ راہ میں سوجاؤ - اس شخص کی غفلت میں جو بستر پر پڑا ہو، اور اسمیں جو ہشیاروں کی طرح چلکر غلط راستوں میں پھنسکر رہ گیا ہو، کوئی فرق نہیں - یہ تمہارا آجکل کا اضطراب مبارک ہے - یہ تمہاری جستجوے مقصود ایک رحمت الہی ہے - یہ تمہاری آمادگی اور مستعدی امید کا فرشتہ، اور ہمت کا پیغام ہے - مگر میری سنو اور اللہ کی پکار کی طرف سے غفلت نہ کرو - اگر سنبھلنا چاہتے ہو تو ایک ہی ہاتھ ہے جو تمہیں سنبھال سکتا ہے - محض انجمنوں کا قائم کرلینا، ممبروں کے نام سے ایک گروہ جمع کرلینا، اور صرف روپیے کی کسی بڑی مقدار کی فراہمی پر بھروسہ کرلینا، غفلت کے بعد دوسری غفلت ہے، جو تمہیں بستر ضلالت پر ڈالدیگی، اور آخری وقت عمل ہاتھ سے نکل جائیگا - اصلی اور ایک ہی وسیلۂ فوز و فلاح (اے دنیا میں تبدیلی چاہنے والو !) یہ ہے کہ اپنے اندر تبدیلی پیدا کرو، اور احکام الہی کے اعتقاد و عمل کا عہد واثق کرکے اٹھہ کھڑے ہو - توبہ کرو توبہ کرو کہ تمہارے تمام دکھہ کی دوا صرف توبہ ہی ہے - خدا کے آگے جھکو اور اسکو پیار کرو ! اسکو اپنے سے مناؤ کہ جب تک دوست کو اپنے سے راضی نہ کرلوگے ؟ خواہ کتنی ہی محنت و مشقت کرو، لیکن کبھی مقبول نہوگی - و للہ در ما قال :

من لم یکن للوصال اھلاً
فکل طاعاتہ ذنوب !

❦ ❦ ❦

میں چپ تھا، پر اب اٹھا ہوں کہ جو سن رہا ہوں، تم کو بھی سناؤں - آؤ کہ ہم سب ملکر اسکے دروازے پر جھکیں، اور ایک " مخلص و مجاہد " جماعت الہی بن کر صرف اسی کے ہوجائیں - اسی کی دعوت ہے، جسکی طرف بلاتا ہوں، اور صرف یہی میری بقیہ زندگی کا مقصد و وظیفہ، اور غایت جہد و عمل ہے، جسکے لیے خدا سے استقامت کا طلبگار ہوں - پس مبارک ہیں وہ، جو میری سنیں، اور خدا کی طرف بڑھیں، اور آخر کی کامیابی انہی کیلیے ہے -

اولئک الذین ھدا ھم اللہ، و اولئک ہم اولو الالباب (۳۹ : ۲۰)

---

(۱) یہ بھی ایک حدیث مشہور کا مین ترجمہ ہے، جسکو امام بخاری نے کتاب التوحید میں بروایت ابو ہریرہ درج کیا ہے کہ :

" اذا احب عبدی لقائی، احببت لقائہ - و اذا کرہ لقائی، کرہت لقائہ "

اور قرآن کریم میں بھی کہا ہے کہ : " فاذکرونی اذکرکم، و اشکروا لی و لا تکفرون " یعنے تم میرا ذکر کروگے تو میں بھی تمہیں یاد کرونگا - اللہ اللہ ! کیا شان عشق و عاشقی ہے ! ! ولنعم ما قیل فی ھذا الباب :

عاشقاں ہرچند مشتاق جمال دلبرند
دلبراں بر عاشقاں از عاشقاں عاشق ترند

امام غزالی نے احیاء میں ایک حدیث درج کی ہے : " الا طال شوق الابرار الی لقائی، و انا الیہم لاشد شوقاً " اسکے الفاظ تو ثابت نہیں (جیسا کہ صاحب تخریج احیاء نے اعتراف کیا ہے) مگر مطلب وہی ہے -

[بقیہ برخ صفحہ ۷ کا]

جیسا کہ بعض دیگر احادیث بخاری وغیرہ میں صلوۃ عصر و فجر کی نسبت آیا ہے، اور یہی سرگروہ ارباب تاویل و اسرار، امام غزالی نے احیاء میں لکھا ہے - اصل یہ ہے کہ شب کا آخری وقت ایک مخصوص اثر و کیفیت کا وقت ہے - اور جیسا کچھہ ہے، اسکو صرف ارباب درد و حال ہی سمجھہ سکتے ہیں - میں تو کہتا ہوں کہ اگر ایک ہستی اعلی و محبوب ہے، تو وہ کب اپنے بندوں سے غافل ہے ؟ لیکن ضرور ہے کہ رات کے پچھلے پہر کی خلوت ہی میں اپنے عشاق سے مجلس راز و نیاز گرم کرے - انکی آہ و زاری سنے اور اپنی صداے رو امید سنائے - غیروں کیلیے دن کی ملاقاتیں ہوتی ہیں، مگر اپنوں کیلیے شب کی مخفی صحبتیں - دن آرزوؤں میں کاٹیے، مگر وصل کیلیے رات ہی کا انتظار کرنا چاہیے - یہی وہ تصفیۂ باطنی و ذہاب الی اللہ کا مقام اعلی ہے، جسکی نسبت سورۂ زمر میں فرمایا :

امن ھو قانت اناء اللیل ساجداً و قائماً یحذر الاخرۃ، و یرجوا رحمۃ ربہ قل ھل یستوی الذین یعلمون و الذین لا یعلمون ؟ (۳۹ : ۱۳) .

بھلا وہ شخص جو رات کے اوقات تنہائی و خلوت میں اپنے خدا کے سامنے ہر طرف سے کٹکر جھک گیا ہے - کبھی جوش اضطراب سے اسکے آگے سجدہ میں گرجاتا ہے، کبھی اسکے آگے ہاتھہ باندھکر غلاموں اور مجرموں کی طرح کھڑا ہو جاتا ہے، کبھی آخرت کی منزلوں کے تصور سے ڈرنے لگتا ہے، اور پھر کبھی اسکی شان کریمی و رحمت کو یاد کرکے امیدوار بخشش ہوجاتا ہے - تو بتلاؤ کہ کیا ایسا شخص، اور سرشاران غفلت و حجاب، دونوں برابر ہیں ؟ اور پھر کیا صاحبان علم و گم گشتگان جہل، دونوں کا ایک ہی درجہ ہے ؟

یہ موقعہ نہیں کہ اس آیت کے متعلق کچھہ عرض کروں، لیکن یاد رہے کہ یہ ایک نہایت اہم اور بصیرت طلب آیۂ کریمہ ہے - ایک ایسے قانت و منقطع شخص کی مثال دیکر فرمایا کہ " ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون ؟ " غور کیجیے کہ اسکو علم و جہل سے کیا تعلق تھا ؟ اصل یہ ہے کہ جو حالت اس شخص کی بیان کی گئی ہے، وہی فی الحقیقت علم و حکمت حقیقیہ کا انتہائی مرتبہ ہے، اور وہی حالت ہے جسے علم کا اصلی نتیجہ یقین کرنا چاہیے - کاش البیان جلد نکلے اور میرا قلم بندش گنجایش الہلال سے آزاد ہو، کہ یہ چیزیں حاشیوں میں لکھنے کی نہیں ہیں - والامر بیدہ سبحانہ و تعالی -

---

(۱) یہ میں ترجمہ ہے اس حدیث قدسی کا، جسکو امام بخاری نے کتاب التوحید کے باب (ذکر النبی و روایتہ عن ربہ) میں سب سے پہلے بروایت شعبہ، عن قتادہ، عن انس رضی اللہ عنہم درج کیا ہے کہ : " اذا تقرب العبد الی شبراً، تقربت الیہ ذراعاً - واذا تقرب منی ذراعاً، تقربت منہ باعاً - و اذا اتانی مشیاً، اتیتہ ہرولۃ " ایک دوسری روایت (عن انس بن مالک عن ابی ہریرۃ) میں " باعاً " کی جگہ " بوعاً " کا لفظ بھی آیا ہے -

شئون عثمانیه

داستان خونین

بعض مظالم وحشت کارانهٔ اقوام مسیحیهٔ فرنگ ' و روایات موثقهٔ شهداء جنگ و مراسله نگاران جرائد

(۱)

ناظرین کو یاد هوگا که پچهلے دنوں قسطنطنیه میں " مجلس دفاع ملي " کے قیام کي اطلاع الهلال کے کالموں میں دي گئي تهي -

اس مجلس نے ایک سب کمیٹي اس غرض سے بهي قائم کي تهي که جنگ بلقان میں جو مسیحي مظالم خونین یورپین ٹرکی کے مسلمانوں اور غیر محارب باشندوں پر کیے گئے هیں ' اور جو چشم دید بیانات اور روایات موثقه ' مراسله نگاران جنگ کے ذریعه مشتهر هوچکي هیں ' انکو ایک رسالے کي صورت میں جمع کرکے مختلف السنهٔ یورپ میں شائع کرے ' تاکه یورپ کے ادعاء انسانیت و فروغ پروري کا ایک آخري امتحان هوجاے -

« مجلس دفاع ملي » قسطنطنیه کي سب کمیٹي ' جس نے مظالم بلقان کي روداد شائع کي -

اس سب کمیٹي کي یه مستعدي قابل تحسین هے که تهوڑے هي عرصے کے اندر اس نے اپنا کام پورا کردیا - چنانچه پچهلي ڈاک سے همارے پاس شائع کرده رواداد مظالم کا ایک نسخه آگیا هے جو انگریزي میں هے ' اور بہت ضروري هے که اسکا ترجمه اردو میں شائع کردیا جاے ' تاکه جو هاتهه آج ماتم کیلیے اٹهے هوے هیں ' انکو پہلے اپني خانماں بربادیوں کا پورا علم هوجاے -

رسالے کے ابتدا میں سر اڈم بلاک (Sir Adam Block) نے ایک مختصر اور سنجیده دیباچه لکها هے - آج کي اشاعت میں اسکا ترجمه شائع کرتے هیں - اسکے بعد اصل رسالے کا مسلسل ترجمه شائع هوتا رهے گا ' اور پهر ایک رسالے کي شکل میں جمع کردیا جائیگا -

بہتر هو اگر معاصر دهلي (کامریڈ) اسکو بجنسه نقل کرنا شروع کردے - (الهلال)

— * —

اس رسالے کے دیباچه لکهنے کي مجهه سے فرمایش کي گئي هے - اس امر کا خوف تها که ملي اور جاسي عداوتیں جو گذشته ربع صدي میں مقدونیه کے اندر برانگیخته هوئیں اور جنکا دوره دار صرف

ترکي سوء انتظام هي نه تها ' اس جنگ کے چهڑنے پر بهڑک اٹهینگي - ایک بالکل نو آموز شخص بهي بلقان کي درخواست کے ناگزیر نتائج کي تلوار سے پیش بیني کرسکتا تها -

یقیناً گذشته چند ماه میں مقدونیه کا اس سے زیاده نقصان هوا ' جتنا که سالها سال میں ترکوں کي بڑي حکومت کے اندر هوسکتا تها -

جنگ کي خوفناکیوں پر ' جنمیں هزارها آدمي هلاک هوے ' مقدونیه کے مسلمانوں کي عامي نابودي کا بهي اضافه کیا گیا !

اس جنگ میں موجوده متمدن جنگ آرائي کے مسلمه اصول کا خیال نہیں رکها گیا - ایسي اصول شکني کي متمدن سلطنتوں کي جدید جنگوں میں نظیر ملنا آسان نه هوگا -

فاتح کا قتل و ظلم ' اور دہشت کے روکنے کے نا قابل هونا ' اسکي عزت کے لیے نتیجه خیز نہیں هوسکتا ' اور گو میں " مسلمانوں کي بیخکني کي سونچي سمجهي هوئي پالیسي " کو انکی طرف منسوب کرنا نہیں چاهتا ' مگر عملي طور پر ایسا ضرور هوا -

حلفاء بلقان افسوس کرینگے که بڑي حد تک انهي کے قصور کي وجه سے اب مقدونیه " انڈے کا ایک خالي چهلکا " اور آتش و تیغ کي بربادي کي هوئي صرف ایک ایسي زمین رهگئي هے ' جس سے مسلم آبادي ' اسکي کاشت کرنے والي مصیبت اور تکلیف کے ساتهه بالکل نکالدي گئي هے !

جنگ اور کهسوٹ ' دونوں جائز قرار دیجا سکتي هیں ' لیکن صرف اسي حالت میں ' که وه مقبوضه مقامات کي آبادي کے لیے خوشي اور فوائد لائیں -

یه ممکن هے ' مگر کسیطرح یقیني نہیں ' که حکام کا تغیر مقدونیه کي مختلف عیسائي قوموں کے لیے مفید هو ' مگر یه امر تو نصف النهار کي طرح روشن هے که جنگ مسلمان باشندوں کے حق میں مفید هونے کے علاوه کوئي اور چیز هي ثابت هوئي ' اور انکي بربادي ' ملک کي آینده سرسبزي پر همیشه ایک مصیبت انگیز اثر رهیگي -

میں ایک منٹ کے لیے بهي یه دعوی باطل نہیں کرتا که گذشته زمانے میں ترک جرموں اور زیادتیوں سے معصوم رهے هیں ' یا گذشته چند ماه میں خوں ریزي کے الزام سے وه بالکل بري تهے -

تاهم دو پیمانے اور دو بٹکهرے نہیں هوسکتے - یورپ اور متحده حکومت کا وه دباؤ ' جسکو ترکوں پر سخت سے سخت ملامت (اڈمنیشن) کے پاس کرنے میں بهي کبهي باک نہوا ' اس موقع پر یقیناً سخت حیرت انگیز طور پر خاموش رها هے -

اهل مشرق اور خصوصاً ترکوں نے همیشه انگریزوں کي عزت ' اور
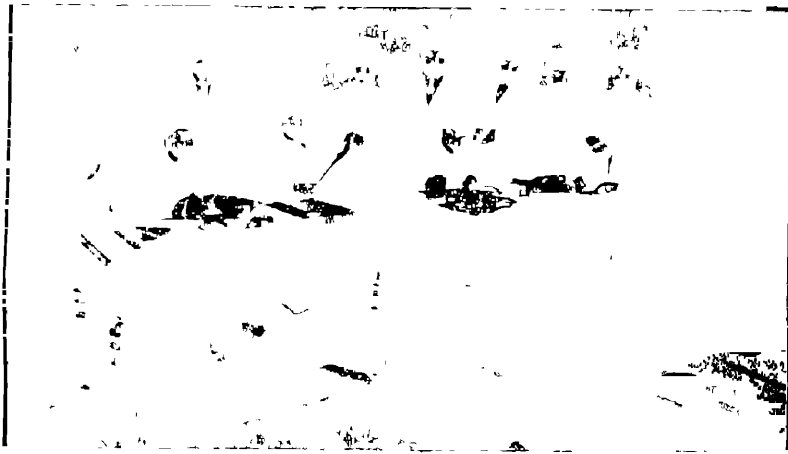
ان پر اعتماد کیا ہے - کیونکہ وہ ایک منصف قوم مشہور ہیں - مجھے خوف ہے کہ یہ یقین اب رخصت ہو رہا ہے -

صرف ان کمبخت واقعات کی مناسب تحقیقات ' اور مجرم کی سزا پر اصرار ہی کے ذریعہ سے یہ ممکن ہے کہ " نا انصافی " کا احساس شدید جو اسوقت ترکوں کے دلوں میں کھٹکرہا ہے ' جڑ سے اکھیڑا جاسکے -

مجھے اعتماد ہے کہ میں غلطی کر رہا ہوں مگر میری راے ہے کہ اگر اس طرح کے واقعات کو ' جیسے کہ اس اشاعت میں شائع کیے گیے ہیں ' بغیر اسکے کہ ان پر توجہ اور ملامت کیجائے ' گزر جانے کا موقع دیدیا گیا ' تو ہمارے ' اور ہمارے ہم زندگی مسلمان رعایا کے درمیانی تعلقات ' بالاخر ایک سنگین معاملہ ہو جائیگا -

میں نے ان درامتوں اور تفتیشوں میں حصہ نہیں لیا ہے جو اس روداد کی اشاعت کا باعث ہوئی ہیں - مگر تفصیل کی صحت کی بابت خواہ کتنا ہی شک کیوں نہ ظاہر کیا جائے ' تاہم اس امید کیلیے کافی مقدار رہتی ہے کہ یورپ جس نے ترکوں کی بد کاریوں کے روداد پر نہایت آسانی اور تیزی سے اعتبار کرلیا تھا ' ان واقعات کو ایک طرف نہ ڈالدیگا جواب اسکے سامنے رکھ جائینگے -

زخم رسیدہ مسلمان آبادی کے مصائب کسی طرح ختم نہیں ہوے - ارخبیول کے بندرگاہ سے وہی عمگین انسانے ان واقعہ زدہ اور محتاج مہاجرین کے پہنچ رہے ہیں ' جنکے لیے سرمایے کی سخت ضرورت ہے - ترکی حکام کوشش کر رہے ہیں ' انکی موجودہ کوشش صرف اسلیے ہے کہ اس جگہ کے عوض ' جسکو وہ لاعلاج طور پر ضائع کر چکے ہیں ' گھروں کی تلاش کرنے کے لیے وہ کسی طرح ایشیاء کو چک پہنچ جائیں -

گذشتہ کی تلافی تو اب قریباً خارج از سوال ہے - مردے تو ہمیشہ کے لیے گئے - لیکن اگر دول یورپ میں ایک یا ایک سے زیادہ سلطنتیں ان لوگوں کی نسبت ' جو ان خوفناک ایام کے بعد مہینوں زندہ رہے ' کوئی اہم دلچسپی لینے کے لیے تیار ہیں ' تو بڑی حد تک ماضی کی غلطی اور گذشتہ کے زخموں کو اچھا کرسکتے ہیں - نیز مشرق و مغرب اور ہلال و صلیب کی مصالحت کا راستہ اس سے ہموار کیا جا سکتا ہے -

---

حادثۂ ادرنہ

(مقتبس از جرائد مطلعۂ اسلامیہ)

(۲)

تصریحات جرائد

انتہائی مدافعت کے بعد ادرنہ کا سقوط ایک ایسا تاریخی واقعہ ہے جو شانِ عظیم و مجد دائم کا مستحق ہے - اس دعوے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ دنیا کے تمام اخبارات نے اس واقعہ کو حادثۂ جلیلۂ عالم قرار دیا ہے ' اور تاریخ کے ان نادر واقعات میں سے شمار کیا ہے ' جن کی مثال گذشتہ صدیوں میں مشکل سے ملتی ہے -

اس سلسلہ میں ہم چند عثمانی اور اجنبی اخبارات کے اقوال نقل کرتے ہیں :

(صباح) قسطنطنیہ لکھتا ہے :

یہ خبر پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ ادرنہ ' جس نے اپنی محافظ فوج سے کئی چند زیادہ فوج کے مقابلے میں اپنے ثبات سے تمام عالم کو حیرت میں ڈالدیا تھا ' بلغاریوں کے ہاتھوں ساقط ہو گیا - بیشک اس خبر نے ہمارے دلوں سے خون ' اور آنکھوں سے آنسو بہاے ! !

مگر کیا کیجیے - یہ قضا و قدر کا حکم تھا جو رد نہیں کیا جا سکتا -

ادرنہ چہار شنبہ کے دن ساقط ہوا -

ادرنہ کے بطل عظیم شکری پاشا نے (جنھوں نے عثمانی تاریخ عسکری میں شرف عظیم کے ایک صفحۂ طلائی کا اضافہ کردیا ہے) حکومت کو ایک تار بھیجا تھا - اسمیں لکھا تھا " دشمن آگے کے استحکامات پر آگیا ہے - ہماری فوج قلعہ کی طرف ہٹ آئی ہے - میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ سرکاری اور فوجی عمارتوں کے ڈھانے ' توپوں کے خراب کرنے ' ذخائر کے جلانے ' اور اسی قسم کی تمام ضروری کارروائیوں کے بعد اپنی زندگی کے آخریں نفس حیات تک لڑونگا ' تاکہ اگر میں مغلوب ہوں اور دشمن داخل ہو جائیں ' تو ان کو با عظمت ادرنہ کی جگہ محض ایک چٹیل میدان ملے ' جسمیں نہ ڈھانے کیلیے عمارتیں ہوں ' نہ بے حرمتی کیلیے مساجد "

اس تار کے بعد ہمیں جسقدر معلومات ملی ہیں ' انکا سرچشمہ صوفیا ہے - ان معلومات سے قائد جلیل شکری پاشا کے آخری تار کی حرف بحرف تائید ہوتی ہے - بہرنوع ابھی حقیقت حال پوشیدہ ہے کیونکہ اس بارے میں روایتیں مختلف ہیں - کل یہ خبر مشہور ہوئی تھی کہ شکری پاشا نے خودکشی کرلی - اسکے بعد کے تاروں نے اسکے برعکس بیان کیا - سچ یہ ہے کہ سقوط کی اصلی روداد کے لیے ہم کو ابھی دو تین دن انتظار کرنا چاہیے "

(صباح) ایک دوسرے افتتاحیہ میں لکھتا ہے :

ان آخری حوادث اور ان درد انگیز مصائب کے باوجود جو سقوط ادرنہ کی بدولت ہم پر نازل ہوے ہیں ' ہم اپنے آپ کو ایک معزز نام کے ذکر کے سامنے پاتے ہیں ' جو تا ابد محفوظ رہیگا - وہ کون ؟ غازی شکری پاشا ! ادرنہ کی مشہور مدافعت اور خوارق شہامت و حمیت ' جو ایک عظیم الشان مقاومت ' اور ایک حیرت انگیز ثبات کے سلسلے میں ظاہر ہوے ہیں ' ہماری آنکھوں کے سامنے مجسم کھڑے ہیں ! ادرنہ نے اپنے اس شاندار کارنامے سے جیش عثمانی کی تاریخ شجاعت میں ایک درخشاں اضافہ کیا ہے ' اور یہ اسلام کی معجزات بسالت کا ایک مزید روشن ثبوت ہے - شکری پاشا نے مسلمانوں کے لیے ایسا نام پیدا کیا ہے ' جسکو زمانہ کبھی نہیں مٹا سکتا -

ہاں ادرنہ ساقط ہوگیا ' لیکن شرف عثمانی بڑھگیا - اس کے دامن عزت اور رداے عظمت کا داغ مٹ گیا -

ادرنہ کی محافظ فوج لڑی ' حتی کہ گلی کوچوں تک میں ! ! اور یہ تمامتر صرف ایک شخص ' یعنی بطل عظیم ادرنہ ' شکری پاشا کی ہمت کی بدولت ! !

پس اے بطل عظیم تو کہاں ہے ؟ اور اے پیکر احترام و عظمت ! تجھے کیا ہوا ؟ آہ ! اس کو حقیقت حال معلوم ہے !

لوگ کہتے ہیں کہ سرکاری اور مذہبی عمارتوں کے ڈھانے ' اور توپوں کے خراب کرنے کے بعد شکری پاشا نے دشمنوں کے دیکھنے پر خودکشی کو ترجیح دی ' اور اسطرح مرحوم علمدار کی پیروی کی ' کہ جب وہ ینگ چریوں کے نرغے میں گھر گئے تھے ' تو انھوں نے بھی اپنے اعدا کے دیکھنے پر موت کو ترجیح دی تھی - اگر یہ خبر صحیح ہے تو پھر بھی شکری پاشا کی کارروائی عجائب و خوارق میں شمار کیجائیگی ' اور مسلمانوں پر فرض ہے کہ جب انکا نام لیا جائے تو تعظیم کے لیے سر جھکا دیں ' اور اس بطل عظیم کے اعمال و خدمات کی اسی طرح قدر کریں ' جسطرح کہ مغربی قومیں اپنے ابطال مشاہیر کی کرتی ہیں -

لیکن ہم صمیم قلب سے امید کرتے ہیں کہ یہ روایت غلط ثابت ہوگی ' کیونکہ اسوقت وطن عزیز کو شکری پاشا ایسے مخلص کی سخت ضرورت ہے ' جنکو اپنے وطن مقدس کی ترقی کے علاوہ اور کوئی فکر نہیں (مگر الحمد للہ کہ خودکشی کی خبر غلط ثابت ہوئی)

تصویر افکار لکھتا ہے :

" بیشک سقوط ادرنہ کا دن تمام عثمانی قوم کے لیے ماتم کا دن

ہے - ہم کو چاہیے کہ اس دن کو یاد رکھیں اور ہمیشہ ماتم کریں -

اس مصیبت کی عظمت کے اظہار کے لیے، ہم کو چاہیے کہ علامات حزن و الم وضع کریں ' تا کہ وہ ہم کو یاد دلاتے رہیں کہ ہم کو اپنے دشمنان شرف سے بدلہ لینے کے لیے ہمیشہ تیار رہنا چاہیے -

یہ علامات حزن گو ایک عرصہ تک ہمارے زخمہاے دل کو ہرا' اور درد و سوز کو تازہ رکھینگے' لیکن اسکی انتہا اس پر ہوگی کہ ہم اپنے وعدوں کو پورا ' اور فرائض کو ادا کرینگے' اور اپنے شرف کو ان داغہاے عار سے پاک کرسکینگے' جن سے افسوس کہ وہ اسوقت آلودہ ہو رہا ہے - اور پھر اس معبد و ملک کو واپس لے سکیں گے ' جنکو ہم اسوقت کھو بیٹھے ہیں -

گو دوران سقوط میں ادرنہ کی اصلی سرگذشت کا ہم کو علم نہیں' لیکن تا ہم ان جستہ جستہ اقوال سے جو یورپ سے ہمارے دار السلطنت میں آئے ہیں ' معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے بہادر سپاہی دشمن سے رو در رو سفید اسلحہ سے لڑے' اور جب دشمن شہر میں داخل ہوا تو سڑکوں ' گلیوں ' بلکہ گھروں تک میں ہر ہر قدم پر لڑے' اس درجہ کشت و خون کے بعد دشمن کو کیا ملا؟ مٹے ہوے کھنڈر' اجڑے ہوے گھر' جنمیں آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے' اور منتشر پتھر' جن پر زمانہ کا دست ہلاکت دراز ہوچکا تھا ! !

ہم میں سے ہر شخص جانتا ہے کہ ہمارے حقیقی دشمن کون ہیں؟ کیا صرف بلغاری' یونانی' اور سروی ہی ہیں ؟ اس واقعہ کی سنگینی نے ہمارے دردوں کو ہمارے ضبط پر غالب کردیا ہے - پس آج ہم ایسی چیزوں کا اعلان کرتے ہیں ' جن کو ہم کل تک چھپاتے تھے - آج ہم پر واجب ہے کہ ہم علی الاعلان کہدیں کہ ان دشمنوں کے علاوہ اور دشمن بھی ہیں' جنھوں نے سقوط ادرنہ میں مدد دی - فرانس اور روس نے پوشیدہ اور علانیہ ' دونوں طور پر' اور (انگلستان) نے صرف پوشیدہ طور پر سقوط ادرنہ میں مدد دی - فرانس اور روس نے توپیں اور کمک تک محاصرین تک پہنچائی - اگر یہ اتحاد ثلاثہ مدد نہ دیتا ' تو کیا ممکن تھا کہ بلقان کی یہ چھوٹی چھوٹی ریاستیں ہمارے سامنے ٹھہر سکتیں ؟ ان ریاستوں کا ہمارے سامنے ٹھہرنا کیا اس امر کی کافی دلیل نہیں ' کہ فرانس اور روس ادبی اور مادی دونوں طریقوں سے' اور انگلستان صرف ادبی صورت میں ان سلطنتوں کو مدد دیتا رہا ؟

کیا ان واقعات کے بعد بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ جنگ صرف ریاستہاے بلقان اور عثمانیہ میں تھی ؟ نہیں' یہ جنگ دولت عثمانیہ اور ریاستہاے بلقان میں نہ تھی ' بلکہ عثمانیہ اور اتحاد ثلاثہ میں تھی ' جو مجموعۂ انگلستان ' روس ' فرانس کا نام ہے -

ابتداے گفتگوے صلح میں ایک فریق کا خیال تھا کہ مساعی صلح میں اصلی رخنہ انداز فرانس ہے - وہ چاہتا ہے کہ سقوط ادرنہ کے بعد صلح ہو - آج ہم کہتے ہیں کہ یہی فریق حق پر تھا "

(جون ترک) فرانسیسی لکھتا ہے :

سقوط ادرنہ کی بابت دو دن سے جو منحوس افواہیں مشہور ہو رہی تھیں' وہ صحیح ثابت ہوئیں - یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچگیا کہ یہ عظیم الشان شہر ضرب المثل مدافعت کے بعد دشمنوں کے ہاتھوں ساقط ہوگیا -

خبر رساں ایجنسیوں کے پاس آئے ہوے تاروں سے معلوم ہوتا ہے کہ شکری پاشا نے شہر تسلیم نہیں کیا ' اور جو کہا تھا وہی کر دکھایا - چنانچہ انہوں نے دشمنوں کے ہاتھہ شہر حوالہ کرنے پر' اسے آگ اور لوہے کے ڈھیر میں دفن کردینے کو ترجیح دی ...... وطن مقدس شکری پاشا کی تعظیم و تکریم کا حق ادا نہیں کر سکتا - حسن رضا پاشا نے اشقودرہ' اور اسعد پاشا نے یانیا میں بیشک قابل فخر شجاعت و اخلاص کا ثبوت دیا ہے' لیکن مرقع ابطال میں شکری پاشا کی تصویر

باب المراسلة و المناظرہ

دعوت " البلاغ "

ایک سرزک از رامپور

حضرت مولانا السلام علیکم - آپکے اخبار مورخہ ١٥- جمادی الاولی میں جو ایک پر جوش مضمون اور ایک عام ندا ہے کہ (کوئی ہے جو میرے ساتھہ چلنے کے لیے طیار ہو؟) اسکے متعلق مجھے ایک تختلج ہے - اسکو ظاہر کرتا ہوں - امید کہ اسکو میری نیک نیتی پر حمل کرکے بددعا نہ فرمایئے گا - یہ زمانہ چونکہ نہایت افسوں و عیاری کا زمانہ ہے - اسلیے طرح طرح کے شبہات بعض اوقات پیدا ہو جاتے ہیں - اپنے خداے عالم الصدور کو حاضر و ناظر سمجھکر سچ سچ کہیں کہ یہ جو کچھہ آپنے ارقام کیا ہے خلوص و صداقت سے کیا ہے' یا اسمیں کوئی راز ہے' اور کسی کی تعلیم سے کیا ہے تا کہ مسلمانوں کی حالت کا امتحان کیا جاے اور دیکھا جاے کہ اسوقت اسلام سے انکو کہاں تک تعلق اور اسلام کی حمایت کا کہاں تک خیال رکھتے ہیں ؟ اگر امر اول ہے اور خدا کرے یہی ہو' تو آپ سب سے پہلے اپنے ساتھہ چلنے والونکی فہرست میں میرا نام درج کرابجیے -

الہلال

یہ قومی بدبختی کی انتہا ہے کہ ہر کام کے متعلق شبہات و وساوس ہمارے دلوں میں پیدا ہوں !

ظہور حضرت مسیح کے وقت یہودیوں کی ایسی ہی حالت ہوگئی تھی - مگر سچ یہ ہے کہ شبہ کرنے والے بے قصور ہیں' اور بدقسمتی سے ہماری حالت ہی ایسی ہوگئی ہے کہ جسقدر شبہات پیدا ہوں ' کم ہیں -

کہنے کی بات نہیں ' اور پھر کہیے تو کس کی نسبت کہیے ؟ مگر میں ان لوگوں سے واقف ہوں جو قوم میں مقدس علما و واعظین کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں - ہر آن و ہر لمحہ قال اللہ و قال الرسول انکی زبانوں پر ہے' یا بڑی بڑی مسجدوں کے پیش امام اور خطیب ہیں ' لیکن ان اشغال الہیہ کے ساتھہ اپنے اندرونی اعمال شیطانیہ بھی جاری رکھتے ہیں ' اور جاسوسی و مخبری جیسے ملعون و خبیث مشغلۂ غداری سے انہیں باک نہیں - فلعنہم اللہ فی الدنیا و الاخرہ ' و اعد لہم عذاباً الیما !

ان حالات میں اگر بعض نادانوں کو فقیر کی نسبت یہ خیال پیدا ہوا ' تو انہیں بالکل معذور سمجھتا ہوں - اور اسقدر عرض کردینا کافی سمجھتا ہوں کہ میرے کام عام کاموں سے مختلف ہیں ' اور الحمد للہ وہ اپنے اندر اپنے نشو و نما اور تکمیل کی قوتیں اسطرح کی رکھتے ہیں ' کہ ایک بڑھنے والے درخت کی طرح بڑھیں گے ' ایک زندہ جسم کی طرح نشو و نما پالیں گے ' اور اگر خلوص و صداقت سے محروم نہیں ہیں تو انکی پرورش کرنے والا ' خود ہی انکی پرورش کریگا -

---

بقیہ پہلے کالم کا

دوسرے دونوں مدافعین کی تصویروں کے سروں پر آویزاں ہوگی - شکری پاشا کا عظمت ماب نام شہرت کے آسمان عظمت پر شرف و احترام کا آفتاب بنکر درخشندہ ہے اور دنیا ایک نئے شخص کو دیکھہ رہی ہے' جس نے دولت عثمانیہ کے صحیفۂ مجد میں ایک نئی آیۃ کرامت اضافہ کی ہے - اس عمل جلیل نے ہمیشہ کے لیے اس عار و شین کو مٹا دیا ' جس سے دولت عثمانیہ کا دامن شرف تسلیم سلانیک کے بعد آلودہ ہوگیا تھا "

جہد حریت اور ایک نکتۂ لطیف

از لارڈ میکالے

(مترجمہ مولوی محمد مسلم عظیم آبادی)

گو اکثر انقلابات کی ابتدا نہایت خراب دیکھی جاتی ہے مگر قوم جب تک آزادانہ زندگی بسر نہ کرلے وہ آزادی کے صحیح استعمال سے واقف بھی نہیں ہوسکتی - انگورستانوں کے باشندے عموماً شرابی نہیں ہوتے ‘ اور جہاں شراب نایاب ہوتی ہے ‘ وہیں بادہ خواری کی کثرت بھی ہوتی ہے - نو آزادوں کی حالت اُس لشکر کی سی ہوتی ہے جو رائن اور ریویز میں (جہاں شراب کی کثرت پیداوار ضرب المثل ہے) خیمہ زن ہو - کہا جاتا ہے کہ جب فوجی سپاہیوں کا بے روک ٹوک ایسی نایاب اور گراں بہا وسیلۂ تعیش پر دسترس ہوتا ہے ‘ تو بادہ خواری اُن کے آٹھوں پہر کا مشغلہ بن جاتی ہے - اُنہیں نشہ اور بدمستی کے سوا کچھہ سوجھائی نہیں دیتا - آخر رفتہ رفتہ افراط اور کثرت ‘ تمیز اور ہوش کی آنکھوں کو کھول دیتی ہے ‘ اور جب شراب ایک آدہ مہینہ تک روزانہ صبح و شام کی غذا ہو چکتی ہے تو وہ اپنے قیام وطن کے ایام سے بھی زیادہ کم نوش اور رو بہ اعتدال ہو جاتے ہیں - پس حریت کے آخری اور مستقل ثمر ‘ تمیز ‘ اعتدال ‘ اور رحم ہوتے ہیں ‘ پر وقتی اثرات بالعموم وحشیانہ اقدام ‘ ناسزا غلطیاں ‘ اظہر من الشمس معاملات میں شک و اشتباہ ‘ نہایت نازک معاملات میں خود رائی ‘ اور بسا اوقات ہٹ دہرمی ہوا کرتے ہیں -

ایسے ہی نازک وقت میں دشمنان حریت اس کے معائب گنانے لگتے ہیں - یعنی تعمیر ابھی ادھوری ہی ہے اور وہ مچان کھول ڈالنے پر آمادہ ہیں - گرد و غبار کے اوپر سے گرنے ‘ کوڑے کرکٹ سے اٹے ہوئے کمرے ‘ اور تمام مکان کی وحشت انگیز بے ترتیبی کا رونا لے بیٹھتے ہیں اور طنز سے پوچھتے ہیں کہ جس شان و شوکت اور جس امن و جمعیت کا وعدہ تھا ‘ وہ کہاں ہے ؟ اگر ایسی ہی افسوسناک اور غلط منطق پھیل جائے تو دنیا میں کبھی کوئی نفیس مکان یا عمدہ حکومت تیار نہ ہوسکے -

اریوسٹو ایک اطالوی شاعر نے ایک پری کی کہانی لکھی ہے جو اپنے سحر کے زور سے خاص خاص زمانوں میں نہایت کریہ منظر اور زہریلی ناگن کی شکل میں نکلتی تھی - جو لوگ اس ہیئت میں اُس کو تکلیفیں پہنچاتے ‘ وہ اُن تمام راحتوں سے محروم کردیے جاتے ‘ جو وہ بعد کو لوگوں کو پہنچایا کرتی تھی - مگر جو لوگ باوجود اُسکی اس مکروہ صورت کے ‘ اُس پر رحم کرتے اور حفاظت کرتے ‘ وہ بعد کو اُن پر اپنے اصلی حسن و جمال اور دلربائی کے ساتھہ جلوہ نما ہوتی ‘ اُن کے ساتھہ رہتی ہے - اُن کی تمام خواہشیں پوری کرتی ‘ اُن کے گھروںکو دولت سے بھر دیتی ‘ اور پھر عشق میں اُن کو فائز المرام ‘ اور جنگ میں فتحمند بنا دیتی - حریت بھی ایک ایسی ہی پری ہے - بعض وقت یہ نفرت انگیز کیڑے کی شکل اختیار کرلیتی ہے ‘ رینگتی ہے - پھنکار مارتی ہے ‘ نیش زنی کرتی ہے - حیف ہے اُن کی قسمت پر جو بد حواسی میں اُس کا سر کچل دیں ‘ اور مبارک ہیں وہ ‘ جو اُس کے ذلیل اور ہیبتناک ظہور میں بھی اُس کا جوش و احترام سے خیر مقدم بجا لائیں اور پھر اسکے حسن کے زمانے میں اُس کا اجر عظیم حاصل کریں !!

تازہ حریت کے پیدا کردہ نقصانات کا ایک ہی علاج ہے - اور وہ خود حریت ہی ہے - جب کوئی قیدی پہلے پہل تنگ و تاریک تہہ خانہ سے چھوٹتا ہے ‘ تو وہ روشنی کی چمک برداشت نہیں کرسکتا - نہ وہ رنگوں میں تمیز کرسکتا ہے ‘ نہ چہرے پہچان سکتا ہے - مگر اس کا علاج اُس کو پھر تہہ خانے میں بند کردینا نہیں ہے ‘ بلکہ اُس کو آفتاب کی شعاعوں سے مانوس بنانا ہے - حق اور حریت کی تابش اُس قوم کو پہلے پہل خیرہ نظر کرکے اندھا کرسکتی ہے ‘ جو قید غلامی میں رہتے رہتے نیم کور ہوگئی ہو ‘ مگر ذرا ان کی آنکھیں کھلی رہنے دو - وہ بہت جلد اس کو برداشت کرنے کے قابل ہوجائیں گے - تھوڑے ہی دنوں میں لوگ عقل سے کام لینا سیکھہ جاتے ہیں - رایوں کی پرجوش تیزی معتدل ہوجاتی ہے - متضاد خیالات مل جل کر ایک دوسرے کو صحیح کردیتے ہیں - سچائی کے منتشر عناصر باہمی لڑائی اور جد و جہد چھوڑ کر ‘ اکھٹا ہوجاتے ہیں - اور آخرکار انہی پریشان اجزاء سے انصاف اور صلح کا نظام شکل پذیر ہوتا ہے -

ہمارے زمانے کے اکثر مدبر اس امر کو ایک مسلم الثبوت مسئلہ کی حیثیت سے پیش کردیا کرتے ہیں کہ کسی قوم کے لیے اُس وقت تک آزاد ہونا مناسب نہیں ‘ جب تک کہ وہ اپنی حریت کے صحیح استعمال کے لائق نہ ہوجائے - یہ مقولہ اس احمق کی زبان سے زیادہ موزوں معلوم ہوگا ‘ جو پرانی روایت کے مطابق ‘ پیرنا سیکھے بغیر پانی میں قدم رکھنا نہیں چاہتا تھا - پس اگر قوم حریت کے لیے اتنے دنوں تک انتظار کرے کہ پہلے حالت غلامی ہی میں پوری عاقل اور ذی ہوش بن جائے ‘ تو اُس کو تا ابد صرف انتظار ہی کھینچنا پڑیگا - وہ دریا میں اترنے کیلیے شناوری کے سیکھنے کا انتظار کریگی ‘ اور شناوری بغیر دریا میں اترے تا قیامت نہ آئیگی !!

[بقیہ مضمون صفحہ ۱۱ کا]

الہلال آغاز اشاعت سے اس وقت تک جو کچھہ کہہ رہا ہے ‘ اور جو کچھہ کر رہا ہے ‘ ایک صاحب بصیرت شخص کیلیے خود اُسی میں بہت سی نشانیاں ہیں - ایسی الہی نشانیاں ‘ جو سوچیے تو آپکے ہمارے درجۂ فکر و قوت سے بہت اونچی تھیں - پس اگر سوچ سکتے ہو تو سوچو ‘ اور سمجھہ سکتے ہو تو سمجھو - اگر سمجھہ معطل ‘ اور وساوس و خطرات کا ہیجان ہے ‘ تو میری طرف نہ آؤ ‘ بلکہ خدا کی طرف متوجہ ہو ‘ تاکہ وہ تم پر حقیقت منکشف کردے -

انسان سب کچھہ کرسکتا ہے ‘ پر اپنی نیت اور مقصد کے کھوٹ کو چھپا نہیں سکتا - آج نہیں تو کل پیشانیاں دل کی مخبری کرینگی : وتلک الدار الآخرة نجعلها للذین لا یریدون فی الارض علوا و لا فسادا ‘ والعاقبة للمتقین -

میرے عزیز بھائی ! معاف کرنا ‘ اصل یہ ہے کہ تمہاری پیاس ہی سچی نہیں - اگر سچی ہوتی تو میں اگر فریب سے سراب دکھلاتا ‘ تو تم پانی یقین کرکے بے تابانہ دوڑ اٹھتے - ایک تین دن کے بھوکے پیاسے سے کہو کہ فلاں مقام پر روٹی بٹ رہی ہے ‘ وہ سنتے ہی دوڑیگا - اسکی بھوک اور پیاس اسکی مہلت ہی نہ دیگی کہ اصول روایت و درایت اور قیاس و تحقیق سے اس خبر کو پہلے جانچ لے - (عرفی) نے اس نکتے کو سمجھا تھا :

زنقص تشنہ لبی داں ‘ بعقل خویش مناز
دلت فریب گر از جلوۂ سراب نخورد

بھائی ! میں نے پانی کی صدا بلند کی ہے - اور مجبور ہوکر کی ہے ‘ جبکہ کسی طرف سے صدا نہیں آتی - پس جسکو پیاس ہوگی ‘ خود بخود دوڑیگا ‘ اور جسکو نہوگی وہ دانشمندانہ تحقیقات ‘ اور عاقبت بینی کی تفتیشات و تذبذب میں رہیگا - واللہ یعلم سریہ وعلانیای ‘ وھو علی ما اقول شہید !

انتقاد

نقاد

آگرہ - قیمت سالانہ ۳ - روپیہ - ایڈیٹر سید نظام الدین شاہ دلگیر-

ایک نیا ماہوار ادبی رسالہ ہے - ضخامت ۴۰ - صفحہ - کاغذ متوسط درجہ کا - چھپائی آگرہ کی مشہور ہے -

میں سمجھتا ہوں کہ یہ پرچہ مقبول ہوگا' کیونکہ آجکل کے اخبار و رسائل کے اہل قلم اسمیں ابتدا سے مضامین لکھتے' اور اسکی ترقی سے دلچسپی رکھتے ہیں - آگرہ جو فی الحقیقۃ عہد اسلامی کے دور عروج کا دار الخلافہ' اور اردو کی ترقی اور نشو و نما میں بھی ایک حصۂ وافر رکھنے والا' نیز میرو غالب کا مولد ہے' ضرور ہے کہ اردو رسائل کی پیدائش اور نشو و نما کیلیے بھی اچھا وطن ثابت ہو-

جدید رسائل کیلیے چند مشورے

چند باتوں کا خیال رکھنا چاہیے :

(۱) موجودہ وقت صرف اسلیے ہے کہ کام کیا جاے - ہر شعبے میں صرف اسی کی ضرورت ہے - پس مختلف عنوانوں پر چند مضامین کا اکٹھا کردینا' گو ایک رسلے کی تشکیل صوری کیلیے کافی ہو' مگر معناً کافی نہیں - ضرورت اسکی ہے کہ آجکل نئے رسالے جو شائع ہوں' وہ علاوہ جمع مضامین و قصائد و مولفانہ کے کوئی خاص مقصد بھی اپنے سامنے رکھتے ہوں - اردو زبان کی نظم و نثر میں ابھی کام کے تمام گوشے خالی ہیں -

(۲) پبلک کا مذاق ارباب صحائف و رسائل کے رحم کا طالب ہے - اب اچھے نہ کچھہ اردو پریس کی سطح بلند ہونی چاہیے - بیشتر سے جو رسالے نکل رہے ہیں' انکی محض تقلید کچھہ بلند نظری کی بات نہیں - ہر شخص کو اپنے کاموں کیلیے کوئی نئی بلندی ڈھونڈھنی چاہیے - سطحی اور بد مذاق مضامین کی اشاعت سے خود ارباب قلم کے سامنے پست نمونے پیش ہوے ہیں' اور پبلک کا ذوق سلیم زخمی ہوتا ہے - رسالوں کی ضخامت نصف کردی جاے تو حرج نہیں' لیکن ہر طرح کے رطب و یابس سے کیا فائدہ ؟

(۳) نقاد کا صرف نمبر ۴ - میں نے دیکھا - اسمیں ایک مضمون " ریڈیم " کے عنوان سے درج ہے' اور اسکے نیچے ایڈیٹر الہلال کا نام ہے' حالانکہ میں نے نقاد کیلیے کوئی مضمون نہیں لکھا' بلکہ اسکی اشاعت کی بھی خبر نہ تھی - در اصل وہ مضمون الہلال میں شائع ہوا ہے' اور اسی سے نقل کر لیا گیا ہے - ایسی صورت میں ایڈیٹر کے نام کی جگہ الہلال کا نام درج کرنا تھا - اسکو محدثین اپنی اصطلاح میں تدلیس کہتے تھے' اور افسوس کہ اسکی مختلف اشکال آجکل عالمگیر ہیں -

بعض لوگ ہمیشہ فریاد کرتے رہتے ہیں کہ انکے اخبارات سے مضامین بغیر حوالہ نقل کر لیے جاتے ہیں - مگر میں تو اس فریاد کو تمسخر انگیز سمجھتا ہوں - آجتک بیسیوں اخبارات نے بغیر حوالہ مضامین الہلال سے نقل کیے' مگر میں بجاے معترض ہونے کے خوش ہوا - کیونکہ اصل شے خیالات کی اشاعت ہے - پس اگر بغیر حوالۂ محض نقل کرلیا جاے تو چنداں شکایت نہیں - لیکن یہ تو نہ کیجیے کہ مضمون نقل کیا جاے اخبار سے' اور پبلک کو یقین یہ دلایا جاے کہ اسکے ایڈیٹر نے خاص طور پر رسالے کیلیے لکھا ہے !

(۴) آجکل یہ عادت بھی عام ہے کہ لوگ کوئی کتاب لکھتے یا رسالہ نکالتے ہیں' اور پھر اسکی نسبت ہر قلم و سیاہی سے کام لینے والا جو کچھہ لکھدیتا ہے' کمال فخر و مباہات کے ساتھہ نقل کیا جاتا ہے' اور بعض اخبار و رسائل میں تو اسکے مستقل باب رکھے جاتے ہیں !!

لیکن میرے خیال میں یہ ایک بہت ہی چھوٹے درجے کی بات ہے' اور اس سے انسان کی ہمت' اور منتہاے فکر کا پیمانہ بہت ادنے ثابت ہوتا ہے - اول تو اصولاً اصل شے کام کی خوبی ہے' اور کوئی تعریف خواہ کیسی ہی بڑے سے بڑے قلم سے نکلی ہو' اسپر اضافہ نہیں کرسکتی - پھر یہ کونسی خوشی کی بات ہوئی کہ فلاں اخبار والے نے آپکی تعریف کردی' اور فلاں ایڈیٹر نے کہدیا کہ بہت اچھا اور دلچسپ ہے ؟ شاید جس ملک میں مستند اقلام و افکار' نقد و تقریظ کا فرض انجام دیتے ہوں' وہاں انکا نقل کرنا ضروری ہو (اور وہ بھی تجارتی اغراض والوں کیلیے) مگر ابھی اردو پریس کیلیے تو یہ وقت نہیں آیا -

اپنی ہمتوں کو بلند کرو - اوروں کی تعریف و ستایش سے ہماری سطح فکر کو بلند تر ہونا چاہیے - یہ دماغ کا افلاس ہے کہ وہ دوسرے دماغوں کے دسترخوان پر اپنے لیے غذا ڈھونڈھے - پھر وہ کون لوگ ہیں' جنکی تعریف و ستایش پر " فخر و مباہات " کے الفاظ کا اسراف بیجا کرتے ہو ؟

المؤید' الجریدہ' الزہرہ' اتحاد و ترقی' البرہان' المنار' الہلال قاہرہ' چہرہ نما' شہبال' تصویر افکار' السلام' وغیرہ وغیرہ ممالک اسلامیہ کے جرائد و رسائل نے الہلال کی نسبت جو کچھہ لکھا ہے' میں نے تو اسکا بھی کبھی ذکر نہیں کیا -

سیکڑوں ضروری خطوط اخبار میں اسلیے نہیں شائع کرتا کہ انمیں جس طریقہ سے مجھکو مخاطب کیا جاتا ہے' اور شخصی طور پر بحث کی جاتی ہے' اسکا میں اہل نہیں -

بعض نئی چیزیں

ساحر گیسو دراز روغن

قیمت فی شیشی ۱۲ - آنہ سے ۱ - روپیہ تک - موری دروازہ - دہلی -

عورتوں کے سر میں لگانے کیلیے خوشبودار تیل آجکل بہت فروخت ہوتے ہیں - پچھلے زمانے میں جن لوگوں کو خوشبو سے زیادہ بالوں کے حجم و طول کی خواہش تھی' وہ ادویہ کا مصالحہ کسی کم قیمت تیل میں ڈالکر استعمال کرتی تھیں' اور تکلف کی انتہا یہ تھی کہ قنوج یا جونپور سے چنبیلی کا تیل منگوا لیجیے - شعرا کو بھی زلف مشکیں' اور گیسوے معنبر کے کھلنے پر خوشبو آتی تھی تو یاسمن ہی کی -

لیکن اب نیا مذاق گھر گھر پھیلتا جاتا ہے - اسمیں اتنی ترقی تو ابھی نہیں ہوئی کہ محض آجکل کی عطریات مالیہ پر اکتفا کرلی جاے' جو شیشۂ حسن پروران فرنگ ہے - البتہ آجکل کے دکانوں نے ہندوستانی عطریات کو ملحوظ رکھکر جو بعض تیل نکالے ہیں' انکا استعمال " عصر ترقی کی مہذب خواتین " کیلیے ایک جزو لاینفک تہذیب و ترقی سمجھا جاتا ہے -

یہ تیل کا کارخانہ بھی اسی مقصد سے کھولا گیا ہے کہ تمام ہندوستانی پھولوں کی خوشبو سے نئے قسم کے تیل بناے جائیں - صاحب کارخانہ نے نمونے کی شیشیوں کا ایک باکس بھیجدیا ہے'

جسمیں متعدد قسم اور خوشبو کے تیل ہیں ' اور اسمیں شک نہیں کہ خوشبو ہر شیشی کی اپنے حال پر شاہد ہے - علاوہ خوشبو کے لیبل پر ظاہر کیا گیا ہے کہ مقوی دماغ ' اور بالوں کی مضبوطی اور افزایش کا ذریعہ ہے - جناب حاذق الملک نے اسکی خوبیوں کا اعتراف کیا ہے اور بعض دیگر حضرات کی سندات بھی موجود ہیں - پس ضرور ہے کہ اسکی تصدیق کی جاے -

رہی خود اپنی راے ' تو صاحب کارخانہ نے تیل تو بھیجدیا لیکن تجربۂ ذاتی کیلیے سر و بال کہاں سے لاؤں ؟

دماغ عطر پیراہن نہیں ہے
غم آوارگی ہاے صبا کیا ؟

کلکتہ کے کارخانوں کا تیل بکثرت فروخت ہوتا ہے - لیکن بہتر ہوگا کہ لوگ اس نئے کارخانے کی ہمت افزائی کریں - شاید اس جامعیت سے تمام پھولوں کے تیل اور کسی کارخانے میں نہیں بنتے اور پھر اسقدر ارزاں بھی نہیں - یورپ کے موجودہ اصول تجارت و تنظیم و ترتیب کے ساتھہ ملک میں اس طرح کے کارخانوں کا کھلنا یقیناً ہماری ہمت افزائی کا مستحق ہے -

ترکی کے کارخانے کی ٹوپیاں

شیخ سلطان محمد صاحب - ہوشیار پور - جالندھر

ترکی ٹوپیوں کا استعمال اب اس درجہ بڑھگیا ہے کہ کچھہ عرصے کے بعد یہ بھی ہندوستان کی ایک مخصوص و وسیع تجارت سمجھی جائیگی ' مگر یورپ نے صرف ہمارے اجسام و افکار ہی کو غلام نہیں بنایا ہے ' بلکہ ہماری ضروریات اور ما یحتاج پر بھی اسی کی حکومت ہے !

یہ کیسی بد بختی ہے کہ جو چیز ترکوں کے لباس کا جزو لاینفک ہو ' وہ اٹلی اور اسٹریا سے لی جاے !

میری معلومات ترکی میں کسی ایسے کارخانے کے وجود سے ہمیشہ بے خبر رہی ' جہاں عمدہ ترکی ٹوپیاں بنتی ہوں - سلطان عبد الحمید نے ایک کارخانہ قائم کیا تھا مگر معمولی ٹوپیوں کا ' جو صرف سپاہیوں کے کام آتی تھیں ' یا خستہ خانۂ ہمایونی کے یتیم بچوں کو دی جاتی تھیں -

پچھلے دنوں جب اطالی مصنوعات سے نفرت کے جذبات لوگوں میں پھیلے ' تو اکثر لوگوں کو خاص ترکی کے کارخانے کی بنی ہوئی ٹوپیوں کی تلاش ہوئی - شیخ صاحب نے اسی زمانے سے خط و کتابت شروع کردی تھی - اب انکو ایک کارخانے سے انتظام کا موقعہ ملگیا ہے ' اور انکا بیان ہے کہ جو ٹوپیاں انکے اسٹاک میں آگئی ہیں ' وہ خاص قسطنطنیہ کے ایک کارخانے کی بنی ہوئی ہیں -

اگر یہ بات ہے ' تو واقعی انھوں نے نہ صرف ایک عمدہ تجارت کا دروازہ کھولا ' جسکے فریقین تجارت مسلمان ہیں ' بلکہ ایک وقت کی نہایت ضروری خدمت انجام دی -

ایک ٹوپی انھوں نے بطور نمونے کے بھیجدی ہے -

ترکی ٹوپیوں کا میں صاحب تجربۂ و نقاد نہیں ' کیونکہ کبھی اوڑھنے کا اتفاق نہیں ہوا ' لیکن بظاہر انکی عمدگی کیلیے یہ امور ضروری نظر آتے ہیں کہ اندر کپڑے کی بناوٹ نہو ' کاٹیے تو بالکل بانات کی سی اندرونی ساخت نکلے ' قماش نرم ہو ' اور دبازت زیادہ نہو ' سطح کی پشبہ دار جلد بالکل مسطح اور مثل ریشم کے ہو -

کرسٹی کی پانچ روپیہ اور اس سے زیادہ قیمت کی ٹوپیاں ایسی ہی ہوتی ہیں - اور اسٹریا سے بہتر شاید کہیں نہیں بنتی - اس ٹوپی کی قیمت ۲ - روپیہ ہے - اسلیے اسکا درجہ متوسط ، قیمت سے بھی گرا ہوا ہے - اس قیمت کے لحاظ سے اوصاف بالا جس درجہ ہونا چاہئیں ' اسمیں موجود ہیں -

البتہ اسکی رنگت زیادہ سرخی مائل ہے اور اچھی رنگت کسی قدر سیاہی مائل ہوتی ہے - لیکن انکا بیان ہے کہ ہر رنگت کی انکے ہاں آگئی ہیں -

پس اگر یہ واقعی ترکی کے کسی کارخانے کی بنی ہوئی ہے تو اس قیمت میں غیر عثمانی ٹوپیوں سے کسی طرح بری نہیں ' اور اگر بری بھی ہوتیں تو بھی لوگوں کو کسی قدر ایثار سے کام لیکر اسی کو ترجیح دینا تھا -

امید ہے کہ شیخ صاحب نے اسکا اطمینان کرلیا ہوگا کہ یہ واقعی ترکی کے کارخانے کی بنی ہوئی ہیں -

البتہ ایک امر قابل توجہ ہے - بمبئی اور کلکتہ کی طرح ٹوپیوں کے قالب اور مقامات میں رائج نہیں ' اور عمدہ ترکی ٹوپی بغیر قالب پر چڑھی ہوئی آتی ہے - جو لوگ منگوائیں گے وہ قالب پر چڑھانے کا کیا بندوبست کرینگے ؟ بہتر ہو اگر ایک قالب بھی منگوا لیا جاے ' اور اسپر چڑھا کر اور بکس میں رکھکر خریداروں کے پاس بھیجا جاے - کلکتہ میں قالب پر چڑھانے کی اجرت ایک آنہ ' اور دھلائی کے دو آنہ لیتے ہیں - کچھہ حرج نہیں کہ قیمت میں ایک آنے کا اضافہ کردیا جاے -

توحیـد

چھاونی میرٹھہ - قیمت سالانہ - ۳ - روپیہ - اڈیٹر خواجہ حسن نظامی دہلوی

خواجہ صاحب کے مضامین نہایت کثرت سے مختلف اخبارات و رسائل میں نکلتے رہے ہیں ' اسلیے مزید تقریب کی ضرورت نہیں -

یہ اخبار حال میں میرٹھہ سے شایع ہوا ہے ' اور بہترین نام ہے ' جو اختیار کیا گیا ہے - کاغذ نہایت اچھا - قیمائی سائز کی پوری نصف تقطیع پر نکلتا ہے ' اور لکھائی چھپائی اتنی اچھی ہے جو ہفتہ وار اخبارات میں کم دیکھی گئی ہے - ان حالات کے ساتھہ قیمت یقیناً ارزاں ہے -

میرٹھہ ایک ممتاز شہر ہے - وہاں سے آجکل کوئی اخبار نہیں نکلتا تھا - یہ بہت ضروری ہے کہ کم از کم ہر شہر سے ایک دو اردو کے اخبار جاری ہوں -

امید ہے کہ اس نئے اخبار کو ترقی و ثبات کے وسائل بہت جلد حاصل ہوجا لیں گے -

الهـلال کی ایجنسی

ہندوستان کے تمام اردو ' بنگلہ ' گجراتی ' اور مرہٹی ہفتہ وار رسالوں میں الہلال پہلا رسالہ ہے ' جو بارجود ہفتہ وار ہونے کے ' روزانہ اخبارات کی طرح بکثرت متفرق فروخت ہوتا ہے - اگر آپ ایک عمدہ اور کامیاب تجارت کے متلاشی ہیں ' تو اپنے شہر کیلیے اسکے ایجنٹ بن جائیے -

مراسلات

اختلال دولۃ عثمانیہ

اور

مصائب اسلامی

انقلاب وزارت ، موجودہ عثمانی حکومت ، مرکز اسلامی ، اور ترک حسنہ کی اپیل

از جناب مولانا نجم الدین احمد صاحب پنشنر ڈپٹی کلکٹر کلکتہ

حضرت مولانا - السلام علیکم - مضمون بعنوان بالا بقلم مسٹر احتشام الحق نظر سے گذرا - اسے بار بار پڑھا اور سوچتا رہا کہ " الہلال " جیسے با عظمت و موقر رسالے کا صفحہ ایسے مضمون سے کیوں سیاہ کیا گیا ؟ میرے ایک مشفق نے جو اسوقت میرے پاس موجود تھے فرمایا کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ مولانا اپنے اخبار کے ذریعہ ہر شخص کو راے زنی کا موقع دیتے ہیں گو وہ خیالات اخبار کی پالیسی کے خلاف ہی کیوں نہوں ؟ واقعی یہ آپکی فیاضی طبع تھی کہ اسے شایع کردیا ورنہ اسکا اہل نہ تھا - آپکے گرانقدر مضامین کو اسلامی دنیا نہایت شوق اور غور سے پڑھتی ہے - مناسب تھا کہ بطریق توضیح اپنی راے سے بھی " الہلال " کے ناظرین کو مطلع فرماتے -

غور سے دیکھا جاے تو آپکے نامہ نگار صاحب ، جنھوں نے اپنی غلط فہمی سے لاکھوں مسلمانوں پر اپنے ہم خیال ہونیکی تہمت لگائی ہے ، درحقیقت کسی مسلمان کے ہمخیال نہیں - بالتشریح بحث کی ضرورت نہیں اور نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ الہلال کے بیش بہا اوراق کو ان باتوں سے پر کیا جاے - مختصراً چند سطریں آپکے نامہ نگار کے جواب میں لکھتا ہوں - امید ہے کہ الہلال میں جگہہ دیکر ممنون فرمائیں -

وہ لکھتے ہیں کہ " قرن قسطنطنیہ کے فتح کے بعد اسلام کا نام و نشان یورپ سے مٹگیا " مگر یہ کسی مسلمان کا خیال نہیں اور نہ ادرنہ کے سقوط کے بعد بھی ایسا خیال ہے - اسلام کو یورپ میں ابھی بہت کچھہ کرنا ہے - اسکے مشن کی تکمیل باقی ہے - زمانہ نے ایک ہی پلٹا کھایا ہے - دوسرے پلٹے کا انتظار ضروری ہے - گو ہم اسے نہ دیکھیں مگر آیندہ نسلیں دیکھیں گی - ترک یورپ سے نکالدیے جائیں مگر خداے واحد کے پرستاروںکا سر زمین یورپ سے نام و نشان کیوں مٹنے لگا ؟ بوسینیا میں اسلامی آبادی موجود ہے - روس کی سر زمین میں بھی مسلمان آباد ہیں اور بقول حضرت ایڈیٹر المنار " سارے دنیا کے مسلمانوں سے اچھے مسلمان ہیں ، جنکی مذہبی روح ہمارے جوش سے زیادہ قوت رکھتی ہے " -

مغربی افریقہ ، جہاں کوئی اسلامی مشن پہنچا ہی نہ تھا ، کس خوشی سے اسلام قبول کر رہا ہے ؟ اشاعت اس درجہ ترقی پر ہے کہ ایک موقع پر قیصر جرمنی گھبرا اوٹھا ، اور اسکے روکنے کے وسائل پر توجہ دلائی ! لیکن :

دشمن چہ کند چو مہرباں باشد دوست ؟

حکومت کے جانے سے اگر اسلام مٹ جاتا تو ہندوستان میں اسوقت دس کروڑ مسلمان نہ ہوتے اور آج مسٹر احتشام الحق بھی نہوتے - تاریخ اسلام میں ایسی شکست کوئی بڑی بات نہیں - اللہ اکبر ! کیسی کیسی برباد کن شکستوں کے بعد بھی اسلام کی شان میں کوئی ! فرق نہیں آیا ! بغداد کی سر زمین ابتک اس بات کی شاہد ہے -

ولا تہنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین - ان یمسسکم قرح فقد مس القوم قرح مثلہ ، و تلک الایام نداولہا بین الناس -

آپکا نامہ نگار ترکوں کی مالی تنگی پر روتے ہوے اچانک ناظم پاشا کے قتل کو ترکونکے نفاق کا نتیجہ قرار دیتا ہے - واقعات اسکے برعکس ہیں - جس عز و شان سے ناظم پاشا مدفون کیے گئے وہ ثابت کرتا ہے کہ پاشاے موصوف کا قتل ایک اتفاقی حادثہ تھا ، جسکا ترکوں کو بھی افسوس ہے - یہ سخت بہتان ہے کہ ترکی گورنمنٹ کا کوئی محکمہ عام خرابی نظم و نسق سے آزاد نہیں - مسٹر مشیر حسین قدوائی کا وہ خط جو بطریق چشم دید واقعہ کے کچھہ عرصہ ہوا پانیر میں شایع ہوا تھا ، ظاہر کرتا ہے کہ ترکی محکمہ کا انتظام قابل تحسین اور یوروپین سپاہیوں کی شکایتیں بالکل غلط ہیں - پروفیسر (وامبری) جو ترکوں کے باب میں ایک زبردست سند مانا گیا ہے ، ترکوں کی ترقی پر بحث کرتے ہوے کہتا ہے کہ پارلیمنٹ کے افتتاح سے ترکونکو بہت فائدہ پہونچا - ترک ہر طرح سے اپنی ترقی کے لیے کوشاں ہیں لیکن آئے دن یورپ کی دست اندازی سے انکو موقعہ نہیں ملتا کہ ترقی کے زینہ پر پاؤں رکھہ سکیں - تاہم اس تھوڑے عرصہ میں جو کچھہ کر دکھایا ہے ، (بقول موسیو لوتی کے) یورپ کے لیے ایک سبق ہے ، اور مسٹر ولمٹ (مدیر اجپٹ) کے قول کے مطابق تمدن کا تقاضا ہے کہ یورپ اسمیں ترکونکی مدد کرے - افسوس ! مدد کے بدلے ترکونکو مٹانے کے لیے سارے عیسائی دنیا ملگئی ہے اور شک ہے کہ ترکونکو ایشیا میں بھی چین لینے دیگی - چنانچہ ماہ گذشتہ کے (Nineteenth Century and after) میں سرھاری - جونسٹن ترکونکی آیندہ زندگی پر بحث کرتے ہوے یہ منصوبہ ظاہر کرتا ہے کہ سائپرس ، سینا ، اور مصر انگریزوں کو دیدیا جاے ، شام اور لبنان فرانس کے زیر اثر ہو - شام و فلسطین ایک یہودی سلطنت بنا دی جاے - عرب خود مختار ہو طرابزون اور ارمنیا روس کے ماتحت ہو - روڈس اٹلی کو دیدیا جاے - اور باقی حصہ (بشرطیکہ کچھہ بچے) سلطان کے لیے چھوڑ دیا جاے - مگر یہاں بھی بیرونی معاملات جرمنی کے سپرد ہونگے !

ایسی حالت میں اطمینان کب ہو سکتا ہے ؟ تعجب تو یہ ہے کہ قوم فروش مسلمان بجاے ہمدردی کے ، الزامات کا بوچھاڑ ترکوں پر کر رہے ہیں - ترکونکا یہ عزم ، کہ ایک انچ زمین بھی بغیر لڑے نہ چھوڑیں گے ، قابل تحسین ہے - اور وہ جبتک اس بات پر ثابت قدم ہیں ، اسوقت تک ہر دیانت دار مسلمان کے لیے فرض و لازم ہے کہ انکی ہمدردی و تائید کو اپنا وظیفۂ دینی و ملی یقین کرے -

جب آپکا نامہ نگار مقاطعہ پر بحث کرتا ہے اور بعض سر برآوردہ اسلامی اخباروں میں اس امر کی تحریک پر تعجب کرتا ہے تو مجھے اسکے تعجب پر بے اختیار ہنسی آتی ہے - آپ فرماتے ہیں :

" ممکن ہے کہ بعض امراء قوم بعض اشیاء یورپ کا استعمال چھوڑ دیں مگر اس سے یورپ کیا صدمہ محسوس کریگا ؟ کام وہ کرنا چاہیے جو ممکن ہو " مقاطعہ کی ضرورت ہے کہ نہیں ؟ یہ بات اب مان لیگئی ہے کہ ہندوستان میں صنعت و حرفت کی ترقی ہونی چاہیے اور اسکی کامیابی کی صورت یہی ہے کہ ہم یورپ کی ساخت کی چیزیں خریدنا چھوڑ دیں - لارڈ منٹو نے تعلیم صنعت و حرفت

پر بہت زور دیا تھا" مگر اس بات کو نظرانداز کردیا - اسکی وجہ ظاہر ہے - حالانکہ مقاطعہ و ملکی صنعت و حرفت کا ترقی پانا ایک دوسرے کے ساتھہ لازم و ملزوم ہے - سر جیمس مسٹن نے گورکھہ پور کی اسپیچ میں فرمایا تھا کہ مقاطعہ کے خلاف میری جتنی قوت ہے" میں صرف کرونگا" لیکن ایسی بے معنی باتیں تو اکثر سننے میں آتی ہیں - مدعا میرے لکھنے کا یہ ہے کہ باشندگان یورپ پر اسکا کیا اثر پڑ رہا ہے اور اسکی کامیابی انکی بربادی کا باعث ہے یا نہیں ؟ مسٹر احتشام الحق اگر انکے میں ہوتے تو انکو میں دکھلاتا کہ یہاں کے "در لیمی سہل" بند ہو جانیسے مانچسٹر اور لنکا شایر کے کارخانے دو ہفتہ تک بند رہے - دنیا میں ہر کام ممکن ہے' لیکن کوشش شرط ہے - ایک چیز جو چین کے لیے کامیاب ہو' ترکوں کے لیے کارگر ہو - یہ ہندوستان میں کیوں نہیں مفید ہوگی ؟ شاید یہ خیال گذرتا ہو کہ گورنمنٹ اسے روکیگی ' لیکن یہ اسوقت ممکن ہے ' جبکہ اسکی عملی تالیف میں بے عنوانی کیجاے' اور وہ موجب خلل رفاہ عام و نظم و امن ہو - میرے دلکو کوئی نہیں بدلسکتا - اگر میں دیسی چیزوں کو لوں اور یورپین ساخت کی چیزیں نہ لوں ' تو اس سے سرکار بہادر کیوں ناراض ہوگی ؟ بہر کیف میں مسٹر موصوف سے فقط یہی سننا چاہتا ہوں کہ اگر مقاطعہ ممکن ہے تو وہ اسکے حامی ہیں یا نہیں ؟ امرا اس کام کو شروع کریں - عوام الناس ضرور متابعت کرینگے -

اسکے بعد آپکا نامہ نگار (قرض حسنہ) پر بحث کرتے ہوے یوں رقمطراز ہے کہ " میری راے قانوا ترل ہے " .. ... اسکی وجہ یہ ہے کہ انتظام سلطنت قابل تحسین نہیں " اور " وہ روپیہ بعض غدار اهلکاران سلطنت کے پرائیوٹ خزانے میں پہونچ جائیگا اور انکے لیے مزید عیش و عشرت کا سامان مہیا کریگا " اور شکست کی وجہ یہ ہے کہ " ترک مزے سے میٹھی نیند سو رہے تھے " -

برین عقل و دانش بباید گریست

آپکا نامہ نگار اگر (Capital) "کیپٹل" کا " H. E. " " ایچ - ای " نہو تو کم سے کم اسکا ہم خیال معلوم ہوتا ہے - ترکی انتظام سلطنت پر میں اوپر بحث کر چکا ہوں اور زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں ' لیکن دوسرے امر کی نسبت مجھے صرف یہ کہنا ہے کہ کیا انکا کانشنس ایسے بہتان عظیم کے لکھنے سے مانع نہوا ؟ وہ ترکی سلطنت' جو کہ آئے دن دشمنوں کے شکنجوں میں پھنسی ہوئی ہے - وہ ترکی سلطنت ' جسے چاندی کی زنجیروں میں دشمنوں نے جکڑا ہے - وہ' جسے ایک منٹ کی فرصت بھی نہیں دی جاتی کہ اپنی حالت کو درست کرے - وہ ' جو حفظ اسلام کے لیے اپنی رعایا کی خون کی ندیاں بہا رہی ہے' اور وہ آخری دولۃ اسلامیہ ' جسکے فرزند تمام دشمنان اسلام کے مقابلے میں تنہا سینہ سپر ہیں اور اپنی جان و مال کو قربان کر رہے ہیں ' کیا ہندوستان کے چند لاکھہ روپیہ کو غصب کرلیں گے ؟ حیف صد حیف مسٹر موصوف کی سمجھہ پر - وہ فی الحقیقت اپنے دل میں اسلام کا کچھہ درد رکھتے تو انکے قلم سے ایسی بات ہرگز نہ نکلتی - قرض دینا ہمارا فرض ہے - حساب لینا خدا کے ہاتھہ میں - ہمیں اسکی پروا ہی نہیں کہ روپیہ کیسے خرچ ہو ؟ ہم کو تو اپنا فرض ادا کرنا چاہیے -

" ترک میٹھی نیند سو رہے تھے " - کاش یہی ہوتا کہ ترکونکو تھوڑے عرصہ تک میٹھی نیند سو لینے دیا جاتا ' تو آج یہ نتیجہ نہ نکلتا - انکو تو صدیوں سے ایک لمحہ کی بھی راحت نصیب نہیں -

آخر نامہ نگار موصوف سلطان المعظم کی خلافت پر شک کرتا ہے اور پوچھتا ہے اور وہ بھی نہایت پر معنی سادگی اور بھولے پن سے کہ "کیا یہ صحیح ہے کہ قسطنطنیہ مرکز خلافت ہے اور سلطان روم خلیفۃ المسلمین ہیں ؟ کیونکہ خلافت صرف تیس برس تک قایم رہی" لیکن میں یہ کہنے کیلیے مجبور ہوں کہ نامہ نگار موصوف غلط فہمی میں مبتلا ہے - وہ خلیفۃ الرسول اور امیرالمومنین کو ایک سمجھتے ہیں - خلیفۃ الرسول کا زمانہ تیس برس تک رہا لیکن امیر المومنین سلطان اسلامیہ کو علما نے لکھا ہے اور کل کا اسپر اتفاق ہے - تمام اسلامی دنیا سلطان معظم کو امیرالمومنین تسلیم کرتی ہے اور علماء اسلام اس میں متفق الراے ہیں - خطبوں میں اس نام کو دعا دی جاتی ہے ' اور کل خاص و عام آمین کہتے ہیں - کیا (ترمذی) کی حدیث نامہ نگار موصوف کی تشفی کے لیے کافی نہیں کہ من اهان سلطان اللہ فی الارض' اهان اللہ ؟ سلطان المعظم کو امام المسلمین اهل مسلمان مانتے ہیں - اور ایسا ماننا واجب ہے - حدیث میں وارد ہے : من مات و لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاهلیہ - امام مسلمانوں کا مسلمان ہی ہونا چاہیے - اس سے اسیکو انکار نہیں ہوسکتا : ما جعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیلا - پھر جب مسلمانوں کا قبلہ امام میں رہنا طے پا چکا' تو آج سواے سلطان المعظم کے کون اسکی قابلیت رکھتا ہے ' اور مستحق ہوسکتا ہے ؟ خادم حرمین شریفین کے سوا کسیکو نہیں پہونچتا کہ وہ امیر المومنین یا امام المسلمین کہلاے -

مذہبی پیرایہ کے علاوہ سیاسی نظر سے دیکھیے - یہ زمانہ نہایت نازک ہے - ہمارا کسیکو اپنا خلیفہ ضرور مان لیں اور رشتۂ اتحاد قایم رکھیں ورنہ کوئی مرکز سیاسی پیدا نہوگا - انکا یہ بیان کہ " کعبۂ مقدس جب خدا کا گھر ہے تو خدا اپنے گھر کی آپ حفاظت کریگا " قریب قریب اوس قسم کی گفتگو ہے ' جو بنی اسرائیل نے موسی علیہ السلام سے کی تھی کہ : فاذهب انت وربک فقاتلا ' انا هاهنا قاعدون !! الحمد للہ کہ یہ مسلک کسی مسلمان کا نہ کبھی تھا اور نہ قیامت تک ہونیوالا ہے - کعبہ تو کعبہ ہے - اگر خدام کعبہ پر غنیم کی زیادتی ہو تو کل مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنی جان و مال نثار کردیں اور اللہ کیلیے اٹھہ کھڑے ہوں -

آخر میں میں قوم کو ایسے لوگوں سے متنبہ کیے دیتا ہوں' کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی خود غرضی سے ایسے موقعہ پر کچھہ مضامین شایع کرکے اپنی سرخروئی حاصل کرنا چاہتے ہیں - جسوقت کہ جنگ طرابلس ہوئی تو پنجاب سے بھی ایک ایسی ہی صدا اٹھی تھی -

میرے ایک دوست جو امرتسر میں تھے ' انہوں نے اسکی نسبت لکھا تھا :

" آپنے مسٹر ...... کا خط پانیر میں ملاحظہ کیا ہوگا - اسکی وجہ اسکے سوا اور کچھہ نہیں کہ مسٹر موصوف سرکاری ملازمت کے خواہاں ہیں اور حال میں انکی درخواست مع سفارش کے گورنمنٹ کی خدمت میں جا چکی ہے - " !!

مراسلۂ آستانہ

اولین هیئة هلال احمر هندیہ

مسٹر سید حسن عابد جعفری آنریری سکریٹری اولین هلال احمر هندوستان قسطنطنیہ

یہ چند سطور پبلک کی اطلاع کی غرض سے ارسال خدمت هیں - براہ کرم ان کو اپنے اخبار میں جگہ عنایت فرمائیگا -

مجھکو افسوس ہے کہ چند هندوستانی اخبارات و نیز چند دیگر حضرات نے " غریب مسلمانان بمبئی کے طبی مشن " کو " اول هندوستانی هلال احمر " کے نام سے مخاطب کیا ہے - میں اس ناجایز پالیسی کی تردید پہلے کرچکا هوں لیکن مجھے خوف ہے کہ هندوستان کے بعض مسلمان ابھی تک پورے حالات سے مطلع نہیں هوے هیں - لہذا میں دوبارہ اطلاع دیتا هوں -

" غریب مسلمانان بمبئی کا طبی مشن " همارے طبی مشن کے بعد قسطنطنیہ میں وارد هوا ' اور هم سے کئی هفتوں کے بعد اس نے کام شروع کیا - همارا مشن جسکا نام " اول هندوستان هلال احمر " ہے ' لندن سے آیا - اس کے بانی مسٹر سید محمد حسین - بی - اے - (آکسن) هیں - اور ڈاکٹر مسٹر سید آل عمران جینیز کالج (اکسفورڈ) هیں - همارے مشن نے حیدر پاشا خستہ خانہ میں کامیابی کے ساتھہ خدمات انجام دیں - اور هم کو عثمانی هلال احمر نے " برنجی هندوستان هلال احمر هیئتی " کا نام دیا ہے اور تمام خط وکتابت میں اسی نام کا همیشہ لحاظ رکھا ہے - علاوہ ازیں ترکی اخبارات ' و نیز سرکاری و نیم سرکاری کاغذات ' ورجسٹر وغیرہ وغیرہ میں بھی انھی اصول پر کارروائیاں عمل میں آئی هیں - ایسی صورت میں اگر کوئی طبی مشن اس بات کا دعوی کرے کہ وہ " برنجی (۱) هندوستان هلال احمر هیئتی " ہے ' تو بالکل غلط هوگا - اور هم کو مجبوراً ایسے مشن کے خلاف قانونی کارروائی کرنی پڑیگی -
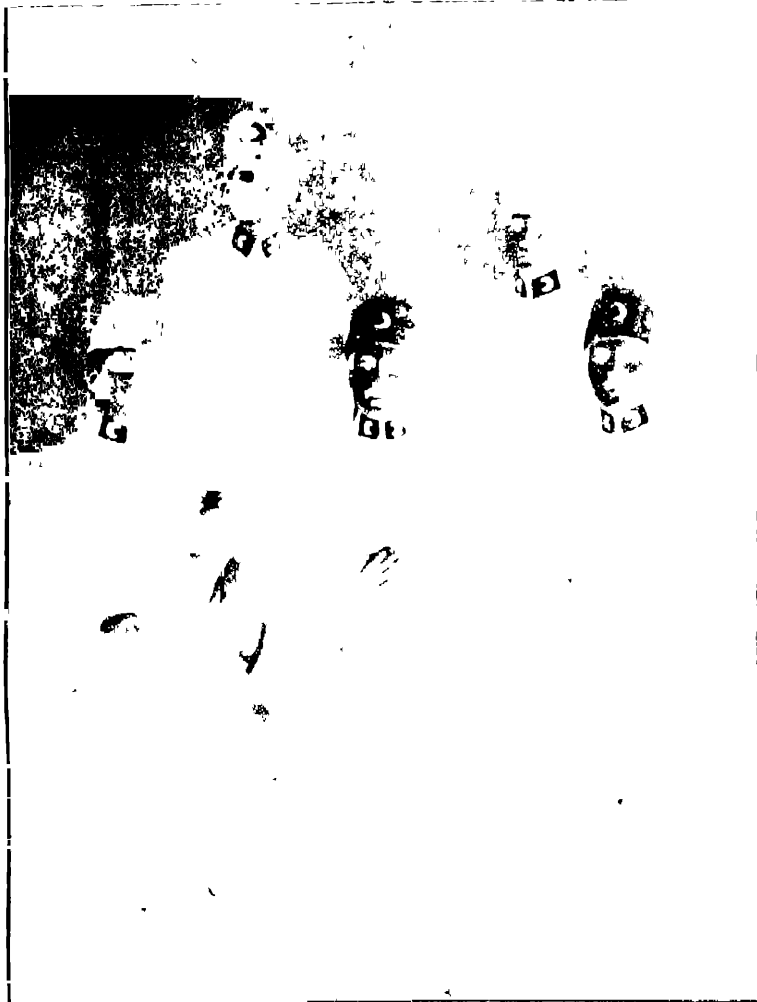
یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ همارے مشن نے نام و نمود کی خواهش کبھی نہ کی - هم هندوستانی طالب علم انگلستان کی درسگاہ آکسفورڈ میں مقیم تھے - لیکن ترکی کے مصایب کی کیفیت سے بیتاب هوکر ' اور اپنی تعلیم و جملہ دنیاوی خواهشات پر لعنت بھیجکر خدمت اسلام کی خاطر قسطنطنیہ میں آے ' اور مجھے اس امر سے مسرت ہے کہ همارا مشن کا نمبر اول رہا - هم نے زمانۂ قیام استنبول میں کسی سے اپنی امداد نہ چاهی ' اور نہ اپنی مقاصد کے انجام دینے کے لیے دست سوال دراز کیا - جو کچھہ بھی هم مسلمان طالب علموں سے ممکن تھا ' وہ هم نے اپنے ذاتی روپیہ سے کیا ' اور ترک مجروحین کی خدمت میں حتی الوسع کوشش کی - اگر میں اپنے مشن کے پورے حالات سے اطلاع دوں تو مضمون نہایت طولانی هو جائیگا - میں عنقریب اپنے مشن کی رپورٹ شایع کرونگا ' اس کے ذریعہ مفصل حالات پبلک تک پہونچ جائیں گے -

مقام شرم و حیرت ہے کہ بعض مسلمان اخبار اور بعض هم وطن مسلمان هماری خدمات کا اعتراف کرنا بھی عار سمجھتے هیں اور بجاے اظہار مسرت کے زهر آلود نا پاک نگاهوں سے هماری کوششوں کو دیکھتے هیں - مجھکو ان باتوں کے لکھنے کی ضرورت نہ تھی ' لیکن سخت نا انصافی هوگی اگر میں اپنے مشن اور اپنی شیر دل نوجوان مسلمان ممبروں کے حقوق کو نظر انداز کردوں - جن حضرات کو طبی مشن کے بنانے اور بھیجنے کا تجربہ ہے ' وہ خوب جانتے هیں کہ اس سے زیادہ دشوار اور همت آزما کام کم هوے هیں اور ایسی خدمات عموماً پبلک چندوں کے ذریعہ سے انجام دی جاتی هیں - لیکن یہ فخر صرف " برنجی هندوستان هلال احمر " هی کو حاصل ہے کہ سب سے پہلا هندوستانی مشن ہے اور محض چند نوجوانوں کے سرمایہ سے بنا ہے ' اور پھران نوجوانوں نے صرف روپیہ هی سے امداد نہ کی ' بلکہ خود استنبول آئے اور مجروحین کے علاج و تیمارداری میں همہ تن مصروف رہے ! !

اگرچہ همارے دل مصائب اسلامیہ و نیز تکالیف مجروحین کے باعث غم سے چور هیں اور هم سر بکف خدمت اسلام کے لیے تیار هیں ' اور انشاء اللہ تا دم آخر رهیں گے ' لیکن یہ تو همیں کسی طرح منظور نہیں کہ همارے هی هم مذهب اور همارے هی هم وطن همارے کوششوں پر خاک ڈالیں اور شرمناک طریقہ پر همارے اول هونیکے فخر جائز کو هم سے چھیننے کی کوشش کریں ! هم کسی صلے یا انعام کے خواهش مند نہیں هیں - هم کسی عزت مزید یا اقتدار کے حاجت مند نہیں هیں - هم مسلمان هیں ' هماری محنتوں ' اور کاوشوں کا نعم البدل صرف رضاء الہی ہے (بس اسی کو پیش نظر رکھیے - الهلال)

مسلمان متعلمین انگلستان کی " هئیۃ طبیۃ هلال احمر "

نواب سید محمد حسین - بی - اے - آکسن (حیدر آباد دکن) - ڈاکٹر عبد الخالق سایم (قاهرہ) ؛ سید حسن عابد جعفری (آگرہ) - مسٹر عبد الحق (حیدر آباد) - مسٹر آل امام (لکھنؤ) -

(۱) " برنجی " ترکی زبان میں فارسی کے " نخستین " کے معنی میں آتا ہے - یعنے " پہلا " (الهلال)

لہذا میں اطلاع دیتا ہوں کہ " برانچ ہندوستان ہلال احمر سوسائٹی " " غریب مسلمانان بمبئی کے طبی مشن " کا نام نہیں ہے اور نہ وہ مشن اس نام کا کسیطرح حقدار ہے' جیسا کہ عثمانیہ ہلال احمر فیصلہ کرچکی ہے - علاوہ اُن زبردست شہادتوں کے جنکا بیان اوپر ہوچکا ہے' غالباً یہ بے موقع اظہار نہ ہوگا کہ پرسوں شب کو بسیم عمر پاشا افسر اعلی عثمانیہ ہلال احمر نے ہماری دعوت کی تھی' اور اس میں علاوہ ڈاکٹر انصاری ڈائرکٹر آل انڈیا میڈیکل مشن - و مولوی ظفر علیخاں اڈیٹر زمیندار کے' طلعت بے - اسد پاشا - کمال عمر بے - و دیگر حکام ترکی بھی شامل تھے - اس موقع پر بھی ہم کو " برانچ ہندوستان ہلال احمر " کے نام سے مخاطب کیا گیا تھا اور طلعت بے و چند دیگر بزرگوں نے ہماری حقیر کوششوں کا اعتراف فرمایا تھا -

مجھے یقین ہے کہ میرے ہم ملک بھائیوں تک میری یہ تحریر پہنچیگی اور وہ آیندہ غلطی نہ کریں گے - ہم نے ڈاکٹر محمد حسین مدراسی ڈائرکٹر (غریب مسلمانان بمبئی مشن) کو تحریری نوٹس دےدیا ہے کہ جو لیا نام اُنھوں نے بمبئی مشن کو دینے کی کوشش کی ہے' وہ ناجایز ہے اور اس سے اُن کو احتراز کرنا چاہیے ورنہ ممکن ہے کہ معاملہ طول کھینچے - ڈاکٹر موصوف نے ہمارے نام کے فارم و نیز مہریں وغیرہ بھی تیار کرالی ہیں - اُن کو یا کسی دوسرے کو اس فعل کا کوئی حق نہیں ہے - بلکہ جہانتک مجھے معلوم ہے ڈاکٹر موصوف نے یہ حرکت بلا اجازت ٹرسٹیان بمبئی مشن کی ہے' اور بعض بیرونی اشخاص انکو اپنے اغراض شخصیہ کیلیے اس طرح کی اشاعات کی ترغیب دیتے ہیں اور خود اس مشن کے سکرٹری اور دیگر ممبر بھی انکے اس فعل کے مخالف ہیں - یہ تحریر محض بغرض اطلاع اخوان ملة شایع کی جاتی ہے - ہندوستان کے اسلامی اخبارات نقل فرمالیں تو موجب شکریہ' ورنہ شکایت بھی نہیں -

الہــــلال

ارسالیات طبیۂ ہند

اور ہماری ایک نئی قومی رسوائی

- - - ✦ - - - -

آپکی تحریر پہنچی' نیز اپنے مشن کا مرقع' دونوں شائع کردی جاتی ہیں' لیکن مجھے معذور رکھیے اگر اپنے خیالات کے اظہار سے اس موقع پر باز نہ رہسکوں کہ کوئی آواز آج میرے کانوں میں ایسی نہیں آتی' جو میرے دل مجروح کیلیے ایک نشتر زخم نہو!

(۱) آپکی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اور آپکے باہمت پرجوش ساتھی " مسئلۂ عجیبۂ اولیت و آخریت " کی بعض اشاعات و مساعی کی وجہ سے یہ سمجھنے لگے ہیں کہ ہندوستان میں آپ لوگوں کے اسلام پرستانہ اقدام و اعمال کی بے وقعتی کی جارہی ہے' اور اس خیال سے بہت ملول ہیں' لیکن میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ واقعیت اسکے خلاف ہے - ہم لوگ آپکی سعی و مجاہدۃ کے مداح' اور اس جوش خدمۃ مجاہدین اسلام کے تہ دل سے معترف ہیں - جبکہ ہندوستانی متعلمین فرنگ کی نسبت برسوں سے ہماری معلومات پرغم' اور اطلاعات و نتائج یاس انگیز تھے' ہم نے مسرت و انبساط کے عالم میں سنا کہ آپ لوگ اپنے تمام اشغال کو ترک کرکے' نقصان مال و ترک راحت جسم گوارا کرکے' بغیر اعانۃ خارجی' محض اپنے جوش و ولولہ سے قسطنطنیہ پہنچے' اور خدمت گذاری اخوان مجاہدین میں مصروف ہو گئے! فجزاکم اللہ تعالی عن الاسلام و المسلمین خیر الجزاء! وکثر اللہ امثالکم' و ثبت اللہ اقدامکم -

(۲) لیکن معاف فرمائیگا' میں اس امر کے سمجھنے سے بالکل قاصر ہوں کہ جو لوگ اپنے " پہلے " اور " دوسرے " ہونے کی بحث میں پڑے ہیں' اور اس کے پیچھے اپنی بہترین قواء عمل کو بے دریغ خرچ کر رہے ہیں' انکی اس سعی میں' اور اس جوش و مستعدی میں' جس نے انکو قسطنطنیہ کے شفاخانوں میں پہنچایا' کیا فرق ہے؟ ہم دیکھتے ہیں کہ جس شوق و مستعدی سے آپ' ممبران بمبئی مشن' اور ممبران ڈاکٹر انصاری مشن خدمت اسلامی میں حصہ لینے کیلیے دوڑے تھے' تقریباً اتنے ہی جوش سے بدبختانہ بحث اولیت و عدم اولیت' و ترجیح و افضلیت' و منافست و مسابقت' و باہم دگر تحاسد و تباغض' و تحقیر و تفضیح و شناعت کیلیے بے تابانہ و بے اختیارانہ دوڑ رہے ہیں! پھر فرمائیے کہ ہم بدبخت' اور اپنی بد بختی کے ان مناظر شنیعۂ و محزنہ دیکھنے والے بد بخت مسلمانان ہند' کس جوش کو اپنے سامنے لائیں' اور کس کو نظر انداز کریں؟ کس کو یاد رکھیں' اور کس کو بھلادیں؟ کس کی داد دیں' اور کس پر تبرا بھیجیں؟ فاین تذہبون؟

عزیزان من! یہ کیا بد بختی ہے' جو ہم کو کسی عالم میں بھی نہیں چھوڑتی؟ اگر دشمن ہم کو زندہ رہنے کا اب مستحق نہیں سمجھتا تو کیوں اس فیصلہ پر تم برہم ہو؟ تم کیوں دنیا میں زندہ رہو' جبکہ خود تمہارے اعمال کا یہ حال ہے؟ ایک طرف تو لاکھوں فرزندان اسلام کی گردن سے خون کے فوارے بلند ہو رہے ہیں' اور دوسری طرف تم لوگوں کے حلق سے خود پرستی اور خود نمائی' غرور و ادعا' اور نمایش و مباہات کا ایک سیلاب غلیظ ہے' جو کسی طرح بند ہی نہیں ہوتا! ایک مشن جاتا ہے مگر تین تین آدمی اسکی ملکیت کے مدعی بن بیٹھتے ہیں' اور اس زور و شور سے اپنے اپنے دعاوی پیش کرتے ہیں' گویا پوری ایک صدی کی موروثی جائداد تھی جو ان فدائیان اسلام سے چھن گئی! اسکے بعد قسطنطنیہ پہنچکر' ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے ہیں' جوتیوں میں دال بٹتی ہے' اور ایک دوسرے کو الزام دیتے ہیں - پھر عین اس وقت جبکہ ایڈریانوپل کے سقوط اور مسجد سلیم کی محرابوں کے نیچے ملاعنۂ بلغاری کے پہنچنے کی ہم خبر سنتے ہیں' یہ بشارت اسلامی بھی سننے میں آتی ہے کہ خیموں کے اندر لڑنے جھگڑنے کے بعد اب ترکی کی عدالتوں میں بھی معاملہ پہنچنے والا ہے اور ڈاکٹر انصاری کو نوٹس دیدیا گیا ہے - گویا اب تک تو شاید خیموں کے اندر باہم لڑتے جھگڑتے تھے اور پھر بھی کسی ترک افسر کے آنے کی خبر سنکر لوگ آدمی بنکر بیٹھ جاتے تھے' لیکن اب ترکی عدالت میں علانیہ مسلمانان ہند کی عظمۃ اسلامی' اور جوش دینی' و غیرت ملی کے نمونے پیش کردیے جائیں!!

اس پر بھی بس نہیں کیا جاتا - ایک کہتا ہے کہ زیادہ نہ بولو ورنہ میں تمہارا پردہ فاش کردونگا' دوسرا کہتا ہے کہ ذرا ٹھہر جاؤ - عدالت کی بینچ کے سامنے ہو رہیگا' جو کچھ ہونے والا ہے - ایک کہتا ہے کہ میرے خیمے کے آگے ایک سرخ جھنڈا لہراتا ہے' اور یہ ایک شرف جلیل اور فوز عظیم ہے' جو بلا شرکت غیرے مجھکو حاصل ہوا - ترکوں کے غول غول آتے ہیں' اور اسکے نیچے برات حاصل کرنے کیلیے رکوع و سجود کرتے ہیں - دوسرا کہتا ہے کہ مان لیجیے کہ یہ سچ ہے' مگر اس سے ہوتا ہی کیا ہے کہ " عمر اولی " کی جگہ " ہندوستان کوئی " کے نام کے قرار دینے کی فتح مبین تو ہمارے ہی دست حق پرست پر ظہور میں آئی - پہلا اسپر بگڑتا ہے کہ یہ دوسری مداخلۃ بیجا اور غصب ناجائز ہے - اس واقعہ کی صداقت سے انکار نہیں' مگر یہ بھی تو ہمارے ہی صحیفۂ فتوحات آستانہ کی ایک سطر جلی ہے!!

ایک کہتا ہے کہ تم لڑتے جھگڑتے تھے ' مگر شکر الہی بجا لاؤ کہ ہم نے اپنی جماعت سے ایک سالار لشکر تمہیں مرحمت فرمایا - دوسرا کہتا ہے کہ یہی تو تمہارا دسیسۂ مخفی ہے - مگر یہ تو بتلاؤ کہ جبکہ آسمان کے نیچے آوارہ گرد دشت غربت و مصائب تھے ' اور لندن کے بیٹھے ہوے وہ خیمے ' جنکے انتظامات اور مصارف عظیمہ پر تمہیں فخر و غرور تھا ' تمہارے لیے بالکل بیکار ہو گئے تھے ' تو پھر اس وقت کون تھا ' جس نے تمہارا ہاتھ پکڑا ' اور اپنے خیمے دیکر ایک تاریخی کارنامۂ عظیم انجام دیا ؟

ہماری بدبختی کے جو خال و خط اس شریفانہ اوضاع و خصائل کے مرقع سے نمایاں ہوتے ہیں ' انسے قطع نظر ' صرف اسی بات کو دیکھیے کہ جو بد بخت و زبوں طالع قوم لاکھوں روپیہ ہمیں اِن کاموں کیلیے بے غل و غش دیدیتی ہے ' اسکے لیے یہ حالات کیسے درد انگیز ہونگے ؟

جب ہندوستان سے مشن جا رہے تھے ' تو میرے ایک عزیز دوست نے پیشین گوئی کے لہجے میں کہا تھا : " یہ بہت اچھی بات ہے ' لیکن چشم تصور سے کام لیتا ہوں تو اپنے تئیں قسطنطنیہ کی سڑکوں پر پاتا ہوں ' اور دیکھہ رہا ہوں کہ ہندوستانی مشنوں کے ممبر باہم دگر ایک دوسرے سے گتھے ہوے ہیں - منہہ سے فحش و دشنام و سخط ' ہاتھہ حریف کی گردن پر جما ہوا ' اور سر سے پیر تک خاک و گل میں آلودہ ! "

میں ہنسا اور کہا کہ خدا نخواستہ اسکی نوبت کیوں آنے لگی ؟ وقت کے جذبات اور مصائب کی حسیات نے اب ہمیں بدل دیا ہے -

اسمیں شک نہیں کہ خدا نخواستہ کسی ایسی صورت کی خبر تو اب تک نہیں آئی ہے اور خدا نکرے کہ آے ' لیکن باہم تخالف و تعاند اور چارہ جوئیِ عدالت تک کے حالات تو سامنے آ گئے ہیں -

(۳) خیر ' یہ حالات تو اُن وفود کے ہیں جو ہندوستان اور انگلستان سے باعانۃ ہندوستان گئے - پھر یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے کہ آپ بھی ان بحثوں میں اپنا وقت ضائع کرنے لگے اور عدالت کی چارہ جوئی کا ذکر کرکے ' ہماری بد بختیوں کو اور زیادہ درد انگیز کر دیا ؟

خدا کیلیے اب آپ ان واقعات میں اور ایک کا تو اضافہ نہ کیجیے - پیشتر ہی سے ان مشنوں کی بدولت ہماری رسوائی کا کافی سامان ہو چکا ہے -

(۴) میں اسکو پورے طور پر تسلیم کرتا ہوں کہ آپ واقعی سب سے پہلے ترکی پہنچے ' اور ابھی یہانکا کوئی مشن نہیں پہنچا تھا کہ اپکا خط مجھے ترکی سے ملا ' لیکن اگر کوئی نادان آدمی اسکو ایک بہت بڑا وتمغۂ افتخار سمجھکر آپکے سینے سے اتارنا چاہتا ہے تو خود ہی اتار کر پھینک دیجیے - یہ کونسی دولت عظمی اور سعادت کبری ہے کہ آپکو مفلس ' اور اسکو قارون بنادیگی ؟ جانے دیجیے - آپکو بغیر بحث و تعقیب ' صرف اپنے کاموں کی ایک سنجیدہ رپورٹ شائع کر دینی چاہیے اور بس ' ہر شخص دیکھہ لیگا - لوگوں کے پاس عقل اور سمجھہ ابھی کچھہ نہ کچھہ باقی ہے -

(۵) آہ ! آپ لوگوں کے اول اور دوم ہونے کو کیا سونچیں کہ اپنی نسبت معلوم نہیں ' اب جو کچھہ گذر رہا ہے ' یہ آخری ہے ' یا اپنی بربادی کی پہلی قسط ہے ؟

ایک ایسے نازک موقعہ پر ہندوستانیوں کی ایک جماعت وہاں موجود ہے - اگر کام کرنا مقصود ہوتا تو کیسے کیسے عظیم الشان امور انجام پاسکتے ؟ ہم یہاں بیٹھے بیٹھے مضطرب ہیں اور بارہ بارہ صفحوں کے خط ہر ڈاک میں بھیجتے ہیں - ان لوگوں کیلیے کام ہوتا تو اِن بحثوں کے سونچنے کی مہلت ہی نہ نکلتی -

آج اگر ترکی میں ہندوستان کا ایک کارکن فرد موجود ہو ' تو کیا کہوں کہ وہ کیا کچھہ کر سکتا ہے -

(۶) اِس وقت کی ڈاک میں " شہبال " پہنچا - اسمیں بھی آپ لوگوں کا وہ گروپ چھپ گیا ہے ' جسکی ایک کاپی آپنے مجھے بھیجی ہے - اسکے نیچے جس طریق پر آپکے کاموں کا ذکر کیا گیا ہے وہ توصیف و تعریف میں ڈوبے ہوے ہیں - پس کام کیجیے اور صرف کام کیجیے - اِن بحثوں سے کچھہ حاصل نہیں - مطمئن رہیے کہ ہم لوگ آپکی خدمات کے معترف ' اور آپ لوگوں کی اس خدمت جلیل کے تہہ دلسے شکرگذار و مداح ہیں -

دعوت الهلال

کی اشاعۃ عمومی

از جناب حکیم غلام غوث صاحب طبیب یونانی خانپور (بہاولپور)

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ -

الہلال کی وقعت و عظمت جو لوگوں کے دلوں میں بیٹھی ہوئی ہے ' وہ اظہر من الشمس ہے - کمال کی قدر زمانہ خود بخود کرتا ہے ' اور صداقت کو رحمت الہی سے بلا واسطہ نشو و نما ہوتا ہے - جہاں تک دیکھا جاتا ہے ' الہلال نیک نیتی اور خلوص کے ساتھہ عظیم الشان کام کر رہا ہے ' آپ فی نفسہ اپنے لیے لوگوں کی ستایش کو پسند نہیں کرتے ' اور میں بھی جانتا ہوں کہ حدیث شریف میں ہے : احثوا التراب فی وجوہ المداحین - یعنے مدح کنندگان کے منہ میں مٹی ڈالی جائیگی ' لیکن ساتھہ ہی اسکے مجھکو علم ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے : من لم یحمد الناس لم یحمد اللہ یعنے جو شخص آدمی کی ستایش نہیں کرتا ' خدا کی ستایش بھی نہیں کریگا -

میرے عقیدے میں الہلال کا شکریہ ادا کرنا خدا ہی کا شکر بجالانا ہے کہ اس سے عقاید صاف ہونے لگے ' کفر کی آلودگی اور بدعت کا رنگ جاتا رہا ' غلامی کے جال سے نکلنے کا احساس ہوا ' جمود دفع ہو گیا ' اسلامی حرارت جوش میں آئی ' اور خمود جاتا رہا - فالحمد للہ علی ذالک -

الہلال کی توسیع اشاعت وغیرہ کے متعلق ارباب بصیرت کی رائے اکثر نظر سے گذرا کرتی ہے - جن دنوں جناب کا ارادہ روزانہ الہلال اور ماہوار البیان جاری کرنے کا ظاہر ہوا تھا ' تو ایک صاحب نے رائے دی کہ روزانہ کے ارادہ کو ملتوی کیا جائے اور البیان نکالا جائے ' تاکہ آپ زیادہ مشکلات میں نہ پھنسیں اور ممکن ہے کہ کثرت اشغال سے الہلال ہفتہ وار پھیکا پڑ جاے - میں نے اس رائے سے اتفاق کیا تھا -

ان دنوں ایک صاحب نے الہلال کے عام کر دینے کی تحریک کی ہے ' اور یہ تجویز پیش کی ہے کہ تصویر سے معرا ' معمولی کاغذ پر عام لوگوں کے لیے بھی چھپا کرے اور قیمت کم کر دی جاے ' تاکہ کم استطاعت لوگ بھی فایدہ اوٹھا سکیں - گویا دو قسموں میں تقسیم ہوا کرے : ایک خاص ' دوسرا عام -

افسوس ہے کہ میں اس سے اتفاق نہیں کر سکتا - وجہ یہ کہ میرے ذہن میں یہ بیٹھا ہوا ہے کہ الہلال کی وقعت کا سبب ' معنوی خوبیوں کے ساتھہ صوری حسن کا جزو لا ینفک بھی ہے - مانا کہ :

حاجت مشاطہ نیست روے دلآرام را

لیکن ابھی ملک میں علمی مذاق نے یہاں تک ترقی نہیں کی کہ حقیقت شناسی کا مادہ صورت پذیر ہو چلا ہو - ہنوز دلی دور ہے -

میں جہاں تک خیال کرتا ہوں الهلال کی وقعت کے اسباب ضروری اور معنوی مضامین کے ساتھہ ساتھہ' گرانی قیمت بھی ہے اور وہ ناگزیر ہے - ہر چیز جو مشکل سے ہاتھہ آتی ہے' عزیز بھی ہوتی ہے -

اگر عام کردیا جائے تو بجاے اسکے کہ شوق سے پڑھا جائے اور جلد باندھوا کر رکھا جاے' عام اخبارون کی طرح بازار میں عطارون کے یہاں کاغذات ردی کے نرخ پر فروخت ہونے لگیگا -

چونکہ مذاق علمی نے ابھی دلوں میں جڑ نہیں پکڑی ہے' سب لوگ ارزاں قیمت کیطرف جھک پڑینگے' اور نہ لطف نہیں رہیگا - با اینہمہ قیمت موجودہ کچھہ بھی گراں نہیں ہے بلکہ میرے نزدیک تو نرخ نالائقی کہ ارزانی ہو

میری راے یہ ہے کہ الہلال کو اسی آب و تاب میں رکھا جاے اور کسی قسم کی تبدیلی نہ کی جائے - البتہ البیان کے جاری کرنے میں جلدی کیجائے - الہلال میں خبروں اور مباحث و آراء سیاسیہ کے عنوان بڑھاے جائیں - اور البیان کو تطبیق معقول و منقول اور اسلامی تاریخ اور علوم کے زندہ کرنے کیلیے وقف کردیا جائے - تقطیع چھوٹی اور ضروری کتابی ہیئت میں رکھی جاے - نیز زر زرانہ الهلال کے ارادہ کو سردست ملتوی کردیا جاے -

آرزو ہے کہ جس مہینہ سے البیان جاری ہو' اوس مہینہ کے نام سے مجھکو اطلاع بخشیں - خریداری کی بابت میں نے پیشتر عرض کردیا ہے کہ بلا پرسش وی - پی روانہ ہو - مگر مہینہ کے نام سے آگاہ کرنے کی ضرورت یہ ہے کہ ایک افتتاحی مضمون لکھونگا - جسکا عنوان مادہ تاریخ سے رکھونگا - پھر درج ہونا نہونا پسندیدگی پر ہے -

امید کہ اس نا چیز عریضہ کو الہلال میں کہیں جگہ ضرور عنایت فرما لینگے' تا کہ ارباب راے کو اس تحریک میں راے دینے کا موقع ملے و السلام - (اینده هفته جواب عرض کرونگا - ایڈیٹر)

منشي احتشام علي صاحب سکریٹری مال ندوة العلما

(جناب ضیاء الحسن صاحب علوی مقیم سرسیدکورٹ - علی گڈہ کالج)

تسلیم - آپنے اپنی گذشتہ اشاعت میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے تازہ واقعہ پر بحث کرتے ہوے ایک موقعہ پر جناب منشی احتشام علی صاحب قبلہ کے متعلق یہ تحریر فرمایا ہے کہ عشرہ محرم میں مجبوری انہیں لکھنؤ چھوڑنا پڑا ہے - غالباً جن ذرائع سے یہ علم آپکو ہوا ہے' انکو واقعات کے متعلق غلط فہمی ہوئی' ورنہ یہ ایک بالکل بے بنیاد بات ہے - مجھے امید ہے کہ آپ اس جملہ کی تردید کرینگے اور بمصداق " صاحب البیت ادری بما فیها " میرے بیان کی توثیق فرمائیں گے -

الهلال

میں نے تو اس امر کو بطور تعریض نہیں بلکہ بطور تعجب لکھا تھا کہ اِن حالات کے ساتھہ ایسی کمزوری کا اظہار موجب حیرت ہے رہا اس واقعہ کا غلط ہونا' تو اگر غلط ہے تو مجھے اسکی غلطی کے تسلیم کر لینے میں کوئی عذر نہیں - میں نے بعض موثق اشخاص سے سنا تھا - اب آپ نے اسکی تغلیط کردی تو غلط یقین کرتا ہوں یقیناً آپ کا بیان اس بارے میں زیادہ مستحق توثیق ہے - کیا اچھا ہو اگر منشی صاحب اصل بحث کی طرف متوجہ ہوں -

فہرست

زر اعانۂ دولت علیۂ اسلامیہ

(٢١)

ان الله اشتري من المومنين انفسهم و اموالهم' بان لهم الجنه

فہرست چندہ موضع پاکان ضلع فیروزپور

نام	پائی	آنہ	روپیہ
جناب حسن خاں حاجي الدين صاحب	٠	٠	٢٥
جناب کبمان صاحب	٠	٠	١
جناب بہانا ماچھی صاحب	٠	٠	١
جناب حاجي عبد الله صاحب	٠	٤	-
جناب سانهورا صاحب	-	-	١
جناب سرجا صاحب	٠	٠	١
جناب عبد الغني صاحب	٠	٠	١
جناب سیدل صاحب	٠	٩	-
جناب کیمانڈ صاحب	٠	٨	٠
جناب مہر الدين صاحب	٠	٠	١
جناب عمر الدين صاحب	٠	٠	١
جناب امیر صاحب	٠	-	١
جناب نامان صاحب	٠	-	١
جناب رحمان صاحب	٠	٠	١
جناب حاجي محمد صاحب	٠	٠	١
جناب محمد صاحب	٠	٠	١
جناب ترگر صاحب	٠	٠	١
الہ دتا صاحب	٠	٠	١
بندا صاحب	٠	٠	١
جناب محمد صاحب	٠	٣	٠
لقمان صاحب	٠	٨	-
پیدا صاحب	٠	٠	١
قطب الدين صاحب	٠	-	٥
مانی ماچھی صاحب	٠	١٠	٠
محمود صاحب	٠	٤	٠
محمد صاحب	٠	٤	-
اسماعیل کالا صاحب	٠	٠	١
سجھا خوجہ صاحب	٠	٨	٠
جامون خوجہ صاحب	٠	٨	٠
میاں فضل الدين صاحب	٠	٠	١
ہنماں صاحب	٠	٨	-
کریم کالیا صاحب	٠	٠	١
نظام صاحب	٠	٨	٠
ممان صاحب	٠	٠	١
جہانا صاحب	٠	٠	١
میزان	٠	١	٥١

PRINTED & PUBLISHED BY A. K. AZA— — THE HILAL ELECTRICAL PRTG. PBLG. HOUSE, 7/1 MCLEOD STREET, CALCUTTA.

ریویو آف ریلیجنز - یا مذاہب عالم پر نظر

اردو میں ہندوستان اور انگریزی میں یورپ امریکہ وجاپان وغیرہ ممالک میں زندہ مذہب اسلام کی صحیح تصویر پیش کرنے والا مضمون نبی علیہ السلام کی پاک تعلیم کے متعلق جو غلط فہمیاں پھیلائی گئی ہیں - ان کا دور کرنے والا اور مخالفین اسلام کے اعتراضات کا دندان شکن جواب دینے والا یہی ایک پرچہ ہے جس کو دوست دشمن دنیا کے سامنے پیش کرنے کے قابل سمجھا ہے - اس رسالے کے متعلق چند ایک رایوں کا اقتباس حسب ذیل ہے :-

البیان لکھنؤ - ریویو آف ریلیجنز ہی ایک پرچہ ہے جس کو خالص اخلاقی پرچہ کہنا صحیح ہے - عربی میں المنار اور اردو میں ریویو آف ریلیجنز سے بہتر پرچے کسی زبان میں شایع نہیں ہوتے اس کے زور آور مضامین پر علم و فضل کو ناز ہے -

ٹریسنٹ لور پول - ریویو آف ریلیجنز کا پرچہ دلچسپ مضامین سے بھرا ہوا ہے - ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کے متعلق جو جاہل عیسائی الزام لگایا کرتے ہیں - ان کی تردید میں نہایت ہی فاضلانہ مضمون اس میں لکھا گیا ہے - جس سے عمدہ مضمون آج تک ہماری نظر سے نہیں گذرا -

مسٹر ویب صاحب امریکہ - میں یقین کرتا ہوں کہ یہ رسالہ دنیا میں مذہبی خیال کو ایک خاص صورت دینے کے لیے ایک نہایت زبردست طاقت ہوگی - اور یہی رسالہ ان روکوں کے دور کرنے کا ذریعہ ہوگا - جو جہالت سے سچائی کی راہ میں ڈالی گئی ہیں -

ریویو آف ریویوز - لنڈن - مغربی ممالک کے باشندوں کو جو مذہب اسلام کے زندہ مذہب ہونے کے مضمون سے دلچسپی رکھتے ہیں چاہیے کہ ریویو آف ریلیجنز خریدیں -

وطن لاہور - یہ رسالہ بڑے پایہ کا ہے - اس کی تحقیقات اسلام کے متعلق ایسی ہی فلسفیانہ اور عمیق ہوتی ہے - جیسی کہ اس زمانہ میں درکار ہے سالانہ قیمت انگریزی پرچہ ۳ روپیہ - اردو پرچہ ۲ روپیہ - نمونہ کی قیمت انگریزی ۴ آنہ - اردو ۲ آنہ - تمام درخواستیں بنام منیجر میگزین قادیان - ضلع گورداسپور آنی چاہیئیں ٭

انجن مارکہ
نوٹ

گر غبار آلودہ گشتی ، پاک نیست
اے ہزاراں دیدہ در راہ تو خاک !

ادرنہ مدافع بہادری شکری پاشا

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما !

ایدریانوپل کے گرد تاروںکا حصار ، جسمیں پھنسکر ایک گھوڑا مرگیا ہے -

شہر [illegible] مصطفیٰ پاشا (مصطفیٰ پاشا کا پل)

اڈریانوپل کا ٹاؤن میونسپل آفس

اڈریانوپل کا ریلوے پل
جسے عساکر شاہی نے [illegible] توڑ ڈالا

ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين

صدق الله العظيم

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

AL-HILAL

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad

7-1 McLeod street,

CALCUTTA.

Telegraphic Address.

"AL-HILAL"

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12.

میر مسئول و محرر خصوصی

احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت

۷ - ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ

کلکتہ

عنوان تلغراف

« الہلال »

قیمت

سالانہ ۸ روپیہ

ششماہی ٤ روپیہ ۱۲ آنہ

جلد ۲ — کلکتہ: چہار شنبہ ۱٤ جمادی الثانیہ ۱۳۳۱ ہجری — نمبر ۲۰

Calcutta : Wednesday, May 21, 1913.

اشاعة خصوصي به تذکار بطل ادرنه:

غازی شکری پاشا!

حادثۂ سقوط ادرنه کی نسبت الہلال میں بہت کم لکھا گیا تھا، اور عام جرائد و صحائف اردو میں بھی صحیح تفصیلی حالات به ترتیب و اہتمام مناسب بہت کم آئے تھے، اسلیے اس ہفتے کا نمبر مخصوص طور پر اس واقعہ کی یاد گار میں شائع کیا جاتا ہے - قلت گنجایش سے بعض ضروری چیزیں پھر بھی رہگئی ہیں - مثلاً غازی شکری پاشا کی سوانح عمری، پر امید ہے کہ آیندہ پرچے میں شائع ہو -

فہرس

تصاویر

لاکھوں بے خانماں مہاجرین

قسطنطنیہ کی گلیوں میں !!!

الہلال کلکتہ - سالانہ قیمت مع محصول صرف آٹھ آنہ ! ! !

آج دفتر الہلال میں دو تار دفتر تصویر افکار ' اور ڈاکٹر مصدام کے پہنچے ہیں کہ "خدا کیلیے یورپین ترکی کے اُن لاکھوں بے خانماں مہاجرین کے مطالب کو یاد کرو ' جنمیں ہزارہا بیمار عورتیں ' اور جاں بلب بچے ہیں - جنکو جنگ کی ناگہانی مصیبتوں کی وجہ سے یکایک اپنا گھربار چھوڑنا پڑا ' اور جنکی حالت جنگ کے زخمیوں سے بھی زیادہ درد انگیز ہے - جو مرگئے ' انکو دفن کردیں ' جو زخمی ہیں انکو شفا خانے میں لے آئیں ' لیکن جو بدنصیب زندہ ' مگر مردے سے بدتر ہیں ' انکو کیا کریں ؟ "

دفتر الہلال حیران ہے کہ اس وقت اعانت کا کیا سامان کرے ؟ مدد کیلیے نئی اپیلیں کرنا شاید لوگوں کو ناگوار گذریں کہ ہلال احمر کا چندہ ہر جگہہ ہو چکا ہے ' اور تمسکات کا کام بھی جاری ہے - مجبوراً جو کچھہ خود اسکے اختیار میں ہے ' اسی کیلیے کوشش کرتا ہے -

(۱) کم از کم وہ ایک ماہ کے اندر دو ہزار پونڈ یعنی ۳۰ - ہزار کی رقم مخصوص اعانۂ مہاجرین کیلیے فراہم کرنا چاہتا ہے ' کیونکہ ہلال احمر کے مقصد سے جو روپیہ دیا جاتا ہے ' اسکو خلاف مقصد دوسری جگہ لگانا بہتر نہیں - اسکی اطلاع آج ہی ترکی میں بھیجدی گئی ہے -

اس بارے میں جو صاحب درد اعانت فرمائیں گے فاجرہ علی اللہ ،

ورنہ وہ دوسروں پر بار ڈالنے کی جگہہ خود ہی اس رقم کو اپنی جانب سے پیش کرنا چاہتا ہے -

(۲) اسکی صورت یہ ہے کہ بلا شک نقد تیس ہزار روپیہ دینا دفتر کے امکان سے باہر ہے ' مگر یہ تو ممکن ہے کہ تیس ہزار روپیہ جو اسے مل رہا ہو ' وہ خود نہ لے ' اور اس اشد ترین ضرورت اسلامی کیلیے وقف کردے ؟

(۳) یقیناً میں ۳۰ - ہزار نہیں دیسکتا ' لیکن آپ کیوں نہیں مجھے ۳۰ - ہزار روپیہ دیتے ' تا کہ میں دیدوں ؟

(۴) پس آج اعلان کیا جاتا ہے کہ **دفتر الہلال دو ہزار الہلال کے پرچے ایک ایک سال کیلیے اس غرض سے پیش کرتا ہے - آج کی تاریخ سے ۳۰ جون تک جو صاحب آٹھ روپیہ قیمت سالانہ الہلال کی دفتر میں بھیجدینگے '** انکے روپیہ میں سے صرف آٹھ آنہ ضروری اخراجات خط و کتابت کیلیے وضع کرکے باقی ساڑھے سات روپیہ اس مد میں داخل کردیا جائیگا ' اور ایک سال کیلیے اخبار انکے نام جاری کردیا جاے گا - گویا ساڑھے سات روپیہ وہ اپنے مظلوم و ستم رسیدہ برادران عثمانیہ کو دینگے ' اسکا اجر عظیم اللہ سے حاصل کرینگے ' اور صرف آٹھ آنے میں سال بھر کیلیے الہلال بھی (جو جیسا کچھہ ہے ' پبلک کو معلوم ہے) انکے نام جاری ہو جائیگا - اس طرح دو ہزار خریداروں کی قیمت سے ۳۰ - ہزار روپیہ فراہم ہو سکتا ہے اور دفتر الہلال اسے خود فائدہ اٹھانے کی جگہہ ' اس کار خیر کیلیے وقف کردینا ہے -

(۵) اس وقت ماہوار تین سو تک نئے خریداروں کا اوسط ہے - لیکن دفتر ۳۰ - جون تک کیلیے اپنی تمام آمدنی اپنے اوپر حرام کرلیتا ہے - دفتر اس وقت تک کئی ہزار روپیے کے نقصان میں ہے ' اور مصارف روز بروز بڑھتے جاتے ہیں ' تاہم اس تار کو پڑھکر طبیعت پر جو اثر پڑا ' اس نے مجبور کردیا ' اور جو صورت اپنے اختیار میں تھی ' اس سے گریز کرنا ' اور صرف دوسروں ہی کے آگے ہاتھہ پھیلاے رکھنا ' بہتر نظر نہ آیا - یورپ میں اخبارات کے دفتر اپنی جیب سے ہزاروں روپیہ کار خیر میں دیتے ہیں - شاید اردو پریس میں یہ پہلی مثال ہے ' لیکن اسکی کامیابی اس امر پر موقوف ہے کہ برادران ملت تعامل نہ فرمائیں اور اس فرصت سے فائدہ اٹھا کر فوراً درخواست خریداری بھیجدیں - ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

یورپین ترکی کے بے خانماں مہاجرین جامع ایا صوفیہ کے سامنے

(۶) الہلال - اردو میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے ' جو یورپ اور ترکی کے اعلے درجہ کے با تصویر ' پر تکلف ' خوشنما رسائل کے نمونے پر نکلتا ہے - اسکا مقصد وحید دعوت الی القرآن ' اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے - محققانہ علمی و دینی مضامین کے لحاظ سے اسکے امتیاز و خصوصیت کا ہر موافق و مخالف نے اقرار کیا ہے - اس نے ہندوستان میں سب سے پہلے ترکی سے جنگ کی خبریں براہ راست منگوائیں ' اسکا باب " شئون عثمانیہ " ترکی کے حالات جنگ کے واقعات صحیحہ معلوم کرنے کا مخصوص ذریعہ ہے - " نامۂ وران عزا طرابلس و بلقان " اسکی ایک با تصویر سرخی ہے ' جسکے نیچے وہ عجیب و غریب موثر اور حیرت انگیز حالات لکھے جاتے ہیں ' جو اپنے مخصوص نامہ نگاروں اور خاص ذرائع معلومات سے حاصل کیے جاتے ہیں - مقالات ' مذاکرۂ علمیہ ' حقائق و دقائق ' المراسلۃ و المناظرہ ' اسئلۃ و اجوبتہا ' اسکے دیگر ابواب و عنوان مضامین ہیں - آٹھہ آنے میں شاید ایک ایسا اخبار برا نہیں -

(۷) درخواست میں اس اعلان کا حوالہ ضرور دیا جاے ' اور کارڈ کی پیشانی پر " اعانۂ مہاجرین " کا لفظ ضرور لکھا جاے -

شذرات

من انصاری الی اللہ ؟ ؟

الا ان حزب اللہ هم الغالبون !

جب وہ مدبر و حکیم اپنے بندوں کے دلوں کو کسی کی صدا کے استقبال کیلیے کھولدے ' تو پھر کون روک سکتا ہے ؟ الحمد للہ کہ اسکی توفیق کارساز شامل حال ' اور اسکا لطف و کرم دعا نواز و اجابت فرما ہے - یہ نہیں کہتا کہ میں پانی سے سیراب ہو چکا ہوں ' بلکہ پیاسوں کا متلاشی ہوں کہ ہم سب ملکر دریا کے کنارے پہنچیں ' اور جو نشان کہ مل چکا ہے ' اسکو دلیل راہ بنا کر چل کھڑے ہوں - یہ نہیں کہتا کہ میں پانی ہوں تاکہ تم سیراب ہو جاو ' بلکہ کہتا ہوں کہ پانی کے متلاشی صرف مجھی کو اسکا نشان پاچکا ہوں ' اور اسکے سوا تشنگی کی سیرابی کی کوئی راہ نہیں - پس جس کو پیاس ہے وہ آئے ' اور جسکا حلق سوکھہ رہا ہے ' وہ پانی کی پکار پر لبیک کہے ! و تلک الامثال نضربها للناس لعلهم یتذکرون !

رسالۂ دعوت و تبلیغ مع فارموں کے علحدہ چھپ رہا ہے - ایسے حامیان دعوت الہی کی ضرورت ہے ' جو بہت جلد اسکے متعدد نسخے منگوا کر اُن لوگوں تک پہنچادیں ' جنکو خود اس راہ کی تلاش و جستجو ہو - اسکے لیے صرف اطلاع کافی ہے - ٹکٹ وغیرہ بھیجنے کی ضرورت نہیں - و باللہ التوفیق و هو حسبی فالحمد و خیر رفیق -
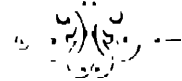
اعانۂ مہاجرین عثمانیہ

موجودہ خریداران الہلال سے علی الخصوص ' اور عام ناظرین کرام سے بالعموم التماس ہے کہ وہ موجودہ مصائب کے متعلق متعدد چندوں میں شریک ہو چکے ہیں ' مگر بے خانماں مہاجرین کی امداد ' ہلال احمر اور تمسکات ' دونوں سے زیادہ اہم اور مقدم ہے - خدا را ایک نظر اُن ہزارہا بچوں اور مظلوم عورتوں کے غولوں پر ڈالیں ' جو گھر کے عیش و راحت سے ناگہاں محروم ہوکر موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہیں - بحالت موجودہ جو کچھہ اور جتنی کچھہ اعانت قلیل و کثیر انکے امکان میں ہو ' اُس سے دریغ نہ فرمائیں - یہ خیال افسوس ناک ہے کہ ہم کہاں تک مدد کریں ؟ عزیزان ملت ! اگر ہم مسلمان ہیں ' اور رشتۂ اخوۃ اسلامی میں منسلک ' تو اس سے چھٹکارا ڈھونڈھنا عبث ہے - اگر ہم آخر تک اور یکے بعد دیگرے مدد کرنے نہ رہیں گے تو کیا کرینگے اور کہاں جائینگے ؟ اسلام کا دروازہ تو اسی وقت تک ہم پر کھلا ہے ' جب تک اسکے فرزندوں کا ہمارے دل میں درد ہے - اگر سو مرتبہ تمہارے آگے تمہارے بھائی ہاتھہ پھیلا چکے ہوں ' جب بھی تمہارے مال و متاع میں انکا حق باقی ہے - تم جو خدا کے آگے ہزار مرتبہ بھی سوال کرکے نہیں شرماتے ' اسکے بندوں کے بار بار سوال سے کیوں گھبراتے ہو ؟ تم مسلمان ہو تو تم کو اپنے بھائیوں کی مدد سے کبھی چھٹکارا نہیں - اور انسان ہو تو انسانوں کی مصیبتوں پر ہمیشہ رونا ہی پڑیگا : فارحموا علی الارض ' یرحمکم من فی السماء ! !

اگر برادران ملت اعانت مہاجرین کیلیے ایک مرتبہ اور اٹھہ کھڑے ہوں اور تھوڑی تھوڑی رقم بھی اور فراہم کردیں ' تو یہ مشکل آسان ہو جا سکتی ہے - ساتھہ ہی " الہلال " کے خریدار بہم پہنچا کر بھی کم از کم فی خریدار ساڑھے سات روپیہ جمع ہو جا سکتا ہے - اور اشاعت دعوت حق ' و تبلیغ اسلامی کا اجر اسکے علاوہ : ذالکم خیر لکم ' ان کنتم تعلمون !

اردو پریس علی گڈہ کی ضمانت

بالآخر ہز آنر سر جیمس مسٹن نے اپنے عمل سے قول کی تصدیق کردی !

تعزیر جرم عشق ہے بے صرفہ محتسب
بڑھتا ہے اور ذوق گنہ یاں سزا کے بعد

مبارک ہے وہ حکومت ' جو اپنے نفسانی ہیجان استبداد و جبر کے ضبط پر قادر ہو ' اور خسران عاجل ہے اُس حکومت کیلیے ' جو جبر و تسلط کی آب پاشی سے ' ملکی امنوں کے بیج کو وقت سے پہلے سرسبز کردے :

تو ہم شب را بسر کے می بری اے شمع کم فرصت !
گرفتم سوختی پروانۂ آتش بجانی را !

ملکوں اور قوموں کی آزادی کی پوری تاریخ سے قطع نظر ' سب سے قریب تر مثال کو دیکھو جو اس قانون طبعی اور ناموس انقلاب عالم کی تصدیق کرتی ہے - ہر شخص جانتا ہے کہ موجودہ سیاسی زندگی اور وطنی موت کا اصلی باعث صرف لارڈ کرزن کا پنجم سالہ عہد حکومت تھا ' اور پھر اسکے جانشین کی وہ ابتدائی پالیسی ' جسکی سنگ گیری نے پھانسیوں کے تختے ' جیل خانوں کے کمرے ' اور عدالت کے کٹہروں سے کام لینا شروع کیا تھا - اگر ایسا ہوتا ' تو یقیناً بنگالیوں کی زلزلہ انداز تحت وزارت ہند تحریک ' اور ملک کی دہ سالہ وطنی زندگی کم از کم ایک چوتھائی صدی کیلیے ملتوی ہو جاتی -

لندن لارڈ مارلے اور لارڈ منٹو کی وہ یادگار دانشمندی قابل داد ہے ' جس نے تالیف قلوب کی پالیسی عین وقت پر شروع کردی اور پھر اسی کا نتیجہ نکلا کہ ملکی تحریک ایک زمانۂ ممتد کیلیے پیچھے رہگئی -

پھر کیا اب ہز آنر سر جیمس مسٹن کا دربار نادری ' وطنی شورش کی جگہ اسلامی تحریک کے مقابلے میں ' ایک نئے تجربے کا خواہشمند ہے ؟

اسکا جواب واقعات نہیں بلکہ واقعات کے نتائج دینگے -

* * *

گورکھپور میں ہز آنر نے فرمایا تھا کہ میں بانی ملت کی تحریک کو حاکمانہ روکونگا - جو شخص اپنے قول اور عمل کو یکساں ثابت کردے ' اس کی اس شریفانہ انسانی خصلت کی ضرور تعریف کرنی چاہیے - اگرچہ پہلا اقدام ظلم ' اور دوسرا اسکا وقوع ہو - اسکا اعتراف کرنا چاہیے کہ ہز آنر ایک شریف آدمی کی اس نہایت ضروری خصلت کو اپنے اندر ثابت کرنے میں یقیناً کامیاب ہوے ہیں -

(اردوے معلی) علی گڈہ کی تازہ اشاعت سے ہز آنر کی اس اخلاقی فتح مندی کی سرگذشت معلوم ہوتی ہے - سید فضل الحسن حسرت موہانی کچھہ عرصے سے مسلمانوں میں موجودہ

مصالب اسلامی کی تحریکوں میں خاص طور پر حصہ لے رہے تے - علی الخصوص علی گڈہ اور بعض دیگر مقامات میں انکی سعی مشکور سے ملکی صنعت و حرفت اور مصنوعات کی تحریک مسلمانوں میں جگہ پکڑ رہی تھی - چونکہ یہ واقعہ هزانر کی اُس شاهنشاهانہ اور مطلق العنانہ تہدید کے خلاف تھا ' اسلیے اُسکو " رزکنے " کیلیے ضرور تھا کہ حرفۂ حکومت حرکت کرتا -

چنانچہ رسالۂ اردوے معلی کے پریس سے یکایک تین هزار روپیہ کی ضمانت طلب کی گئی ہے ' اور چونکہ هر شخص جانتا ہے کہ اسکا ایڈیٹر و پرنٹر ایسا مالک تھا کہ اُسکی جگہ دس روپیے کے تین نوٹ بھی ایک وقت میں نہیں دے سکتا ' اسلیے اسکا لازمی نتیجہ یہی ہونا تھا کہ پریس بند ہو گیا -

* * *

هم کو اس واقعہ پر ذرا بھی تعجب نہیں اور نہ افسوس ہے - هم نے خبر سنتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ ایڈیٹر اردوے معلی کو تبریک و تہنیت کا ایک تار بھیجا ' کیونکہ همارا عقیدہ ہے کہ صداقت و حریت کیلیے پوری ایک صدی کی زندگی اور علمی جد و جہد بھی وہ کام نہیں کرسکتی ' جو ایک لمحے کے جابرانہ احکام ایسے موقعوں پر کرجاتے ھیں ' اور ایسا ہونا دنیا کی گذشتہ تاریخ حریت کے لازمی اور قدرتی واقعات ' اور هندوستان کے سفر حریت کے ناگزیر منازل ھیں - کوئی حکومت اُس قائم و مسلط حکومت سے بڑھکر اپنے لیے مہلک ' اور ملک کیلیے حیات پرور نہیں ہے ' جو اس طرح کے احکام و اعمال مستبدہ کی عادی ہو ' اور درحقیقت جبر و قہر هی کا پانی وہ آب حیات ہے ' جو آزادی کے بیج کو جادوگروں کے تماشے کی طرح منٹوں اور لمحوں میں بار آور کردیتا ہے - یہ جس قدر زیادہ ہو بہتر ہے ' اور اسمیں جسقدر زیادہ سختی ہو ' رحمت ہے - یہی چیز ہے جس نے همارے هم وطنوں کو خواب غفلت سے چونکایا ' اور یہی نعمت ہے ' جسکے لیے هم کو ترسنا چاهیے کہ هماری پیش آنے والی زندگی کیلیے ' اگر وہ زندگی ہوگی ' تو اس جنس گرامی و محبوب کی سب سے زیادہ مانگ ہے !

هم کو اسپر بھی کچھ تعجب نہیں ہوا کہ بغیر کسی قانونی گرفت کے اور بغیر کسی جرم استدلال پریس ایکٹ کے ایسا کیوں کیا گیا ؟ کیونکہ هم کو معلوم ہے کہ پریس ایکٹ اسلیے عالم وجود میں نہیں آیا کہ وہ ایک زنجیر ہو جو مجرموں کے پاؤں میں ڈالی جاے ' بلکہ صرف اسلیے ' تا کہ وہ ایک تیز آلہ ہو ' جو نا گہانی استیلا و ہلاکت کیلیے تلوار کا مابہ‌قام ثابت ہو - قانون رعایا کے ہاتھ میں بیشک وسیلۂ طلب انصاف ہے ' مگر جابر حکومتوں کیلیے تو ایک بہانۂ ظلم سے زیادہ نہیں - اُس کے نفاذ کیلیے جرم قانونی کی نہیں ' بلکہ جرم حق پرستی و صداقت کی ضرورت ہے کہ :

وجودک ذنب ' لا یقاس بہ ذنب

جو لوگ اس طرح کے واقعات پر داد و فریاد کی صدائیں بلند کرتے ھیں ' اور حق و انصاف کی بے سود دہائی دیتے ھیں ' مجکو همیشہ اُن پر ہنسی آئی ہے - ایک احرار کیلیے درحقیقت اس جرم سے بڑھکر اور کون سا سنگین جرم ہو سکتا ہے کہ وہ ظلم کی جراحت کا پرستار نہیں ہے ' اور حق اور صداقت کا ساتھ دیتا ہے ؟ کیا یہ جرم طبیعی بڑی سے بڑی سزا کیلیے کافی نہیں کہ یہ نادان لوگ دوسرے جرموں کو تلاش کرتے اور پوچھتے ھیں ؟ البتہ یہ دوسری بات ہے کہ ارباب ذوق و درد کہیں :

خدا گواہ کہ گر جرم ما همین عشق ست
گناہ گبر و مسلماں بہ جرم ما بخشند !

پس ان امور پر تو همیں بالکل تعجب نہ ہوا ' اور نہ ہونا چاهیے ' البتہ هم کو تعجب ہوگا ' اور صد هزار تعجب ہوگا مسلمانوں کے نئے ادعاء زندگی ' اور جدید دور حسیات ملی و اسلامی پر ' اگر اس موقعہ پر هم انکے اندر کوئی ثبوت زندگی کا نہ پائیں گے - انکی زبانیں خاموش ' انکی آنکھیں موت کے سکتے سے پتھرائی ہوئیں ' اور انکے جسم ایک ٹھنڈی لاش کی طرح اگر بے حس و حرکت ہونگے ! فتعسا للمسلمین ' ان یکونوا من القوم المدفقین !!

یہ واقعہ حسرت موهانی کا نہیں ہے ' بلکہ یہ مرحوم مسلمانوں کے جذبات کی پامالی ' اور جدید اسلامی تحریک کو مذبوح کرنا ہے - حالانکہ سر جیمس مسٹن حسرت موهانی کے پریس کو بند کرسکتے ھیں ' لیکن الحمد للہ کہ انمیں یا انکے کسی هم طریقت میں یہ قوت کبھی بھی آنے والی نہیں ہے کہ وہ سات کروڑ مسلمانوں کے دھڑکتے ہوے دلوں کی حرکت کو ' جنہیں انکا خداے مصلوب نہیں ' بلکہ قاهر و مقتدر اور لایزال و لم یزل خداے توانا ' حرکت میں لا رہا ہے ' ابدی اس سعی باطل سے بند کرسکیں -

هزانر کو یاد رکھنا چاهیے کہ وہ اپنی جگہ سے ہلنا نہیں جانتے مگر الحمد للہ کہ هم ہل چکے ھیں اور اب همارے قدموں کو وہ پیچھے نہیں ہٹا سکتے - انکی خوش قسمتی کا وہ زمانہ گیا ' جبکہ غریب حسرت موهانی کو ' اس قتیل حریت اور فدا کار آزادی کو ' اس مجاهد حق و صداقت اور جانفروش راہ ملت پرستی کو ' اُس امتحان گاہ حریت پرستی کے کوہ ثبات ' اور اُس رزمگاہ صداقت کے سر بکف جاں نثار کو ' پکڑ کے قید کردیا گیا تھا ' اور علی گڈہ کالج کے سکریٹری نے اسکے خلاف شہادت دی تھی - پھر اسکا گھر بار لٹ گیا ' اسکی عزیز کتابوں کو ردی کی ٹوکریوں کی طرح نیلام کیا گیا ' اسکی مسکین و صداقت پرست بیوی اور شیرخوار بچے کو طرح طرح کے جاں فرسا مصائب جھیلنے پڑے ' وہ دو سال تک روزانہ ایک من گیہوں پیستا رہا ' پر اسکی قوم اسکو بھولی رہی اور اسکی ذرا بھی خبر نہ لی - اور اس طرح اس نے بدبختانہ اپنی تاریخ میں همیشہ کیلیے ایک یادگار ذلت و نفرت کو اپنے ہاتھوں سے ثبت کر دیا !

هاں ' هزانر کو معلوم نہیں تو یہ انکی ایک درد انگیز غلطی ہے ' مگر هم ایک خیرخواہ مشیر کی طرح انکو یقین دلاتے ھیں کہ وہ زمانہ گیا ' اور شاید همیشہ کیلیے گیا - اب مسلمان ایسے دس سال پیشتر کے وہ مسلمان نہیں ھیں ' جنکو حکومت کے بعض سحر کار ایجنٹوں نے افریقہ کے مرض النوم میں گرفتار کردیا تھا ' جنکا دین و ایمان قبلۂ حکومت کے طرف استقبال و جوہ ' جنکا قرآن فہر صحیفۂ استعباد و غلامی کی تلاوت ' اور جنکا ذکر و شغل فنا و استہلاک توحید تعبد حکومت و ارباب حکومت تھا ' اور علی گڈہ کالج کے ارکان طیار رہتے تھے کہ جب کبھی کوئی ضرورت مقامی کلکٹر کو پیش آجاے ' تو فوراً گواهی دیکر ' معبد پرستش صاحبان " اولو الامر " کا دوگانۂ عبادت ادا کردیں :

واتخذوا من دون الله آلهة ليكونوا لهم عزا - كلا ' سيكفرون بعبادتهم و يكونون عليهم ضدا ! (١٩ : ٨۴)

اور اِن لوگوں نے اپنے معبود واحد کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے ' تا کہ انکے لیے عزت ہو ! لیکن یاد رہے کہ یہ تو کبھی ہونے کا نہیں - وقت آئیگا جبکہ انکے یہ معبودان باطل انکی عبادت گذاریوں اور عاشقانہ بندگیوں سے انکار کردینگے اور عزت دینے کی جگہ الٹے انکے دشمن ہو جائیں گے !

\+ \+ \+

اب مسلمانوں کی آنکھیں کھل گئی ھیں - خود زمانے نے اور زمانے کی صدا و جنبش نے اُس عمل السحر کا رد عمل کر دیا ہے ' اور اب وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور اپنے کانوں سے سنتے ھیں - اب انکو معلوم ہوگیا ہے کہ حسرت موہانی کون ہے اور کیا ہے ' اور اسکے گذشتہ معاملے کو محض ھندوانی معنی کا ایک مسئلہ سمجھنا انکی کیسی درد انگیز غلطی تھی - اب وہ اچھی طرح جانتے ھیں کہ حسرت موہانی اس وسیع مملکت ھند میں ' جسمیں سات کروڑ مسلمان بستے ھیں ' اپنی حریت دوستی اور صادقانہ جانفروشی کے لحاظ سے تمام مسلمانوں میں ایک فرد فرید ' اور ایک وجود گرانمایۂ وحید ہے - وہ ' جس نے دنیوی آسائش و لذائذ پر جان بازانہ حق کی محبت کے مصائب و مہالک کو ترجیح دی ! وہ ' جو آج تمام مسلمانان ھند میں ایک ھی خوش قسمت ہے ' جسکو راہ حریت میں امتحان عزم و ثبات دینے کی لائق صد رشک ، حسرت ، فرصت کی توفیق ملی ! اور وہ ' جسکے مبارک پاؤں میں ' مقدس جرم حریت خواہی کے پاداش میں ' زندان عقوبت کی زنجیریں ڈالی گئیں ' اور پھر آہ ! وہ زنجیر محبوب ' اور صد رشک و ھزار حسرت اُس زندان مقدس و مطلوب پر ' جو سبیل حریت و حق میں ماہ میں زہروان امتحانگاہ حق و صداقت کو نصیب ہوا !!

ترک جاں در رہ آں سرو رواں این ھمہ نیست
عشق اگر نرخ نہد قیمت جاں این ھمہ نیست

* * *

یہ بالکل ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ اس ضمانت کا سبب براہ راست اس سعی و جہد کے سوا کچھ نہیں ہے ' جو جناب حسرت نے حال میں اسلامی مصائب حادثات سے متاثر ہوکر غیر ملکی مصنوعات کے مقابلے میں کی تھی ' اور باقی کاموں کیطرح اپنی عملی کوشش سے بعض کامیاب نتائج پیدا کردیے تھے - علی الخصوص علی گڈہ میں کئی دکانیں کھل گئیں ' اور باوجود مرکز وحدت استبداد و غلامی ہونے کے ' ھلال احمر فنڈ اور جذبات محبت اسلامیہ کے ابراز مظاہر میں وہ دیگر شہروں کے دوش بدوش رہا - یہ باتیں مہینوں سے کھٹک رہی تھیں ' اور کسی فرصت مناسب کا انتظار کیا جا رہا تھا - فرصت قانونی تو نہیں ملی ' مگر اشتداد و ھیجان غیظ و غضب اس درجہ مستولی ہوا کہ وہ قوت ضبط و تحمل ' جسکا دلفریب ظہور تقریروں اور سرکاری مواعظ میں ہوا کرتا ہے ' داعی جذبات کے آگے قائم نہ رہسکا ' اور ضمانت کا فرمان نادری صادر ہوگیا - پس افسوس اس شکست فاحش پر ' جو دماغ حکمرانی کو جذبات قلب انسانی کے مقابلے میں ملی ' اور ھزار اسف اُس غلطی پر ' جو انشاء اللہ نقصان ھلاکت پہنچانے کی جگہ ' ایک سرچشمۂ آب حیات ثابت ہوگی - وما ذالک علی اللہ بعزیز !

تین ھزار روپیے کی ضمانت پریس ایکٹ کی مقدار مقررہ انتہائی کے اندر ضرور ہے ' لیکن عملاً پانچ سو یا ھزار روپیے سے زیادہ طلب نہیں کی جاتی ' اور صرف ایک دو مثالیں دو ھزار کی سنی گئی ھیں - پھر ھز آنر سر جیمس مسٹن بالقابہ کا دربار سطوت و جلال نہیں معلوم اتنی بڑی سنگین رقم ضمانت کیلیے کیا وجہ بیان کرسکتا ہے ؟

گورنمنٹ اس سے بے خبر نہیں کہ اردو پریس اور اسکے مالک کی کی حالت کیا ہے ؟ حسرت موہانی جب قید سے رہا ہوکر آیا تو کوئی چیز اس دنیا میں ایسی باقی نہ تھی ' جو اسکے لیے ذریعہ تقویت مال ہوتی - ڈیڑہ دو روپیہ ماہوار کرایے کا ایک جھونپڑا ہے ' جسکے اندر ایک چھوٹی سی صحنچی اور ایک کوٹھری ہے ' اور باہر بھی اتنی ھی مکانیت ہے - اندر وہ مقید حریت مع اپنی کرم و نباب بیوی کے خود رہتا ہے ' اور باہر ایک کاٹھہ کا دستی پریس اور دو چار پتھر ھیں - بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ خود اُسی نے اپنے ھاتھوں سے اردوے معلی کی کاپیاں لکھی ھیں ' خود ھی پتھر پر جمائی ھیں ' اور خود ھی پریس چلا کر چھاپا ہے !

یہ کل کالذات اردو پریس اور اسکے مالک کی ہے - کوئی دوسرا ذریعۂ آمدنی نہیں ' اور نہ اُسکی طبع غیور کسی کی شرمندۂ احسان ہونا پسند کرتی ہے - اردوے معلی کے دو چار سو خریدار ھیں - اُسکی قیمت سے شاید چند روپیے مہینے میں بچ رہتے ھیں ' اور اُسی سے دو وقت کی روٹی کھاکر نشۂ آزادی کی بیخودی ' اور دولت لازوال حق و صداقت کے غناء غیرفانی سے مست رہتا ہے !

مبیں حقیر گدایان عشق را ' کیں قوم
شہان بے کمر و خسروان بے کلہ اند

اصلی دولت دل کی دولت ہے ' اور غناء فقر کے آگے دنیا کے تمام ساز و ساماں ھیچ ھیں - جو فقر و فلاکت کی زندگی حق و حریت کی محبت میں گرد و خاک دربسر ہو ' وہ چاندی سونے کے بنے ہوے اُن ایوان تعیش سے ھزار درجہ بہتر ہے ' جنکے اندر حق کے چراغ کی روشنی نہو - خدا کے دروازے کا فقیر ہونا ' دولت و بندگان دولت کے امیر ہونے سے کیا بہتر نہیں ؟ یہی تو اس راہ کے منازل امتحان ھیں -

و لولا ان یکون الناس امۃ واحدۃ لجعلنا لمن یکفر بالرحمن لبیوتہم سقفا من فضۃ و معارج علیہا یظہرون ' و لبیوتہم ابواباً و سررا علیہا یتکئون و زخرفا ' و ان کل ذالک لما متاع الحیاۃ الدنیا ' والآخرۃ عند ربک للمتقین !! (۴۳ :)

اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک ھی طریقہ کے ہوجائینگے تو ساز و ساماں دنیا تو ہمارے یہاں اس درجہ حقیر و ذلیل ہے کہ جو لوگ منکران حق اور پرستاران دنیا ھیں ' انکے گھروں کی چھتیں ھم چاندی کی بنادیتے اور چاندی ھی کی سیڑھیاں ہوتیں ' جن پر چڑھکر وہ چھت پر پہنچتے - اور چاندی ھی کے دروازے ہوتے اور چاندی ھی کے تخت ' جنپر وہ تکیے لگاکر بیٹھتے ' اور نہ تو مثال کیلیے چاندی کی قید لگائی گئی ' سمجھو اور کہ چاندی نہیں بلکہ یہ سب کچھ خالص سونے ھی کا بنا دیا جاتا ' لیکن پھر بھی یہ تمام ساز و ساماں اس دنیا کی زندگی کے چند روزہ فائدے ھیں اور آخرت کی نعمتیں تو اللہ کے پاس صاحبان اتقاء و حق ھی کیلیے ھیں !!

ان حالات کے ساتھہ ایک ایسے فقیر زندگی شخص سے تین ھزار روپیے کی ضمانت طلب کرنا ' یقیناً ایک ایسا واقعہ ہے ' جو برٹش انڈیا کی تاریخ میں گورنمنٹ کے اظہار سطوت و اجلال کو ہمیشہ یاد دلاتا رہیگا !

* * *

با ایں ھمہ صوبجات متحدہ کی گورنمنٹ کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ تین ھزار کی ضمانت ایک سچے خادم ملک و ملت کے جد و جہد کو فنا کردینے کیلیے کوئی کارگر آلہ نہیں ہے - یہ ابھی چند لمحوں اور منٹوں کے اندر ھمارے اختیار میں ہے کہ اس تین ھزار کے لاہوں پیسے اور دھیلے بنا کر ' ایک ایک مسلمان سے وصول کریں ' اور اسکا ڈھیر ھز آنر سر جیمس مسٹن بہادر کے پرھیبت و جلال قصر حکومت کی ڈیوڑھی پر لگا دیں - تا کہ انکو بھی معلوم ہوجاے کہ انکے تخت فرمانروائی پر قدم رنجہ فرمانے سے پہلے ھی دنیا بدل چکی ہے ' اور اب جو کچھہ حسرت موہانی سے مانگا جا رہا ہے ' وہ حسرت موہانی سے نہیں ' بلکہ تمام مسلمانوں سے مانگا جا رہا ہے ' اور جو

کچھہ اس قدر ملت کے ساتھہ کیا جا رہا ہے' وہ اسکی نہیں' بلکہ اسلامی جذبات کی پامالی ہے' اور اسکی چوٹ ہر مسلمان کے دل پر براہ راست لگی ہے - وہ وقت گیا' جب قومی معاملات کو اشخاص کا معاملہ بنا کر مسلمانوں کو غافل کردیا جاتا تھا' اور حق و آزادی کو صرف ہندوؤں کے سر باسم بغاوت تھوپ کر' خود ہماری قوم ہی کے مفسدین و مغرورین کو ہمارے سامنے ابھار دیا جاتا تھا -

ہم نے ان دو دنوں کے اندر ہی اس کی تحریک شروع کردی ہوتی' لیکن صرف یہ خیال مانع آیا کہ خود اڈیٹر اردوے معلی کے انتظامی مصالح کو پہلے معلوم کرلینا چاہیے کہ وہ آیندہ مستقل پریس کو مفید سمجھتے ہیں' یا اور کوئی انتظام دوسری طرح کا کرنا چاہتے ہیں' تاکہ یہ دو چار ہزار روپیہ کیوں حکومت کے خزانے کے سپرد کیا جاے' اور کیوں نہ اردوے معلی کی کوئی عمدہ تفویت و اصلاح اور ان کے کاموں کی ترقی کیلیے صرف ہو - ہم نے انکو اطلاع دیدی ہے کہ سردست پچاس روپے کی رقم مدیر الہلال کے طرف سے آیندہ انتظامات کیلیے قبول کریں' اور ایک امدادی فنڈ کی بنیاد پڑ جاے - جواب کے انتظار کی مہلت نہیں ہے کہ یہ آخری فارم چھپ رہا ہے - پس آیندہ ہفتے تک اس مسئلۂ اہم کا فیصلہ ہو جاے گا -

ہم کو امید ہے کہ صوبجات متحدہ کی کونسل کی اولین فرصت میں اسکی نسبت سوال کیا جائیگا - حصول انصاف کیلیے نہیں' بلکہ صرف اعلان امر کیلیے - ہم اپنے سرگرم دوست جناب آنریبل خواجہ غلام الثقلین صاحب کو توجہ دلاتے ہیں' کہ وہ اس معاملے کی نسبت سب سے پہلے سوال کریں - ایسا نہو کہ گذشتہ زمانے کی طرح کونسل ہال میں کسی مسلمان ممبر کو اپنے ایک برادر ملت کے مصائب کی نسبت کچھہ کہنے کی جرات نہو' اور ایام زنداں کے مصائب کی نسبت سوال کرے بھی تو ایک قابل ہندو ممبر' یعنی آنریبل گنگا پرشاد ورما !

سید نذیر ہاشمی اور علی گڈہ کالج

مجھہ کو ایک دوست کے ذریعہ اس واقعہ کی اطلاع ملی' اور اب اردوے معلی کی تازہ اشاعت میں اسکی تفصیل چھپی ہے - مسٹر ہاشمی ایک ذہین و قابل اور پر جوش طالب علم ہیں' جو کچھہ عرصے پہلے تکمیل تعلیم کا خیال چھوڑ کر دفتر ہمدرد میں آگئے تھے' اور اسکے بعد کسی سبب سے چلے آئے اور بی - اے کی تکمیل میں مشغول ہوگئے - انہوں نے کالج کے اندر مختلف موقعوں میں جنگ طرابلس و بلقان کی نسبت اظہار حسیات و جذبات اسلامیہ میں حصہ لیا تھا' بعض پر جوش نظمیں لکھی تھیں' اور ان امور کا حس و درد اپنے اندر رکھتے تھے -

بظاہر حالات میری معلومات صرف یہی ہیں -

تازہ واقعہ یہ ہے کہ وہ کالج کے بورڈنگ سے بجبر نکالدیے گئے' اور اس عالم مظلومی میں' کہ رات کا وقت تھا' آندھی زور سے چل رہی تھی' پانی لگاتار برس رہا تھا' اور پھر جس طالب علم نے رات کو انہیں کھانا کھلایا' اسکو بھی بجرم اعانت مجرم نکالدیا گیا -

یہ' اور اس سے زیادہ افسوس ناک واقعات سے مملو مراسلات میرے پاس پہنچی ہیں' - ان میں ظاہر کیا گیا ہے کہ ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب موجودہ قائم مقام پرنسپل نے محض انکے اسلامی مسائل پر اظہار جوش کی بنا پر یہ سب کچھہ کیا - میں نے تصدیق حال کیلیے ڈاکٹر صاحب کیخدمت میں تار بھیجا' جسکے جواب میں وہ زعمات مندرجۂ اردوے معلی کی تغلیط کرتے ہیں - ایسی حالت میں ضرور ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے ذاتی بیان کا پہلے انتظار کرلیا جاے - امید ہے کہ انہوں نے تار کے بعد کوئی والا نامہ اس بارے میں ضرور ارقام فرمایا ہوگا' اور اسکے بعد میں پھر بتفصیل و تشریح لکھونگا' جو کچھہ اس بارے میں لکھنا ہے -

بطل ادرنہ غازی شکری پاشا

رجل العالم و رافع منار الاسلام ! !

ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام ما !

ایک چراغ سے ہزاروں چراغ روشن ہو جاتے ہیں - آگ کی ایک چنگاری بڑے بڑے آتشکدوں اور تنوروں کو شعلوں سے بھر دیتی ہے' ایک بیج صدہا شاخیں' اور ہزاروں پھل پیدا کر دیتا ہے - باران رحمت الہی کا ایک شاداب دن' پوری فصل کو سرسبز کر دینے کیلیے کافی ہوتا ہے - موتی کا ایک بڑا دانہ' پورے ہار کی عزت بڑھا دیتا ہے - ہیرے کا ایک درخشندہ ٹکڑا پورے تاج کے حسن و جمال کیلیے بس کرتا ہے - کیوڑے کا ایک درخت پورے باغ کے معطر ہونے کیلیے' گلاب کا ایک قیمتی پھول پورے ایوان و منزل کی رونق کیلیے' اور یہ تمثیل سادہ تر' ایک چراغ پورے کمرے کی روشنی کیلیے کافی ہوتا ہے !

یہی حال قوموں اور ملکوں کا بھی ہے - قوموں میں جب زندگی آتی ہے تو ہزاروں افراد کے ذریعہ نہیں' بلکہ ہمیشہ سرچشمۂ حیات ایک' یا ایک سے زیادہ چند نفوس قلیلہ و معدودہ ہی میں ہوتا ہے - اس عالم کی زندگی قوموں سے ہے' مگر قوموں کی زندگی صرف اشخاص کے دم سے وابستہ ہے - سر زمین انسانیہ میں جب ایک عمدہ بیج بار آور ہو کر سر اٹھاتا ہے' تو اس سے صدہا شاخیں پھوٹتی ہیں' اور ان میں ہزارہا تر و تازہ پھل لٹکنے لگتے ہیں -

پس باغ کی زمین کی طرح' اس سر زمین کی شادابی کیلیے بھی بہت سی خار دار اور بے ثمر جھاڑیوں اور درختوں کی ضرورت نہیں ہے' بلکہ صرف ایک ہی درخت کی -

ایک ہی انسان چاہیے' جو انسان ہو' اور ایک پوری قوم اور ایک پورے ملک کو زندہ کردے - اس عالم کی رونق اقوام کے دم سے ہے' مگر اقوام کی زندگی صرف اشخاص ہی کے دم سے وابستہ ہے - قومیں مرتی ہیں اور زندہ ہوتی ہیں - لیکن انکی موت و حیات کے یہی معنی ہیں کہ پہلی صورت میں ان نفوس عالیہ سے خالی ہو جاتی ہیں' جنکے دم سے انکی زندگی وابستہ تھی' اور دوسری حالت میں انکے اندر ایسے وجود قدسیہ موجود ہوتے ہیں' جو اپنی زندگی کے سر چشمے سے پوری قوم کے کشت اقبال کو سرسبز و شاداب کردیتے ہیں -

کیا نہیں دیکھتے کہ کتنے آدمی ہیں' جنکا مرنا قوموں کا مرنا ہوتا ہے' اور کتنے ہیں' جو اپنے ظہور کے اندر ایک پوری قوم اور ملک کی زندگی کو پوشیدہ رکھتے ہیں ؟

قیس سا پھر کوئی اٹھا نہ بنی عامر میں
فخر ہوتا ہے گھرانے کا سدا ایک ہی شخص !

* * *

یہ قاعدہ طبیعی ہے کہ کوئی زمین خواہ کیسی ہی بنجر اور خواہ کتنی ہی اسباب و وسائل کشت کاری اور تربیت و پرورش ذرعی سے محروم ہو' لیکن اگر اسکی قوت نشوونما بالکل معدوم نہیں ہوگئی ہے' تو اسکا کوئی نہ کوئی گوشہ سرسبز' اور کوئی نہ کوئی بیج سربز اور نظر آئیگا' اور ایسا ہونا اس امر کی دلیل سمجھا جاے گا' کہ گو اس زمین کو اپنے خزانہاے نباتاتی کے ظہور کے وسائل حاصل نہیں' اور اسباب و ذرائع سے محروم ہوکر بنجر اور غیر شاداب سی ہوگئی ہے' تاہم اسکی قوت

نشو و نما اب تک آمادۂ ظہور و ارتقا ہے - اور اگر دہقان کا ہاتھ اور باران رحمت کی نظر مہر میسر آجاے' تو فوراً اسکی حالت میں انقلاب عظیم ہو جا سکتا ہے -

بعینہ یہی حال سرزمین حیات ملة کا بھی ہے - گو اسکی تمام سطح سرسبزی و شگفتگی کی جگہ' خشکی و وحشت کا منظر ہو' تاہم اگر کسی ایک گوشے میں بھی چند سبز شاخیں اور پتے نظر آ رہے ہوں' تو نا امید نہ ہونا چاہیے' اور سمجھنا چاہیے کہ اسکی قوت نشو و نما ابھی تک فنا نہیں ہوئی' اور دہقان کی محنت' اور ابر کی بخشش اگر ساتھ دیں' تو کچھ بعید نہیں کہ یہی وحشت کدۂ زمین' ایک جنت سماوی بن جاے!

* * *

آج صدیوں سے سرزمین اسلام پر جو تنزل و انحطاط قلب و دماغ طاری ہے' اس کا منظر یقیناً درد انگیز ہے' لیکن اس مایوسی میں جو چیز امید دلانے والی ہے' وہ صرف یہ ہے کہ با ایں ہمہ' خشک سالی اور قحط کے آثار گو ہر طرف ہیں' مگر زمین اب تک بنجر اور شور ثابت نہیں ہوئی ہے - یہ ضرور ہے کہ وہ زمانۂ شاداب اور وہ موسم نمو خیز اب چلا گیا' جب ہماری سرزمین کے ایک ایک ذرے سے ناموران عالم اور ابطال ملت اٹھتے تھے' اور دنیا کی تاریخ کے بڑے بڑے صفحوں پر قابض ہو جاتے تھے - تاہم اب بھی جب کبھی اسباب و وسائل ظہور جمع ہو جاتے ہیں تو کہیں نہ کہیں سے صداے ابطال و امجاد کانوں میں آجاتی ہے' اور عالم اسلامی کا کوئی نہ کوئی گوشہ اوصاف و خصائل گراں مایہ کا نمونہ پیش کر دیتا ہے - اور اسطرح یقین ہو جاتا ہے کہ زمین کی قوت نشو و نما ابتک معدوم نہیں ہوئی' اور یاس و قنوط کے وقت میں ابھی دیر ہے - اب بھی اگر اس زمین کی درستگی کی جاے' اور وسائل ذرائع مہیا ہو جائیں' تو اسکا چپہ چپہ گلہاے عطر بیز اور درخت ہاے شاداب سے لہلہا سکتا ہے:

ذالك بان الله هو الحق'	اسلیے کہ الله اور اسکی پر اسرار قوتیں
و انه يحي الموتى'	بر حق ہیں' اور اسلیے کہ وہ مردوں کو
و انه على كل شئ قدير!	زندہ کر دیتا ہے' اور نیز اسلیے کہ وہ
(۲۲ : ۷)	ہر مشکل سے مشکل بات پر قادر ہے!

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد

* * *

موجودہ دور اسلام کا ایک ایسا ہی فرزند جلیل' و وجود نبیل' سرنامۂ صحیفۂ عظمة و اجلال' و رافع منار الملة و الاسلام - الرجل العالم .

بطل ادرنہ غازی شکری پاشا

(متع الله المسلمين بطول حياته' و حفظ وجوده' من شر اعدائه) ہے -

جبکہ جنگ بلقان کی پوری تاریخ ہمارے لیے درد انگیز و جانکاہ تھی - جب کہ ملکوں پر ملکوں کے نکلنے' اور شکستوں کے کھانے کی خبریں مسلسل و غیر منقطع تھیں - جبکہ مایوسی کی ایک گھٹا تھی' جس نے ہر طرف سے ہمیں گھیر لیا تھا - جبکہ حسرت کے ساتھ تاریخ کے گذشتہ صفحات کو ہم پڑھتے' اور اپنی موجودہ نامرادیوں کے ساتھ انکا مقابلہ کرتے تھے - جب کہ تاریخ عثمانی کی فتح مندی داستانیں ہمیں یاد آتی تھیں' اور ہم متعجب ہو ہو کر ایک دوسرے سے پوچھتے تھے' کہ اگر آج محمد فاتح' سلیم ثالث' اور بایزید یلدرم دنیا سے نابود ہوگئے ہیں' تو کیا کوئی عمر پاشا' احمد طوسون' اور عثمان پاشا بھی ترکوں میں باقی نہیں رہا؟ یعنے جبکہ غیروں کی فتح مندیوں نے ہمارے دلوں کو دو نیم' اور اپنی نامرادیوں نے ہماری عزت ہزار سالہ کو سرنگوں کر دیا تھا' تو پھر جنگ کے آخری ایام میں ایک ایسی پیکر شجاعت و بسالت' سلون آہنین عزم و ثبات مدافعة' قہرمان دفاع ملی' بلکہ سار لواے عزت اسلامی' اسلام پرست ارجمند و غیور' و جانفروش ملک و وطن معبود کا وجود عظیم و جلیل تھا' جو ظلمت ناکامی میں نور درخشندۂ حرب دفاع و استقلال' اور ضیاء تابان عظمت و جبروت و اجلال بنکر سماء مجد خالد پر نظر افروز نظارہ گیان عالم ہوا' اور اپنے حیرت انگیز خوارق دفاع' اور محیر العقول عزم و ثبات سے اس دور ناکامی و نامرادی میں عزت اسلامی و مجد عثمانی کو نابود و فنا ہونے سے بچا لیا!!

فالسلام عليك يا قدوة الابطال! والسلام عليك يا زبدة الامجاد!!

* * *

قوموں کی زندگی اپنے ناموران ابطال کی عزت و یاد سے وابستہ ہے - محاصرۂ ادرنہ نہ صرف تاریخ اسلام بلکہ باتفاق موافق و مخالف' تمام تاریخ حرب عالم میں درجۂ اعزاز سے نمایاں ہے - تاریخ قریب کے مشہور محاصرے مثل پیریس' سباسٹو پول' پلیونا' لیڈی اسمتھ' اور پورٹ آرتھر ہمارے سامنے ہیں' اور جب تمام حالات و واقعات کا مقابلہ کرتے ہیں' تو یہ آخری محاصرہ' محاصرے کے ہر پہلو' بلکہ عام جزئیات تک میں اپنا نظیر و مماثل نہیں رکھتا -

اس واقعہ کی عظمت نے یورپ کے ارباب بینش و انصاف کی گردنیں جھکا دی ہیں - فرانس اور جرمنی کے فوجی حلقوں اور مشہور اخبارات نے تحریکیں شروع کردی ہیں کہ اس دفاع عظیم کے اعتراف کے ثبوت میں انکے ملک و قوم کی طرف سے غازی شکری پاشا کو تحائف دیے جائیں - مصر میں بھی اسکی تجویز ہو چکی ہے' اور ترکوں نے تو اسکا سامان بھی کر دیا ہے -

تذکار شکری پاشا

بطل ادرنہ کا مسلمانان ہند کی طرف سے اعزاز و احترام!

ایسی حالت میں ضرور ہے کہ مسلمانان ہند بھی اس موقعہ پر اس اعزاز ملی میں حصہ لیں' اور بطل ادرنہ کی خدمات اسلامیہ کے اعتراف کی کوئی پر اثر یادگار قائم کریں - یہ یادگار صرف "شکری پاشا" کی یادگار نہوگی' بلکہ اسلامی دفاع و جانفروشی کا اس دور آخری میں ایک مقدس عظمت و احترام ہوگا - وہ ایک طرف موجودہ نسل اسلام کے اس فرزند جلیل کی عزت کا اعلان کریگا' دوسری طرف سقوط ادرنہ کے اس داغ کو موجودہ مصائب کے داغہاے گوناگوں اور زخم ہاے بے شمار کے ساتھ' ہمیشہ ہمارے دلوں کی جنبش اور ہماری غیرتوں کی بیداری کیلیے تازہ رکھے گا' جو ہماری غفلت و سرشاری کی بدولت' ہماری عزت کی پیشانی پر غیروں کے ہاتھوں لگ چکا ہے -

لیکن یہ یادگار کیونکر ہو؟ اسکا بہترین اور مفید طریق کیا ہو؟ کوئی تحفہ ہو جیسا کہ فرانس و جرمنی اور مصر کی جانب سے پیش ہوگا؟ یا کوئی ایسی تجویز ہو' جو خود ہندوستان میں قائم ہو' اور جو کسی اہم ضرورت وقت کو پورا کرنے کے ساتھ بحالت موجودہ سہل و آسان بھی ہو؟ میں چاہتا ہوں کہ اسکی نسبت ارباب فکر و راے غور فرمائیں' اور اپنی اپنی رائیں صفحات الہلال یا دیگر اخبارات میں شائع کریں - خود میری راے اسکی نسبت قائم ہو چکی ہے' مگر آخری نہیں ہے' اور انشاء الله اسکو تمام رایوں کے وصول ہو جانے کے بعد ظاہر کرونگا -

ادبیات

عدل فاروقي کا ایک واقعہ

ایک دن حضرت فاروق نے منبر پہ کہا : * " میں تمہیں حکم جو کچھہ دوں تو کروگے منظور ؟ "
ایک نے اُٹھہ کے کہا یہ کہ " نہ مانینگے کبھي * کہ ترے عدل میں ہم کو نظر آتا ہے فتور
چادریں مال غنیمت میں جو آپ کے آئیں * صحن مسجد میں وہ تقسیم ہوئیں سب کے حضور
ان میں ہر ایک کے حصہ میں فقط ایک آئي * تھا تمہارا بھي وهي حق کہ یہي ہے دستور
اب جو یہ جسم پہ تیرے نظر آتا ہے لباس * یہ اُسي لوٹ کي چادر سے بنا ہوگا ضرور
مختصر تھي وہ ردا ' اور ترا قد ہے دراز * ایک چادر میں ترا جسم نہ ہوگا مستور
اپنے حصے سے زیادہ جو لیا تو نے ' تو آپ * تو خلافت کے نہ قابل ہے نہ ہم ہیں مامور "

* * *

گرچہ وہ حد مناسب سے بڑھا جاتا تھا * سب کے سب مہر بہ لب تھے چہ اناث و چہ ذکور
روکدے کوئي کسیکو ' یہ نہ رکھتا تھا مجال * نشۂ عدل و مساوات سے تھے سب مخمور

* * *

اپنے فرزند سے فاروق معظم نے کہا : * " تم کو ہے حالت اصلي کي حقیقت پہ عبور
تمہیں دیسکتے ہو اِسکا مري جانب سے جواب * کہ نہ پکڑے مجھے محشر میں مرا رب غفور "

* * *

بولے یہ ابن عمر سب سے مخاطب ہوکر : * " اس میں کچھہ والد ماجد کا نہیں جرم و قصور
ایک چادر میں جو پورا نہ ہوا اُن کا لباس * کر سکي اِسکو گوارا نہ مري طبع غیور
اپنے حصے کي بھي میں نے اُنہیں چادر دیدي * واقعہ کي یہ حقیقت ہے ' کہ جو تھي مستور "

* * *

نکتہ چیں نے یہ کہا اُٹھہ کے کہ ہاں اے فاروق * حکم دے ہم کو ' کہ اب ہم ہیں مانینگے ضرور

(شبلي نعماني)

غزل

چندے گرہ کشائے خم زلف بودہ ام * تا رفتہ رفتہ کار بہ بند قبا رسید
در کار عشق دیدہ وری شرط بودہ است * ہر کس نظر کشود و تماشا بما رسید
زلفش دکان مشک فروشي کشادہ است * این مژدہ ام بگوش ز باد صبا رسید
بیچارہ دل میان دو قاتل فتادہ است * ناوک کشاد غمزہ و ناز از قضا رسید
شوخے کہ از غرور بہ خود هم نمي رسد * عذرش بنہ اگر نتواند بما رسید
قاصد ہزار گونہ سخن ساخت در پیام * بے چارہ گشت چون بہ سر مدعا رسید

(شبلي نعماني)

الاتحـــاد الاســـلامي

از خامهٔ حضرت کاتب مدیر جلال نوری بک

اتحاد اسلامي ' خلافت ' اور مسئلۂ مصریه کی بابت میرے خیالات' میرے ان اقوال سے معلوم ہوچکے ہیں جو اخبار اللواء نقل یا اقتباس کیا کرتا تھا' مگر آج پھر یه مضمون اسلیے لکھرہا ہوں که مجمله ان خیالات دیرینه کو اپنے مصري اور ترکي بھائیوں کے سامنے پیش کروں' کیونکه ان خیالات کو شاهي رعایا کے رشتۂ الفت کے استحکام اور بقیه قواۓ سیاسیۂ اسلامیه کے ثبات کے لیے سودمند سمجھتا ہوں -

یورپ صرف انہی لوگوں کو پسند کرتا ہے ' جنکا نشو و نما مغربی اصول یعنی وطنیت و جنسیت کي تقدیس پر ہوا ہو - لیکن عربوں' ترکوں' مصریوں ' هندوستانیوں ' افریقیوں ' عرض اسلامي قوموں میں سے کسی میں بھي اختلاف جنسیت کا اثر نہیں - کیونکه اسلامي تعلیم میں نه جنسیت کي بنیاد ہے اور نه اسکا اثر - اسلام نے تو یه کہا ہے که تمام مسلمان ایک قوم ہیں - اگر بعض اجنبي سلطنتوں کے مسلمان خلیفة المسلمین کي تقدیس اور اقرار بیعت کے باوجود اپنے آپ کو ایک جداگانه قوم سمجھنا چاہتے ہیں ' تو یه انکي سخت غلطي ہے جسکي وجه اسکے سوا اور کچھه نہیں که وہ تعلیم اسلامي کي روح سے نا واقف ہیں -

اسلام (جیسا که رینان کہتا ہے) " ایک زلزله انگیز و محیر العقول طاقت ہے' جو لغت ' جنسیت ' وطنیت ' طبیعت ' اور مزاج کے اختلاف کے باوجود' اپنے حلقه بگوشوں کو ایک کردیتي ہے - "

بنابریں میں کہتا ہوں که یورپ کا مذهب استعمار جہاں تک ہوسکے دنیا میں پھیلے اور عام ہو' اور دول یورپ ایشیا ' افریقه ' اور اوقیانوس کے ممالک میں سے جسقدر چاہیں ضم کرلیں - پر یه تمام فتوح و استعمار مسلمانوں کے رشتۂ اخوت و الفت کو منقطع نہیں کرسکتا - بلکه اسکے برعکس ان سلطنتوں کا ظلم و ستم جسقدر زیادہ ' اور تعدي و توہین جسقدر گراں ہوگي' اسیقدر عالم اسلامي کي بیداري اور احساس دونوں زیادہ ہونگے - پولینڈ نے ' جسکو جماعتوں کے باهمي اختلافات و منازعات نے اسدرجه پارہ پارہ اور پامال کردیا تھا که وہ اپنا اتحاد قومي اور جذبۂ وطني تک بھولگیا تھا ' اسیوقت اپنا گم کردہ احساس دوبارہ پیدا کیا' اور رشتۂ ملي و وطني کي حقیقت اور قدر و قیمت سمجھي' جب روس ' آسٹریا ' اور پروشیا نے اسکو باهم تقسیم کرلیا - اسوقت تمام پولینڈ مدافعت کے لیے اٹھکھڑا ہوا اور ہوا' جو کچھه که ہونا تھا -

پس انگریزوں کا مصر میں احتلال ' فرانس کا تونس اور الجزائر پر قبضه اور مراکش کو نگلجانا (گو حلق میں پھنسگیا ہے) اطالیا کا دولت عثمانیه کے مقابلے میں اعلان جنگ ' طرابلس اور بنغازي کو بزور اسلحه زیر کرنے کے لیے' وغیرہ وغیرہ ' وہ مصائب ہیں' جنہوں نے عالم اسلامي کو بیدار کردیا ہے - حتی که مراکش کے قبائل ' جو همیشه تاخت و تاراج میں مصروف رہتے تھے ' جنکے دل میں اپنے همسایوں کو زک دینے یا نقصان کي فکر همیشه پوشیدہ رہتي تھی' جو ان امور کے علاوہ کسي اور امر پر غور کرنا جانتے ہي نه تھے' اب ترقي کے شائق ہیں اور ملي و قومي رابطه اتحاد کو مستحکم کرنے کي کوشش کر رہے ہیں -

بیشک نصارا میں رومي ' قبطی ' فرانسیسي ' ارمني ' انگریز وغیرہ وغیرہ ' مختلف جداگانه قومیں هم کو ملینگی ' مگر اسلام میں اس جنسي تقسیم کا اثر نہیں - ایک رومي ایک فرانسیسی کو اجنبي سمجھتا ہے تو سمجھے ' مگر ایک هندوستانی مسلمان ایک افریقي مسلمان کو اپنا بھائي سمجھتا ہے - یاد رکھنا چاہیے که پیرس یا مارسیلز کا باشندہ جس نظر سے لیون یا نانس کے باشندے کو دیکھتا ہے ' اسی نظر سے ایک دہلي مسلم ایک قزاري یا جاوي مسلم کو دیکھتا ہے' بلکه اس سے زیادہ محبت آمیز و اخوت آگیں نظر سے -

اسلام تمام اعتبارات سے برتر ہے - اسلام اقوام عالم میں ایک عالمگیر برادري یا اخوت ہے - بلاد اسلامیه میں نصراني سلطنتوں کے مکاتب و مدارس خواہ کتنے ہي پھیلیں ' اور انکے اموال و مصنوعات کتنے ہي رائج ہوں' مگر یقیناً یه چیزیں اس رشتے کو نه توڑ سکینگي -

جلالتمآب سلطان المعظم کا مرتبه بحیثیت خلیفة المسلمین کے انکے اس مرتبه سے صدہا درجه زیادہ ارفع و اعلی ہے ' جو ان کو بحیثیت شاهنشاہ دولت عثمانیه ہونے کے حاصل ہے - مقدم الذکر صورت میں وہ تمام عالم اسلامی کے بادشاہ ہیں - یه ایک ایسی طاقت ہے - جسکا ہر شخص اعتراف و احترام کرتا ہے - اس طاقت کا فرض ہے که آجکل ظاہر ہو اور ایسے عملي نظام و تنسیق کے ساتھه' جو اسکے مناسب ہو' تا که اگر یورپ اپنے مادي مصالح کا پاس کرنا چاہے تو اس کا فرض ہو که دولت عثمانیه کی مخالفت سے اجتناب کرے - میں پوري جرات سے کہتا ہوں که آیندہ خلافت اسلامیه کی حفاظت کا کوئي طریقه اس سے بہتر نہیں ملسکتا -

یورپ کا خیال ہے که مشرق میں عموماً اور عالم اسلامي میں خصوصاً ' ایسا عام کوئي اثر نہیں ' مگر وہ اسکي غلطي ہے - بیشک یه معلوم ہے که سیاسی جماعتوں کے اختلافات یہاں اسقدر عظیم الشان نہیں ہوتے ' جتنے که اور جگه ہوتے ہیں - مگر جب که مذهبي اختلاف ہو اور بحث و نزاع میں مذهب کی عزت کا سوال پیدا ہوجاے تو افریقه کا حبشي بھي (جو تمدن میں کمترین درجه سمجھا جاتا ہے) اپنے مذهب عزیز کي مدافعت میں آواز بلند کرنے لگتا ہے -

دولت عثمانیه اتحاد اسلامي کا محکم ترین ستون ہے اور اسکا فرض ہے که اس سے جائز طور پر مستفید ہو - نیز عالم اسلامی سے خود دولت عثمانیه کو شوکت و قوت حاصل ہوتي ہے -

مصر جو اپنے آپ کو آزاد کرنے' اپني سرسبزي سے متمتع ہونے' اور اپني گذشته عظمت کو دوبارہ حاصل کرنے کے لیے کوشش کر رہا ہے' دولت عثمانیه کا ایک جزو غیر منفصل ہے - اسکو هم دولت عثمانیه کے لیے منجمله اسباب ترقي و رفعت شان کے سمجھتے ہیں -

افسوس ہے که بعض نوجوان ' جنہوں نے واقعي اپنی عزت کو محسوس کیا ہے' ان خیالات سے ناواقف ہیں' جو انکے متعلق یورپ کے حلقوں میں دائر و سائر ہیں - یورپ چاہتا ہے که اپنے تمدن کي برقلموني سے انکو اپنے آپ میں جذب کرلے اور حقیقت سے اندھا

کردے - ہمارا کمال و تقدم ہر مشرقی سے نفرت، اور ہر مغربی کی تقلید کے ساتھہ وابستہ نہیں، بلکہ ہماری خوش بختی اور کامیابی ایسی اشیاء میں مضمر ہے جو مشرق اور اہل مشرق کی ترقی کا باعث ہوں -

اگر ہم اپنے قومی عادات و خصائل کو چھوڑ دینگے تو ہم صفحہ ہستی سے مٹ جائینگے - لیکن اگر ہم اپنے قومی عادات کو مضبوط پکڑے رہینگے، سختی کے ساتھہ اپنے اخلاق کے پابند ہونگے اور اپنے مذہبی تمدن کی تعلیمات کی طرف رجوع کرینگے تو ہمیں ہماری گذشتہ عظمت پھر حاصل ہو جائیگی، اور ترقی یافتہ قوموں کی صف میں داخل ہو جائینگے -

ولایات متحدہ امریکہ اور جاپان، جنکا رشتہ اتحاد وطنیت ہے، مغربی نفوذ کی حلقہ بگوشی اور مدہوشی کے تذلل و انکسار کی وجہ سے دول عظمی میں شمار نہیں کی گئیں، بلکہ اسکے برعکس ان دونوں سلطنتوں کو یہ مرتبہ صرف مغربی کورانہ تقلید اور اسکے نفوذ کی حلقہ بگوشی سے نفرت کی بدولت حاصل ہوا -

عالم اسلامی آج اس قابل نہیں کہ دول یورپ کو نقصان پہنچاسکے - اسلیے اسکا اہم ترین فرض یہ ہے کہ اپنا دینی و علمی پایہ بلند کرے اور یورپ کی ممانعت و معاکست کے علی الرغم، تمدن میں اسکا مقابلہ کرے - اگر ٤٠ یا ٥٠ سال تک عالم اسلامی پوری طرح کوشش کرتا رہا تو اسمیں ارباب فکر اور اہل کمال پیدا ہونے لگینگے اور اسوقت یورپ جو اسوقت ہمارے ساتھہ ہر ممکن خشونت و درشتی کے ساتھہ برتاو کر رہا ہے، اس طاقت کے آگے گھٹنوں کے بل جھک جائیگا -

جو قوم اپنے شرف و وقار کو پہچانتی ہے، اپنے مردوں کی ذکاوت و جودت پر قناعت اور اپنے عمدہ اخلاق پر اعتماد کرتی ہے، محال ہے کہ کسی وقت بھی، کسی قوت کے سامنے بھی، اسکی عزت مٹ سکے - مصائب کتنے ہی مسلسل و متواتر ہوں، مظالم کتنے ہی شدید ہوں، مگر ضرور ہے کہ ایک دن آئے، جسمیں اسکی ظفر مندی کا اعلان کیا جائے -

اسلحہ کا اثر مادیات پر ہے، معنویات پر نہیں - توپیں اور بندوقیں سنگ و خشت کے قلعوں کو فتح کرسکتی ہیں، اور اسکی فوج کو قتل کرڈالتی ہیں، مگر نہ دل کے قلعوں کو فتح کرسکتی ہیں اور نہ اسکی فوج یعنی احساسات کو قتل کرسکتی ہیں - اصلی قلعہ یہی ہے جسکو ہمیں مستحکم کرنا چاہیے، اور اصلی فوج وہ ہے، جسکی تعلیم و تربیت ہمیں کرنی چاہیے - اسی لیے جب سے دولت عثمانیہ میں حریت کا آفتاب طلوع ہوا ہے میں اس خیال کی خدمت کر رہا ہوں اور اسکو عالم اسلامی میں پھیلانا چاہتا ہوں - ممکن ہے کہ میری مساعی کامیابی کا تاج زیب فرق کرسکیں -

الہلال کی ایجنسی

ہندوستان کے تمام اردو، بنگلہ، گجراتی، اور مرہٹی ہفتہ وار رسالوں میں الہلال پہلا رسالہ ہے، جو بارجود ہفتہ وار ہونے کے، روزانہ اخبارات کی طرح بکثرت متفرق فروخت ہوتا ہے - اگر آپ ایک عمدہ اور کامیاب تجارت کے متلاشی ہیں، تو اپنے شہر کیلیے اسکے ایجنٹ بن جایئے -

افسانۂ دفاع و سقوط ادرنہ

گاہ گاہے بار خواں ایں دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہاے سینہ را

لقد کان فی قصصہم عبرۃ لاولی الالباب !

وداع ادرنہ !!!

مقدس ارطغرل (قسطنطنیہ)

کیا ؟ ...... کیا وہ داخل ہوگئے ؟ کیا ادرنہ ساقط ہوگیا ؟ کیونکر ؟ اور کس طرح .... ؟

وقت آگیا کہ ہم میں سے ہر شخص ایک دوسرے سے پرنم آنکھوں، کانپتی ہوئی آواز، اور لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے یہ سوالات کرے - اخوان وطن ! ادرنہ - آل عثمان کا قدیم دار السلطنت، ابطال عثمانیہ کی آرامگاہ، عثمانی مدافعت کا مطلوب، امۃ اسلامیہ کا محبوب، یعنی ادرنہ ساقط ہوگیا ! ہاں ساقط ہوگیا ! ہماری نظروں کے سامنے ساقط ہوگیا اور ہم، ہم بدبخت زندہ ہیں !! فیا للادرنہ ! و یا للادرنہ !!

یہ سانحہ، دلدوز سانحہ، جو ہر عثمانی کے صحیفہ پر مرتسم رہیگا، مہینوں اور سالوں تک نہیں، بلکہ اسوقت تک، جب تک کہ اسکی رگوں میں عثمانی خون گردش کرتا ہے !!

سہ شنبہ کو فیصلہ کن حملہ شروع ہوا، حال نے مستقبل کی داستان پیشین گوئی کی، اور ایسے روشن دلائل کے ساتھہ، جسمیں تکذیب کی گنجایش نہ تھی -

اب ادرنہ کے افق سے امید کی روشنی مفقود ہوچکی تھی، نومیدی کی گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی - یہ حالت تھی جسمیں بطل ادرنہ نے لاسلکی (وائرلیس) کے ذریعہ باب عالی کو اطلاع دی: "دشمن نے سخت حملہ کیا، شدید جنگ ہو رہی ہے"

وہ آخری اطلاع تھی جو بطل موصوف نے بھیجی - ... ایک مدت کے بعد سنائی دی توپوں کی گرج ... ہتیاروں کی کھڑکھڑاہٹ ... ... داخل ہونے والوں کا خروش ... جوش فتح سے بد مستوں کے نعرے .. ... امید کا چراغ گل ! یاس کا استیلا ! شکری پاشا پر ہجوم غم، و فور حیرت - نہیں جانتے کہ مر جائیں اور ذلت گرفتاری سے نجات پائیں، یا زندہ رہیں، اور وطن عزیز اور ملت بیضاء کے لیے اپنا لہو پانی کریں - خیالات میں تلاطم، جذبات میں ہیجان، مرگ و زیست کے لیے خود داری، اور وطن عزیز کے لیے کشا کش ... .

دشمن کے نعرے ... ... موسیقی کے نغمے ... ... فوجوں کی حرکت ...... دروازہ کھلتا ہے - ایک شخص زرد و سفید ریش، بلند پیشانی والا داخل ہوتا ہے، اور کہتا ہے :

" اے قائد جلیل و اے فخر تاریخ حرب ! دشمن ہوں مگر قدر شناس - تیری بسالت اور پامردی کا معترف اور مداح - پس قدر کر اپنی، کہ دشمن تک تیری قدر کرتے ہیں - میں تجھہ سے تلوار لینا نہیں چاہتا کیونکہ تجھہ ایسے قائد شجاع سے تلوار لینا، تلوار کو عزتہ

سے محروم کرتا ہے - پس اب ہم کو سفر کے لیے تیار ہو جانا چاہیے کہ وقت قریب ہے " -

شکری پاشا اسکی طرف مڑتے ہیں - اسکے اعتناء و التفات کا شکریہ ادا کرتے ہیں -

دفعۃً ایک ہل چل ... ٹرین روانگی کے لیے تیار - فوجیں سلامی کے لیے مستعد ' شکری پاشا مع رفقا کے ٹرین کی طرف روانہ ہوتے ہیں - فوج سلامی دیتی ہے - شکری پاشا ٹرین میں بیٹھے ہیں - کھڑکی سے گردن نکالتے ہیں ' شہر پر پر حسرت نگاہیں پڑتی ہیں جو کہتی ہیں :

" ادرنہ ! آہ اے عزیز ادرنہ ! تو مجھے ماں کی طرح محبوب و محترم اور بیوی کی طرح عزیز و پرناموس تھا - میں نے قسم کھائی تھی کہ جب تک دم میں دم ہے ' میرے لیے مدافعت کرونگا - شب و روز مسلسل جاگا ' استحکامات و خطوط کی نگرانی کی ' خائنوں نے تسلیم کرنا چاہا تھا مگر میں نے کہدیا کہ اگر تو دشمنوں کے حوالے کیا گیا تو میں انکے پامال کرنے سے پہلے اپنے ہاتھ سے تجھے تودۂ خاکستر بنادونگا - آخر وقت تک لڑا ' پر افسوس کہ تمام کوششیں ناکام ثابت ہوئیں - تو بالآخر ان ہاتھوں میں چلا گیا ' جن سے بچانے کے لیے ہزاروں مسلمانوں نے اپنی جانیں قربان کی تھیں ؟

میں نے اپنی قسم کی تمام باتیں پوری کردیں - البتہ میں ضرور زندہ ہوں - مگر اپنے لیے نہیں ' ورنہ میری تلوار میرا فیصلہ کر چکی ہوتی ' بلکہ اپنے وطن عزیز اور امۃ محبوب کے لیے ' کیونکہ وہ دشمنوں سے گھری ہوئی ہے - اسکی مصیبتوں کا ابھی خاتمہ نہیں ہوا ہے - اسے ابھی جنگ کی آگ میں سلگنا ہے - ممکن ہے کہ میں اسوقت کام آ سکوں - یہ سچ ہے کہ تو ساقط ہوگیا ' اور میں زندہ ہوں - لذائذ حیات کے لیے نہیں ' بلکہ اس جسم کے لیے ' جسکا تو ایک ٹکڑا ہے - اس تاج کے لیے ' جسکا تو ایک گوہر ہے ' اور اس قوم کے لیے ' جسکے ابطال کی تو آرام گاہ ہے !

فالوداع الوداع ! یا ادرنہ ! الوداع الوداع یا معبودی و یا مطلوبی ! ! السلام علیک و علی من فیک من الابطال الامجاد ! ! !

....

....

حول سقوط ادرنہ

مقتبس از لندن ٹائمس و منچسٹر گارجین

نامہ نگار جنگ ادرنہ سے لکھتا ہے :

قلبہ سے نہایت سخت تکلیف کے ساتھ میں ادرنہ پہنچا - سب سے پہلا کام میں نے یہ کیا کہ شہر کے حالات دریافت کرنے کے لیے اپنے چند دوستوں کے پاس گیا جو شہر میں موجود تھے - اہل ادرنہ آغاز جنگ میں تو گھبرائے ' مگر بعد کو عادی ہو چلے تھے - غذا کی ذرا بھی تکلیف نہیں ہوئی - سرکاری گودام کے دروازے انکے لیے التواء جنگ کے آخر تک کھلے رہے تھے -

چونکہ غذا کی طرف سے اطمینان ہوگیا تھا ' اسلیے لوگوں کی ٹولیاں جمع ہونے اور جنگ کے متعلق گفتگو کرنے لگیں - آغاز جنگ میں بلغاری توپوں نے شہر کو اس سے زیادہ نقصان نہیں پہنچایا کہ قیبق اور سلطان سلیم نامی دو محلوں کی چند عمارتیں منہدم ' نیز ۵۰ - آدمی قتل کیے - بہتر تو یہ تھا کہ منحوس التواء جنگ نہ ہوا ہوتا ' لیکن اگر ہوا تھا تو ادرنہ میں رسد رسانی کی شرط ضرور لگا دی گئی ہوتی - افسوس کہ سابق وزارت نے اسکی طرف توجہ نہ کی ' جسکا خمیازہ آخر کو بھگتنا پڑا - جب دوبارہ جنگ شروع ہوئی تو سامان غذا کا بڑا حصہ صرف ہو چکا تھا پھر بعض بعض چیزیں بالکل ختم ہونے لگیں - جنمیں نمبر اول نمک کا تھا -

شہر میں گرانی سرعت کے ساتھ بڑھنے لگی - امراء شہر نے ایک حد تک گرانی کا تدارک فقراء کو مالی امداد دیکر کیا ' لیکن مشکل یہ تھی کہ گرانی کے ساتھ فقراء کی تعداد بھی بڑھتی جاتی تھی - شکری پاشا کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے اسکا نہایت عمدہ انتظام کیا اور پھر حکومت کی طرف سے روزانہ ایک وقت ہر فقیر کو روٹی ملنے لگی -

گرد و نواح کے باشندے مع اپنے مویشی و دیگر ضروریات کے شہر چلے آئے تھے - باشندے توپوں کی آواز سنتے سنتے عادی ہوگئے تھے ' اور اب ان آوازوں سے انمیں کوئی بیچینی پیدا نہیں ہوتی تھی - باشندوں کے آرام و راحت کے لیے شکری پاشا ہر طرح کی کوشش کرتے تھے - پولیس رات دن شہر میں پھرتی رہتی تھی ' تاکہ کوئی شخص کسی کی راحت میں خلل انداز نہ ہو سکے - اوقات تقسیم غذا کے علاوہ ' کسی دوسرے وقت کسی طرح کا بھی شور و غل نہیں ہوتا تھا -

باشندوں کی حالت دیکھنے کے لیے شکری پاشا موٹر پر شہر میں گشت لگاتے تھے ' اور شہر ہی سے استحکامات جاتے اور ضروری احکام دیتے تھے - جیسا کہ لوگوں کا بیان ہے ' غذا کی مقدار وافر موجود تھی -

گولے شہر پر گر رہے تھے ' جس سے آتش زدگی کے کئی واقعات ہوے ' مگر آگ بجھانے کے آلات موجود تھے ' اسلیے جہاں آگ لگی ' فوراً بجھادی گئی اور زیادہ نقصان نہیں ہونے پایا - ایک گولہ ارمنی گرجے پر گرا ' جس سے گرجے کا صرف اسقدر نقصان ہوا کہ دو یا تین دن میں اسکی مرمت ہوگئی - ایک طرف تو شہر میں سامان غذا کم ہو رہا تھا ' جسکی وجہ سے گرانی بڑھ رہی تھی ' دوسری طرف عام لوگوں کے پاس روپیہ ختم ہوگیا تھا - اسلیے آخر میں غربا کو سخت تکلیف اٹھانی پڑی -

حملۂ عام شروع ہوا تو تمام لوگوں پر سخت ہیبت چھاگئی - لوگ خانہ نشین ہوگئے - راستے اور گلیوں میں سپاہیوں کے سوا اور کوئی نظر نہیں آتا تھا - گولے راستوں میں گرتے تھے اور پھٹتے تھے - اہل شہر سمجھ گئے تھے کہ اب محاصرہ قریب اختتام ہے ' اسلیے اکثر تو شہر کے باہر چلے گئے ' اور بعض جو نہ جا سکے ' وہ گھروں میں بند ہو کے بیٹھ رہے - شکری پاشا نے جب دیکھا کہ مقابلہ کامیاب ہوتا نظر نہیں آتا تو باب عالی کے حسب الحکم قلعوں ' گوداموں ' اور تاریخی عمارتوں کے مسمار کرنے کا حکم دیدیا - توپوں کے دہانے ادھر پھر گئے اور گولے برسنے لگے - تین دن تک شب و روز گولہ باری ہوتی رہی - اسکے بعد معلوم ہوا کہ بلغاری مشرق کی طرف سے شہر میں داخل ہوگئے ہیں ' مگر دیگر اطراف کی فوج ابھی کامیابی کے ساتھ مقابلہ کر رہی ہے - اسکے بعد توپیں خاموش ہوگئیں ' اور شکری پاشا نے آخری مایوسی کے بعد ہتھیار ڈالدیے - ایک دن کے بعد مرقیندق شاہ بلغاریا آیا ' اور پھر شکری پاشا صوفیہ روانہ ہوگئے - اسکے بعد اہل شہر میں سے جو لوگ گھروں میں چھپے ہوے تھے ' دوسرے دن نکلے - بلغاری فوج نے عثمانی افسروں کی تفتیش شروع کردی -

اس خیال سے کہ بلغاری جامع سلیم کی توہین نہ کریں ' علما و مشائخ مسجد کے دروازہ پر آ کر جمع ہوگئے تھے ' مگر انکی ایک نہ چلی ' اور بلغاریوں نے وہ سب کچھ کیا جو کرنا چاہتے تھے - تفتیش کا سلسلہ تین دن تک جاری رہا ' جسقدر اسلحہ برآمد ہوے گرفتار کر لیے گئے -

بعد سقوط

ادرنہ کی درد انگیز مظلومی !

منقول از ڈیلی ٹیلی گراف لندن

نیشو (صوفیا) کا نامہ نگار ادرنہ سے لکھتا ہے :

ادرنہ کی اسوقت یہ حالت ہے کہ ہر دیکھنے والے کو رونا آتا ہے اور دل پاش پاش ہوجاتا ہے - میں نے اکتوبر میں مصطفی پاشا کو دیکھا تھا - اسوقت اسکی حالت نہایت درد انگیز تھی ' مگر جو شخص اسوقت ادرنہ کو دیکھیگا ' وہ مصطفی پاشا کو بھول جائیگا - ایک طرف عثمانی مقتولین کا ایک پہاڑ لگا ہوا ہے ' دوسری طرف عثمانی مجروحین ہزاروں کی تعداد میں پڑے دم توڑ رہے ہیں ' تیسری طرف مریضوں کی ایک جماعت کثیر کراہ رہی ہے ' اسکے میں جو تو بندوقوں کی آوازوں کے سوا ' جو غالباً باشندوں پر سر کھجاتی ہیں اور " رحم کرو " کی صدائیں ' مظلوموں اور ستمزدوں کے نالوں کے علاوہ ' جو دلوں کو ہلادیتی ہیں ' اور کوئی آواز سنائی نہیں دیتی ! !

سقوط کے بعد قریباً دو ہفتے تک یہی حالت رہی - ادرنہ کو بیک نظر دیکھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ بلغاریوں کی سنگدلی اور توحش کے متعلق دنیا غلطی میں نہیں ہے -

اسوقت بلغاری مرج اس درجہ مدم سے بدمست ہے ' کہ ایک نامہ نگار نے جب ایک بلغاری افسر کی توجہ ان کے انسانیت سوز مظالم کی طرف منعطف کرنا چاہی ' تو اس نے جواب دیا : " جب ہم کو لوگ وحشی اور ظالم سمجھتے ہیں ' تو پھر ہم کیوں اپنے جذبات کی تشفی نہ کریں ؟ "

سقوط ادرنہ کے بعد اخبار ٹائمز نے موسیو ہوگ اور کو ادرنہ اس غرض سے بھیجا کہ وہاں کے چشمدید حالات سے اطلاع دیں - چنانچہ ۱۵ - اپریل کے پرچے میں انکی رپورٹ شائع ہوگئی ہے - موسیو مذکور لکھتا ہے :

" ادرنہ جسوقت ساقط ہوا ہے ' اسوقت شہر میں ۸۰ - ہزار باشندے اور ۶۰ - ہزار فوج تھی - یہ انسانوں کی تعداد عظیم بلغاریوں کے ظالم ہاتھوں میں آگئی - انکے علاوہ ۳۵ - ہزار وہ لوگ تھے ' جو گرد و نواح سے آکے شہر میں پناہ گزیں ہوے تھے - خود بلغاری فوج جسوقت داخل ہوئی ہے ' ۴۰ - ہزار تھی - غرض سقوط کے بعد ادرنہ میں انسانوں کی مجموعی تعداد سوا دو لاکھ تھی -

بلغاری حکومت خواہ کتنے ہی پر زور لہجہ میں دعوی کرے ' مگر وہ یا یقین نہیں کر سکتی کہ اس تعداد عظیم کے کھانے کا انتظام وہ کر سکی ہوگی - اسکا قدرتی نتیجہ یہ تھا کہ اس جم غفیر کا ایک بڑا حصہ بھوکا رہتا ' اور یہ ظاہر ہے کہ عثمانی قیدیوں کے علاوہ اس حالت کے لیے اور کس کا قدرتی انتخاب ہوسکتا تھا ؟ - چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ ہزاروں عثمانی قیدی میں اس وقت ' جبکہ بلغاری پیٹ بھرکے عمدہ غذائیں کھا رہے تھے ' بھوکے مر گئے ! !

نہر طونہ پر ایک جزیرہ ہے ' عرصہ ہوا میں وہاں گیا تھا - اسوقت وہ ایک جنت تھا ' جسمیں مسلمان عورتیں ' جو ہمیشہ پردہ میں رہتی ہیں ' آتی تھیں ' آرامی سے پھرتی تھیں ' اور پھولوں کے گلدستے گھر لیجاتی تھیں - مگر آہ ! اب میں نے جاکے دیکھا تو وہ ایک وحشت انگیز قبرستان ہے ' جسمیں عثمانی قیدیوں کی لاشیں بے گور و کفن پھینکدی گئی ہیں ! !

اسوقت جزیرے کا منظر اس قدر عبرت انگیز اور درد ناک ہے ' کہ دیکھنے والے کو بیساختہ رونا آجاتا ہے -

سقوط کے آخری دن

بطل ادرنہ کی تصریحات

(از نیر ایسٹ لندن)

شکری پاشا ۱۵ - اپریل کو اپنی فرودگاہ (اسپلینڈ پیلس ہوٹل کے کمرہ) میں متعدد اخبارات کے نامہ نگاروں سے ملے ' اور انکے سوالات کے جواب دیے - شکری پاشا نے بیان کیا کہ مشرقی حصے کی گرفتاری کے ۴ - گھنٹے کے بعد ' سرویوں نے قلعہ حیدر لق پر قبضہ کیا - اگر وہ یہ کہتے ہیں کہ انھوں نے مجھے گرفتار کیا تو میں زور کے ساتھ کہتا ہوں کہ واقعہ صرف وہی ہے جو میں نے بلغاری مرکز عام میں بیان کردیا ہے - اس بیان کے ضمیمہ کے طور میں یہ کہسکتا ہوں کہ کرنل مار شولف بلغاری محافظ شاہی پہلے حیدر لق آئے ' اور انکے اس اعلان کے بعد کہ میں قیدی ہوں ' ہم لوگ بارک گئے ' جہاں ہم جنرل دازف سے ملے - واپسی میں انھوں نے مجھے پولیس کی چوکی پر چھوڑ دینا چاہا ' مگر میری فرمایش پر مجھے میری قیامگاہ لے گئے - جب ہم وہاں پہنچے تو دو یا تین گھنٹے کے بعد بلغاریوں نے مجھے گرفتار کیا - میں نے وہاں ایک سروی میجر اور ایک سروی کرنل کو موجود پایا جو مجھ سے باتیں کرنے لگے -

اس سوال پر کہ " آیا انھوں نے سروی افسروں کو اطلاع دی تھی کہ اب وہ بلغاری اسیر ہیں ؟ " پاشا موصوف نے فرمایا : " نہیں اسکا مجھے خیال بھی نہیں آیا - کسی نے مجھے قید کیا ہو ' میرے لیے سب برابر تھے - مجھے وہم بھی نہ تھا کہ ایک دن اس سوال پر مناقشہ ہوگا " ایک اور سوال کے جواب میں شکری پاشا نے کہا : " میں نہیں کہہ سکتا کہ آیا صرف سروی حملہ قلعے کو خطرہ میں ڈال سکتا تھا - مگر جسوقت میں گرفتار کیا گیا ہوں اسوقت تک مغربی حصہ گرفتار نہیں کیا جا سکا تھا "

ادرنہ کے ایام آخریں

شکری پاشا نے بیان کیا کہ جسوقت قلعہ ساقط ہوا ہے ' اسوقت ترکوں کے پاس اور چار یا پانچ روز کی رسد باقی تھی - آخر میں سپاہیوں کے پاس بد ترین قسم کے آٹے کی ۲۰۰ - گرام روٹی بھی موجود تھی - انکو یقین نہیں کہ رسد کی معقول مقدار شہر میں کہیں چھپی ہوئی تھی ' کیونکہ اچھی طرح تلاش کرلی گئی تھی - انھوں نے اس امر کا خیال رکھا کہ اہل شہر کو فوج سے بہتر غذا ملے ' کیونکہ محصورین کی اصلی حالت کے متعلق اجانب کی شہادت کی تصدیق دینا جلد کردیگی - شہر میں گھوڑوں اور بھیڑوں کی ایک کثیر تعداد موجود تھی ' مگر نمک کی عدم موجودگی کی وجہ سے یہ ممکن نہ تھا کہ سپاہیوں کو ' جو پیچش میں مبتلا تھے ' کھانے میں گوشت بھی دیا جاتا - ایک مادہ سیال جو نمکین پنیر سے نکالا جاتا تھا ' نمک کے بدلے روٹی میں ڈالدیا جاتا تھا - رہا سامان جنگ ' تو اسکی اتنی مقدار وافر موجود تھی کہ سال بھر تک چلتا اور پھر بھی بچ رہتا -

شکری پاشا نے بیان کیا کہ جنگ کی آخری منزلوں میں انکے پاس صحیح طور پر صرف ۳۰ - ہزار آدمی تھے -

اس سوال پر کہ " آیا دو مہینے کے التواء جنگ نے فوج کی اخلاقی حالت کو نقصان تو نہیں پہنچایا " شکری پاشا نے کہا : " نہیں ' مگر

حیات بعد الممات

از جناب مولوی نواب علی صاحب ایم - اے - پروفیسر بڑودہ کالج

تمہید

میرے ایک دوست' جنہیں سائنس کے ساتھہ خاص شغف ہے' ایک دن مجھسے کہنے لگے کہ دنیا میں جسقدر حقائق دریافت ہوے ہیں وہ سائنس ہی کے ذریعہ سے' ورنہ مذہب تو "واللہ اعلم" کے پیچھا تھامکے کسی مشکل مسئلہ کو حل ہونے ہی نہ دیتا' اور انسان کو ہمیشہ جاہل رکھتا - میں نے کہا : مذہب نے جن امور کو دریافت کیا ہے' انپر انصاف کی نظر ڈالنے سے پہلے ذرا معلومات سائنس کی نوعیت پر تو غور کرو! سائنس کی تمام تحقیقات کا ماحصل یہ ہے کہ چند قوانین ہیں جنکے با قاعدہ نفاذ سے کائنات کا کارخانہ چل رہا ہے - نسل انسانی کی طفولیت میں ان قوانین کا جزئی علم حاصل ہوا تھا - اب کلیات کی شکل میں مرتب ہو کر سائنس کے نام سے مشہور ہوا ہے - مثلاً انسان نے پہلے یہ دیکھا کہ آفتاب کبھی تو دیر میں نکلکر جلد غروب ہو جاتا ہے اور کبھی جلد نکل کر دیر تک رہتا ہے - چاند کبھی گھٹ جاتا ہے کبھی بڑھ جاتا ہے وغیرہ وغیرہ - ان روزانہ مشاہدات پر غور کرنے اور اجرام سماویہ کے متعلق اپنی معلومات میں وسعت دینے' اور پھر ان معلومات کو کلیات کی شکل میں ترتیب دینے سے علم ہیئت مدون ہوا -

یا مثلاً انسان کو پہلے یہ معلوم ہوا کہ لکڑی آگ سے جل اٹھتی ہے' لوہا پانی میں زنگ کہا جاتا ہے - میوہ عرصہ تک رکھہ چھوڑنے سے سڑ جاتا ہے وغیرہ وغیرہ - ان مشاہدات میں جسقدر ترقی ہوتی گئی' اسیقدر اشیاء کے خواص' ترکیب' اور تحصیل کا علم بھی وسیع ہوتا گیا' اور آخر ان معلومات کے با قاعدہ ترتیب سے کمسٹری (علم کیمیا) کی تدوین ہوئی -

یہی حال سائنس کے بقیہ شعبوں کا سمجھو - لیکن با ایں ہمہ وسعت معلومات' سائنس اب تک اتنا بھی تو نہ سمجھا سکا اور نہ سمجھا سکتا ہے کہ ان قوانین کی اصلیت کیا ہے؟ اور کیوں نافذ ہیں؟ اس دعوے کے ثبوت میں ہم اسپنسر کی مشہور کتاب "اصول اولیہ" سے ایک مثال پیش کرتے ہیں :

" یہ مسلم ہے کہ کشش ثقل کا مسئلہ تحقیقات سائنس کا ایک بڑا کارنامہ ہے اور علمی دنیا نیوٹن کی مرہون منت ہے' جسنے یہ معرکۃ الآرا مسئلہ دریافت کیا - لیکن تھوڑی دیر کیلیے اس مسئلہ کی تاریخ پر غور کرو - قدیم آریہ قوموں کا یہ عقیدہ تھا کہ آفتاب ایک رتھہ ہے' جسپر انکا آسمانی دیوتا بیٹھہ کر سیر کرتا ہے - ابھی اس بحث کو چھوڑدو کہ یہ عقیدہ فی نفسہ کیسا تھا' بلکہ صرف یہ دیکھو کہ آفتاب کی ظاہری حرکت کی علت سمجھنے کے واسطے اس زمانے کے فہم کے مطابق قدماء نے کیونکر ایک محرک دیوتا کا وجود تسلیم کیا؟ مدت دراز کے بعد جب کپلر نے یہ دریافت کیا کہ سیارے آفتاب کے گرد گردش کرتے ہیں' تو اسکو یہ خیال پیدا ہوا نہ انکی گردش کی کچھہ علت ہونی چاہیے - اسلیے اسنے یہ راے قایم کی کہ ہر ایک جرم سماوی میں ایک پوشیدہ روح ہے' جسکی قوت سے گردش کا ظہور ہوتا ہے - اس طرح ایک مادی مجسم دیوتا کا خیال تو باطل ہوگیا' لیکن اسکے عوض نفوس فلکیہ کا عقیدہ قایم ہوگیا - آخر میں جب نیوٹن نے اجرام سماویہ کی حرکت کو ایک ہی ہمہ گیر قانون کے دائرہ میں داخل کردیا' تو نفوس فلکیہ معطل ہوگئے اور انکی جگہ قانون کشش ثقل نے لے لی - اس طرح قدماء کے محسوس مادی دیوتا' پہلے نا محسوس نفوس کی شکل میں تبدیل ہوے' اور آخر کار ایک عسیر الخیال اور ہمہ گیر قانون کے پیرایہ میں ظاہر ہوے - کچھہ شک نہیں کہ اس قانون کے دریافت ہو جانیسے اجرام سماویہ ایک با قاعدہ نظام کے تحت میں داخل ہوگئے' جسکو عقل سلیم تسلیم کرتی ہے' لیکن یہ مشکل حل نہوئی کہ اس قانون میں نافذ ہونے کی قوت کہاں سے آئی؟ اسی لیے نیوٹن نے بیچارے نفوس فلکیہ کے عوض' ایتھر کو قایم کیا' جسکی وساطت سے یہ قانون نافذ ہے -

لیکن پھر بھی یہ مشکل کہ خود ایتھر اس قانون کو کیونکر نافذ کرتا ہے؟ حل نہیں ہوتی!" (اصول اولیہ صفحہ ۱۰۳)

اس مثال سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مذہب نے جس راز کو پہلے ہی دن ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں افشاء کیا تھا' سائنس نے اسکو ایک عمر کی کاوش و کاهش کے بعد سمجھایا بھی تو اسطرح کہ :

معلومم شد کہ ہیچ معلوم نشد!

لیکن مذہب کا اعجاز دیکھو کہ دور آخر میں انکی حقیقت ایک امی (روحی فداہ) کی زبان پاک سے کسطرح بیان کی گئی' جبکہ فرمایا کہ :

الشمس و القمر بحسبان	سورج اور چاند حساب سے ہیں اور تارے
والنجم والشجر یسجدان	اور درخت سجدہ کرتے ہیں

شمس و قمر' نجم و شجر' کی کچھہ تخصیص نہیں' تمام کائنات کا یہی حال ہے :

وان من شی الا یسبح بحمدہ	اور کوئی شے ایسی نہیں جو اسکی تسبیح
ولکن لا تفقہون	و تحمید نکرتی ہو' لیکن تم انکی
تسبیحہم	تسبیح کو سمجھتے نہیں -

یہ تسبیح و تحمید کیا ہے؟ انقیاد' یعنی ایک زبردست مقنن کے ہمہ گیر قانون کی پابندی میں سر جھکا دینا - اس انقیاد کا جلوہ ان تمام پوشیدہ قوتوں میں جنکے واسطے سائنس نے اپنی اصطلاحیں مثلاً : میل مرکزی' کشش اتصال' اتحاد کیمیاوی وغیرہ وغیرہ ایجاد کی ہیں' نظر آتا ہے - انقیاد کا رنگ ان تمام قوانین کائنات میں' جنکا علم انسان کو سائنس کے ذریعہ سے ہوتا جاتا ہے' صاف جھلک رہا ہے' مگر تعجب ہے کہ سائنس کے "گروہ معتقدین" کو نظر نہیں آتا؟ صدق اللہ العلی العظیم حیث قال :

لاتعمی الابصار ولکن تعمی	آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن دل جو
القلوب التی فی الصدور	سینوں میں ہیں اندھے ہو جاتے ہیں -

حقیقت یہ ہے کہ سائنس کی روز افزوں معلومات صرف اسیقدر سمجھاتی ہیں کہ کائنات کا کارخانہ کس طرح چل رہا ہے - اسکے سمجھنے کیواسطے آج ایک تھیوری (راے و قیاس) قایم ہوتی ہے' کل دوسری' پرسوں

قیوری - اسیطرح انسان کی معلومات ترقی کرتی جاتی ہیں' لیکن یہ تمام انکشافات ان معلومات کے سامنے' جنکو خاص مذہب نے سمجھایا' محض سطحی معلوم ہوتے ہیں - وہ معلومات کیا ہیں ؟ وہ یہ ہیں کہ یہ کارخانہ عبث نہیں ہے اور اسلیے ہم بھی جو اس کارخانے کے ایک جزء ہیں' نہ عبث پیدا ہوے نہ عبث مرتے ہیں :

ما خلقنا السموات	ہمنے آسمان اور زمین اور جو کچھہ
والارض وما بینہما	ان دونوں کے بیچ میں ہے' نہیں
الا بالحق	پیدا کیے' مگر حق کے ساتھہ' اور ایک
و اجل مسمی	ٹھہری ہوئی مدت تک -
افحسبتم انما	کیا تمنے یہ سمجھا ہے کہ ہمنے تمکو
خلقناکم عبثا	عبث پیدا کیا اور یہ کہ تم ہمارے
وانکم الینا لا ترجعون	طرف لوٹ کر نہ آؤ گے ؟

کچھہ شک نہیں کہ حیات بعد الممات کا مسئلہ انسان کے واسطے ایک مہتمم بالشان امر ہے - اسلیے کہ اس تحقیق کے درپے ہونا کہ کائنات کا کارخانہ کسطرح چل رہا ہے' صرف موجودہ زندگی تک ہی مفید ہو سکتا ہے - لیکن یہ معلوم کرنا کہ یہ کارخانہ کیوں چل رہا ہے اور ہمکو کیا کرنا ہے' حقیقتاً ایسا ہے جسپر ہماری زندگی اور موت کا انحصار ہے اور یہی مذہب کا اصلی کارنامہ ہے -

اس تقریر کا یہ منشاء نہیں ہے کہ سائنس کی معلومات جو درحقیقت واقع اور اہم ہیں اور سچے مذہب کی موید' حقیر اور عبث ہیں' بلکہ مقصود یہ ہے کہ جن مدعیوں نے اپنے محدود علم کے زعم و غرور باطل میں یہ سمجھہ رکھا ہے کہ :

زعم الناس کفروا ان	کافروں کا گمان ہے کہ مرنے کے بعد پھر
لن یبعثوا قل بلی	زندہ نہونگے ! کہدے کیوں نہیں ؟ قسم ہے
و ربی لتبعثن ثم	میرے رب کی کہ تم ضرور زندہ کیے جاؤ گے
لتنبؤن بما عملتم	پھر تمکو تمہارے اعمال جتلا دیے جائیں گے
وذالک علی اللہ یسیر	اور ایسا کرنا اللہ پر آسان ہے -

وہ اپنی غلطی پر متنبہ ہو جائیں' کیونکہ ارتقاء گذشتہ پر ایمان لانا' مگر ارتقاء آیندہ' یعنی معاد سے منکر ہو جانا' تعلیمات سائنس کی تکذیب کرنا ہے (١) جسکی وجہ اسکے سوا اور کوئی نہیں جسکو شیخ عطار نے شتر مرغ کی لطیف تمثیل میں بیان کیا ہے - نفس کی حیلہ جوئی کے متعلق شیخ موصوف فرماتے ہیں :

چوں شتر مرغے بداں ایں نفس را
نے کشد بار و نہ پرد بر ہوا
گر بہ پر گویش' گوید اشترم
ور نہی بارش' بگوید طائرم

یہی حال سائنس کے گروہ معتقدین کا ہے - طبائع جب یہ رنگ اختیار کر لیتی ہیں' تو قبول حق سے بہرحال دور ہو جاتی ہیں : نعوذ باللہ من شرور انفسنا' و من سیات اعمالنا !

(١) یہ بحث آیندہ آئیگی - (منہ)

انجمن خدام کعبہ

(از جناب مراسلہ نگار بھوپال)

حضرت مولانا - السلام علیکم - آپکے اخبار الہلال مورخہ ٢٣ - اپریل سنہ ١٩١٣ میں مسٹر مشیر حسین قدوائی بیرسٹر ایٹ لا کی تجویز مجلس خدام کعبہ کو میں نے بغور و بخوشی پڑھا - اس قسم کی ایک مجلس قائم کرنیکا خیال مجھکو اور نیز میرے دیگر ہم خیال احباب کو کئی ماہ سے تھا - اور اسکے قواعد و مقاصد پر غور کیا جا رہا تھا - الحمد للہ کہ یہ خیال ہمیں پر محدود نہ تھا بلکہ یہ خیال دوسرے مسلمانوں کو بھی پیدا ہوا - اور یہ ایک نیک فال ہے اور بلاشک اسکو ایک تائید غیبی سمجھنا چاہیے - اس کام میں خداوند تعالی ہمکو ضرور کامیابی عطا فرمائیگا - جب خداوند تعالی کو یہ منظور ہوتا ہے کہ کسی قوم کے زمانۂ ذلت کا خاتمہ ہو' اور وہ بیدار ہوکر دنیا میں عروج حاصل کرے' تو اوس کے افراد میں بہبودی کے خیالات خود بخود پیدا کر دیتا ہے' اور شاندار مستقبل' اور قابل حصول مدعا کی مجسم صورت اوس قوم کے سامنے کھڑی ہو جاتی ہے - نیز اوس سے یاس اور نا امیدی کے جراثیم مہلکہ کو دور کرکے' ارادہ اور استقلال اور سعی کی زندگی اوس میں پیدا کر دیتا ہے - تاریخ و تجربہ و مشاہدہ صاف طور پر ہمیں یہ بتاتا ہے کہ جس قوم میں پست ہمتی و یاس اور نا امیدی کی گمراہیاں پیدا ہو جاتی ہیں' وہ قوم خواہ کتنی ہی ترقی یافتہ ہو' معزول ہوکر نیست و نابود ہو جاتی ہے' یا ذلت و گمنامی میں زندگی بسر کرتی ہے - مگر جس قوم میں اولوالعزمی اور حصول مدعا میں مشکلات کا مقابلہ کرنے اور سر کرنیکی خوبیاں پیدا ہو جاتی ہیں' وہ ضرور ترقی اور عروج کے آسمان پر مثل آفتاب کے چمک کر رہتی ہیں - تاریخ ترقی اقوام اس امر کی بھی شاہد ہے کہ قوموں کی ترقی میں اون کے مذہبی پہلو نے ہمیشہ بڑا حصہ لیا ہے - جس قوم میں مذہبی پابندی کے ساتھہ ارادہ' اولوالعزمی' اور استقلال شامل رہا ہے' وہ ضرور ترقی و عروج پا کر رہی ہے - لہذا ہر قوم کی ترقی و عروج کے راز میں اوس کا مذہب ہمیشہ ایک جزو اعظم ہوتا ہے - مذہب ہی ایک ایسی شے ہے جو کسی قوم کے مختلف الخیال و مختلف المزاج افراد کو ہم خیال بنا سکتا ہے' اور جبتک کہ کوئی قوم ہم خیال نہ ہو جائے' اوسوقت تک اوسکی ترقی محال ہے -

مسٹر مشیر حسین کی تجویز مجلس خدام کعبہ بیشک ایک قابل قدر و قابل ستائش تجویز ہے' مگر اس تجویز میں مذہبی پہلو ایک گونہ شامل نہیں ہے - اس کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ حفاظت کعبہ و مدینہ خود ایک مذہبی مدعا ہے اور انجمن کے ممبروں کو ہمخیال بنانیکے واسطے یہی مدعا کافی ہے - لیکن اگر اس مسئلہ پر خود رائی و ہٹ دھرمی کو علحدہ کرکے ٹھنڈے دماغ کے ساتھہ غور و فکر کیا جائے' تو معلوم ہو جائیگا کہ محض حفاظت کعبہ و مدینہ کا خیال و مدعا ہمکو ذلت سے نکالکر عروج پر پہنچانے

میں ناکامیاب ثابت ہوگا - یہ ممکن ہے کہ جو قومیں اپنے آپکو عملی صورت میں اسلام کی دشمن ثابت کر رہی ہیں اور جنکا دلی مدعا یہ ہے کہ اسلامی سلطنتوں اور حکومتوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا کر اسلام کو اسقدر ضعیف اور کمزور کردیا جائے ' کہ پھر اوس میں اوبھرنے کی قابلیت نہ رہے ' جب ان قوموں کو اس بات کا علم ہوگا کہ کعبہ و مدینہ کی حفاظت کیواسطے ایک ایسی زبردست انجمن ہے جسکے ممبر حرمین شریفین کی حفاظت میں اپنی جان و مال فدا کرنے پر تیار ہیں اور یہ علم ان قوموں کو ضرور ہوگا ' تو اول تو وہ قومیں اس انجمن کے درہم برہم کرنے کے لیے ہر طرح کے جائز و ناجائز ذریعے عمل میں لائینگی - اگر اونکو اس مقصد میں کامیابی ہوگئی تو اونکے مدعا کے حاصل کرنیکا راستہ صاف ہو جائیگا - اور اگر اونکو ناکامیابی ہوئی تو ممکن ہے کہ بخیال مصلحت ' کعبہ و مدینہ سے کسی قسم کا تعرض نہ کریں ' اور تمام دیگر اسلامی ممالک کو فتح کرکے مسلمانوں کو ذلیل و خوار کردیں ' اور اونکو اپنی غلامی میں داخل کرکے طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں اور اونکو تمام حقوق مذہبی و ملکی سے محروم کردیں ' اور صرف کعبہ و مدینہ کو مسلمانوں کے ہاتھہ میں رہنے دیں -

لہذا محض کعبہ و مدینہ کی حفاظت کا مذہبی پہلو ہمکو ذلت و پستی سے نکالکر عزت و بلندی پر نہیں پہنچا سکتا - میرا مدعا یہ نہیں ہے کہ حفاظت کعبہ و مدینہ کا مدعا ترک کرکے کوئی دوسرا مدعا پیش نظر رکھا جائے - ہرگز نہیں - ہرگز نہیں - یہ مدعا ضرور پیش نظر رہے - نہ صرف حفاظت کعبہ و مدینہ ہی ' بلکہ حفاظت کعبہ و مدینہ و بیت المقدس و کربلاے معلی و دیگر مقدس مقامات اسلامی بھی ہماری انجمن کا مدعا ہونا چاہیے - کیونکہ معاملۂ بیت المقدس عنقریب چھڑنے والا ہے ' جسکی حفاظت کیواسطے صلیبی لڑائیوں میں لاکھوں مسلمان شہید ہوچکے ہیں ' اور بیحد و حساب مال و متاع تصدق کرچکے ہیں اور جس مقدس مقام کے حاصل کرنے کیواسطے یورپ ہر طرح کوشش کر رہا ہے - علاوہ ازیں مجلس خدام کعبہ کے مقاصد میں یہ امر بھی داخل کیا جائے کہ اوسکے ہر ممبر پر پابندی احکام دین اسلام لازمی ہوگی - یعنی کلمہ کا قائل اور صوم و صلواۃ کا پابند ہوگا ' اور بصورت توفیق ذکوۃ دیگا اور حج کریگا - مجلس کے ممبروں اور کل مسلمانوں میں اتفاق و اتحاد قائم رکھنے اور پھیلانیکی ہمیشہ کوشش کریگا - بغض و حسد و کینہ - غیبت و عناد و دروغ گوئی - منافقت وغیرہ کی برائیوں کو ترک کرکے کسی مسلمان کو کسی قسم کے نقصان پہنچانیکی صراحتاً یا کنایۃ ہرگز کوشش نہ کریگا ' اور مظلوم مسلمان کی اور اسلام کی جان و مال سے حمایت اور امداد کریگا - پھر یہ عبارت بھی اگر مناسب تصور کیا جائے تو حلف میں داخل کردیجائے - ہماری غرض اسوقت یہ نہ ہونی چاہیے کہ ممبران مجلس کی تعداد فوراً ایک کثیر تعداد ہوجائے ' بلکہ ہمکو اس قسم کا معیار قائم کرنا چاہیے کہ جو مسلمان اوسپر عہد کرکے ممبر ہو ' اوس کی زندگی قرون اولی کے مسلمانوں کی زندگی کی طرح ہوجائے ' اور اسلام کا عمدہ سے عمدہ نمونہ بن جائے - اور اس قسم کا ممبر بدرجہا بہتر ہے ان ہزار ممبروں سے ' جو احکام دین اسلام کے پابند نہیں ہیں ' اور وہ اکیلا اسلام کے ایک سو دشمنوں پر بھاری ہوسکیگا - اور نیز ہر مسلمان سے انجمن کے ممبر ہونیکی درخواست کیجائے - اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ ہمکو اس کا علم ہوجائیگا کہ دنیا میں اسلام پر فی الحقیقت اپنی جان و مال فدا کرنے والے کسقدر مسلمان ہیں اور کسقدر براے نام مسلمان ہیں

میرے خیال میں انجمن کے مقاصد اسقدر عمدہ ہیں کہ کوئی مسلمان بھی اوس کے ممبر ہونے اور حلف لینے سے انکار نہیں کریگا

اور اگر کوئی بد قسمت مسلمان اس قسم کے عہد سے انکار کرے یا تامل کرے تو سمجھہ لینا چاہیے کہ فی الحقیقت اوس کے مذہبی اعتقاد میں ضعف و کمزوری ہے - اور ایسی حالت میں ہمکو چاہیے کہ اوس سے ہر قسم کا رابطہ و اتحاد قائم نہ رکھیں - اسکی کسی قسم کی رسم و تقریب میں شریک نہوں - اسکو نفرت کی نگاہ سے دیکھیں اور اسکو اسلام کا ' انجمن کا ' اور اپنا دشمن تصور کریں ' اور اسقدر ہوشیار رہیں جسقدر کہ ایک دشمن سے رہنا چاہیے -

الہــــلال

جزاکم اللہ تعالی کہہ نہیں سکتا کہ جناب کی تحریر پڑھکر کس قدر طبیعت مسرور ہوئی - جناب نے آغاز تحریر میں لکھا ہے کہ ایک ایسی انجمن کے قیام کا خیال آپکو بھی تھا ' اور اب دوسری طرف سے بھی اسکی صدا سنکر نہایت مسرت ہوئی کہ اس خیال نے اوروں کے دلوں میں بھی اپنا گھر کرلیا ہے - آپکی تحریر پڑھکر بعینہ یہی حال اس فقیر کا بھی ہوا - یہی خیالات ہیں جنکو کسی قدر زیادہ اضافہ و توسیع کے ساتھہ پیش نظر رکھتا ہوں ' اور اسی لیے محض کسی انجمن کے قیام اور ایک بہت بڑے فنڈ کے مہیا ہو جانے کو اصل کار نہیں سمجھتا ' گو اجزاء ضروریۂ کار ' و منازل ابتدائیہ و وسائل تقویت و اعانۂ ضرور ہیں - ہم مسلمان ہیں ' اور دنیا میں صرف کعبے ہی کی حفاظت کیلیے نہیں ہیں ' بلکہ کعبے کے ساتھہ ہوکر تمام دنیا کی حفاظت کرنے والے ہیں - یہ بد بختی ہے کہ ایسا نہیں ہے - تاہم ہم کو اپنا نصب العین ہمیشہ بلند اور وہی رکھنا چاہیے ' جو ہمارے خدا نے ہم کو بتلا دیا ہے -

جس وقت تک مسلمان اس آیۃ کریمہ کے مطابق اپنا حال و قال نہ بنالیں گے ' اس وقت تک کوئی انجمن ' کوئی اسکیم ' کوئی بڑی سے بڑی روپے کی تعداد اونکو خاک مذلت سے نہیں اٹھا سکتی : الذین ان مکناهم فی الارض ' اقاموا الصلوۃ و اتوا الزکوۃ و امروا بالمعروف و نہوا عن المنکر -

ذرا توقف کیجیے - ہمیشہ کام ترتیب طبیعی سے انجام پذیر ہوتا ہے - الہــلال اسی پر عامل ہے - میں بہت جلد یکے بعد دیگرے ان تمام امور کو بالتفصیل و تشریح عرض کرنے والا ہوں - معدے کی طرح دماغ بھی ایک وقت میں غذا کی ایک ہی مقدار ہضم کرسکتا ہے -

جمعیــــۃ خـــدام کعبــــہ

(از جناب مشیر حسین صاحب قدوائی - بیرسٹر ایٹ لا)

جمعیۃ خدام کعبہ کی اسکیم کا خاکہ جو الہلال میں شایع ہوا ' اوسپر اکثر حضرات نے مجھے تحریریں روانہ کیں اور اونمیں کی سب نہایت توقع افزا ہیں - بہت سی جواب طلب ہیں - میں بذریعہ اس اخبار کے سب حضرات کو اطلاع دیتا ہوں کہ ابھی دستور العمل زیر غور ہے - جب دستور العمل کا خاکہ حسب صلاح جناب شوکت علی صاحب اور دیگر حضرات طے ہو جائیگا تو پبلک کے پیشکش ہوگا - اور اوسپر رائیں لیکر یہ عالمگیر جمعیت قایم ہوگی -

کام اهم ہے - الله توفیق دے اور حمایت کرے - کامیابی
یقینی ہے لیکن اصول اور ضوابط کو مکمل کرلینا ضروری ہے که بنیاد
مضبوط هو - اور وسعت اس اعتبار سے نگرکی برداشت کی موت هو -

جناب مولانا ابوالکلام کے مزاو رخاطر کولی اهم تعریک ہے -
جسکی تمہید ملک انتدائی کام ... بدریعه الہلال پبلک کے سامنے
پیش ہے - اوس اسکیم سے بھی فایده اوتھایا جاریگا - جو رائیں آرهی
هیں اور امید ہے که بعد از آلیں اونمے بهی هم سب لوگ مستفید
هونگے - اور انشا الله یه زبردست جمعیت قائم هو جاویگی -

هر هر گاؤں اور هر هر قصبه میں ایک شاخ هونا چاهیے سب سے
بڑی غرض جمعیت کے قائم کرنے سے یه ہے که هر مسلمان کو اسلامی
خدمت میں حصه لینے کا ولوله هو اور موقع ملے - ایک روپیه سال
خدام کعبه کا چنده هوگا - لیکن کولی صورت ایسی بهی رکهی
جایگی جس سے وہ علم بر داران توحید اور جاں نثاران بیت الله جو
عسرت و فلاکت دنیاوی کے بوریه پر جلوہ افروز هیں' محروم نه
رهسکیں ' اور ثواب حاصل کرنے کا موقع اونکو بهی حاصل رہے - اکثر
حضرات نے دریافت کیا ہے که کیا پان اسلامک انجمن کولی اور
هوگی - یه اور؟

میری حقیر رائے یه ہے که خدام کعبه کے مقاصد کو محدود رکھنا
چاهیے - اور اسی سے ابتدا کرکے پهر ابتدا پین اسلامک انجمن تک
پہونچها دینا چاهیے - جس سے تمام مسلمان اور اونکی انجمنیں ایک
دوسرے سے هم رشته اور آپس کے احوال سے با خبر هوجاویں ' اور
اعدا کے مقابلے کے لیے بہ یک وقت سینه سپر رهیں - یه ابتدائی
کام جمعیت خدام کعبه کا درپیش ہے - یه جمعیت ولوله انگیز هوگی -
لوگوں کو نظم و نسق کا عادی کریگی - هر هر گهر میں اسلامی
خدمت کا چرچه پیدا کریگی - اور انشاء الله العزیز دشمنوں کے دلوں
میں دهشه اور اونکے خیالات میں زلزله پیدا کردیگی -

وہ جزو جسکی مسلمانوں میں کمی هوتی جاتی ہے ' یعنی
اسلامی روح ' پهر عود کرآئیگی -

بطرف اسلامی اخبارات نے بڑا کام کیا ہے - توقع ہے که اب
عملی کام کے کرنے میں بهی وہ حصه لینگے - هر اخبار سے توقع ہے که
وہ بار بار اس جمعیت پر اظہار آراء کرینگے - اور جمعیت خدام کعبه
کا پیغام هر هر قریه میں پہنچا دینگے -

اگر دنیاے اسلام اب بهی ایک رشته میں منسلک هوجاے -
اگر اب بهی مسلمانان عالم اپنے حال سے باخبر اور اعدا کے ارادوں سے
واقف هو جاویں ' تو کیا تعجب ہے که مسلمانوں کی ترقی و عروج
کا دریا پهر اوسی طرح تموج پر آجاے جسطرح آجکل عیسائیوں کا ہے -

دیگران هم بکنند آنچه مسیحا میکرد

اگر هم غافل رہے تو نه صرف هم مسلمانوں کا بلکه ایشیاء کا خاتمه
ہے - اور سب ایشیائی اقوام اور مذاهب مغلوب هوکر رهینگے -

چاین میں صالح ملکی نے جو عیسائیت کا ولوله پیدا کیا ڈالا ہے وہ
بہت هی اندیشه ناک آثاروں میں سے ہے -

مسلمان اگر اپنی حالت درست نه کرینگے تو سب سے اهم الزام
اونپر یه هو گا که دنیا کو ضلالت کی طرف پہنچنے میں اونهوں نے
حصه لیا - تعلیم وحدانیت سے لوگوں کو متنفر کیا -

مسلمان هرگز اپنی حالت نہیں درست کرسکتے جبتک وہ
لا اله الا الله محمد رسول الله پر سب کے سب مجتمع نه هو
جاویں - جب تک انکا رخ ایک خدا کی طرف اور ایک قبله کی
طرف نه پهر جاے -

جمعیت خدام کعبه کا مقصد یهی ہے - اور یهی اولین مقصد ہے -
اسی مقصد پر کام شروع هونا چاهیے - جمعیت کی تکمیل میں
ابهی پانچ چهه ماہ کا عرصه لگیگا مگر هیولی تیار هو رها ہے - ترتیب
میں هر شخص کی رائے سے فایده اوتهایا جاریگا -

میرا شاید یه لکهدینا مناسب هوگا که مجهے ایک ایسے اولوالعزم
شخص کا انتظار ہے جو بسم الله کہکر ' علائق سے علحده هوکر '
کمر همت چست باندھ کر آگے هو - میں اوسکے پیچهے چلنے کے لیے
دامن سنبهالے بیٹها هوں - کولی عالم با عمل یا رند بلاکش آگے هو '
پهر اسکا میں ذمه دار هوں که اوسکا ایک مقتدی تو ایسا ضرور هوگا جو
دنیا و ما فیها سے بیخبر هوکر دامے ' درمے ' سخنے ' قدمے بلکه دل و جان
سے خدمت کے لیے مستعد هوگا - اس کام کے متعلق ابهی میری
حالت حافظ (رح) کے اس شعر کے مصداق نہیں هولی ہے :

آسمان بار امانت نتوانست کشید
قرعهٔ فال بنام من دیوانه زدند

بیشک میں ایک فینٹیک (Fanatic) (دیوانه) مسلمان هوں -
مگر ابهی قرعهٔ فال میرے نام پر نہیں گرا - نه ابهی کسی آسمان
شکوه پر اس کا تجربه هوا که وہ اوٹها سکیگا یا نہیں - خود میری
شناخت میں دو چار گراں پایه حضرات ایسے هیں جو ہمارا اس ارتهانے
کی طاقت رکھتے هیں - الله اونکو حوصله دے - استقلال دے - قوت
دے - اور اونمیں کے ساتهه تهوڑی سی چاشنی جنون یا یورپ کی
زبان میں فینا ٹیسزم (Fanaticism) کی بهی عطا کرے - اسلیے که :

ناز پرورده تنعم نه برد راہ به دوست
عاشقی شیوهٔ رندان بلاکش باشد

هاں اس کام میں پیش راہ هونے کے لیے کسی امیر کو نہیں چاهتے -
کسی والی ملک کو نہیں چاهتے - کسی قارون کو نہیں چاهتے -
همارى حالت خراب ہے - هم پر بلاؤں کا نزول ہے - همارا جہاز
گرداب میں پڑا ہے - الغرض :

اندهیرا ہے - تلاطم ہے - هواے تند ہے - لیکن -
همیں تو اے محمد کیا - همارے نا خدا تم هو -

ارض حجاز کا قریشی چوپان اب بهی همیں گلہ بانی کو کافی
ہے - محمد (صلعم) عربی کے نقش قدم واضح هیں ' اور هم کو منزل
مقصود تک پہونچانے کے لیے دلیل راہ بنسکتے هیں - همارے لیے
قرآن کریم کی هدایت کافی اور بالکل کافی ہے - همارے جہاز کا اگر
ناخدا کولی بهی نه هو ' تب بهی هم کو یه دعوی هوگا :

ما خدا داریم مارا ناخدا درکار نیست

هم کوئی سرغنا نہیں چاهتے - رهنما نہیں چاهتے - هم صرف ایک
خادم الخدام چاهتے هیں -

کولی خدا کا بنده مل هی کر رهیگا - یه خدا کا کام ہے - اور خدا
کا کام بند نہیں رهتا - وہ اپنا کام جوان اور بڈهے سب هی سے لے
سکتا ہے -

اگر کسی صاحب کے ذهن میں کچهه خاص نام ایسے هوں جو اس
کام کے لیے مناسب معلوم هوں اونسے همیں مطلع کریں - ایسے گراں
بہا موتی هیں جو صدف کے اندر هی رهجاتے هیں - میں چاهتا
هوں که یوں نه هو تو اکس ریز (Xrays) سے کام لیکر هر صدف میں
در بے بہا کی تلاش هو - کولی نه کولی گوهر ایسا مل هی جایگا
جو سپر خاقان هفت اقلیم کو بهی تار هو -

لا تہنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین — القرآن الحکیم

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

مدیر مسئول و خصوصی

احمد المکنیٰ بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
۷ . ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ٤ روپیہ ۱۲ آنہ

نمبر ۲۱ — کلکتہ : چہار شنبہ ۲۱ جمادی الثانیہ ۱۳۳۱ ہجری — جلد ۲

Calcutta : Wednesday, May 28, 1913.

ساڑھے تین آنہ

اطلاع

(۱) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے ' تو تاریخ اشاعت سے دو ہفتہ کے اندر اطلاع دیں ' ورنہ بعد کو فی پرچہ چار آنے کے حساب سے قیمت لی جائیگی -

(۲) اگر کسی صاحب کو ایک یا دو ماہ کے لئے پتہ کی تبدیلی کی ضرورت ہو تو مقامی ڈاکخانہ سے بندوبست کرلیں ' اور اگر تین یا تین ماہ سے زیادہ عرصہ کے لئے تبدیل کرانا ہو تو دفتر کو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیں -

(۳) نمونے کے پرچہ کے لئے چار آنہ کے ٹکٹ آنے چاہئیں یا پانچ آنے کے وی - پی کی اجازت -

(۴) نام و پتہ خاصکر ڈاکخانہ کا نام ہمیشہ خوش خط لکھیے -

(۵) خط و کتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں -

(۶) منی آرڈر روانہ کرتے وقت کوپن پر نام ' پورا پتہ ' رقم ' اور نمبر خریداری (اگر کوئی ہو) ضرور درج کریں -

نوٹ — مندرجہ بالا شرائط کی عدم تعمیل کی حالت میں دفتر جواب سے معذور ہے اور اس وجہ سے اگر کوئی پرچہ یا پرچے ضائع ہوجائیں تو دفتر اسکی ذمہ دار نہ ہوگا

(منیجر)

شـرح اجـرت اشتـهـارات

— * —

میعاد اشتہار	فی صفحہ	فی کالم	نصف کالم	نصف کالم سے کم
ایک ہفتہ ایک مرتبہ کے لئے	۱۵ روپیہ	۱۰ روپیہ	۷½ روپیہ	۸ آنہ فی مربع انچ
ایک ماہ چار مرتبہ "	۵۰ "	۳۰ "	۲۰ "	۷ آنہ " " "
تین ماہ ۱۳ " "	۱۲۵ "	۷۵ "	۴۵ "	۶ آنہ " " "
چھہ ماہ ۲۶ " "	۲۰۰ "	۱۲۵ "	۷۵ "	۵ آنہ " " "
ایک سال ۵۲ " "	۳۰۰ "	۲۰۰ "	۱۲۵ "	۴ آنہ " " "

(۱) ٹائیٹل پیج کے پہلے صفحہ کے لیے کوئی اشتہار نہیں لیا جائیگا - اسکے علاوہ ۳ صفحوں پر اشتہارات کو جگہہ دیجائیگی -

(۲) مختصر اشتہارات اگر رسالہ کے اندر جگہہ نکال کر دیے جائیں تو خاص طور پر نمایاں رہیں گے لیکن انکی اجرت عام اجرت اشتہارات سے پچاس فیصدی زائد ہوگی -

(۳) ہمارے کارخانہ میں بلاک بھی طیار ہوتے ہیں جسکی قیمت ۸ آنہ فی مربع انچ ہے - چھاپنے کے بعد وہ بلاک پھر صاحب اشتہار کو واپس کردیا جائیگا اور ہمیشہ انکے لئے کارآمد ہوگا -

---

شرائـــط

(۱) اسکے لئے ہم مجبور نہیں ہیں کہ آپکی فرمایش کے مطـــابق آپکو جگہہ دیں ' البتہ حتی الامکان کوشش کی جاے گی -

(۲) ایک سال کے لئے اشتہار دینے والوں کو زیادہ سے زیادہ ۴ اقساط میں ' چھہ ماہ کے لئے ۲ اقساط میں ' اور سہ ماہی کے لئے ۳ اقساط میں قیمت ادا کرنی ہوگی اس سے کم میعاد کے لئے اجرت پیشگی ہمیشہ لی جائیگی اور وہ کسی حالت میں پھر واپس نہوگی -

(۳) منیجر کو اختیار ہوگا کہ وہ جب چاہے کسی اشتہار کی اشاعت روک دے ' اس صورت میں بقیہ اجرت کا روپیہ واپس کردیا جاے گا -

(۴) ہر اس چیز کا جو جوے کے اقسام میں داخل ہو ' تمام منشی مشروبات کا ' مخش امراض کی دواؤنکا اور ہر وہ اشتہار جسکی اشاعت سے پبلک کے اخلاقی و مالی نقصان کا اندیشہ ہو ' کسی حالت میں شائع نہیں کیا جاے گا -

نوٹ — کوئی صاحب رعایت کے لئے درخواست کی زحمت گوارا نہ فرمائیں کسی قسم کا رد و بدل ممکن نہیں -

قلعہ و حصار مصطلی
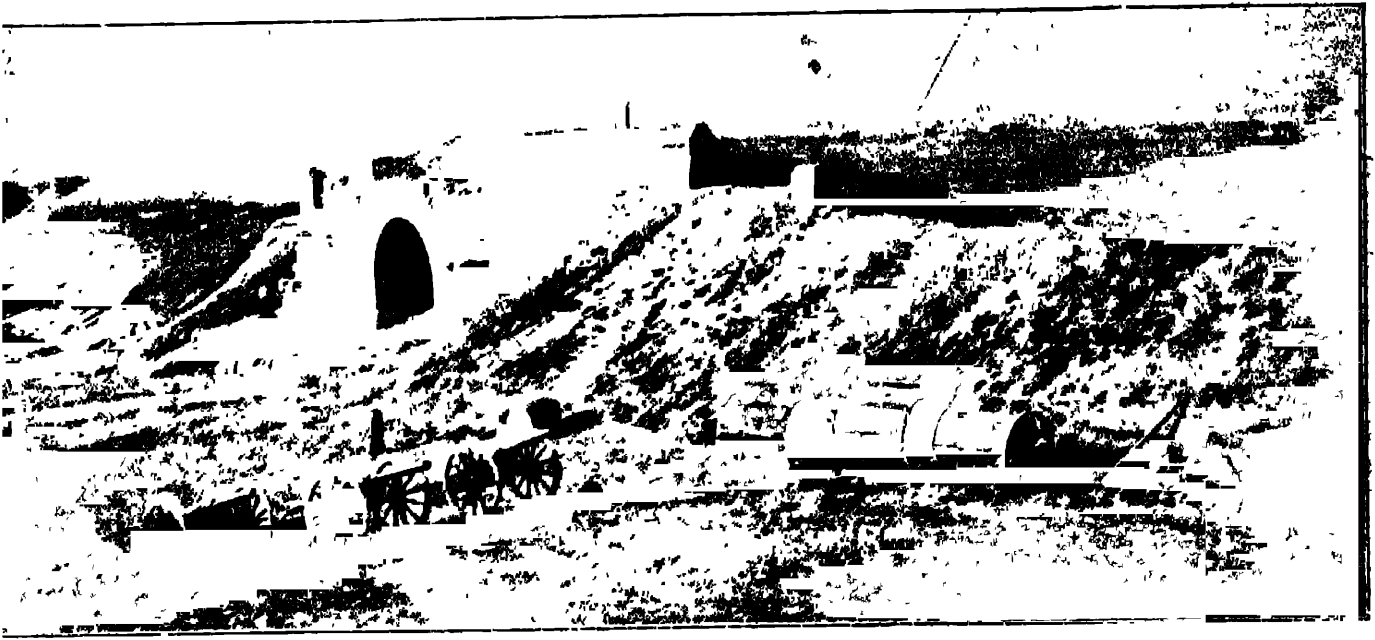
سرویا کی دو کمپنیاں، جنکو سقوط ادرنہ کے بعد ترکی توپوں نے ہلاک کردیا۔
انکی لاشوں کی صفوف کا ایک گوشہ
پادری دعا مانگ رہا ہے۔

لا تهنوا و لا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین (القرآن الحکیم)

AL-HILAL

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad

7-1 McLeod Street,

CALCUTTA.

Telegraphic Address

"AL-HILAL"

Yearly Subscription, Rs 8.

Half-yearly „ „ 4-12

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

میر مسئول و مہتمم خصوصی

احمد الکلام الدہلوی

مقام اشاعت

٧ - ١ مکلاوڈ اسٹریٹ

کلکتہ

عنوان تلغراف

« الہلال »

قیمت

سالانہ ٨ روپیہ

ششماہی ٤ روپیہ ١٢ آنہ

جلد ٢ | کلکتہ: چہار شنبہ ٢١ جمادی الثانیہ ١٣٣١ ہجری | نمبر ٢١

Calcutta · Wednesday, May 28, 1913.

اتقو اللہ ایہا المسلمون !

ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ فانساھم انفسھم اولائک
ھم الفاسقون (٥٩ : ٢٠)

ملکر بتواں گشت اگر دم زنم از عشق
این نشہ من گر نبود با دگرے ہست

(١) حکمة الہیہ اپنے کاموں میں ابتدا سے کچھہ اس طرح کی واقع ہوئی ہے کہ اسکا کوئی کام آزمایشوں اور امتحانوں سے خالی نہیں ہوتا : احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وھم لا یفتنون ؟ (٢٨ : ٢٠)

(٢) دعوة " من انصاری الی اللہ " میں بھی اولین آزمایش یہ تھی کہ بغیر اظہار و تعین کار کے لوگوں کو اپنی شرکت کے طرف بلایا گیا ؛ اور پھر جنکے دلوں میں سچی طلب تھی ' وہ بغیر فکر این و آن ' امداد و رفاقت ' اور مستعد اعانت ہوگئے : وھم الذین لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون -

(٣) جماعة " حزب اللہ " کے مقاصد و اغراض کا مضمون اسی آج کل میں چھپنے کیلیے دیدیا جائیگا اور پھر بصورت رسالے کے طبع ہوگا -

(٤) چونکہ رسالہ مضامین تبلیغ و دعوت کے ساتھہ ہی یہ رسالہ بھی قریب الاختتام ہے ' اسلیے اب علاحدہ اشاعت کی جگہ دونوں کو یکجا شائع کرنا ہی مناسب معلوم ہوا -

(٥) پھر جنکو پیاس ہے ' انہیں کیا ہوگیا کہ " العطش " کی صدا نہیں لگاتے ؟ اور جو روشنی کے متلاشی تھے ' یہ کیا ہے کہ وہ روشنی کو روشنی سمجھنے میں متامل ہیں ؟ پس جلدی کرو ' جلدی کرو کہ عجب نہیں اس جلدی ہی میں تمہارے لیے اصلی آزمایش پوشیدہ ہو - ان ارید الا الاصلاح ما استطعت ' و اللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم -

فہرست

تصاویر

لاکھوں بے خانماں مہاجرین

قسطنطنیہ کی گلیوں میں !!!

الہلال کلکتہ - سالانہ قیمت مع محصول صرف آٹھہ آنہ !!!

آج دفتر الہلال میں دو بار دفتر تصویر اعظام' اور ڈاکٹر مصباح کے پہنچے ہیں کہ " خدا کیلیے یوروپین ترکی کے اُن لاکھوں بے خانماں مہاجرین کے مصائب کو یاد کرو' جنمیں ہزارہا بیمار عورتیں' اور جاں بلب بچے ہیں - جنکو جنگ کی تباہی مصیبتوں کی وجہ سے بلا کسی اپنا گھر بار چھوڑنا پڑا' اور جنکی حالت جنگ کے زخمیوں سے بھی زیادہ درد انگیز ہے - جو مرگئے ' انکا دفن کر دیں' جو زخمی ہیں انکو شفا خانے میں لے آئیں' لیکن جو بد نصیب زندہ' مگر مردوں سے بدتر ہیں' انکو کیا کریں ؟ "

دفتر الہلال حیران ہے کہ اس وقت اعانت کا کیا سامان کرے ؟ مدد کیلیے نئی اپیلیں کرنا شاید انکو گوارا نہو - کیونکہ ہلال احمر کا چندہ ہر جگہہ ہو چکا ہے' اور انجمنوں کا کام بھی جاری ہے - مجبوراً جو کچھہ خود اسکے اختیار میں ہے' اسی کیلیے کوشش کرتا ہے

(۱) کم از کم وہ ایک ماہ کے اندر دو ہزار پاؤنڈ یعنی ۳۰ - ہزار کی رقم مخصوص اعانۂ مہاجرین کیلیے فراہم کرنا چاہتا ہے' کیونکہ ہلال احمر کے مقصد سے جو روپیہ دیا جاتا ہے' اسکو خلاف مقصد دوسری جگہ لگا نا بہتر نہیں - اسکی اطلاع آج ہی ترکی میں بھیجدی گئی ہے -

اس بارے میں جو صاحب مدد اعانت فرمائیں گے فاجرہ علی اللہ '

ورنہ وہ دوسروں پر ڈالنے کی جگہہ' خود ہی اس رقم کو اپنی جانب سے پیش کرنا چاہتا ہے -

(۲) اسکی صورت یہ ہے کہ بلا شک تیس ہزار روپیہ دینا دفتر کے امکان سے باہر ہے' مگر یہ تو ممکن ہے کہ تیس ہزار روپیہ جو آج مل رہا ہو' وہ خود نہ لے' اور اس اشد ترین ضرورت اسلامی کیلیے وقف کردے ؟

(۳) یقیناً میں ۳۰ - ہزار نہیں دیسکتا ' لیکن آپ کیوں نہیں مجھے ۳۰ - ہزار روپیہ دیدیے ' تاکہ میں دیدوں ؟

(۴) پس آج اعلان کیا جاتا ہے کہ **دفتر الہلال چار ہزار الہلال کے پرچے ایک ایک سال کیلیے اس غرض سے پیش کرتا ہے - آج کی تاریخ سے ۳۰ جون تک جو صاحب آٹھہ روپیہ قیمت سالانہ الہلال کی دفتر میں بھیجدینگے** ' انکے روپیہ میں سے صرف آٹھہ آنہ ضروری اخراجات خط و کتابت کیلیے وضع کرکے باقی ساڑھے سات روپیہ اس فنڈ میں داخل کردیا جائیگا ' اور ایک سال کیلیے اخبار آپکے نام جاری کردیا جائے گا - گویا ساڑھے سات روپیہ وہ اپنے مظلوم و ستم رسیدہ برادران عثمانیہ کو دینگے ' اسکا اجر عظیم اللہ سے حاصل کرینگے ' اور صرف آٹھہ آنے میں سال بھر کیلیے الہلال بھی (جو جیسا کچھہ ہے' پبلک کو معلوم ہے) انکے نام جاری ہوجائیگا - اس طرح چار ہزار خریداروں کی قیمت سے ۳۰ - ہزار روپیہ فراہم ہو سکتا ہے اور دفتر الہلال اسے خود فائدہ اٹھانے کی جگہہ' اس کار خیر کیلیے وقف کر دیتا ہے -

(۵) اس وقت ماہوار ندین سو تک نئے خریداروں کا اوسط ہے - لیکن دفتر ۳۰ - جون تک کیلیے اپنی تمام آمدنی اپنے اوپر حرام کر لیتا ہے - دفتر اس وقت تک کئی ہزار روپیے کے نقصان میں ہے' اور مصارف روز بروز بڑھتے جاتے ہیں ' تاہم اس تار کو پڑھکر طبیعت پر جو اثر پڑا ' اس نے مجبور کردیا ' اور جو صورت اپنے اختیار میں تھی ' اس سے گریز کیا ' اور صرف دوسروں ہی کے آگے ہاتھہ پھیلائے رہنا' بہتر نظر نہ آیا - یورپ میں اخبارات کے دفتر اپنی جیب سے ہزاروں روپیہ کار خیر میں دیتے ہیں - شاید اردو پریس میں یہ پہلی مثال ہے ' لیکن اسکی کامیابی اس امر پر موقوف ہے کہ برادران ملت تغافل نہ فرمائیں اور اس فرصت سے فائدہ اٹھا کر فوراً درخواست

یوروپین ترکی کے بے خانماں مہاجرین
جامع ایاصوفیا کے سامنے

خریداری بھیجدیں - ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

(۶) الہلال - اردو میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے' جو یورپ اور ترکی کے اعلی درجہ کے با تصویر' پر تکلف' خوشنما رسائل کے نمونے پر نکلتا ہے - اسکا مقصد وحید دعوت الی القرآن' اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے - مخففارہ علمی و دینی مضامین کے لحاظ سے اسکے اقتدار و حصوصیت کا ہر موافق و مخالف نے اقرار کیا ہے - اس نے ہندوستان میں سب سے پہلے ترکی سے جنگ کی خبریں براہ راست منگوائیں' اسکا باب "شئون عثمانیہ" ترکی کے حالات جنگ کے واقعات صحیحہ معلوم کرنے کا مخصوص ذریعہ ہے - "ناموران غزوۂ طرابلس و بلقان" اسکی ایک با تصویر سرخی ہے' جسکے نیچے وہ عجیب و غریب موثر اور حیرت انگیز حالات لکھے جاتے ہیں' جو اپنے مخصوص نامہ نگاروں اور خاص ذرائع معلومات سے حاصل کیے جاتے ہیں - مقالات' مذاکرۂ علمیہ' حقائق و وثائق' المراسلہ و المناظرہ اسئلۃ و اجوبتھا اسکے دیگر ابواب و عنوان مضامین ہیں - آٹھہ آنے میں شاید ایک ایسا اخبار برا نہیں -

(۷) درخواست میں اس اعلان کا حوالہ ضرور دیا جائے' اور کارڈ کی پیشانی پر " اعانۂ مہاجرین " کا لفظ ضرور لکھا جائے -

شذرات

اردو پریس علیگڈھ کی ضمانت

گذشتہ دو سال کے اندر اسلامی مصائب کے ظہور سے مسلمانان ہند میں جوش و حرکت کا ایک نیا دور پیدا کردیا - جدید اخبار و رسائل کی تاسیس، مضامین مہیجہ و معرکہ کی اشاعت، مجالس کا قیام، اور حس و بیداری کے مظاہر نہ صرف بڑے بڑے شہروں، بلکہ قصبوں اور دیہاتوں تک میں پوری سرگرمی سے ظاہر ہوے اور اسکا سلسلہ اب تک جاری ہے -

یہ زمانہ مسلمانوں کے مصائب کے شدید ترین دور کا آغاز تھا، اور اسلام کی خانہ ویرانی جیسی اب ہوئی، صدیوں سے نہیں ہوئی تھی - غفلت کے بعد ناگہانی ہشیاری، اور خواب کے بعد اچانک بیداری ہمیشہ خطروں سے پر ہوتی ہے، اور دل سے اٹھے ہوے جذبات دماغ کی دانشمندیوں کے تابع نہیں ہوتے - ایسی حالت میں کچھ بعید نہ تھا کہ جوش و خروش میں ہر طرح کی بے اعتدالیاں ہوتیں، اور امن و سکون میں قسم قسم کی مخل اندازیاں پیدا ہوجاتیں - تاہم برٹش انڈیا کی تاریخ میں یہ واقعہ ہمیشہ یادگار رہیگا کہ با این ہمہ حالات عقل بر انداز، و حوادث ہوش افگن و شکیب ربا، راس کماری سے بارہ کشمیر تک، تمام مسلمانان ہند نے کوئی حرکت امن و قانون کے خلاف نہیں کی، اور اگر ایجی ٹیشن کا کچھ ظہور بھی ہوا، تو وہی مجلس آرائیوں اور رزولیوشنوں کے پاس کرنے میں، یا چند لمحوں کی گرم تقریروں، اور مجامع و مجالس کی گاہ گاہ اٹھنے والی سرد آہوں میں -

ہم سب کچھ سنتے تھے، اور سب کچھ جانتے تھے - ہم یورپ کے وزارت خانوں سے بے خبر نہ تھے، اور انگلستان کی موجودہ وزارت خارجیہ کے نظارے سے بھی آنکھیں بند نہ تھیں - جنگ کی خوں ریزیاں، اور صلح کی امن سوزانہ دھمکیاں، دونوں ہمارے سامنے تھیں - ہم نے اُن خونچکاں لاشوں کو بھی دیکھا، جنکا خون جنرل کذیرا کی شمشیر برہنہ سے ٹپک رہا تھا، اور پھر ہم نے اُن جلے ہوے گھروں، اُن تودۂ خاکستر آبادیوں، اور اُن تڑپتی ہوی لاشوں پر بھی نظر ڈالی، جس سے جنگ بلقان کے حدود ارضی کے مختلف گوشے نظارہ گیان عالم کیلیے جگر پاش اور زہرہ گداز تھے، تاہم ہم کو جواب دیا جاے کہ ہم نے کیا کیا ؟ اور ہم کو بتلایا جاے کہ ہم نے کیا چاہا ؟ وہ وسیع مجمع انسانی، جسکی تعداد سات کروڑ سے متجاوز بتلائی جاتی ہے، کیا ممکن نہ تھا کہ اس موقعہ پر اپنے تئیں انسان قرار دیکر، جذبات طبعی سے مجبور انسانوں کی طرح، کچھ نہ کچھ بے عنوانیاں کر گذرتا ؟ مگر سواے اُس درد حسرت و ماتم کے، جو کبھی کبھی اس مجمع سے اٹھا، اور سوا اُن صداہاے فغاں سنج و الغیاث کے، جو لا حاصل و ناکام اس آبادی کی وسعت سے بلند ہوئیں، کوئی صداے قانون شکن، کوئی حرکت بغاوت آمیز، کوئی سعی مخالفت حکومت، ایسی ہوئی، جو سامنے لائی جا سکتی ہے ؟

میں بلا خوف تغلیط کہتا ہوں کہ انسانی مجامع کے غم و اندوہ اور اضطراب و اضطرار کی اگر کوئی تاریخ مرتب کی گئی ہو، تو مسلمانان ہند کے گذشتہ دو سالہ سکون و امن اور خاموشی و قانون پرستی کی اسمیں شاید کوئی نظیر نہیں ملے گی -

قوم اور ارکان حکومت، دونوں اس سے بے خبر نہیں ہیں کہ الہلال اپنے اصلی دلی خیالات کے بے کم و کاست اظہار میں نہایت مسرف ہے، اور اسمیں اور عام مسلمانوں میں یہی فرق ہے کہ انکے دل میں وہ ہے، جو اسکے زبان پر ہے، پر انکی زبان پر وہ نہیں ہے جو اسکے قلم پر ہے - اسلیے مجھے یہ کہدینے میں کوئی باک نہیں کہ اس تمام عرصے میں مسلمان ہند کی خاموشی و امن دوستی حد تفریط تک پہنچ گئی ہے - اور وہ قانون کے احترام اور امن کے ساتھ رہکر جو کچھ کرسکتے تھے، افسوس کہ انہوں نے نہیں کیا -

پھر یہ حکومت اور رعایا، دونوں کیلیے ایک نہایت ضروری سوال ہے کہ اس عجیب و غریب حالت کے اسباب کیا تھے اور کیا ہیں ؟ کل کی بات ہے کہ لارڈ کرزن کے زمانے میں دبی ہوئی وطنی شورش نے ظہور کیا، اور چند سالوں کے اندر ہی اندر خطرناک جوش و خروش اور خوں ریزانہ اقدامات تک معاملہ پہنچ گیا، اور اب تک قائم ہے - حالانکہ اسکے لیے بظاہر جوش و خروش پیدا کرنے کے ایسے اسباب قوی نہ تھے، جو پچھلے دو سالوں کے اندر مسلمانان ہند کو پیش آے، اور جسکے نتائج معزنہ ابھی انکے سامنے سے ہٹے نہیں ہیں -

یہ کیوں ہے کہ اس تمام عرصے میں ایک مسلمان ہاتھ بھی کسی خلاف قانون حکومت عمل کا مجرم نہیں ہوا ؟

یہ ایک سوال ہے، جسکے جواب پر غور فرمانے کی ہز انز سر جیمس مسٹن بالقابہ کی گورنمنٹ کو سب سے زیادہ ضرورت ہے -

میں پورے یقین اور وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اسکا سبب صرف ایک ہی ہے، اور سبب اصلی و قوی ہمیشہ ایک ہی ہوا کرتا ہے - دنیا میں اسطرح کے واقعات ہمیشہ گذرے ہیں، اور انکے حالات و نتائج نے ہمارے لیے بحث و راے کا راستہ صاف کردیا ہے - اُن پر نظر ڈالیے، اور ان سے بھی قریب تر خود ہندوستان کی گذشتہ دہ سالہ تاریخ کو دیکھیے - صاف صاف نظر آئیگا کہ اس کا سبب اصلی اسکے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا کہ لارڈ ہارڈنگ کی دانشمند و مدبر، اور کاردان و حوادث اندیش گورنمنٹ نے اس تمام زمانے میں روک ٹوک اور جا و بیجا سختی و پرسش کی پالسی پر عملدر آمد نہیں کیا، اور مسلمانوں کو انکی اصلی حالت پر چھوڑ دیا - انکے کاموں میں کسی طرح کی رکاوٹ نہیں ڈالی، انکے مجامع و مجالس میں کوئی علانیہ مداخلت نہیں کی گئی، اور ہر موقعہ پر گورنمنٹ نے اپنے تئیں ان تمام امور پر بے توجہ ظاہر کیا، اور اگر جوش و خروش کے ظہور میں بعض سخت گیر کار فرماؤں، اور حلقہ ہاے احتساب کو کوئی بات قابل گرفت نظر آئی بھی، تو اسکی بنا پر کوئی کارروائی نہیں کی گئی -

یہ ایک قدرتی بات ہے کہ انسانی قلوب کا جوش، دبانے سے اچھلتا، اور روکنے سے کودتا ہے - اسکی مثال ایک ابلتے ہوے چشمے یا اچھلتے ہوے فوارے کی سی ہے، کہ جسقدر اسکی راہ میں رکاوٹ ڈالی جاتی ہے اتنا ہی وہ زیادہ قوت اپنے اندر حاصل کرلیتا ہے - پس اس دانشمندانہ اور مستحق تحسین پالیسی کا نتیجہ یہ نکلا کہ جوش و خروش اور حسیات و جذبات کو زیادہ ابھرنے، اور زیادہ قوت و طاقت حاصل کرنے کا موقعہ نہیں ملا، اور وہ مثل ایک ایسے درخت کے ہوگیا، جسکو تخم اور زمین تو میسر آگئی تھی لیکن آفتاب کی تپش اور پانی کی رطوبت میسر نہیں آئی - کیونکہ دلوں کے جوش و خروش کیلیے سختی اور سخت گیری مثل حیات بخش پانی کے، اور مثل نامیہ افزا تپش و حرارت کے ہے - اسکو اگر دبانا مقصود ہے تو پانی نہیں دینا چاہیے - پر اگر پانی دیا گیا تو وہ پہلے پھولیگا، اور اسکی جڑیں زمین

کے اندر' اور شاخیں اسکے اوپر دور دور تک پھیل جائیں گی !

گورنمنٹ نے یہ ایک اصلی دانشمندی اور ٹھیک ٹھیک قابلیت حکومت فرمائی کا استعمال تھا' اور ہمارے عقیدے میں اگر ایک طرف لارڈ ہارڈنگ کے کارناموں کی تاریخ میں انکا مشہور مراسلۂ تاریخی " تقسیم بنگال کی تنسیخ" اور پھر حادثہ دہلی کے بعد تحمل و ضبط کا قابل تعریف ظہور" یادگار رہیگا ' تو اسی کے ساتھہ یہ دانشمندانہ طرز عمل بھی تعریف و توصیف کے ساتھہ یاد کیا جائے گا ' جو انہوں نے جنگ طرابلس کے بعد سے اس وقت تک اسلامی جوش و خروش کے متعلق اختیار کیا -

یہ اسکا در حقیقت وقدرتی اور طبیعی سبب اصلی ہے' جس کی قوموں اور ملکوں کی گذشتہ تاریخ اور موجودہ حوادث سے تصدیق ہوتی ہے ' لیکن اسکے بعد اسکے ذیل میں بعض اور اسباب بھی قرار دیے جاسکتے ہیں ' اور انمیں اولین وجہ مسلمانوں کی یہ نمایاں قومی خصلت بھی ہے کہ وہ صبر و تحمل کے عادی اور فتنۂ و شر سے گریزاں رہتے ہیں' اور اپنی اسی خصلت کی بے اعتدالانہ تفریط کے نتائج ہیں ' جو مقدونیا میں حاصل کرچکے ہیں -

یقیناً اس گذشتہ دو سال کے اندر انہوں نے یہ بھی ثابت کردیا کہ خواہ اضطراب و جوش کا کیسا ہی ہجوم ہو' مگر حزم و احتیاط اور امن و سکون کا سر رشتہ انکے ہاتھوں سے نہیں چھوٹ سکتا -

* * *

یہ حالات تھے' مگر نہایت افسوس کے ساتھہ اب مسلمان دیکھیں گے کہ صوبجات متعددہ کی گورنمنٹ اس پالیسی کو ہاتھہ سے دے رہی ہے ' اور اسکا بہت بڑا عملی نمونہ آردو پریس علی گڈہ کی ضمانت ہے -

آردوے معلی کے مضمون پر گرفت نہیں کی گئی ' اسمیں پولیٹکل مباحث کا حصہ عرصے سے نادر اور کالمفقود ہے -

اسکے ایڈیٹر کا صرف یہی جرم نظر آتا ہے کہ اس نے اسلامی حسیات و جذبات کے اظہار میں حصہ لیا' اور اخیری دنوں میں ملکی مصنوعات کے طرف توجہ ' اور غیر ملکی مصنوعات سے احتراز دلانے کیلیے کوشش کی - اسکا نتیجہ یہی ہوگا کہ مسلمان ' جو صرف اپنے مسلمان بھائیوں کی اعانت ' اپنے مستقبل' اور اصلاح حال میں مصروف تھے ' اور حکومت کے طرف سے بالکل مطمئن تھے کہ وہ انکی پر امن مساعی و حرکات سے کوئی تعرض کرنا نہیں چاہتی ' یکایک محسوس کریں کہ شاید واقعۂ نفس الامر ایسا نہیں ہے' اور یہ انکے جوش کیلیے ایک قوت افزا روک کا کام دے - پھر انکا جوش بڑھے ' اور جذبات میں ایک نئی حرکت پیدا ہو - حکومت کو غور کرنا چاہیے کہ اس نئے جوش کی ذمہ داری کیا پالیسی کے اس تغیر' اور سخت گیری پر نہوگی ؟

کیا اسکی ضرورت نہیں ہے کہ لارڈ ہارڈنگ کی دانشمند گورنمنٹ اس مسئلہ پر توجہ کرے ؟

ہفتۂ جنگ — مبادی صلح پر ابھی تک دستخط نہیں ہوے ہیں - حلقہ ہاے سیاسیہ میں یہ التواء " پر اسرار " سمجھا جارہا باعث التواء کون ہے ؟

کل کی تار برقی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی ابھی عالم اسرار میں ہے' مگر ابتدائی تار برقیوں میں سب سے پہلے اس باب میں جسکا نام لیا گیا تھا ' وہ سرویا تھی -

۲۱ - کو ریوٹر نے اطلاع دی تھی کہ سرویا کی راے ہے کہ اسکے متعلق بیعض اہم معاملات میں دول کا فیصلہ کافی طور پر لازمی نہیں - وہ دستخط سے قبل ضمانت چاہتی ہے - اسی تاریخ کے دوسرے تار میں جو یہاں ۲۲ - کو موصول ہوا ' یہ بیان کیا گیا تھا کہ حلفاء بلقان کی طرف سے سرویا نے سر ایڈورڈ گرے سے ان ترمیمات کے متعلق مراسلت کی ' جو صلحنامہ میں وکلاء بلقان نے ایک جلسے میں تجویز کیے ہیں - اس جلسے میں ڈاکٹر ڈنیف وکیل بلغاری بھی شریک تھا - مگر اس نے ایک تجویز بھی ان ترمیمات کی بابت پیش نہیں کی - ان ترمیمات کا جو حصہ ظاہر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ پیرس کے مالی کمیشن میں بلقانی وکلا کی وہی حیثیت ہو جو دیگر وکلاء دول کی ہوگی - نیز یہ کہ جنگ سے پہلے کے عہد نامے اسوقت نافذ رہیں ' جب تک کہ ایک دوسرا وسیع عہد نامہ تیار نہ ہوجائے -

ریوٹر کا یہ بھی بیان ہے کہ ترکی اور بلغاری وکلاء نے سر ایڈورڈ گرے سے کہا ہے کہ یہ دول کا فرض ہے کہ وہ بقیہ حلفاء بلقان کے دستخط حاصل کرنے کے لیے کوئی تدبیر اختیار کریں - اور یہ کہ دول نے انکو فہمایش کی ہے ' اور یہ کہا ہے کہ اگر انہوں نے اصرار کیا تو عجب نہیں کہ وہ ان فواید کو ضائع کردیں جو انکو عدم اصرار کی صورت میں حاصل ہوسکتے تھے -

خانہ جنگی — حلفاء بلقان کے تعلقات کی حالت دیکھیے کب تک درست رہتی ہے ؟ بلغاریا کے خلاف ' سرویا اور یونان میں ایک معاہدہ کے وجود میں اب کوئی شک نہیں رہا - ۲۹ - کو سالونیکا کا تار ہے کہ کیوالا سے کسی قدر فاصلے پر بلغاری اسکویڈرن نے یونانیوں پر آتشباری کی - اسکے علاوہ پیگھیون میں بھی جنگ ہوئی - سرکاری طور پر بیان کیا گیا ہے کہ اس جنگ میں یونانی نقصانات کی تعداد ۳۹ - مقتول اور ۱۳۷ - مجروح ہیں -

طرابلس الغرب

بنغازی سے ۱۹ - کا تار ہے کہ سیدی غربی اور اسیلانی کے مرکزوں پر کل اطالوی فوج کا سیلاب نہایت زور کے ساتھہ امڈا ' جسکو عربوں نے پیچھے ہٹا دیا - اسکے بعد عربوں نے اطالویوں پر ایک غیر مترقبہ حملہ کیا' مگر کمک پہنچنے کے بعد عربی حملہ بھی پسپا کردیا گیا - اطالوی نقصانات کی مقدار ۷ - افسر ۷۲ - سپاہی مقتول ' اور ۲۹ - افسر اور ۲۵۰ - سپاہی مجروح ہے -

۲۳ - مئی کے روما کے تار میں بیان کیا گیا ہے کہ پارلیمنٹ میں ایک سوال کے جواب میں صیغہ جنگ کے انڈر سکریٹری نے یہ تسلیم کیا کہ ۴ - توپیں ضائع ہوئیں لیکن اسکے ساتھہ یہ بھی کہا کہ تسلیم سے قبل وہ بیکار کردی گئی تھیں - اس نے بتایا کہ موجودہ زمانے میں عہد قدیم کے تعصبات کے برخلاف ' توپوں کے مقابلہ میں انسان زیادہ قابل ترجیح سمجھے جاتے ہیں !!

اسی تاریخ کو سینٹ میں وزیر مال نے اعلان کیا کہ اس سال فاضلات میں ۹۵ - ملین لیر (ایک اطالی سکہ) ہیں جن میں سے ۴۲ - ملین ان مصارف کی ادائگی کے لیے رکھے گئے ہیں جو جنگ طرابلس کی وجہ سے ہوئے - اور ۱۹ - ملین بیڑے کی ترقی میں -

سقوطری میں بین القومی قبضہ ہوگیا - فوج بارکوں میں مقیم کی گئی ہے -

باشندوں کی حالت اچھی ہے - لا سلکی (وائرلیس) اور دیگر امور نافعہ (پبلک ورکس) کے لیے کوشش کیجارہی ہے -

۲۱ - جمادی الثانیہ ۱۳۳۱ ہجری

فتنہ می بارد ازیں طاق مقرنس برخیز !

ءامنتم من فی السماء ان یخسف بکم الارض فاذا ھي تمور ؟ - ام امنتم من فی السماء ان یرسل علیکم حاصبا فستعلمون کیف نذیر ؟ (۶۷ : ۱۳)

خدا جو آسمان میں ہے کیا تم اُس کے جلال سے نڈر ہوگئے ہو کہ زمین میں تم کو دھنسا دے اور وہ پڑتے جھکولے مارا کرے ؟ یا جو آسمان میں ہے تمہیں اُس کے غضب کا خوف نہیں رہا کہ تم پر پتھراؤ کرے ؟ عنقریب تم کو معلوم ہو جائیگا کہ ہمارا ڈرانا کیسا تھا ؟

سنہ ۱۰۶۴ - ع - کا واقعہ ہے کہ جزیرۂ صقلیہ (سسلي) پر توحید کی حکومت تھی - بحر ابیض متوسط کے تمام سواحل میں اللہ اکبر کے نعرے گونج رہے تھے - سنہ ۸۳۶ ع میں یہ علاقے علم اسلام کے زیر سایہ آئے تھے - اس واقعہ کو ۲۲۸ - برس گزر چکے تھے ' اور اس مدت مدید میں اسلامی تمدن نے سسلی میں اچھی طرح جڑ پکڑلی تھی - سسلي کا طبي کالج تمام یورپ کا مرجع و مآب بن رہا تھا ' پلرمو کی عظیم الشان درسگاہ سے مغربی دنیا تہذیب و شایستگي کا سبق لیتي تھي - تعلیم عام بھی تھی اور مفت بھی - تربیت کا ایسا اچھا انتظام تھا کہ ہمارے بورڈنگ سسٹم (نظام اقامت) سے اب تک ایسے نتایج پیدا نہو سکے - ہمارے کالج و یونیورسٹی نو آزاد بھي نہیں ہیں اور دائرۂ اثر بھي محدود ہے ' مگر سسلی کی عربی درسگاہیں اس خصوصیت میں اس حد تک ترقي کرگئی تھیں کہ یورپ کي متعجبانہ نگاہوں میں یہ باتیں ایک طرح کا جادو نظر آتي تھیں - یہ سب کچھہ تھا اور ترقي کے بیشتر ذرایع فراہم تھے ' لیکن جیسا کہ موسیو سیدیو نے خلاصہ تاریخ العرب (صفحہ ۱۷۷ و ۱۸۱) میں تصریح کی ہے ' مسلمانوں میں بڑي کمی یہ تھي کہ نہ اُن کو اپنی حالت کا احساس تھا ' اور نہ اُن میں کوئی مرکزی وابستگی تھی - ہر ملک کے مسلمان اپنے اپنے حال میں مگن تھے - کسی کو کسی سے اتنا بھي تعلق نہ تھا جتنا چین کے ایک بہت ہی معمولي یوروپین کے رنج و راحت سے سر ایڈورڈ گرے کي نظارۃ خارجیہ کو ہوسکتا ہے - بے حسي کا یہ عالم تھا کہ جزائر بلیارہ کے مسلمان ذبح کر ڈالے گئے' جزیرۂ قندیہ چھن گیا ' جنوبي اطالیہ کے بیشتر علاقے صلیب کے زیر حکومت چلے گئے ' مگر کسی دردمند دل میں ٹیس بھی نہ اُٹھي - نتیجہ یہ ہوا کہ سنہ ۱۰۶۸ ع سے سنہ ۱۰۷۱ ع تک میں توحید کے تمام مقبوضات تثلیث نے غصب کرلیے - سنہ ۱۰۹۸ ع میں جزائر مالطہ کي شامت آئي - سنہ ۱۱۲۵ ع میں سواحل افریقیہ کي نوبت پہونچي - سنہ ۱۱۴۸ ع میں صفاقس و سوس و مہدیہ و قیروان و تونس جاتے رہے ' اور بحر ابیض متوسط میں اسلامی حکومت کا بالکل ہي خاتمہ ہوگیا - موحدین نے بعد میں کچھہ علاقے واپس تو لیے ' اور تعمیر حکومت کي داغ بیل بھي پڑگئي - مگر یہ تعمیر بھي عام بے حسي و عدم مرکزیۃ کي برکت سے میرزا غالب کی اُس تعمیر سے کم نہ تھي - جسکي نسبت خود اُن کو شکایت تھی :

ہیولی برق خرمن کا ہے خون گرم دہقاں کا !

گیارھویں صدي کے انھیں واقعات کا اعادہ آج بیسویں صدي میں ہو رہا ہے - جنگ بلقان نے یورپ سے اسلامي حکومت کا خاتمہ کر ہي دیا - ایشائي ممالک باقي رہے تھے ' جن میں عرب و مضافات عرب کو مخصوص اہمیت حاصل تھي - لیکن ۱۴ - مئي سنہ ۱۹۱۳ ع کو ' جس کی تفصیل لندن ٹائمز نے ۱۷ - مئي کي اشاعت میں درج کي ہے - اس میں بھي گھن لگ گیا -

(۱) عرب کے مشہور ساحل جزیرہ " کویت " پر برطانیہ عظمی کا باقاعدہ شاہي اثر تسلیم کرلیا گیا - باب عالی کي صرف نام کي سیادت رہ جائیگي - جزیرے کے استقلال ' شئون حکومۃ ' معاملات داخلیہ ' اوضاع سیاست - ولایت عہد ' غرضکہ ہر ایک بات سے ترکي سلطنت بے تعلق ہوگي ' اور برطانیہ و کویت کے مابین جو معاہدہ ہوا ہے ' اس کو نافذ الاثر سمجھیگي -

(۲) جزائر بحرین و مسقط و القطر سے باب عالي کے شاہي حقوق معدوم ہوگئے اور بشر بدون کا حق انگلستان کو حاصل ہوگیا - خلیج فارس میں روشنی کرنے - منقذات (جان بچانے والی کشتیوں) اور خضراء (پولیس محافظ) کا نظم و نسق بھي اُسي سے متعلق ہوگا -

(۳) شط العرب میں انگریزي اثر غالب ہوگا - دریاے دجلہ و فرات میں جہاز راني کے لیے برطانیہ عظمی کو خاص حقوق و مراعات حاصل ہونگے -

(۴) ایک عثماني کمیشن کے ذریعہ سے جس کی وضع و ترکیب میں برطانیہ کو طاقتور حصہ ملیگا ' شط العرب میں جہاز رانی ' اور بندرگاہوں میں حکومت کے مسائل طے کیے جائینگے - عام انگریزي راے اس باب میں یہ ہے کہ کمیشن کے معاین و مہندس ' دونوں شاخوں کے اعلی افسر انگریز ہونے چاہئیں - ورنہ انگریزي فوائد کے حصول میں خاطر خواہ کامیابی نہوگي -

(۵) بصرہ و بغداد کے مابین تاسیس ریلوے کا آخري حق برطانیہ کو حاصل ہوگا - بغداد ریلوے کی نظارت (ڈائرکٹروں کي مجلس) میں کم از کم دو انگریز افسر ہونگے ' جن کے ذریعہ سے خرید و فروخت پر نگرانی اور مالیہ کے انتظام میں امتیازي سلوک روا نہ رکھنے کے فرائض انجام پایا کرینگے - اس معاہدہ کو گویا مکمل سمجھنا چاہیے - ۱۷ - مئی کو معاہدہ کے اُس حصہ پر جو مسئلہ کویت و حدود بصرہ سے متعلق ہے دستخط ہوچکے ہیں - بقیہ ہنوز غیر طے شدہ ہے - اُن پر بھی کچھہ مدت کی گفت و شنید کے بعد دستخط ہو ھي جائینگے ' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیار سے اسلامی حکومت کے خاتمہ کی تحریک کے لیے ایک غیر متوقع سبیل نکل آئي - اس معاہدہ کی تکمیل سے انگریزوں کو جو نفع ہوگا رائٹر ایجنسی نے ۱۷ - مئی کے تلغرافات میں اُس کي یوں ترجماني کی ہے کہ " مشرق اوسط میں تجارتي فوائد برطانیہ کی ترقی و تقویت کے لیے یہ معاہدہ ایک نہایت اہم واقعہ ہوگا " اور ترکوں کو جو ضرر پہونچیگا اُس کا اندازہ ۱۵ - مئی سنہ ۱۹۱۳ ع پاینیر کے اُس فقرہ سے ہوسکتا ہے جو اُس نے مشہور یوروپین اخبار " جورنل " سے نقل کیا ہے کہ " ان معاہدوں کو ایشیائي روم کی تقسیم کا آغاز خیال کرنا چاہیے "

فرانس نے ارض شام پر قبض و دخل کي پیشرفت کے لیے مطالبات کیے ہیں (۱) مدارس (۲) ریلوے (۳) بنادر (۴) اور اُن

تمام معاملات میں جن کو فرانس سے کسی قسم کا بھی تعلق ہو سکتا ہے، مخصوص رعایتیں مانگی ہیں - اور مطالبۂ مراعات کو زور دار بنانے کے لیے ۱۸ - مئی کو جنگی طیاریوں کی تکمیل کے نام سے ۴۲ - کرور فرنک کا زائد خرچ بھی بوجہ کے لیے منظور کیا ہے تاکہ ترک ان طیاریوں کی دھمکی میں آکر مطالبات منظور کرائیں -

اس نازک وقت میں صرف ایک جرمنی ہے جو عثمانیوں کی معیۃ کا دم بھر رہی ہے - مگر امریکن رسالہ " لٹریری ڈائجسٹ " کا بیان اگر صحیح ہے تو باطول میں وہ بھی دوستانہ طریق پر جرمن اثر بڑھانے کے درپے ہے -

یہ تو اغیار و اجانب کی پیدا کی ہوئی مشکلیں ہیں - لیکن مسلمان بھی اس مشاغل آفرینی میں ہیٹے نہیں - عثمانی ممالک میں لامرکزیت کے اصول پر ہر ایک صوبہ کو خود مختار کر دینے کے لیے مصر میں بے وقت ایک مرکزی انجمن قائم کرائی گئی ہے - بنام مئی سنہ ۱۹۱۳ ع کو اس کا جلسہ ہوا، جسمیں فرانس کو توجہ دلائی گئی کہ ترکی میں مداخلت کرکے لامرکزیت کی بنیادیں مستحکم کرادے (!!!) ولایت بصرہ کی اصلاح کے لیے باب عالی نے نئے نظام و نسق کا اعلان کیا تھا - طالب پاشا کی تحریک لامرکزیت جوش پھیلانے میں کامیاب ہو ہی چکی ہے - المؤید پہلے ہی سے شیوخ بصرہ کی تائید میں تار شائع کر چکا ہے - باب عالی کا اعلان اصلاح اظہار فساد کا ایک بہانہ بن گیا - اہل بصرہ بگڑ کھڑے ہوے - انگریزی جنگی جہاز " سلوپ ایارٹ " مداخلت کی تاک میں منتظر تھا - حفاظت عامہ کے نام سے ساحل پر لنگر ڈال دیے - ۴ - مئی سے اب تک وہیں گرد آوری کر رہا ہے -

ارض مصر میں بھی ترکوں کی رہی سہی حالت خرخشہ سے خالی نہیں - یہاں ترکی سلطنت کی جانب سے ایک ہائی کمشنر رہتا ہے - آجکل یہ عہدہ رؤف پاشا سے متعلق ہے - لارڈ کچنر کو اصرار ہے کہ آیندہ کے لیے یہ عہدہ باقی نہ رہنے پائے - باب عالی نے رؤف پاشا کا ایک دوسرا قائم مقام تجویز کیا تھا، مگر بقول المؤید وغیرہ لارڈ ممدوح کے اشارہ سے مصری گورنمنٹ رضامند نہوئی، اور یہ مسئلہ یوں ہی رہگیا - حال میں خدیو مصر نے ایک عام دعوت کی تھی، جس میں تمام سفرا و قناصل طلب کیے گئے تھے - لیکن عثمانی کمشنر کی خبر تک نہ لی گئی (۱۹)

دوسرے اسلامی ممالک میں بھی مسلمانوں پر نئی مصیبتیں ہیں - پچھلے مہینے میں فرانس نے طنجہ کے ایک مسلمان اخبار نویس کو محض اس جرم میں حبس دوام کی سزا دیدی ہے کہ مسلمانان مراکش کو بیدار کرنے والے مضامین اس نے کیوں شائع کیے؟ تونس کا ملک اس وقت فرانس کے ماتحت ہے - اس میں اور اس کے ہمسایہ الجزائر میں عموماً عربوں کی آبادی ہے - پچھلے سال تونس میں پندرہ لاکھ ۱۹ - ہزار ۷۸۵ - ایکڑ زمین عربوں کے زیر کاشت تھی - پیداوار میں عشر کا طریقہ رائج ہے، جس سے گورنمنٹ کو ۱۷ - ملین فرنک کی آمدنی ہوئی - فرانسیسیوں اور فرانسیسی یہودیوں کے قبضہ میں نو لاکھ ۹۴ - ہزار ۱۴۰ - ایکڑ اراضی ہے، مگر وہ ہر طرح کے محصول سے معاف ہیں - فرانس کو ان سے ایک پائی بھی وصول نہوئی - عربوں نے اور ان کے قائم مقام اخباروں نے جب اس پر قانونی اعتراض کیا، تو ان سے ضمانتیں طلب ہوئیں اور دو ہفتہ کے لیے ایک اخبار کی اشاعت روک دی گئی - پیرس کے نیم سرکاری اخبار " طان " نے نمبر ۱۸۵۶۱ (۱۷ - اپریل سنہ ۱۹۱۲ ع) کی اشاعت میں اصول استعمار پر بحث کرتے ہوے جمہوریۂ فرانس کو مشورہ دیا تھا: " حکام کا فرض ہے کہ فرانسیسی مستعمرات کے باشندوں میں جس قدر ممکن ہو وجوہ عداوت و ذرایع مخالفت پیدا کرتے رہیں، کیونکہ خیریت اسی وقت تک ہے کہ مسلمان باہم دست و گریبان رہیں " الجزائر میں اس مشورہ کی خصوصیت کے ساتھہ قدر کی گئی اور مسلمانوں میں طرح طرح کے منازعے پیدا کیے گئے، مگر جنگ بلقان و طرابلس نے عام اسلامی مصائب کا احساس اس قدر وسیع کر رکھا تھا کہ تمام نزاعیں فراموش ہو گئیں، اور فرانسیسیوں کا یہ جادو بھی کارگر نہو سکا - نائن ٹینتھہ سنچوری کی تازہ اشاعت میں موسیو فیلپ میایت لکھتے ہیں: "الجزائر بھی اب بیدار ہو رہا ہے - انگلستان کو مصر میں جو زحمتیں پیش آئی ہیں، وہی دقتیں فرانس کو یہاں پیش آنے والی ہیں - الجزائر کے عرب بھی استبداد و اضطہاد کے نتایج محسوس کرنے لگے ہیں، اور ان میں بھی حقوق انسانیت کے مطالبے کے جذبات پھیل رہے ہیں - الجزائر کی حکومت نام کو آئینی ہے مگر اس کا پرداز عمل بالکل ہی استبدادی ہے - باشندوں کو ہر قسم کے ٹیکس دینے پڑتے ہیں، مگر فرانسیسیوں کو یہ سب معاف ہے - کسی عرب پر کیسا ہی ظلم ہو، فرانسیسی کے مقابلے میں اس کی کوئی آواز نہیں سنی جائیگی، بلکہ اور اسے قانونی شکنجہ کی کشاکشی برداشت کرنی پڑیگی - یہ ناقص نظام حکومت اب دیر تک قائم نہیں رہسکتا - فرانسیسی پارلیمنٹ کو مسلمانوں کے لیے بھی مساوات و انصاف کے حقوق دینے ہونگے - ان کے فوائد بھی ملحوظ رکھنے پڑینگے، اور حکمرانی میں ان کو بھی شریک کرنا ہوگا "

ایران و ایشیاے کوچک پر نظر ڈالو تو ان کو سب سے زیادہ مشق ستم بنانے کی کوشش ہو رہی ہے - ریویو آف ریویوز کے اپریل کے نمبر میں " ایشیاے کوچک کی مشکلات " پر موسیو اڈوراں گرسٹرز کا ایک مبسوط مضمون شائع ہوا ہے، جو اصل میں آسٹریا کے مشہور اخبار " آسٹریشے زوائت شر " سے ماخوذ ہے - اس مضمون کا ماحصل یہ ہے کہ " روس اپنی سلطنت کو وسط ایشیا و سائبریا میں وسیع کرنے کے لیے صدیوں سے کوشش کر رہا ہے، جس کی خاص غرض یہ تھی کہ روسی گورنمنٹ کے لیے سمندر میں ایک نہ ایک مرکزی بندرگاہ مخصوص ہو جاے - لیکن ابھی تک نہ یہ کوشش بارور ہوئی نہ کوئی ثمرہ نکلا - سوال یہ ہے کہ فارس و ایشیاے کوچک میں روس کے فوائد کیوں پامال رہیں؟ شہنشاہ پطرس اعظم نے دربند و باد کوبہ (باکو) کے علاقے جس طرح ایران سے لیے تھے - سنہ ۱۸۲۸ ع میں ایرانی صوبۂ اریوان جن شاطرانہ چالوں سے روس کے قبضہ میں آیا - ترکوں نے شمالی ارمینیا کے علاقے جن وجوہ سے روس کی نذر کیے - سنہ ۱۸۳۸ ع میں اضلاع قارص و باطوم جس حکمت عملی سے پطرسبرگ کی حکومت میں شامل ہوے - اسی دور کا تسلسل اب بھی کیوں نہ رہے - اور رفتار سیاست منحرف کیوں ہو جاے؟ روس نے اپنے اغراض کی تکمیل کے لیے جو دقیق روش اختیار کر رکھی ہے، اس پر غور کرتے ہوے انسان محو حیرت بن جاتا ہے - سنہ ۱۹۰۷ ع کے معاہدۂ روس و انگلستان نے شمالی ایران کی قسمت روس سے وابستہ کر رکھی ہے - ایک روسی سرمایہ دار کو گورنمنٹ ایران کی جانب سے اجازت مل چکی ہے کہ تجارتی کشتیوں کے لیے ارومیہ میں ایک اسٹیشن قائم کرلے - اس اجازت کا مدعا اس وقت صاف ہو جاتا ہے جب ان امتیازات پر نظر پڑتی ہے جو روس نے اصفہان سے تبریز، تبریز سے قزوین - اور اصفہان سے ارومیہ تک ریلوے لائینیں جاری کرنے کے لیے حاصل کیے ہیں - اور جن سے شمالی مغربی طہران کے ڈیڑھ سو کیلو میٹر مربع کے علاقے اس کے زیر اثر آگئے ہیں - با ایں ہمہ ہنوز کسی مرکزی بندرگاہ کے حصول میں کامیابی نہیں ہوئی - نہ

خلیج فارس ہی میں کار برآری ہوئی اور نہ بحر ابیض متوسط ہی میں کام نکلا - ایران کی آٹھ سو کیلو میٹر مربع زمین پر اس وقت روس قابض ہے - لیکن جس سلطنت کے مقبوضات یورپ کے ڈانڈے ایشیاے کوچک سے ملے ہوں - جس کی دس ہزار کیلو میٹر کی لانبی ریلوے لائن نے مشرق و مغرب کی حدیں ایک کردی ہوں - ایسی بے سود رہے للتیجہ نمایشیں اُس کے لیے کیا مفید ہو سکتی ہیں ؟ "

اس ترغیب و ترہیب کا مفاد ظاہر ہے - ایران کی آزادی سلب ہو گئی - جنوب و شمال کی طوفانی ہواؤں نے بنیادیں ہلا دیں ' زندوں کی جانیں قربانگاہ استبداد پر بھینٹ چڑھائی گئیں ' اور مُردوں کی ہڈیوں سے چیل کوؤں کو دعوت دی گئی - یہ سب کچھ ہوا اور ہو رہا ہے - مگر مضمون نگار کی راے میں ابھی یہ کافی نہیں - وہ چاہتا ہے کہ کل کو آنے والی قیامت ابھی اور آج ہی کیوں نہ آجاے ؟ طہران میں حکومت کے مٹے ہوے خط و خال کیوں باقی رہیں ؟ اور کیوں نہ خلیج فارس میں ایک مرکزی بندرگاہ کے بہانے احمد کی سلطنت نکولس کے لیے ایک خوشنما و خوش سواد مستعمرہ (کالونی) کی شکل میں تبدیل نہ ہو جاے ؟

دوسری صورت یہ بتلائی گئی ہے کہ " اسکندرونہ " پر قبضہ کر لینے سے روس کی وہ غرض پوری ہو جائیگی جس کا خواب دیکھتے ہوے مدتیں گزر گئیں - یہ مقام جو اس وقت ترکوں کے زیر حکومت ہے ' بحر ابیض متوسط کا ایک نقطۂ مرکزی ' بغداد ریلوے کا ایک اسٹیشن ' اور جزیرۂ قبرص (سائپرس) کے بالمقابل واقع ہے - اسکندر اعظم کی نظروں میں اس بندرگاہ کی بہت بڑی اہمیت تھی ' اور اُسی کے نام پر یہ مشہور بھی ہے - لیکن مشکل یہ ہے کہ اس پر سکہ بٹھانے کے لیے ہولناک خونریزیاں کرنی پڑینگی ' اور باشندگان " و شزل " اور " اودیل " کے مابین بڑے معرکہ کا رن پڑیگا - آجکل تو یہ شہر صرف جرمنی کے دائرۂ اثر میں واقع ہے ' لیکن اس کا مستقبل صاف بتا رہا ہے کہ آگے چل کر ایک مشہور جرمن بندرگاہ اور بحر ابیض متوسط کا دوسرا ہمبرگ ہو جائیگا " یعنی روس اگر اسکندرونہ پر قبضہ کرنے میں ناکام بھی رہا ' جب بھی یہ علاقہ ترکی حکومت سے جدا ہو جائیگا ' اور جرمنی اس کو مشرق ادنی کے لیے اپنا ایک حربی مستقر بنالیگی - یہی نہیں بلکہ یورپ کی رفتار سیاست کا صحیح اندازہ کرنے کے بعد " آسٹریسر رانڈ وشو " اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ " ایشیاے کوچک کا عنقریب تجزیہ ہو جائیگا - ترکی حکومت یورپ کی پیچیدگی سلجھانے میں منہمک ہے - اُس کو علم بھی نہوے پائیگا کہ اُس کے پاؤں تلے سے زمین نکل جائیگی ' اور اُس کے مقبوضات منقسم ہو جائینگے - سواحل بحر مرمر و ایشیاے کوچک میں بے شمار یونانی موجود ہیں - تحریک انقسام کی راہیں صاف کرنے میں اُنسے طبعاً مدد ملیگی - شام پر فرانس کا تسلط پہلے ہی سے لگ چکا ہے - یہ ملک جمہوریۂ فرانس کا ایک مشرقی جزو ہو کر رہیگا - لیکن اسکندرونہ و خلیج ادالیہ کے مابین ایک علاقہ ہنوز بے تعلق ہے - روس ہمیشہ موقع کا منتظر رہا ہے - مناسب و موزوں وقت پیش آے پر ادھر رخ کرنے میں اُسے کیا امر مانع ہو سکتا ہے ؟ اس میں تو انگریزوں سے مصادمت یا جرمنی سے مقابلہ کا بھی خطرہ نہیں - ارمنی قوم کی آزادی کے لیے اُسے نہایت سنجیدگی و متانت سے کام کرنا ہوگا - گو یہ سچ ہے کہ ترکی ارمینیا میں اس قوم کو خواہ ذبح کرڈالیں ' یا روسی ارمینیا میں تاتاری اس کو مشق ستم بنالے رہیں ' روس کی نظروں میں دونوں برابر ہیں - تاہم اسکی ہمدردانہ کارروائیوں نے اگر شمالی سواحل بحر اسود کے ارمنیوں کو ترکی حکومت سے آزاد کرالیا تو باسفورس و دردانیال کی پر لطف آرزوئیں بر آنے میں کیا بات باقی رہ جائیگی ؟ دول یورپ کا کچھہ یوں ہی سا کھٹکا ہے - وہ بھی اسی حد تک ' کہ یورپ میں موجودہ حالت برقرار رکھنے کی کوشش ہوگی ' اور میدان جنگ ایشیا کو منتقل کردیا جائیگا " ان تصریحوں کو معمولی نہ سمجھو ' یہ صرف باتیں ہی باتیں نہیں ہیں ' ان پر عمل درآمد کی طیاریاں بھی شروع ہو چکی ہیں - ۱۳ - مئی سنہ ۱۹۱۳ کو ارمنی وفد نے باب عالی میں جو معنی خیز یاد داشت پیش کی ہے - ارمینیا کی اصلاح پر زور دیا ہے - مسلمان مہاجرین کو اضلاع ارمینیا میں آباد کرنے پر اعتراض کیا ہے - عیسائیوں کی مصیبتیں کم کرنے ' قتل و غارتگری کو روکنے ' اور غیر مسلم اقوام کو جبراً مسلمان بنانے کے انسداد کی جانب توجہ دلائی ہے - صدر اعظم عثمانی (شوکت پاشا) نے اس کا جواب جس طرحکے ہمدردانہ الفاظ میں دیا ہے ' اور اجراے اصلاحات کی نسبت جو محکم وعدے کیے ہیں ' ان کی صداقت و استواری کا پارلیمنٹ انگلستان تک کو یقین ہے کہ " ترکی ارمینیا میں گذشتہ خوفناک مظالم کے مکرر وقوع کا مطلق اندیشہ نہیں - اس امر کی شہادت مل چکی ہے کہ مطالبات اصلاح پر عمل درآمد ہو رہا ہے " مگر کیا مقدونیہ و طرابلس کے باب میں انہیں مبادی کا اعادہ نہیں ہو چکا ہے ؟ ملک گیری کا سر آغاز عمل یہی ہے کہ اسلامی حکومتوں سے نہایت ملائم لہجہ میں اصلاح کا مطالبہ کیا جاے - کچھہ روز کے بعد دفان اصلاح میں خود دخیل بن بیٹھیں - اور جب اس مداخلت کی بنا پر اصلاحی کارروائیوں میں کھنڈت پڑجاے تو مظلوموں کی حمایت کے نام سے سلسلۂ جنگ شروع کردیں -

پھر روس کا ارادہ ظاہر ہے ' صرف تکمیل کے طریقے تلاش کرنے باقی ہیں - اُن کی نسبت دیوان عام (ہاؤس آف کامنس) میں مسٹر آکلینڈ ۸ - مئی کو سر ایڈورڈ گرے وزیر خارجۂ برطانیہ کی نیابت میں اعلان کرچکے ہیں کہ " معاہدۂ صلح پر دستخط ہوجانے کے بعد حتی الامکان اس امر کا خیال رکھا جائیگا کہ ارمینیہ میں باقاعدہ نظم و نسق قائم کرنے کے مسئلہ پر کامل غور کیا جاے " اس غور و خوض کے کیا نتایج نکلینگے ؟ اس کے جواب کے لیے یورپ کی تاریخ استعمار کا مطالعہ کافی ہے - ممدوح کی یہ پر معز تشریح بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ " تمام دول یورپ کی یہ دلی آرزو ہے کہ دولت عثمانیہ کو عمدہ موقع دیاجاے کہ وہ اپنے بقیہ مقبوضات کو ترقی کے پیمانہ پر لاسکے (ترکوں کی مخالفت میں) جب کوئی مسئلہ پیدا ہو تو برطانیہ اس امر کا خیال رکھیگی ' اور دول یورپ کو بھی خیال رکھنا چاہیے کہ وہ مسئلہ تمام سلطنتوں کی طرف سے اجماعی تحریک کے ساتھہ پیش ہو ' اور کسی قسم کی انفرادی کارروائی نہ کی جاے " اس موقعہ پر برطانیہ عظمی کی اُس سیاسی مسابقت پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے جسکی ذیل میں زبان سے تو بقیۂ مقبوضات عثمانیہ کے لیے ترقی کے بہترین مواقع بہم پہنچانے کے وعدے کیے جاتے ہیں ' مگر یہ وعدے وفا اس طرح ہوتے ہیں کہ سواحل عرب و خلیج فارس کے ترکی علاقوں پر انگریزی نفوذ باقاعدہ سرایت کر جاتا ہے ' اور ترک اپنی عافیت اسی میں سمجھتے ہیں نہ برائے نام سیادت کے علاوہ ہر قسم کے اختیارات فرمان روائی سے دست بردار ہو جائیں ! باعث طلب امر یہ ہے کہ تجزیۂ ترکی یا آزادی ارمینیہ کی تحریک پیش کرنے کا انحصار جب دول یورپ ہی کے اجماع پر ٹھہرا تو یہ کیا بڑی بات ہے ؟ ان سلطنتوں کے موائد و مصالح میں ہزار تناقض سہی ' لیکن تناقض میں بھی تو آٹھہ وحدتیں ہوا کرتی ہیں ' پھر تجزیہ عثمانیہ کی تحریک میں ہم ایک کا متحد ہوجانا کیوں مستبعد ہونے لگا ؟

دولة بني اميه اور الهلال

والله الله في اصحابي - خير القرون قرني - بعدا و معداللہ امریہ -
خلفاء راشدین ' اور ملوک عضوض - و ما یناسب ذلک -

از جناب مولانا عبید اللہ صاحب (اسجیر)

جناب کي نئے انداز کی انشا پردازیوں ' خصوصاً عالمانہ ارشادات اور قرآني استشہادات نے ہم لوگوں کے دلوں میں اپکي جو عظمت پیدا کردي ہے ' اور اپکي ذات سے ہم بد قسمت مسلمانوں کي جو امیدیں وابستہ ہوگئی ہیں ' وہ بیان سے باہر ہیں ' اور حق یہ ہے کہ اپکا وجود اور اپکي تحریر اس دعوی کیلیے برہان قاطع ہے کہ اس قحط الرجال میں بھي بعض نفوس قدسیہ پاے جاتے ہیں جنھیں بلا مبالغہ " لا یخافون لومة لائم " کہا جاسکے - آپ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا وعظ فرما رہے ہیں ' یا اپنی معجز بیانیوں سے احیاء اموات کر رہے ہیں ؟ یہ کیا سحر اور کیا اعجاز ہے ؟ آنکھیں خدا ' کان سن ہیں - نہ ایسي تحریریں کبھي دیکھیں نہ ایسي تقریریں سنی ہیں -

لیکن افسوس کہ ان باتوں کے احساس کرنے والے قلوب بھی یہ دیکھکر محو حیرت بلکہ عرق ندامت ہوجاتے ہیں کہ جناب اپنی دراز دستیوں سے (بی ادبی معاف) اس چودھویں صدي کے ادعائي لیڈروں کو شہید اداء حق پرستي فرماتے ہوے ' جوش اعجاز نمائي میں حقیقي لیڈروں یعنی صحابۂ کرام تک کو مجروح ناحق شناسي فرما جاتے ہیں -

جناب نے " بني امیہ کا استبداد اور امر بالمعروف کے سد باب کا پہلا دن " (الہلال نمبر ۱ - ج - ۲) کي بني امیہ کے سکے بیٹھا اور خون ناحق سے شرابور سرخي ' (گستاخي معاف) بے وقت قائم کرکے بني امیہ کي قوم کو ' خواہ وہ حضرت عثمان رسول علیہ السلام کے داماد ' یا حضرت معاویہ محمد علیہ السلام کے صہر ہوں ' یا سلیمان بن عبد الملک ' یا حضرت عمر بن عبد العزیز ہوں ' علیہ السلام ' بلا استثنا ظالم ' فساق ' اور فجار کے الفاظ سے مخاطب فرما رہے ہیں - جناب کي ان تلخ کلامیوں نے قوم رفاض (کذا فی الاصل - الہلال) کي یاد تازہ کردي - اسلام میں بھي ایک فرقہ ہے جسنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سب و شتم کرنا اپنا پیشہ بنالیا ہے ' اور اکابر اسلام کو گالیاں دینا جزو مذہب سمجھ رکھا ہے - مکرما ! بني امیہ بقول جناب کے ہزار برے سہي ' پھر بھي اپنے بعد والوں سے بحکم صادق مصدوق " لایاتي علیکم زمان الا الذي بعدہ اشر منہ حتی تلقو ربکم " (بخاري) لاکھہ درجہ اچھے تھے ' اسلیے انکے بعد والونکو خصوصاً اس صدي کے مسلمانوں کو انہیں برا کہنے کا کوئي حق نہیں - پہلے یہ اپنے گریبان میں منہہ ڈالکر اپني سیہ کاریوں کو دیکھیں اور بتائیں کہ اگلوں کو گالي دینے کے سوا اور انکے پاس کیا رکھا ہے ! ! امر بالمعروف کے واعظ کو شارع علیہ الصلوۃ کی یہ پر مغز و انفع وصیت اپنا نصب العین بنانا چاہیے کہ " لیحجزک عن الناس ما تعلم من نفسک " (مشکوۃ) بني امیہ کي فتوحات اسلامیہ کو ٹھنڈے دل سے دیکھیے تو وہ خود علي رضي اللہ عنہ تک کے زمانہ میں معدوم نظر آئینگي - بقیہ بني ہاشم کا کیا ذکر ہے ! میں بني امیہ کے چند افراد کي افسوسناک سیئات سے بے خبر نہیں ' لیکن ساتھہ ہي دیگر افراد کے حسنات سے چشم پوشي بھي نہیں کیجا سکتي - انکے بعض افراد نے مسلمانوں پر صنف و صریح خون رلانے والے ظلم کیے ہیں ' تو دوسرے افراد نے اسلام کے حدود کو قابل تعریف طریقہ سے وسعت بھي دي ہے ' اسلیے ہمیں انکے ساتھہ ان الحسنات یذہبن السیئات کا انصافانہ سلوک کرنا چاہیے - آپ قیامت کے دن فساق و فجار کي صف بندیاں کرکے اور بني امیہ کو صف اول میں جگہ دیکر اپني تئیں حق بجانب سمجھ رہے ہیں تو کوئي وجہ نہیں اگر نسل بني امیہ کا کوئي فرد ان صفوف کے سائق و قائد ہونے کا فخر بني ہاشم کو بخش دے تو آپ چیں بجبیں ہوں ' کیونکہ خارجین علي الامام اور بغاۃ و فساق کي اس قوم میں بھي کمي نہیں اور جو چیز جتني اجلي ہوگی ' اوسیقدر اوسکے دھبے نمایاں بھي ہونگے -

جناب بني امیہ کو ملزم قرار دیتے ہیں کہ " اسلام کي جمہوریت کو غارت کرکے شخصي حکومت کي بنیاد ڈالي " بني امیہ کا پہلا فرد جو رسول اللہ علیہ الصلوۃ کا بجا طور سے جانشین تھا ' وہ حضرت ذي النورین رضی اللہ عنہ تھے - انکي خلافت بھي بمشورۂ و اتفاق مہاجرین و انصار منعقد ہوئی - یہ پہلا دن تھا کہ خود جمہوریت اسلام نے بني امیہ کو بر سر اقتدار و تسلط بنایا ' اور انکے بر سر اقتدار آتے ہي فتوحات اسلامیہ کا ایک دریا تھا جو امنڈ آیا - جسکي لہریں عرب و افریقہ کے آتش فشاں صحرا کو طے کرتي ہوئي ہند تک

[بقیہ صفحہ ۸ کا]

ان تمام واقعات کو پڑھو اور غور سے پڑھو اور پھر سوچو کہ دنیا ہمارے فنا و زوال کے لیے کیا کیا تدبیریں کررہي ہے ' اور ہم کس بے خبري و بے حسي کے عالم میں ہیں ؟ قزاقوں کا ہجوم دروازے پر پہنچ گیا ہے ' اور گھر کے سونے والے کس طرح خواب غفلت میں سرشار ہیں ؟

اے مقیمان تہ سقف سپہر غدار
تا بہ کے حسرت فرزند و زن و شہر و دیار ؟
آیۂ فاعتبروا یا اولی الابصار تو ہو
ہو خرابے پہ اگر قصر ادرنہ کے گذار
کبھی قرآن کا ظاہر تھا یہاں جاہ و جلال
کبھي اسلام کا لگتا تھا یہاں پر دربار
آج تثلیث نے اس کا یہ بنایا عالم
کہ نہ توحید ہے باقی نہ کہیں اسکا مزار

ذلک بما قدمت ایدیکم ' و ان اللہ لیس بظلام للعبید (۸ : ۵۷) — یہ تمام بربادیاں تم نے خود اپنے ہاتھوں مول لیں ' ورنہ اللہ تو اپنے بندوں کیلیے کبھي ظالم نہیں -

پھر کیا وقت نہیں آگیا ہے کہ " من انصاري الی اللہ " کي صدا عالم میں بلند ہو ' اور دین الہي کے آخري انصار " لبیک لبیک ! اللہم لبیک " کہتے ہوے اٹھہ کھڑے ہوں ؟ فاین تذہبون ؟ ؟

آپ جانتے ہیں! پھر کون کہہ سکتا ہے کہ یہ امر بالمعروف کے سد باب کا پہلا دن تھا؟ (میں عرض کرتا ہوں - الہلال)

افسوس اسلام کی بدقسمتی اب اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ جن قرون اولی کی خیریت و فضیلت خود سرور کائنات علیہ التحیات نے بیان فرما دی ہو (صحیحین و سنن) آپ ایسے اسلام کے فدائی اور برگزیدہ ارباب علم انہیں قرون میں بدعات و محدثات و معاصی کا بازار گرم کر رہے ہیں، اور صحابہ رضی اللہ عنہم، جنکے لیے آقائے اسلام "فانہم خیارکم" کی شہادت فرماتے ہوے "اکرموا اصحابی" (نسائی) کا حکم فرما رہے ہوں، اور جن بزرگوں کے لیے ایسے صریح الفاظ میں تہدید فرما دی ہو کہ "اللہ اللہ فی اصحابی اللہ اللہ فی اصحابی! لا تتخذوهم غرضا من بعدی" اور "من اذاهم فقد اذانی" (ترمذی) آپ انہی بزرگوں کے ایک محترم فرد بلکہ امیر المومنین (بخاری احمدی) حضرت معاویہ علیہ السلام کا لا ابالیانہ انداز سے ذکر فرماتے ہیں اور پھر ستم تو یہ ہے کہ جناب انکے اسی ضرب المثل حلم اور ساٹھہ برس کی بڑھیا کے ہفوات سے درگذر فرما جانے کو خدا جانے کن نگاہوں سے ملاحظہ فرما رہے ہیں -

و اخو العداوة لا یمر بصالح

الا و یلمزه بکذاب اشر

الہلال

اللہ تعالی جب اپنے کسی عاجز و ناتوان بندے پر اپنا لطف و کرم مبذول فرماتا ہے، تو اسکی نسبت اپنے بندوں کے دلوں میں حسن ظن و میلان و الفت پیدا کر دیتا ہے - اور پھر گو وہ اور اسکے کام کتنے ہی حقیر و ذلیل ہوں، لیکن اسکے بندوں کی نظروں میں عزیز و محبوب ہو جاتے ہیں - و ذالک فضل اللہ یوتیه من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم -

جناب، اور جناب ایسے بزرگان حسن ظن فرما کی نسبت ہمیشہ اس عاجز و ہیچ مدان کا یقین ایسا ہی رہا ہے - یہ اسی کا فضل ہے کہ وہ آپ ایسے بزرگوں کے دلوں کو میری جانب مائل کر رہا ہے - پس اللہ کا احسان، اور جناب کے حسن ظن بزرگانہ کا شکریہ و استدعاء دعاء حصول استقامت و ثبات کار، و الی اللہ ترجع الامور -

جناب نے اس بارے میں جو کچھہ ارقام فرمایا ہے حیران ہوں کہ اسکے جواب سے کیونکر عہدہ برا ہوں؟ اگر تفصیل سے کام لیتا ہوں تو ایک دفتر طویل مطلوب، پھر نتیجہ کچھہ نہیں - اور اگر اجمال پیش نظر رکھتا ہے، تو اول تو بحث صاف نہیں ہونی، اور دوسرے طبیعت بھی نہیں مانتی - بہر حال مجبوراً آخری ہی صورت اختیار کرتا ہوں، اور بر سبیل اشارہ چند معروضات ضروریہ کے اظہار ہی پر قناعت کر لیتا ہوں :

تو خود حدیث مفصل بخواں ازیں مجمل

اللہ اللہ فی اصحابی!

(۱) میرا عقیدہ ہے کہ حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اس سماء دنیا کے نیچے وہ ایک ہی جماعت قدسیہ ہے، جو انبیاء کرام علی نبینا و علیہم السلام کے بعد تکمیل انسانیۃ، اور اخلاق و اعمال الہیہ کا اکمل و اجمل ترین نمونہ و اسوہ تھی، اور نہ صرف تاریخ اسلام میں، بلکہ تاریخ جمیع ازمنۂ ماضیۂ عالم میں انبیاء کرام کے مستثنی کر دینے کے بعد انسانوں کا کوئی گروہ، اور انسانیہ کبری کا کوئی اعلی سے اعلی ظہور بھی انکے مقابلے میں پیش نہیں کیا جاسکتا - بلکہ انہی میں وہ نفوس زکیۂ و عظیمہ تھے، جو اپنے مظاہر اعمال کے اندر بعض اولو العزم انبیاء بنی اسرائیل سے بھی زیادہ ظہور صفات الہیہ کے تشبہ و تخلق کا رکھتے تھے، اور جنکی زبان حال "جئنا بحراً، وقف

الانبیاء علی ساحلہ" کی صداے حقیقت سے غلغلہ انداز عالم ملکوت تھی - کیونکہ "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوة حسنة" انکا دستور العمل و محور جمیع اعمال و افعال تھا، اور اسلیے وہ سرچشمۂ "مقام محمدی" کے فیضان سے بہرہ یاب تھے، پس اس مقام اور مقامات انبیاء گذشتۂ عالم میں جو فرق تھا، وہ انکے اندر بھی نمایاں تھا کہ المرء مع من احب -

عن المرء لا تسئل و سل عن قرینه

و لنعم ما قیل :

جمال ہم نشیں در من اثر کرد

وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

یہی وہ لوگ تھے کہ "یحبهم و یحبونه" انکا مرتبۂ اختصاص تھا، اور "رضی اللہ عنهم و رضوا عنه" کے مقام محبت و محبوبی و عشق و عاشقی سے فائز المرام تھے! اللہ اللہ! انکے مقامات عالیہ، جنکے وصف و تمحید پر کلام الہی نے شہادت دی: اشداء علی الکفار رحماء بینهم، تراهم رکعا سجداً یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا، سیماهم فی وجوههم من اثر السجود: (۴۹ : ۲۹)

یہ وہ لوگ تھے، جنھوں نے شمع نبوت سے براہ راست اپنے دلوں کو روشن کیا، جو خلوت و جلوت میں صحبت اندوز حضرۃ رسالت ہوے - یہ وہ جوش نصیب تھے، کہ جس آب حیات کا ایک قطرہ ہزاروں مردوں و اموات کو زندہ کر دینے کیلیے کافی ہے، اسکی بارش انکے سروں پر ہوئی، اور جس آب زلال کے ایک جرعے کیلیے تشنگان عالم مضطر و متحسر ہیں، اسکے دریاے بیکراں کے کنارے انہوں نے مدتوں زندگیاں بسر کیں - وہ اس وجود الہی کے جلیس تھے، جو خلوت "ابیت عند ربی هو یطعمنی و یسقینی" کا شب گذار، اور درس گاہ "ادبنی ربی فاحسن تادیبی" کا درس آموز لیل و نہار تھا - فهم جلساء اللہ، لا یشقی جلیسهم - و للہ در ما قال:

غالب ندیم دوست سے آتی ہے بوے دوست

مشغول حق ہوں بندگی بو تراب میں!

سبحان اللہ! یہ کون لوگ تھے کہ دن کے غزا و جہاد فی سبیل اللہ و دعوت حق و اعلان معروف ہی میں شریک کار اور معین راہ نہ تھے، بلکہ اس مخاطب نداء محبت "یا ایها المزمل" کی راتوں کی خود فروشانہ عبادت گذاریوں، اور عاشقانہ و والہانہ اعمال مخصوصہ میں بھی شریک خلوت تھے، اور اسکی شہادت خود خدا نے دی کہ :

ان ربک یعلم انک تقوم ادنی من ثلثی اللیل و نصفه و ثلثه، و طائفة من الذین معک، و اللہ یقدر اللیل و النهار، علم ان لن تحصوه فتاب علیکم، فاقرؤا ما تیسر من القرآن، علم ان سیکون منکم مرضی و آخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ، و آخرون یقاتلون فی سبیل اللہ (۷۳ :)

اے پیغمبر! تمہارا پروردگار واقف ہے کہ تم راتوں کو اللہ کی یاد اور ذکر کیلیے جاگتے ہو - کبھی دو تہائی رات کے قریب، کبھی آدھی رات اور کبھی ایک تہائی - اور ایک جماعت تمہارے ساتھیوں کی اس شب بیدارانہ عبادت میں تمہارے ساتھہ شریک رہتی ہے - رات اور دن کے (تمام اشغال و اعمال) کا اللہ ہی اندازہ کر سکتا ہے - اس کو معلوم ہے کہ تم (بوجہ انہماک عبادت اور کمال محویت و خود فروشی) وقت کو محفوظ نہیں کر سکتے - اسلیے اسنے تمہارے حال پر از راہ لطف رحم کیا اور وقت کی قید اٹھا دی - پس اب جس قدر بآسانی قرآن پڑھ سکتے ہو پڑھا کرو! اس کو یہ بھی

بھی ہے کہ اُنھوں نے سنت خلفاء اربعہ کو زندہ کیا، اور اپنے اولین خطبۂ خلافت میں فرمایا:

ایہا الناس! انی ابتلیت بہذا الامر من غیر رأی منی فیہ، ولا طلبۃ، ولا مشورۃ من المسلمین - وانی قد خلعت ما فی اعناقکم من بیعتی، فاختاروا لانفسکم غیری (یعنی لوگو! میں اس حکمرانی میں مبتلا ہوگیا بذریعہ جانشینی اور بیعت موروثی کے، اور اسمیں نہ حسب حکم شریعت و سنت خلفاء راشدین، مشورہ ہوا، اور نہ مسلمانوں کی رائیں لی گئیں - اور نہ یہ میری خواہش تھی، اور نہ اسکا آرزومند تھا - پس میری گذشتہ بیعت کا جو بار تمہاری گردنوں پر ہے، اس سے میں تمھیں رہا کیے دیتا ہوں، اور اس معاملے سے اپنے تئیں الگ کردیتا ہوں، پس اس وقت تم جمع ہو، اپنے اپنے باہمی مشورہ و اجماع سے کسی خلیفہ کو منتخب کرلو!!)

لیکن یہ سنتے ہی تمام مسلمانوں نے بالاتفاق پکارا: قد اخترناک یا امیر المومنین و رضیناک امیرا لانفسنا و البرکۃ - ہم نے بس آپ ہی کو انتخاب کیا اے امیر المومنین! اور ہم سب آپسے راضی اور خوشنود ہیں! (طبری، اور پورے خطبے کیلیے دیکھو ابن اثیر، ابو حنیفہ، ابن سعد و مصری وغیرہ)

(۶) جناب ارقام فرماتے ہیں کہ "آپ کا استدلال بنی امیہ کو ظالموں کے الفاظ سے مخاطب کرتے ہیں اور انتہائے غصہ میں رسول علیہ السلام کی قرابت داروں کو بھی بھول جاتے ہیں"

اسکے برخلاف اعمال صالحہ ہر حال میں مذہبی طور پر موجود ہے، اور ہم اکثر پڑھتا ہے - حضرت عثمان خود بنو امیہ میں سے تھے، جب کہ خلفاء راشدین سے ایک بنی امیہ کا ذکر کیا گیا - اور حضرت عمر ابن العزیز اپنے اعمال بنو امیہ و اتباع سنت سابقین خلفاء کی بنا پر - یہ امر ایسا نہ تھا کہ موجب اعتراض ہوتا -

اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت داری کی نسبت جو فرمایا، تو اگر آپ کے حکم سے اسکا ہر حال میں لحاظ رکھوں اور اسی کو محور محبت و مودت قرار دوں، تو ان مشکلات کا کون ذمہ دار ہوگا جو دو چار قدم کے بعد ہی پیش آنا شروع ہو جائیں گی؟ شاید اسکا جناب کو خیال نہ رہا -

حسن ز بصرہ، بلال از حبش، صہیب از روم
ز خاک مکہ ابوجہل، این چہ بوالعجبیست!

(۷) "لا تاتی علیہم زمان" الخ کا اگر مطلب یہی ہے تو آپ عمر ابن عبد العزیز پر بلحاظ تقدم زمانی، مروان بن الحکم، اور شمر و یزید کو ترجیح دیں - کیونکہ سابقون فی الاسلام والعہد والزمان!! یعنی تو اس حدیث کا مطلب حفظ تقدم فضیلت اعمال، و اتباع شریعت، و عمل بالقرآن و السنۃ کی تطبیق کے بعد قرار دیتا ہوں، اور در اصل قرار دیا جا چکا ہے - کما لا یخفی علی ارباب النظر و العلم - و ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم -

وقائع و فضائل

(۸) بحث کے مختلف مواقع، و حکم ہر موقعہ بلحاظ اطراف بحث - ائمہ اہل سنت و جماعت نے اسکا فیصلہ کر دیا ہے - بنی امیہ کے حسنات سیاسیہ و ملکیہ سے کسی کو انکار نہیں - مثلاً فتوحات ممالک، و اشاعت تمدن و علوم، و تاسیس برید، و تدوین دفاتر و دواوین وغیرہ، و کان لہم من الوزراء و ابطال الجند و الاعوان، من یغلبون بہم علی الزمان - و افتتحوا بسیوفہم البلدان، و حفظوا لہم الملک من الاعداء بحد الحسام - فصفوۃ القول فیہم ان ہاولاء الملوک مع ما کانوا فیہم من الترف و الانصراف الی الملذات و الشہوات، و عدم اتباع الشریعۃ و الانحراف عن جادۃ السنۃ السنیۃ، و اعمال الدینیۃ، کانوا علی جانب عظیم من الذکاء و الدہاء و الدرایۃ و الحزم و حسن العزیمۃ و فضل السیاسۃ - و کذلک لم تدل اشتغالہم بنفوسہم عن النظر فی شئون الحکومۃ و ترتیبہا، والعمل علی زیادۃ ثمرہا و عمرانہا، والتوسع فی املاکہا و رد غارات الاعداء عنہا - پس ہم انکی سیئات دینیہ کی برائی کرنے میں باک نہیں رکھتے، اور اسی طرح انکے حسنات ملکیہ و سیاسیہ کے اعتراف میں بھی بخیل نہیں - لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ یزید کے دیندار و طباع ہونے کے صلے میں، اسکے شرب خمر و ظلم و فسق کی بھی تعریف کریں، با جونکہ ایک شخص خوش تقریر ہے لہذا کوئی مضائقہ نہیں، اگر تارک صلوۃ بھی ہو!!

مقصد اصلی یہ ہے کہ بنی امیہ نے خلافۂ نبوی کو، جسکا عمود کار اتباع شریعہ تھا، محض حکومت و سیاسہ کی صورت میں مبدل کردیا، اور جو بنیاد خلفاء راشدین نے رکھی تھی، اسکو اپنے اغراض نفسانیہ و ہواء سلطنۃ پر قربان کرکے منہدم کردیا - ظلم و منکرات کا بازار گرم ہوگیا - مشورہ کا سد باب ہوگیا، آزادی رائے کو زور و شمشیر بند کردیا گیا - اور علی الخصوص سب سے پہلے تاریخ اسلام میں احکام شریعۃ پر اپنے اغراض نفسانیہ و سیاسیہ کو مقدم کرنے، اور حسب ضرورت اسمیں تحریف و توجیہ بیجا کرنے کی بنیاد رکھی - یہی بنیاد تھی، جسپر بعد کو آنے والوں نے بڑی بڑی عمارتیں کھڑی کیں، اور ہمیشہ کیلیے تاریخ اسلام اپنے ابتدائی تیس سالہ عہد اصلی کو ماتم و حسرت کے ساتھ یاد کرتی رہی!

میں نے آغاز تحریر میں لکھدیا ہے کہ معروضات مختصر اجمالی پر مشتمل اشارہ ہونگی، اسلیے افسوس کہ ہر قدم پر ہجوم دلائل و واقعات کو جبراً ترک کرنے سے رکتا ہوں - ورنہ یہ ایک دفتر طویل و افسانۂ طولانی ہے - اسفار اثار و تاریخ کو اٹھائیے، اور ایک ایک واقعہ پر آنسو بہائیے -

دور اوائل اور ظہور منکرات

(۹) آپ متعجب ہیں کہ میں نے اس ابتدائی عہد کو دور محدثات و بدعات کہا - لیکن شدت تعجب و فرط حیرانی سے میں اسکے جواب کا متمنی نہیں - وبالعجب! یہ جملہ لکھکر جناب نے تاریخ اسلام کے اُن معلوم اور مسلم اوراق و فصول کو دنیا سے نابود کردینا چاہا - کیا آپ بھولے ہیں اور بھلا رہے ہیں؟

عہد بنی امیہ سے بھی بلند تر دیکھیے - کیا شہادت حضرت عثمان کا فتنہ ایک اسلامی بدعت نہ تھی؟ پھر کیا زیاد بن سمیہ کا استلحاق اور اسکے لیے مجلس شہادت منعقد کرنی ایک اولین بدعت اسلام میں نہ تھی؟ حالانکہ یہی زیاد تھا کہ جب اسنے حضرت فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے زمانے میں بشارت فتح پر خطبہ فصیح دیا، تو ابو سفیان اور حضرت امیر علیہ السلام منبر کے قریب بیٹھے تھے - ابو سفیان نے کہا کہ "انہ ابن عمک" یعنی یہ تو میرا بیٹا ہے - "انا وضعتہ فی رحم امہ سمیہ" اسپر حضرت علی نے کہا کہ پھر اسکو ظاہر کیوں نہیں کرتے؟ ابو سفیان نے حضرت فاروق کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ "انا اخاف ہذا الجالس علی المنبر" یہ شخص جو منبر پر بیٹھا ہے، ڈرتا ہوں کہ اس ادعاء خلاف شریعۃ پر برہم ہوگا!! (عقد الفرید جلد ۳ - صفحہ ۲۱۱) (۱)

یہ ایک مشہور اور بتفصیل طلب واقعہ ہے - عام ناظرین کی واقفیت کیلیے اسقدر لکھدیتا ہوں کہ (سمیہ) جاہلیہ کی ایک زانیہ و فاحشہ عورت تھی - ابو سفیان اسکے پاس رہا تھا، اور اسی سے (زیاد) پیدا ہوا تھا -

لیکن اغراض سیاسیہ سے اسکا پھر استلحاق کیا گیا، اور اسکو اپنا بھائی قرار دیا - اسکے لیے ایک خاص مجلس شہادت بھی منعقد ہوئی تھی، جس میں گواہوں کے اظہارات لیے گئے تھے - ازانجملہ ایک گواہ ابو مریم الخمار تھا، جس نے ابو سفیان کیلیے "سمیہ" کو مہیا کیا تھا - فقال اشہد ان ابا سفیان حضر عندی و طلب منی

(۱) لیکن اس مکالمے کو بعض مورخین نے عمرو ابن عاص اور ابو سفیان کے درمیان لکھا ہے، اور حضرت امیر نے کہا ہے کہ "اسکت یا ابا سفیان، فانک لتعلم ان عمر لو سمع ہذا القول منک، لکان الیک سریعاً (العقد، صفحہ ۱۰۰ -) منہ

بغیاً ' فقلت لہ لیس عندي الا سمیہ ' فقال ھاتہا علی قذرہا و وضرہا ' فاتیت بہا - فخلا معہا ' فخرجت من عندہ و انہا لتقطر ..... ایسی شہادتوں سے بالاخر غریب زیاد بھی شرما گیا ' اور چیخ اٹھا : مہلاً یا ابا مریم ! فانما دعیت شاھداً ' و لم تدع شاتماً ! !

یہ واقعہ تمام تاریخوں میں مسطور ہے : و کان ھذا اول ما ردت بہ احکام الشریعۃ ' فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ' قضی بالولد للفراش ' و للعاھر الحجر -

اسی واقعہ کی نسبت عبد الرحمن بن حسان نے کہا تھا :

و ترضی ان یقال ابوک زان ، اتغضب ان یقال ابوک عف

پھر کیا آپ اس سے انکار کرینگے کہ یہ بدعت نہ تھی ؟ خیر یہ تو ایک خاص واقعہ تھا اور اُس زمانے میں لوگوں نے اسکی تاویلیں بھی کیں - لیکن میں پوچھتا ہوں کہ کیا خلافۃ علی منہاج النبوۃ کو حکومت و ملک عضوض میں بدلدینا بھی بدعۃ نہ تھی ؟ کیا مشورے کا سد باب ایک اشد شدید بدعۃ فی الدین نہ تھی ' حالانکہ حضرت فاروق کا یہ جملہ ہمکو معلوم ہے کہ لا خلافۃ الا عن شوری ؟ کیا مسلمانوں پر جنگ میں پانی کا روکدینا بھی بدعت نہ تھا ؟ جبکہ دوسرا فریق غالب ہوکر بھی نہیں روکتا ؟ کیا سخت سے سخت مکر و خدع سے کام لینے میں بھی باک نہ ہونا ' خدعہ و دسائس سے مسئلہ حکمین کا فیصلہ کرنا ' اپنے اغراض سیاسیہ کو ہر موقعہ میں شریعت پر ترجیح دینا اور اسکے لیے لوگوں کو خفیہ و علانیہ بیت المال سے روپیہ دینا (جیسا کہ خود کہا کہ " کنت احب الی قریش منہ [ای من علي] لانی کنت اعطیہم و کان یمنعہم ' فکم سبب من قاطع و نافر عنہ - استیعاب) شخصی طور پر بزور و جبر اپنے لڑکے کو ولی عہد بنانا ' عجمی شان و شکوہ اور علو و رفعت سے دربار آرائی کی اساس اولین قائم کرنا ' مسجد میں اپنے لیے عام مسلمانوں سے الگ مقصورہ بنا کر نماز پڑھنا ' اور شمشیر برہنہ نگہبانوں کے حصار کے اندر سجدہ کرنا ' اور اسی طرح کی بیسیوں محدثات کو بھی بدعت تسلیم نہیں کیا جاے گا ؟

فہو اول من جعل ابنہ ولي العہد خلیفۃ بعدہ ' و اول من اتخذ دیوان الخاتم و امر بہدایا النیروز و المہرجان ' و اتخذ المقاصیر فی الجوامع ' و اول من قتل مسلما صبرا و حجراً و اصحابہ ' و اول من اقام علی راسہ حرساً ' و اول من قیدت بین یدیہ الجنائب ' و اول من اتخذ الخصیان فی الاسلام ' و کان یقول انا اول الملوک (ملخص از استیعاب حافظ ابن عبد البر جلد اول صفحہ ۲۶۳ وغیرہا)

اور پھر یہ تو خود امیر معاویہ کے زمانے کے حالات ہیں - آگے چلکر جو کچھ ہوا اسپر نظر ڈالیے - میں نے بدعات و منکرات کا لفظ عام طور پر حکومت امویہ کی نسبت لکھا تھا نہ کہ کسی خاص شخص کی نسبت -

خلافۃ مرتضوی

(۱۰) آپ فرماتے ہیں : " بنی امیہ کی فتوحات کو دیکھیے تو خود حضرت علی کے زمانے میں مفقود نظر آئیں گی "

فتوحات ممالک و بلدان ' و توسیع حکومت اسلام یقیناً ایک ایسی شے ہے ' کہ اس تیرہ سو برس میں جن جن ہاتھوں پر اسکا ظہور ہوا ' انکی خدمات کا اعتراف ہمارا فرض ہے ' لیکن میں تو اپنے مضمون میں " امر بالمعروف و نہی عن المنکر " کے سلسلے کی تاریخ لکھہ رہا تھا ' نہ کہ تاریخ فتوحات اسلامیہ - پھر وہاں مجھے اس سے کیا غرض کہ کن کے ہاتھوں زیادہ فتوحات ہوے ہیں ' اور کون اس سے قاصر رہے ہیں ؟ بحث کے مواقع اور مختلف پہلو ہوے ہیں - رہا حضرت امیر کے زمانے میں فتوحات خارجہ کا نہونا ' تو میں نہایت رنج و غم سے اس غلط فہمی کو دیکھہ رہا ہوں ' جو آجکل کے نئے مذاق سیاسی نے پیدا کردی ہے ' اور اسکا ظہور جناب کے اس ارشاد میں بھی ہوا ہے - عام طور پر کہا جاتا ہے کہ حضرت امیر کا زمانہ ایک نہایت ناکام زمانہ تھا - حکومت و سیاست کیلیے وہ بالکل موزوں نہ تھے ' انکے زمانے میں اسلام کیلیے کوئی نئی فتح ' اور کوئی نئی ملکی و ارضی توسیع نہیں ہوئی ' اور پھر اسکو اصول و معیار بحث قرار دیکر نہایت شدید غلطیاں اس بارے میں کی جاتی ہیں ' مگر یقین فرمائیے کہ یہ خیال بالکل غلط ' اور اصلاً حقیقت نہیں رکھتا ' اور نہایت افسوسناک سطح بینی اور تاریخ کی بے خبری پر دلالت کرتا ہے - وقت اور موقع تشریح کا نہیں ہے - نہایت ضروری ہے کہ ایک مبسوط و جامع سوانح حضرت امیر علیہ السلام کی لکھی جاے ' اور اس غلط فہمی سے لوگوں کو نجات ملے - اگر اللہ نے توفیق دی تو انشاء اللہ یہ ایک اہم خدمت تاریخ اسلام ہے جسکو انجام دینا ہے - یہاں اس بارے میں اختصار ممکن نہیں اور تفصیل متعذر -

(۱۱) آپ لکھتے ہیں :

" اگر نسل بنی امیہ کا کوئی فرد ان صفوف فساق و فجار کے قائد ہونے کا فخر بنی ہاشم کو بخشدے تو آپ چیں بجبیں ہونگے "

گذارش ہے کہ جناب نے یہ معنی کا شرف مجھکو عطا فرمایا ' حالانکہ اسکی ضرورت نہیں دیکھتا - اگر کوئی فخر دو دمان مروان و ولدہ آج بنی ہاشم کو صف اولین فساق و فجار میں قرار دے ' تو میں کیوں چیں بجبیں ہونے لگا ؟ اگر چیں بجبیں ہونگے تو اشرف ترین خاندان بنی ہاشم یعنے (محمد) بن عبد اللہ علیہ الصلوۃ و السلام ہونگے - اور پھر جس کو ایسا کرنا ہے کر لے ' یہ معاملہ مجھہ میں اور اسمیں نہیں ہے -

غالباً جناب یہ جملہ جلدی میں لکھہ گئے ' اور خیال نہ فرمایا کہ بات کہاں تک پہنچتی ہے ؟

طبری نے حضرت فاروق اور حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کا مسئلہ خلافت کے بارے میں ایک مکالمہ نقل کیا ہے - اسمیں ایک موقعہ پر حضرت فاروق نے ضمن کلام میں افسوس کیا تھا کہ بنی ہاشم کے دلوں سے پرانے رنج نہیں گئے ' اور یہ جس لحاظ سے کہا تھا بالکل صحیح تھا ' مگر حضرت ابن عباس بول اٹھے کہ " رسول اللہ (صلعم) بھی تو ہاشمی ہی تھے ؟ "

حضرت فاروق نے فرمایا کہ اب اس بحث کو جانے دو (طبری صفحہ - ۲۷۷۱ -)

حضرت ابن عباس نے تو بنی ہاشم کی نسبت اتنی سی معمولی بات پر اسطرف توجہ دلائی تھی ' اور حضرت فاروق نے اس سے متاثر ہوکر ترک سخن کو ترجیح دی تھی - لیکن اگر آج بنی ہاشم کو بالتمام بنی امیہ صفوف فجار و ظالمین میں جگہ دی جاتی ہے ' تو دینے والے شوق سے دیں ' اسمیں میرے چیں بجبیں ہونے کا لحاظ نہ فرمائیے -

(۱۲) پھر تمام ارشادات سابقہ سے عجیب تر بلکہ اعجب العجاب قول جناب کا یہ ہے :

" اسلام کی بد قسمتی اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ جن قرون اولی کی خیریت و افضلیت سرور کائنات نے بیان فرما دی ' آپ ایسے اسلام کے فدائی انہی قرون میں بدعات کا بازار گرم کر رہے ہیں "

اور پھر ساتھہ ہی صحیحین و سنن کا حوالہ بھی جناب نے دیدیا ہے ' کاش اگر وہ حدیث آپ نقل فرما دیتے تو اعتراض کے ساتھہ میری جانب سے جواب کا فرض بھی ادا ہو جاتا !

براہ کرم مجھکو اُن احادیث سے اطلاع دیجیے ' جنمیں دور بنی امیہ و قرون مروانیہ کی " خیریت و افضلیت " کی شہادت دی گئی ہے - افسوس ہے کہ میری محدود معلومات حدیث اس بارے میں مجھے کچھہ مدد نہیں دیسکتیں ' بلکہ افسوس ہے کہ اس دور کی " خیریت و افضلیت " کی جگہ محدثات و منکرات ' جبر و تسلط ' اور فساد و فتن کی خبر دینے والی احادیث کو اپنے سامنے پاتا ہوں - و شتان بین ہما !

نماز با جماعت

نماز پنجگانہ جماعت کے ساتھہ پڑھنا نہایت ضروری ہے - اسکی نسبت متعدد احادیث منقول ہیں - بڑی تاکید اس امر کی ہے کہ جماعت ترک نہ کیجاے - اہمیت اور ضرورت اسکی اہل بصارت سے پوشیدہ نہیں - بسبب تاکید کے علماء دین نے اس خیال سے کہ مسلمان ثواب سے محروم نہ رہیں جماعت کے مسائل میں آسانی اور سہولت پیدا کردی' یعنی دس بیس مسلمان موجود ہیں اور وہ کام میں مصروف ہیں' صرف تین آدمی کے جمع ہونے سے جماعت ہوگئی' اور پھر دو شخص بھی شامل ہوکر نماز پڑہ لیں تو جماعت کا ثواب ملگیا - حضرت شارع علیہ السلام کے جسقدر اہمیت اور ضرورت اسکی پیش نظر رکھی تھی' وہ ان مبارک تاکیدات سے ظاہر ہے جو احادیث میں موجود ہیں - اگر مجھے راے دینے کا موقع ہوتا تو میں ضرور یہ کہتا کہ جس مقام پر پندرہ بیس مسلمان ہوں اور وہ کسی دوسرے کام میں مصروف ہوں' اذان کے ساتھہ ہی نہ آلیں اور اپنے کاروبار میں لگے رہیں' تو ایسے موقع پر تین شخصوں سے جماعت نہیں ہوتی' دس پندرہ آدمی جمع ہوکر نماز ادا کرنی چاہیے - جو لوگ پہلے سے تیار ہوں اس مبارک اور مفید سنت کے ادا کرنے کی غرض سے دوسروں کے آنے کا قدرے انتظار کریں - اس زمانہ میں دس پانچ آدمی بھی نماز ادا نہیں کرتے ہیں - جماعت کجا - الہلال میں میں نے مضامین دیکھے' جن میں زور دیا گیا ہے کہ جب تک ہمارے لیڈر پانچوں وقت با جماعت نماز ادا نہ کرینگے تو ہم انکو اپنا لیڈر نہ سمجھیں گے - سبحان اللہ کسقدر عمدہ بات ہے - ہر مسلمان کیلیے یہ لازمی گردانا جاے کہ جسقدر آدمی اسکے مکانمیں ہوں' انکے ساتھہ نماز با جماعت ادا کرے - اسکی اسقدر سختی سے پابندی ہونی چاہیے' کہ بلا عذر شرعی کوئی نہ چھوڑے - جسطرح ہر شخص کو اپنے مکان کی حد تک جماعت کی پابندی لازم ہوگی - اگر شہر ہے تو اہل محلہ کیلیے بھی پانچوں وقت محلہ کی مسجد میں جمع ہوکر نماز ادا کرنیکی پابندی ہونی چاہیے - اگر کاروبار دنیوی کا لحاظ کیا جاے تو محلے کی مسجد کے متعلق چند نمازوں کی رعایت دی جاے - مگر جہاں کام کرتے ہوں' نوکر ہوں' جسقدر لوگ ہوں' وہیں سب کو جماعت کی پابندی کرنی چاہیے - ان امور کی پابندی اور نگرانی کیلیے اگر شہر ہو تو دو شخص میر محلہ مقرر ہوں - اگر کوئی کارخانہ یا مل ہے' تو دو یا چار شخص لیڈر مقرر ہوں اور وہ نماز جماعت کی پابندی کرائیں - اسیطرح اب اس امر کی بھی ضرورت ہے کہ بجاے اسکے کہ ہر محلے کی مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کیجاے' اور محلہ کے مسلمان جمع ہوں' اگر قصبہ ہے' آبادی کم ہے' تو ایک ہی مسجد جامع میں جمعہ کی نماز ادا کریں - شہر ہے' آبادی زیادہ ہے تو چار یا تین مساجد جمعہ کی نماز کیلیے منتخب کی جائیں - انتخاب کیلیے ہر محلہ کے میر محلہ اور شہر یا قصبہ کے قاضی و خطیب کی کمیٹی بنائی جاے' اور انکی راے سے بلحاظ آبادی و ضرورت و فاصلہ' مساجد منتخب کی جائیں اور اسکی پابندی میں سر مو فرق نہو - سلف کے مسلمانوں میں انہیں جماعتوں کے اندر جملہ امور ملکی طے ہوا کرتے تھے - ہر مسلمان کو راے دینے کا موقع ملتا تھا - مسلمانوں میں جو لوگ نماز نہیں پڑھتے ہیں وہ بلاے جائیں' اور بغیر سختی کیجائے بلکہ نہایت نرمی سے بتلایا جاے' کہ نماز پڑھیں اور جماعت کے ساتھہ پڑھیں - یقین ہے کہ جسقدر مسلمان ہونگے' سب شریک ہو جائیں گے - اس پابندی کی فضیلت اور اہمیت صاحبان تفکر سے پوشیدہ نہیں - میں نے اسکی ابتدا کردی ہے' ہر مسلم کا فرض ہے کہ اسمیں جسقدر کامیابی ہو اوسکی فہرست مرتب کر رکھے - فہرست میں ہر مسلم کے دستخط لے رکھیں - میر محلہ اپنا فرض ادا کریں اور صدر کمیٹی کے لوگ اپنا فرض ادا کریں - اس طریقہ سے ہر مقام کیلیے یک معقول جماعت مرتب ہو جائیگی - ضرورت کے وقت بھی لوگ آپس میں ایک دوسرے کے دست و بازو بن جائیں گے' اور جو کام کرینگے نہایت عمدگی سے انجام دینگے - اور نماز نہایت شاندار طریقہ سے ادا ہوا کریگی - امامیہ طریق کے لوگوں کو بھی غالباً جماعت کی پابندی میں کوئی عذر نہوگا - وہ خود بھی پیش نماز کے عقب با جماعت نماز پڑھتے ہیں' اور مسایل کے لحاظ سے شاید یہ ممکن ہے کہ اہل تشیع بنیت فرادی حنفی کے عقب میں ہوں نماز پڑھسکتے ہیں فقط -

م ح

الہلال

جزاکم اللہ - زادنا اللہ و ایاکم حمیۃ الاسلام - مسئلہ پابندی نماز و پابندی جماعت' و شرائط اوقات خمسۃ مساجد' ایک اہم ترین اور مقدم ترین مسائل وقت میں سے ہے' اور اسکا عملی طریق پر انتظام اقدم و الزم - اسکے متعلق اس عاجز نے بعض امور پر غور کیا ہے - انشاء اللہ بہ ضمن " جماعت حزب اللہ " یہ تمام امور آجائیں گے - عنقریب اپنے خیالات کو پیشکش ناظرین کرونگا -

فرضیۃ صلوۃ خمسہ کے ساتھہ الدوام جماعت بھی فی الحقیقۃ فرض' و از جملۂ اسرار و مصالح وضعہ صلوۃ ہے - یہ ہماری سب سے بڑی بدبختی ہے کہ باہمی اتحاد و تعاون و اتحاد کیلیے نئی انجمنیں بناتے ہیں' مگر اپنی قدرتی انجمنوں کو بھول گئے ہیں - آج مسلمانوں کیلیے کسی کام میں تاسیس و ایجاد کی ضرورت نہیں ہے' بلکہ صرف تجدید و احیاء امور و احکام کی - ہمارے لیے کچھہ ضرورت نہیں ہے کہ نئے گھروں کی تعمیر کیلیے مضطرب الحال ہوں' بلکہ ضرورت صرف اسکی ہے کہ اپنے اجڑے ہوے گھروں کو آباد کریں - یہی اصولی اختلاف ہے جو اس عاجز کے اصول عمل اور ابناے عصر کے طریق کار میں ہے' اور غور کیجیے تو یہ ایک بہت بڑا نکتہ تھا' جسکو میں نے سرسری طور پر عرض کر دیا -

دعوت " انصار اللہ " کا اصل یہی اصول ہے - اور انشاء اللہ تشریح کا وقت دور نہیں -

الہـــلال کي اشاعـۃ عمومـــي
اور
کم استطاعـۃ اشخاص

(از جنـاب مولوي محسن صاحب)

میں اُن کم لیاقت اشخاص میں سے ہوں جنکو کسی رہنما کی ضرورت ہوتي ہے - خوش قسمتی سے جس دن کہ الہلال جاري ہوا' اسی روز سے دل میں یہ خیال جاگزیں ہوگیا کہ بس اسی کو اپنا رہنما سمجھنا چاہیے - مگر قسمت نے کچھ ایسے مصائب میں مبتلا کر رکھا ہے کہ فی الحال توجہ زیادہ چندہ اسکي خریداري کي جرأت نہ ہوسکا - میرا خدا گواہ ہے اس سے یہ مطلب نہیں کہ الہلال کا چندہ اسکي حیثیت سے زیادہ ہے' بلکہ بخدا میرا خیال یہ ہے کہ اسکا چندہ دوگنا بھی کردیا جائے تو بھی حق بین نگاہوں کے آگے بوجھ گراں نہیں ہوسکتا - گذشتہ اشاعت میں کسی صاحب نے (افسوس کہ فایل کے نہ ہونے کی وجہ سے میں انکا نام نامی نہیں لکھ سکتا) بھوپال سے اسکی قیمت میں کمی کرنے کے چند وجوہ تحریر کیے تھے' جس سے ایک امید ہوگئي تھی کہ اب میری آنکھیں بھی بلا امداد غیرے اسکي زیارت سے مشرف ہوا کرینگی - مگر افسوس صد افسوس' کہ اس ہفتے کی اشاعت میں جناب حکیم غلام غوث صاحب کا مضمون دیکھکر اس تازہ امید پر اوس پڑ گئی -

حکیم صاحب موصوف نے چند مطالب اُن لوگوں کے تو ضرور واہلا دیے جنکے دلوں میں علم کی کوئی وقعت نہیں' مگر افسوس کہ اُن لوگوں کا مطلق خیال نہ کیا جو کہ علم دوست اور کم استطاعت ہیں - کاشکے جناب حکیم صاحب کے دل میں بجائے اس خیال کے یہ خیال پیدا ہوتا' کہ دفتر الہلال میں ایک فنڈ کھولا جائے' جسکی اعانت فی مرتبہ اشخاص کے ذمہ ہو' اور اسکی غرض یہ ہو کہ کم استطاعت لوگوں کو یہ پرچہ نصف قیمت پر دیا جائے' اور خود اسمیں ایک بہت بڑا حصہ اپنے پاس سے دیکر ایک کثیر جماعت کو اپنا ممنون و مشکور بناتے - حیف صد حیف کہ اس زمانے میں بھی ذي مرتبہ اشخاص غربا کو کسی بات کے اہل ہونیکے قابل ہي نہیں خیال کرتے' اور فرماتے ہیں کہ (معذرت چاہتا ہوں) مسلمانو! یہ زمانہ خودداری و خود پسندي کا نہیں ہے' بلکہ اسکا چاہیے کہ ہر ایک فرد کو اسلامی مشین کا ایک ناکارہ پرزہ خیال کرو' اور چھوٹے پرزوں کا زیادہ خیال رکھو' ورنہ' کثرت استعمال سے اسکا جلد خراب ہوجانا ممکن ہے -

باب المـــراسلـــۃ و المنـــاظـــرہ

سیـــرت نبـــوي اور نقـــد روایات آثار

از جناب مولوي محمد اسحاق صاحب مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ

(۲)

حضرت موسی علی نبینا و علیہ الصلوۃ و السلام جو نبي مرسل اور اولوالعزم پیغمبر ہیں' ابتداء وحي کے وقت وادي مقدس میں شرف ہمکلامی سے مشرف ہیں' اور "وما تلک بیمینک یاموسی" وغیرہ لطف آمیز خطابات سے مخاطب' اس عین حضوري کے وقت جب عصا ڈالنے کا حکم ہوا اور عصا سانپ بنکر ہلنے لگا تو موسی علیہ السلام حسب مقتضاء بشري منہ پھیر کر بھاگے - جب خدا تعالی نے تسلي دي' تب جاکر سکون ہوا - قال اللہ تعالی: فلما رآھا تھتز کانھا جان' ولی مدبرا ولم یعقب' یاموسی لا تخف اني لایخاف لدي المرسلون - واقعۂ کلیم اللہ علیہ السلام اور واقعہ وحی نبوي علیہ السلام دونوں کے اعتبار سے بالکل یکساں ہیں - البتہ وہ قرآن سے ثابت ہے' اور یہ حدیث صحیح سے - پس اگر روایت بدء وحي تعجب انگیز ہے تو واقعہ موسی علیہ السلام اعجب ہے - اس بنا پر حضرت نبوي صلی اللہ علیہ وسلم کا اول اول جبریل علیہ السلام کو انکی اصلي صورت میں جو ۶۰۰ پروں کے ساتھ ظاہر ہوئے تھے' دیکھکر گھبرا جانا اور بوجہ شدت ثقل وحی کے (جسکا ثقل قرآن سے ثابت ہے: انا سنلقي علیک قولا ثقیلا اور مشاہدہ صحابہ سے ثابت ہے - حدیث صحیح میں وارد ہے کہ اگر اتفاقا آپ ناقہ قصواء پر سوار ہوتے اور اسوقت وحی اتنا شروع ہوتا' تو غایت ثقل سے ناقہ قصواء گھٹنے کے بل بیٹھ جاتی - اور زمانۂ سرما میں بوجہ شدت وحی آپ پسینہ پسینہ ہوجاتے -) مرعوب ہو جانا اور بدن مبارک پر لرزہ پڑ جانا' اسیطرح منصب نبوت اور شان پیغمبری کے خلاف نہیں' اور نہ موجب قدح روایت ہے - اور پہاڑ سے گرنیکا قصد معاذ اللہ بوجہ فتور حواس نہیں بلکہ جب وحی چند روز کے لیے موقوف ہوگئي' اوسوقت بسبب غایت عشق و ذوق اسکا خیال ہوتا' جیسا غایت اشتیاق کے وقت جان دیدینا ہر آدمي کی فطرت میں داخل ہے - فی البخاري بروایۃ معمر عن الزہري: ثم لم ینشب ورقۃ ان توفي وفتر الوحي فترۃ حتی حزن النبي صلی اللہ علیہ وسلم فیما بلغنا حزنا غدا منہ مرارا کی یتردي من رؤس شواھق الجبال - فکلما اوفی بذروۃ جبل لکی یلقي نفسہ تبدی لہ جبریل فقال یا محمد انک رسول اللہ حقا فیسکن لذلک جاشہ و تقر نفسہ - فیرجع فاذا طالت علیہ فترۃ الوحی غدا لمثل ذلک فاذا اوفی بذروۃ جبل تبدی لہ جبریل' فقال لہ مثل ذلک الخ - علی ہذا ورقہ سے آپکو اطمینان ہوا تو یہ بھی امر طبعی ہے - جب کوئي شخص کسی فن کا ماہر ہو' اور اوسکے گرد و پیش کے حالات اور معاملات اطمینان بخش ہوں تو اوسکی بات بھی طبعا موجب تشفي ہوتی ہے - کثرت ادلہ سے مزید اطمینان کا ہونا منافی نبوت نہیں ہے - ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ سے (ولکن لیطمئن قلبي) یہ ثابت ہوتا ہے - درحقیقت آپکو اطمینان تو اول ہي ہوچکا تھا' اس سے اور مزید اطمینان ہو گیا -

الغرض شواہد عقلیہ اور قواعد نقلیۂ قطعیہ اسپر دال ہیں کہ بدء وحی کی روایت بوجوہ مذکورہ مظنہ اشتباہ نہیں - اصول درایت سے کسیطرح ان روایات پر تنقید نہیں ہوسکتي - ہذا ان اصبت فمن اللہ و الا فمني و من الشیطان و اللہ اعلم وعلمہ اتم و احکم -

جماعة حزب الله

اور

مسلمان خواتین

از صالحه خاتون صاحبه بنت سید محمد صالح مرحوم (آره)

آپکی دعوت " من انصاري الى الله " کی پر اثر آواز پردہ میں بھي پہنچی ' اور ہمارا اور مثل ہمارے اکثر ہماري بہنوں کا دل بیقرار ہوگیا ' کہ اس انجمن میں ہم بھي کسیطرح سے شریک ہوں - چونکہ حضور نے فرقۂ نسوان کي شرکت کي نسبت صراحت سے کچھہ نہیں لکھا ' پس نہیں معلوم کہ ہماري جنس کو ' جس کا اس زمانے میں کوئی پرسان حال اور سچا ہمدرد نظر نہیں آتا ' شرکت کا شرف حاصل ہوگا یا نہیں ؟ یہ لکھنا عبث ہے کہ ہماري شرکت اس مبارک انجمن کے حق میں کسقدر مفید ثابت ہوگی ؟ دنیا میں کوئي کام بغیر مرد اور عورت ' دونوں کي شرکت کے اچھی طرح انجام نہیں پاتا - لڑائی تک میں ' جو خاص مردونکا کام ہے ' عورتیں بیماروں اور زخمیوں کی خبرگیري اور تیمار داری کا اہم کام کس خوبی سے انجام دیتی ہیں - اسی طرح عبادت میں بھي وہ اپنے برادران دین کے ساتھہ جسطرح زمانہ قدیم میں شریک ہوتي تھیں ' اب بھی شریک ہو سکتی ہیں - غرضکہ کوئی کام ایسا سمجھہ میں نہیں آتا کہ جو مردوں ہي کے فائدے اور انہی کی ترقی کے واسطے مخصوص ہو ' اور عورتوں کو اس سے کوئی سروکار نہو - چونکہ حضور نے کوئي تخصیص کسی کام کی نہیں کی ہے ' ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ کام ہمارے حسب حال اور کرنے کے قابل ہوگا یا نہیں -

اگر پردہ کا خیال کیا جاے تو اسکے دو جواب ہیں : ایک یہ کہ زمانہ قدیم میں عورتیں کیا کرتی تھیں ' اور ایسے مبارک کاموں میں شرکت کرتی تھیں یا نہیں ؟ اگر کرتی تھیں تو ہمارے واسطے بھی مثل انکے شرکت میں کوئی مضایقہ نہیں - دوسرے یہ کہ رسمی پردہ فی زمانہ خود کم ہوگیا ہے ' اور روز بروز اٹھتا جاتا ہے - بہت سی عورتیں تعلیم یافتہ اور نیم تعلیم یافتہ ایک ضروری اور شرعی پردہ کے ساتھہ سب کچھہ کرسکتیں ہیں ' اگر کرنا چاہیں ' اور انکے " قوامون علی النساء " بھی انکو اجازت دیں - بہر نوع یہ معاملہ بہت ضروري ہے ' اور امید ہے کہ حضور بھی اسکی نسبت اپنی زبان فیض ترجمان سے کچھہ ارشاد فرمائینگے - ہم اتنا ضرور عرض کرینگے کہ اس زمانے میں ہر شخص ہمارا مخالف ہی مخالف ہے ' کوئی اپنا اور ہمدرد نہیں - بعض صلاح کار حضور کے سامنے پردہ کی شق پیش کرینگے ' بعض اسکو غیر مناسب اور خلاف مصلحت بتلائیں گے ' مگر حضور ان ریا کاروں کے کہنے سننے میں نہ آویں ' اور جیسا مناسب سمجھیں خود تصفیہ کریں ' مگر ہمارے حقوق پامال نہوں -

الهلال

آپ اور مثل آپکے دیگر اسلام پرست و با غیرت و حمیت بہنوں کا یہ جوش دینی ' انکي قدیمي روایات ملیہ کو تازہ کرنے والا ' انکے جنس اشرف کے جذبات و عواطف کے احترام کو زندہ کرنے والا ' اور مستحق ہزار تحسین و صد ہزار حوصلہ افزائی ' و نیز موجب شکر حضرت عزاسمہ ہے - اللہ تعالے توفیق رفیق اور استقامت و ثبات ہم سب کے شامل حال فرماے -

دعوت " انصار الله " کا مقصد حقیقی اسکے سوا کچھہ نہیں ہے کہ مسلمانوں کو حقیقي مسلمان بننے کي دعوت دي جاے ' اور ایک جماعت پیدا کي جاے جو اپنے تمام اعمال و افعال میں تعلیم اسلام کے خود فروشانہ و مجاہدانہ اتباع کا نمونہ ہو ' اور اپنی زندگی کو ہر طرف سے ہٹاکر ' صرف اللہ کے لیے مختص کردے - پس ظاہر ہے کہ اگر اسلام و قرآن کي دعوت میں مرد و عورت کی تفریق نہیں تو اس میں بھی کیوں ہونے لگي ؟ اگر مسلمانوں کو مسلمان بنا چاہیے تو مرد و عورت ' دونوں کیلیے ہے - اور اسلام جو تمام عالم میں عورتوں کو انکي اصلي عزت و حقوق دلانے والي ایک ہي قوۃ الہیۃ وحیدہ ہے ' وہ کب کسي چیز میں امتیاز و تفریق کو پسند کرتي ہے ؟

پس اگر ایک عورت مسلمہ ' اللہ اسکے احکام کي مخاطب ہے ' اگر مومنین و مسلمین کے ساتھہ مومنات و مسلمات بھي صداے الہي کے مخاطب ہیں ' اگر شریعۃ الہیہ اور احکام اسلامیہ اعمال حسنہ کي تمام انسانوں کو دعوت دیتے ہیں ' اور اگر اللہ کے بندے صرف مرد ہی نہیں بلکہ بالکل انہی کی طرح عورتیں بھی ہیں ' اور اگر اسکا دروازہ ہر اپنے چاہنے والے کا منتظر ہے ' تو پھر کیا امر مانع ہے اسکے لیے کہ دعوت انصار اللہ کی صدا پر وہ اپنے محترم دلوں کے اندر ولولۂ مقدس پائیں اور لبیک نہ کہیں ؟

پھر یہ ایک امر ظاہر و مسلم ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے انقلابات بعیدہ و قریبہ کا اگر تفحص کیا جاے تو اسمیں اس جنس اشرف و محترم کے مساعی کا ایک بہت بڑا سلسلہ نظر آے گا - یہی ہیں جنکو اللہ تعالی نے اپنی مخلوقات کي حکمراني و تولیت کا منصب عطا فرمایا ہے ' اور انسانی قلب و دماغ پر حکومت بخشی ہے - یہی ہیں جو اگر چاہیں تو گھر کے اندر رہکر وہ عظیم الشان انسانی تبدیلیاں پیدا کردیں ' جو باہر کے مجمعوں اور مجلسوں میں بڑے بڑے مصلحین و واعظین نہیں کر سکتے - یہ ماں کی صورت میں انسان کی طبیعت پر حاکم ہیں ' اور اسکی فطرۃ ثانیہ انکے ہاتھوں میں ہے - اور پھر بیوي کی صورت میں محبت و مودت کی ملکۂ فرماں روا ہیں ' اور جس رنگ میں چاہیں ' انسانوں کو رنگ دے سکتی ہیں -

زیادہ تفصیل کی گنجایش نہیں - مقصد یہ ہے کہ آج ہم میں تبدیلی پیدا کرنے کیلیے ایک بہت بڑي اصولي اور بنیادي شے یہ ہے کہ ہمارے گھروں کے اندر تبدیلی پیدا ہو ' اور ہماري عورتیں اس صدا کو گھروں کے اندر یاد دلائیں ' جسکو گھر سے باہر ہم سنتے ہیں ' اور پھر دیکھتا نہ بھلا دیتے ہیں -

اگر وہ دن آجاے کہ ہماري عورتیں آمادۂ عمل ہوجائیں ' تو اللہ اللہ ! اس دن کی عظمت و بزرگی ' اور اسکے نتائج مدہشہ و جلیلہ کا کیا پوچھنا ؟

یقین کیجیے کہ پھر ہم سب بدل جائیں ' اور ہم بدل جائیں تو دنیا کو بھی بدل جانا پڑے -

امید ہے کہ اب آپ کی تشفی ہوگئی ہوگی ' اور میں اطلاعاً ظاہر کردینا چاہتا ہوں کہ علاوہ اپنی جماعت مخصوص مقامی کی ' باہر سے بھی اس وقت تک بہت سی خواتین غیور و اسلام پرست شریک دعوت و معین راہ ہوچکی ہیں - رہا پردے کا سوال ' تو اسکو اس مسئلے سے کوئی تعلق ہي نہیں ہے - خدا کا ہر بندہ اپني جگہ پر رہکر اپنے خدا سے مل سکتا ہے - اسکے لیے باہر نکلنے کی ضرورت نہیں - و نسئل اللہ تعالی ان یرزقنا کمال الحسنی ' و سعادۃ العقبی ' و خیر الاخرۃ و الاولی -

الاتحـــاد الاســـلامي

اثر حضرت کاتب قدیر: جلال نوري بک

(۲)

عالم اسلامي پر تفرق یورپ کا راز دو باتوں میں مضمر ہے:

(۱) علوم و معارف میں عالم اسلامي کا تنزل -

(۲) مستعمرات اسلامیه میں اشاعت مدنیۃ حدیثه اور منع انتشار علوم و معارف کے لیے یورپ کي سعي -

پس اگر عالم اسلامي چاهتا ہے که یورپ کے غاصب پنجے سے ان حقوق کو واپس لیلے ' جن پر یورپ نے اپني شجاعت و بسالت یا آتشیں و سفید اسلحه سے نہیں ' بلکه اختراعات و اکتشافات ' صنائع و تجارات دهاء و حزم' اور خدع و دروغ بافي سے قبضه کرلیا ہے' تو اسکا اولین فرض یه ہے که وہ اپنے تمام جوش و خروش ' ولوله و حوصله ' سعي و کوشش' اور همت و وقت کو اس ایک مرکز پر جمع کردیں- جب تک یورپ اپنے حوصله و علم سے هماري زمینوں اور اپنے مصنوعات و اختراعات سے هماري جیبوں کو خالي کر رہا ہے' اسوقت تک همارے لیے نه انقلابات سیاسیه و اضطرابات داخلیه مفید هونگے ' اور نه موتمرات اصلاحیه و موازنات دولیه - کیونکه هماري موجوده گوله گوں غلامیاں علم کي شاخ سحر کا عمل هیں ' جسکے رد کے لیے بھي اسي شاخ سحر کي ضرورت ہے - پس عالم اسلامي کو یه نکته اچھي طرح سمجھه لینا چاهیے که اگر وہ اس کارزار هستي میں آزادي کے ساتھه زنده رهنا چاهتا ہے' تو اسکو لازم ہے که اس تیغ و سپر سے فوراً مسلح هو جاے ' جو حریت و حیات کے بقاء کے لیے نا گزیر هیں - یه تیغ و سپر کیا هیں ؟ علوم و معارف -

خطر اصفر (Yellow Peril) یورپ کے لیے خواب خوف آگیں (نائٹ میر) ہے ' جسے دیکھه کے چیخنے والے کي آواز پر نه صرف ایوان سیاست کے زود ترس سونے والے' بلکه بنکوں کے مہاجن اور بازاروں کے خوانچے والے تک چونکنے لگتے هیں - اسلیے ارباب دانش و سیاست عرصے سے اس کوشش میں هیں که جسقدر جلد ممکن هوسکے جراثیم کو قتل کر ڈالا جاے - یورپ کا خیال ہے که ان جراثیم کے توالد و تناسل' و تضاعف و تزاید کا سد وحید' اتحاد اسلامي کا تعطیل ہے' اور اس اتحاد اسلامي کا عروۃ الوثقی وحدت لغت یعنی زبان کا ایک هونا ہے - پس جہاں مسلمانوں نے خود اپني لغۃ ملیه کو چھوڑ دیا ہے ' اور بعذر قهر و اکراه کے' نه صرف بنظر ضرورت ' بلکه بخیال تفرلج' و برسبیل مباهات ' فرنگي زبانیں اختیار کرتے جاتے هیں' وهاں تو ضرورت هي نہیں' مگر جن مقامات کے مسلمان ابھي اس رشته اتحاد اسلامي کو اپني انگلیوں میں مضبوط پکڑے هوے هیں' اور اسوقت تک چھوڑنا نہیں چاهتے' جب تک که گردنیں اپني جگه سے نه سرک جائیں' وهاں هر ایسي شرمناک فرنگیانه تدابیر سے اسکے چھڑانے کي کوشش کیجارهي ہے' که انسانیت کي زبان ارباب تدابیر کي تحقیر کے بغیر نہیں رهسکتي- مشرق کا ایک معمولي طالب علم بھي جانتا ہے که قریباً هر ملک میں دو زبانیں هوتي هیں : ایک لغۃ فصحه که ایک هي هوتی ہے' اور خطابت و کتابت اور خوانده طبقه میں عام طور پر استعمال کیجاتي ہے - دوسري دارجه که متعدد هوتي هیں' اور زیاده تر ناخوانده و باشندگان قصبه و ده میں مستعمل هوتي ہے - دارجه کا تعدد و تشتت لغۃ فصحه کي وحدت پر موثر نہیں هوتا - اهل دارجه خواه صحبت و معاشرۃ ' خواه تعلیم و تربیت سے جب اس قابل هوجاتے هیں که زبان فصحه استعمال کرنے لگیں' تو دارجه کو چھوڑ کے فصحه اختیار کرلیتے هیں - کردي کي زازا ' عثماني کي انوي' اور بربري کي عربي سے وهي نسبت ہے' جو فالقي ' باسقي ' اور برو فانسالیه کي فرانسیسي سے ہے -

اس توطیه و جیزه کے بعد میں اپنے مقصود کي طرف متوجه هوتا هوں - افریقه کي دارجه بربري ہے - رومیوں کے عهد میں تمام قبائل شمالي افریقه کي یهي زبان تھي ' مگر جب اسلام آیا تو اپنے ساتھه مدنیت اسلامیه کے دیگر اجزاء کي طرح لغت اسلامیه یعني عربي بھي لایا - جسطرح که عالم اجسام میں ناموس (تنازع للحیاۃ) (و بقاء الاصلح) جاري ہے' اسي طرح عالم السنه میں بھي جاري ہے- بربري اور عربي میں تنازع و تصادم هوا - بربري تاب مقابله نه لاسکي - اعلی طبقه کو چھوڑ کے جہلا اور عامه میں پناه گزیں هوگئي که وہ همجیت و توحش کي یادگاروں کے لیے ایسي پناه گاهیں هیں' جہاں تک مدنیت و ارتقاء کا هاتھه نہیں پہنچتا ' اور اگر پہنچتا بھي ہے تو بہت عرصه کے بعد - عربي نه صرف سر انگشت کتابت و خطابت ' اور اعلی و خوانده طبقه پر عربي نے قبضه لیا ' اور یه حالت هوگئي که تمدن و شایستگي کا ذریعه (که زبان اسلوب ' بلکه مدارج تک هیں) عرب کے مدارج کي نقل و محاکات سمجھي جانے لگي ' بعینه اسیطرح' جسطرح که ایک اناطولیه دهقاني جب قسطنطنیه میں چند دن رهتا ہے تو اپنا کرخت اور درشت لہجه چھوڑ کے قسطنطنیه کا شیریں و نرم لہجه اختیار کرنے کي کوشش کرتا ہے - یا ایک باشنده نو آبادي پیرس میں چلند دن رهتا ہے تو اپنے وحشیانه لہجه کو چھوڑ کے پیرس کے شسته ' شائسته ' اور طرب انگیز' لہجه کو اختیار کرلیتا ہے - پس گو افریقه کي اصلی زبان بربري تھي' مگر جب عربي آئي تو اس نے کچھه تو دامن ملت و خلافت سے وابستگي کي وجه سے' اور زیاده تر اپني جوش آهنگي' مایه داري' اور قدرت تعبیر سے بربر کے قلمرو ادب کو (جو خطابت و کتابت ' تصنیف و تالیف' مراسله و مکالمه پر مشتمل تھا) اپني وسیع شاهنشاهي میں شامل کرلیا- پس اگر فرنس لغت ' جنس ' اور وطن میں افریقه سے مختلف هونے کے باوجود افریقه کے استعمار کو جائز سمجھتا ہے' تو کوئي وجه نہیں که عربي کے اس استعمار کو " غصب " یا تداخل نا جائز قرار دیا جائے اور افریقه سے اسکے نکالنے کي کوشش کیجائے - حالانکه اهل افریقه سے عربي بنسبت فرانس کے زیاده قریب ہے که وہ انکي زبان ملی اور صدیوں سے زبان ادبي ہے - مگر یورپ' یه پیکر مصالح پرستي' یه مجسمه خود کامي' یه مرقع اجماع حریصه

واستبداد ' اس اثر اسلامی ' اس مذہر ماضی اور اس رشتہ اتحاد اسلامی کو فنا کردینے کی ہر ممکن کوشش کر رہا ہے - اور اسلیے جگہ اس زبان کو زندہ کرنا چاہتا ہے ' جسکا نام بربری یورپ کی تمام زبانون میں اپنے مفہوم وحشت کے لحاظ سے بدترین دشنام ہے -

اس کارروائی میں فرانس سب سے پیش پیش ہے - اس عمل سوز مقصد کے لیے فرانس نے کیا کیا تدابیر اختیار کی ہیں ؟ افسوس ہے کہ داستان طویل اور اطاق مقالہ تنگ ' مختصراً یہ کہ بربری زبان کے زندہ اور عربی کے مردہ کرنے کے لیے تیغ و زر دونوں سے کام لیا جا رہا ہے ' اور بعض حصوں میں یہ مساعی شنیعہ اس حد تک کامیاب ہوگئی ہیں کہ کل تک جنکی زبان کے لیے عربی جوے سلسبیل تھی ' آج انکے کانوں کے لیے وہ پگھلا ہوا سیسہ ہے ' جو دوزخ میں مجرموں کے کانوں میں ڈالا جائیگا -

عربی کا ذکر عرضاً آیا تھا ' مگر موضوع تفصیل طلب تھا ' اور گو میں نے ایجاز کی کوشش کی مگر ایجاز بھی اتنا بڑھا کہ بجائے خود اطناب ہوگیا - مجھے کہنا یہ ہے کہ علم ' زبان ' صنعت ' تجارت ' سپگہری ' غرض ان تمام اسلحہ ہجوم و دفاع سے عالم اسلامی تہیدست ہے ' جو اس رزمگاہ ہستی میں کسی قوم کو پامالی سے بچا سکتے ہیں - لیکن با این ہمہ تہیدستی و بے سامانی ' ایک ہتیار ہے جو تیغ بھی ہے اور سپر بھی - وہ دشمن کے وار روک بھی سکتا ہے ' اور خود انکے چرکے بھی لگا سکتا ہے - یہ سلاح مقدس حبل اللہ فی الارض " الاتحاد الاسلامی " ہے -

پس اب مسلمانوں کو صرف دو کام ہی کرنے ہیں :

(۱) اس رشتۂ اتحاد کو مضبوط پکڑنا ' اور اسکے استحکام کی کوشش کرنا - اسکے لیے ضرورت ہے کہ ایک بین الملی زبان ہو جسکے لیے بحمد اللہ عربی موجود ہے - پس چاہیے کہ اسکی ترسیع و ترقی ' نشر و اشاعت ' اور اسمیں نبوغ و کمال پیدا کرنے کی کوشش کیجاے ' اور ہر اس خطے میں جہاں مسلمان ہوں ' ایک ایسی جماعت ہو ' جو عربی میں اپنے افکار و آرا ظاہر کرسکے اور اسطرح ہر اسلامی ملک دوسرے اسلامی ملک کے حالات سے باخبر ہو - اور انکے رنج و راحت میں شریک اور ایکدوسرے کی مشورہ و راے سے مدد کرے -

علوم و معارف اور خصوصاً عملیہ پر خاص طور پر توجہ کیجاے - اور ملکی مصنوعات و تجارت کو فروغ دیا جاے - کیونکہ یورپ کی طاقت کا مدار دولت پر ہے ' اور دولت کا مدار ایشیا کی جیبوں پر - پس اگر ایشیا کی جیبوں کے منہ یورپ کے لیے بند ہوگئے تو پھر یورپ آج کا یورپ نہ رہیگا -

داستـــان خـــونین

(۲)

سلسلے کیلیے نمبر (۱۹) ملاحظہ ہو

باوجود ریاستہاے بلقان کی کوششوں ' یوروپین پریس کی زرخریدہ خاموشی ' اور یوروپین وزارتوں کی سازشوں کے ' کچھہ حصہ ان مظالم کا ' جو ریاستہاے متحدہ نے مسیحیت کے نام سے اس لڑائی میں کیے ہیں ' آخر اشکارا ہو ہی گیا :

جو چپ رہیگی زبان خنجر لہو پکاریگا آستیں کا

ہزاروں قیدیوں کے ہاتھہ پاوں کاٹے گئے یا بیرحمی سے تہ تیغ ہوے ' غیر جنگجو لوگوں کی پوری آبادیاں ' جنمیں بڈھے ' عورتیں ' بچے ' سب شریک تھے ' زندہ جلا دی گئیں - ہزاروں عورتیں اور کم عمر لڑکیاں سنگدلی سے بے عصمت کیگئیں - اس طوفان خونخواری اور بہیمیت میں جو مظلوم مقدونیا پر نازل ہوا ' سب سے بڑا قہر یہ ہوا کہ زخمی مرد اور بے بس عصمت دریدہ عورتیں اکثر زندہ دفن کردی گئیں !!

یہ افسانہ مظالم جو نہایت معتبر ذرایع سے ہم تک پہنچا ہے ' من و عن شایع نہیں کیا جا سکتا ' کیونکہ اول تو اوسکے تفصیلی حالات اسقدر درد انگیز ہیں کہ انسانی طبیعت اسکی سماعت کی متحمل نہیں ہو سکتی - دوسرے اسکا خوف ہے کہ اوسکے راوی محض واقعات کی صفائی اور بلاکم و کاست ہونیکی وجہ سے پہچان لیے جائینگے ' اور وہ خونخوار درندے ' جو مقدونیا پر اب قابض ہیں ' اونسے ضرور انتقام لینگے -

واقعات کے انتخاب میں ہمنے پوری کوشش کی ہے کہ بہت مختصر کرکے لکھے جائیں -

ہماری مصیبت تھکانے لگ جاے ' اگر وہ واقعات جو ہمنے اس رسالے میں نقل کیے ہیں ' اور جو اوس پورے مواد کا عشر عشیر بھی نہیں ہیں ' جو ہمارے پاس موجود ہے ' اونکو پڑھکر تمہارا دل پسیجے اور تم لوگ اپنی گورنمنٹوں کو سمجھاؤ کہ اب اوس سخت جمود سے (جو سازش سے کسطرح کم نہیں) باز آئیں ' جو اونکا لڑائی کے ابتدا سے وتیرہ رہا ہے - اور ان مظالم کو روکیں ' کیونکہ یہ اب تک جاری ہیں - اور اگر یہ نہ روکے گئے تو اوسوقت تک جاری رہینگے ' جب تک یہ رومیلیا کی پوری اسلامی آبادی مٹ نہ جائیگی -

ہم سے ہر روز کہے جاتے ہیں اور اسکا ثبوت ملتا رہتا ہے کہ دول یورپ مسئلہ بلقان کی نسبت تقریباً متفق ہیں ' اور اونکے افعال سے ظاہر ہوتا ہے کہ یورپ کے مدبر کار شناس کم سے کم ایک مرتبہ تو ضرور سچ بولے -

مگر بقیناً انسانیت کے سادہ مسایل بالمقابل کے پیچیدہ مسایل سے کہیں آسان تھے ' مگر ابتک اس معاملے میں کسی کوشش کا پتہ کہاں چلا ' کیا اسکا باعث ثبوت نہیں ہے کہ دول یورپ قتل و خونریزی کے واقعات سے بالکل پنبہ بگوش ہیں ؟ مگر اوسی حد تک جب تک کہ ان واقعات کا تعلق مسلمانوں سے ہے -

اس رسالے کو سیاسی مسئلہ بلقان سے کوئی تعلق نہیں ' مگر پھر بھی اسکے درد انگیز مطالب پوری طرح سمجھنے کیلیے ضرور ہے کہ ناظرین مسئلہ مذکور سے مختصراً آگاہ کردیے جائیں -

قطع نظر البانیا کے ' جہاں مسلمانوں کی تعداد ہمیشہ سے غالب رہی ہے ' مقدونیا کی آبادی بھی ابتدا سے ایک مخلوط آبادی ہے ' جسمیں مختلف نسلوں اور متعدد مذاہب کے مخلوط ہوجانے سے کوئی صحیح تقسیم و تفریق ممکن نہیں - مثلاً اکثر مسلمان ' سربی یا بلغاری ' ہیں اور بہت سے وہ لوگ ' جو یونانی کہے جاتے ہیں ' دراصل البانی ' یا ولاخ ' (رومانی) ہیں - اور وہ جو بلغاریا کے تخمینات مردم شماری کے مطابق بلغاری کہے جاتے ہیں ' دراصل یونانی ہیں ' جنہوں نے ترک مذہب تبدیل مذہب کر دیا - اسیطرح اکثر بلغاریوں نے بھی خوف سے کلیساے یونان قبول کر لیا ہے - چنانچہ مقدونیا کی آبادی مجملاً یہ بتلائی جاتی ہے :

مســـلمان ۴۰ - فیصدی

عیســـائی ۶۰ - فیصدی

مگر یہ تعداد بلغاریوں کے حساب کے مطابق ہے - ترک اپنے حساب سے مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ بتلاتے ہیں - یعنی ۱۳ لاکھ - مگر خواہ کسی حساب سے ہو ' مسلمانوں کی تعداد دیگر

قوموں سے کہیں زیادہ (اس واقعہ کو ضرور یاد رکھنا چاہیے جسکو افسوس ہے کہ یورپ اکثر بھلا دیا کرتا ہے) اور پورے مقدونیا میں پھیلی ہوئی ہے - قوالہ اور اوسکے اس پاس کے تین اضلاع بالکل اسلامی شہر ہیں - انکے علاوہ یہود (سفردیم) بھی کثرت سے آباد ہیں - صرف ایک شہر سالونیکا میں انکی تعداد اسی ہزار سے کم نہیں جو دیگر فرقوں سے کہیں زیادہ ہے - یہ لوگ اون لوگوں کی نسل میں ہیں' جو سنہ ۱۴۹۳ع میں کلیسا اور سلطنت' دونوں کے ہاتھ سے گھایل' اور مقدس انکویزیشن کے مظالم و تشدد سے بھاگ کر ترکوں کے پاس پناہ گزیں ہوے تھے - ترکوں نے اونکے ساتھ ہمیشہ ایک بے تعصبانہ اور ہمدردانہ برتاؤ کیا - المختصر "یونانی" گوشہ جنوب مغرب اور مقامات ساحل میں' اور "بلغاری" مشرق میں' اور "سربی" شمال میں آباد ہیں -

ہم سلطنت عثمانی کو اوس الزام سے بالکل بری الذمہ نہیں کرنا چاہتے' جو مقدونیا کی بدنظمی کے معاملے میں اوس پر عاید ہوتا ہے - ترکوں نے اس معاملہ میں بیشک غفلت اور سہل انگاری سے کام لیا' اور ریفارم (اصلاح معاملات) میں ضرور اونہوں نے سستی کی - مگر اونکے ہمسایوں کا طرز عمل اس سے بالکل جدا تھا - اونکے واسطے بدنظمی بہت ضروری تھی' کیونکہ اونکے شیطانی منصوبوں کی پرورش صرف اس بدنظمی کے گہوارہ ہی میں ہوسکتی تھی - اگر ترک اصلاح میں صرف سستی کے گنہگار تھے' تو یہ لوگ اوسی اصلاح کے جانی دشمن اور سخت مخالف تھے - اسکے علاوہ اس مخالفت کی تجویز میں ریاستہاے بلقان کے علاوہ اور لوگ بھی شریک رہے ہیں' جنکا دانت ہمیشہ سے البانیا اور سالونیکا پر لگا تھا -

صدہا طریقوں سے مخالفت کی آگ بھڑکائی گئی' مگر اونمیں سے صرف چند ہمارے اس رسالے سے تعلق رکھتے ہیں - یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ نفرت صرف ترکوں ہی تک محدود نہ تھی - "یونانی" اور "بلغاری" بسبب اختلاف قوم و مذہب آپس میں اسدرجہ عناد رکھتے تھے کہ اوسکے آگے ترکوں کی منافرت مات ہوگئی تھی -

اصلاح کے سوا اور کسی چیز سے ان متضاد عناصر میں ایک غیر طبعی اتفاق و اتحاد کا پیدا کرنا ممکن نہ تھا' مگر اصلاح کے معنے تھے ایک متحدہ اور مطمئن مقدونیا' مگر مقدونیا کے اتحاد سے یونانیوں اور اسلافیوں کی تمام حوصلہ مندیاں خاک میں ملجاتیں -

مسئلۂ ارمینیا

روسی اخبار باکو نے ارمینیا کے متعلق سینٹ پیٹرسبرگ کے ایک مدبر کا مضمون شائع کیا ہے - مضمون نگار لکھتا ہے :

اس امر کا تصور بھی ممکن نہیں کہ دول کی مخاصمت کا نشانہ بنے بغیر روس اراضی کوہ قاف سے زیادہ وسیع زمین حاصل کر سکے - کیونکہ اس صورت میں وہ مجبور ہوگا کہ ان تمام مقامات میں' جن پر وہ قابض ہوا' اتنی بڑی فوجی طاقت رکھے' جتنی کہ وہ کوہ قاف میں بھی جمع نہ کرسکا ہے' اور اگر خونیں رستخیز کے بعد چھہ ہمسایہ اناطولی صوبوں کو روس نے مشغول کرلیا' تو دول عظمی کے سامنے وہ اس جوابدہی کا ذمہ دار ہو جائیگا' جسکی اسمیں طاقت نہیں -

صوبہ ہاے مذکور میں انتظامی خود مختاری کی بنیاد انہی ارمینوں کے لیے اس سے زیادہ مضر ہے' جتنی کہ مفید ہے - وہاں اکثریت اسلام کو حاصل ہے - پس انتخاب میں اہلیت (میجارٹی) انہی کی طرف ہوگی -

ارمنیوں کے لیے مفید ترین شے اصلاحات کا نفاذ ہے - مسئلہ شرقیہ سے بحث کرنے والے تمام ارباب سیاست اس امر میں میرے ہم آہنگ ہیں کہ ارمنیہ کی خوشحالی صرف ان اصلاحات سے ممکن ہے' جو (یورپ کی کفالت پر) دولت عثمانیہ نافذ کرنا چاہتی ہے -

ان خوابوں کو پورا کرنا غیر ممکن ہے' جو بعض ارمنی ارباب ہوس دیکھ رہے ہیں - اگر ہم غور کرینگے تو معلوم ہوگا کہ دولت عثمانیہ کی مشکوک حالت ہی نے ارمنیوں کو اس خیال سیاسی اور ان پر افراط مطالبات کے غاروں میں گرادیا ہے - اور بعض نے تو وہ بے سود حرکتیں کی ہوں' جنکو مستقبل کی اصلاحات سے کوئی تعلق نہ تھا -

موجودہ جنگ بلقان کو ارمینیہ کے مستقبل سے کوئی تعلق نہیں' یہ ناممکن ہے کہ ریاستہاے بلقان کی فتوحات کا اثر مشرقی اناطول پر پڑے - دول عظمی نے (اپنے مصالح کی بنا پر) بالاتفاق طے کرلیا ہے کہ ابھی اناطول ترکی ہی کے ہاتھ میں رہے - ترکی پر موجودہ جنگ کے نتائج کا اثر خواہ کچھہ ہی پڑے' مگر اسکو مسئلہ ارمینیہ سے ذرا بھی مس نہیں - اگر وہاں دول عظمی میں سے کسی کے فوائد پامال نہ کیے گئے' تو روس یا کوئی طاقت بھی شدائد جنگ کی طرف ایک قدم نہ اٹھائیگی - پس اگر ارمنی ترکی کے ساتھہ اپنے تعلقات خوشگوار رکھینگے تو یہ انہی کے لیے بہتر ہوگا - انکو چاہیے کہ یورپ کا دروازہ کھٹکھٹا نے کے بدلے اپنی ہی حکومت کی طرف رجوع کریں کہ انکی امیدوں کے حصول کے لیے یہ کفیل تر و قریب تر صورت ہے -

تصریحات شاہ یونان

جارج متوفی شاہ یونان اور ڈاکٹر ہولکٹ سے جو سالونیکا میں زخمیوں کے معالج ہیں' موجودہ جنگ کی بابت بارہا گفتگو ہوئی - چونکہ جنگ برسر اختتام تھی' اسلیے شاہ متوفی نے بعض ان امور کے اظہار میں تردد نہیں کیا' جواب تک اس نے ظاہر نہیں کیے تھے -

جارج نے کہا کہ یونانیوں کے شدید ترین دشمن بلغاری ہیں' یونانیوں اور بلغاریوں میں ایک شدید جنگ کا ہونا ناگزیر ہے -

۱۴ - برس سے ہم اس جنگ کے لیے تیار ہو رہے تھے' جس سے آج فتحمند نکلے ہیں - اس تمام مدت میں ہم کو وثوق تھا کہ کبھی نہ کبھی دن ضرور منزل مقصود تک پہنچینگے - اسلیے ہم نے بہت سے رنجدہ امور کو برداشت کیا - ہم نے بالتحقیق یہ معلوم کرلیا تھا کہ ہم میں نہ تو قوت کی کمی ہے' اور نہ صبر و فرصت شناسی کی' لیکن ہم ترکی تخت کو نہ الٹ سکے اسلیے ہم نے اسوقت کا انتظار کیا جبکہ وہ اندرونی اور بیرونی جنگوں میں مشغول ہو - موجودہ وقت ایسا ہی تھا' اسلیے ہم نے اسکے ساتھہ وہ جنگ شروع کی' جسکا انجام ہماری فتحمندی پر ہوا - اب یونان کو استراحت کی ضرورت ہے' مگر نہ اسطرح کہ یہ بھولجاے کہ اسکو ایک اور جنگ کے لیے تیار رہنا ہے اور تین چار سال کے بعد جس سے بچنا ناممکن ہو جائیگا - بلکہ میری راے میں عجب نہیں کہ عنقریب ہو -

ممکن ہے کہ دشمن (نام کی تصریح نہیں) جب اپنی طاقت جمع کرلے تو ہماری قوت سے تعداد میں بڑھجاے - مگر ایک سپاہی اور دوسرے سپاہی میں جو فرق ہے' وہ اس عدم توازن کی تلافی کردیگا - ہماری بہادر فوج پر جوش ہے' اور بخلاف بلغاری فوج کیونکہ اسکی قوتیں کمزور ہوگئی ہیں - مجھے اپنی فوج پر اعتماد ہے' اگرچہ اسکی تعداد اسوقت صرف ایک لاکھہ ۸۰ ہزار ہے مگر ہم ضرورت کے وقت اسمیں اہم اضافہ کرسکتے ہیں - میں ایک بات اور کہتا ہوں - جسطرح کہ ہم کو اس جنگ میں مددگار ملے ہیں اسیطرح آیندہ جنگ میں بھی ہم کو معین ملجائیں گے -

ناموران غزوۂ بلقان

شہادۃ بطل الحریہ

رحمۃ اللہ علیک یا نیازی بک !!

شہید راہ ملۃ و وطن ' و فقید الامۃ

حادثۂ ملی

ناظرین نسل عثمانی کے موجودہ مجمع ابطال کے مشہور برگذیدہ رکن ' اور دستور عثمانی کے اولین مجاہد ' یوز باشی (نیازی بک) کو ابھی بھولے نہونگے ' جس کا ذکر صفحات الہلال ہی پر نہیں ' بلکہ حوادث و واقعات عظیمۂ عالم کے قراطیس شہرت پر بارہا جالب انظار مغرب و مشرق ہوچکا ہے -

غزوۂ طرابلس کے زمانے میں غازی انور بے کے ورود طرابلس کے بعد انکا بہ تبدیل لباس مصر پہنچنا اور پھر افشاء راز کے بعد واپس جانا ' اور پھر انقلاب عثمانیہ آخری میں جانفروشانہ عزائم کے ساتھہ شریک ہونا ' وہ تازہ واقعات ہیں ' جو کل تک ہماری زبانوں پر تھے -

ممالک اسلامیہ کی تازہ ترین ڈاک سے معلوم ہوتا ہے کہ عین اپنی بد نصیب ملۃ کے دور کہولۃ ' مگر خود اپنے عنفوان جوانی کے عالم میں ' یہ فداء ملۃ ' خود البانی اعداء ملک و وطن کے ہاتھوں حدود البانیا کے اندر شہید ہوگیا ! انا للہ و انا الیہ راجعون -

شہید راہ ملۃ و وطن : رسنہ لی نیازی بک

درحقیقت یہ حادثۂ فاجعہ صرف مملکت عثمانیہ کا ہی خسران نہیں ہے ' بلکہ ایک مصیبۃ ملی ہے ' جسکے غم میں تمام عالم اسلامی کا حصہ ہے - ناموران و ابطال کا فقدان زندہ قوموں کیلیے بھی ایک ماتم کبری ہوتا ہے ' پھر اس قوم کیلیے کیوں نہو ' جو اپنے دور انحطاط و تنزل کے دن گن رہی ہو ' جسکے تمام خزانے لٹ چکے ہوں ' جسکے تمام قواء نشو و نما مضمحل ہوگئے ہوں ' اور جسکا ہر آنے والا دن ' بظاہر گذرے ہوے دن سے بد تر ہو ؟

ایک دولت مند کی اشرفیوں کا صندوق بھی کھو جاے تو اسکے لیے چنداں غم و حسرت کی بات نہیں ہوتی ' کیونکہ اگر ایک صندوق ضائع جاتا ہے تو صدہا صندوق خزانے میں موجود ہوتے ہیں ' اور نئی دولت و حشمت کی افزایش و ترقی کا سلسلہ جاری ہوتا ہے ' لیکن اگر ایک فقیر دریوزہ گر جسکی تمام متاع اسکی پھٹی ہوی جیب کے چند کھوٹے سکے ہوں ' ایک تانبے کا حقیر و ادنی سکہ بھی کھودیتا ہے ' تو شدت غم و مایوسی سے اسکا دماغ چکرا جاتا ہے ' اور اپنی بیکسی و محتاجی پر زار قطار رونا شروع کردیتا ہے - کیونکہ دولت مند کیلیے اشرفیاں بھی کچھہ نہ تھیں ' پر اس بدبخت کیلیے تو ایک کھوٹا سکہ بھی کم از تخت قیصر و تاج سکندر نہیں !!

یہی حال قوموں اور ملکوں کا بھی ہے - زندہ قوموں کا خزانۂ خصائل و کمالات انسانیۃ طرح طرح کے طلائی سکوں اور قیمتی و نادر لعل و جواہر سے لبریز ہوتا ہے - اور روز بروز انکی دولت میں افزایش ' اور انکے خزانے کے حدود ارضی میں وسعت ہوتی رہتی ہے - ان میں ہر صنف و فضیلۃ انسانی کے ارباب کمال موجود ہوتے ہیں ' اور ایک جاتا ہے ' تو دس اسکی جگہ آ موجود ہوتے ہیں - پس کاملین و ابطال کا فقدان گو نفسہ موجب انگیز ہو ' لیکن انکے لیے چنداں موجب خسران و نقصان نہیں ہوتا ' لیکن جو قومیں کہ اپنا دور اقبال کھو دیتی ہیں ' اور عروج و ارتقاء کی جگہ ادبار و تسفل کے زمانے میں مبتلا ہوتی ہیں ' انکی مثال اسی کنگال فقیر کی سی ہوتی ہے - پس انکو تو اپنا ایک کھوٹا سکہ بھی ہزار درجہ زائد از لعل و گہر محبوب ہونا چاہیے - چہ جائیکہ وہ لعل درخشاں ' جو فقیر کی گدڑی ہی میں نہیں ' بلکہ پادشاہ کے تاج و تخت کیلیے بھی زیور ہو !!

ہم لٹ گئے ہیں - ہمارا خزانہ تاراج ادبار ہوگیا - اور ہمارے اجڑے باغ کے پھولوں سے آج غیروں کے کاشانہ و ایوان معطر ہو رہے ہیں - ایسی حالت میں ہم کو اپنی بھی کھچی پونجی کے ایک ایک ذرہ کا عشق ہونا چاہیے ' اور اگر اوروں کو اپنے پھولوں کے لٹنے کا خوف ہے ' تو ہم کو اپنے گھر کے خس و خاشاک کے ضائع ہوجانے کا غم ہونا چاہیے !!

* * *

جب یہ حال ہو تو پھر آج ہم (نیازی بک) کے فقدان پر جسقدر ماتم کریں کم ہے -

ہم اشاعت آئندہ میں انکی سوانح عمری شائع کرینگے ' جو انکی خود نوشتہ سوانح (خواطر نیازی) سے ما خوذ ہوگی -

جنگ بلقان کے چھڑتے ہی یہ ملت پرست غیور مصروف خدمات اسلامیہ ہوگیا تھا - اس نے فوج سے الگ ہوکر مجاہدین کی ایک خاص جماعت قائم کی تھی ' اور اپنے دوست و ہمراز یوسف صبری بک کے ساتھہ مصروف دفاع وطن ' اور جہاد فی

لاکھوں بے خانماں مہاجرین

قسطنطنیہ کی گلیوں میں !!!

الہلال کلکتہ - سالانہ قیمت مع محصول صرف آٹھ آنہ !!!

آج دفتر الہلال میں دو تار دفتر تصویر افکار' اور ڈاکٹر مصباح کے پہنچے ہیں کہ " خدا کیلیے یورپین ترکی کے ان لاکھوں بے خانماں مہاجرین کے مصائب کو یاد کرو' جنمیں ہزارہا بیمار عورتیں' اور جاں بلب بچے ہیں - جنکو جنگ کی ناگہانی مصیبتوں کی وجہ سے یکایک اپنا گھر بار چھوڑنا پڑا' اور جنکی حالت جنگ کے زخمیوں سے بھی زیادہ درد انگیز ہے - جو مرگئے' انکو دفن کر دیں' جو زخمی ہیں انکو شفا خانے میں لے آئیں' لیکن جو بد نصیب زندہ' مگر مردے سے بدتر ہیں' انکو کیا کریں ؟ "

دفتر الہلال حیران ہے کہ اس وقت اعانت کا کیا سامان کرے ؟ مدد کیلیے نئی اپیلیں کرنا شاید لوگوں کو ناگوار گذرے کہ ہلال احمر کا چندہ ہر جگہہ ہو چکا ہے' اور تمسکات کا ظم بھی جاری ہے - مجبوراً جو کچھہ خود اسکے اختیار میں ہے' اسی کیلیے کوشش کرتا ہے -

(۱) کم از کم وہ ایک ماہ کے اندر دو ہزار پاونڈ یعنے ۳۰ - ہزار کی رقم صرف وس اعانۂ مہاجرین کیلیے فراہم کرنا چاہتا ہے' کیونکہ ہلال احمر کے مقصد سے جو روپیہ دیا جاتا ہے' اسکو خلاف مقصد دوسری جگہ لگانا بہتر نہیں - اسکی اطلاع آج ہی ترکی میں بھیجدی گئی ہے -

اس بارے میں جو صاحب مدد اعانت فرمائیں گے فاجرہ علی اللہ '

وہ نہ دوسروں پر بار ڈالنے کی جگہہ' خود ہی اس رقم کو اپنی جانب سے پیش کرنا چاہتا ہے -

(۲) اسکی صورت یہ ہے کہ بلا شک نقد تیس ہزار روپیہ دینا دفتر کے امکان سے باہر ہے' مگر یہ تو ممکن ہے کہ تیس ہزار روپیہ جو اسے مل رہا ہو' وہ خود نہ لے' اور اس اشد ترین ضرورت اسلامی کیلیے وقف کردے ؟

(۳) یقیناً میں ۳۰ - ہزار نہیں دیسکتا' لیکن آپ کیوں نہیں مجھے ۳۰ - ہزار روپیہ دیتے' تاکہ میں دیدوں ؟

(۴) پس آج اعلان کیا جاتا ہے کہ **دفتر الہلال چار ہزار الہلال کے پرچے ایک ایک سال کیلیے اس غرض سے پیش کرتا ہے - آج کی تاریخ سے ۳۰ جون تک جو صاحب آٹھ روپیہ قیمت سالانہ الہلال کی دفتر میں بھیجدینگے'** انکے روپیہ میں سے صرف آٹھ آنہ ضروری اخراجات خط و کتابت کیلیے وضع کرکے باقی ساڑھے سات روپیہ اس فنڈ میں داخل کردیا جائیگا' اور ایک سال کیلیے اخبار انکے نام جاری کردیا جاے گا - گویا ساڑھے سات روپیہ وہ اپنے مظلوم و ستم رسیدہ برادران عثمانیہ کو دینگے' اسکا اجر عظیم اللہ سے حاصل کرینگے' اور صرف آٹھ آنے میں سال بھر کیلیے الہلال بھی (جو جیسا کچھہ ہے' پبلک کو معلوم ہے) انکے نام جاری ہوجائیگا - اس طرح چار ہزار خریداروں کی قیمت سے ۳۰ - ہزار روپیہ فراہم ہو سکتا ہے اور دفتر الہلال اسے خود فائدہ اٹھانے کی جگہہ' اس کار خیر کیلیے وقف کر دیتا ہے -

(۵) اس وقت معمولی تین سو تک نئے خریداروں کا اوسط ہے - لیکن دفتر ۳۰ - جون تک کیلیے اپنی تمام آمدنی اپنے اوپر حرام کر لیتا ہے - دفتر اس وقت تک کئی ہزار روپیے کے نقصان میں ہے' اور مصارف روز بروز بڑھتے جاتے ہیں' تاہم اس تار کو پڑھکر طبیعت پر جو اثر پڑا' اس نے مجبور کردیا' اور جو صورت اپنے اختیار میں تھی' اس سے گریز کرنا' اور صرف دوسروں ہی کے آگے ہاتھہ پھیلائے رہنا' بہتر نظر نہ آیا - یورپ میں اخبارات کے دفتر اپنی جیب سے ہزاروں روپیہ کار خیر میں دیتے ہیں - شاید اردو پریس میں نہ بلے مثال ہے' لیکن اسکی کامیابی اس امر پر موقوف ہے کہ برادران ملت تغافل نہ فرمائیں اور اس فرصت سے فائدہ اٹھا کر فوراً درخواست خریداری بھیجدیں - ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

(۶) الہلال - اردو میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے' جو یورپ اور ترکی کے اعلے درجہ کے با تصویر' پر تکلف' خوشنما رسائل کے نمونے پر نکلتا ہے - اسکا مقصد وحید دعوت الی القرآن' اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے - محققانہ علمی و دینی مضامین کے لحاظ سے اسکے امتیاز و خصوصیت کا ہر موافق و مخالف نے اقرار کیا ہے - اس نے ہندوستان میں سب سے پہلے ترکی سے جنگ کی خبریں براہ راست منگوائیں' اسکا باب "شئون عثمانیہ" ترکی کے حالات جنگ کے واقعات صحیحہ معلوم کرنے کا مخصوص ذریعہ ہے - "ناموران غزوۂ طرابلس و بلقان" اسکی ایک با تصویر سرخی ہے' جسکے نیچے وہ عجیب و غریب موثر اور عبرت انگیز حالات دیے جاتے ہیں' جو اپنے مخصوص نامہ نگاروں اور خاص ذرائع معلومات سے حاصل کیے جاتے ہیں - مقالات' مذاکرۂ علمیہ' حقائق و دقائق' المراسلۃ و المناظرہ' اسئلۃ و اجوبتہا' اسکے دیگر ابواب و عنوان مضامین ہیں - آٹھہ آنے میں شاید ایک ایسا اخبار برا نہیں -

(۷) درخواست میں اس اعلان کا حوالہ ضرور دیا جاے' اور کارڈ کی پیشانی پر " اعانۂ مہاجرین " کا لفظ ضرور لکھا جاے -

یورپین ترکی کے بے خانماں مہاجرین

جامع ایا صوفیا کے سامنے

الا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين

AL-HILAL

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad

7-1 McLeod street,

CALCUTTA.

Telegraphic Address.

"AL-HILAL"

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly " " 4-12.

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

میر مسئول و خصوصی
احمد الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
۷ - ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

عنوان تلغراف
« الہلال »

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ٤ روپیہ ۱۲ آنہ

جلد ۲ — کلکتہ: چہار شنبہ ۲۸ جمادی الثانیہ ۱۳۳۱ ہجری — نمبر ۲۲

Calcutta, Wednesday, June 4, 1913.

فہرس

شذرات

مـــن انصـــاری الـــی اللہ ؟ ؟

در رہ منزل جاناں کہ خطرہاست بجاں
شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

(۱) جو حضرات بغیر کسی تحریک کے محض اپنے دلی جوش اور قلبی ولولے سے اس دعوت کی تبلیغ میں سعی مشکور فرما رہے ہیں، اور فارموں کو طلب کرکے، رسائل کی اشاعت کیلیے اپنے تئیں پیش کرتے، اور والہانہ و بیقرارانہ اس بارے میں خط و کتابت فرما رہے ہیں، نہیں سمجھتا کہ کن لفظوں میں انکا شکریہ ادا کروں ؟ اگر میرا ذاتی کام ہوتا تو انکا شکرگذار ہوتا، لیکن اس معاملے میں کسی کی سعی کے شکریہ ادا کرنے کا اگر کسی کو حق ہے، تو صرف اسلام کو، یا اُس خداے اسلام کو، جس نے آج مدعیوں کی آزمایش کیلیے اپنے دین محبوب کو اسکی غربت اولی میں چھوڑدیا ہے، اور زبان آوران خدمت و جاں سپاری کیلیے ایک میدان امتحان کھولدیا ہے کہ کون بڑھتا ہے، اور کون ہے، جو خدمت ملت کی اس دولۂ عظمی سے فائز المرام ہوتا ہے ؟

(۲) اسطرح کے بزرگوں کے جوش ایمانی اور ولولۂ ملی کو تائید الہی کے اس سلسلے کا پہلا ظہور یقین کرتا ہوں، جو الحمد للہ کہ میرے سامنے ہے، اور جسکی نسبت ایقان کامل اور عاشقانہ وثوق کی صدا روز اول ہی سن چکا ہوں - وہ، جسکا دست غیبی ہر ظہور صداقت، اور ہر دعوت حق و ہدایت کے تعلم کی آب پاشی کرتا، اور ہر اپنے اوپر بھروسہ کرنے والے کا ساتھ دیتا، اور اسکے اندر سے اپنی

صداء الہي سناتا اور بلند کرتا ہے ' آج بھي اپني نصرت غيبي کے معجزات دکھلانے پر ويسا ہي قادر ہے ' جيسا کہ ہميشہ سے رہا ہے ' اور ہميشہ رہيگا - پس ضرور ہے کہ اسکي قدرت و حکمت کے مخفي خوارق و عجائب ظاہر ہوں ' اور يقيني ہے کہ اسکا ساتھہ دينے والے اسکي معيت کي فتح يابياں اور کامرانياں بہت جلد اپنے سامنے ديکھلیں . الله ولي الذين آمنوا ' يخرجهم من الظلمات الى النور ' والذين كفروا ' اولياء هم الطاغوت يخرجونهم من النور الى الظلمات ' اولائك اصحاب النار ' هم فيها خالدون (۲ . ۲۵۷)

(۳) جن صاحبان ايقان ' اور جان نثاران اسلام نے محض ايک مبہم و مجمل صداء دعوت سنکر ' اپنا نام بلا تامل بهيجديا ' اور ان تمام خطرات و وساوس سے مرعوب نہ ہوے ' جو ايسے موقعہ پر قدرتي طور پر نفس انساني ميں پيدا ہوتے ہيں ' انہوں نے في الحقيقت راہ جاں سپاري و فدويت کا پہلا امتحان ديديا ' اور اس طريق دعوت ميں في الحقيقت ايک بہت بڑي حکمت بهي پوشيدہ تهي - اس سے يہي مقصود تها کہ سچي پياس رکهنے والے ' اور جهوٹے مدعيان تشنگي ميں تميز ہو جاے - جنکو سچي پياس ہوگي ' وہ پاني کا نام سنتے ہي دوڑيں گے ' اور پياس کي شدت انہيں اسکا موقع ہي نہ ديگي کہ عاقبت بينيوں اور مصلحت انديشيوں ميں مبتلا ہوں -

پس جن بزرگوں نے بلا تامل قدم بڑهايا ' وہ الحمد لله کہ پہلي منزل امتحان سے کامياب گذر گئے ' اور بعد کي آنے والي منازل سے گذرنے کا اپنے تئيں مستحق ثابت کر ديا - انکے جوش کي مثل مقدس ' اور انکي سبقت و پيش قدمي کي عظمت قابل احترام ہے - ليکن جو متامل ہوے اور جنکے ولولہ قلبي نے خطرات نفساني سے شکست اٹهائي ' انہوں نے سبقت و آزمايش کي بہترين فرصت کهوديں - تائيد الہي عنقريب اس دعوت کو ايک عظيم الشان جماعة کي صورت ميں ظاہر کرنے والي ہے ' ليکن جبکہ اغراض و مقاصد کي اشاعت ہو جائيگي ' تو پهر ياد رہے کہ اسکي طرف سبهي بڑهيں گے ' ليکن انکا اجر ان لوگوں کا سا تو نہيں ہو سکتا ' جنہوں نے خطرات و خدشات کے ہجوم ميں اسکا ساتهہ ديا ہے - اور يہ ايک بہت بڑي معني توفيق الہي ہے ' جس کو ملنے والي ہے ' اب بهي مل رہيگي ' اور جس کو محروم رہنا ہے ' محروم رہيگا . و ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء ' والله ذو الفضل العظيم -

(۴) رسالہ اغراض و مقاصد زير طبع ہے - انشاء الله ۱۵ - جون سے اسکي روانگي شروع ہو جائيگي - مضمون بہت بڑهگيا ہے ' اسليے چهاپنے ميں زيادہ وقت صرف ہو رہا ہے - وما توفيقي الا بالله ' عليه توكلت واليه انيب -

اعانۂ مہاجرين عثمانيہ

کسيکہ محرم باد صباست مي داند

کہ باوجود خزاں بوے ياسمن باقيست

الحمد لله کہ اعانت مہاجرين عثمانيہ کيليے الہلال کي صداے الغياث بيکار نہ گئي ' اور الله تعالی کے فضل و کرم ميں سے سب سے بڑا احسان کسي بندے پر يہ ہے کہ وہ اسکي آواز ميں اثر ' اور اسکي آہ ميں درد بخشدے -

طوفان ' نوح لانے سے اے چشم فائدہ ؟

دو اشک بهي بہت ہيں اگر کچهہ اثر کريں !

اگرچہ عاجز نے اعانت کيليے صرف ضمناً اشارہ کيا تها ' اور جو کچهہ اپني بساط ميں اس موقعہ کيليے تها ' صرف اسي کے پيش کر دينے پر قناعت کرلي تهي ' ليکن عام طور پر معاونين کرام اور احباب و مخلصين نے جس طرح اسپر توجہ گرامي مبذول فرمائي ' اور جس جوش و خروش سے آمادہ اعانت ہوگئے ' سچ يہ ہے کہ وہ ميري توقع سے بہت زيادہ ہے - ميں ديکهہ رہا تها کہ دو سال سے اعانت مجروحين طرابلس و بلقان کيليے چندوں کا سلسلہ برابر جاري رہا ' اور اب تک جاري ہے - پس مجهکو خوف تها کہ شايد لوگ اب کسي نئي تحريک کے سننے کيليے طيار نہوں ' اور چندوں کي صداؤں سے اکتا گئے ہوں - اسليے بہتر نظر آيا کہ بجاے عام تحريک و صداء اعانت طلب کے ' خود اپنے اختيار ميں جو کچهہ ہے ' اسي کيليے کوشش کروں ' اور ناظرين کو اس بارے ميں کوئي زحمت تازہ نہ دوں - گو اس زحمت کو اپنے عقيدے ميں حيات دنيوي کي ہزار نعمتوں سے بہتر سمجهتا ہوں -

پهر يہ خيال بهي ہوا کہ جس دعوت کا سب سے پہلے خود اپنے نفس کو مخاطب نہيں بنا سکے ' ہميں کيا حق ہے کہ اسکے تخاطب کا دوسروں پر بار ڈاليں ؟ اسکے ليے کونسي دليل بتلائي جا سکتي ہے کہ کسي کام کيليے مسلمانوں کو مال و دولت لٹانے کي تعليم دي جاے ' اور خود باوجود ادعاء اسلام ' اپنے نفس مستثنی کرليا جاے ؟ يا ايها الذين آمنوا ! لم تقولون ما لا تفعلون ؟ كبر مقتاً عند الله ان تقولوا ما لا تفعلون -

يہ ضرور ہے کہ پريس کي موجودہ مالي حالت ' اور نقصان جاري و قائم کے لحاظ سے چار ہزار پرچوں کا ايک سال تک مفت جاري کرنا ايک ايسا امر ہے ' جو اگر کوئي بڑي جرات نہ سمجهي جاے ' تو کم از کم ايک ايسا ارادہ تو ضرور ہے ' جسکي تکميل مشکلات سے خالي نہيں - تاہم اپني نظر ميں نہ کوئي ايسي بڑي بات نہيں ہے ' جس پر لوگوں کو توجہ دلائي جاے - اداء فرض اسلامي کي ايک حقير و ادنی ترين کوشش ہے ' اور جس قدير و مقتدر نے اسکا ارادہ دل ميں ڈالديا ہے ' وہي اسکي تکميل کا سامان ' اور اسکے تحمل کي طاقت بهي بخشديگا : ومن يتوكل على الله فهو حسبه -

اس بارے ميں بعض ارباب ہمت کو الله تعالی نے جيسي کچهہ توفيق بخشي ہے ' ميں چاہتا ہوں کہ اسکا اعلان ہوتا رہے - اور اسي ليے آجکي اشاعت ميں (اعانۂ مہاجرين) کے عنوان سے بعض خطوط کا اقتباس شائع کيا جاتا ہے ' اور آئندہ بهي شائع ہوتا رہے گا - ان ميں بعض خطوط ايسے ہيں ' جن ميں ظاہر کيا گيا ہے کہ وہ الہلال کي اپيل کو پڑهکر اشکبار ہوگئے ' ليکن ميں اپني وہ آنکهيں انہيں کيونکر دکهلاؤں ' جو انکے خطوط کے پڑهتے وقت ايسے کم اشکبار نہ تهيں ؟ الله الله ! اس دور تنزل و غفلت ' اس ہجوم نا اميدي و مايوسي ' اس حصار نامرادي و ناکامي ميں ايسے نفوس قدسيہ ابهي موجود ہيں ' جو اپنے برادران ديني کے مصائب کا افسانہ سنکر اپني خواتين کا اسباب آرايش ' اور اپني زندگي کي آخري پونجي تک ديدينے پر طيار ہيں ! اور اب بهي ممکن ہے کہ تاريخ اسلام کي گذشتہ روايتيں دلوں اور دماغوں کي صورت ميں مجسم ہو کر اسلام کے ابتدائي انصار و خدام کے کارنامہ ہاے مقدس و عظيم کو زندہ کرديں !! اگر ايسا ہي ہے ' تو ابهي نا اميدي و قنوط کا آخري وقت نہيں آيا ' اور گو حوالہ شعلوں کي بهڑک سے محروم ہے ' مگر چنگاريوں کي حرارت مفقود نہيں :

کسيکہ محرم راز صباست ' مي داند

کہ با وجود خزاں بوے ياسمن باقيست -

البتہ افسوس ہے کہ الہلال کے خریداروں کی رفتار ایسے موقع پر جیسی ہونی چاہیے تھی، نہیں ہے - اور مجھے معاف رکھا جاے، اگر عرض کروں کہ یہ امر واقعی ہمارے لیے نہایت درد انگیز ہے - زمانہ جانتا ہے کہ الہلال نے کبھی اپنی اشاعت کی توسیع کیلیے ناظرین پر بار نہیں ڈالا - صرف ایک مرتبہ خاتمہ جلد اول کے مضمون میں سرسری طور پر اسکی نسبت توجہ دلائی تھی، اور پھر اسکے بعد اُسکا دہرانا تک پسند نہیں کیا، کیونکہ الحمد للہ وہ اصول و فن تجارت سے جہل و ناواقفیت کا الزام قبول کرنے کیلیے طیار ہے، مگر اپنی ذات کیلیے صدا کرنے اور دست سوال بڑھانے کا عادی نہیں - اگر یہ روش منظور ہوتی تو نہیں معلوم آج الہلال کی اشاعت کہاں سے کہاں تک پہنچ جاتی - یہ نقص ہو یا نادانی، لیکن اپنی طبیعت کے بدلنے پر قادر نہیں ہوں -

مگر یہ معاملہ الہلال کے ذاتی نفع و فائدہ کا نہیں ہے، اور سو کچھہ اور جیسا کچھہ ہے، وہ محتاج تشریح نہیں - پھر اگر اسکی جانب بھی اخوان ملت متوجہ نہوں اور اسکے لیے سعی نہ فرمائیں، تو انصاف کا طالب ہوں کہ میرا دل کیوں نہ زخمی ہو، اور میری زباں سے کیوں نہ آہ نکلے ؟

تاہم شکوہ کسی حال میں نہیں - ابتدا سے الہلال کا اصول عمل یہ ہے کہ صرف اپنا فرض ادا کرنا - نتائج پر نہ کبھی نظر رہی ہے اور نہ رہیگی - میری تسکین کیلیے یہ یقین بس کرتا ہے کہ جس ذات سے ہم سب کا اصل معاملہ ہے، وہ دلوں کی نگرانی سے غافل نہیں، اور جو کچھہ کر رہا ہوں، اسکے پیش نظر ہے - و اللہ یعلم سری و علانیتی، و علیہ توکلت و الیہ انیب -

ایک غلط فہمی

آخر میں یہ ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ جو قیمت اس مد میں الہلال کیلیے آئیگی، اس سے صرف ۸ آنہ - وضع کیا جائیگا، باقی ساڑھے سات روپیے اعانۂ مہاجرین میں چار یا اس سے زیادہ قسطوں میں روانہ کردیے جائیں گے - اسے ترکی تمسکات سے کوئی تعلق نہیں، اور یہ ایک ایسا امر ہے جو سب کے سامنے آجائیگا -

---

مسئلۂ حج کے معاندین

یورپ کو حج کعبہ میں بڑے بڑے خطرات نظر آتے ہیں، پہلے اس مقدس فریضہ کی حکمت و غرض و عبادت پر ایک مدت تک اعتراضات ہوتے رہے کہ مسلمان اس سے باز آئیں اور طبیعتیں اس سے پھر جائیں، یہ وار کارگر نکلا اور مدنیت فرنگ کے اکثر شیدائی حج کو ایک فضول کام سمجھنے لگے، لیکن سواد اعظم جمہور اس کی فرضیت ہی کا قائل رہا - اس گروہ کے لیے موسیو هانوتو وزیر فرانس نے پندرہ برس ہوے یہ تجویز پیش کی تھی کہ پیرس کے عجائب خانہ "لوور" کو خالی کر کے کعبہ کی شکل میں تبدیل کردیا جائے، اور مکۂ مبارک سے حجر اسود کو یہاں منتقل کر کے اسی کو مرکز حج بنادیا جائے - مصر کے مفتی اعظم شیخ محمد عبدہ نے فرانسیسی اخباروں میں بڑے جوش و قوت سے اس تجویز کی مخالفت کی - آخر یہ بات تو دب گئی، مگر فرانسیسی مقبوضات الجزائر و تونس کے مسلمان سفر حج سے روک دیے گئے - ہر سال موسم حج میں ایک سرکاری فرمان شائع ہوتا ہے کہ حجاز میں وبا و طاعون پھیل گیا ہے لہذا حجاج ارادۂ حج کو ملتوی رکھیں - اس سال مراکش میں بھی اسی حکم کی توسیع مد نظر ہے - مسلمانان روس بھی قیام دیوما (روسی پارلیمنٹ) سے قبل سفر حج سے ممنوع تھے، اب آزادی تو مل گئی ہے، مگر حکام ایسی شرطیں عائد کرنے کی فکر میں ہیں کہ

خواہی نخواہی عمومیت کے ساتھہ اداے فریضۂ حج کے لیے سفر نہ کرسکیں - خوف یہ ہے کہ ایام حج میں مختلف ممالک کے مسلمانوں کا مکۂ مبارکہ میں اجتماع ہوتا ہے، کہیں ایسا نہو کہ آپس کے مبادلۂ افکار سے اُن میں زندگی کی کوئی مفید روح سرایت کرجاے، یہ قوم موت قطعی سے، کہ یورپ اسی کے تہیہ میں ہے، بچ نکلے

حال میں حجاج ہند کیلیے بعض نئے انتظامات گورنمنٹ ہند کے پیش نظر ہیں، اس نے عام مسلمانوں کے اندر بدگمانی پیدا کردی ہے کہ یہ بھی مسئلہ حج کیلیے ایک بندش ہے -

جدید بندش

موجودہ واقعات یہ ہیں کہ انگریزوں کی ایک جہاز راں کمپنی (مسرس ٹرنر ماریسن - اینڈ کو) نے ایرانیوں کی بمبئی پرشیا اسٹیم نیویگیشن کمپنی کے جہاز، جو گویا حجاج کے لیے مخصوص ہیں، خرید لیے ہیں - اس خریداری نے داماں ہوس پھیلادیے اور کمپنی نے گورنمنٹ بمبئی سے درخواست کی کہ مسافران حجاز کا اُس کو ٹھیکہ مل جاے، اور جو ایک دو مسلمانوں کے جہاز حاجیوں کو عرب لے جاتے اور وہاں سے واپس لاتے ہیں وہ بھی اس نفع سے محروم ہو جائیں - اس تحریک خواستگاری میں کرایہ واپسی کی شرح سب سے زیادہ عجیب تھی - جولائی میں رجب و شعبان کے دن ہوتے ہیں، ان دنوں میں خاص حج کی غرض سے کوئی کیوں سفر کرنے لگا ؟ حج کا سفر تو عید کے بعد یعنی وسط ستمبر سے شروع ہوتا ہے، اور کچھہ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی طیاریاں اوائل ذی قعدہ یعنی آغاز اکتوبر میں پوری ہوتی ہیں - کمپنی کی فیلسوفی تماشا طلب ہے کہ، جولائی میں جانے والوں کا کرایہ جہاز بمبئی سے جدہ تک کے لیے سو روپے، ۲۶ - اگست تک کے لیے ۲۰۰، ۲۷ - اگست سے ۲۵ - ستمبر تک کے لیے ۱۴۰، ۲۶ - ستمبر سے ۱۰ - اکتوبر تک کے لیے ۱۹۰ - روپے کی شرح مقرر

[بقیہ مضمون صفحہ ۸]

نتائج ہیں جو " رپامن "، " مارکونی "، " بیکر " و " ڈکسن " کی صورتوں میں نمایاں ہوکر رسالہ کو مجبور کردیتے ہیں کہ ہر ایک قسم کی علمی و عملی ترقی میں یورپ کے قدموں پر سر جھکادے - لیکن کیا ہندوستان میں بھی کوئی ایسا انتظام ہے، یا گورنمنٹ کی مہربانی سے ہوسکتا ہے کہ ہندوستانیوں کے قواے عقلیہ آراستہ و مہذب بن جائیں ؟ طومار درس میں اعمال ابتدائیہ کے لیے بھی کوئی گنجایش نکلے ؟ قومی زبان، قومی لٹریچر، اور قوم کی تاریخ سے بناے قومیت استوار ہوسکے ؟

(۵)

اسلام نے مسلمانوں کو ہمیشہ ظاہر فریبیوں سے بچنے کی ہدایت کی ہے، جس قوم پر ہر جانب سے افلاس محیط ہو، جسے تعلیم کے ناکام نتایج دیکھتے دیکھتے ایک زمانہ گذر گیا ہو، جس کے لیے عموماً اُن مقدمات و مبادی کو معدوم بتایا گیا ہو جن سے اُس کی بے خبری میں اضافہ، اور تنزل میں ترقی ہوتی ہو، ایسی قوم کا علاج سطحی و سرسری دواؤں سے ممکن نہیں - گورنمنٹ کے حسن التفات کا بے شبہہ قوم کو شکرگذار ہونا چاہیے، لیکن اگر یہ تعلیمی دستور انھیں حالتوں میں نافذ العمل ہوگیا اور اصلی و اساسی دقتیں بدستور برقرار رہیں تو مسلمانوں کو صاف کہدینا چاہیے کہ یہ نام نہاد اجزاے اصلاح اُن کے درد کی دوا نہیں ہیں - ان سے کسی دوسری جماعت کو خوش کرنے میں مدد لینی چاہیے -

ما بچاے کہ رسم ماند، قناعت کردیم
بہ سکندر بدهید آنچہ ز دارا ماند

تھی - گورنمنٹ بمبئی نے یہ درخواست گورنمنٹ ہند کے پاس بھیجی تھی جس نے تمام مقامی گورنمنٹوں سے اس باب میں راے طلب کی - بعد میں گورنمنٹ بمبئی کا سفارشنامہ بھی موصول ہوا کہ یہ خواہش ہر طرح سے منظوری کے قابل ہے - ۱۶ - مئی سنہ ۱۹۱۳ع کو گورنمنٹ ہند نے ہر ایک صوبہ کی حکومت کو اس سفارش کی بھی اطلاع دی ' اُن سے راے پوچھی اور اس باب میں عام اسلامی راے سے واقف ہونے کی ضرورت ظاہر کی - اسٹیٹسمین نے یہ واقعات ۲۴ - مئی کی اشاعت میں درج کیے تھے ' لیکن دوسرے ہی دن ۲۵ - مئی کے پرچہ میں صاف تصریح ادیبی کہ گورنمنٹ بمبئی کی سفارش گورنمنٹ ہند نے منظور کرلی ہے -

ما کہ باشیم کہ اندیشہ
ما نیز کنند ؟

اسٹیٹسمین کی صاف بیانی سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ گورنمنٹ کی جانب سے اس تجویز کی منظوری کا با قاعدہ اعلان ہنوز نہوا ' نہسہی ' مگر گوشۂ چشم اسی جانب ہے ' اور اہل حل و عقد کے میل خاطر کی حمایت اس کو حاصل ہو چکی ہے - یہ سچ ہے کہ منظوری کی صورت میں مسلمانوں پر سخت ظلم ہوگا ' بے شمار تکلیفیں برداشت کرنی ہونگی ' بہت زیادہ کرایۂ جہاز دینا پڑیگا ' یہ بھی درست ہے کہ مشرقی طبیعتیں اس نشر معدلت کی حقیقت سمجھنے سے بالکل ہی قاصر ہیں کہ ایک دن استشارہ کے لیے ایک اسکیم شائع کی جاتی ہے ' اور پھر دوسرے ہی دن بغیر اس کے کہ کسی ایک صوبہ کی عام راے بھی دریافت ہونے پائے ' اسکیم کا تصفیہ بھی ہوجاتا ہے - گورنمنٹ اپنے سرکاری کاموں کو اجارہ پر دینے کے لیے ٹنڈر طلب کرتی ہے کہ جو شخص یا کمپنی کم نرخ پر کام کرنے کے لیے آمادہ ہو ' اسی کو وہ کام تفویض کیا جائے ' مگر کرایۂ جہاز کے مسئلہ میں ٹنڈر کا نام بھی نہیں لیا جاتا ' اور خود بخود صرف ایک درخواست پر فیصلہ کردیا جاتا ہے - ہندؤں اور عیسائیوں کے مذہبی تہواروں کے موقع پر ریٹرن ٹکٹ لینے والوں کو ایک طرف کے کرایہ میں دونوں طرف کا ٹکٹ مل جاتا ہے ' اور واپسی کے لیے ایک خاص مدت معین ہوتی ہے ' لیکن بے زبان و غریب حاجی اس عام رعایت سے بھی محروم رکھے جاتے ہیں !!
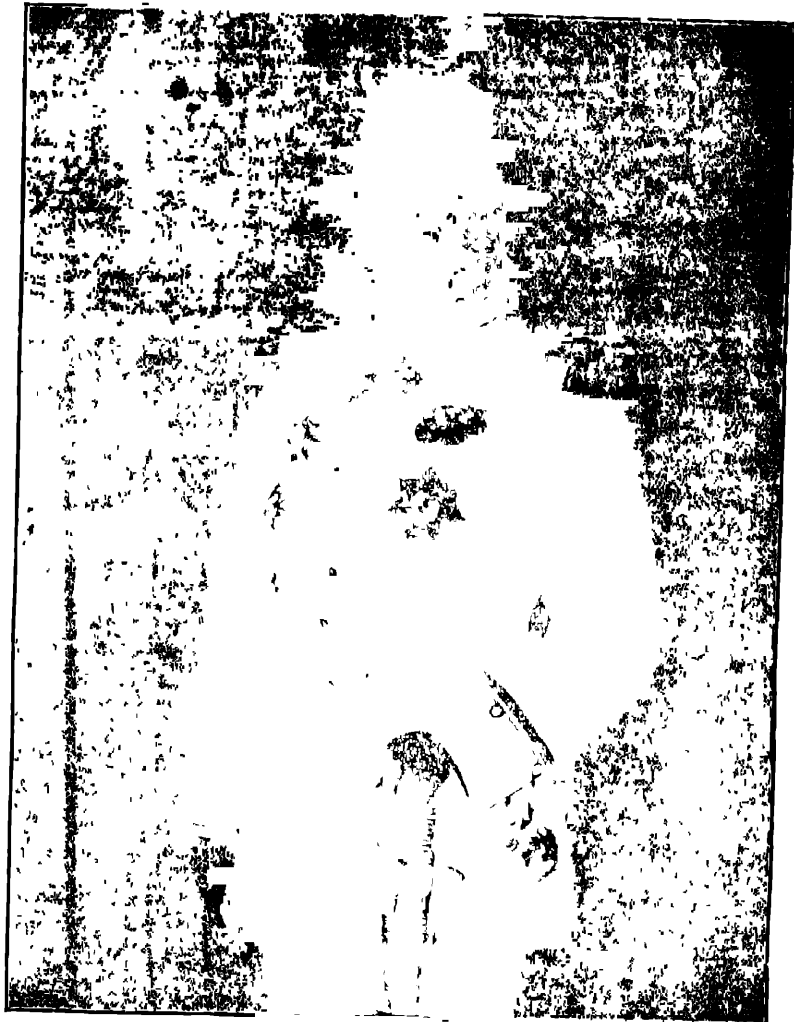
ان حالات کے ہوتے ہوے کون کہسکتا ہے کہ جب تک ہندوستان میں ہندوستانیوں کو حکومت میں شریک ہونے کا موقع نہ ملیگا اور سلف گورنمنٹ اپنی اصلی صورت میں حاصل نہوگی ' اُس وقت تک کبھی بھی ہندوستان کی ضرورتوں پر لحاظ ممکن ہے ؟ اور کیا صرف قانون کی نمایشی مجلسوں سے ملک اپنے فوائد و مصالح کی حفاظت میں کبھی کامیاب ہوسکتا ہے ؟

ہفتۂ جنگ

۲۷ مئی کی صبح کو سر ایڈورڈ گرے وکلاء بلقان سے علحدہ علحدہ ملے ' اور یہ اطلاع دی کہ صلح نامہ میں مباحثہ کی مزید گنجایش نہیں ' جیسا اسوقت ہے ' اسی پر دستخط ہونا چاہیے - اسکے جواب میں بلغاری وکیل نے دستخط کے لیے مستعدی ظاہر کی -

سروی اور یونانی وکلاء نے جواب دیا کہ چونکہ دول کا لہجہ بالکل غیر مترقبہ ہے ' اسلیے ہم کو ابھی اپنی حکومتوں سے مزید تعلیمات ضروری حاصل کرنا چاہییں -

لہجہ کی استقامت وکلاء و نیز جمہور (پبلک) دونوں کے لیے حیرت انگیز ہے -

۲۸ - کے تار میں بیان کیا گیا ہے کہ سرویا اور یونان کو یقین دلایا گیا ہے کہ یوروپین مجلس میں جب تفصیلات زیر امتحان آئینگی تو انکو اپنے مصالح کی مدافعت کے لیے شریک کیا جائیگا -

۲۹ - مئی کی دوپہر کو سر ایڈورڈ گرے نے تمام وکلاء کو اطلاع دیدی کہ کل عہد نامہ پر ضرور دستخط ہو جانے چاہییں - شام کو ایک با قاعدہ دعوت نامہ تمام وکلا کے پاس بھیجا گیا - جسمیں یہ فرمایش کی گئی تھی کہ کل سینٹ جیمس میں ۱۲ - بجے عہد نامہ پر دستخط کے لیے سب جمع ہوں -

بمطابق دعوت سب لوگ سینٹ جیمس میں جمع ہوے - سر ایڈورڈ گرے نے ایک تقریر کی جسمیں صلح پر شاہ جارج کی تہنیت و تشفی کا اظہار کیا ' اور کہا کہ " اس احساس میں تمام دول شریک ہیں ' جو آج تک نا طرفدار رہیں (!) مگر انکی یہ خواہش تھی کہ بغرض اطمینان یورپ میں پھر امن واپس آجائے "

اصل صلحنامہ کے دستخط میں تو صرف چند منٹ لگے ' مگر چند اور ضمیموں اور مسودوں پر بحث میں آدھہ گھنٹہ صرف ہوگیا -

اطالی ایوان نیابت میں اس دفعہ پر تہنیت آمیز تقریریں کی گئیں ' اور یہ تجویز کیا گیا کہ سر ایڈورڈ گرے کی خدمت انکی ان تھک محنت پر مبارکباد کا تار بھیجا جاے -

اسعد پاشا :
جس نے البانیا کی فرمانروائی کا اعلان کیا اور جسکا وجود ابتک ایک طلسم ابہام ہے

عن ابن بشير عن حذيفه قــال : قــال (صلعــم) تكون النبوة فيكم ماشاء الله، ثم تكون خلافة على منهاج النبوة ماشاء الله ان تكــون ، ثم يرفعهــا الله ، ثم تكون ملكا عاضاً فيكم ما شاء الله ان يكون ، ثم يرفعهــا الله ، ثم تكــون ملــكا جبرية فيكــون ماشــاء الله ان يكون ، ثم تكون خلافة على منهاج النبوة - قال حبيب . فلما قام عمر ابن عبد العزيز كتبت اليه بهــذ الحــديــث اذكره اياه و قلت ارجوان تكون امير المومنين بعد الملک العاض و الجبريه

آنحضــرت (صلعــم) نے فــرمـايا : جب تک الله کو منظور ہے ، تم میں وجــود نبــوت باقي رہے گا ، اسکے بعد منهاج نبوت پر خلافت قائم هوگي ، اور جب تــک الله چاهیگا قائم رهیگي اور پھر اٹھالي جائيگي - اسکے بعد جور و ظلم کي پادشاهت شروع هوگي اور جب تک منظور الهي ہے رهیگي - اسکے بعد محض جبــر و ســلــط کي حکومت هوگي ، اور وہ بھي مشیئت الهی کے مطابق رهیگي - لیکن اسکے بعد پھر ایک دور خلافت نبوت کے دور کا آئیگا -

حبیب کہتے هیں کہ جب عمر ابن عبد العزیز تخت خلافت پر بیٹھے ، تو میں نے یہ حدیث انکو لکھکر بھیجي ، اور لکھا کہ مجھے امید ہے کہ آپ اس حدیث کي خبر کے مطابق " ملــک عضوض و جبر " کے بعد محض پادشاہ هي نہیں بلکہ امیر المومنین هونگے !

اسمیں زمانے کي قید نہیں ہے ، مگر ترمذي کي حدیث میں جسکو امام موصوف نے دوسري جلد کے باب الفتن میں درج کیا ہے ، زیادہ تصریح ہے :

عن سعيد بن جمهان - قال ثني سفينــه : قال قال (صلعم) الخلافــة في امتي ثلاثون سنة ، ثــم ملــك بعــد ذالك ثم قال لي سفينه : امسک خلافه ابي بكر ، ثم قال : و خلافــه عمر ، و خــلافــة عثمــان - ثــم قـــال : امسک خلافة علي ، فوجــدناها ثلاثين سنة ، قال سعيد : فقلت له ان بني اميه يزعمون ان الخلافه فيهم ، قال كذبوا بنو الزرقــاء ، بل هم الملــوک من شر الملوک (تامل)

سعید سے روایت ہے کہ سفینہ نے انحضرت کے اس قول کو روایت کیا کــہ " خلافت میري امت میں صرف تیس سال رهیگي ، پھر اسکے بعد محض حکومت اور پادشاهت ہے -

اسکے بعد سعید کہتے هیں کہ مجھسے سفینہ نے کہا کہ حضرت ابوبکر کا زمانۂ خلافت شمار کرو ، میں نے کیا - پھر کہا کہ حضرت عمر و عثمان و علي کا عہد خــلافت شمار کرو ، میں نے سب کو جمع کیا تو کل تیس سال هوے - پھر میں نے کہا کہ یہ تو سچ ہے لیکن بني امیہ جو سمجھتے هیں کہ هــم بھي خلیفہ هیں ، یہ کیسی بات ہے ، حالانکہ بموجب اس حدیث اور تمهاري بیان کردہ تطبیق کے خلافت قبل از بني امیہ ختم هوگئي ؟ اسپر سفینہ نے کہا کہ زرقا کي اولاد نے (یعني بني امیہ نے) کذب بیاني اختیار کي - وہ خلیفہ کہاں هیں ؟ وہ تو شریر ترین بادشاهوں میں سے پادشاہ هیں "

ان تمام احادیث کي تطبیق سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ بہترین قرن انحضرت کا تھا - اسکے بعد شیخین کي خلافت کا - اسکے بعد حضرت عثمان سے لیکر عام الجماعہ تــک کا ، جبکہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے خلافت سے کنارہ کشي فرمائي - اور پھر اسکے بعد محض " ملک عضوض " اور " ملک جبریہ " کا عہد فتن و فساد شروع هوگیا ، اور وهي دور بني امیہ ، اور " امر بالمعروف کے سد باب کا پہلا دن " تھا -

یہ امر یہاں ظاهر کردینا ضروري ہے کہ ان احادیث اور انکے هم مطلب احادیث کي نسبت اس عاجز نے اپنے خاص پیش نظر مباحث سے اس موقع پر کچھہ کام نہیں لیا ہے - چونکہ جناب نے " خیر القرون " کي حدیث کے طرف اشارہ کیا ، اور ان احادیث سے جا بجا استشهاد فرمایا ، اسلیے ضرور هوا کہ جناب کو احادیث هي کي طرف توجہ دلائي جاے -

پھر یہ کیسي عجیب بات ہے کہ ان احادیث پر جناب نے نظر نہیں ڈالي ، اور اس عاجز کے اتنا لکھدینے پر ، کہ " بني امیہ کے عہد میں بدعات و محدثات کا بازار گرم هوا " سقدر متالم و متاذي هوے ؟ اگر جس عہد کي نسبت یہ تصریحات موجود هیں ، اسکي نسبت ضمناً کسي موقعہ پر کچھہ اشارہ کردینے کا بھي آج کسي مسلم کو حق نہیں ؟ اور کیا ان احادیث سے بالکل قطع نظر کرلینے کي بنا دریافت کرنے کی اس عاجز کو اجازت ملیگي ؟

یہ تو وہ مشہور ترین احادیث تھیں ، جنکو مشکوٰۃ وغیرہ میں هر شخص دیکھہ سکتا ہے - لیکن کیا وہ حدیث بھي جناب کو یاد ہے ، جسکو ترمذي ابواب الفتن کے " باب ما جاء في الشام " میں لائے هیں ؟ اور جس کو ابن قرہ نے باین الفاظ روایت کیا ہے کہ " اذا فسد اهل الشام ، فلا خير فيكم " ؟ اور نیز یہ کہ ان احادیث کے معاملہ ، تابعین و تبع تابعین و محدثین نے کیا قرار دیے هیں ، جن میں ظہور فتن و فساد کي اکثر خبر دي گئی ہے ، اور جنسے اسفار حدیث کے ابواب فتن بھرے هوے هیں ؟ مثلاً " ستكون فتن ، القاعد فيها خير من القائم ، والقائم فيها خير من الماشي ، و الماشي خير من الساعي " (متفق عليه)

براہ کرم اس بارے میں کنز العمال کے ابواب فتن ، یا کتب دلائل و خصائص ، مثل خصائص سیوطي وغیرہ کے ابواب اخبار پر ایک نظر ڈال لیجیے ، اور خدارا اسپر تعجب نہ کیجیے کہ بدعات و محدثات کي گرم بازاري دور بني امیہ میں کیونکر تسلیم کي جاسکتي ہے ؟

اگر طبراني و حاکم اور بیہقي اور ابو نعیم اصفهاني وغیرہ کي مرویات پر بھي نظر ڈالي جاے ، تو دور بني امیہ ، حتی کہ بعد از شہادت حضرت فاروق فتنہ و فساد و منکرات و بدعات کے متعلق ایک ذخیرۂ دفاتر و مواد مجلدات کثیرہ موجود ہے (۱)

آگے چلکر اس قدر پر غیظ لہجے میں ارشاد هوا ہے :

" بني امیہ لاکھہ برے سہي پھر بھي اپنے بعد والوں سے لاکھہ درجہ اچھے تھے ...... آجکل کے مسلمانوں کو انہیں برا کہنے کا کوئي حق نہیں "

(۱) احمد و بیہقي اور طبراني نے عروہ بن قیس سے روایت کي ہے : قال الخالد بن وليد ، ان الفتن قد ظهرت ، قال اما و ابن الخطاب حي ، فلا انما تكون بعده -

حافظ سیوطي نے خصائص کبری اور جمع الجوامع میں ایک خاص باب اس عنوان سے باندھا ہے کہ " اخباره (صلعم) بالفتنه و ان مبداها قتل عمر " یعنی آنحضرت کي خبر دهي فتنہ کي نسبت ، اور یہ کہ اسکا مبدء حضرت عمر کا شہید هونا ہے - اس باب کي بنیاد تو بخاري و مسلم کي حذیفہ والي حدیث ہے جو مشہور ہے ، لیکن اسکے علاوہ دیگر سنن و مسانید و معاجم کي حدیثیں بھي بکثرت جمع کي هیں ، جنسے گویا استدلال کیا ہے کہ حضرت عمر کي وفات کے بعد هي فتنہ شروع هوگا ، اور انکا وجود ایک دیوار درمیان امن و فتن کے ہے - اور کیا اسکے بعد شہادت حضرت عثمان اور پھر جنگ صفین وغیرہ کے وہ مقاتلات ، جنکي دس کم سو لڑائیوں میں بروایت مشہور ستر هزار صحابہ و مسلمین قتل هوے ، اور جنمیں ۲۰ سے زیادہ صحابۂ شرکاء بدر بھي تھے ، در حقیقت اسلام کے ابتدائي عروج کیلیے ایسا شدید فتنہ تھا ، جس سے بڑھکر اور کیا هوسکتا ہے ؟ یورپ کے مورخ حیران هیں کہ باوجود ایسے مقاتلات عظیمہ کے کیونکر اپنے عہد ابتدائي میں اسلام کي فاتحانہ قوت قائم رهي ، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ صرف تائید الهي و نصرت غیبي کا اعجاز تھا - (منه)

مخدوما! ان دو سطروں میں کئی غلطیاں ہیں - اول تو " لا یاتي علیکم زمان الا الذي بعدہ اشر منہ " کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ہر مقدم موخر سے افضل ہو - مقصود من حیث القوم اور من حیث الاکثر ہے ' اور اسمیں کوئي شک نہیں کہ بني امیہ کے زمانے میں جمعیۃ اسلام اور ممالک اسلامیہ اپنے بعد کے زمانے سے ہزار درجہ بہتر تھے - عرب کي اصلي سادگي اور ازادي ہر شے کے اندر نمایاں تھي - صحابہ و تابعین و تبع تابعین کا گروہ عرصے تک موجود رہا - عام خاندان اہلبیت مطہرہ اور ائمۂ اہل بیت علیہم السلام یکے بعد دیگرے موجود رہے - مسلمانوں کے اندر ولولۂ اسلام اور جوش فتوحات بالکل تازہ اور عروج پر تھا ' وغیرہ وغیرہ - لیکن جونکہ مدمہ و فساد کے جراثیم پیدا ہوجاتے تھے ' اسلیے وہ بتدریج بڑھتے گئے ' اور ہر آنے والا زمانہ گذشتہ زمانے سے بدتر ہوتا گیا - یہاں تک کہ جو ہونے تھا ہوا ' اور آج جو حالت ہے وہ ظاہر ہے -

پھر " برا کہنے " کے حق کي نسبت بھي حدود مقرر کرنے چاہئیں ' ورنہ سیاہ و سفید کي تمیز اٹھہ جائگي - " الحب فی اللہ و البغض فی اللہ " تمام اعمال و افعال میں مسلمانوں کا محور اعمال ہے ' اور اچھے اعمال کو اچھا سمجھنا ' اور برائی کو خواہ وہ کسي عہد میں ہوئي ہو ' برا یقین کرنا ' ایک ایسي شے ہے ' جسکا خود ہمارے اعمال و خصائل پر اثر پڑتا ہے - اشخاص کي بحث خود بخود پیدا ہوجاتي ہے ' جبکہ اعمال پر نظر ڈالي جاتی ہے - نزاد کے مطالم تو بعد کو آنے والے کیوں فرماتے ہیں ' حالانکہ آپکے اصول کے مطابق تو " لا یاتي علیکم زمان الا الذي بعدہ اشر منہ " ؟ ؟

اطلاق لفظ فسق و ظلم نسبت بني امیہ

(۹) بہت زیادہ تاسف جناب کو اس مضمون کي " خون سے شرابور سرخي " پر ہے ' اور اسپر کہ بني امیہ کی طرف ظلم و فسق کو کیوں نسبت دي گئي ؟ خیر ' اور تمام باتوں کو جانے دیجیے - آپ ترمذي کي اس حدیث کي نسبت کیا کہتے ہیں ' جو اوپر گذر چکي ہے ' اور جسمیں سفینہ کا بني امیہ کي نسبت یہ قول نقل کیا ہے کہ " بل ہم ملوک من شر الملوک " ؟ ؟

قاتلیـــن عمـــار بن یاســـر

پھر ان احادیث مشہورہ (اور بقول سیوطي متواترہ) کي نسبت کیا ارشاد ہوتا ہے ' جنمیں حضرت عمار بن یاسر کي شہادت کي خبر دي گئي تھي ' جو جنگ صفین میں اہل شام کے ہاتھوں شہید ہوے ' اور جنمیں انکے قاتلوں کي نسبت " فئۃ الباغیہ " کا وصف فرمایا گیا تھا ؟

عن ام سلمہ و ابي قتادہ ان رسول اللہ (صلعم) قال لعمار : تقتلک الفئۃ الباغیہ (بخاری و مسلم)	ام سلمہ اور ابو قتادہ سے روایت ہے کہ انحضرت (صلعم) نے فرمایا : اے عمار ! میں دیکھتا ہوں کہ تجھکو ایک باغی گروہ قتل کریگا -

حافظ سیوطي اس حدیث کو نقل کرکے لکھتے ہیں :

" ہذا الحدیث متواتر ' رواہ من الصحابہ بضعۃ عشر ' کما بینت ذلک فی الاحادیث المتواترہ " (خصائص کبری - جلد ۲ - صفحہ ۱۴۰)

یہ تو صحیحین کي حدیث ہے ' لیکن امام احمد و حاکم اور طبراني نے عمرو ابن العاص سے روایت کي ہے کہ " سمعت رسول اللہ (صلعم) یقول : اللہم اولعت قریش بعمار قاتل عمار و سالبہ في النار "

یہ احادیث صفین کے اہل شام کي نسبت قرار دي جاتي ہیں ' پھر انصاف فرمائیے کہ میں نے اگر عام حکومت بني امیہ کي نسبت ظلم کي نسبت دي ' تو میرے اس جرم کے دیگر شرکاء کو کیوں فراموش کر دیا جاتا ہے ؟

جناب نے فقہ حنفي کي مشہور کتاب ہدایہ تو قطعاً پڑھي ہوگي - قضا کے ابواب میں کوئي اس قسم کي عبارت بھي جناب کو یاد ہے ' جسکے الفاظ یہ ہیں ؟

یجوز تقلد القضاء من السلطان الجایر ' کما یجوز من العادل ' لان الصحابۃ تقلدوا من معاویہ ...... والتابعین تقلدوا من الحجاج (ہدایہ مطبوعہ لکھنو جلد ۳ - صفحہ ۱۱۷ -)	ظالم بادشاہ کے طرف سے قضا کا عہدہ قبول کرنا جائز ہے ' چنانچہ صحابہ نے معاویہ کي جانب سے قبول کیا تھا - نیز حجاج سے تابعین نے -

صاحب ہدایہ کے اس " لا ابالیانہ " طریق ذکر کي نسبت جناب کا کیا خیال ہے ؟

(۱۰) جناب نے یہ بھي ارقام فرمایا ہے کہ :

" آپکي ان تلخ کلامیوں نے " رفاض " کي یاد تازہ کردي جنھوں نے صحابہ کو سب و شتم کرنا اپنا پیشہ بنا لیا ہے "

لیکن اگر اعمال مروانیہ کو ظلم و جور کے لفظ سے تعبیر کرنا رفض ہے ' تو میں بکمال مسرت و ابتہاج وہي کہونگا ' جو امام شافعي کي طرف منسوب ہے کہ :

فلیشہد الثقلان انی " رافضي " !!

اور خوش ہونگا کہ یہ ایک ایسا " رفض محبوب و مطلوب " ہے ' جسمیں الحمد للہ ' میرے ساتھہ وہ وہ لوگ شریک ہیں ' جنکا نام آج دنیاء اسلام بغیر دعا و تحیۃ کے نہیں لیتي :

نازم بکفر خود کہ بایمان برابر ست !

رہا تبرہ اور سب و شتم ' تو افسوس ہے کہ اس بدعۃ شنیعہ کي بنیاد اولین بھی بنو امیہ ہي نے رکھي ' جو علانیہ بر سر منبر ذکر خدا و رسول کے ساتھہ حضرت امیر پر لعنت بھیجتے تھے ' اور اسي کا اتباع ہے ' جو شیعي دنیا بدبختانہ کر رہي ہے -

وفـد بـکارۃ الہـلالیـہ علي معاویـہ

(۱۱) جناب نے آخر میں الہلال کے مضمون زیر نقد کے ایک جملے کي طرف اشارہ فرمایا ہے اور لکھا ہے :

" سنتم تو یہ ہے کہ جناب انکے اسي ضرب المثل حلم ' اور ساٹھہ برس کي بڑھیا عورت کے ہفوات سے درگذر فرما جانے کو خدا جانے کن نگاہوں سے ملاحظہ فرماتے ہیں ؟ "

جناب کا یہ اشارہ الہلال کے مضمون زیر نقد کي اس عبارت کي طرف ہے :

" اگرچہ طرح طرح کي بدعات و محدثات کا بازار (خلفاء راشدین کے بعد) گرم ہوگیا تھا ' تاہم چونکہ عہد نبوت کا فیضان روحاني اور تعلیم قرآني کا اثر ابھي بالکل تازہ تھا ' اسلیے پھر بھي " امر بالمعروف " کي اواز کي گرج کوفہ و دمشق کے ایوان و محل کو لرزا دیتي تھي - ساٹھہ برس کي ایک بڑھیا عورت بر سر دربار بلائي جاتي تھی ' اور امیر معاویہ کے سامنے بے دھڑک اپنے وہ اشعار جوش و خروش کے ساتھہ پڑھتي تھي ' جن میں نہ صرف حضرت امیر علیہ السلام کے مناقب ہوتے تھے ' بلکہ کھلے کھلے لفظوں میں بني امیہ کے قبائح و مثالب بیان کیے گئے تھے - الخ " (الہلال جلد ۲ - نمبر - ۱ - صفحہ ۹) -

اب اس وقت یاد نہیں آتا کہ اس مضمون میں کس عورت کي جرات و دلیري و حق گوئي کي طرف اشارہ کیا گیا تھا ' جو جناب کے لفظوں میں " ہفوات " سے ملقب ہونے کي مستحق قرار پائي ہے ؟ امیر معاویہ کے سامنے اس طرح کي متعدد

اہل بیت اور صداقت پرست و جرأت فرما عورتیں کے آئے' سوال و جواب میں خطبات بلیغۂ و موثرہ دینے ' اور اپنے اشعار مدحیۂ حضرت امیر سنانے کے متعدد واقعات تاریخ و مختارات ادبیہ میں منقول ہیں ' اور فی الحقیقت عرب کی آزادی ' اسلام کی تعلیم حریۃ ' اور قرون اولی کے امر بالمعروف کی تاریخ میں' ان میں سے ہر عورت ' شرف و احترام اور عظمت و کمال کا ایک درجۂ مخصوص و ممتاز رکھتی ہے -

صاحب عقد الفرید وغیرہ اور امام ابو الفضل ابن طاہر نے " بلاغات النساء " (۱) میں سودہ بنت عمارہ ' زرقاء بنت عدی' بکارۃ الہلالیہ ' عکرشہ بنت الاطش ' اور ام البراء بنت صفوان کا ذکر کیا ہے' جنہوں نے جنگ صفین میں شرکت کی تھی' اور حضرت امیر کی نصرت و حمایت میں جانثارانہ حصہ لیا تھا - پھر امیر معاویہ کے تسلط کے بعد یہ لوگ مختلف تقریبات میں اسکے سامنے پیش ہوے ہیں' اور انکو امیر معاویہ نے وہ زمانہ یاد دلایا ہے - اسپر نہایت بے باکانہ و حق گویانہ حضرت امیر کے فضائل بیان کیے ہیں' اور تمام اہل دربار کو اپنی عظمت حق گوئی سے متحیر و متعجب بنا دیا ہے !!

از انجملہ (بکارۃ الہلالیہ) کے رد کا واقعہ نہایت موثر ہے' اور غالباً اس مضمون میں' میں نے اسی کی طرف اشارہ کیا تھا -

صاحب بلاغات النسا نے لکھا ہے کہ بکارۃ الہلالیہ بالکل بڑھاپے اور ضعف و ناتوانی کے عالم میں ایک مرتبہ امیر معاویہ کے دربار میں گئی - وہ اسقدر ضعیف تھی کہ دو عورتیں دو طرف سے اسے تھامکر لائی تھیں - وہاں مروان بن حکم اور عمرو ابن عاص بھی بھی موجود تھے - انہوں نے امیر معاویہ سے کہا کہ " آپنے اسے پہچانا ؟ یہ وہ عورت ہے جس نے جنگ صفین میں ہم لوگوں سے مقابلہ کیا تھا اور یہ اشعار پڑھ پڑھکر لوگوں کو سناتی تھی :

اتری ابن ہند للخلافۃ مالکا
ہیہات ذاک ' وما اراد بعید
منتک نفسک فی الخلاء ضلالہ
اغراک عمرو للشقاء و سعید
فارجع بانکد طائر بنحوسہا
لاقت علیا اسعد و سعود !

سعید بھی موجود تھا - اسنے کہا کہ اتنا ہی نہیں ' بلکہ یہ اشعار بھی اسی کے ہیں :

قد کنت آمل ان اموت ' ولا اری
فوق المنابر من امیۃ خاطبا
فا اللہ اخر مدتی ' فتطاولت
حتی رایت من الزمان عجائبا
فی کل یوم لا یزال خطیبہم
وسط الجموع لآل احمد عائبا

یعنے میری آرزو تھی کہ مجھے موت آجاے ' مگر اس وقت کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھوں ' جبکہ بنی امیہ کا کوئی مرد ممبر پر خطیب نظر آے ! مگر افسوس کہ یہ آرزو پوری نہ ہوئی' اور اللہ نے میری موت کے وقت کو بڑھا دیا - یہاں تک کہ آج میں زمانے کے انقلابات کے عجیب عجیب رنگ دیکھ رہی ہوں ' مسجدوں کے ممبروں پر بنی امیہ کے خطیب چڑھتے ہیں' اور آل محمد پر علانیہ لعن و طعن کرتے ہیں !! "

بکارہ نے ان بیانات کو سنکر امیر معاویہ سے کہا :

" تیرے یہ کتے مجھپر حملہ آور رہے ہیں ' اور میرا عصاء دفاع ضعیف ہے کہ انکو ہٹا نہیں سکتی - بیشک ان اشعار کی میں ہی مصنف ہوں - میں پسند نہیں کرتی کہ اس سے انکار کروں - اب میں واپس جاتی ہوں - سچ یہ ہے کہ امیر المومنین علی کے بعد زندگی میں کوئی خوشی نہیں " (بلاغات النساء صفحہ - ۴ -)

اسی طرح سودہ بنت عمارہ رحمہا اللہ کا واقعہ بھی مسلمانوں کیلیے حق گوئی اور صدق لہجہ کی ایک مثال عظیم اور اسوۂ حسنہ ہے - یہ جب امیر معاویہ کی تخت نشینی کے بعد اسکے سامنے آئی تو امیر نے پوچھا :

" کیا تو وہی عورت نہیں ہے' جس نے ایام جنگ صفین میں یہ اشعار کہے تھے ؟

شمر کفعل ابیک یا بن عمارۃ
یوم الطعان و ملتقی الاقران
وانصر علیا والحسین و رہطہ
واقصد لہند و ابنہا بہوان
ان الامام اخو النبی محمد
علم الہدی و منارۃ الایمان
فقہ الحتوف و سر امام لوائہ
قدما بابیض صارم و سنان

سودہ نے کہا :

" اے واللہ ! میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں ' جو حق سے وقت پر پھر جاتے ہیں' اور کذب گوئی کیلیے حیلہ طرازیاں کرتے ہیں - بیشک میں ہی ہوں جس نے یوم صفین میں یہ اشعار کہے تھے "

امیر نے کہا : " کیا شے تھی ' جس نے ان اشعار کے کہنے پر تجھکو آمادہ کیا " ؟

سودہ نے بے باکانہ و مسلمانہ کہا :

" حب علی علیہ السلام ' و اتباع الحق - حضرت علی کی محبت' اور حق کی پیروی " !! (ایضاً صفحہ - ۳۶)

(الہلال) میں (احرار اسلام) کا باب تاریخ اسلام کے ایسے ہی امثال جلیلہ کے احیاء ذکر کیلیے تھا' مگر افسوس کہ ہجوم اشغال نے مہلت نہ دی کہ ایک آدمی کیا کیا کرے ؟

بہر حال اس مضمون میں یا سودہ کے طرف اشارہ تھا ' یا بکارۃ الہلالیہ رحمہما اللہ تعالی کی طرف - آپ اسکو " ایک بڑھیا کے ہفوات " سے تعبیر کرکے شاید کوئی خوشی حاصل فرماتے ہونگے ' مگر یقین کیجیے کہ آپکے الفاظ پڑھکر میری آنکھوں سے تو آنسو نکل پڑے - فسبحان من لا یتغیر !! ایک زمانہ تھا کہ ہم میں سے بڑھیا عورتوں کے اندر اسلام کا ایسا سچا اتباع' حق اور حریت کے ایسا گرانمایہ امتثال ' امر بالمعروف کا ایسا سچا ولولہ' اور آزادی و صداقت کی ایسی غیر متزلزل محبت تھی - اور ایک زمانہ آج کا ہے ' جب نہ مردان اسلام ' اور رجال علم و فضل' ایسی مثالوں کا پیش کرنا ایک طرف رہا' انکو " ہفوات " کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں !!

اللہ اللہ ! اس مقدس مسلمہ و مومنہ کا مقام عالی اور مرتبہ ارفع ! جسکے دل کو خدا نے خاندان نبوت کی محبت و عشق کا کاشانہ بنایا' جسکو حق کی معیت کی توفیق عظیم ملی ' جس نے اہل بیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت و نصرت میں اپنے سیف لسان کے جوہر دکھاے ' اور جسکی حریت و آزادی ' اور حق پرستی و صداقت پژوہی کو تخت دمشق کی

(۱) بلاغات النسا امام ابو الفضل احمد بن ابی طاہر بغدادی متوفی سنہ ۲۸۰ - کی ایک نہایت دلچسپ کتاب ہے' جس میں جاہلیہ و صدر اسلام کی مشہور عورتوں کے اقوال و خطبات اور بلاغات و نوادر کو بطرز احسن و بہ تقسیم مواد و ترتیب ابواب جمع کیا ہے ' اور اس بارے میں اسکا مطالعہ عقد الفرید و اغانی وغیرہ سے زیادہ مفید اور دلچسپ ہے - مصر میں چھپ گئی ہے - (منہ)

شوکت قیصري اور ابہت عجمي مرعوب نہ کرسکي ! آپ اسکے کارنامۂ حق پرستي کو هفوات و ترہات کے لفظ سے تعبیر کرتے هیں - کیجیے ' لیکن مجھکو تو اگر اپني تمام زندگي میں ان " هفوات " کي ایک مرتبہ پیروي کرنے کي بھي سچي توفیق ملجاے ' تو اپني قسمت پر ناز کروں ' اور یقین کروں که میري بخشش کا سامان هوگیا !!

نہ بطوبي و ما و قامت دوست
فکر هر کس بقدر همت اوست

مخدوم من ! معاف فرمائیگا ' عقائد نسفي هي کے اندر سب کچھہ نہیں ہے ' اس سے باهر بھي ذرا اپني نظر وسیع فرمائیے - حق کي بحث فریقانہ تعصبات سے ارفع و اعلی ہے ' اور اهل حق کا مسلک عدل و اعتدال ' اور افراط و تفریط سے اجتناب هونا چاهیے - آپ کو میري اس تحریر میں " رفاض " کے سب و شتم کا طریقه نظر آیا که بنو امیه کي بدعات کا ضمني تذکرہ بھي آپکے خیال میں مشرب " رفاض " ہے - نہیں سمجھتا که اس بارے میں کیا عرض کروں ؟ تاهم اتنا عرض کیے بغیر نہیں رهسکتا که الحمد لله ' اهل بیت نبوت کي محبت سے فائض السرام والحسان اندوز هوں ' اور اس عالم میں هوں که جب خدا کے حضور میں عبادت کیلیے جاتا هوں ' تو میري نماز بھي اس وقت تک پوري نہیں هوتی ' جب تک که آل محمد پر درود و سلام و تحیۃ کا هدیہ ' پیش بارگاه حضرت تبارک و تعالی نه کرلوں که " اللهم صل وسلم علی سیدنا محمد و علی آل محمد ' کما صلیت و سلمت علی ابراهیم و علی آل ابراهیم انك حمید مجید :

یا اهل بیت رسول الله حبکم
فرض من الله فی القران انزله
کفاکم من عظیم القدر انکم
من لم یصل علیکم لا صلوۃ له !

میں تشهد میں درود کو اصطلاحي واجب نہیں بلکه حقیقي واجب یعنے فرض سمجھتا هوں ' فنسال الله تعالی ان یجعلنا علی اتباع الکتاب و قرباله اهل بیت النبی الکریم ' علیه و علی آله و اصحابه الصلوۃ و التسلیم -

(١٢) آخر میں یه عرض کردینا ضروري سمجھتا هوں که اس قسم کے مباحث و مذاکرہ کي نسبت ارباب عصر کي مختلف رائیں هیں - بعض حضرات اتو اس درجه اهم اور اقدم سمجھتے هیں که دین و دنیا کا کوئی خیال اور اسلام و مسلمین کي کوئي مصلحت انکی نظروں میں اسے اهم تر نظر نہیں آتی ' اور انکے عقیدے میں اب مسلمانوں کیلیے اسکے سوا دنیا میں کوئی کام باقی نہیں رها ہے که گذشته منازعات و مناقشات کی نسبت تصنیف و تالیف و جرح و تعدیل کا بازار گرم کیا جاے ' اور قوم وملت اپنی زندگی کو اسکے مطالعه کیلیے وقف کردے !!

ان بزرگوں کے ساتھه ایک دوسرا روشن خیال ' اتحاد دوست اور " مصلحت " فرما طبقه ہے ' جسکا خیال ہے که اس طرح کے تمام مباحث چونکه اسکي مطلعه " مصلحت وقت " کے خلاف هیں ' اسلیے بہتر ہے کو همیشه کیلیے انکو مدفون مقبرۂ ذهول و نسیان کردیا جاے ' اور کبھي انکي طرف اشارہ بھي نہو -

گویا اس خیال کے بزرگوں کے نزدیک سیاه و سفید ' حق و باطل ' صدق و کذب ' نور و ظلمت ' اور معروف و منکر کي بنیاد ' حقیقت نہیں ' بلکه " مصلحۃ " ہے ' اور تمام تاریخي اسفار ' اور مجلدات آثار دنیا سے نابود کردینا چاهئیں ' کیونکه وہ " مصلحت وقت " کے خلاف هیں !!

لیکن اس عاجز کا مسلک ان دونوں مذاهب سے مختلف ہے - میں دونوں جماعتوں کو افراط و تفریط میں دیکھتا هوں - اپني تمام قوت علم و دین کو محض تاراج مجادله و مکابرہ کرنا ' اور امور متنازعه کو خواه نخواه زندہ کرکے امن و اتحاد و جمعیۃ کلمه میں خلل انداز هونا ' عقل و شرع ' دونوں کے لحاظ سے مضر ہے ' لیکن ساتھه هي میں اس " مصلحت اندیشي " کا بھي قائل نہیں ' جسکے معنے یه هیں که تاریخي مباحث و تحقیقات کا سد باب کردیا جاے ' تصحیح خیال ' و تعدیل اعتقاد ' وتمحید اعمال حسنه ' و ذم افعال سئیه کو روک دیا جاے ' اور دفاتر اخبار ' واسفار آثار کے دروازوں پر یک قلم قفل چڑھا دیا جاے -

تاهم بحالت موجودہ میں اسکي بالکل ضرورت نہیں دیکھتا که ان مباحث میں اپنا اور ناظرین کا وقت صرف کروں - وہ وقت که هماري فرصتیں قلیل ' اور ضرورتیں لا تعد ولا تحصی هیں ' اور پھر یه بحثیں تو هماري زندگی سے وابسته هیں ' لیکن پیش آنے والے حالات تو وہ هیں ' که هماري زندگی هي کو مشکوک ' اور هماري هستي هي کو مفقود کردینے والے هیں -

الهلال کی گذشته جلد کے اختتام ' اور نئي جلد کے فاتحه میں " امر بالمعروف و نهی عن المنکر " کی (که اصل مقصود دعوت الهلال ہے) تاریخ کی طرف مختصر سا اشارہ کیا گیا تھا ' اور اس فصل مخصوص امۃ مرحومه کی طرف توجه دلائی تھی که هر زمانے میں حکمۃ الهیه نے احیاء شریعۃ و امر بالمعروف کیلیے برگزیدگان امت کو منتخب کیا ' اور انکے ذریعه حق کا اعلان ' اور باطل کا استیصال ظهور میں آیا - اسی ضمن میں یه ذکر بھی آگیا تھا که اسلام کا اصلی دور زندگی ابتدائی عهد راشد تھا ' اور پھر اسکے بعد هی بدعات ومحدثات کا سلسله شروع هوگیا تھا وهاں نه بنی هاشم اور بنی امیه کے منازعات کا ذکر تھا ' اور نه جمل و صفین کا - نه بعض تھی ' اور نه تشخص - لیکن جناب نے اس طرف توجه مبذول فرمائی ' اور اسکو رسم سب و شتم ' و اتباع " رفاض " و سب صحابۂ کرام [رضوان الله علیهم] سے تعبیر کیا - ایسی حالت میں ضرور تھا که بر سبیل اجمال اپنے خیالات ظاهر کردوں - یه کیونکر ممکن ہے که واقعات سے بالکل چشم پوشی کرلی جاے ' اور نه کیا استبداد و قهر ' اور حکم بندش قلم و لسان ہے که ضمناً بھی کہیں صاحبان اعمال خیر کی منقبت ' اور موسسین بدعات و محدثات کی طرف اشارۂ منقصت نہو ؟

(١٣) پس یه اسباب تھے ' جنکی وجهه سے الهلال کے چند صفحات اس ذکر کی نذر هوگئے - نیز اس لیے بھی که اس بارے میں جناب کا اصرار شدید تھا ' ورنه ناظرین کرام پر واضح رہے که اس عاجز کے قلم و دماغ کے لیے امویۂ و عباسیه کا مبحث نہیں ' بلکه اب تو اسلام کا سوال درپیش ہے ' اور تاریخ اسلام کا حفظ نہیں ' بلکه نفس اسلام کے حفظ کی مہم سامنے ہے - اب اسوقت " صفین " اور " جمل " کے واقعات پر غور کرنے کی مهلت کہاں سے لائیں ' که یوم " بدر " اور " احزاب " کے واقعات تازہ هو رہے هیں !!

مرحوم غالب نے اس بحث کا فیصله کردیا ہے :

بحث و جدل بجاے ماں ' میکده جوے ' کاندران
کس نفس از جمل نزد کس سخن از فدک نخواست

شہادۃ بطل الحریۃ !!

رحمۃ اللہ علیک یا نیازي بک !

حادثۂ ملی

(۲)

یورپین ترکی کے بہترین بلاد جمیلہ اور مقدونیا کي حسین ترین آبادیوں میں تیسرا نمبر (مناستر) کا ہے - وہ مغربي سر زمین میں مشرقي اوضاع و اطوار کے اختلاط کا (جو یورپین ترکي کي خصوصیت ہے) ایک نہایت دلکش نمونہ ہے - موسم کي خوبي، قدرتي مناظر کي دلفریبي، پہاڑوں کی قطاریں چشموں کي روانیاں وہ مزایاء روح پرور ہیں، جنکي نعمت سے وہاں کا ہر باشندہ دنیا میں آتے ہي متمتع ہونے لگتا ہے -

اسکے اطراف و جوانب میں دور تک چھوٹے چھوٹے قصبے اور دیہات ہیں، جنمیں سے اکثر دامن کوہ میں واقع ہیں، اور وہاں کے باشندے ابتک بدویت اور حضریت کی درمیانی زندگی کے آثار اپنے اندر رکھتے ہیں - مقدونیا کے وہ پہاڑي عصابات (جرگے) جنکے قتل وغارت اور باہمی جنگ وجدال نے اس صوبے کو ہمیشہ حکومۃ عثمانیہ کیلیے مصائب انگیز رکھا، انہیں دیہاتوں اور انکے جوار کی وسیع پہاڑیوں میں بستے ہیں -

انہیں قصبوں میں ایک بڑا قصبہ، اور اضلاع کی فوجی چوکیوں کا صدر و مرکز، رسنہ نامي مقام ہے -

یہي (رسنہ) نیازي بک کا مولد و منشاء ہے - یہیں وہ پیدا ہوا، یہیں اپنی فوجی زندگی کا ایک بڑا حصہ صرف کیا، یہیں سے اس نے اپنی ملکی جاں نثاري کی حرکت شروع کی، لیکن افسوس کہ یہاں کی آخري خاک اسے نصیب نہیں ہوئی - حالانکہ اسے رسنہ بہت محبوب تھا - وہ رسنہ، جسکے ایک جھونپڑے میں اس نے اپنی ملۃ و وطن کی راہ میں قربانی کا آخري عہد و میثاق باندھا تھا، اور

جسکی ایک رات اس عالم میں بسرکی تھی، کہ صبح کو اپنی جمعیت کے ساتھہ علم حریت کا اعلان کرنے والے تھا، جسکا نتیجہ مجہول تھا، اور اسکی نوجوان محبوب، جسکے ساتھہ شادی کے بعد صرف دو تین موسم بسر کر سکا تھا، شدر خوار بچے کو گود میں لیے ہوے اسکے وداعی الفاظ سن رہی تھی !!

لیکن آہ اے نیازي بک ! اے پرستار ملت و وطن !! تیرا وطن محبوب بھي ہمارے ہاتھہ سے گیا، اور اسکے بعد تونے بھی ہم سے کنارہ کشي کي ! کیا اس لیے کہ اپنی ملۃ کی ذلت و اسکی نکبت دیکھی نہ گئي ؟ اور کیا اسلیے کہ تیری غیرت عشق نے گوارا نہ کیا کہ وطن کے جانے کے بعد، وطن کے نام لیوا دنیا میں باقي رہیں ؟

آہ ! تو، اور تجھہ ایسے شہدائے ملۃ، خوش نصیب ہیں کہ آنے والے وقت سے پہلے ہی دنیا سے چلے گئے، اور اپني ملت عزیز اور وطن محبوب کی ہونے والی ذلتیں دیکھنے کیلیے باقی نہ رہے، لیکن بتلا کہ ہم بدبخت کہاں جائیں ؟ ہم کہ زندہ ہیں، اور اسلیے زندہ ہیں کہ اپني بربادیوں اور غیروں کي کامرانیوں کو ابھی کچھہ دنوں اور دیکھہ لیں !! ....

....

* * *

نیازي بے اعلان دستور کے زمانے میں

انقلاب دستور کے بعد دنیا ان لوگوں کو جاننے کیلیے بیحد مضطرب تھي، جنھوں نے بظاہر چند ماہ کے اندر ملک میں رہکر ملک کو بدلڈالا تھا - اسی زمانے میں نیازي بک نے اپنا روز نامچۂ انقلاب دستور " خاطرات نیازی " کے نام سے ترکی میں شائع کیا، جسکا انگریزي خلاصہ مسٹر ایچ - ایف - نائٹ نے لکھا، اور پھر ولی الدین بک نے عربي میں شائع کیا - اسمیں مرحوم نے اپنے ابتدائی حالات مختصر طور پر لکھے ہیں -

نیازي بک کی ابتدائی حیثیت محض ایک عام سپاہی کي تھي، سب سے پہلا امتیازي وصف جو اس سے ظاہر ہوا، وہ جنگ یونان کا موقعہ تھا، اور اس نے ایک طرف تو فوجي حلقوں کو اسکي طرف متوجہ کیا، اور دوسري طرف ارباب حکومت کي اصلاح

طلب کے عنوانوں کا پہلا نقش اسکے دل پر کھینچ دیا - جنگ کے ایک پر خطر موقعہ میں اس نے تنہا ۱۸ - یونانیوں کو قید کر لیا تھا ' اور ان میں بعض نہایت ممتاز یونانی فوج کے افسر تھے - وہ اپنے اسیروں کو لیکر خوشی خوشی قسطنطنیہ روانہ ہوا کہ سلطان کے حضور میں پیش ہو کر اپنی خدمت کو پیش کرے - راہ میں امرات بلدیز میں سے ایک امیر کا لڑکا ملا ' اور اسکو معلوم ہو گیا کہ نیازی بگ کے ساتھ یونانی اسیر ہیں - قبل اسکے کہ نیازی قسطنطنیہ پہنچے ' مراہین ہمایونی سے ایک فرمان شائع ہو گیا ' جسمیں ۱۸ - یونانیوں کو تنہا قید کر لینے کے کارنامے کو اس امیر زادے کی طرف منسوب کیا گیا تھا ' اور پھر اسکے صلے میں ترقی مراتب و مدارج کا اعلان تھا !

نیازی بگ کہتا ہے کہ " یہ پہلا واقعہ ہے ' جس نے میری آنکھیں کھولیں ' اور پھر اپنے ملک کے حکام ' اور سرکاری بد نظمی کی نسبت علم ہوا "

سنہ ۱۹۰۳ - کے اواخر میں یوروپین ترکی کے اندر دعاری جنڑوں کی بغاوت اور شورش کا ہمسائیوں نے انتظام کیا ' اور تمام مقدونیا میں آتش فساد بھڑک اٹھی - یہ کوہستانی اطراف اور دیہات و قصبات کے عبائل تھے ' جنھوں نے مختلف جرائم پیشہ سرغنوں کی سرکردگی میں اپنی اپنی جماعتیں بنالی تھیں ' اور پھر باہم ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتے تھے ' اور دیہاتوں اور قصبوں کو لوٹتے تھے - یہ بغاوت سنہ ۱۹۰۸ - تک قائم رہی ' جبکہ دستور عثمانی کا پہلا اعلان ہوا -

* * *

حکومت نے جن لوگوں کو باغیوں کے مقابلے ' اور سرکوبی کے لیے متعین کیا تھا ' ان میں نیازی بگ بھی تھا - وہ پانچ سال تک اپنی رجمنٹ کے ساتھ مقدونیا کے جرگوں کا مقابلہ کرتا رہا ' اور اس عرصے میں اس نے اپنی شجاعت و بسالت ' ایثار نفس و جوش خدمت ملک و ملت ' اور نوع پرستی و انسانی ہمدردی کی نہایت نمایاں مثالیں پیش کیں - اسکا وجود تمام اطراف رسنہ و مناستر کیلیے ایک رحمت الہی تھا - اس نے بلغاری اشرار کے حملوں اور لوٹ مار سے تمام اپنے قرب و جوار کی آبادی کو بالکل محفوظ کردیا تھا ' اور بڑے بڑے مشہور بلغاری ڈاکو اور سرغنے اسکے نام سے ڈرتے اور اسکی شجاعت و کاردانی کا اعتراف کرتے تھے - اسکی ہمدردیوں نے بلا اختلاف مذہب و ملت تمام اطراف و جوانب کے لوگوں میں اسکے وجود کو محبوب القلوب بنادیا تھا - اسکی موجودگی تاریک راتوں کو تاریکی میں امن و امان کی روشنی دیتا ' جو گاؤں کے اندر عورتوں اور بچوں کو اطمینان کی نیند بخشتا تھا ' اور بوڑھوں اور معذوروں کو بلغاری وحوش و درندوں کے حملوں سے بے پروا کردیتا تھا -

ایک ذکی الحس اور حقیقت جو طبیعت کیلیے دنیا کے تمام حوادث و واقعات عبرت و بصیرت کا درس ہوتے ہیں - سیدھا عام سپاہی اور فوجی افسر نیازی کی طرح بس کام میں مصروف تھے ' لیکن نیازی بگ جو کچھ کرتا ' اور جو کچھ دیکھتا تھا ' وہ کسی کو مسمر نہ تھا - وہ گو اب تک انقلاب و اصلاح کی کسی تحریک میں شامل نہیں ہوا تھا ' اور اسکے خیالات میں کوئی انقلاب انگیز جنبش فکر پیدا نہیں ہوئی تھی ' باہر کے اخبارات کی ملک میں اشاعت مسدود تھی اور علی الخصوص ترکی فوجی زندگی تمام دنیا سے بے خبری اور بے فکری میں کٹتی تھی - تاہم چونکہ اسکا دل محب ملک ' اور اسکا دماغ پرزور مفکر تھا ' اسلیے وہ جو کچھ کرتا تھا ' محض فوجی فرض ' اور حق تنخواہ کے جذبے سے نہیں ' بلکہ اپنے ملک کی محبت ' اسکو فتنہ و فساد سے محفوظ کرنے کی آرزو ' اور خلق اللہ کے امن و رفاہ کیلیے -

لیکن اس فوجی خدمت کے اثنا میں آسپر نئی نئی باتوں کا انکشاف ہوا ' اور اس نے حیرت اور غم کے ساتھ دیکھا کہ اسکے ملک اور ملکی حکومت کی حالت ویسی نہیں ہے ' جیسی کہ وہ بچپن سے سمجھتا آیا ہے -

* * *

وہ لکھتا ہے :

" سب سے بڑھکر جس واقعہ نے اس زمانے میں مجھپر اثر ڈالا وہ یہ تھا کہ میں اپنے وفادار ساتھیوں کی زندگی کو خطرے میں ڈالکر راتوں کی نیند اور دن کی راحت سے اپنے نفس یک قلم محروم کرکے ' طرح طرح کی مصیبتوں اور طرح طرح کی مشکلات کے بعد ' کسی مشہور بلغاری سرغنے ' یا کسی مشہور کومی ڈاکو کو گرفتار کرتا ' اور اسکے جرائم اور حملوں سے مظلوم انسانی آبادیوں کو نجات دلاتا ' لیکن جب اسکو مناستر بھیجدیتا ' اور وہاں سے اسکا معاملہ (یلدیز) کے ہاتھوں میں پہنچتا ' تو چند دنوں کے بعد حیرت و تعجب سے سنتا کہ " فلاں یوروپین حکومت کے سفیر نے انکے معاملے میں مداخلت کی ' اور وہ فوراً باعزاز و اکرام رہا کردیے گئے " !!

یا ورمیانی حکام کو رشوتیں ملگئیں ' اور دوسرے چوتھے دن ہی وہ پھر اپنے قذاقی سے آملے !!

اسکے ساتھ ہی میں دیگر فوجی افسروں کو دیکھتا ' جو میری ہی طرح بلغاری باغیوں کے مقابلے کیلیے متعین تھے ' اور دیگر اطراف مقدونیا سے تعلق رکھتے تھے - نہ انکو غریب دیہاتیوں کے لٹنے کا کچھہ غم تھا ' اور نہ باغیوں کی تادیب و تنبیہ کی کچھہ فکر تھی - نہ انہوں نے ان خطرناک جرگوں سے مقابلہ کرکے انہیں اپنا دشمن بنایا ' اور نہ کبھی انکو گرفتار کرنے کی کوشش کی - اپنے اپنے مقاموں پر پڑے رہتے ' اور جب کبھی کسی جگہ کے لٹنے اور تاراج قتل و غارت ہونے کی خبر آتی ' تو دوسرے تیسرے دن معائنے کیلیے چلے جاتے ' اور اپنے روزنامچے میں لکھدیتے کہ " غارتگروں کا کچھہ سراغ نہ لگ سکا " ! تاہم وہ مجھسے زیادہ محبوب و عزیز تھے - !!

میں نے سوچا کہ الہی یہ کیا معاملہ ہے ؟ کیا بچپن سے اعتقاد و فکر کی جس جہت میں مقیم ہوں ' وہ محض ایک دھوکا اور فریب ہے ؟ کیا ابتک میں نے جو کچھہ سنا ' اور جو کچھہ سمجھا ' وہ واقعیت اور صداقت سے خالی تھا ؟ ...... ؟

کیا یہ سچ نہیں ہے کہ دنیا کی حکمران قوموں کی طرح ہم ایک عظیم الشان حکمراں قوم ہیں ' اور ہمارا سلطان دنیا کے بادشاہوں میں ایک بڑا بادشاہ ہے ؟ اگر یہ سچ ہے تو یہ کیوں ہے کہ جن مجرموں نے ہمارے ملک کی عافیت کو تاراج کردیا ہے ' ہم انکو پکڑتے ہیں ' لیکن ہماری حکومت کو اتنا حق بھی حاصل نہیں کہ اپنی مرضی سے انہیں سزا دے ' اور وہ محض ایک یوروپین سفیر کے اشارے پر بلا تامل چھوڑ دیے جاتے ہیں ! چھوڑ دیے جاتے ہیں تاکہ وہ پھر آکر ہماری سرزمین کو قتل و غارت اور نہب و سلب سے بھر دیں ! تاکہ مظلوم انسانوں کی عورتیں بیوہ ' اور تاکہ انکے شیر خوار بچے یتیم ہوں !! ...... یا للعجب ! و یا للاسف ......

اگر ہماری حکومت کا یہی حال ہے ' تو پھر ہماری جانوں کو انکے مقابلے کیلیے کیوں معرض ہلاکت میں ڈالتی ہے ؟ ....

کیا یہ سب کچھہ اس لیے ہے کہ ہم ذلیل و حقیر ہوگئے ہیں ' اور اپنے آپکو سنبھالنے پر قادر نہیں ؟ کیا ہماری حکومت کا انتظام

اور اسکے ارکان و اعضا ویسے نہیں ہیں ، جیسے کہ پہلے تھے - اس وقت ، جس کی روایتیں بچپنے سے میں سنتا آیا ہوں ......: پھر اگر ایسا ہی ہے تو خدایا یہ کیا بدبختی ہے ، اور تیرے ہاتھہ کو کیا ہوا کہ ہمیں نہیں پکڑتا ؟ .... "

مقدونیا میں ایک اور نیا سامان تنبہ اور اعتبار کا پیدا ہوگیا تھا ، اور نیازی اور اسکے بعض ساتھیوں کی دیدۂ عبرت کیلیے اسکے نظارے نے بھی سرمۂ بصیرت کا کام دیا -

مسئلۂ مقدونیا کی قبل از دستور آخری پیچیدگی اس طرح سلجھائی گئی تھی کہ دول ستہ نے اپنے ملکی کمشنروں کا ایک کمیشن منعقد کر دیا تھا ، اور انکے ماتحت ترکی فوج کا ایک حصہ دیدیا گیا تھا ، جسکا مقصد بظاہر بتلایا جاتا تھا کہ سعی اجراے اصلاحات اور قیام امن ہے -

یہ ترکی فوج جو باہر کے افسروں کے ماتحت رکھی گئی ، انتظام و راحت کے لحاظ سے تمام عثمانی فوج کیلیے رشک انگیز تھی - چونکہ اسکا انتظام یورپین طاقتوں کے کمشنروں کے ماتحت تھا ، اسلیے وہ اسکو باقاعدہ تنخواہیں دلاتے تھے ، عمدہ وردیاں پہناتے تھے ، انکے جوتے ٹوٹے ہوے ، اور انکے کوٹ پھٹے ہوے نہیں ہوتے تھے ، اور ترکی زندگی کی محبوبات ، یعنی قہوہ اور تمباکو کیلیے ترستے نہ تھے -

ان سپاہیوں کا وجود مقدونیا کی عام عثمانی فوج کیلیے ایک تازیانہ عبرت ہوگیا - وہ انکو دیکھتے اور اپنی حالت سے مقابلہ کرتے - اور پھر سوچتے کہ یہ کیا بدبختی ہے ، کہ انہی کے بھائی انہی کے سے سپاہی ، انہی کی سر زمین کے فرزند ، چند غیروں کے ماتحت رہکر عزت و خوشحالی کی ایسی رشک انگیز زندگی بسر کرتے ہیں ، اور خود وہ اپنے ملکی افسروں کے ماتحت رہکر اور اپنے ملک کی پرستش کا عہد باندھکر ، ذلت و نکبت ، افلاس و ناداری ، عسرت و تنگی ، اور پریشانی و پریشان حالی میں مبتلا رہتے ہیں ؟

غیروں کو کیوں یہ عزت و عظمت حاصل ہے ، اور اپنے مالک کیلیے کیوں ذلت و نکبت کے سوا کچھہ نہیں ؟

نیازی بیگ لکھتا ہے کہ " میں جب کبھی مقدونیا کے کمشنروں کے ماتحت سپاہیوں کو دیکھتا تو اپنے ہمراز دوست یوسف صدی سے گھنٹوں اس اختلاف حالت کے اسباب و نتائج پر بحث کرتا - "

* * *

اسی زمانے سے نیازی بیگ کے خیالات میں تغیر شروع ہوگیا - اسکے احساسات بدل گئے ، اسکے مشاہدات نے ایک نئی چیز اور ڈھلی ، اور اسکے کانون قلب میں " خدمت ملک و وطن " کی وہ مخفی آگ روشن ہوگئی ، جو اگر ایک بار روشن ہو جاے ، تو پھر اسکا بجھنا دشوار ہوتا ہے -

اس نے بغیر کسی مرشد و رہنما کے حالات ملکی و ملی کے سر مخفی کو معلوم کرلیا ، اور اسکو یقین ہوگیا کہ ہمارے جسموں کے اندر روح نہیں ہے - کشتی پانی سے بھرتی جاتی ہے ، اور بستر مرض روز بروز مایوسی سے قریب تر ہوتا جاتا ہے -

اسکے کانوں میں ایک فرشتہ غیبی کی ہر وقت صدا آنے لگی کہ " کوئی انسان اس خاکدان ارضی ، اس سماء دنیا کے نیچے زندہ نہیں رہسکتا ، جب تک کہ روح حریۃ اسکی رگوں کے اندر نہ دوڑ رہی ہو ، اور مملکۃ عثمانیہ کا مرض اسکے سوا کچھہ نہیں ہے کہ ایک صدی کے اندر اسکے چاروں طرف کی دنیا پلٹ گئی ہے ، لیکن وہ ابتک اپنی جگہ پر پڑی ہے "

اب نیازی بیگ وہ نیازی بیگ نہ تھا ، جو چند مہینے پہلے اپنی بارک کے فوجی قہوہ خانے میں بیٹھکر اپنے اطراف و جوانب

اعانۃ مہاجرین عثمانیہ

قبلہ مد ظلہ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ - الہلال ابھی ابھی مجھے ملا ہے - آپکا چھوٹا سا اپیل دربارہ امداد مہاجرین پڑھنے میں آیا - آپکی ہمت پر جوش اور رشک کے آنسو نکل پڑے - اللہ تعالی آپکو اس سے بھی بڑھکر توفیق عنایت فرمائے اور مجھے بھی - لیکن میں اپنے پاس ایسی جیب کہاں سے لاؤں جسکی وسعت اسقدر ہو ، جتنی ان بے خانماں بھائیوں ، بہنوں ، اور ماؤں کی امداد کی ضرورت ہے ، یا جسمیں الہلال کی سی قابلیت ہو کہ وہ ایک عظیم الشان ایثار کے ساتھہ اتنی بڑی رقم اپنے اندر سے نکال دے - ادھر تنگی حوصلہ ملاحظہ ہو کہ جی نہیں چاہتا کہ آپ پر بار ہوں ، یا جو قلیل رقم آٹھہ روپیہ کی دوں وہ بھی میرا ایثار نہو ، بلکہ جواب کا - اور اگر محض ایک خریدار ہی پیدا کروں تو پھر میں نے تو کچھہ بھی ندیا - اللہ میری مٹھی کو تنگ نکرے ، اور نہ میرے حوصلہ کو پست - لہذا میں اپنی طرف سے نہیں بلکہ اپنی بیوی کی طرف سے (اور کسقدر مقام شرم و غیرت ہے کہ آج میری بیوی جسے میرا نصف ہونا چاہیے تھا ، مجھسے بڑھگئی ہے) ایک جوڑی طلائی بندوں کی پیش کرتا ہوں - میں نے یہ جوڑی اپنے دوست .... کو دیدی ہے - وہ فروخت کرکے قیمت آپکو ارسال کردینگے - ...... میں چونکہ زیور کی قیمت اچھی پڑتی ہے اسلیے اسے وہیں فروخت کرنا مناسب سمجھا - اس ادنی سی رقم کو آپ اس چندہ میں راقم الحروف یا اسکی بیوی کی طرف سے شمار کرلیں ، لیکن ساتھہ ہی عرض ہے کہ ہرگز میرا نام آپکی فائل میں ظاہر نکیا جاے -

پس جسوقت رقم پہنچ جاے فقط اتنا لکھدیجئیگا کہ ایک بدنصیب مسلم جسے بہت کچھہ دینے کی تمنا تھی ، لیکن جو بباعث کچھہ نہ رکھنے کے اپنے دل کے ارمان نکال نہیں سکتا "

[الہلال - ذلک ، ملیتنا فس المتنافسون]

[از جناب شیخ محمود صاحب جفت فروش - اکوٹ ضلع اکولہ ملک برار]

السلام علیکم رحمۃ اللہ و برکاتہ - اعانہ مہاجرین کے متعلق آپ نے جس ایثار اور مالی قربانی سے کام لیا ہے میں جہاں تک خیال کرتا ہوں عملی دنیا میں یہ پہلی نظیر ہے - کاش طبقہ امرا بیدار ہوتا اور مالی اعانت میں کوشاں ہوتا تو یہ آفات کی گھٹا جو مسلمانان عالم پر چھائی ہوئی ہے پرزے پرزے ہوکر رہجاتی - وہ مقلب القلوب انکے دلوں کو اسلام کے درد اور مسلمانوں کی ہمدردی سے بھر دے -

میرے دل نے اسبات کو گوارا نہ کیا کہ اتنی بڑی رقم کا بار آپ کی ایک واحد ذات پر ڈالا جاے - اس بنا پر نیازمند نے آٹھہ روپیہ کی حقیر رقم اعانہ مہاجرین کی مدد میں بذریعہ منی آرڈر خدمت اقدس میں ارسال کی ہے - اس رقم کو آپ اخبار کی قیمت تصور نہ فرمالیں - کیونکہ اخبار کا چندہ ختم ہونے پر اخبار کی مقررہ قیمت برابر ادا ہوتی رہیگی -

[بقیہ مضمون پہلے کالم کا]

کے دشمنوں کی گرفتاری کی تدبیریں سوچتا تھا - اب اسکے سامنے ان عظیم الشان دشمنوں کی صفیں تھیں ، جنکے حملے روز بروز اسکی قوم اور اسکے ملک کو برف کی طرح پگھلا رہے ، اور خشک سالی کے چشموں کی طرح سکھا رہے ہیں -

وہ اب شب و روز ایک عشق غیر معلوم ، اور ایک تلاش و جستجوے مجہول کی فکر میں مستغرق رہنے لگا ....

از جناب مولوي يعقوب صاحب هيد مولوي اسکول جموي ضلع مونگير

مخدومنا الاعظم جناب المکرم مولانا ابوالکلام آزاد - ادام الله شموس افاضتکم ساطعة علی راس المومنين وجعلنا الله سبحانه و اياکم من انصار المسلمين - السلام عليکم و رحمة الله و برکاته - اعانت مهاجرين بے خانمان ترک کے ليے مبلغ آٹھ روپے ارسال خدمت هيں -

ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم -

حيثيت کے بدل جانے سے حکم بهي بدل جاتا هے " اب جناب والا کے الهلال نے بحکم : الذين ينفقون اموالهم ابتغاء مرضات الله صد هزار بدر کامل کو بے نور و صد هزار متاع کونين کو هيچ کرديا - ان هذا کان لکم جزاء و کان سعيکم مشکورا - ميرا خيال هے که تيس هزار کي رام خطير کے ايثار سے دليل راه بننے کي مثال آپ سے پہلے کوئي اخبار هندوستان کا شايد نهيں هوا هے - اسکي مقبوليت کي کافي دليل آية مذکور هے - کيونکه ابتغاء مرضات الله سے افضل ترين دوسري کوئي چيز نهيں هوسکتي - يه امتياز جناب والا کا لوجه الله هے کسي مداح کے مدحت سے اچها اورکسي حاسد کے چشم پر فتن کے دیکھنے سے برا نهيں هوسکتا

انما نطعمکم لوجه الله لا نريد منکم جزاء" ولا شکورا -

جناب والا نے غازي شکري پاشا - نفع الله المسلمين بطول حياته کے خدمات اسلاميه کي ياد کار قائم کرنے کا خيال جو ظاهر فرمايا هے گو کسي حيثيت سے محمود منصور هو" مگر بنفسه بہ چند وجوه يه ياد کار قابل اعتراض هے -

(۱) کيا يه خيال صحيح هے که قوم ترک کے افراد ميں بطل ادرنه غازي شکري پاشا سے زائد اسلام پرستي و ملک و وطن کے ليے جانفروشي کرنے والا دوسرا کوئي فرد اس جنگ بلقان ميں ثابت الاقدام نظر نه آيا ؟ اگر يه خيال صحيح هے تو اونکي ياد کار کے ليے يه کافي هے که اشداء علی الکفار کي صفت سے عامه مسلمين ياد کيا کريں - تاريخ ميں ان کے ليے يه صفت باعث صد افتخار و مکرمت هے - بشق ثاني اگر ايک کے ليے کوئي ياد کار قائم هو اور دوسرے کے ليے نهيں" تو ترجيح بلا مرجح هے - يقين جانيے که اس دور ناکامي و نامرادي ميں بهي هر مسلمان سپاهي جوش همت و عزم و ثبات ميں خالد وقت هے" پهر ايک کے ليے يادکار قايم کيجاے اور دوسروں کے ليے نهيں " کيا يه راے صائب هو سکتي هے ؟

صوفي بالکل مفت

از جناب محمد الدين صاحب اڈيٹر صوفي پنڈي بهاؤ الدين ضلع گجرات

تصوف کا بے نظير رساله جو پنڈي بهاؤ الدين ضلع گجرات سے ماهوار شائع هوتا هے - ان صاحبان کی خدمت ميں سال بهر تک بالکل مفت روانه کيا جائيگا - جو اسکي سالانه قيمت ايک روپيه ۸ - آنه خزينه اعانۂ مهاجرين عثمانيه ميں بنام اڈيٹر صاحب الهلال کلکته بذريعه مني آرڈر بهيجديں - اور رسيد مني آرڈر جو ڈاکخانه سے ملے وه معه اپنے پته کے دفتر صوفي ميں ارسال فرمائيں - رساله سال بهر تک انکے نام جاري رهے گا - [الهلال - جزاکم الله تعالی خير الجزاء]

تصحيح ضروري

از جناب شرف الدين احمد صاحب رياست رام پور

آپ نے اپنے معزز پرچه " الهلال " مورخه ۷ مئي سنه ۱۹۱۳ ع ميں ميرے ناچيز ترجمے يعني " جهنم سے پہلے اور دوسرے خط " پر جو ريويو فرمايا هے اوس ميں دو غلطياں هيں اگر براه کرم آپ ان کي صحت فرمادينگے تو ميں شکرگذار هونگا -

(۱) تقريباً دو سال سے ميں هيڈ کلرک جيل نهيں هوں بلکه اب هوم ڈپارٹمنٹ ميں عالي جناب صاحبزاده محمد مصطفی علي خانصاحب بهادر هوم سکريٹري کي عنايت آميز ماتحتي ميں اپنا فرض منصبي انجام ديتا هوں -

(۲) اصل کتاب ميں تيس خط هيں - آپ نے ۲۰ - خطوط لکھے هيں ۳۰ - ميں سے صرف دو خطوں کا ترجمه ابهي شائع هوا هے تيسرا زير طبع هے -

مدرسه بجاے مکتب

از جناب نصير خاں صاحب جلال آبادي

احتشام الملک سلطان الدوله جناب احمد عليخانصاحب بهادر مرحوم شوهر بيگم صاحبه بهوپال جلال آباد ضلع مظفر نگر کے رهنے والے تهے - والي عهد بهادر رياست بهوپال اور ان کے بهائي کرنل محمد عبد الله خان بهادر جلال آباد کے رئيس اعظم محمد ولايت عليخانصاحب کے يهاں منسوب هيں -

ان تعلقات نے بهوپال اور جلال آباد ميں وابستگي پيدا کر رکهي هے - جلال آباديوں کا اراده تها که هر هائنس بيگم صاحبه بهوپال سے ايک هائي اسکول کے ليے درخواست کيجاے - يه اراده عملي صورت ميں ظهور پذير هونے بهي نه پايا تها - که ايک دو اصحاب نے درخواست پيش کي - که سرکار عاليه کيجانب سے جلال آباد کے مسلمان بچوں کي تعليم کيليے ايک حافظ قرآن کا تقرر منظور فرما يا جاے - وهاں کيا تها - دس روپيه ماهوار پر ايک حافظ صاحب مقرر هوگئے - جلال آباد کي آبادي چار هزار هے - اسميں بڑي کوشش سے ۱۵۰ طلبه تعليم پاتے هيں - ايک سرکاري مڈل اسکول هے جس ميں متعلمين کا شمار اب سے دو ماه پيشتر ڈيڑه سو تها - اب اس مکتب کے طفيل ميں روز بروز تعداد کم هونے لگي - سررشته تعليم سے جواب طلب هوا - اسوقت تو کچهه يوں هي سا جواب ديديا گيا هے " ليکن تابکے - يهي حالت رهي تو کمي تعداد طلبه کي وجه سے اسکول دوسري جگه منتقل هوجائيگا - پهر آپ سمجهه سکتے هيں که اهل شهر اور مضافات کے باشندوں کو کسقدر نقصان هوگا - هر هائنس بيگم صاحبه کي توجه سے بمنظوري صاحب کلکٹر ضلع مظفر نگر اگر بجاے علحده مکتب قرآني کے مڈل اسکول هي ميں مذهبي

تعلیم کے لیے - ایک مولوی کی اجازت ملجاے تو بہت مناسب ہے - یہ ایک نظیر ناموری کا باعث ہوگی کہ سرکاری اسکول میں ایک فرماں رواے اسلام کی طرف سے مذہبی تعلیم کا انتظام ہوا ۔ اسکول کو بھی مقابلۃً زیادہ رواق ہوگی - مسلمان طلبہ مذہبی تعلیم سے مستفید ہونگے - ہیڈ ماسٹر مڈل اسکول - ہر وقت نگراں رہیگا -

قانون ازدواج بیوگان کی تحریک

از جناب نثار احمد خاں صاحب کاکوری

بیواؤں کے عقد ثانی کا مسئلہ اس قدر ضروری و اہم ہے کہ کوئی دور اندیش و معاملہ فہم دل و دماغ اس کی اہمیت سے انکار نہیں کرسکتا - میری راے میں اسکے لیے امپیریل ایجسلیٹو کونسل میں ایک خاص قانون وضع کرنے کی پرزور تحریک ہونی چاہیے - جس کا ابتدائی مسودہ یوں ہوسکتا ہے -

دفعہ (۱) صاحب کلکٹر یا سیشن جج یا اونکے ہمرتبہ عہدہ داران ریاست کو بذریعہ درخواست باضابط بیوہ کے حالات و متعلقات کی اطلاع ہونا چاہیے -

دفعہ (۲) ہر ایسی درخواست میں بیوہ کی تخمینی عمر - اسباب عدم نکاح ثانی مع ان وجوہ کے جو ولیوں مربیوں یا سرپرستونکی طرف سے کہ مانع نکاح ثانی ہوں درج کرنے چاہئیں -

دفعہ (۳) ہر ایسی درخواست کے گذرنے پر عہدہ دار خود یا اپنے کسی ماتحت افسر کو خواہ وہ آنریری ہوں یا ملازم سرکاری بغرض تصدیق بیانات عرضی گذار کے مامور کرکے عذرات مندرجۂ درخواست کی تصدیق کرائیگا -

دفعہ (۴) درخواست تصدیق شدہ چند معزز مقامی باشندوں کے پاس مزید تصدیق و تحقیق کی غرض سے بھیجدی جاے ' اور ان کی سفارشی رپورٹ پر مناسب لحاظ کیا جاے -

دفعہ (۵) اگر شادی ہونیکے لیے سفارش ہو تو بیوہ جس شخص کی سرپرستی یا نگرانی میں ہو اس کو مناسب وقفہ و مہلت دیکر بیوہ کے عقد ثانی کی ہدایت کرنی چاہیے -

دفعہ (۶) مناسب مہلتوں کے بعد بھی اگر تکمیل نہو تو ایسی حالت میں مقامی معززین کو ولی و سرپرست مقرر کرکے تکمیل عقد کرنیکے لیے ہدایت کی جاے -

دفعہ (۷) بحالت بالغ ہونے بیوہ کے حسب سفارش مقامی معزز باشندوں کے تکمیل عقد کے لیے مناسب ہدایات کی جائیں ' جن کے عمل در آمد نہونے پر برادری کے ہر قسم کے رسوم میں شرکت کرنیسے اسے روک دیا جاے - خود اسکے یہاں کی تقریب غمی و شادی میں اہل برادری وغیرہ کی شرکت ممنوع قرار دی جاے - عدول حکمی کی سزا اخلاقی و میعادی ہونا چاہیے -

دفعہ (۸) خاص عمر کی اور مریض اور ایسی بیوائیں جو صاحب اولاد ہوں اور جنکے عقد کرنیسے اونکی اولاد کی بربادی کا اندیشہ ہو مستثنیٰ قرار دی جائیں -

دفعہ (۹) بیوہ ترکۂ شوہر اول سے محروم نکی جاے - نفاذ قانون کا اثر عقد اول سے عقد ثانی تک رہے - مکرر بیوہ ہونے پر اسے نکاح کے لیے مجبور نہ کیا جاے -

ہندو بیواؤں کے لیے بھی بہ نظر ہم وطنی و ہمدردی انسانی کوئی ایسا ہی قانون جاری ہونا چاہیئے -

کیا عرب سے اسلام کی حکومت مٹ جائیگی ؟

میرا خیال ہے کہ ہندوستان کے اردو اخباروں میں آپ ہی کا ایک اخبار ایسا ہے ' جو اسلامی معاملات پر آزادی سے بحث کرتے ہوے اپنی آواز کو قسطنطنیہ کے باب عالی اور دہلی کے ایوان حکومت تک پہنچا سکتا ہے - اور گو میری ناچیز تحریر اسکے زریں کالموں کے لیے عیب ہے - مگر میں ان خیالات کو اظہار کیے ہوے بغیر نہیں رہسکتا ' جو مجھکو عرصے سے پریشان کر رہے ہیں - اگرچہ مجھے یقین ہے کہ وہ اخبار کے کالموں میں شائع ہونے کا شرف نہیں پاسکتے - لیکن اس امید پر کہ ممکن ہے آپ میری راے سے اتفاق کرتے ہوے اپنے قلم فصاحت کو جنبش دیں وہو المقصود -

موجودہ رفتار سیاست کو دیکھتے ہوے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیندہ عرب و حجاز کا حاکم اعلیٰ کون ہوگا - یہ سوال گو بظاہر ایک سرسری بات ہے - مگر موجودہ و گذشتہ واقعات ایک آنیوالے خطرے سے مجھکو ڈرا رہے ہیں ' اور میں چاہتا ہوں کہ جسطرح ممکن ہو ان خطروں کا ذکر مفصل کروں - میں جس خطرناک شہنشاہ عرب کا وحشتناک خواب دیکھ رہا ہوں - اسکی تعبیر ریوٹر ایجنسی نے ترکی و انگریزی معاہدہ خلیج فارس کو ظاہر کرتے ہوے - کردی ہے -

عرب کے موجودہ پالیٹکس کو سمجھنے کے لیے بہتر ہوگا کہ تاریخ عرب میں ترکی اور انگریزی اقتدار کے ماجراے سیاست پر بحث کرتے ہوے معاہدۂ خلیج فارس و مسئلہ و مصر پر راے زنی کی جاے :—

" عرب میں ترکی حکومت شریف جعفر " اول سے شروع ہوئی سلیمان صاحبقران (۱۵۲۰ - ۱۵۶۶) کے عہد میں عثمانی سلطنت منتہاے عروج پر تھی - اسوقت تمام عرب ترکی ایشیا میں شامل تھا - مگر انیسویں صدی کے شروع میں مدت تک ترکی حکومت عرب میں متزلزل رہی - سنہ ۱۸۲۰ع میں ترکی حکومت کا دوبارہ اعلان ہوا - اور عبد المطلب مکہ کے شریف اعظم مقرر ہوے - لیکن شریف اور پاشا میں منافست کے باعث عبد المطلب کو معزول کرکے محمد بن عون کو حاکم مشہور کیا گیا - ۱۵ - جون سنہ ۱۸۵۸ع کو جدہ میں انگریزی قونصل کے قتل ہوجانے کی وجہ سے انگریزوں اور حجاز کے فرمانرواؤں میں لڑائی ہوئی - جدہ پر گولہ باری کی گئی ' اور اس شرط پر جھگڑا رفع ہوا کہ انگریزوں کو تاوان دیا جاے اور قاتلوں کو سزا دیجاے - ٹیلیگراف سروس کے اجرا سے ترکی کا تعلق مکہ سے قوی ہوگیا - جدہ بحر قلزم کے سلسلہ تار سے ملادیا گیا - باب عالی سے مکہ کو تار پہونچنے لگے - طائف میں تار پہونچایا گیا - شرفاے حجاز کے لیے مخالفانہ کارروائی کا موقع نہ رہا - جنگ روس و روم میں مکہ سے سپاہیوں کے ایک رجمنٹ بھرتی کرنے کی کوشش کی گئی -

سنہ ۱۸۶۹ میں مدینہ ' جدہ ' مکہ اور طائف میں عثمانی دفتر اور محکمے قائم ہوے - مکہ میں عبد اللہ ایک ہر دلعزیز شریف تھا - اسکے بعد اسکا بھائی مقرر ہوا جو سنہ ۱۸۸۰ع میں قتل کردیا گیا - اوسی سال عبد المطلب دوسرے مرتبہ شریف ہوا - گو کہ اسنے انتظامات تو اچھے کیے مگر طبیعتیں پہلے ہی سے اس کی جانب سے متنفر ہوچکی تھیں - عزل کی درخواست کی گئی - عثمان پاشا نے آکر اس مسن و معمر شریف کو معزول کردیا ' اور شہر کی حکومت خود سنبھال لی - ۱۸۸۲ میں حسین کا بھائی عون الرفیق شریف مقرر ہوا ' اس کی بدعملی سے بدوؤں نے بغاوت کردی - رفیق مدینہ بھاگ گیا - اور عثمان پاشا

کی معزولی تک واپس نہ آیا ' عثمان پاشا سے اہل مکہ ناراض تھے - کیونکہ اسنے شریف کے بچوں اور غلاموں کو قتل کرکے شہر میں ان کے سروں کی تشہیر کرائی تھی - صفوۃ پاشا اسکے جانشین نے بغاوت فرو کی - حجاز اور یمن کے درمیان عسیر کا علاقہ ہے ' یہاں کے لوگ قدیم سے بہادر اور آزادی پسند ہیں ' زیدی مذہب کے پیرو ہیں - سنہ ۱۸۲۲ سے ۱۸۱۷ تک ترکی افواج نے ان کوہستانیوں سے ۹ لڑائیاں کیں - مگر ہر مرتبہ شکست ہوئی - سنہ ۱۸۳۳ و ۱۸۳۴ میں پھر لڑائی جاری ہوئی - اگست ۱۸۳۴ ع میں بڑے معرکے کی لڑائی ہوئی - جسمیں ترکوں کی فتح ہوئی - مگر عرب ترکی قلعوں پر چھاپے مارتے رہے - اور ستمبر میں ترک پھر شکست کھاکر واپس گئے - سنہ ۱۸۳۶ میں پھر حملہ کیا گیا - مگر پہلے سے زیادہ نقصان اٹھانا پڑا -

سنہ ۱۸۴۰ میں عربوں نے ترکوں سے یمن کو چھوڑ خالی کرالیا - مگر ۱۸۷۲ - میں ترک پھر صنعاء یمن میں داخل ہوگئے - کیونکہ امام یمن قبائل کی غارتگری کا انسداد نہیں کرسکتا تھا - اسلیے صنعاء کے سوداگروں نے ترکوں کو حکومت کے لیے دعوت دی - مارچ سنہ ۱۸۷۲ میں احمد مختار پاشا کے زیر کمان بیس ہزار جرار ترکی فوج براہ جدہ بھیجی گئی - جو ۵ - اپریل کو صنعاء میں داخل ہوئی - اہل شہر نے بغیر لڑائی دروازے کھول دیے - فوجیں صنعاء کے شمالی و جنوبی علاقوں میں ہر سمت پھیل گئیں - جب یہ فوج سلطان لحج کے علاقہ کی طرف بڑھی - جسنے انگلستان سے عہد نامہ کیا تھا ' تو عدن کے انگریزی رزیڈنٹ نے جنگی توپ خانہ اور رسالہ بھیجا - اور گورنمنٹ انگریزی نے بابعالی میں اعتراضات پیش کیے - حتی کہ دسمبر سنہ ۱۸۷۲ میں ترکی فوج واپس آگئی - سنہ ۱۸۷۵ میں یمن کی جنوبی سرحد پر یورش ہوئی - جو فرو کردی گئی - فوج نے صنعاء پر قابض ہوکر امام یمن کو معزول کردیا تھا - مگر مذہبی اثر کی وجہ سے اسکو شہر میں رہنے کی اجازت تھی - اور عثمانی سلطنت کے وفاداری کی شرط پر اس کو پنشن بھی عطا ہوئی - اسکی وفات پر یحیی حمید الدین زیدیوں کا امام اور باب عالی کا وظیفہ خوار قرار پایا ' سنہ ۱۸۹۲ میں چار سو ترکی فوج بلبی مروان سے جدہ کے شمالی ساحل پر ٹیکس وصول کرنے گئی - عربوں نے حملہ کرکے اس کو نیم جان کر ڈالا - اور حمید الدین کو زبردستی سپہ سالار بناکر تمام قبیلے جہاد کے لیے آمادہ ہوگئے - یمن میں صرف ۱۵ - ہزار ترکی فوج تھی - صنعاء سے امام بھاگ گیا - اور باغیوں نے شہر پر قبضہ کرلیا - مناخہ ' طالر ' یریم پر بھی تسلط ہوگیا - صنعاء - حدیدہ اور شمال کے دو چھوٹے شہروں کے سواے تمام یمن باغیوں کے ہات آگیا - اور فیضی پاشا گورنر سابق کی سرعسکری میں حدیدہ کو کمک بھیجی گئی ' جو مناخہ کو فتح کرتے ہوے آگے بڑھی - تیس میل پر اسکی مزاحمت کی گئی - باغی بارہ روز تک سیدی الذہرالی کے زیر کمان ایک تنگ درے میں مزاحم رہے - آخر پسپا ہوکر پہاڑوں میں بھاگ گئے اور ترکی فوج بڑھکر صنعاء پر قابض ہوگئی - جنوری سنہ ۱۸۹۳ کو تمام شہر مسخر ہوگیا - سڑکیں کھل گئیں - بغداد پر ترکوں نے سنہ ۱۶۳۸ میں قبضہ کیا - جو آجتک صوبہ کا پایۂ تخت ہے - سنہ ۱۸۸۴ میں بصرہ بغداد سے علحدہ کیا گیا - القطیف اور الحسا پر ترکوں کا قبضہ سنہ ۱۸۷۱ میں ہوا - الحسا آجکل ولایت بصرہ کا ایک حصہ سمجھا جاتا ہے - اور ہفوف میں نجد کا متصرف پاشا رہتا ہے - جزیرہ نماے القطر میں ترکی فوج کا قلعہ ہے ' بحرین اور کویت کے شیوخ ترکی کے باجگذار ہیں -

انگریزی اثر

فرماں رواے عمان کو انگریزوں سے وظیفہ ملتا ہے - عدن برٹش مقبوضات میں ایک اہم جزیرہ ہے - یہ یمن - بحیرۂ قلزم اور تمام مغربی عرب کا راستہ ہے ' پہلے پہل سنہ ۱۶۰۹ میں کپتان شارو کے ایسٹ انڈیا کمپنی کا جہاز لیکر عدن گیا تھا وہاں اسے قید کرکے فدیہ لیے کر رہا کیا گیا - اس جہاز کے دو انگریزوں نے روپیہ دینے سے انکار کیا - انکو صنعاء میں پاشا کے پاس بھیجدیا گیا - سنہ ۱۶۱۰ ع میں ایک اور انگریزی جہاز سے دغا کی گئی - سنہ ۱۸۲۰ ع میں بحریۂ ہند (انڈین نیوی) کے کپتان ہنس عدن گئے - سنہ ۱۸۲۹ ع میں کورٹ اف ڈائرکٹرز نے عدن کو کوئلہ کا اسٹیشن بنانا چاہا - مگر پھر اس خیال سے باز رہے - لیکن سواحل عدن میں جب ایک جہاز کے ٹوٹ جانے پر بدوؤں نے مسافروں اور ملاحوں پر دست درازی کی تو گورنمنٹ بمبئی نے عدن پر سنہ ۱۸۳۸ میں ایک مہم بھیجی - اور لکھا کہ عدن ہمارے حوالے کر دیا جاے - سنہ ۱۸۳۹ میں تین سو یوروپین اور چار سو ہندوستانی فوجوں نے جہاز والگا سے گولہ باری کی اور اسکو مسخر کرلیا - عربوں نے براہ خشکی چار مرتبہ عدن لینے کی کوشش کی ' مگر ہر مرتبہ نقصان کے ساتھ ناکامیاب رہے - اسکی باٹریاں ' دمدمے سرنگیں - قلعے بہت مستحکم ہیں - ہر سال حفاظت کے لیے نئی تعمیرات کی جاتی ہیں - اور پرانی کو مضبوط کیا جاتا ہے - یہ مقام جو تجارت کا ایک بڑا مرکز اور دنیا میں اول درجے کا کوئلے کا اسٹیشن ہے احاطۂ بمبئی کے زیر حفاظت ہے - ایک رزیڈنٹ اور دو اسسٹنٹوں کے ہات میں عدن انتظام ہے ' نہر سویس کے اجرا سے تجارت بڑھتی جاتی ہے - عدن اپنے نواح کی چھوٹی چھوٹی عربی ریاستوں کے استحکام کا بھی ذمہ وار ہے - جزائر سقوطرہ اور جزائر کوریا موریا بھی عدن سے ملحق کر دیے گئے - اور افریقہ کا ساحل سومال بھی - سقوطرہ کا رقبہ ۱۳۸۲ میل مربع سے زائد ہے - اور آبادی دس ہزار کے قریب - سنہ ۱۸۸۶ میں سلطان سقوطرہ سے اسکی حفاظت کا عہد نامہ ہوا - کوریا موریا کے پانچ جزیرے سلطان مسقط نے بحیرۂ قلزم کا سلسلۂ تار قائم رکھنے کے لیے انگریزوں کو دیے تھے جو بہت زرخیز ہیں - حدیدہ کے شمال بحیرۂ قلزم میں طولاً ۱۵ - میل اور عرضاً ۵ - میل جزیرۂ قمران (کامران) واقع ہے - یہ بھی مقبوضات انگریزی میں خیال کیا جاتا ہے - یہاں حجاج کو قرنطینہ میں رہنا پڑتا ہے - جزائر بحرین پر بھی انگریزوں کا اثر ہے - موجودہ سردار شیخ عیسی کو سنہ ۱۸۶ میں انگریزوں ہی نے تخت نشین کیا - اور اپنی حفاظت میں لیا - سنہ ۱۸۷ - میں اسکو باقاعدہ حکمراں بناکر دوسرے مدعیوں کو ہندوستان میں جلاے وطن کردیا - بوشہر کا انگریزی رزیڈنٹ ان جزائر کی نگرانی کرتا ہے - تاہم یہ سلطان کے مقبوضات سمجھے جاتے ہیں -

بحیرۂ قلزم کے سرے پر جزیرۂ پیرم سنہ ۱۷۹۹ ع میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے قبضہ میں آیا - اور بمبئی سے وہاں فوج بھیجی گئی - مگر جلد ہی روز میں واپس بلالی گئی - سنہ ۱۸۵۷ میں پورا پورا انگریزی دخل ہوگیا - سنہ ۱۸۶۱ میں لائٹ ہاوس کی تکمیل ہوئی ' اور قلعہ میں مستقل فوج متعین کی گئی - مصر کے عربی مقبوضات پر بھی انگریزی حفاظت رہتی ہے - جزیرہ نماے سینا - اور بحیرۂ قلزم کا ساحلی علاقہ نہر سویس کے گورنر جنرل کے زیر حفاظت ہے - خلیج فارس اور بحیرۂ روم کو ملانے کے لیے فرات سے بصرہ تک اور پورٹ سعید سے مشرق ہوکر بصرہ تک ریلوے بنانے کی تجویزیں ہیں - مجوز انگریزی و مصری حکومت ہے - انگلستان سنہ ۱۸۷۲ سے بری راستے سے ریل بڑھانا چاہتا ہے مگر ابھی عملی صورت میں نہیں لا سکا -

باسفورس کے ایشیائی ساحل سے القرہ (انگورہ) کو جو ریل آئی ہے وہ جرمن کے ایک سنڈیکیٹ کے زیر اهتمام ہے - اس لائن کے بغداد تک وسیع ہو جانے کی تجویز ہے - عرب میں انگلستان کے دو حاکم رہتے ہیں - ایک بو شہر کا برٹش رزیڈنٹ جو قونصل جنرل کے نام سے مشہور ہے - دوسرا عدن میں اوسی نام سے رہتا ہے - بو شہر کے رزیڈنسی کی نسبت لارڈ کرزن نے لکھا ہے کہ " اسکو اگر خلیج فارس کا بادشاہ بے تاج کہا جاے تو درست ہے - اس کے ماتحت ایک دو مسلح جہاز رہتے ہیں - ایرانی اور عرب اپنے جھگڑوں میں اسکو سرپنچ بناتے ہیں - ایک جہاز خاص اسکی ضـرورت کے لیے رهتـا ہے "

اس شاہی اثر کا قائم کرنیوالا کرنیل رنس اور اسکا پیشرو سر لوئس جیلی تھا - بحرین کے سرداروں سے بحری امن کے قیام اور دول غیر کی مزاحمت اور انسداد غلامی کے لیے عہد نامے ہوچکے ہیں - القطر کے جنگجو عربوں سے بھی عہد نامے کیے گئے - سنہ ۱۸۵۳ میں دیگر قبائل سے اس شرط پر دائمی عہد نامہ ہوا تھا کہ بحری لڑائی نہ کیجاے - تمام جھگڑے برٹش رزیڈنٹ سے فیصل کرالے جاتے ہیں - اسکے عـلاوہ ایک خاص عہـد نامے کے رو سے شیخ بحرین نے اس مجمع الجزایر کو انگریزی حفاظت میں دیدیا ہے - سواحل الحسا و القطر کے عرب قبائل ترکی حکومت کے مطیع ہیں - مگر انگریزاں کے منازعات میں بھی دخل دیتے ہیں - القطیف سے بصرہ تـک ترکی علاقہ پایا جاتا ہے ملـک گیری کی ہوس عرب کو اپنے ماتحت بنانے کی بیحد خواهشمند ہے - اور جبکہ ترکی سلطنت میں ضعف کے آثار پائے جاتے ہیں تو یہ تخیل بالـکل بجا ہے کہ مصر کی طرح بصرہ و بغداد میں بھی ہماری قوت زور پکڑے گی - اور مقدس سرزمین کے ہم وارث ہونگے - لن مدبروں نے کاغذی لڑائی شروع کردی ہے - بری و بحری عساکر سے امداد کا وعدہ لیا ہے - امیر البحر نے خلیج فارس میں بحری قوت مستحکم کی ہے - پولیٹکل افسروں کے اسٹاف و سلسلہ ٹلگراف کی توسیع ہونے کو ہے - کویت کا جزیرہ ترکی سلطنت کے ماتحت ریاست ہے مگر مجراے سیاست جو چاہے انقلاب پیدا کردے - ترکوں کا فرض ہے کہ اس سیاسی کشمکش کو جہاں تک آنکو فرصت اجازت دے دور کرنے پر جلد متوجہ ہوں - اور اپنے حقوق ہی کی نہیں بلـکہ در اصل اسـلام کی حفاظت کریں - مغصوبہ ممالـک کو اگر واپس لینے کی طاقت نہیں رکھتے تو کم سے کم اپنے بچی ہوئی املاک کو تو بچالیں اور اگر ایسا نہیں کرسکتے تو منتظر رہیں کہ :

" قومے از غیب بروں آید و کارے بکند "

اطـــلاع

دفتر الہلال کے ذریعہ پریس کا تمام سامان ' اور لیتھو اور ٹائپ کی مشینیں ' نئی اور سکینڈ ہنڈ ملسکتی ہیں -

ہر چیز دفتر اپنی ذمہ داری پر دیگا -

سردست دو مشینیں فروخت کیلیے موجود ہیں :-

(۱) ٹائپ کی ڈبل کراؤن سائز' پاین کی مشین ' جو بہترین اور قدیمی کارخانہ ہے - اس مشین پر صرف دو ڈھائی سال تک معمولی کام ہوا ہے - اسکے تمام کیل پرزے درست اور بہتر سے بہتر کام کیلیے مستعد ہیں -

ابتدا سے الہـــلال اسی مشین پر چھپتا ہے - دو هارس پاور کے موٹر میں سولہ سو فی گھنٹہ کے حساب سے چھاپ سکتی ہے - چونکہ هم اسکی جگہ بڑے سائز کی مشینیں لے چکے ہیں - اسلیے الـگ کردینا چاہتے ہیں -

(۲) ٹریڈل مشین ' جو پاؤں سے بھی چلائی جاسکتی ہے ' فیملی فولیو سائز کی - اس پر هاف ٹون تصاویر کے علاوہ ہر قسم کا کام جلد اور بہتر ہوسکتا ہے -

فہـــرست

زر اعانـــۂ دولت علیۂ اسلامیـــہ

(۲۳)

ان الله اشتري من المومنين انفسهم و اموالهم ' بان لهم الجنه

[بذریعہ جناب مامن علی صاحب گرداور و بہ سعی ممبران مسلم کلب اوڈے پور میزان ۳ - سو - ۲۳ - روپیہ ایک آنہ ۳ - پائی

(بتفصیل ذیل)

	پائی	آنہ	روپیہ
نبی بخش صاحب	-	۱۳	-
شیر خاں صاحب	-	۱۰	۱
جماعت کفش دوزاں	-	۴	۱۶
کریم بخش صاحب	-	۱۰	۱
قاسم صاحب	۲	۲	-
وحیم بخش صاحب	-	۱۳	-
مستری رحیم بخش صاحب	-	-	۵
اسحاق صاحب	-	۱۳	-
قادر بخش صاحب	-	۱۳	-
الله رکھہ جی اوستا	-	۱۳	-
نتھی خاں عرف ناهنو	-	۱۳	-
ننو جی	-	۱۰	-
احمد بخش صاحب	-	۱۳	-
عبدالستار صاحب	۹	-	۳
جماعت آهار بوئی	۹	۹	۲
قلم محمد و ابراهیم - ذاکرالدین صاحبان	۹	۱۳	۱۲

علاوہ ازیں ایک انگشتری طلائی بھی عنایت کی ہے - جو فروخت ہوکر جداگانہ قیمت دوسرے منی آرڈر کے همراہ روانہ کیجاویگی

	پائی	آنہ	روپیہ
اسلم خاں صاحب	۹	۱۳	-
محراب خاں	۱۰	۱۰	۹
بخش طلب خاں	-	۱۰	۱
خواجو صاحب	۹	۱۰	۱
رمضان خاں صاحب	-	۱۰	۱
محراب صاحب	-	۱۰	۱
میاں سبز پوش صاحب	-	-	۱
منشی محب الله خانصاحب	-	-	۱
جمعدار سندھی سلطان محمد صاحب	-	۳	۱۶
سندھی مدیر محمد صاحب	-	۱۳	-
جمعدار تاج محمد صاحب	-	۷	۲
شمس الدین صاحب	-	۲	۲
رتن لال صاحب	-	۱۳	-
پیر بخش صاحب	-	۲	-
صوبہ دار جیونی خاں صاحب	-	۱۳	-
امین اسماعیل صاحب	-	۱۳	-
رحیم بخش صاحب	-	۱۱	۲
ایک خاتون	-	۱۳	-
محمد اکبر خانصاحب	-	-	۸
بابت فاتحہ سید صاحب	-	-	۳
بابت فاتحہ محرم	-	۷	۱۹
از نشان بردار و جمعدار حوالدار	-	۳	۳
الله دیلی صاحب	-	۳	۱۶
میاں لعل شاہ صاحب	-	-	۵
سلیمان صاحب	-	-	۵
داؤد جی سنگ تراش	-	-	۵
حسن بخش جی سنگ تراش	-	-	۴
عظیم جی سنگ تراش	-	-	۱
رحمن بخش جی وانی	-	-	۱
الله رکھہ جی چوڑیگر	-	-	۳
فضل الدین جی سنگ تراش	-	-	۳
فخرالدین جی سنگ تراش	-	-	۲
فتاجی نقیر	-	-	۱
امیر خاں جی	-	-	۱
امام بخش جی	-	-	۱
عوض خاں جی	-	-	۱
زمان خانجی حولدار	-	-	۱

نام	روپیہ	آنہ	پائی
وزیر علی جی سنگ تراش	۱	۰	۰
سلیمان جی سنگ تراش	۱	۰	۰
بہور جی سنگ تراش	۱	۰	۰
بیور جی سنگ تراش	۱	۰	۰
سلدی گہاسی جی	۰	۸	۰
میران بخش جی سنگ تراش	۱	۱۳	۰
پیرو جی صاحب	۰	۱۳	۰
علی جی صاحب	۰	۳	۰
تالپے والی شہرازدے پور	۶	۱۵	۰
محمد حسین خان صاحب	۵	۰	۰
دفعدار فضل الہی جی	۱	۰	۰
سوار گہاسی خانجی	۰	۸	۰
سوار حکیم علی جی	۰	۸	۰
سوار شیر محمد جی	۰	۸	۰
نشان بردار سردار خانجی	۱	۰	۰
گل محمد جی	۰	۸	۰
عنایت خان سپاہی	۰	۸	۰
علم حسین جی سپاہی	۰	۸	۰
خدا بخش جی سپاہی	۱	۰	۰
زوارور خانجی سپاہی	۰	۸	۰
خواجو خان جی سپاہی	۰	۸	۰
الیار خان جی سپاہی	۰	۸	۰
کالو جی سپاہی	۲	۲	۰
سلیمان جی سپاہی	۱	۰	۰
نور خان جی سپاہی	۰	۸	۰
دارو جی سقہ	۰	۸	۰
منیر خان جی سپاہی	۰	۸	۰
چہتر خان جی سیوانی	۰	۴	۰
کچرو جی چوڑی ساز	۲	۸	۰
دھن جی چوڑی ساز	۰	۴	۰
ناملو جی چوڑی ساز	۱	۰	۰
حافظ محمد اسماعیل صاحب	۱	۰	۰
فقیر روشن شاہ جی	۰	۰	۰
فقیر حسن شاہ	۰	۲	۰
پیر محمد جی	۰	۸	۰
کیسر چوڑی ساز			
گلاب صاحب	۰	۴	۰
بہشتی صاحب	۰	۸	۰
محمد صدیق صاحب	۰	۸	۰
لال محمد صاحب	۰	۳	۰
حوالدار غلام رسول صاحب	۱	۰	۰
جمعدار اکبر محمد صاحب	۰	۱۲	۰
مبارک صاحب	۰	۶	۰
اوستا خواج بخش صاحب	۱۷	۲	۰
ابراہیم صاحب	۴	۰	۰
عبدالرحمن صاحب	۸	۰	۰
اللہ بیلی صاحب	۰	۱۳	۰
منشی الہی بخش صاحب	۱	۱۰	۹
جمعدار شاہ نور خانصاحب	۰	۱۳	۰
امیر صاحب	۰	۱۳	۰
قمرالدین صاحب	۰	۱۳	۰
ولی محمد صاحب	۱	۰	۰
وزیر خانصاحب	۱	۰	۰
محراب خانصاحب	۰	۱۳	۰
منشی کریم الدین صاحب	۰	۶	۰
میاں علی محمد صاحب	۴	۰	۰
سید مراد علی صاحب	۰	۱۳	۰
حامد علی صاحب	۱	۱۰	۰
کریم بخش صاحب	۰	۱۳	۰
حسن بخش صاحب	۰	۱۳	۰
حکیم اکبر محمد صاحب	۰	۱۳	۰
حکیم مشتاق احمد صاحب	۰	۱۳	۰
ملا رحیم بخش صاحب	۰	۱۳	۰
وزیر خان صاحب	۰	۱۳	۰
اللہ بخش صاحب	۰	۱۳	۰

نام	روپیہ	آنہ	پائی
کریم بخش صاحب	۰	۱۳	۰
کالو شاہ صاحب	۱	۱۰	۰
پیر بخش صاحب	۱	۱۳	۰
نور بخش صاحب	۲	۰	۰
مسماۃ عقیلہ بائی	۰	۳	۰
نالی سکینہ بائی	۰	۶	۰
زوجہ بباجی صاحب	۰	۱۳	۰
مولوی عبداللطیف صاحب	۰	۱۳	۰
کریم بخش صاحب	۰	۱۳	۶
کہیرو صاحب	-	۶	۶
قائم محمد صاحب	-	۱۳	-
شفیع محمد صاحب	-	۱۳	-
قطب الدین صاحب	-	۶	۶
قائم محمد صاحب	-	۱۳	-
امیرالدین صاحب	-	۳	-
مسماۃ کالی مالی	-	۶	۶
حوالدار شیخ منذر صاحب	-	۱۳	-
منشی ابراہیم خانصاحب	-	۱۳	-
نور محمد صاحب	-	۱۳	-
ابراہیم صاحب	۲	-	-
بہاورچ کیسر جی چوڑیگر	-	۶	-
چاندر صاحب			
کالو صاحب	-	۳	۳
چاند محمد جی اوستا	۱	۱۰	-
مسماۃ ساکر بائی	-	۶	-
علاءالدین صاحب	-	۱۳	-
اسماعیل صاحب	۱	-	-
للہا جی بہشتی	۱	-	-
الہی بخش صاحب	-	۶	۶
کریم بخش جی اوستا	-	۲	۳
کمال صاحب	۱	-	-
میجر سید شاہ خانصاحب	۴	۴	-
خانسامہ صاحب	۲	-	-
محمد یوسف صاحب	-	۸	-
اوستا جلال بخش صاحب	-	۳	۳
اوستا چاند محمد صاحب	-	۸	-
اوستا علی محمد صاحب	-	۹	۶
اوستا چاند محمد صاحب	-	۱	۶
والدہ سبحان بخش صاحب	-	۱	۶
والدہ علی جی اوستا	-	۱	-
زوجہ قاسم جی اوستا	-	۶	-
زوجہ الہ بخش اوستا	-	۹	-
ہمشیرہ غوث محمد صاحب اوستا	۱	-	-
زوجہ غوث محمد صاحب			
گل محمد جی	۰	۱	۶
شیخ نبی بخش جی	۰	۲	۳
قادر بخش جی	-	۱۳	-
کالو جی	-	۳	۳
گہاسی جی	-	۳	۳
کریم خانصاحب	-	۸	-
اللہ رکھہ جی	-	-	۹
رحیم بخش جی زرگر	-	۶	-
سبحان بخش جی زرگر	-	۹	-
قاسم جی اوستا	-	۶	۹
خواجو جی میوہ فروش	-	۱۳	-
مصاحب خانصاحب	۱	-	-
کل ما قبل کُل میزان	۳۰	-	-

PRINTED & PUBLISHED BY A. K. AZAD, AT THE HILAL ELECTRICAL PRTG. & PBLG. HOUSE, 7/1 MCLEOD STREET, CALCUTTA.

لاکھوں بے خانماں مہاجرین

قسطنطنیہ کی گلیوں میں !!!

الہلال کلکتہ - سالانہ قیمت مع محصول صرف آٹھہ آنہ !!!

آج دفتر الہلال میں دو تار دفتر تصویر افکار' اور ڈاکٹر مصباح کے پہونچے ھیں کہ " ... ترکی سے اُن لاکھوں بے خانماں مہاجرین کے ... ھزارہا بیمار عورتیں' اور ... ھیں - ... جنگ کی انتہائی مصیبتوں کی وجہ سے ... اپنا گھر بار چھوڑنا پڑا' اور ... کی حالت ... زخمیوں سے بھی زیادہ درد انگیز ھے - جو مرگئے' انکو ... جو زخمی ھیں ... شفا خانے میں ... لیکن جو ... زندہ' مگر مردوں سے بدتر ھیں' انکو ... کریں ؟ "

دفتر الہلال حیران ھے کہ اس وقت اعانت کا کیا سامان کرے ؟ مدد کیلیے اپیل کرنا شاید لوگوں کو نا گوار گذرے کہ ھلال احمر کا چندہ ھر جگہہ ھو چکا ھے' اور ... بھی جاری ھے - مجبوراً جو ... خود اسکے اختیار میں ھے' اسی کیلیے کوشش کررہا ھے -

(۱) کم از کم وہ ایک ماہ کے اندر دو ھزار پاؤنڈ یعنی ۳۰ - ھزار کی رقم مخصوص اعانۂ مہاجرین کیلیے فراھم کرنا چاھتا ھے' کیونکہ ھلال احمر کے ... سے جو روپیہ دیا جاتا ھے' اسکو ... دوسری جگہہ لگانا ... - اسکی اطلاع آج ھی ترکی میں ... ھے -

اس بارے میں جو صاحب نقد اعانت فرمائیں گے فاجرہ علی اللہ '

... وہ دوسروں پر بار ڈالنے کی جگہہ' خود ھی اس رقم کو اپنی جانب سے پیش کرنا چاھتا ھے -

(۲) اسکی صورت یہ ھے کہ بلا شک ... تیس ھزار روپیہ دینا دفتر کے امکان سے باھر ھے' مگر یہ تو ممکن ھے کہ تیس ھزار روپیہ جو اُسے مل رہا ھو' وہ خود نہ لے' اور اس اشد ترین ضرورت اسلامي کیلیے وقف کردے ؟

(۳) یقیناً میں ۳۰ - ھزار نہیں دیسکتا' لیکن آپ کیوں نہیں مجھے ۳۰ - ھزار روپیہ دیتے' تا کہ میں دیدوں ؟

(۴) پس آج اعلان کیا جاتا ھے کہ **دفتر الہلال چار ھزار الہلال کے پرچے ایک ایک سال کیلیے اس غرض سے پیش کرتا ھے - آج کي تاریخ سے ۳۰ جون تک جو صاحب آٹھہ روپیہ قیمت سالانہ الہلال کي دفتر میں بھیجدینگے'** انکے روپیہ میں سے صرف آٹھہ آنہ ضروري اخراجات خط و کتابت کیلیے وضع کرکے باقي ساڑھے سات روپیہ اس فنڈ میں داخل کردیا جائیگا' اور ایک سال کیلیے اخبار انکے نام جاري کردیا جاے گا - گویا ساڑھے سات روپیہ وہ اپنے مظلوم و ستم رسیدہ برادران عثمانیہ کو دینگے' اسکا اجر عظیم اللہ سے حاصل کرینگے' اور صرف آٹھہ آنے میں سال بھر کیلیے الہلال بھی (جو جیسا کچھہ ھے' پبلک کو معلوم ھے) انکے نام جاري ھوجائیگا - اس طرح چار ھزار خریداروں کي قیمت سے ۳۰ - ھزار روپیہ فراھم ھو سکتا ھے اور دفتر الہلال اُس سے خود فائدہ اٹھانے کی جگہہ' اس کار خیر کیلیے وقف کردیتا ھے -

(۵) اس وقت ساڑھے تین سو تک نئے خریداروں کا اوسط ھے - لیکن دفتر ۳۰ - جون تک کیلیے اپني تمام آمدني اپنے اوپر حرام کرلیتا ھے - دفتر اس وقت تک کئي ھزار روپیے کے نقصان میں ھے' اور مصارف روز بروز بڑھتے جاتے ھیں' تاھم اس تار کو پڑھکر طبیعت پر جو اثر پڑا' اس نے مجبور کردیا' اور جو صورت اپنے اختیار میں تھي' اس سے گریز کرنا' اور صرف دوسروں ھي کے آگے ھاتھہ پھیلاتے رھنا' بہتر نظر نہ آیا - یورپ میں اخبارات کے مدیر اپنی جیب سے ھزاروں روپیہ کار خیر میں دیتے ھیں - شاید اردو پریس میں یہ پہلي مثال ھے' لیکن اسکی کامیابي اس امر پر موقوف ھے کہ برادران ملت تغافل نہ فرمائیں اور اس فرصت سے فائدہ اٹھا کر فوراً درخواست خریداری بھیجدیں - ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

یورپین ترکي کے بے خانماں مہاجرین
جامع ایا صوفیا کے سامنے

(۶) الہلال - اردو میں پہلا ھفتہ وار رسالہ ھے' جو یورپ اور ترکی کے اعلی درجہ کے با تصویر' پر تکلف' خوشنما رسائل کے نمونے پر نکلتا ھے - اسکا مقصد وحید دعوت الی القرآن' امر بالمعروف و نہي عن المنکر ھے - محققانہ علمي و دیني مضامین کے لحاظ سے اسکے اعتدار و خصوصیت کا ھر موافق و مخالف نے اقرار کیا ھے - اس نے ھندوستان میں سب سے پہلے ترکی سے جنگ کی خبریں براہ راست منگوائیں' اسکا باب "شئون عثمانیہ" ترکي کے حالات جنگ کے واقعات صحیحہ معلوم کرنے کا مخصوص ذریعہ ھے - "نامواران غزوۂ طرابلس و بلقان" اسکی ایک با تصویر سرخي ھے' جسکے نیچے نہ عجیب و غریب موثر اور حیرت انگیز حالات لکھے جاتے ھیں' جو اپنے مخصوص نامہ نگاروں اور خاص ذرائع معلومات سے حاصل کیے جاتے ھیں - مقالات' مذاکرۂ علمیہ' حقائق و وثائق' المراسلۃ و المناظرۃ' اسئلہ و اجوبتہا' اسکے دیگر ابواب و عنوان مضامین ھیں - آٹھہ آنے میں شاید ایک ایسا اخبار برا نہیں -

(۷) درخواست میں اس اعلان کا حوالہ ضرور دیا جاے' اور کارڈ کی پیشاني پر " اعانۂ مہاجرین " کا لفظ ضرور لکھا جاے -

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین (القرآن الحکیم)

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

AL-HILAL

Proprietor & Chief Editor

Abul Kalam Azad

7-1 McLeod street,

CALCUTTA.

Telegraphic Address

"AL-HILAL"

Yearly Subscription, Rs 8.

Half-yearly „ „ 4-12.

میر مسئول و خصوصی

احمد المکلف ابو الکلام الدہلوی

مقام اشاعت

۷ - ۱ مکلوڈ اسٹریٹ

کلکتہ

عنوان تلغراف

« الہلال »

قیمت

سالانہ ۸ روپیہ

ششماہی ٤ روپیہ ۱۲ آنہ

نمبر ۲۳ — کلکتہ: چہار شنبہ ۵ رجب ۱۳۳۱ ہجری — جلد ۲

Calcutta, Wednesday, June 11, 1913.

فہرست

تصاویر

شذرات

مسجد " مچھلی بازار " کانپور

کانپور کی مسجد کے انہدام کا مسئلہ اخبارات تک پہنچ چکا ہے - واقعہ کی تفصیل حسب ذیل ہے :

کانپور میں ایک نئی سڑک نکل رہی ہے ' جس کا نام اے - بی روڈ ہے - یہ سڑک کلس بازار اور مچھلی بازار سے ہوتی ہوئی مول گنج جائیگی - کلس بازار میں ایک مندر سڑک کے وسط میں پڑتا تھا - میونسپلٹی نے اسکے متولی سے مندر کے ایسے کی بابت گفتگو کی ' چنانچہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ وہ منہدم کردیا گیا -

مچھلی بازار میں بھی ایک مندر بعینہ اسیطرح حائل تعمیر شاہراہ تھا ' اسپر بھی میونسپلٹی نے قبضہ کرنا چاہا مگر اسکے متولی نے صاف انکار کردیا ' اور شہر میں یہ خبر گرم ہوگئی کہ اگر مندر مسمار کیا گیا تو میونسپلٹی کے معماروں کا تیشہ پہلے سروں پر پڑیگا ' اسکے بعد مندر کی دیواروں کی نوبت آئیگی ! پس ایسی حالت میں ضرور تھا کہ اس مندر کی قسمت کا فیصلہ اسکے پہلے مندر کی طرح ہوتا -

زمانۂ قدیم کے بر خلاف موجودہ زمانے کی دولت کے فیصلے خریدے جاسکتے ہیں - البتہ یہ ضرور ہے کہ انکی قیمت بہت گراں ہوتی ہے -

جن ہاتھوں میں اسقدر قدرت دینے کی ہمت ہوتی ہے ' وہ اسکے فیصلے خرید لیتے ہیں ' پر جو تہی دست ہیں ' انکو محرومی کی شکایت زیبا نہیں -

غالباً پہلے مندر کی طرح اس مندر کیلیے بھی بالا ترین مقامات حکومت سے فیصلہ ہو چکا تھا ' مگر ان حالات کے بعد منسوخ ہوگیا -

یہ واقعہ ہز آنر سر جمس مسٹن بالقابہ کے عہد حکومت کا ایک امید افزا اور سبق آموز واقعہ تھا - ہم نے سنا ہے کہ مژدہ تلسیخ سے ہندؤں کو جسقدر مسرت ہوئی، اتنی ہی مسلمانوں کو بھی ہوئی - اولاً تو اسلیے کہ جہاں تک ہمیں علم ہے، کانپور کے ہندو اور مسلمانوں کے تعلقات نہایت خوشگوار ہیں، ثانیاً اسلیے بھی کہ دنیا کے قانون حیات اجسام اور حکومتوں کے اصول کار کا ایک تازہ تجربہ ہوگیا تھا، اور معلوم ہوگیا تھا کہ اگر مسلمان بھی اپنے شعائر دینیہ اور ناموس ملت کی حفاظت کے لیے استقامت و پامردی کے ساتھ کوشش کرینگے، اور اسکی مطلوبہ قیمت دینے کے لیے تیار رہینگے تو ضرور انکی خواہشوں کا بھی لحاظ رکھا جائیگا -

اس واقعہ کے چند دنوں بعد مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ اس مندر کے مغرب و جنوب میں چند گز کے فاصلے پر جو ایک مچھلی بازار [illegible] آباد مسجد واقع ہے، اسکا بھی ایک حصہ صرف اسلیے لے لیا جائیگا کہ مجوزہ سڑک کی کجی نکل جائے -

حسن اتفاق سے اسی زمانے میں صوبہ کے ہر دلعزیز لفٹنٹ گورنر دورہ فرماتے ہوئے کانپور تشریف لائے -

بورڈ کے بعض مسلمان ممبروں نے ہز آنر سے مسئلۂ مسجد کے متعلق گفتگو کی - جہاں تک ہم کو علم ہے، ہم یہ لکھنے کیلیے مجبور پاتے ہیں کہ ہز آنر نے حسب عادت اسپر نہایت ہمدردی ظاہر کی اور اطمینان دلایا کہ مسلمانوں کی مذہبی عمارت کا احترام ہر حال میں ملحوظ رہیگا -

اس سے زیادہ اسی وعدے کیلیے صاف اور صریح الفاظ نہیں ہو سکتے، جو کہے گئے تھے کہ "ہندو مسلمانوں کے معابد میں کسی طرح بھی دست اندازی نہیں کیجائیگی"۔

صوبے کے سب سے بڑے حاکم کے اطمینان دلانے کے بعد پبلک کو ضرور مطمئن ہونا ہی چاہیے - پھر ایک وعدہ کی حیثیت سے دیکھیے تو اسکا اخلاقی احترام نا گزیر ہے - پس مسلمانان کانپور بالکل مطمئن اور فارغ البال ہوکر بیٹھ گئے - جو قوم آج تمام مساجد عالم کی طرف سے بے پروا اور فارغ البال ہو، جسکو ان تمام مساجد سے اعظم و اقدس، اس عبادت گاہ الہی اور اولین مسجد اسلام کی طرف سے بھی کوئی بے اطمینانی اور تشویش فکر نہو، جسکا وجود اسکی ہستی ملی و دینی کا حقیقی سرچشمۂ حیات ہے، وہ اگر ایک ملک کے ایک شہر، اور ایک شہر کی بھی ایک مسجد کی فکر سے فارغ و آسودہ خاطر ہو بیٹھے، تو یہ کونسی تعجب کی بات ہے ؟

مسلمانوں کی غفلت تو ضرور قابل تعریف ہے کہ دنیا کی کوئی فکر بھی اسمیں خلل انداز نہیں ہو سکتی، لیکن قدرت کی اس ضد کی بھی داد دینی چاہیے کہ اسنے بھی انکے ہر اطمینان کو اضطراب سے بدلدینے کا پورا تہیہ کرلیا ہے - ہمارے ہر اطمینان کی طرح اس اطمینان کی عمر بھی زیادہ نہ نکلی - تھوڑی ہی مدت کے بعد امپرومینٹ ٹرسٹ کمیٹی نے اس صاف و صریح وعدے کے باوجود، یہ رزولیوشن پاس کردیا :

"مسجد کا مشرقی حصہ لے لیا جاے اور اسکے عوض میں مسلمانوں کو مسجد کے مغربی حصے میں زمین کا ایک ٹکڑا دیدیا جاے"

کمیٹی کا یہ رزولیوشن جب بورڈ کے جلسے میں تصدیق (کنفرمیشن) کے لیے پیش کیا گیا، تو مسلمان ممبروں نے اسکی مخالفت کی، اور بالاخر اس جلسے میں اس رزولیوشن کی تصدیق ملتوی کر دینی پڑی -

قاعدہ ہے کہ اہم اراضی متنازعہ فیہ کے معائنہ کے لیے مجسٹریٹ ضلع خود آتا ہے - چنانچہ بیان کیا گیا ہے کہ مجسٹریٹ ضلع کانپور مسجد کے معائنے کیلیے بہ نفس نفیس تشریف لاے اور "بوٹ پہنے ہوے" مسجد کے اندر تشریف لے گئے - معززین شہر اور مقربان بارگاہ میں سے اکثر اصحاب انکے پیچھے پیچھے دست بستہ موجود ہونگے، مگر مجھے اسمیں شک ہے کہ کوئی "مسلمان" بھی انکے ساتھ تھا یا نہیں ؟

اس معائنہ کے بعد شہر کے سر بر آوردہ مسلمانوں کا وفد کلکٹر ضلع کے در دولت پر حاضر ہوا، اور "اپنی چہل سالہ مسلمہ قومی پالیسی" کے اصول پر بصد عجز و نیاز و العاح و زاری التجا کی کہ اپنے فرمان واجب الاذعان پر نظر ثانی فرمائی جاے، لیکن ارشاد ہوا کہ قضاء مبرم کے فیصلے میں ترمیم ممکن نہیں !

بورڈ کا جب دوسرا جلسہ ہوا تو اسمیں ایک مسلمان ممبر نے اسکی نسبت تجویز پیش کی، مگر نا منظور کردی گئی -

اس معاملے کی سرگذشت میں سب سے زیادہ اہم اور قابل ذکر واقعہ یہ ہے کہ اس مسئلے میں مسلمانوں کی اعانت کیلیے بورڈ کے انصاف پسند ہندو ممبر بھی مستعد تھے، اور اس سے کانپور کے ہندو مسلمانوں کے تعلقات کی نسبت تعجب انگیز مسرت ہوتی ہے -

بورڈ کے تیسرے جلسے میں ہندو اور مسلمان ممبروں نے متفقہ طور پر ایک اور رزولیشن پیش کیا، جس کا مقصد یہ تھا کہ "مسجد کا کوئی جزو کسی حالت میں بھی نہ لیا جاے، اور اگر بالفرض بورڈ کے کسی ایکٹ کی رو سے ایسا کرنا جائز بھی ہو، تو وہ ایکٹ منسوخ کردیا جاے" لیکن بورڈ کے تمام انگریز ممبروں نے بالطبع اس تجویز سے اختلاف کیا، اور خود چیرمین صاحب نے انکا پورا پورا ساتھ دیا -

تعداد میں ہندو مسلمانوں کی متحدہ تعداد زیادہ تھی - قاعدہ سے اس کو پاس ہوجانا چاہیے تھا، مگر پاس ہونا یا نہونا صرف تعداد کی اقلیت و اکثریت ہی پر موقوف نہیں ہے، اور صرف تعداد کے دھوکا کی پوجا جو آج ہندو مسلمان اپنے تعلقات کے مسائل میں کر رہے ہیں، انہیں کون سمجھاے کہ یہی انکی سب سے بڑی گمراہی ہے - اصل شے قوت ہے، اور ایک قوی وجود بھی ہو، تو وہ ہزارہا انسانوں پر غالب ہوتا ہے - جب یہاں ایک اور ہزاروں کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے تو پھر اس مقابلے کی نسبت زیادہ بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، جس میں ہندو مسلمان ممبروں کے مقابلے میں ایک سے بہت زیادہ افراد حکومت کی صدائیں کار فرما تھیں، اور اگر یہ بھی نہ ہوتا، جب بھی صرف چیرمین صاحب بہادر کی ایک نگاہ گرم ہی کیا کم تھی ؟

بہر حال رزولیوشن منظور نہوا، البتہ ہندو مسلمان ممبروں کے اتحاد اور یک راے ہوجانے کا یہ نتیجہ ضرور نکلا کہ اس رزولیوشن کی جگہ ایک دوسرا رزولیوشن اس مضمون کا قرار دیا گیا کہ بورڈ ہز آنر سے سفارش کرے کہ مسجد کا وہ حصہ منہدم نہ کیا جاے

اسکے بعد بعض حضرات کے مشورے سے یہ طے پایا کہ ہز آنر کی خدمت میں ایک میموریل بھیجا جاے - چنانچہ ایک میموریل تیار کیا گیا، جس پر عمائد، رؤسا، علماء اور اعیان شہر میں سے ۱۲ - ہزار آدمیوں کے دستخط تھے - علماء شہر کا ایک فتوی بھی اسکے ساتھ منسلک کیا گیا تھا -

"چہل سالہ مسلمہ قومی طرز تحریر" کے مطابق یہ میموریل کمال عجز و تذلل کے "اظہارات اسلامیہ" سے لبریز تھا، اسکا آغاز

اور اتمام ' دونوں دعا پڑھتا ' اور اسکا لفظ لفظ العجز و منت ' خشوع و خضوع ' ارادات و عقیدت ' و تضرع و ابتہال تعبدانہ میں ڈوبا تھا !!

تاہم جو واقعات اخبارات میں شائع ہوے ہیں ' انسے معلوم ہوتا ہے کہ ہز آنر بالقابہ نے مقامی حکام سے مشورہ کے بعد میموریل مسترد کردیا :

برہمن می شدم گر اینقدر زنار می بستم !!

کانپور کی خصوصیت نہیں - ہر جگہ اس طرح کے کاموں کو عوام انجام دے نہیں سکتے ' اور بد قسمتی سے خواص نے ' جو آج اسلام کے جزو کل کو اپنے ہاتھوں میں رکھنے کے خواہشمند ہیں ' صرف دعاؤں کے اٹھے ہوے ہاتھوں ' اور زمین پر رو بسجود سروں کے رکھنے ہی کی مشق کی ہے - حالانکہ اسطرح عالم کی ادنے ترین موجودات یعنے جمادات تک کا مقابلہ ممکن نہیں ' چہ جائیکہ ذی روح اور دارا ے قوت انسان کا ' جو صرف قوت ہی کا دلیل اور صرف زور ہی کا بندہ ہے !

یہ سچ ہے کہ عارفانہ طلب حق کی جگہ عجز و تذلل کے ساتھہ التماس معروضات ' زیادہ آسان اور آرام دہ طریقہ ہے ' اور بہتر تھا کہ ہمیں اسی کا عادی رکھا جاتا ' لیکن کیا کیجیے کہ حالات و تجارب اور صد مشاہدات و نتائج اسکے برعکس ہیں ' اور اگر اپنی گذشتہ اور موجودہ حالت پر قائم نہ رہیں ' تو اسمیں ہمارا قصور نہیں -

اسی کانپور میں ' اسی معاملے سے متصل ' اور اسی مسئلہ کے متماثل ' دو مندروں کا واقعہ موجود ہے - پہلا منہدم ' مگر دوسرا اپنے وجود حی و قائم کے اندر ایک صداے بلند ' اور ایک اعلان بصیرت ہے - یہ کہا وہ اس قانون حیات کی شہادت نہیں دے رہا کہ " ہر شے کی زندگی صرف اسکی قوت کے اظہار میں ہے ' نہ کہ تذلل اور عجز انکسار میں " ؟

نہ تو تازہ واقعات ہیں ' گذشتہ واقعات کو بھی اگر سامنے لایا جاے تو اسی کانپور میں نظائر کی کمی نہیں ' مولگنج کے چوراہے پر بھی ایک مسجد واقع ہے - جب ہالسی روڈ نکل رہی تھی تو بعینہ ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا ' یعنی مسجد کا ایک حصہ لیے بغیر سڑک صاف نہیں ہوسکتی تھی - اسوقت کلکٹر ضلع ہالسی صاحب تھے - مسلمانوں کا ایک وفد انکے پاس گیا اور اسوقت کے مسلمان شاید اسوقت کے سے مسلمان نہ تھے - اس مسئلے کی بابت گفتگو کی - صاحب موصوف نے شعائر اسلامیہ پر دست درازی مناسب نہ سمجھی ' مسجد کی ایک انچ زمین بھی نہ لی ' اور سڑک کو ویساہی رہنے دیا - چنانچہ آج تک نہ مسجد ہے - مگر سڑک پر نکلی ہوئی ہے ' اور میں خود آسے دیکھہ چکا ہوں -

وہی حاکم ہے اور وہی قانون - پھر کیا ہے کہ جس عمارت پر آج سے پہلے دست درازی جائز نہیں رکھی گئی تھی ' اس پر آج با اس ہمہ گریہ و زاری ' تضرع و فغاں سنجی ' اظہار وفا کیشی و دعا گوئی ' بے باکانہ دست درازی کیجا رہی ہے ؟

یہ زمانہ قوت پرستی کا ہے - اسمیں فغاں سنجی بے سود ' اور اشکباری بیکار سمجھی جاتی ہے - جس قوم کا مبلغ جد و جہد یہیں تک ہو ' اسکو کوئی زندہ تسلیم نہیں کرتا - مردوں کو ٹھکراتے ہیں ' مگر زندہ انسان کی تعظیم کیلیے استعمال کیا جاتا ہے !

بہرحال یہ تو اس مسئلے کی پچھلی سر گذشت تھی - میموریل بھیجنے والوں اور رزولیوشن پاس کرنے والوں کو جو کچھہ کرنا تھا کرلیا ' اور جو کچھہ اسکے نتائج تھے ' سامنے ہیں ' لیکن اب سوال یہ نہیں ہے کہ کل تک کیا ہوا ؟ بلکہ غور اسپر کرنا ہے کہ کل کیا ہوگا ؟

عہد و مواعید ' امید و توقع ' سعی و سفارش ' آہ و زاری ' عرض تمنا ' اور امروز و فردا ' تا کے ؟ اور غفلت و اہمال تا کجا ؟ کچھہ عجب نہیں کہ عمائدین کانپور کو اپنی دعا ہاے اقبال دولت ' اور گدایانہ التماسات و معروضات سے فرصت نہ ملے ' اور اسلام کی ناموس و عزت کا جو کچھہ فیصلہ ہونے والا ہے ہو جاے - ہمارا تخاطب اسوقت عمائدین کانپور سے نہیں بلکہ وہاں کی عام پبلک سے ہے - ہم کو تازہ ترین حالات معلوم نہیں ' لیکن آخری اطلاعات تک حالات بدستور تھے - اگر انہیں اپنی مسجد کا بھی وہی حال دیکھنا منظور نہیں ' جو حال میں انکے سامنے ایک مندر کا ہوچکا ہے ' تو خدا را آنے والے وقت کو محسوس کریں ' اور اپنی اور اپنی مسجد مقدس کی عزت کی حفاظت کو ارباب دولت و جاہ و رسوخ کے ہاتھوں میں بالکل چھوڑ دینے کی جگہ ' خود اپنے ہاتھوں میں لیں - کچھہ ضرور نہیں کہ قانون کی خلاف ورزی کی جاے - پورے امن ' اور پورے سکون کے ساتھہ ہم اپنے ہر حق کیلیے اپنے جذبات اور اسکی قوت کا اظہار کر سکتے ہیں - عام باشندگان شہر کو فوراً عیدگاہ میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کرنا چاہیے - شہر کے علما اور بزرگان دینی کا فرض اصلی ہے کہ اس معاملے کو غیر متزلزل قوت اور مستحکم ثبات کے ساتھہ اپنے ہاتھہ میں لیں ' اور تمام مسلمانان شہر کو اس جلسے میں عاماً جمع کریں - اس دن شہر کی دکانیں بند ہونی چاہییں ' اور ہر کاروباری مسلمان کو اپنے خداے قدوس و ذوالجلال کی عبادت گاہ کی عزت کیلیے ایک دن وقف راہ الہی کر دینا چاہیے - جلسہ پورے سکون اور وقار کے ساتھہ ہو ' مگر اسکی در و دیوار تک سے جوش ملی و حمیۃ اسلام برستی کی گرمی کے شرارے نکلیں - اسمیں یہ صاف صاف ظاہر کر دیا جاے کہ مسجد کی سوا ہمیں کچھہ معلوم نہیں کہ ہم مسلمان ہیں ' اور ہمارے جسموں سے زندہ گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے ' کٹتی ہوئی رگوں اور ٹپکتے ہوے خون کے ساتھہ کاٹ لیے جاسکتے ہیں ' مگر یہ سوال قطعی ہے کہ مسجد کی زمین ' اسکی عمارت ' بلکہ اسکی چار دیواری کے اندر کے کسی جزو سے ' ایک انچ ' ایک انگل ' ایک جو برابر بھی کوئی ٹکڑا الگ کیا جاسکے !!

تم اپنے اندر قوت پیدا کروگے تو قوت بھی تمہارا ساتھہ دیگی - خدا تعالی نے اپنے مخلص بندوں کی صرف اتنی ہی تعریف نہیں کی کہ وہ اللہ کو پکارتے ہیں (ان الذین قالوا ربنا اللہ) بلکہ اسکے ساتھہ یہ بھی کہا کہ " ثم استقاموا " پھر اسپر مضبوطی کے ساتھہ جم بھی گئے ہیں - پس استقامت اصل کار ' اور تمام کامیابیوں اور نصرت یابیوں کا سبب اصلی ہے -

مسجدوں کی جب کبھی بحث چھڑتی ہے تو یہ صرف چند عمارتوں کا سوال نہیں ہوتا ' بلکہ قومی عزت و ذلت ' اور دینی تذلیل و تعظیم کا - ایک بظاہر اگر آج قائم ہوتی ہے ' تو کل کیلیے اسکے دامن میں ہزاروں واقعات پنہاں ہوے ہیں - اس وقت مسجد کے وضو خانے کا سوال ہے - کس کو معلوم ہے کہ کل محراب و منبر کا نہوگا ؟ اگر مسجدیں ڈھاکر سڑکیں نکالی جا سکتی ہیں ' تو پھر اقلیم ہند کے کسی شہر کی کسی مسجد کی زندگی بھی خطرے سے خالی نہیں -

اگر مسلمانان کانپور نے خود استقامت دکھلائی ' تو وہ مطمئن رہیں کہ تمام مسلمانان ہند انکے ساتھہ ہیں ' اور پھر ضرور ہے کہ ہز آنر سر جیمس مسٹن بالقابہ کی دانشمند گورنمنٹ بھی انکی انصاف طلبی کی صدا سے اغماض نہ کریگی - واللہ عاقبۃ الامور -

فہرست زراعانۂ ہلال احمر

زراعانۂ دولۂ علیہ کی فہرست گذشتہ نمبر میں جہاں تک شائع ہوچکی ہے، اسکا میزان مجموعی حسب ذیل ہے - ابھی بقیہ فہرست کی اشاعت باقی ہے، اور سلسلہ برابر جاری رہیگا -

کل رقم مجموعی از ابتداء فہرست	۲۲۴۲۱۸ -
روانہ شدہ باسم ہلال احمر	۱۱۹۳ -

فہرست نمبر (۱) کی مجموعی رقم ۱۱۸۰۱ - تھی، جو ہلال احمر کے عام چندہ میں شامل کردی گئی - اسکے بعد دو سو پاؤنڈ فہرست نمبر ۲، ۳، ۴ وغیرہ سے روانہ کیے گئے - پس دونوں کی مجموعی رقم ... میزان ہے -

باسم وزیر اعظم دولۂ علیہ بلا تخصیص ہلال احمر	۱۱۵۰۰ -
بقیہ	۲۴۰۷

جو فہرست اس نمبر میں شائع ہوئی، اُسکی رقوم اسکے علاوہ ہیں -

ان رقوم کی فراہمی میں جن حضرات نے سعی فرمائی اور نیز جو حضرات آج بھی مصروف سعی ہیں، بیجا ہوگا اگر الہلال انکا شکر گذار ہو، کیونکہ انہوں نے جو کچھہ کیا ہے، اُسکی شکر گذاری کا حق کسی انسان کو نہیں - انکا اجر صرف اللہ کے یہاں ہے، اور وہی بس کرتا ہے -

---

فلسفۂ فطریہ

فلسفہ سے حکمت عملی اور حقائق اشیا سے آگاہی مراد ہے - مدلسوف یا فلاسفر کی اصطلاح ایسے لوگوں کے لیے استعمال ہوا کرتی ہے، جو ہر ایک چیز کو نقد و احتیار کی نظر سے دیکھتے ہوں اور کسی شے کی نسبت سرسری حیثیت سے کوئی حکم نہ دیتے ہوں - یہ بات تو پرانی تھی، لیکن دورت کی قوت اختراع نے اب ایک اور فلسفہ ایجاد کیا ہے، جس کا مدعا یہ ہے کہ کسی چیز کی نسبت فیصلہ کرنے کے لیے حقیقت شناس نظر کی حاجت نہیں - اس فلسفہ کا نام فلسفۂ فطریہ ہے، اور اس کے علم بردار لندن کے مشہور پادری (ڈاکٹر ہارٹن) ہیں - انہوں نے "کنٹمپورری ریویو" کی تازہ اشاعت میں ہندوستان کے آداب و اخلاق پر بحث کی ہے، اور اس ذیل میں ہندوستان کے لیے استقلال اداری (سلف گورنمنٹ) کے حقوق اس لیے تسلیم نہیں کیے ہیں کہ "محکمۂ پولیس و ریلوے اور بیشتر سرکاری دوائر کے ہندوستانی اہلکار، جھوٹے، رشوت خوار، عیار، بے اعتبار ہوا کرتے ہیں - یہ ملک ایسی سوسائٹی پیدا کرنے سے قاصر ہے، جس کے ایوان وطنیت کے ستون صداقت و عزت نفس اور انصاف و رحم قرار دیے جاسکیں" اس الزام کو ایک حد تک مان لینا چاہیے اور ہر ایک سچے ہندوستانی کو اس کے مٹانے کی کوشش کرنی چاہیے، لیکن اگر یہ واقعہ صحیح ہے کہ دو برس ہوے، مسٹر کیر ہارڈی نے دیوان عام (ہاؤس آف کامنس) میں فرقۂ عمال (لیبر پارٹی) کی اخلاقی کمزوریوں کا ذمہ دار گورنمنٹ کے طرز عمل کو قرار دیا تھا، اور مسٹر بونر لا کی تقریر بھی اس کی تائید میں تھی، تو سوال یہ ہے کہ ہندوستان کے تنزل آداب و زوال اخلاق کا کون ذمہ دار ہے؟ اور یہ ذمہ داری کیونکر پوری ہو سکتی ہے؟

ایں سخن را چہ جواب ست، تو ہم می دانی!

احسن المسائل کامل کا اردو ترجمہ کنز الدقائق - فقہ کی کتاب مستند - قیمت ایک روپیہ - پتہ: مہتمم مطبع فاروقی دہلی

فرانس میں استعمال افیون

دماغی قوی میں غیر طبعی ولولہ و ہیجان پیدا کرنے کے لیے یورپ نے مختلف قسم کے پر تکلف مکیفات پسند کرلیے ہیں، لیکن یہ چیزیں سرور کے لیے کافی نہ تھیں - تکمیل سرخوشی کے لیے پیرس میں اب افیون کا استعمال بھی شروع ہوگیا ہے، اور وہ بھی عیش پرست فرقہ ہی میں نہیں، بلکہ جنگی بیڑہ کے افسروں اور ملاحوں میں - فرانسیسی اخبارات اس موضوع پر طویل الذیل مضامین شائع کر رہے ہیں کہ شراب کے استعمال نے سروں سے دستار تو پہلے ہی اُچھال دی تھی، اب افیون کی آمیزش سے دیکھیے سر بھی باقی رہتا ہے یا نہیں؟ حال میں وزیر بحریہ نے فرانچ اخبار "ماتن" کو اطلاع دی ہے کہ اس کے استیصال کے لیے حکومت مناسب تدبیریں اختیار کرنے کی تحریک منظور کرچکی ہے -

اس واقعہ کو ہندوستان کی حالت سے ملایئے کہ یہاں افیونیوں کا شمار کس قدر وسیع ہے؟ مگر بجائے اس کے کہ سد باب کے لیے گورنمنٹ کوئی حکم نافذ کرتی، پندرہ بیس برس ہوے لکھنؤ میں ایک آنریبل ممبر سے استعمال افیون کی تائید و تصویب میں تقریر کرائی گئی تھی، اور اس سے بھی چالیس پچاس برس پہلے جب چین میں استیصال افیون کی پہلی پہل تحریک ہوئی تھی، تو موافق تاریخ چین (جیمس کارکین) کی تشریح کے مطابق برطانیۂ عظمی کو اس سے جنگ کرنی پڑی تھی کہ ترک افیون کی وجہ سے جب چین میں افیون کی کھپت نہ ہوگی، تو ہندوستان کے مالیہ کو نقصان پہونچیگا!!

پچھلے چند سالوں میں چین کی آہ و زاری سے مجبور ہو کر افیون کے مسئلے پر توجہ بھی کی گئی، تو ایسے قیود و شرائط کے ساتھہ، جن کی وجہ سے برطانیہ کا دست کرم ابھی ایک عرصے تک ہندوستان اور چین میں اس جام مسموم کی بخشش جاری رکھیگا!!

دردمکان دوزخ و دوران بردہک!!

پولینڈ کا ملک، جسے عربی میں بولونیا کہتے ہیں، ایک مدت سے جرمنی، آسٹریا اور روس کے درمیان تقسیم ہو چکا ہے - جرمنی سے جو حصہ متعلق ہے، اُس کی مجلس حرب (جنگی کونسل) کے نائب الرئیس (وائس پریسیڈنٹ) موسیو سنداہ نے ریچسٹاگ (جرمن پارلیمنٹ) کی گذشتہ نشست (سشن) میں ترکی و پولینڈ کے تعلقات پر بحث کرتے ہوے تقریر میں اس پہلو پر زور دیا تھا:

"دولۂ عثمانیہ دوستانہ سلوک اور مہربانی کے برتاؤ کی مستحق ہے - بر اعظم یورپ میں یہی ایک سلطنت ہے، جس نے اُس زمانے میں پولینڈ کی حمایت کی، جبکہ تمام یورپ اُس کا دشمن ہو رہا تھا، اور خود مسیحی دنیا اُس کو پامال کرنے کی فکر میں تھی - پولینڈ تقسیم بھی ہوگیا اور یورپ نے اس انقسام کو تسلیم بھی کر لیا، مگر ترکی نے اب تک اس کی تصدیق نہیں کی - ایسی شریف سلطنت کے دکھہ درد میں شریک نہونا احسان فراموشی ہے"

اس تقریر کا جرمن قوم پر تو کچھہ اثر نہوا، مگر پول (اہل پولینڈ) نہایت متاثر ہیں اور ترکوں کے لیے بڑی فراخدلی سے چندہ فراہم کر رہے ہیں -

پولینڈ کی نصرانیت کو تو اسلام سے یہ ہمدردی ہے، مگر ہندوستان میں اسلام بعض ایسی صورتوں کے اندر بھی موجود بتلایا جاتا ہے، جو ترکوں کی اعانت کے جذبات کو مسلمانان ہند کی قوتوں کی بربادی بتلاتے ہیں!!

۵ - رجب ۱۳۳۱ ہجری

مسئلۂ سود

بہ تذکرہ تحریک آنریبل خواجہ غلام الثقلین صاحب

(۱)

یا ایہا الذین آمنوا ! لا تاکلوا الربوا اضعافاً مضاعفۃ ' واتقوا اللہ ' لعلکم تفلحون (۳ : ۱۲۵)

مسلمانوں ! سود کے لینے سے پرہیز کرو کہ وہ (سود در سود کی صورت میں) دگنا چوگنا ہوتا چلا جاتا ہے ' اللہ سے ڈرو (یہ ظلم و زیادتی ہے اسکا عجب طور میں آتا ہے -) عجب نہیں کہ اس طرح تم دنیا میں فلاح پاؤ -

آنریبل خواجہ غلام الثقلین صاحب نے پچھلے دنوں مسئلہ سود کے متعلق صوبجات متحدہ کی کونسل میں جو مبسوط تقریر کی تھی ' وہ تمام اخبارات اردو و انگریزی میں چھپ چکی ہے - میں وقت فرصت کا منتظر تھا کہ اسکو پڑھسکوں -

اس تقریر کا اخبارات نے عام طور پر تذکرہ کیا ہے ' لیکن میں اسکو دوسری نظر سے دیکھتا ہوں -

سب سے پہلے جناب خواجہ صاحب کو ایک ایسے ضروری اور اہم مسئلے پر ایک مبسوط ' مدلل ' اور پر مغز تقریر کرنے کیلیے تمام قوم کی طرف سے مبارکباد کا مستحق سمجھتا ہوں - انہوں نے فی الحقیقت ممبری کے انتخاب کیلیے بہت جلد اپنے تئیں مستحق ثابت کردیا ' اور انکی قابلیت اور قومی خدمات کے مذہبی ولولے اور جوش کو پیش نظر رکھتے ہوے ' اس بارے میں جو توقعات کی جاسکتی تھیں ' سچ یہ ہے کہ ان میں ذرا بھی ناکامی نہیں ہوئی -

ہماری حالت اپنے ہم وطن بھائیوں سے بالکل مختلف ہے ' اور حالت مختلف ہے تو ہماری تحسین و تقدیم اور جرح و تعدیل کو بھی مختلف ہونا چاہیے - ان میں قابلیت اور اداء فرض کا قحط نہیں ہے - وہ مجالس عامہ اور کونسل کے ہال ' دونوں میں اپنی قابلیت کے بہتر سے بہتر مظاہر رکھتے ہیں ' اور موجودہ ہندوستان کے چہل سالہ عہد میں انہوں نے اپنے کاموں کی ایک اچھی تاریخ مرتب کرلی ہے - لیکن ہماری حالت اسکے بالکل متضاد ہے - قابلیت اور اداء فرض ' دونوں میں ہمارا خانۂ عمل صفر سے زیادہ نہیں - پس ایسی حالت میں اگر ہماری قوم کے اندر کوئی چھوٹا سے چھوٹا کام بھی قابلیت اور صداقت کے ساتھہ انجام پاے ' تو اسکو اوروں کے بہتر سے بہتر کام کے برابر سمجھنا چاہیے - جوہریوں کے بازار میں ہیرے کے مرصع ہار کو بھی کوئی نہیں پوچھتا ' لیکن کسی کوئلے کی کان میں موتی کا ایک دانہ بھی لیکر نکل جائیے ' تو ہر شخص کی نظر پڑیگی کہ یہ کیا چیز ہے ؟

کونسل کی تاریخ میں مسلمان ممبروںکا تذکرہ

ہندوستان میں مجلس وضع قوانین کی ابتدا کو ایک قرن سے زیادہ زمانہ گذر گیا ' اور روان پرودھی کونسل کا ایک پورا عہد انتخاب گذر چکا ہے - لیکن اس تمام عرصے کی پوری تاریخ پڑھ ڈالیے - یہ کسقدر شرم کی بات ہے کہ وہ تمام تر صرف ہندوؤں کی قابلیت ' آزاد بیانی ' حق پرستی ' اور اداء فرض کے صدہا کارنامہ ہاے جلیلہ و عظیمہ کی سرگذشت ہے ' اور سواے ایک واقعہ کے ' مسلمانوں کیلیے کوئی تذکرہ ہمارا اپنے اندر نہیں رکھتی !

ایک واقعہ سے میرا مقصود سید صاحب مرحوم ہیں ' جو کونسل کے ابتدائی عہد میں نوڈ شامل کیے گئے ' اور جنہوں نے مشہور " البرٹ بل " کے معاملہ میں یادگار حصہ لیا تھا -

اور روان کے بعد صرف مسٹر مظہر الحق کو جانتا ہوں ' جنکو مسلمان ممبروں کی عام حالت سے یقیناً مستثنی کردینا چاہیے -

کونسل کے اندر اظہار قابلیت کے متعدد مواقع ہیں - سب سے پہلی چیز تو مناسب اور ممکن التعداد قوانین کا مسودہ پیش کرنا ہے - دوسرے عام مباحث و مذاکرات میں علم و قابلیت اور اجتہاد فکر و راے کے ساتھہ حصہ لینا ' ہر معاملہ اور قانون کے متعلق ملکی مصالح اور اغراض کی حمایت کرنا ' سرکاری تجاویز و خیالات کے بے اعتدالانہ اثر کی اعتدال و قابلیت کے ساتھہ مخالفت کرنا ' بجٹ وغیرہ کے اہم مواقع پر عمدہ اور مفید مباحث و انتقادات پیش کرنا ' ملک کی عام حالت پر نظر رکھنا ' اور اسکے درس و مطالعہ سے کونسل کے کاموں میں مدد لینا ' شمار و اعداد کو ہر معاملے کی نسبت خاص طور پر محفوظ رکھنا ' اور ہر بحث میں ان سے کام لینا ' مفید اور نتیجہ خیز سوالات کرنا ' اور اسکے جوابات سے ملک کی عام معلومات اور راے میں اضافہ ' اور حکومت کی غلطیوں کا انکشاف کرنا - یہ ' اور اسی طرح کے صدہا مواقع ہیں ' کہ ایک قابل شخص کی قابلیت کیلیے کونسل ہال میں آزمایش ہو سکتے ہیں -

پھر حق گوئی اور راست بیانی ایک جوہر اصلی ہے ' جسکی ہر موقعہ پر ضرورت ہے - اور جو ایک روشنی ہے ' جس سے کونسل کا ہال ہی نہیں بلکہ ہر جگہ روشن ہو سکتی ہے -

لیکن افسوس کہ اس تمام عہد گذشتہ و رواں میں مسلمان ممبروں نے ' ان تمام امور میں سے کسی ادنی ترین کام کا بھی اپنے تئیں اہل ثابت نہیں کیا -

البتہ ایک چیز ہے ' جسکی قابلیت کا انہوں نے ہر موقعہ پر ثبوت دیا - اور ایسا قاطع و مانع ' کہ ہندوستان کی کوئی قوم اسکے مقابلے میں اپنے عجز صریح کو نہیں چھپا سکتی - یعنی ملک اور ملکی امیدوں کی تذلیل ' جہل و نادانی کے ساتھہ ہر سرکاری خواہش کا استقبال ' اور ہر صداے حکومت کے آگے بلا تامل رکوع و سجود - اور یہ وہ صفت ملکوتیہ ہے ' جو ملاء اعلی و کروبیان عالم بالا کیلیے بھی بہترین وصف ہے ' جہ جائیکہ کونسل ہال میں انسانوں کیلیے کہ : لا یسبقونہ بالقول ' وہم بامرہ یعملون !! (۱)

اس سے بھی زیادہ درد انگیز بات یہ ہے کہ برائی کے ظہور کی اصلاً دو شکلیں ہوتی ہیں . ایک نیکی کا عدم ' اور دوسرا بدی پر اصرار - پہلی صورت بہتر ہے ' اگر دوسری صورت پیش نہ آے - ایک شخص کچھہ نہیں کرتا - یہ بری بات ہے - لیکن اس شخص سے تو وہ ہزار درجہ بہتر ہے ' جو نہ صرف یہ کہ نیک کام نہیں کرتا ' بلکہ

(۱) سورہ انبیا میں یہ آیۃ فرشتوں کی تعریف میں ہے یعنی وہ اللہ کے احکام پر ایسے عامل ہیں کہ اسکے کسی حکم کے خلاف نہیں کرتے - (مدیر)

اس سے بھی زیادہ نہ کہ برائیوں پر مصر ہے :

مرا بخیر تو امید نیست ، شر مرساں

مسلمان ممبروں نے اتنا ہی نہیں کیا کہ اپنے وجود سے کچھ کام نہیں لیا ، بلکہ اس سے زیادہ یہ ، کہ جب کبھی کچھ کام لیا بھی تو یہی کیا کہ ملک کو نقصان پہنچایا ، اور ہمیشہ اسکی بہترین امیدوں کیلیے ایک سنگ گراں بنکر حائل راہ رہے - یہ ہماری پیشانی پر ایک ایسا داغ سیاہ ہے ، جو افسوس کہ مٹ نہیں سکتا -

بہر حال یہ تو خود ایک بحث ہے - ضمناً ذکر آجاتا ہے تو خیالات کو روک نہیں سکتا - خواجہ صاحب کی تقریر دیکھکر مجھے سب سے زیادہ خوشی یہ ہوئی کہ بالآخر کونسل ہال میں ایک مسلمان ممبر نے ایک اہم اور ضروری مسئلہ کی نسبت لب کشائی کی ، اور اسپر دلیری اور جرأت کے ساتھہ غور کیا - یہ بات گو نہایت اہم نہو ، مگر ہمارے بازار میں جنس حسن عام کی ارزانی ہے ، اسکے ملنے پر خصوصیت کے ساتھہ کیوں نہ خوش ہوں ، گو اوروں کے ہاں وہ عام ہو -

مسئلہ سود اور قرآن کریم

خواجہ صاحب نے اپنی تقریر میں (سود در سود) کے ان نتائج پر قانون کو توجہ دلائی ہے ، جس نے تاریخ کے قدیم ترین زمانے کی طرح اس دور میں بھی انسانوں کی آبادیوں کو ویران کیا ہے ، انکی کوشش اور محنت کے نتائج کو بغیر کسی حق طلبی کے دوسروں کی طرف منتقل کردیا ہے ، اور نہیں معلوم کتنے عالیشان محل ہیں ، جو اسکی بدولت خاک کا ڈھیر بنگئے ہیں ، اور کتنے وسیع قبرستان ہیں ، جنکے اندر اس کی تباہی و ہلاکت کے مجروح پڑے سو رہے ہیں !!

میں نے ہمیشہ اس امر پر غور کیا کہ قرآن کریم نے انسانی معاصی و جرائم کے متعلق طرح طرح کی وعیدیں فرمائی ہیں ، لیکن سود کے متعلق ایک لفظ ایسا کہدیا ہے ، جس سے سخت تر وعید آور کسی سخت سے سخت جرم و معصیت کی نسبت بھی نہیں آئی - ایسا سخت کیا ہے ؟

یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ و ذروا ما بقی من الربوا ، ان کنتم مومنین - فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ و رسولہ (۲ : ۲۷۸)

مسلمانو ! اگر تم صاحب ایمان ہو تو اللہ سے ڈرو اور تمہارے پچھلے لین دین میں جو کچھہ سود باقی رہگیا ہے ، اسے چھوڑ دو ! (پھر) اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو اللہ اور رسول کے ساتھہ لڑنے کیلیے خبردار ہو جاؤ کہ یہ فی الحقیقت اللہ اور اسکے رسول سے اعلان جنگ ہے - (۱)

قرآن کریم نے اس آیت میں سود کے لینے پر اصرار کو " حرب من اللہ و رسولہ " سے تعبیر کیا ہے کہ اسکے لینے والے اللہ اور اسکے رسول سے لڑنے کیلیے مستعد رہیں !

بظاہر یہ تشدد تعجب انگیز معلوم ہوتا ہے - انسان کی وحشیت اور ہمجیت نے دنیا میں کیسی کیسی مہیب معصیتیں کی ہیں ، اور وہ جب سبعیت و درندگی پر آجاتا ہے تو اسکے اعمال کس درجہ خوفناک ہوجاتے ہیں ؟ لیکن یہ کیوں ہے کہ قرآن کریم نے کسی انسانی معصیت کو بھی " حرب من اللہ و رسولہ " سے تعبیر نہیں کیا ، اور اس وعید کیلیے صرف سود ہی کو (کہ محض ایک لین دین اور معاملات کی چیز ہے ، اور زیادہ سے زیادہ انسانی خود غرضی کا ایک ظہور) تمام رذایل انسانیہ میں سے منتخب کیا ؟

حرب من اللہ

انسانی خود غرضی

یہاں اسکی تفسیر مقصود نہیں ہے ، مگر اشارہ ضروری ہے -

سود کے کاروبار کی اگر کوئی تاریخ مرتب کی جاتی تو میں سمجھتا ہوں کہ اس آیت کی بہتر سے بہتر تفسیر خود بخود ہو جاتی -

جلب نفع اور خود غرضی سے اس دنیا کے عجیب ترین جانور کا (جسکو انسان کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے) کوئی فعل خالی نہیں - اور اگر خالی ہے ، تو صرف وہ فعل ، جو اس سے بہ حیثیت مخلوق حیوانی کے صادر نہیں ہوتا ، بلکہ اسکے اندر کی وہ روح انسانیۃ کبری اور معنی خلافۃ الہیہ کام کرنے لگتی ہے ، جو مقام ملکوتیۃ سے بھی ارفع ، اور در باب مقام قدوسیت اعلی ہے - مذہب ، قانون ، اخلاق ، سوسائٹی ، اور اسی طرح کی تمام بندشیں صرف اس خود غرضی ہی کے مظاہر شدیدہ کو روکنے کیلیے ہیں - اور اگر اس خوفناک جانور کے پاؤں میں اتنی بوجھل بیڑیاں نہ ہوتیں ، تو اغراض و استجلاب نفع کا تصادم دنیا کو شیطان کا تخت ، اور

" تو صرف ایک رطل گوشت لے سکتا ہے ، اور عدالت کا فیصلہ واجب التعمیل ہے "

یعنی شائیلاک یہودی اور اسکے مقروض کا وکیل

شیکسپیر نے اپنے مشہور ڈراما (مرچنٹ اف وینس) میں ایک سود خوار یہودی کی خساست اور اسکے مقروض کی مظلومی کا جو نقشہ کھینچا ہے ، وہ اس درجہ مشہور ہے کہ محتاج تشریح نہیں -

حال میں لندن کے ڈروری لین کے دار التمثیل (تھیٹر ہال) میں اسکی تمثیل (ایکٹ) ہوئی ہے ، جسکا ایک سین یہاں سے دکھلایا گیا ہے - مسٹر وارنس نے شائیلاک کا ، اور مس کرٹ ایف نے مقروض کی بیوی کا پارٹ لیا تھا - یہ تصویر اس تمثیل کے اس مرقعہ کی ہے ، جبکہ مقروض کی بیوی وکیل کے لباس میں آئی ہے ، اور اس نے سود خوار شائیلاک سے کہا ہے کہ " بہتر ، اپنے قرض کے بدلے ایک رطل گوشت مقروض کے جسم سے کاٹ لے ، مگر شرط یہ ہے کہ صرف ایک ہی رطل ہو "

(۱) " فاذنوا بحرب من اللہ " مفسرین نے مختلف اقوال جمع کیے ہیں کہ اس سے مقصود کیا ہے ؟ فاذنوا کو بعض نے بکسر دال و مد ہمزہ بر وزن " آمنوا " پڑھا ہے ، اور بعضوں نے بفتح دال ، لیکن مقصود دونوں سے یہی ہے کہ معلوم کرلو یا خبردار ہوجاؤ - حرب من اللہ سے بعض مفسرین نے حقیقی معنی لیے ہیں ، یعنی جو سود لیں گے ، انسے اللہ اور اسکا رسول قتال کریگا ، اور وہ اس سے خبردار ہو جائیں ، لیکن فی الحقیقت یہاں حرب سے مراد واقعی جنگ نہیں ہے ، بلکہ وعید و عقاب اور تہدید و ترہیب میں مبالغہ مقصود ہے ، یعنی اس فعل کو باوجود نہی ترک نہ کرنا ، ایک ایسا جرم قرار دیا ہے ، جو گویا اللہ اور اسکے رسول کے مقابلہ میں حرب جنگ کرنے کے مماثل ہے - اسی لیے ترجمے میں میں نے اسکو واضح کردیا ہے - (مدہ)

درجہ کا نمونہ بنا دیتا : لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم - ثم رددناہ اسفل سافلین ، الا الذین آمنوا و عملوا الصالحات فلہم اجر غیر ممنون (۹۶ : ۶)

انسانی خود غرضی کا مہیب ترین ظہور

اس خود غرضی کا ایک بد ترین ظہور ، جمع و حصول مال کی بھوکھ ہے ، جسکو پیاس کہنا چاہیے ، اگر استسقا کی تشبیہ نسبتاً راس آجائے - لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو اعمال انسانیہ میں اس مرض کا کوئی ظہور اس درجہ انسان کے ملکوتی خصائل کے لیے مہلک ، اسکی بہیمیت و سبعیت کیلیے مقوی ، ہیئۃ اجتماعیہ اور مجامع انسانیہ کی صحت مدنی کیلیے سم قاتل ، اور عالم مخلوقات کے اس حسین ترین مخلوق یعنی انسان کو خوفناک درندہ بنا دینے کیلیے ایک عمل السحر نہیں ہے ، جیسا کہ سود ، اور سود خواری کی زندگی کی مختلف شکلیں -

اخلاق و خصائل انسانیہ بجنسہ تو اسدرجہ نازک ہے ، کہ تجارت اور کاروباری معیشت کی زندگی کی تپش کا بھی متحمل نہیں ہوتا ، اور ہمدردی و مروت کا چشمہ کچھہ نہ کچھہ متاثر ہو ہی جاتا ہے - پھر ظاہر ہے کہ اسکے لیے سود (جس سے بغیر حق محنت حصول نفع کا اصول غیر طبعی قائم ہو جاتا ہے) کس درجہ مضر ہوگا ؟

یقیناً تمام انسانی معاصی میں صرف یہی معصیت " حرب من اللہ و رسولہ " ہے ، کیونکہ اور کسی معصیۃ میں انسان خدا کے بندوں کیلیے اس درجہ بے رحم اور خونخوار نہیں ہو جاتا ، جس درجہ سود کو اپنا وسیلۂ معاش بنا لینے کے بعد از سر تا پا مجسمۂ سنگدلی و قساوت ، و غلاظت و صلابت ہو جاتا ہے - اور خدا کے بندوں کے آگے بے رحمی سے مغرور ہونا ، ہی الضعیف خدا کے آگے مغرور ہو کر آمادۂ جنگ و پیکار ہونا ہے -

* * *

انسان کے اُن تمام بڑے بڑے جرائم پر ، جنکو اسکی خود غرضی کا دیو اسکے اندر سے انجام دیتا ہے ، اپنے سامنے لاؤ ، اور ایک ایک کرکے دیکھو ! بڑے بڑے عادی مجرموں کو تم دیکھوگے کہ بارہا انسانی مظلومی اور بیکسی نے انکی انکھوں کو اشکبار ، اور انکے دلوں کو درد نرم کردیا ہے - سخت سے سخت بے رحم ڈاکو اور قاتل کی نسبت بھی تم سن سکتے ہو کہ اُس نے عین اپنی بے رحمی و قساوت کے کسی عمل کو انجام دیتے وقت ، ایک بڑھیا عورت کی فریاد ، ایک بیکس عورت کی گریۂ و زاری ، اور ایک معصوم بچے کے مضطربانہ حال العفو پر اپنی کھینچی ہوئی تلوار پھینکدی ، اور رحم انصاف کیلیے اسکی بھولی ہوئی معنی انسانیہ آسے یاد آگئی - ڈرامے اور ملکی روایات نے اُن ڈاکوؤں کے حالات قلمبند کیے ہیں ، جو ایک طرف تو دولت مندوں کو لوٹتے ، اور مال و دولت سے بھرے ہوئے قافلوں کو تاخت و تاراج کرتے تھے ، دوسری طرف صدہا بیوہ عورتوں اور بیکس و مسکین خاندان تھے ، جنکو ایک فیاض طبع دست کرم ، اور ایک دریاے بخشش پادشاہ کی طرح امداد و اعانت سے مالا مال کردیتے تھے - انگلستان کے قرون متوسطہ اور ہندوستان کے گذشتہ زمانے کے بڑے بڑے ڈاکوؤں کی نسبت ہر شخص جانتا ہے کہ انہوں نے قصبات و دیہات کی بیکس عورتوں کیلیے باقاعدہ وظائف و مشاہرے مقرر کردیے تھے ، اور روم کے ایک مشہور ڈاکو نے تکنس سے کہا تھا : " میرا مجرم ہاتھہ پادشاہ کے مقدس ہاتھہ سے زیادہ غریبوں اور بیکسوں کی مدد کرتا ہے ، اگرچہ وہ پادشاہ اور میں ڈاکو ہوں "

یہی حال تقریباً انسان کے تمام بڑے بڑے جرائم کا ہے ، اور فضیلۃ انسانیۃ ہر بڑی سے بڑی زندگی کی تاریکی میں بھی ، کبھی نہ کبھی اپنی روشنی کو بے نقاب کردیتی ہے -

لیکن اسکے مقابلے میں ایک سود خوار زندگی کو لاؤ - وہ چور نہیں ہے ، وہ ایک ڈاکو کے نام سے ذلیل و حقیر نہیں کیا جاتا ، لوگ اُس سے پناہ نہیں مانگتے ، بلکہ اسکو ڈھونڈھتے ہیں - وہ پہاڑوں کی غاروں ، اور جنگلوں کے گنجان گوشوں میں مجرموں کی طرح نہیں چھپتا - وہ سوسائٹی سے مردود و مطرود نہیں ہے - اس نے پادشاہ کے قانون کے توڑنے اور انسانوں کے اداب و مراسم کی حقارت کا کوئی جرم نہیں کیا - وہ ایک شہری ہے ، جو مثل ایک شریف باشندۂ شہر کے انسانوں میں رہتا ، اور جسم اجتماعی میں عضو صحیح کی طرح شامل ہے - با ایں ہمہ ، اسکے اعمال کا کیا حال ہے ؟ وہ ڈاکو سے بڑھکر آبادی کو غارت کرتا ، وہ قاتل سے زیادہ انسانی جانوں کو موت سے تبدیل کرتا ، وہ عادی مجرم سے زیادہ سوسائٹی کو تباہ کرتا ، وہ ایک درندہ سے بھی خوفناک و خوں آشام ، اور بھیڑیے اور جنگلی سور سے بھی بڑھکر حیات انسانی کا دشمن ہے - پھر ان سب سے زیادہ یہ کہ سخت سے سخت بے رحم ڈاکو کی آنکھوں سے بھی کبھی نہ کبھی رحم کا ایک قطرۂ اشک ٹپک پڑتا ہے ، پر یہ محال قطعی ہے کہ اسکی قساوت و شقاوت کبھی بھی کسی تڑپتے ہوئے جسم اور کسی پکارتی ہوئی زبان پر ایک لمحے ، ایک دقیقے ، اور ایک عشر دقیقے کیلیے بھی ترس کھاے !!

(سکسپیر) کے ایک (شائلاک) کا ذکر بے سود ہے - دنیا میں اس وقت تک کتنے ہزار شائلاک گذر چکے ہیں ، اور کتنے ہمارے سامنے موجود ہیں !!

ایک اہم نکتہ

اگر ایک شخص چور ہے ، ڈاکو ہے ، قاتل ہے ، تو قانون اسکو قتل کردیگا ، اور انسانی آبادی اس سے پناہ مانگے گی ، لیکن ایک سود خوار ، جو کہتا ہے کہ " انما البیع مثل الربوا " اسکا علاج کیا ہے ؟ اس نے تجارت کی ایک دکان کھولدی ہے ، اور ضرورت و احتیاج انسان کے ہوش و حواس کو معطل کردیتی ہے - ڈاکو سے انسان بھاگتا ہے ، لیکن " شائلاک " کے پاس تو اسکا مظلوم قرضدار خود ہی دوڑ کر گیا تھا - پس فی الحقیقت قتل و غارت کسی قانون اور مذہب کیلیے اسدرجہ سختی کی مستحق نہیں ہو سکتے ، جسقدر کہ سود ، اور سود خواری کی مہیب زندگی -

پھر کیا " حرب من اللہ و رسولہ " سے اسکی تعبیر صحیح نہیں ؟ اور کیا تمام مذاہب عالم میں اسلام کی یہ سب سے بڑی خصوصیت نہیں کہ اس نے با وجود جاہلیت عرب کے اس میں غرق ہونے کے ، سود خواری کو سب سے بڑا جرم اور معصیۃ کبیرہ قرار دیا ؟

تجارت اور لین دین کی بے رحمیوں ، اور ظلم کے رحمیوں میں بہت بڑا فرق ہے - انسان کے تمام مظالم اور بے رحمیاں ایسی ہیں کہ انسانوں کیلیے کوئی دام اور کشش اپنے اندر نہیں رکھتیں - وہ از سر تا پا نفرت اور معصیت ہیں - لوگ انسے پناہ مانگتے ہیں - لیکن ربیہ کا لین دین ایک ایسی شے ہے ، کہ خواہ کیسے ہی سخت سے سخت عنوان ظلم سے ہو ، لیکن چونکہ احتیاج اور ضرورت کو وقتی اور فوری طور پر دور کرنے والی ہے ، اسلیے انسان اس سے بھاگ نہیں سکتا ، بلکہ پناہ مانگنے کی جگہ خود ہی اسکی طرف دوڑتا ہے - وہ جانتا ہے کہ سود خوار ایک بے رحم ڈاکو اور خونخوار درندہ ہے ، لیکن جنگل کے ڈاکو سے نفرت کرتا ، اور اس شہری ڈاکو کے آگے عاجزی سے ہاتھہ جوڑتا ہے ، تا کہ وہ اسے اپنے دام ظلم میں پھنسا لے

کیلیے چھین لے ' اور اسکو مجروح تیغ قسارت و بے رحمی کرنے سے انکار نہ کرے ! !

اسکا نتیجہ یہ ہے کہ آور تمام ہزارہا انسانی بے رحمیاں کسی آبادی کو اسطرح نقصان نہیں پہنچا سکتیں ' جس درجہ پورے شہر میں ایک " سود خوار " کا وجود پہنچا سکتا ہے -

یہی ہے کہ قرآن کریم اسکو سب سے بڑی وعید الہی کا مستحق قرار دیتا ہے -

اسکی علت اصلی

اصل یہ ہے کہ کسی خود غرضی کے عمل اور بے رحمی کے کام میں اسدرجہ استمرار اور مداومت نہیں ہے ' جیسی کسی کاروباری بے رحمی میں - قاتل ایک شخص کو چند لمحوں میں قتل کر ڈالے گا ' ڈاکو ایک گھنٹے کے اندر ایک قافلے کو لوٹ لیگا ' لیکن سود خوار کا عمل ظلم دائمی ' اور انسانی عمروں ' خاندانوں اور نسلوں تک جاری رہتا ہے - وہ جس شکار کو پکڑتا ہے ' اسکی مظلومی و بیکسی کا نظارہ برسوں تک دیکھتا رہتا ہے ' اور جب تک ہمیشہ کے لیے اسکے تڑپنے ' لوٹنے ' اور کراہنے کے نظارہ کا تحمل اپنے اندر پیدا نہ کرلے ' وہ سود خوار نہیں بن سکتا - اسی کا نتیجہ ہے کہ اسکی قسارت و بے رحمی سب سے زیادہ سخت ' اور تمام جرائم کے عادیوں سے زیادہ مستقل و محکم ہوتی ہے - وہ چونکہ ہمیشہ اپنی بے رحمی کے شکاروں کی مظلومی کو دیکھتا رہتا ' اور انکی بیقراریوں کے معائنے کا اپنے دماغ کو عادی بناتا رہتا ہے ' اسلیے رفتہ رفتہ اسکے تمام قواے ملکوتیہ پر ایک عالم ممات طاری ہو جاتا ہے ' اور رحم و ہمدردی کے جذبات اس طرح بیکار و معطل ہو جاتے ہیں کہ کوئی قوی سے قوی محرک بھی انکو زندہ نہیں کرسکتا -

یہ کیا بات ہے کہ ڈاکو رحم کرتا ' مگر سود خوار کی آنکھیں ہمیشہ خشک رہتی ہیں ؟ اسکا سبب یہی ہے کہ ظلم کا استمرار اور بے رحمی کی مداومت ڈاکو کو ویسی نصیب نہیں ' جیسی اور جس درجہ کی بے رحمی میں ایک سود خوار کی تمام زندگی بسر ہو جاتی -

قرآن کریم کی ایک تشبیہ

کیا نہیں دیکھتے کہ اسی حالت مخصوص کی طرف قرآن کریم نے اشارہ کیا ہے ' جبکہ اُس نے سود خواری کی زندگی کا انفاق فی سبیل اللہ کے بعد ذکر کیا ' جو اسکا ضد حقیقی ہے :

الذین یاکلون الربوا '	جو لوگ کہ سود کھاتے ہیں ' وہ کھڑے
لا یقومون الا کما یقوم	نہو سکیں گے مگر اُس پاگل کی طرح '
الذی یتخبطه الشیطان	جسکو شیطان کے اثر نے مخبوط
من المس ' ذلک بانہم	الحواس بنا دیا ہو ' اور یہ اسلیے
قالوا انما البیع مثل	ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ضرور بیع و شراء
الربوا (۲ : ۲۷۶)	بھی مثل سود ہی کے ہے -

افسوس ہے کہ عام (متداول) مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں اس امر پر بالکل توجہ نہیں کی کہ سود خوار کی زندگی کو اس تمثیل کے ساتھہ کیوں بیان کیا گیا ؟ اور پھر اس تمثیل اور حالت کا سبب " ذلک " کہکر اُسکے اس قول کو کیوں قرار دیا کہ " بیع بھی مثل سود کے ہے " ؟

اس سے بھی زیادہ تعجب انگیز امر یہ ہے کہ ان بزرگوں میں سے اکثر نے اس بیان حالت کو بعض آثار مرویہ کی بنا پر صرف قیامت کے دن ہی کیلیے مخصوص کر دیا ہے ' اور اسکی تفسیر یوں کی ہے کہ " لا یقومون - ای یوم القیامۃ من قبورہم " یعنے یہ حالت صرف قیامت کے دن ہی کی نسبت بیان کی گئی ہے -

اور سود خوار قیامت کے دن قبروں سے اسطرح اُٹھائے جائیں گے ' جیسے کوئی مصروع اور آسیب زدہ پاگل ہوا کرتا ہے - اور پھر اسکی مختلف توجیہات قرار دی ہیں -

فی الحقیقت قرآن کریم کے حقائق و معارف کے متعلق آج ایک اہم مبحث ارباب نظر کیلیے یہ بھی ہے کہ اسکے اکثر ارشادات و تمثیلات و بیانات ' جن میں اسی دنیا کی زندگی اور انکے اعمال و نتائج کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ' صرف قیامت اور بعد الممات کی زندگی کیلیے مخصوص سمجھہ لیے گئے ہیں ' اور سخت ضرورت ہے کہ اس مبحث پر نظر ڈالی جاے -

میں انشاء اللہ ماہوار رسالے میں " سود " کے مسئلہ پر ایک مبسوط مضمون لکھونگا کہ اسکے متعلق بعض خاص مباحث پیش نظر ہیں ' اور اس موقعہ کی تفصیل بھی بہتر ہے کہ اُسی وقت کیلیے ملتوی کردی جاے ' لیکن یہاں اتنا عرض کر دیتا ہوں کہ درحقیقت اس آیۃ کریمہ کی تفسیر وہی امور ہیں ' جنکو اوپر بغیر کسی ترتیب کے لکھہ چکا ہوں -

مفسرین صحابہ کی جو روایات اس بارے میں موجود ہیں ' وہ یقینا مستحق قبولیت ہیں - یہ میرا عقیدہ ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر میں لغۃ عرب اور صحابہ کی تفسیر ' یہی دو چیزیں اصل ہیں ' اور اگر صرف انہیں دو اصولوں کو پیش نظر رکھا جاے تو آج تمام مشکلات و غرائب قرآن کا خاتمہ ہے - لیکن تاہم آخرت کی زندگی اس دنیا کی زندگی ہی کا نتیجہ ہے ' اور جو کچھہ کل ہونے والا ہے ' اسکی مثال آج چشم ہاے بصیرت اور دیدہ ہاے اعتبار کیلیے ہمارے سامنے کردی گئی ہے - پھر کیا ضرور ہے کہ ہر نتیجۂ عمل کو صرف قیامت ہی کے دن پر اٹھا رکھا جاے ' اور خود دنیا میں جس شے کا سراغ لگ سکتا ہے ' اسکے لیے صرف دنیا سے باہر ہی کا نظارہ کریں ؟

ایک تفسیری اشارہ

اصل یہ ہے کہ اس آیۃ کریمہ میں ایک سود خوار زندگی ' اسکے عادات و خصائل ' اسکے اعمال و افعال ' اور انکے نتائج کی جیسی جامع و مانع تشبیہ دی گئی ہے ' وہ گویا اس مسئلہ کی ایک پوری کتاب ہے - اہل عرب کا خیال تھا کہ شیطان اور جن کے ضرب سے انسان مجنون و لا یعقل ہو جاتا ہے ' اور صرع (مرگی) کی بیماری در اصل ایک طرح کا آسیب ہوتی ہے - (مس) جنون کے معنی میں بولا جاتا ہے ' اور (ممسوس) پاگل کو کہتے ہیں -

خدا تعالی نے اس آیت میں سود خوار زندگی کو ایک آسیب زدہ پاگل ' اور ایک مصروع کے حالات و خصائص سے تشبیہ دی ہے ' اور مقصود اسکے وہی حالات ہیں ' جو آے دنیا کی زندگی میں پیش آتے ہیں -

ایک شخص ' جو پاگل ہو گیا ہو - ایک مجنون ' جسکی عقل و دانش بالکل معطل ہو - ایک مخبوط الحواس ' جسکے ہوش و حواس کا کارخانہ بگڑ گیا ہو - ایک مصروع ' جو مرگی کے اشتداد سے اپنے اوپر حکومت نہ رکھتا ہو - غور کرکے دیکھیے کہ اسکی حالت کیا ہوتی ہے ؟ وہ عام انسانوں کے طرح ایک کامل و سالم انسان ہوتا ہے - اسکے تمام اعضا و جوارح صحیح ہوتے ہیں ' اسکے تمام امیال و جذبات بالکل ایک تندرست آدمی کی طرح درست ہوتے ہیں - وہ بظاہر بیمار نہیں ہوتا - چلتا ہے ' پھرتا ہے ' بھوک کا اظہار کرتا ہے ' اور پیاس سے ویسا ہی بیقرار ہوتا ہے ' جیسا کہ دنیا کا ہر حیوانی مخلوق -

تاهم وہ انسان نہیں هوتا ' کیونکه انسانوں میں ایک سب سے بڑي قیمتي چیز هے جو اسمیں نہیں هوتي -

یہي حال ایک سودخوار زندگي کا هے - بظاهر اسمیں کوئي برائي نہیں هوتي - وہ سوسایٹي کا ایک جزو ' اور شہر کا ایک جائز باشندہ هوتا هے - عام تاجروں کي طرح اسکي بھي ایک تجارت هوتي هے - وہ مبادلۂ اشیا کي تجارت نہیں کرتا تو کیا هوا ؟ ایک هي جنس کو دیتا اور ایک هي جنس کو لیتا هے ' تو کیا نقصان لازم آگیا ؟ پھر بھي یہ ایک کاروبار اور بیع و شراء هي هے - وہ ڈاکو کی طرح لوٹتا نہیں هے ' اور چور کی طرح چھپ کر چرانے نہیں آتا - جائز لین دین میں پہلی شرط فریقین معاملہ کا راضي هونا اور جبر و اکراہ کا نہونا هے ' اور یہ ظاهر هے که وہ جب کبھي معاملہ کرتا هے تو اُنھی سے کرتا هے جو اسکی شرائط کو بخوشی منظور کرتے ' اور اسکے معاملے پر اپني پوري رضا ظاهر کرتے هیں - وہ تلوار لیکر لوگوں کو نہیں دھمکاتا که اس سے روپیہ لیں ' اور اسکي شرائط کے آگے سر جھکا دیں -

پس ایک شریف انسان ' ایک نا امن شہري ' ایک جائز کاروباري آدمی میں جو کچھه هونا چاهیے ' اسمیں هوتا هے ' اور کوئي بات بظاهر اسکے خلاف نظر نہیں آتي -

لیکن ان تمام مظاهر انسانیت و مدنیۃ کے ساتھه ' دوسري طرف دیکھیے تو معلوم هوتا هے که یہ سب کچھه هے ' مگر ایک شریف انسان اور ایک کاروباري شہري میں سب سے زیادہ ضروری جوهر جو هونا چاهیے ' اسمیں نہیں هے - وہ باوجود انسان هونے کے ایک خوفناک درندہ هے ' وہ باوجود شریف زندگي هونے کے رذالت و سفاهت اور بہیمیت و بربریت کا ایک پیکر مجسم هے - وہ باوجود ایک جائز باشندۂ شہر هونے کے درندوں کے بھٹ اور وحشیوں کے جنگل کا ایک جانور هے - اس نے گو تجارت کي دکان کھولدي هے مگر وہ ایک ڈاکو هے ' جو خود تاجروں کو لوٹتا ' اور بے رحم چوروں کی طرح اپنے صندوقوں کو خالي کر دیتا هے ! !

ایک پاگل آدمي باوجود انسانی صورت هونے کے انسان نہیں هوتا ' کیونکه اسکا نظام حواس و ادراک درهم و برهم هو جاتا هے ' اور یہی شے انسان کا اصلی جوهر شرف هے - بالکل اسی طرح ایک سود خوار باوجود ایک جائز باشندۂ شہر اور شریف زندگی هونے کے ' شریف نہیں هوتا ' کیونکه اسکے تمام جذبات و عواطف ملکوتیه اور فضائل خصائل و اخلاق معطل هو جاتے هیں ' اور یہی وہ چیزیں هیں جو معطل هو جائیں تو:

فلم یبق الا صورت اللحم والدم !

اور زیادہ اس تشبیه پر نظر ڈالیے ! ایک مصروع آدمی کھاتا هے پیتا هے ' عقل و حواس کی باتیں کرتا هے ' بالکل ایک بھلے چنگے آدمي کی طرح اپکے ساتھه دسترخوان پر بیٹھا هوتا هے ' لیکن دفعتاً اسکی حالت میں ایک انقلاب عظیم هوجاتا هے - اسکے هاتھه پاؤں کھینچنے لگتے هیں ' اعصاب میں تشنج هونے لگتا هے ' خون کا دوران جاري و ساري یکایک بند هو جاتا هے - بالکل اس مشین کی طرح جسکا انجن یکایک پھٹ گیا هو ' اسکے هوش و حواس کے کیل پرزے بند هو جاتے هیں ' وہ چکراکر زمین پر گر جاتا هے ' احتضار موت کی سختیوں کی طرح ایڑیاں رگڑتا هے ' منهه سے کف جاري هوجاتا هے ' اور دیکھنے والے متحیر و متعجب هو کر رهجاتے هیں که چند لمحوں کے اندر ایک صحیح و سالم ' مضبوط و توانا ' ذي حس و ذي ارادہ هوش و حواس انسان کی حالت میں ' یہ کیا انقلاب عظیم هو گیا ؟

بعینه یہی حالت سود خوار کی بھی هوتی هے - عالم جذبات و عواطف کی دنیا بھی اجسام و جوارح انسانی کا ایک پرتو هے - ٹھیک ٹھیک مثل ایک مصروع کے دنیا کے سامنے وہ نمودار هوتا هے - اسمیں از فرق تا بقدم کوئي چیز ایسی نہیں هوتی ' جو ایک شریف اور شہري زندگی کی مخالف هو - وہ ڈاکوؤں کي طرح جنگل کے پوشیدہ گوشوں اور پہاڑوں کے تاریک غاروں کو تلاش نہیں کرتا ' بلکه هر مدني وجود کي طرح شہر اور انسانوں کي آبادي کا خواستگار هوتا هے - وہ عین آبادي کے وسط میں مکان بنا کر رهتا هے - وہ کسي شریف شہري کی طرح بازاروں میں خرید و فروخت ' اور گھر کے اندر ملاقات و صحبت میں مصروف نظر آتا هے - تم اسکو هر طرح ایک شریف آدمی کی طرح پاتے هو - وہ تمهارے ساتھه نرمی و محبت سے باتیں کرتا ' تمهارے استقبال کیلیے خوش آمدید کہتا ' تم کو لطف و وداد کے ساتھه اپنے پاس بٹھاتا ' تمهارے ساتھه کھاتا پیتا ' اور چلتا پھرتا هے - لیکن با ایں همه ' جبکه تم ان مظاهر انسانیة سے متاثر ' ان علائم اقبال و عواطف سے مطمئن ' اور ان ابرازات تمدن و حضریة سے خوش وقت هوتے هو ' تو یکایک اسکے نظام جذبات و خصائل میں ایک انقلاب عظیم پیدا هونے لگتا هے - صرع کے جن کی طرح سود خواري کا شیطان اسمیں حلول کر جاتا هے ' اسکی طبیعة مانند کے هیجان کا ابال اسکے دل کے اندر جوش کھا کھا کر اُبلنے لگتا هے - اسکي صورت متغیر هو جاتی هے - رحم و انسانیة کي لطافت و نرمي کي جگه ' وحشت و سبعیت کے آثار و علائم سے اسکي پیشاني مکروہ بن جاتي هے - اسکا چہرہ جو چند لمحے پیشتر ایک انسان کي طرح حسین تھا ' دفعةً ایک خونخوار درندے کي طرح مہیب هو جاتا هے - اسکي آنکھوں میں قساوت و بے رحمي کي سرخي پھر جاتی هے - اسکي ناک کے نتھنے هیجان غیظ و غضب سے خون آشام درندوں کي طرح پھڑکنے لگتے هیں ' اسکا دماغ معطل هو جاتا هے ' اور تمام جذبات و عواطف انسانیة و ملکوتیة اسکے صفحۂ ذهن سے یک لخت محو هو جاتے هیں - پھر ایک مصروع اور آسیب زدہ مریض کی طرح وہ اپنے قابو میں نہیں هوتا اور نه اسکے هوش و حواس اسکے اختیار میں هوتے هیں - اسکے سامنے صرف " سود " کا شیطان هوتا هے ' جو اسکو مسمیریزم کے معمول کي طرح اپنے قبضے میں کر لیتا هے - اسکي آنکھه اور کان ' دونوں انسانیة کي حکمراني سے باغي هوکر صرف شیطان کے تابع فرمان هوجاتے هیں - پھر نه وہ " سود " کے سوا کچھه دیکھتا هے اور نه سود کے سوا کچھه سنتا هے - جس طرح ایک آسیب زدہ کسي مجهول و غیر مرئی وجود کو دیکھکر اسکو پکارتا اور اسکي طرف اشارہ کرتا هے - اسي طرح وہ صرف " سود " هي کي طرف اشارہ کرتا ' اور صرف " سود " هي کي آواز کو سننا چاهتا هے - اسکا صید قهر و ظلم اسکے سامنے خاک پر لوٹتے ' زخمیوں کي طرح چیخے ' یا جاں کني میں تڑپنے والوں کي طرح تڑپے ' پر اسکو کچھه نظر نہیں آتا - وہ مدهوش اور پاگل کي طرح اِن سب باتوں سے بے پروا و بے علم ' صرف " سود ' سود ' سود " کہکر پکارتا ' اور اسکے لینے کیلیے اپنا هاتھه بڑھاتا هے ! ! ان الذین یاکلون الربوا ' لا یقومون الا کما یتخبطه الشیطان من المس ! !

* * *

اس تشبیه کو کہاں تک طول دوں ؟ الهلال کے صفحات اِن مباحث کیلیے متحمل موزوں نہیں - جسقدر زیادہ غور کرتے جائیے گا اور دونوں حالتوں کو اپنے سامنے لائیے گا ' اتنا هي اس تشبیه کی جامعیت اور احاطہ کا انکشاف هوتا جائے گا - یہ صرف سرسري اشارات هیں ' جنسے ایک فکر سلیم اندازہ کر سکتي هے که امثال

و تشبیہات فرآئندہ ابھی ہر مختصر سی مختصر تشبیہ کے اندر بھی مطالب عالیہ، رموز حکمیہ، اور سرائر فطریہ کا ایک بحر بے کنار، بل اوقیانوس حکم و معارف بیکراں ہے - فہم انسانی اسکے سراغ میں نکل سکتی ہے، پر اسکا احاطہ نہیں کرسکتی کہ :

تقاصر عنہ افہام الرجال

اور پھر یہ اسکا فضل ہے کہ جس خوش نصیب کو چاہے، اپنے کلام حکیم کے چند قطرات معارف سے سیراب کرنے کیلیے چن لے - اسکے لیے محض علم و فضل اور مطالعۂ علوم کا دعوا بیکار ہے - کہ بل ہو ایات بینات فی صدور الذین اوتوا العلم، و ما یجحد بآیاتنا الا الظالمون (۲۹ : ۴۸) -

ولو ان ما فی الارض من شجرة اقلام، والبحر یمده من بعده سبعة ابحر، ما نفدت کلمات اللہ، ان اللہ عزیز حکیم ! (۳۱ : ۲۶)	یہ زمین پر لاکھوں اور کروروں درخت جو تم دیکھ رہے ہو، اگر ان سب کی شاخوں کو قلم بنادیا جاے، اور تمام بے کنار و بیکراں سمندروں سے سیاہی کا کام لیا جاے، اور وہ بھی اس طرح کہ جب سمندر ختم ہوکر خشک ہو جائیں، تو ویسے ہی سات نئے عظیم الشان سمندر انکی جگہ

آ موجود ہوں، اور اس طریقے پر اللہ تعالے کی کلمات و آیات کو لکھا جاے، پھر بھی یقین کرو کہ وہ کبھی تمام نہوںگی، کیونکہ وہ حکیم و عزیز ہے " !!

(البقیة تتلی)

باب المراسلة والمناظرة

اخلاق و آداب میں موروثی اثر

یعنی اولاد میں انکے ماں باپ اور خاندان کے اخلاق و خصائل کا اثر بطور وراثت طبیعی کے ہوتا ہے یا نہیں ؟

از جناب مراسلہ نگار فاضل صاحب امضا

(ایک مخصوص نظر علمی)

ناظرین کرام کو یاد ہوگا کہ الہلال نمبر [۱۳] - جلد [۲] میں ایک مضمون [اخلاق] کے عنوان سے درج ہوا تھا - اسمیں اخلاق کے سرچشموں پر بحث کرتے ہوے ظاہر کیا گیا تھا کہ اسکا ایک ذریعہ وراثت بھی ہے -

جناب مولوی محمود صاحب عباسی نے اس سے اختلاف کیا، اور ایک تحریر بھیجی جو بصیغۂ " مراسلہ و مناظرہ " نمبر [۱۵] میں شائع ہوئی تھی اور اسمیں میں نے وعدہ کیا تھا کہ اس مسئلے پر ایک مستقل مضمون لکھونگا -

پھر میں ایسے حالات میں غرق ہو گیا اور لکھنے کی مہلت نہ ملی - لیکن نہایت خوشی کی بات ہے کہ بعض قابل و وسیع النظر اہل قلم نے اس موضوع پر توجہ کی ہے، اور ایک مفید مضمون بغرض اشاعت عنایت فرمایا ہے - الہلال ابتداے اشاعت سے تعلیم یافتہ جماعت کی بد مذاقی کا فریادی ہے، مگر اس قسم کے مضامین کا لکھنا اور الہلال تک پہنچنا اس امر کا ثبوت ہے کہ اب علم دوست طبیعتیں اشغال علمیہ کی طرف متوجہ ہونے لگی ہیں - فالحمد للہ علی ذلک -

آج کی اشاعت میں یہ مضمون شائع کیا جاتا ہے، لیکن میں نے جس مضمون کا وعدہ کیا تھا، اسکی ضرورت ابتک باقی ہے اور اسکے متعلق مواد بکثرت سامنے ہے - انشا اللہ پہلی فرصت میں اسکو قلمبند کرونگا - (اڈیٹر)

۲۳ - اپریل سنہ ۱۹۱۳ء کے الہلال میں فاضل نامہ نگار مسٹر محمود عباسی نے اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوے کہ " اخلاق میں اثر وراثت کو بالکل دخل نہیں " چند قابل انتقاد جملے تحریر کیے ہیں - مسٹر موصوف نے جو باتیں پروفیسر (کارل پیرسن) کے طرف منسوب کی ہیں، وہ یا تو غلط فہمی پر مبنی ہیں، یا اسسے یہ پایا جاتا ہے کہ حضرت عباسی نے پروفیسر موصوف کی کوئی تصنیف نہیں دیکھی -

عباسی صاحب تحریر فرماتے ہیں :

" بقول کارل پیرسن، وراثت کا اثر بالکل غلط ہے، اور جسقدر بھی اخلاقی خصوصیات والدین کی اولاد میں پائی جاتی ہیں، وہ اس تربیت کا نتیجہ ہیں، جو اولاد کو اپنے والدین کے ہاتھوں پہنچتی ہے ...... "

اب ذرا پروفیسر کارل پیرسن کي بھی تقریر ملاحظه ہو - وہ (نیشنل لائف فرم دي سٹینڈ پائنٹ آف سائنس National life (from the stand point of science) میں اخلاقي وراثت کے اصول پر زور دیتے ہوئے لکھتے ہیں :

" والدین کے چال چلن اور اخلاق و اطوار ' انکی خوبیاں ' انکی برائیاں ' اسکی عادات ' انکی بیماریاں - سب کی سب ایک مقررہ نسبت کے ساتھه انکے بچوں کو ورثے میں ملتی ہیں - آدمی کے سر کی شکل ' اس کی دماغی قابلیت و حالت ' گھوڑوں کی تھال کا رنگ ' انیرن کے پھول کی پنکھڑیاں ' پھر اور بہت سی باتیں بغیر کسی استثنا کے موروثی ہیں - قصہ مختصر انسان کے ادنی سے ادنی اخلاق سے لیکر اعلی سے اعلی اخلاق تک ' تمام و کمال موروثی ہیں - "

پھر هکسلے لیکچرز (Huxley Lectures) (۱) میں پروفیسر کارل پیرسن فرماتے ہیں :

" ایک اخلاقاً نا تندرست سٹاک سے اخلاقاً تندرست سٹاک کا پیدا ہونا از قبیل محالات ہے - اور یہ خیال کرنا کہ یہ محال نہیں ہے ' ایسا ہی لغو ہے ' جیسا یہ خیال کہ چیتے بغیر رنگدار دھبوں کے پیدا ہوسکتے ہیں - ایک بیمار اخلاق کی نسل کو ایک تندرست نسل کے ساتھه ملانیکا بدیہی نتیجه یہي ہے کہ تندرست نسل کمزور ہو جائیگي - مثال کے طور پر یہ دیکھنا کافی ہے کہ گندھک کے تیزاب میں جسقدر پانی ملاتے جاؤگے ' اتنا ہي وہ کمزور ہوتا جاے گا - اخلاقي و جسماني امراض میں مبتلا نسل سے قوم کو نجات دینے کا صرف یہي علاج ہے کہ اسے آهسته آهسته مفقود ہو جانے دیا جاوے - تعلیم اور اصول حفظ صحت ' اور دیگر اثرات ' انسان کے موروثي اخلاق کو ہرگز ہرگز تبدیل نہیں کرسکتے "

یہ مقولے مشتے نمونہ از خروارے هدیۂ ناظرین کیے جاتے ہیں ' تاکہ وہ ملاحظه فرمائیں کہ مسٹر عباسی کا یہ بیان کہ کارل پیرسن انکے ہم رائے ہے ' بے بنیاد اور محض غلط فہمی پر مبني ہے -

اخلاق پر ایک بہت ہي عامیانہ بحث (مجھے معاف فرمایا جاے ' اگر تصحیح بحث کیلیے ایسا کہوں) کرکے عباسی صاحب لکھتے ہیں :

" یہ ثابت ہوگیا کہ وراثت اخلاق میں کوئي دخل نہیں رکھتي ... "

میں حیران ہوں کہ صاحب موصوف نے اپنے مضمون میں کہاں یہ ثابت کیا ہے کہ وراثت کو اخلاق میں کوئي دخل نہیں ؟ کیونکہ بحث تو وہ کر رہے ہیں انفصال و ارادہ کی ' جسمیں وراثت کا ذکر تک نہیں - شاید وہ اس غلط سند کو بھی اپنے خیال میں کافی و شافي ثبوت اپنے دعوی کا خیال کرتے ہونگے - اگر بالفرض یہ مان بھي لیا جاے کہ وہ سند صحیح تھی (حالانکہ نہیں ہے) تو بھي اس ایک فقرہ سے یہ بات کہاں پایۂ ثبوت تک پہنچ گئی کہ اخلاق موروثي نہیں ہیں ؟ بہتر ہے کہ اب ہم اس موضوع پر اپنی طرفسے کچھه نہ کہیں ' اور صرف مشاهدات و تجارب میں اس مسئلے کے فیصلے کو تلاش کریں کہ کہاں تک اخلاق میں وراثت کو دخل ہے ' اور کس درجه ہمارے دوست کا دعوا قابل تسلیم ہے ؟

(ولیم پیٹسن) سائنٹفک جرنل میں لکھتے ہیں :

" ہمیں آج تک اس امر میں کامیابي حاصل نہیں ہوئی کہ وراثت کے اثرات کو تبدیل کرسکیں - عورت کے با ثمر ہونیکے وقت سے لیکر بچے کے رحم سے باہر آنے تک ' ایک ذرہ بھر ہم بدي کو باہر نکال نہیں سکتے ' اور نہ ایک ذرہ بھر خوبي رحم کے اندر بھیج سکتے ہیں - بچے کے پیدا ہونیکے بعد کسی قسم کي تعلیم یا دواؤں کے ذریعہ اس بچے کے موروثي اخلاق کو ہرگز ہرگز نہیں بدل سکتے - سویٹ پیز (ایک قسم کا پھول ہے) کا پودہ زمین سے پانچ فٹ بلند ہو جاتا ہے ' حالانکہ اس کا ہم نوع سمال پیز زمین سے ایک فٹ بھی اونچا ہونے نہیں پاتا - چھڑي جو سویٹ پیز کو بلند ہونے میں مدد دیتي ہے ' اور بغیر اس کے وہ اس بلندي تک کبھي بھي پہنچ نہیں سکتا ' سمال پیز کو کسی طرح بھي اونچا نہیں کرسکتي - انسان کے لیے تعلیم و حفظ صحت ایسی ہی ہے ' جیسے پیز کے لیے چھڑي - جس بچے میں صلاحیت کا مادہ موجود ہے ' اسے یہ اپنے ظہور تدریجی یا ارتقاء تدریجی (development) میں مدد دیتے ہیں ' اور بغیر ان کے وہ صلاحیت ضائع ہو جاتی ہے - مگر اس بچے کو ' جسمیں وہ صلاحیت موجود ہی نہیں ' ہرگز ہرگز انسے کوئی مدد نہیں مل سکتی " -

اس بہت بڑے اور مستند شخص کے قول سے دو اصول قابل بحث پیدا ہوتے ہیں جن پر ہم ایک سرسري نظر ڈالیں گے :

اول - انسان کے اخلاق کا زیادہ حصہ موروثی ہوتا ہے -

دوم - موروثی اثرات کا دور کرنا موجودہ علم کے مطابق محالات سے ہے - ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ محالات عقلی میں سے ہے ' بلکہ ابھی تک انسان کا علم اس درجه وسیع نہیں ہوا کہ وہ ان اثرات کے دور کرنے میں کامیاب ہو -

اصول اول کي تحقیق کرتے ہوئے (سر فرانسس گالٹن Sir Francis Galton) علم یوجینکس کے باني مباني حسب ذیل مشاهدات پر پہنچے :

(الف) وراثت کے اثرات میں نصف دونوں والدین کا ' چوتھائي والدین کے چاروں والدین کا ' آٹھواں حصہ تیسري پشت کے آٹھوں اجداد کا ..... و قس علی هذا ...... ہوتا ہے - (ملاحظه ہو بحث بر قانون وراثت سر فرانسس گالٹن A debate on Sir Francis G's Law of Ancestral Inheritance)

ہم اس بات کے ماننے کیلیے تیار ہیں کہ اس قانون میں ترمیم و تنسیخ کي ضرورت ہے ' اور جوں جوں علمي تحقیقات کا دائرہ وسیع ہوتا جائیگا ' یہ قانون بھی خود بخود ایک عملی صورت اختیار کرتا جائیگا - مگر اس بات کے ماننے کے لیے کہ یہ قانون سرے سے ہی غلط ہے ' ہم ہرگز ہرگز تیار نہیں ہیں ' جب تک کہ ہمارے پاس کوئي کافي معتبر ثبوت موجود نہو -

(ب) اگر جسماني و اخلاقي تندرستي کے مدارج مقرر کیے جائیں ' اور انمیں سب سے اعلی درجه خاندان (الف) کا ہو ' دوم (ب) کا ' سوم (ج) کا ' چہارم (د) کا ' پنجم (ر) کا ' اور ششم (س) کا ' و علی هذا ' تو تحقیقات نے ثابت کر دیا ہے کہ اگر قسم (ج) کے ۳۵ - آدمی اپنے سے ایک درجه ادنی قسم میں شادي کرلیں تو وہ صرف ۶ - بچے قسم (ج) کے پیدا کرسکیں گے ' اور اگر وہ قسم (س) میں شادي کریں تو صرف ایک بچه قسم (ج) کا پیدا کریں گے - حالانکہ ۲۵۰۰ - جوڑے قسم (س) کے صرف ایک بچه قسم (ج) کا پیدا کرلیں گے ' اور (س) سے گھٹیا قسم کے جوڑے ایک بھي (ج) کي قسم کا بچه پیدا نہیں کر سکتے !! اس کا ماحصل یہ ہے کہ جسماني و اخلاقي کمزوري کے اسباب

---

(۱) پروفیسر هکسلے کی یادگار میں بڑے بڑے سائنس داں کسي نہ کسي زیر بحث مضمون پر سال بھر کے اندر ایکدفعہ لیکچر دیا کرتے ہیں - چونکہ پروفیسر کارل پیرسن یوجینکس میں ماہر کامل تسلیم کیے جاتے ہیں ' اس لیے انھوں نے اس مضمون پر کئی دفعہ لیکچر دئیے ہیں - ان لیکچروں کے مجموعہ کا نام ہے (هکسلے لکچرز دائي کارل پیرسن)

همارے آبا و اجداد کي طرف منسوب هوے چاهئیں اور وهي انکے ذمه دار هیں -

رائل کمیشن نے (جو سنه ۱۹۰۴ع میں ان معاملات پر غور کرنیکے لیے مقرر هوئي تهي) اپني تحقیقات کا سلسله چار سال تک جاري رکها - اس نے سنه ۱۹۰۸ع میں تحقیقات کي ایک رپورٹ مرتب کي جواب بلیو بک (Blue Book) کي شکل میں چهپ گئي ہے - اس رپورٹ میں صدها مثالیں دیکر یه ثابت کیا گیا ہے که دماغي کمزوري اور جنون عموماً موروثي هوتے هیں - هم اس میں سے ناظرین کي دلچسپي کے لیے چند واقعات کا اقتباس کرتے هیں :

اول - ایک ایسے شخص کا حال جو چند مرتبه چوري کے جرم میں سزا یاب هو چکا تها - اس کے کئي بیٹے تهے - بڑا لڑکا ۱۸ - سال کی عمر سے لیکر ۳۲ - سال کي عمر تک ۳۴ - دفعه سزا یاب هوا - دوسرا لڑکا پندره سال کي عمر سے لیکر ۲۹ - برس کي عمر تک ۱۷ - دفعه اسی چوري کے الزام میں قید هوا !

دوم - ایک چوده سال لڑکے کا حال جس نے اس عمر تک پهنچنے سے پہلے تین مرتبه پونٹنول (Poutenville) کے جیلخانه میں سزاے قید کي عقوبتیں جهیلیں - اس کا باپ اسی جیل خانے میں کئی دفعه جا چکا ہے اور اس کی ماں شارع عام میں شراب پي کر مدهوش هوجانیکے جرم میں سزا پا چکي تهي -

سوم - ایک صحیح و سالم آدمي کا واقعه جسنے ایک ایسي عورت سے شادي کي جوکه سرقهٔ صغیره کے جرم میں کئي دفعه سزاے قید بهگت چکي تهی - اسکی نسبت انسپکٹر جنرل جیلخانه جات کي رپورٹ کا ترجمه حسب ذیل ہے :

" اس جوڑے کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا هوئیں - بڑي لڑکی مقامي پاگل خانے میں عمر کا زیاده حصه بسر کرچکي ہے - چهوٹي لڑکي ابهی کنواري ہے لهذا والد کے زیر حفاظت ہے - پولیس ابهی اسکی نسبت کچهه رپورٹ نهیں کر سکتي "

بقیه دو لڑکوں سے دو کنبے چلے : (م) و (ن) -

پہلے کنبه کا باپ مقامی پاگل خانے میں رہ چکا ہے اور ابهي تک بڑي غضبناک طبیعت رکهتا ہے - اس کی پہلي بیوي سے دو لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا هوئیں - لڑکی کی پیدایش کے چهه هفتے بعد وہ مرگئی -

اس کے بڑے لڑکے کا اعمالنامه حسب ذیل ہے اگرچه اس کی عمر ابهی صرف پچیس برس هی کی ہے :

اٹهاره سال کي عمر میں اسے چوري کرنیکے جرم میں تو بینچ کي گئی - اٹهاره سال کي عمر میں اینڈورر Androver میں ایک گهڑي چرانیکي پاداش میں اسے ایک ماہ کی قید هوئی - اسي سال ونچسٹر کالج میں فریب دهی کي غرض سے اپنا نام داخل رجسٹر کرانیکے جرم میں اسے ایک ماہ کیلیے جیلخانه کی هوا کهاني پڑي - پهر منچسٹر میں چند گهڑیاں چرانیکی جرم میں وہ ایک ماہ کیلیے قید خانے میں بهیج دیا گیا - پهر السٹر میں چوري کے جرم میں دو ماہ کیلیے قید رها - ۱۹ - سال کی عمر میں ڈاکه مارنے کی سعی کے الزام میں بمقام مین فیلڈ Man field ایک ماہ کیلیے بادشاہ کا مهمان رها - اسی سال السٹر میں ایک گهڑي چرانیکے جرم میں اسے ایک ماہ کی اور قید هوئی - اسی سال پهر سات دن کیلیے بهیک مانگنے کی خاطر بند کر دیا گیا - بیس سال کی عمر میں بمقام نارچ کیس بکس چرانیکی غرض سے ایک ماہ کیلیے مقفل کردیا گیا - اسی سال سٹیمفورڈ میں بهیک مانگنے کے جرم میں چوده دن کے لیے پهر قید کیا گیا - پهر ایک ماہ السٹر میں چوري کے لیے اور تین ماہ ڈاکے کے الزام میں شاهی چہار دیواري میں مقید نظر آیا .... چوبیس سال کی عمر میں اسے شارع عام میں بازاري زبان استعمال کرنیکی پاداش میں ۱۰ - شلنگ جرمانه هوا اور اسی سال چوري کے الزام میں ۱۵ - ماہ کیلیے جیلخانه بهیج دیا گیا !!

دوسرا لڑکا گیاره سال کی عمر میں چوري کے جرم میں گرفتار هوا اور اسے چار ماہ کیلیے ایک ریفورمیٹري (Reformatory) (یعنے تربیت خانهٔ جرائم و آوارگی - الهلال) میں بهیج دیا گیا - اور اسکے بعد ۵ - دفعه مجسٹریٹ کے سامنے چوري کے الزام میں حاضر کیا گیا -

باقی تینوں بچے ابهی بهت خورد سال هیں " -

یه تو ایک کنبه تها - اب دوسرے کنبے یعني (م) کا حال بهي سن لیجیے :

" دوسرے بهائی کے نو بچے تهے (بخوف طوالت هم اس طول طویل داستان کا لب لباب درج کریں گے) پہلا لڑکا گیاره دفعه چوري کے الزام میں قید هوا - ایک لڑکی پاگل خانه میں ہے - دوسري لڑکی ایک شادي شده نوجوان کے ساتهه تعلق ناجائز پیدا کر کے اور اپنے والدین کو چهوڑ کر بهاگ گئی اور بهت عرصه تک اسی کے پاس رهی " نتیجه جو هوا وہ ناظرین خیال کر سکتے هیں - باقی بچوں کا حال بهی اسی پر قیاس کرلیجیے -

" چهارم - ایک فاحشه عورت نے گیاره حرامي بچے جنے - انمیں سے پانچ لڑکیاں اس فعل بد کی کئي دفع مرتکب هوچکی هیں -

پنجم - ایک کمزور دماغ عورت کو چاد شهدوں نے گمراه کرکے بے عصمتي پر آماده کیا جسکا نتیجه دو ولد الزنا لڑکیوں کي صورت میں نمودار هوا - بڑي لڑکی کي عمر اس وقت (یعني بر وقت تحقیقات کمیشن) ۱۸ - سال کي ہے اور وہ دو ولد الحرام بچوں کي ماں ہے اور چهوٹي لڑکي ناجائز حمل سے ہے "

یه واقعات ایسے نهیں که انکو محض مستثنیات کهه کر نظر انداز کر دیا جاے بلکه یه ایسے واقعات هیں جو هر روز مشاهدے میں آتے رهتے هیں - کمیشن کي رپورٹ میں اپکو ایسے صدها واقعات ملیں گے جنکو همنے بخوف طوالت نظر انداز کر دیا - جن حضرات کو زیاده شوق ہے وہ اس رپورٹ کو ملاحظه فرما سکتے هیں -

ان تلخیصات علم و تجارب سے وہ دونوں اصول جو همنے بیان کیے تهے ثابت هوتے هیں یعني :

اول - اخلاق کا زیاده حصه موروثی هوتا ہے -

دوم - کسي قسم کي خارجي تعلیم یا تربیت ان موروثي اثرات کو بدل نهیں سکتي -

ریفورمیٹري یا پاگل خانے عارضي طور پر انکے فوري اثر کے ظهور کو روک سکتے هیں مگر جب بیمار انکی حفاظت سے نکلا پهر اپنی فطرت کو لوٹا - واقعه سوم خاص طور پر قابل غور ہے - تقریباً سب کے سب لڑکے گیاره سال کی عمر میں چوري کے جرم میں ماخوذ هوے - اور پهر باقی تمام عمر اسی میں مشغول رہے - ریفورمیٹري میں چار سال تک اور هر طرح کی تعلیم وغیره کے زیر اثر رهنے کے بعد بهی ایک لڑکے کی چوري کی عادت نه گئی !!

یه خیال کرنا که هماري تحریر کا ماحصل یه ثابت کرنا تها که " تمام اخلاق موروثی هی هوتے هیں " غلط هوگا - همارا ماحصل صرف

وثائق و حقائق

نتائج و عبر

استبداد کے نتایج انسان کو دنیا هي میں نظر آجاتے هیں یورپ میں روس کي وسعت حکومت سب پر فائق ہے' اور یه ظاهر ہے که مغربي مدنیت کے تماشاگاه میں اس وسیع رقبۂ حکومت کے فرما نروا کو ایک خاص حیثیت سے تہذیب کا ممثل تسلیم کرنا چاهیے - مغرب کي تہذیب و مدنیت پرگو زیاده بحث کرنے کي ضرورت نہیں ہے' اسلیے که ادرنه و سلانیک و مناستر و قوصوه و طرابلس و مقام رضا (علیه السلام) میں اس کے اصول عمل اچهي طرح عالم آشکار هوچکے هیں' تاهم عجیب بات یه ہے که خود اهل مغرب ان اصول کو مشرق کے مقابله میں جائز رکهنے پر بهي ان کے ممثلوں سے نفرت کرتے هیں' اور سخت اظهار نفرت کے متملي هوتے هیں- نقولا (قیصر نکولس زار روس) کي حکومت نے مسلمانوں کے مدارس بند کردیے' مظلومان بلقان کي اعانت کرنے والوں پر سختیاں کیں' اظهار بے طرفي (نیو ٹریلٹي) پر بهي ارسال فوج و اسلحه و سامان رسد سے جبل اسود (مانٹي نگرو یا قره طاغ) کي طرفداري میں حصه لیتي رهي' اور دول یورپ کے اس اجماع کا باعث هوي که یورپ کي مہذب سر زمین میں مسلمانوں کو حکومت کرنے کا کوئي حق نہیں ہے - یه سب کچهه هوا' اور اس کے نتایج سے تمام اهل مغرب مستفید هورہے هیں' مگر نقولا کي جان عذاب میں ہے - آسایش کي زندگي اُس کو نصیب نہیں' آزادي کے فوائد اُسے حاصل نہیں' پولیس کي حراست میں اُس کي عمر کٹتي ہے' اٹهتے' بیٹهتے' سوتے' جاگتے' کسي عالم میں بهي سپاهیوں کا پهره اُس سے جدا نہیں هوتا - ولیم قیصر جرمني کي شاهزادي لوئیزي کے بزم عقد میں شرکت کے لیے برلین آتا ہے' یہاں فوج کے حصارے جان تو بچ جاتي ہے' مگر اسٹیشن سے ایوان سلطنت تک کي مختصر مسافت میں تماشائیوں اور راه گیروں کے نعره هاے تحقیر توپ و تفنگ بن کے اُس پر برستے هیں ! ! اگر اُس کي اخلاقي حس پہلے هي مرده نہوچکي هوتي' تو یه آتش بازي اسکے سوزش جسم و روح کیلیے کافي تهي-

[بقیه مضمون صفحه ۱۲]

یه ثابت کرنا تها که " وراثت کو اخلاق میں دخل ضرور ہے "

جن حضرات کو اس مضمون پر ایک مبسوط نظر ڈالنے کا شوق ہے اور انگریزي بهي جانتے هیں' وه ان هر دو کتابوں کے علاوه' جنکا حواله همنے اپنے مضمون میں دیا ہے' مندرجۂ ذیل کتب کا بهي ضرور مطالعه فرمالیں :

اول - Heredity مصنفه جے - اے - ٹامسن J. A. Thomson

دوم - هاؤس آف کامنز ڈیبیٹ رپورٹ - مورخه ۱۷ - مئی سنه ۱۹۱۲ - جلد ۳۸ - نمبر ۶۴ -

سوم - رپورٹ رائل کمیشن سنه ۱۹۰۴ - سنه ۱۹۰۸ -

چہارم : کرائم اینڈ ان سینٹی - ڈاکٹر مرسیئر .Crime and Insanity -

(حفی)

نقولا پر کیا منحصر ہے ؟ یورپ کے کسي مستبد (فرمانروا) کو بهي رعایا کي همدردي حاصل نہیں - کہتے هیں که اسلامي دنیا کا قدیم دستور احتساب انسان کي آزاد شخصیت کے حق میں ایک نہایت بدنما قرنطینه تها' لیکن سوال یه ہے که ان مستبدین کے رہنے سہنے' کهانے پینے' سونے جاگنے' چلنے پهرنے' بولنے اور چپ رہنے کا جس کاوش سے احتساب کیا جاتا ہے' یه کیا ہے ؟ وه انسان کو غلام بناتے هیں' دنیا میں غلامي پهیلاتے هیں' قدرت کے بہترین عطیۂ حریت کے استعمال کو' جس سے چڑیاں بهي اپنے گهونسلوں میں اور مچهلیاں بهي اپنے آبخور میں محروم نہیں هیں' انسان کے لیے حرام بتاتے هیں' مگر خود اُن کي حالت کیا ہے ؟ وه خود اپني دار السلطنت میں اپنے هي محکوم شیخ البلد (لارڈ میر) اور تشریفاتي (چمبر لین) کے غلام هوتے هیں - باره گهنٹے پہلے جب تک انہیں اطلاع نه دیں اور اُن سے اجازت نه لے لیں' شہر کے کسي حصے میں نه آسکتے هیں نه جاسکتے هیں - آزادي کے ساتهه سیر و تفریح وه نہیں کرسکتے' تماشا گاهوں میں وه نہیں جاسکتے' کسي عمومي شخص (پبلک مین) سے ملنا چاهیں' کسي کو کچهه لکهنا چاهیں' کوئي بات کرنا چاهیں' سب میں یہي قید هوگي که مجلس مستشار جب اور جس سے ملنے کي اجازت دے' اُس کي پابندي کریں' جو مسوده مرتب هو' وهي لکهیں' جن امور کي تلقین کي جائے' وهي اُن کي زبان سے ادا هوں - ظاهر ہے که ان قیود کے ساتهه ضمیر کي آزادي کیونکر قائم ره سکتي ہے ؟ ان حالتوں میں اگر انهیں رعایا کے مصائب کا احساس نهو' استعباد کي جفا کاریاں نظر نه آئیں' مظلوموں کي فریاد سنائي نه دے' تو اس میں حیرت کي کیا بات ہے ؟ جس کا نور ایمان (کانشنس) مرده هوچکا هو' جس کے ضمیر کي زندگي موت سے بدل چکي هو' اُس کو زنده سمجهنا هي غلط ہے - مراحل زندگي کے طے کرنے میں حامیان استبداد کي جانب سے جو باتیں سد راه هوں' انهي سے انکي شکایت کرنا کے فائده ہے؟ ایک اسٹیچو ہے' ایک کالبد ہے' ایک مجسمه ہے' جو کسي خاص طاقت سے مردم آزاري کے وظائف ادا کررها ہے - اُس سے گله و شکوه کیوں کرو ؟ اُس کے آزار سے محفوظ رہنے کے لیے کوئي معقول و جائز و با اصول ترکیب کیوں نہیں نکالتے ؟ خسرو شعرا مدت هوئي' اس حقیقت کي ترجماني کرچکا ہے' جسے اُس کي روح حکمۃ شعریه' به تبدیل الفاظ' آج بهي سنا رهي ہے :

رسید نالۂ من باز جفاے استبداد
بر آسمان' و شنیدند تیر و کیوانش
اگر بگوش حکومت نمي رسد' زان است
که سالها است که از جسم' پاره شد جانش

عرب میں ایک مثل مشہور ہے : " الحر لا یحتمل الضیم " شریف آدمي سب کچهه برداشت کرلیگا' لیکن کوئي ایسي کارروائي' جس سے اُس کي آزادي و عزت نفس کو صدمه پہونچتا هو' کبهي بهي برداشت نہیں کرسکتا -

(۱) و لا یقیم علی ضیم یراد بـه
إلا الا ذ لان عیر الحي و الوتـد

(۲) هذا علی الخسف مربوط برمته
و ذا یشج فلا یرثي لـه احـد

---

(۱) کوئي مخلوق جس پر جور و ستم مقصود هو وه اس حالت کو کبهي گوارا نه کریگي - بجز دو ذلیل چیزوں کے [۱] قبیله کا اونٹ [۲] اور اُس کے باندهنے کي میخ -

(۲) یه [اونٹ] تو ے آب و گیاه' رسیوں سے بندها هوا' سر جهکاے رهتا ہے - اور اُس [میخ] پر چوٹ پڑتي ہے تو کوئي اُس پر رحم بهي نہیں کرتا -

ابھی ہم ہیں کہ یہ سب کچھ دیکھتے ہیں' اور یہ سب سنتے ہیں' پھر بھی اپنے خاموش و استبداد پسند و بے حس طرز عمل سے مولوی روم کے اس تعیل کا مجسم نمونہ بنے ہوے ہیں کہ :

چشم باز و گوش باز و این ذکا   خیره ام بر چشم بندی خدا

کئی مہینے ہوے مظالمۂ بلقان کے متعلق یورپ سے داد رسی کے توقع پر ترکوں نے ایک انجمن قائم کی تھی' جس کے میر مجلس غازی احمد مختار پاشا تھے - انجمن نے بلقانیوں کے مظالم کی ایک مفصل و مبسوط رپورٹ (تقریر) مرتب کر کے دول یورپ کے پاس بھیجی تھی' جس پر کہیں کہیں سے جواب تو ملا' مگر امدادی کارروائی کسی نے بھی نہ کی اور اسکی توقع بھی نہیں - تین ہفتے ہوے' ترکی اخبار " صباح " نے اس رپورٹ کے متعلق ایک صاف گو فرانسیسی مدبر کا ایک مضمون نقل کیا تھا' جس کا مفاد یہ تھا کہ " نادان و نا فہم بچوں کو راحت پہونچانے اور زحمتوں سے بچانے کا تو دستور ہے' اور یہ دستور کچھ ایسا ناموزوں بھی نہیں' مگر جو قوم قدرت کی دی ہوئی طاقتوں کے استعمال سے بے خبر ہو' اور مصائب سے بچنے میں اپنی طاقت کا سہارا پکڑنے کی جگہ غیروں کے بھرو سے پڑی رہے' وہ ہرگز اس قابل نہیں کہ اسے کسی قسم کی امداد بھی دی جاے " یہ ضابطہ قابل تسلیم ہویا نہو' مگر ترقی پذیر دنیا کا آج اسی پر عمل ہے' اور یہی وہ بنا تھی جس پر کئی سال ہوے' کوریا کے شاہی ایلچی کو جاپانی حکومت کی شکایت کرنے پر ہیگ کانفرنس میں پھانسی دے دی گئی تھی - ان مراتب کو پیش نظر رکھکر سوچو اور سمجھو کہ جس زوال حریت کا تم مرثیہ پڑھتے ہو' جس فناے جلالت کا تمہیں رونا ہے' جس بناے قومیت کے انہدام کا زخم و صدمہ ہے' کیا کبھی تم نے مناسب و معقول ذرایع سے اس کے واپس لانے کی بھی کوشش کی ؟ اور اس بات میں جائز طریقوں پر اپنی طاقت کا بھی استعمال کیا ؟ نفس میں صحیح طور پر کام کرنے کا ولولہ ہی نہیں تو لبوں کی شکوہ سنجی سے کیا حاصل ؟

نہو جب دل ہی پہلو میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو ؟

الفانسو فرمانرواے اندلس پر ایک مشہور فوضوی (انارکسٹ) نے' جس کا نام سانشز ہے' کچھہ زمانہ ہوا گولی چلائی تھی - یہ شخص اصل میں فرقۂ اشتراکیہ (سوشیا لرجسٹم پارٹی) کا ممبر تھا اور الفانسو کی حکومت کا استبداد دیکھہ دیکھہ کے اس کا دشمن ہوگیا تھا - ارتکاب جرم کے بعد پولیس نے اسے گرفتار کرایا - قاعدہ تو یہ ہے کہ ایسے مجرموں کے مقدمات محکمۂ عرفیہ (کورٹ مارشل) میں پیش ہوتے ہیں' اور جرم کی تحقیقات خفیہ اور بالکل ہی خفیہ کی جاتی ہے' مگر ملک کی صحافت (پریس یا اخباری اہتمام) نے ایسے تند و ترش لہجہ میں صداے احتجاج بلند کی کہ' حکومت کو معمولی و اپیلی عدالت میں اجراء مقدمہ کی اجازت دینی پڑی' جس کے علانیہ اجلاس ہوتے رہے' اور اب تک ہو رہے ہیں - مجرم کا جواب دعوی یہ ہے کہ " الفانسو کی حکومت نے اصول

مدنیۃ اطالیا

اطالیا اسوقت جس سب سے بڑی امید کی جستجو' جس سب سے بڑی منزل کے لیے تکا پو' اور جس سب سے زیادہ صحیح راستے کو اختیار کر رہی ہے' وہ یہ ہے کہ لیبیا اور برقہ کے اطراف و جوانب میں اپنی ہزارہا بکھری اور پھیلی ہوئی رعایا کو لاکر آباد' اور ان اطراف کے مذہب کو ایک کر دے' - اور طرابلس میں بربادی اندلس' یعنی اس مصیبت دلدوز' اس آفت اسلام سوز کے احیاء کے ذریعہ' تاریخ کو بازگشت کا موقع دے !

اس نے ان ملمع کار الفاظ میں سادہ لوحوں کو شہ' جاہلوں کو فریب' اور کند ذہنوں سے سخن سازی شروع کی ہے کہ انکو صرف متمدن بنانے' ان کی حالت کو ترقی دینے' انکے شہروں کو آباد کرنے' اور ان کی ثروت کے پروں کو پھیلانے کے لیے آئی ہے' اور یہ ایسے وقت میں' کہ اہل طرابلس کو اطالی برباد کن جہاز نیست و نابود کر رہے تھے' اطالی تلواریں انکے گلے کاٹ رہی تھیں' اطالی توپیں انکے گھر بار اور جھونپڑوں پر آتش افشانی کر رہی تھیں' اور اطالی فوج عزتوں کو چاک' اہل و عیال کو قید' اور مال و دولت کو دست برد کر رہی تھی !

حالانکہ ان شہروں میں اس حکومت نے صرف اسلیے احتلال (قبضہ) کیا ہے تاکہ اپنے بکھرے ہوے پیروں کو اسمیں جمع کرے' انکے ناکردہ گناہ اصلی باشندوں کو اپنے آہنی پنجہ ظلم میں دبالے'

[بقیہ مضمون پہلا کالم]

اشتراک کو سخت صدمے پہونچاتے ہیں' کارفرماؤں کے مقابلے میں کارکنوں کی کچھہ پیش نہیں جاتی - معدلت کے جو اصول ہیں اُن میں خود استبداد غالب ہے - تمام ظالمانہ احکام الفانسو ہی کے نام سے نافذ ہوتے ہیں' لہذا اس کے قتل کی کوشش کوئی بے اصول و غیر آئینی کوشش نہیں کہی جاسکتی - جسم کے کسی عضو میں کوئی مہلک خرابی آجاتی ہے تو اسے کاٹ دیتے ہیں کہ دوسرے اعضا بھی اس سے ماؤف نہو جائیں' انسان کی ہیئۃ اجتماعیہ میں بھی یہی کیفیت ہے' اور اس کی ضرر رسانی کا استیصال بھی اسی ضابطہ کے تحت میں ہونا چاہیے "

خود یورپ کی فضا تو ان صداؤں سے گونج رہی ہے' مگر وا مشرق ہے جاہتا ہے کہ اسکے سکوت تعبد میں انصاف جوئی اور حق طلبی کی آواز سے بھی خلل نہ پڑے !!

قرآن کریم کی اصطلاح میں یہی چیز اخلاقی " تطفف " ہے :

ویل للمطففین '	بربادی و تباہی ہو تول میں
الذین اذا اکتالوا	کم دینے والوں کیلیے' کہ
علی الناس یستوفون '	جب لوگوں سے خود کوئی شے
و اذا کالوهم او وزنوهم	ماپ کر لیں تو پورا پورا لیں'
یخسرون (۸۳ : ۱)	لیکن جب الکو دیں تو کم کر کے دیں !!

بنغازی میں اطالی افسروں نے ایک جرمن پادری کو گرفتار کیا ہے - اس جرم میں کہ اس نے رحم و انسانیت پر وعظ کہا تھا ! !

اور انکے لیے گذشتہ صدیوں کی وحشیت و درندگی پھر عود کر آے !

ہر شخص جانتا ہے کہ اطالیا سواحل بنغازی سے (جہاں تک کہ اسکے بیڑے کی توپوں کے گولے جاتے ہیں) آگے اب تک نہیں بڑھسکی ہے - بیس دن ہوے کہ اس نے نفس بد نے اسے سمجھایا کہ کم از کم (سانیہ فقیہ محمد بن شلتوان) پر کہ سواحل بنغازی سے صرف ادھہ گھنٹہ کی مسافت پر واقع ہے ' یلغار کرے - اسکی بزدل فوج استحکامات بناتی' اور سرحدیں مستحکم کرتی ہوئی نکلی' اور برابر پیش قدمی کرتی ہوئی بڑھتی گئی - یہاں تک کہ شدہ شدہ بیس گھنٹے کی مسافت طے کرگئی - جب ان شیران حریف افگن کے نیستانوں کے قریب پہنچی تو وہ ایک بار ہی پھرے اور اس زور سے حملہ کیا کہ چند لمحوں کے اندر ہی صدہا لاشیں تڑپ گئیں ' اور جو بچے' وہ اس عالم میں بھاگے' کہ ساحل بحر سے ادھر ایک لمحہ کیلیے بھی کہیں دم نہ لیا ! !

مگر مزے کی بات یہ ہے کہ ایک طرف تو بنغازی میں اطالیا کی جنگی حالت یہ ہے' دوسری طرف سرکاری خبریں کہتی ہیں کہ اب تک اطالیا نے سادہ لوحان طرابلس سے نرم کلامی کا سررشتہ ہاتھہ سے نہیں دیا ہے - وزیر مستعمرات (نوابادی) ان سے وعدے کرتا ہے' انہیں امیدیں دلاتا ہے ' انہیں پھسلاتا ہے' انہیں بہلاتا ہے ' کیونکہ اسے یقین ہے کہ ملک داری ' ستمرانی ' خانماں بربادی ' عصمت دری ' اور مردم کشی سے نہیں ہوتی بلکہ نرمی' فریب ' روباہ بازی' اور سیم و زر کے عوض میں دنی الطبع و سفلہ مزاج دلوں کی خریداری سے ہوتی ہے ! ! با این ہمہ اسکی فوج میں ایک جماعت ہے جو قتل و سفاکی وغیرہ وغیرہ سے دامن کی آگ بھی روشن کرتی رہتی ہے - پس اگر اطالیا اپنی اس فرنگیانہ ستمرانیوں کو نرمی اور حسن سلوک خیال کرتی ہے تو اللہ اکبر ! اتنی وقت کیا ہوگا جب کہ سختی ' کینہ کشی '

تنگ کیری اسکے ان خیالات کو پورا کریگی ' جنکو اسکا کینہ پرور سینہ چھپاے ہوے ہے ؟ ؟

کل کی بات ہے کہ بنغازی میں ایک غریب الوطن جرمنی کے پادری کو اسلیے قید کردیا گیا تھا' کہ وہ اپنے معمولی مواعظ میں انسانی رحم و ہمدردی کے الفاظ بکثرت کیوں بولتا ہے ؟

بعض دیگر ارباب مستعمرات حکومتوں کی پیروی میں ' حکومت اطالیا نے بھی بنغازی کی فوج کے لیے بازار والوں کو (کہ متوسط طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں) بجبر بھرتی کرنا' اور عوام کے لیے رزق کے دروازے بند کرنا شروع کردیا ہے - بالکل مبالغہ نہ ہوگا ' اگر کہا جاے کہ اسوقت طرابلس کے اطالوی مقبوضات میں احتیاج' فاقہ' اور ضرورت کی جو گرم بازاری ہے' اسکی نظیر کہیں نہیں ملسکتی -

عرب طرابلس کے ساتھہ حکومت اطالیا جو کچھہ کرنا چاہتی ہے' اسکا اندازہ اسکے اعمال و احکام سے ہوسکتا ہے -

غیر اطالوی مال پر ٥ - فیصد چنگی لگائی گئی ہے - اطالوی ممالک میں آلو اور اسی قسم کی دو ایک چیزوں کے سوا پیدا ہی کیا ہوتا ہے ' جو اطالوی تاجر لا کے یہاں فروخت کرینگے ؟ اسکے علاوہ شہری عربوں کا مدار زندگی تو اطالوی بوٹوں کے صاف کرنے پر ہے - پس اگر اطالوی اسباب راحت و آرام لا بھی تو بہ تہیدست انکو خریدینگے کہاں سے ؟ غرض گرانی بڑھیگی اور غریب طبقہ ' کہ آبادی کا بیشتر حصہ ہے ' فاقہ موت کا شکار ہوگا -

تمام دیسی تاجر اس خیال سے ایک تنگ بازار میں نظر بند کیے گئے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہاں سے اسکندریہ تجارت کے بہانے چلے جائیں اور مجاہدین سے ملجائیں !

چند مدارس بھی کھولے گئے ہیں اور یہ یورپ کا سب سے بڑا شیطانی دسیسہ ہے - ان میں قران حکیم کے علاوہ (جسکی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ پڑھایا جائیگا) باقی تمام تعلیم صرف اطالوی زبان میں ہوگی جو کچھہ شروع بھی ہوگئی ہے -

ایک معمولی اطالوی کی رپورٹ پر عربوں کو انکی زمینوں سے بیدخل کردیا جاتا ہے ' اور وہ زمینیں نہایت ارزاں قیمت پر اطالویوں کے ہاتھہ فروخت کردی جاتی ہیں - ان مصائب پر مستزاد یہ ہے کہ جب سے اطالوی آئے ہیں ' قحط و گرانی برابر رہتی ہے اور بھوک کا خراج دینے کے لیے وہ بدبخت اپنی زمینیں اور گھر اطالویوں کے ہاتھہ نہایت کم قیمت پر خود ہی فروخت کرڈالتے ہیں -

دولت عثمانیہ نے جو استقلال اداری دیا ہے ' اسکی حالت یہ ہے کہ نائب السلطان اپنے گھر تک پر عثمانی علم نصب نہیں کرسکتا ! -

بنغازی میں نادار و فقیر الحال لوگوں کو جنمیں بچے اور عورتیں بھی شامل ہیں اسلیے قید کرلیا ہے کہ وہ اپنا تمام سامان فوج کے حوالے نہیں کردیتے

ادبیات

مذہب یا سیاست

تم کسی قوم کی تاریخ اٹھا کر دیکھو * دو ہی باتیں ہیں کہ جن پر ہے ترقی کا مدار

یا کوئی جذبۂ دینی تھا، کہ جس نے دم میں * کردیا ذرا افسردہ کو ہم رنگ شرار

ہے یہ وہ قوت پر زور کہ جسکی ٹھوکر * سنگ خارا کو بنا دیتی ہے اک مشت غبار

اسکی زد کھا کے لرز جاتی ہے بنیاد زمیں * اس سے ٹکرا کے بکھر جاتے ہیں اوراق دیار

یہ اسیکا تھا کرشمہ کہ عرب کے بچے * کھیلنے جاتے تھے ایوانکۂ کسرا میں شکار

وہ الٹ دیتے تھے دنیا کا مرقع دم میں * جنکے ہاتوں میں رہا کرتی تھی اونٹوں کی مہار

اسکی برکت تھی کہ صحرائے حجازی کی سموم * دفعتاً دہر میں جاکر چمن آرائے بہار

یہ اسیکا تھا کرشمہ کہ عرب کے رہزن * فاش کرنے لگے جبریل امیں کے اسرار

***

یا کوئی جذبۂ ملک و وطن تھا، جسنے * کردیے دم میں قوائے عملی سب بیدار

ہے اسی مے سے یہ سرمستی احرار وطن * ہے اسی نشے سے یہ گرمی ہنگامۂ کار

***

آپ دونوں سے کیے دیتے ہیں ہم کو محروم * نہ سیاست ہے نہ ناموس شریعت کا وقار

مدتوں بحث سیاست کی اجازت ہی نہ تھی * کہ وفاداری مسلم کا تھا یہ خاص شعار

اب اجازت ہے مگر دایرۂ بحث یہ ہے * کہ گورنمنٹ سے اس بات کے ہوں عرضہ گذار

"ہم کو پامال کیے دیتے ہیں ابنائے وطن * ڈر ہے، بس جائے نہ یہ فرقۂ اخلاص شعار

یہ بھی اک گونہ شکایت ہے غلاموں کو ضرور * کہ مذاہب میں ہے کم حلقہ بگوشوں کا شمار"

***

اب رہا جذبۂ دینی، تو وہ اسطرح مٹا * کہ ہمیں آپ ہی آتا ہے اب اس نام سے عار

وضع میں، طرز میں، اخلاق میں، سیرت میں، کہیں * نظر آتے نہیں کچھ حرمت دیں کے آثار

آپ نے ہم کو سکھائے ہیں جو یورپ کے علوم * اس ضرورت سے نہیں قوم کو ہرگز انکار

بحث یہ ہے کہ وہ اس طرز سے بھی ممکن تھا * کہ نہ گھٹتا کبھی ناموس شریعت کا وقار

ہم نے پہلے بھی تو اغیار کے سیکھے تھے علوم * ہم نے چکھے بھی تو اس نشہ کا دیکھا ہے خمار

نام لیتے تھے ارسطو کا ادب سے، ہر چند * تھے فلاطون الہی کے بھی گو شکر گذار

جانتے تھے مگر اسبات کو بھی اہل نظر * کہ حریفوں کو نہیں انجمن خاص میں بار

یعنی یہ بادۂ عرفاں کے نہیں درد شناس * محرم اسرار کے یہ لوگ نہیں بادہ گسار

***

آج ہر بات میں ہے ذہان تفرنج پیدا * آج ہر رنگ میں یورپ کا نمایاں ہے شعار

ہیں شریعت کے مسایل بھی وہیں تک مقبول * کہ جہاں تک انہیں معقول بنالیں اغیار

***

نہ شریعت، نہ سیاست، تو پھر آپ کہئے ابھی * یہ تگ و دو ہے، یہ شورش ہے، یہ غل ہے، یہ پکار؟

(شبلی نعمانی)

معرکۂ سینغل

الجزائر میں منطقہ استنبولیہ کے قریب ایک مقام ہے' جو العنق کے نام سے معروف ہے - اس میں ایک بازار ہے جسکو (سوق سلیغل) کہتے ہیں - ۱۰ - اپریل کو اس بازار میں اس آتش وطن و حریت پرستی کے پھر شعلے بھڑکے' جو آج ایک صدی سے باشندگان مغرب اقصی کے سینوں میں سلگ رہی ہے' اور جسکے بجھانے کے لیے بارہا اعداء حریت و انسانیۃ یعنی فرانسیسی ملاعنہ کی تلواریں جزائری خون کی نہریں بہا چکی ہیں -

اس معرکۂ مقدسہ یا کرشمہ طرازی حریت و وطن پرستی کی داستان تازہ عربی ڈاک سے موصول ہوئی ہے -

بروجی اور مثالسہ کے حریت پرست قبیلوں کے مجاہدین کا ایک جم غفیر سوق سیلی غال میں جمع ہوا - ان جانبازان راہ حریت و وطن کی تعداد صرف ۱۸ - سو تھی' جنمیں ۶۰ - سو اسپ سوار' اور ۱۲ - سو پیادے تھے -

اس اجتماع کا مقصد یہ تھا کہ مرکز نخیلہ میں فرانسیسی غار تگران حریت پر حملہ کیا جاے - (مولویہ) کے بعض مرکزوں نے اسکی اطلاع جنرل آلیکس کو دیدی -

مغرب اقصی کے مشرقی حصے کے فرانسیسی قائد نے یہ طے کیا کہ ان مجاہدین کرام کے آغاز عمل سے پہلے ان پر حملہ کرکے' انکا شیراز برہم کردیا جاے - اس قرار داد کی بنا پر اس نے ایک ریجیمنٹ ترتیب دی' جسکی قیادت خود اپنے ہاتھہ میں لی' اور ۹ - بجے شب کو مرادہ سے نکل کے روانہ ہوگیا - صبح ہوتے ہوتے نخیلہ کے قریب پہنچا' اور اسکی محاذات میں مقیم ہوگیا -

اس تازہ فوج کی آمد فرانسیسی محافظ فوج کے لیے ایک مژدۂ جاں بخش تھی' جو ان مجاہدین راہ حریت کی تیغ خوں آشام سے انہیں نجات دینے کے لیے آئی تھی - اس نے نہایت گرمجوشی اور مسرت آمیز ازخود رفتگی کے ساتھہ استقبال کیا' اور اپنی جماعت میں سے بھی چند پلٹنیں بطور مزید کمک کے ساتھہ لے لیں -

فاس دار الحکومت مراکش کا ایک تاراج شدہ بازار

حملہ فرانس کے بعد

یہ مجموعی فوج دو حصوں میں منقسم ہوکے آگے بڑھی - اور کوہ زاغ سے اترکے مجاہدین کرام کی منزلگاہ کی طرف روانہ ہوگئی - منزلگاہ سے جب اسقدر قریب پہنچگئی کہ خیموں کی چوٹیاں نظر آنے لگیں تو فرانسیسی توپخانہ مرکز مناسب کی جستجو کی غرض سے پیچھے رہگیا' اور دونوں رجیمنٹ آگے بڑھیں - صبح کا وقت تھا - قریباً ۵ - بجے تھے - دفعتاً ایک آواز سنائی دی - یہ آواز ایک مغربی مجاہد کی بندوق کی تھی' جو اس نے فرانسیسی ملاعنہ کے سواروں پر سر کی تھی - آواز بمشکل خاموش ہوئی تھی کہ نعرہ ہاے تکبیر بلند ہوئی' اور نعروں کے ساتھہ ہی مختلف اطراف و اکناف سے سواروں کی ٹولیاں آتی ہوئی نظر آئیں - گھوڑوں کی باگیں ڈھیلی تھیں' اور سرعت رفتار کی یہ حالت تھی کہ ٹاپیں بمشکل زمین پر پڑتی تھیں - بندوقیں سواروں کے سینوں سے لگی ہوئی تھیں' اور دہانوں سے گولیوں کی بارش ہو رہی تھی - مجاہدین کرام اور جنود ملاعنۂ فرانسیسیہ میں چونکہ مسافت زائد تھی' اسلیے گولیوں کی زد سے محفوظ تھے - سوار پیادوں کے انتظار میں رک گئے - پیادے جب آگئے تو سب ملکے آگ برساتے ہوے آگے بڑھے - مجاہدین نے جو نقشۂ جنگ تجویز کیا تھا' وہ یہ تھا کہ سواروں کی ٹولیاں مختلف اطراف و اکناف سے نکلیں' اور دشمن کی طرف اس انداز سے بڑھیں' کہ جب اسکے قریب پہنچ جائیں تو انکا ایک حصار آہنی

(بقیہ صفحہ ۱۵)

سرکاری دفتروں کی حالت عجیب و غریب ہے - مسلمان ملازموں میں سے ایک شخص بھی ایسا نہیں جو اطالوی زبان اچھی طرح جانتا ہو' مگر باایں ہمہ وہ فریب دہی کیلیے رکھے گئے ہیں اور انکا کام یہ ہے کہ گھروں میں بیٹھے رہیں - قطع نظر اسکے کہ اس سے بیکاری کی عادت پیدا ہوتی ہے' ہر شخص سمجھہ سکتا ہے کہ یہ پنشن ہمیشہ نہیں ملیگی اور جلد یا بدیر موقوف ہو جائیگی' پھر وہ نان شبینہ تک کو محتاج ہو جائیں گے -

ڈاک کے محکمے میں ایسے لوگ رکھے گئے ہیں جو عربی حروف تک نہیں پہچانتے ! عدالتوں میں اہل کریٹ و یونان رکھے گئے ہیں' جنھوں نے اطالوی تبعیت کو قبول کرلیا ہے - مختصراً یہ کہ جن محکموں سے عربوں کو شب و روز کام پڑتا ہے' انمیں ایک شخص بھی ایسا نہیں ہے جو عربی پوری طرح جانتا ہو -

اس مختصر مضمون میں ان تمام مظالم و مصائب کا استقصاء ناممکن ہے جو اس وقت طرابلس میں نازل ہو رہے ہیں اور جنمیں سے ہر ایک' برق خرمن ریزی ہے' اور جو اسلیے گرائی جا رہی ہے کہ شہری و ساحلی عربوں کی بیخکنی کردی جاے -

چونکہ شیخ سنوسی (متع اللہ المسلمین بطول بقاله) نے اطالیا کے موجودہ مقاصد اور آیندہ کے پوشیدہ ارادوں کو محسوس کر لیا ہے' اسلیے اعلان کردیا ہے کہ انکا جہاد برابر جاری رکھا جائیگا - یہاں تک کہ اللہ اسلام اور اسکے دشمنوں میں فیصلہ کردے -

یہ تمام حال ساحلی مقامات اور شہر کا ہے - البتہ اندرون طرابلس اب تک شر لعنۃ مسیحیہ سے محفوظ ہے' اور یہ اللہ کے ہاتھہ میں ہے کہ وہ اسکے مستقبل کو اسکے حال سے بہتر کرے -

بن جائے - اسمیں دشمن ہر چہار طرف سے گہرا ہو' اور اسقدر شدید آتشباری کی جاے کہ تہوڑی ہی دیر میں گہوڑوں کی زینیں سواروں سے خالی نظر آنے لگیں ! !

مجاہدین اسلام کا پڑاؤ معرکہ گاہ سے ۳ - ۴ سو میٹر کی مسافت پر تہا' فرانسیسی آتش باش توپوں نے اس پر گراں وزن گولے اتارنا شروع کردیے - پڑاؤ قلعہ نہ تہا کہ اسکی سنگین دیواریں انکے پناہ گزینوں کے لیے سینہ سپر ہوتیں - فدا کاران حریت نے دیکہا کہ اب تبدیل مقام نا گزیر ہے - فوراً اسکے انتظام میں مصروف ہوگئے - فرانسیسیوں نے اس مشغولیت کو مغتنم خیال کیا - جنرل الیکس جو اب تک کوہ زاغ کی چوٹی پر کہڑا' رفتار جنگ دیکہ رہا تہا' اترا' اور فوج کو لیکے دفعۃً مکر انتظام کے ساتہ ٹوٹ پڑا - حملہ خطرناک موقع شناسی کے ساتہ کیا گیا تہا' جسکا نتیجہ عموماً فوج حریف کی پراگندگی' برہمی' اور دیوانہ وار گریز کی صورت میں نکلتا ہے' مگر یہ علم بردارن حریت جوش سر فروشی کے ساتہ کمال جنگ آرائی بہی رکہتے تہے - پہاڑوں میں فوراً ایک انتظام قائم کیا گیا' اور اپنے سامنے کے نشیب و فراز سے پورا فائدہ آٹھانے کا موقع حاصل کرلیا -

حملہ آوروں نے آگ برسانا شروع کردیا - دشمن کے گولے آتشیں شہاب ثاقب تہے کہ فضا سے زمین پر بکثرت آرہے تہے' مگر سواروں کی بے جگری کا یہ عالم تہا کہ نہایت بے پروائی سے ہر طرف گہوڑے اڑاے پہرتے تہے' اور برق کی طرح کبہی یہاں تہے اور کبہی وہاں ! !

۹ - بجے صبح سے زوال آفتاب کے ایک گہنٹہ بعد تک آتشباری ہوتی رہی' اور گو فرانسیسی فوج ایک طرف تربیت یافتہ اور دوسری طرف فرانس کے جہنمی اسلحہ سے آراستہ تہی' مگر با اینہمہ ان جانباز پرستاران اسلام و وطن کی "بنیان مرصوص" کو اپنی جگہ سے نہ ہٹا سکے' اور عاجز ہو کے خود ہی نخیلہ واپس چلے گئے - مجاہدین کرام میں بعض نے موخرۃ الجیش (بالکل آخر کی فوج) پر تہوڑی دیر تک آتشباری کی' لیکن بیشتر حصہ کوہ و جبال کی طرف چلا گیا -

اس معرکۂ خونریز کے اسطرح انجام پذیر ہونے کے بعد مجاہدین غیور' کارزار سے شہداء اور مجروحین کو لائے - تجہیز و تکفین اور معالجہ سے فراغت کے بعد اپنی جماعت کی رخنہ بندی کے طرف متوجہ ہوے -

مجاہدین سرفروش اور ضروریات جنگ کی فراہمی کے بعد ایک دوسرے فرانسیسی مرکز کی طرف انہوں نے اپنے حملے کا رخ کیا - قالہ فالی کی ماتحتی میں تہوڑی سی فوج تہی - ان مجاہدین میں کچہہ لوگ ایسے بہی تہے' جو فرط شوق جہاد سے با قاعدہ جنگ کا انتظار نہیں کر سکتے تہے - ہن کو تو نہیں جاتے تہے کہ مصلحت عامہ کے خلاف ہوتا - البتہ رات کو پیٹ کے بل رینگتے ہوے قلعہ تک پہنچ جاتے تہے - رفتار کا یہ انداز اسلیے اختیار کیا گیا تہا کہ دشمن کو انکی آمد کا علم نہ ہو - قلعہ کے قریب پہنچکر بندوقیں سر کرتے تہے جن سے کم از کم اتنا تو ہو رہتا کہ دشمن کے سپاہی اور جانور مرتے' زخمی ہوتے' اور کچہہ نہیں تو کم از کم انکی تمام شب اضطراب و قلق اور خوف و بیم ہی میں گزرتی -

جنرل الیکس نے یہ طے کرلیا تہا کہ جو قبیلہ یا جماعت وادی حریت پرستی میں علم جہاد بلند کرے' اسکی تعذیب و تنکیل کے لیے وہ مع اپنے انسانی صورت بہیڑیوں اور آلات جہنمیہ کے فوراً پہنچ جاے' اور اسوقت تک سفاکی و خونریزی جاری رکہے !

تاریخ حسیات اسلامیۂ مسلمانان ہند کا ایک ورق

اعانۂ مہاجرین

تسلیم - مجہے یقین ہے کہ آپ مجہکو اور میرے لڑکے ...... کو نہ بہولے ہونگے - سال گذشتہ میں نے ارزاں ملنے کے لالچ میں برخوردار ... کے نام سے پرچہ جاری کرا دیا تہا' اور بعد میں آپکو یاد ہوگا کہ میں نے ہی یہ واقعہ لکہکر آپ سے استدعا کی تہی کہ پوری قیمت آٹہ روپیہ روانہ کردوں' مگر آپنے یہ گوارا نہیں فرمایا کہ میرے لڑکے سے پوری قیمت لیجاے - اس مرتبہ آٹہ روپیہ اخبار کی واجبی قیمت سے بہی کم قیمت بہیج چکا ہوں - آب آپنے ۸ - آنہ قیمت کا اعلان کیا ہے اور ۷ - روپیہ ۸ آنہ مظلوم ترکوں کے واسطے وقف کردیا ہے - میرے پاس واللہ الفاظ نہیں ہیں' جنکے ذریعہ آپکی اس فیاضی کا اعتراف کروں' اور آپکو بتاؤں کہ میری ذات پر آپکے اس ایثار نے کیا اثر کیا ہے ؟ مگر ہاں میں اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ ہنوز دنیا میں ابتداے اسلام کا نمونہ باقی ہے ! !

موقع تو یہ ایسا تہا کہ عالم گیر کے اُستاد ملا جیون صاحب کے اس قصہ کو دہرا لیا جاتا' کہ جب وہ سراے میں منزل مقصود پر طویل سفر کرکے پہونچے' تو سمجہی سواری ماجانے پر پہر مکانکو واپس روانہ ہوگئے ! پس اسوقت مکرر الہلال خرید لیا جاتا - مگر میں آپسے سچ کہتا ہوں - آپکی حالت ہر اعتبار سے قابل اعانت ہے' اور میرا دل ہرگز نہیں گوارا کرتا کہ آپ جن نقصانات کو برداشت کر رہے ہیں' ان سے زیادہ آپسے توقع رکہی جاے - بخدا اگر آسانی سے ممکن ہوتا تو میں

[بقیہ مضمون پہلا کالم]

جب تک یہ علم مبارک سرنگوں نہ ہو جاے - قبائل الجزائر کی حالت معلوم ہے - وہ بے برگ و نوا' بے اعوان و انصار' بے علوم و معارف انسانوں کا ایک گروہ ہے' جن سے انکی عزیز ترین متاع یعنی حریت و استقلال سلب کرلی گئی ہے' اور گو اس پر ایک مدت مدید گزر گئی' مگر وہ اپنی چہنی ہوئی حریت و حکومت کو نہیں بہولتے - ہر وقت ایک آگ سی لگی رہتی ہے' اور جب فرانس کے مظالم کا دامن اسکو ہوا دیتا ہے تو اس سے شعلے بلند ہونے لگتے ہیں - انکو خون کی بارش' دبا سکتی ہے' مگر بجہا نہیں سکتی -

معرکہ سینغال کے بعد مرکز نخیلہ کی طرف سکون ہو گیا - مگر دوسرے مرکز کے قریب شعلے بہڑک رہے تہے - جنرل مذ کور نے اپنی مستعدی اور قدرت کے اظہار کے لیے اس کی طرف بہی فرانسیسی بہیڑیوں کا ایک غول بہیجا' مگر تمام نقل و حرکت اور خونریزی و سفاکی کا ماحصل یہ ہے کہ اسوقت دو نوں مرکز خطرے میں ہیں' اور فرانسیسی محافظ فوج ہر وقت خوفزدہ رہتی ہے -

مراکش

آخر ترین رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ تزنیت' ایت براؤ الشیمن' اور ایت عز بوہ میں ایک حرکت علم بلند ہوئی ہے - یہ بہی بیان کیا گیا ہے کہ الہبا کی جماعت فرانسیسی مقبوضات مراکش پر تاخت و تاراج کر رہی ہے : ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا -

اس تیس هزار کي رقم میں ایک معقول حصه اپنے ذمه لے لیتا ' مگر میں مجبور هوں - لہذا آج ٨ - روپیه بھیجتا هوں ' اور آپکو اسلام کے خلوص کي قسم دیتا هوں که انکو بلا انحراف پڑھه اوس فنڈ میں ڈالدیں ' اور الہلال کے بالعوض صرف ان حقیر روپیوں کے جواب میں ایک خط خاص اپنے قلم کا باطلاع خیریت مزاج مجھے بھیجدیں - کیونکه ایک سال سے مجھے اسکا اشتیاق ہے ' اور سال گذشته سے باوجود میري خط وکتابت کے آپکا دستی خط نہیں ملا ہے - اگر آپنے روپیه لینے میں تامل کیا تو میں خدا کو گواه کرتا هوں که پھر تا حیات میرے آپکے تعلقات غائبانه بھی نرهینگے' اور آپ ایک مخلص کو کھوکر افسوس کرینگے -

هاں جب تک آپ اپنے قلم خاص سے خیریت لکھکر نه بھیجینگے ' یه روپیه میري ملکیت رهیگا - میري یه تحریر هرگز آپ اخبار میں نه درج فرمالیں ' اور اگر ضرورت هو تو میرا نام نهو -

الهـــلال

آپ ان لوگوں میں هیں که اپکی ایک نظر شوق ' الہلال کی بہتر سے بہتر قیمت ہے - کیا کیجیے که کوئی کام بغیر بقدر ضرورت روپیے کے قائم نہیں رهسکتا ' ورنه الہلال کی صدا تو فیضي کے الفاظ میں یه ہے :

نقالس دل و دین مي دهم به نیم نگاه
بمن معاملة کن که راست گفتارم

باقی آپنے اس عاجز کے اس ارادۂ مختصرۂ ترسیل اعانه کي نسبت جو الفاظ لکھے هیں ' تو میرے حق میں دعا کیجیے که ان حقیر و نا قابل ذکر امور کي جگه ' کسی واقعی قابل ذکر و یاد خدمت ملی انجام دینے کی توفیق پاؤں - یه جناب نے کیا ارقام فرمایا که " دل گوارا نہیں کرتا که اس سے زیادہ آپ سے توقع رکھی جاے " ؟ یه بات هی کونسی تھی که قابل توقع هوتی ؟ توقعات کا پورا میدان تو ابھی خالی پڑا ہے ' اور وہ پیش آنے والا ہے - اگر ان توقعات کا تھوڑا بہت بھي اهل ثابت هوا ' تو سمجھونگا که زندگی اور زندگی کے ولولے بیکار نه گئے - ورنه جس معبد کی تقدیس کیلیے جان و ناموس کی قربانیوں کی ضرورت ہے ' وهاں ان حقیر مالي نقصانات کی نذر کو کون پوچھتا ہے ؟

در مدرسه کس را نه رسد دعوي توحید
منزل گه مردان موحد سر دار ست

صداے اعانت مشتہرہ الہلال مورخه ١٤ - جمادي الثانیه ١٣٣١ هجري کے جواب میں اٹھه روپیه میں بھي پیش کرتا هوں - بذریعه قیمت طلب پارسل وصول فرما کر منزل مقصود تک پہنچوا دیجیے - باقي رها جناب کا ایک سال کے لیئے الہلال بھجوانا ' وہ جناب کا اختیار ہے - بھجوالیں یا نه بھجوالیں - الہلال اور آٹھه آنه !

نرخ بالا کن که ارزاني هنوز

خیرٌ جزاکم الله خیر الجزاء -

مکرر آنکه - مشفقي منشي صوبه خانصاحب برانچ پوسٹماسٹر جہت پٹ بتقریب تولد فرزند سعید خود بجاے اٹھه روپیه کے مبلغ ١٠ - روپیه اسطرح پر پیش کرتے هیں که دس روپیه کا وي - پي - پرچه الہلال کا ان کے نام بھیجا جاوے - جسمیں سے آٹھه آنه قیمت الہلال براے ایک سال وضع کرکے بقیه ساڑھے نو روپیه داخل فنڈ زر اعانهٔ مجروحین عساکر عثمانیه جمع کیا جاے -

ثالثاً - محبي سید فضل شاہ صاحب سب اسسٹنٹ سرجن جہت پت جو پہلے سے الہلال کے خریدار هیں ' مبلغ سوله روپیه بتقریب تولید فرزند سعید خود اسطرح پیش کرتے هیں که بمجرد رسیدن عریضه هذا ' مبلغ سوله روپیه کا وي - پی - انکے نام بھجوایا جاوے - اسمیں سے پندرہ روپیه تو داخل فنڈ اعانه مجروحین کیا جاوے ' اور آٹھه آنے میں الہلال ایک سال کے واسطے بخدمت با برکت سیدي و مولائي حضرت شاہ ابو الخیر صاحب نقشبندي مجددي بمقام کولته (بلوچستان) جاري فرما دیویں ' اور باقي آٹھه آنے میں سید فضل شاہ صاحب یعنی خود معطي کے واسطے الہـلال از ابتداے یکم جولائي سنه ١٩١٣ - لغایت - ٣٠ - جون سنه ١٩١٤ع تک جاري فرما دیویں - کیونکه ان کا موجودہ چندہ ٣٠ جون سنه ١٩١٣ کو ختم هو جایگا -

(جناب عبد العلي صاحب سب اور سیر محکمه نہر دلئي سرحد شمال مغرب)

اعانة مہاجرین میں کمترین کے طرف سے ایک نہایت هي ناچیز هدیه ٥٠ - روپیه کا (نوٹ نمبر ١) منظور فرماویں ' نیز چاهتا هوں که الہلال کے دفتر پر کسی طرح کا بوجهه نهو - میں الہلال کي اشاعت کو بھی اعانة مہاجرین سے کم نہیں سمجھتا - کیونکه وہ اگر جسماني مہاجرین کي اعانت ہے ' تو یه ان روحاني مہاجرین کي اعانت ہے ' جنکے دل سے حب اسلام اور ایمان قریبا هجرت کر چکي ہے - اور اس قوت اور روح اسلامي کو مسلمانوں کے دلوں میں آباد کرنے کے واسطے الہلال کی دعوت ایک غیبي تائید ہے ....

یہاں خدا کے فضل سے هر شخص آپکے مشن بلکه آپکے طریق تبلیغ کو دل سے لبیک کہتا ہے - خدا اپنے فضل اور قدرت کامله سے سرسبز کرے ' حوادث زمانه سے بچالے اور آپکي ذات اور " الہلال " کو باعث تقویت دین و ایمان مسلمانان عالم کرے -
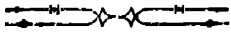
کیا هي اچھا هو که آپ تمام اردو پریس کے ذریعه یا هینڈ بل کي شکل میں اپنا اشتہار " اعانت مہاجرین " عام پبلک کے هاتھوں میں پہنچانیکی کوشش فرمائیں -

" اعانة مہاجرین " کا اشتہار موجودہ صورت میں صرف الہلال هي کے ناظرین دیکھه سکتے هیں ' مگر اصل مدعا اور اصل غرض تو یه ہے که اس " ایک پنتھه دو کاج " میں عام پبلک شریک هو ' اور آپکا هاتھه بٹائے -

الهـــلال

یه درست ہے - اسی غرض سے اسکا اعلان تمام معاصرین کیخدمت میں بھیجدیا گیا تھا - بعض حضرات نے بصیغهٔ مراسلات ' بعض نے بمعاوضه اشتہارات معاصرانه ' اور بعض نے پورے ایک صفحه کي اجرت لیکر چھاپا ' اور بعض نے شائع هي نہیں کیا - سب کا شکرگذار اور دعا گو هوں - اب علیحدہ اوراق پر چھپوا لیتا هوں که متفرق طور پر تقسیم هو سکے -

جناب محمد مصطفی صاحب (حیدر آباد)

براہ کرم بموجب تجویز مذکور ایک پرچه الہلال میرے نام جاري کیجیے ' اور پہلا پرچه ١٥ - روپیه ٨ - آنه کا وي - پي - کرکے بھیجد یجیے - منجمله اس رقم کے ٨ - روپیه الہلال کي قیمت مجرا کرکے حسب تجویز متذکرہ بالا کارروائي فرمائیے " اور بقیه ٧ - روپیه ٨ - آنه بلا معاوضه الہلال ' میري جانب سے اعانت مہاجرین کے فنڈ میں داخل کرکے مطلع فرمائیے -

جناب محمد نقي صاحب - گرنڈه

گرنڈه ایک بہت چهوٹا مقام ہے' اور با وجودیکه کئي مرتبه غریب مسلمانان گرنڈه چنده هلال احمر دیچکے هیں ' لیکن تهوڑي سي امداد ترک مهاجرین کیلیے بهي مرسل ہے - آپکے مضمون سے لوگوںپر کچهه عجیب اثر هوا ہے - یه امر خاص طور پر قابل گذارش ہے که اس چنده میں کسي امیر آدمي کا ایک پیسه بهي شامل نہیں' کل روپیه غریب اور متوسط الحال مسلمانوں کا ہے -

---

جناب محمد سراج الدین صاحب ضلع فیروز پور

حسب الرشاد والا اعانت کے خانماں مهاجرین کي صدا پر لبیک کہتا هوا' ایک خریدار پیش کرتا هوں' جو آپکے درد میں شریک هوکر پوري قیمت اخبار ادا کرتے هیں' اور اسیقدر رقم زر اعانت میں بهي دینا چاهتے هیں -

---

آج الهلال میں ایک مضمون بابت اعانة مهاجرین عثمانیه دیکهکر ایک قسم کي حرکت روحاني پیدا هوئي اور دل دهڑکنے لگا - الله تعالى آپکو جزاء خیر دے که جو هم جیسے خوابیده نفوس رو خمار زده اشخاص کو نوم الغفلة سے بیدار فرماتے هیں - بالفعل پانچ روپیه هم دونوں بهائي اپني طرف سے' اور دو روپیه اپنے ملازم حیدر الدین کیطرف سے ارسال خدمت عالي کرتے هیں - انشاء الله تعالى اور بهي کوشش کرتے رهینگے والسلام -

حکیم فتح محمد " عمدة الحکما " و حکیم عبد القیوم حیدر آباد سنده

جناب من' السلام علیکم - حسب وعده سات روپیه آٹهه آنه براے اعانة مهاجرین ارسال خدمت عالي کرتاهوں' کل ایک بهمه زیورات کا جسکا تخمینه پچاس روپیه کا هوگا ' ارسال کیا ہے' امید ہے که وه بهي پہونچگیا هو - فهرست میں اگر ذکر کیجیگا تو اسکي تصریح ضرور کردیجیے که غریب عورتوں نے بهڑولي ضلع باره بنکي سے اس غرض کیلیے بهیجا ہے -

(معین الدین احمد قدوائي ندوي)

جناب من - مبلغ آٹهه روپیه ارسال خدمت والا کرتاهوں' مهرباني فرماکے اعانة مهاجرین کے فنڈ میں جمع کر لیجیے - اخبار بهیجنے کي ضرورت نہیں -

(مهدي حسین)

براے " اعانة مهاجرین " حقیر ٨ - روپیے کي رقم پیش کیگئي ہے ' مگر الهلال کي سالانه مقرره قیمت برابر ادا هوتي رهیگي - یه رقم اوسکے علاوه ہے -

(شیخ محمود سوداگر جفت)

مبلغ آٹهه روپیه روانه خدمت هیں - اخبار بهیجنے کي تکلیف نه فرما ریں ' خداوند کریم آپ کي کوششوں کو با برکت فرماوے -

(رکن الدین - مربي)

مبلغ ٢٥ - روپیه بتقریب شادي برادرم منشي لطیف الدین احمد صاحب براے امداد مهاجرین ترکی ارسال خدمت هیں -

(ضیاء عباسي هاشمي)

فهرست

زر اعانة دولت علية اسلامیة

(٢٤٠)

سعي جناب حافظ محمد علي اکبر خاں صاحب شرواني ... حسنپور و سید محمد ریاض الحسن گنگوهي و حافظ محمد مسلم خاں صاحب شرواني حسن پور ٣ - سو ٦١ - روپیه ٩ - آنه ٩

(بتفصیل ذیل) :

نام	روپیه	آنه	پائي
والده عبد الجمیل خانصاحب	٢٣	٤	٠
(نقد ٢ روپیه قیمت زیور ٢١ روپیه ٤ آنه)			
والده حافظ محمد شعیب خانصاحب	١٥	٧	٠
والده حافظ محمد علي اکبر خانصاحب	١٥	٠	٠
محمد اسحاق خانصاحب	١٠	٠	٠
حافظ محمد زکریا خانصاحب	١٠	٠	٠
والده محمد حامد علي خانصاحب	٧	٦	٣
(نقد ایک روپیه ایک پیسه قیمت زیور ٥ روپیه ٦ آنه)			
محمد اسماعیل خانصاحب	٧	٠	٠
عبد الواسع خانصاحب	٧	٠	٠
والده محمد عبد الواسع خانصاحب	٦	٦	٠
(نقد ایک روپیه قیمت زیور ٥ روپیه ٦ آنه)			
همشیره عبد الجمیل خانصاحب	٥	٠	٠
همشیره حافظ محمد علي اکبر خانصاحب	٤	٠	٠
محمد حامد علي خانصاحب	٤	٠	٠
عبد الجمیل خانصاحب	٢	٠	٠
حافظ محمد مسلم خانصاحب	٢	٠	٠
مسماة مهربانو	٢	٠	٠
حاجي عبد الرقیب خانصاحب	١	١	٠
مداري صاحب	١	٣	٠
عبد العزیز خانصاحب	١	٠	٠
والده مدار خانصاحب	١	٠	٠
ولي محمد خانصاحب	١	٠	٠
چهدو صاحب	١	٠	٠
باقر علي صاحب	١	٠	٠
محمد ادریس خانصاحب	١	٠	٠
محمد سلیمان خانصاحب	١	٠	٠
محمد نصیر الله خانصاحب	٢٥	٠	٠
پسر محمد ادریس خانصاحب	١	٠	٣
مفتي اشرف خانصاحب	١	٠	٠
مداري صاحب	١	٠	٠
متفرق	٢	٦	٣
متفرق	٣	١٠	٩
اهلیه حاجي وفاتي خانصاحب مرحوم	١	١٠	٠
(نقد ٢ آنه قیمت زیور ایک روپیه ٨ آنه)			
متفرق	٣	١	١
نکاجي	٠	٢	٠
نکاجي	٠	٠	٩
متفرق	٠	٩	٩
متفرق	٠	٤	٠

باقي آینده

PRINTED & PUBLISHED BY A. K. AZAD, AT THE HILAL ELECTRICAL PRTG. PBLG. HOUSE, 7/1 MCLEOD STREET, CALCUTTA.

لا تہنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین

AL-HILAL
Proprietor & Chief Editor
Abul Kalam Azad
7/1 McLeod street,
CALCUTTA.

Telegraphic Address.
"AL-HILAL"

Yearly Subscription, Rs. 8.
alf-yearly " " 4-12

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

ایڈیٹر و خصوصی
مسلا لکلام احمد الدہلوی

مقام اشاعت
۷/۱ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

عنوان تلغراف
«الہلال»

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

جلد ۲ | کلکتہ: چہار شنبہ ۱۲ رجب ۱۳۳۱ ہجری | نمبر ۲٤
Calcutta : Wednesday, June 18, 1913.

فہرست

تصـــاویر

شـــذرات

دوسری جلد کی آخری اشاعت

تـذکار شـہـداء اسـلام

(۱) نامورانِ غزوۂ طرابلس کے سلسلے میں شہداء اسلام کے حالات ایک مخصوص طرز میں لکھے جاتے ہے - ایک مدت سے طبیعت افسردہ ہے - عرصہ گذر گیا کہ شہیدانِ ملت کی یاد میں کوئی صحبت ماتم منعقد نہیں ہوئی - جس قوم کیلیے اب دنیا میں صرف " ماتم و حسرت " ہی کا ایک شغل باقی رہگیا ہو' اسے اسقدر دنوں تک اپنے اس ایک ہی شغل محبوب سے بے خبر نہیں رہنا چاہیے :

دلا یہ درد و الم بھی تو مغتنم ہے' کہ آخر
نہ نالۂ سحری ہے نہ آہ نیم شبی ہے

(۲) شہداے بلقان اور جان نثارانِ اسلام کے حالات و تصاویر کا ایک بڑا ذخیرہ عرصے سے مہیا ہے' مگر لکھنے کی مہلت نہ تھی - ارادہ تھا کہ الہلال کی ایک " خونین اشاعت " خاص شہداے اسلام کی یادگار اور مخصوص تذکار میں شائع کی جاے -

(۳) حسب ارادہ تو ترتیب مضامین کی مہلت نہیں' تاہم ارادہ ہے کہ آئندہ کی دو اشاعتیں خاص طور پر " تذکار شہداء اسلام " میں شائع کی جائیں - عام ابواب مضامین کے علاوہ اسمیں بعض مخصوص مرقعات اور مقالات ہونگے -

(۴) نیز " حزب اللہ " کے مقاصد کی تشریح و توضیح کے متعلق جن مضامین کا انتظار ہے' وہ بھی مقالۂ افتتاحیہ کی جگہ ان میں شائع کیے جائیں گے - رسالے کے مضمون میں زیادہ تفصیل پیدا ہوتی جاتی ہے - اسکو مکمل کر کے شائع کرنا بہتر معلوم ہوتا ہے کہ پھر بعض دیگر ابتدائی معلومات کیلیے بھی اعضاء حزب اللہ کو اسی کا بھیجدینا کافی ہو - وما توفیقی الا باللہ -

النبأ الالیم !!

والفزع الاکبر

ابھی کل کی بات ہے کہ مرحوم (نیازی بک) کی شہادت کے حادثے پر لکھتے ہوئے ہم نے ایک ماتمی تمہید لکھی تھی، اور اپنی خالماں بربادیوں کو ایک تہی دست فقیر سے تشبیہ دی تھی، جسکو اپنی بھی کبھی پڑجانے والا ایک ایک پیسہ، اشرفیوں اور زر و جواہر سے بھی زیادہ محبوب ہوتا ہے -

لیکن ابھی وہ لقمۂ غم حلق میں اٹکا ہوا تھا کہ ہز ایکسلنسی محمود شوکت پاشا کے ناگہانی قتل ہوجانے کی خبر الیم نے ایک تازہ زخم کا سامان دلوں کے لیے کردیا، حالانکہ اگر دلوں کے زخم ہی مطلوب ہیں تو انکی پیشتر ہی سے کیا کمی تھی؟

لیکن آہ، اب زخموں کے دن گئے، جسم پر اگر دس بیس زخم ہوں تو انہیں زخم کہنا چاہیے، لیکن جو جسم از فرق تا بقدم زخموں کے سوا کچھ نہو، وہ نئے زخموں کے لیے کہاں سے جگہ لائے؟ اب اسکے لیے زخموں کے استقبال کا انتظار نہیں ہے، بلکہ زخم سے بھی بڑھکر کسی چیز کا، یعنی موت کی تڑپ اور فنا کے نظارے کا !!

ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام
ایک مرگ ناگہانی اور ہے !

حیران ہوں کہ اس حادثۂ ہائلہ اور اس فزع اکبر کی تمہید ماتم و تعزیت میں کیا لکھوں؟

نئی مصیبتوں کی سختی پچھلی مصیبتوں کو بھلا دیتی ہے، اور بیماری کے آخری ایک دن کے شدائد مہینے بھر کی مصیبتوں کو فراموش کرا دیتے ہیں - ہمارے گھر کی آتشزدگی کو صدیاں گزر گئیں، لیکن پچھلے دو سالوں سے تو ہر لمحہ کسی نہ کسی نئی بربادی کے استقبال ہی میں کٹ رہا ہے - مصیبتوں کی جب یہ کثرت ہو تو ماتم گساروں کی زبانیں فغاں سنجی سے، اور ہاتھ سینہ کوبی سے بھی کیوں نہ تھک جائیں؟ حوادث و مصائب کی کثرت کی حد ہوگئی کہ اب ماتم گساروں کو نئے ماتموں کیلیے اظہار غم و اندوہ کے الفاظ بھی نہیں ملتے - کثرت بکا سے آنکھوں کے آنسو خشک ہوجاتے ہیں، زبانیں بھی اگر بند ہوجائیں تو عجب نہیں؟

غم و اندوہ کے فسانوں میں ایسے گھرانوں اور خاندانوں کی مصیبتیں بیان کی گئی ہیں، جن پر ایک ہی وقت میں ہزاروں غموں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے، مثلاً کوئی جنگ، جس نے ایک ہی معرکے میں انکے تمام افراد کو تہ تیغ کردیا - کوئی بیماری، جس کی ہوا چلی، اور چند گھنٹوں کے اندر سب کے جنازے اٹھ گئے، کوئی ملکی جرم و عقوبت کا حادثہ، جسکی پاداش میں سب کے سب سولی پر چڑھا دیے گئے - یہ محض افسانے ہی نہیں ہیں، بلکہ اس عالم سراسر ماتم میں نہیں معلوم روز ایسے کتنے حوادث رونما ہوتے ہیں، جو گذرتے ہیں، اور ایک ایک زندگی کے اندر ایک ایک مجسم افسانہ پنہاں ہے -

غور کیجیے تو یہ چند افراد کے مصائب نہیں مگر ہماری قومی و ملی بربادیوں کا بھی یہی عالم ہے - صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے کسی فرد ہی پر نہیں، بلکہ فرزندان ملت کے پورے گھرانے پر ایک ہی وقت کے اندر ساری مصیبتیں گھر آئی ہیں - ماتم و حسرت کا ایک جنازہ طیار کرتے ہیں، زبانیں فغاں سنجی میں اور ہاتھ سینہ کوبی میں مصروف ہوتے ہیں، لیکن ابھی انپر جی بھر کے رونے بھی نہ پائے تھے کہ ایک دوسرے جنازہ کی طیاریاں شروع ہوجاتی ہیں ! پھر کس کس کا ماتم کیجیے، اور کس کس پر رو لیجیے؟

کل‌ہم از دست بیداد کہ نالیم؟
کہ کشت ما گذار لشکر افتادہ؟

بربادیوں کی یہ انتہا ہے کہ اگر ہماری بھی کبھی دولت غیروں کے ہاتھوں جنگ کے میدان میں نہ لٹی، تو شہر کی گلیوں میں خود اپنے ہی ہاتھوں تاخت و تاراج کی جا رہی ہے !

دوسرا ہو آشیانہ، اور آدھا جل ہوا ؟
بجھ بھی گئی تھی آگ تو بجلی کو کیا ہوا ؟

اب مرگ بیمار اپنا ایک ایک دن گنا کرتا ہے، اور جب سختیوں اور بے چینیوں کا ایک آفتاب غروب ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ ایک دن اور گذر گیا - یہی حال ہماری ملت بیمار، اور امت مریضہ کا ہے - یہ لوگ جو آج جنگ کے میدانوں یا امن کی سازشوں میں تڑپ رہے ہیں، دراصل ہمارے بقیہ ایام حسرت کے چند ایام معدودہ تھے، جو ایک ایک کر کے یکے بعد دیگرے ہم سے رخصت ہو گئے - مرحوم شوکت پاشا بھی ہماری بقیہ زندگی کا ایک آخری شاندار دن تھا، اور افسوس کہ آج وہ بھی غروب ہوگیا - انا للہ وانا الیہ راجعون -

مرحوم محمود شوکت پاشا

تفصیل حادثہ

حادثے کے متعلق خبریں بالکل مبہم ہیں، اور خاص تفصیل بھی ہمارے پاس نہیں پہنچی - تمام تاروں کا خلاصہ یہ ہے کہ گذشتہ بدھ کو مرحوم ایک موٹر کار میں سوار جا رہے تھے - انکے ساتھ ایڈیکانگ موجود تھے - یکایک ایک مقام پر دو آدمیوں نے ریوالور سے حملہ کیا اور گولی ٹھیک نشانے پر لگی - وہ خود اور ایک ساتھی، دونوں شہید ہوگئے -

پولیس نے اس موقعہ پر حیرت انگیز مستعدی اور انتظامی قابلیت دکھلائی - کسی طرح کی بد امنی نہ ہونے دی - فوراً قاتلوں کی تفتیش شروع ہوگئی - اب تک کئی گرفتاریاں عمل میں آچکی ہیں - ایک شخص توپال قدری نامی زیادہ مشتبہ ہے، جو پہلا ایک انگریز کے مکان میں پوشیدہ تھا - تاہم قطعی سراغ لگا لینے کا کوئی اعلان نہیں ہوا ہے -

سلطان المعظم نے فوراً عہدۂ صدارت عظمی پر پرنس حلیم پاشا کو مقرر کردیا ' اور نہایت اعزاز اور احتشام سے رسوم تدفین عمل میں آئے -

جو حالات قسطنطنیہ کے پیش نظر ہیں ' انکے لحاظ سے اس واقعہ کی علت گویکی میں نہیں رہسکتی - یہ قطعی ہے کہ یہ حادثہ انجمن اتحاد و ترقی کے مخالفین کی سازش سے وقوع میں آیا ' جو آخری انقلاب کے بعد سے مصروف کار تھے - لیکن خواہ کچھہ ہو ' ترکی کے برباد شدہ خزانے کا ایک سب سے زیادہ قیمتی ہیرا تھا ' اور وہ بھی اسکے ہاتھہ سے نکل گیا !!

آیندہ اشاعت میں مرحوم کے حالات شائع کرینگے ' اور اب ماتم گساران ملت کیلیے اسکے سوا کیا کام باقی رہگیا ہے کہ بربادیوں پر ماتم ' اور تباہیوں پر مرثیہ خوانی کرتے رہیں !

مسئلۂ شام و مصر ایشیا میں ترکی سلطنت کے خوشگوار مستقبل کی نسبت جلد ہی روزہوے ' دول یورپ نے کیا کچھہ امیدیں دلائی تھیں ؟ لیکن یہ امیدیں جس انداز سے پوری ہو رہی ہیں ' اس کی تشریح معاہدۂ کویت و بحرین کی زبان حال نے اپنے خاموش لہجے میں اچھی طرح کردی ہے -

فرانس نے قبضۂ شام کے لیے مناسب موقع و محل پیدا کرنے کے لیے چند مخصوص رعایتوں کی خواستگاری کی ہے ' اس کے واقعات بھی آشکارا ہو چکے ہیں - ایکو دی پیرس نے اب یہ نئی خبر سنائی ہے کہ ایشیاے کوچک میں بھی فرانسیسی مصالح و فوائد کی نگرانی و حفاظت لازمی ہے - سوال یہ ہے کہ کہاں لازم نہیں ؟ دنیا میں جو کچھہ ہو رہا ہے ' صرف یورپ ہی کیلیے ہے ' اور جو نہیں ہوتا ' اسکے مطالبے کا بھی صرف یورپ ہی کو حق حاصل ہے - آدمی جب مرجاتا ہے تو زمین کے اوپر رہنے کا اسے کوئی حق نہیں رہتا ' کیونکہ اب اسکے لیے صرف یہی باقی رہگیا ہے کہ چند بالشت زمین ' زمین کے نیچے لیکر قانع ہو جاے ' مگر زندہ انسانوں کیلیے زمین کی پوری وسعت وقف ملکیت ہے -

یہی حال قومی حیات و ممات کا بھی ہے - جو قومیں زندہ ہیں ' انکو پورا حق حاصل ہے کہ مردوں سے زمین خالی کرالیں - اسمیں شام اور ایشیاء کوچک ہی کے چند بچے بچاے گوشوں کی کیا خصوصیت ہے ؟

وزیر خارجیہ نے اس موضوع کو بہت بڑی اہمیت دی ہے ' اور وزیر بحریہ بھی اس کی تائید میں ہے - امید کی جاتی ہے کہ جنگی بیڑہ کا ایک حصہ سواحل مشرق ادنی کی نگرانی کے لیے مخصوص کردیا جائیگا ' تا کہ یہاں بھی فرانس کا سیاسی رسوخ محکم ہو جائے -

دوسری جانب مدبرین برطانیہ مصر میں انگریزی افواج کی تعداد بڑھانے پر زور دے رہے ہیں ' اور عذر یہ قرار دیا ہے کہ اگر کسی دشمن نے مصر پر حملہ کر دیا ' تو کیوں کر مقابلہ ہو سکیگا ؟

فتنۂ اعرابی پاشا کے بعد انگریزی تجارت کی حفاظت کے نام سے مصر و اسکندریہ میں ڈھائی ہزار انگریزی فوج کا قیام ضروری سمجھا گیا تھا ' اور سلطان روم و خدیو مصر سے اسکی اجازت بھی لے لی گئی تھی - مرحوم مصطفی کامل پاشا کی تحریک و جذبات وطنیت میں جب توسیع ہوی ' اور انگریزی قبضۂ مصر کے خلاف آواز بلند کی گئی ' تو یہ تعداد پانچ ہزار ' اور پھر چھہ ہزار کر دی گئی -

اب اس سے بھی زیادہ بڑھانے کا سوال درپیش ہے ' اور مالٹا کی جگہ اسکندریہ کو فوجی مرکز بنانے کا مسئلہ پیش نظر -

بیشک یہ عذر معقول اور تعلیل درست ہے - مصر کے حملہ آوروں کی مدافعت ' ضرور ہے کہ انسانیۃ پرست برطانیہ ہی انجام دے - البتہ وادی نیل کے بدبختوں کو یہ سوچنے کی مہلت ضرور ملنی چاہیے کہ خود برطانیہ کے حملۂ حال و مستقبل سے مصر کی مدافعت کون کریگا ؟

بے طرفی یا طرفداری غزوۂ طرابلس کے سر آغاز ہی میں برطانیۂ عظمی کی جانب سے بے طرفی (حیادۃ یا نیوٹریلٹی) کا اعلان ہوا تھا ' اور اس اعلان کی تجدید محاربات بلقان میں کی گئی تھی ' مگر عملی حالت یہ تھی کہ اطالیوں کو باربرداری کے لیے اونٹوں اور خچروں کی ضرورت پڑی تو جزیرۂ عدن سے یہ ضرورت پوری ہوگئی ' لیکن ترکوں کی امداد کے لیے جب مرحوم نیازی طرابلس الغرب کے قصد سے بھیس بدلے ہوے مصر پہنچا ' تو ادعائی بے طرفی نے اُن کو حراست میں لیکر قسطنطنیہ واپس کر دیا - ترکی جنگی جہاز (حمیدیہ) نے چند مرتبہ بندرگاہ سعید و اسکندریہ کے چکر لگائے تھے ' جہاں اُس کے لیے کوئلے کا ذخیرہ بہم پہونچایا گیا تھا ' " بے طرفی " نے اس کی مخالفت کی اور وہ سلسلہ بند ہو گیا ' مگر یونانی بیڑے نے ۱۸ - اپریل ۱۹۱۳ - کو جب سویس کا چکر لگایا ہے تو پورٹ سعید میں اُس کے لیے کوئلے کی فراہمی میں پولیس کی اعانت و امداد ' طرفداری نہیں سمجھی گئی !!

انگلستان و ہندوستان میں جنگ بلقان کی عکسی تصویریں یوروپین اخبارات و رسائل کے ذریعہ سے عام ہو چکی ہیں ' مگر جب دہلی کی ایک مسلمان ایجنسی قاہرہ سے یہی تصویریں منگاتی ہے تو اسسٹنٹ کلکٹر کسٹم ہاؤس بمبئی پارسل کو روک لیتا ہے کہ ہندوستان میں تصویروں کا داخلہ قانونی اجازت کے خلاف ہے ! قانون سے غالباً قانون بے طرفی مراد ہوگا اور جس طرز پر یہ پارسل روکا گیا ہے ' اُس سے واقعات سابقہ کی تجدید منظور ہوگی - اس طرز عمل میں جو غرابت ہے ' عام راے بے شبہہ اس کو متعجبانہ چشم و ابرو سے دیکھہ رہی ہے ' لیکن غور سے دیکھیے تو اس میں حیرت و غرابت کی کیا بات ہے ؟ جس ملک کی رعایا کو حکمرانی میں شرکت کا حق ہی حاصل نہو ' وہاں ایسے شتر گربہ اگر ظہور میں نہ آئیں تو یہ بات البتہ تعجب کی ہوگی -

همۂ جنگ سنہ ۱۹۰۸ع سے پہلے البانیہ کی بہادر قوم کو ترکی سلطنت میں مخصوص امتیازات حاصل تھے - مجلس شوری نے حقوق کے لحاظ سے جب اقوام و افراد کے امتیازی مدارج اٹھا دیے تو گورنمنٹ کے جانب سے البانیوں کی ناز برداری میں قدرۃً کمی ہوی تھی ' اور طبعاً یہ " دور بعد الکور " گراں گزرتا تھا - یورپ نے آزادی کی امید دلائی ' اسماعیل کمال بک کو ' جو سلطان عبد الحمید خاں کا مقرب السلطنۃ اور انقلاب ثانی کے دنوں میں چند روز کے لیے وزیر اعظم و میر مجلس مبعوثان (پریسیڈنٹ ترکی پارلیمنٹ) بھی رہ چکا تھا ' سلطنت البانیہ کی توقع ہوئی - وزیر اعظم فرید پاشا ' جنہیں خاندان سلطانی میں دامادی کا شرف حاصل تھا ' اس آگ پر تیل ٹپکاتے رہے - البانیوں نے اول مطالبۂ اصلاح کی صدا بلند کی ' اور پھر بغاوت کر دی - باب عالی نے اس کو بزور شمشیر فرو کرنا چاہا ' ہنوز

یہ قضیہ ختم نہوا تھا کہ طرابلس میں جنگ چھڑ گئی - ترک اُدھر متوجہ تھے' اِدھر میدان خالی تھا' البانیہ میں جمہوریت کا اعلان ہوا - اسماعیل کمال بک رئیس الجمہور قرار پائے - جنگ بلقان کے سر آغاز ہی میں وعدے ہوے تھے کہ البانیہ کی آزاد جمہوریت کو تمام یورپ مُصدق مان لیگا - البانیوں نے بلقانیوں کا ساتھ دیا' ترکوں سے ہر معرکہ میں جنگ ہوتی رہی' اور آخر اسعد پاشا نے اشقودرہ (سقوطری) کو اسی امید پر جبل اسود کے لیے خالی کردیا -

تخلیہ کے دوسرے ہی دن اُسے یورپ کے وعدے مشتبہ محسوس ہونے لگے' اور نظر آگیا نہ وہی سلطنتیں جو کامل و مکمل طور پر استقلال البانیہ کے وعدے کرچکی تھیں' اب بھری پارلیمنٹ میں سر ایڈورڈ گرے اُن کے خیالات کی یوں ترجمانی کررہے ہیں' کہ البانیہ کی حکومت ترکی سلطنت سے تو آزاد ہوگی مگر یورپ کی نگرانی سے آزاد نہوگی ! !

لیکن اسعد پاشا خود البانیہ کا بادشاہ بن بیٹھا' اور ایوان شاہی پر ترکی جھنڈا نصب کرکے عثمانی سیادت کا اعلان کردیا - اٹلی و آسٹریا نے حمایت کی - انگلستان اس پر رضامند نہ تھا' اُس نے اپنے دست پروردہ مصری شاہزادہ (احمد فواد پاشا) کو نامزد کرنا چاہا - یہ امید ایسی تھی کہ مصر میں شاہزادے کو جس قدر اعزازی عہدے حاصل تھے' سب سے دست بردار ہو جانا پڑا - مگر جب سلطنت کی آرزو بر آنے کا وقت آیا تو قدیم اسمانی تعلیم کی حقیقت سمجھ میں آگئی' کہ آدم (ع) جرات کرکے شجر ممنوعہ کی جانب بڑھے تو تھے' لیکن ہاتھ کچھ نہ آیا - اُلٹے اپنی برہنگی کی ندامت اُٹھانی پڑی !

اشقودرہ اس وقت یورپ کی حفاظت میں ہے' مگر اس حفاظت سے غالباً مسلمانان اشقودرہ کی عزت اور بھی غیر محفوظ ہوگئی تھی - شاید وہ آمادہ ہو چلے تھے کہ قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لیں - انگلستان کو یہ ولولہ ہونا تھا' جس کے لیے فوجی طاقت سے زیادہ اور کیا چیز موزوں ہو سکتی تھی ؟ ٧ - جون کی شب میں ویسٹ یارک شائر کے ایک دستۂ فوج کو روانگی کا حکم ملا - ریوٹر نے یہ خبر مشہور ہی کی تھی کہ مظلومان اشقودرہ کی سرگرمیاں تہذیبی ہوگئیں - البانیہ میں جہاں جہاں اسلامی آبادی کم ہے وہاں آج کل مسلمانوں کی حالت بالکل ہی غیر محفوظ ہو رہی ہے' لیکن پارلیمینٹ انگلستان میں جب اس کے متعلق سوال کیا جاتا ہے تو اس حقیقت کو تسلیم کرلے پر بھی گورنمنٹ کی جانب سے یہی جواب ملتا ہے کہ " اس باب میں کسی موثر کاروائی کا اعلان ممکن نہیں "

ہدیوں پر میری لڑتے ہیں سگان کوی دوست

بلغاریہ و سرویہ میں مفتوحہ ترکی علاقوں کے قبض و دخل کے متعلق اس قدر کشاکش بڑھی کہ روس و جرمنی اور فرانس کو بڑی سختی سے تہدید کرنی پڑی - دونوں سلطنتوں نے روس کی ثالثی تسلیم کرلی ہے - بلغاریہ کی مجلس وزرا اس مداخلت کو بے اصول سمجھ کر مستعفی ہوگئی ہے - ڈاکٹر ڈینیف نئے وزیر اعظم مقرر ہوے ہیں' اور وہ جدید وزارت بھی مرتب کرچکے ہیں - اس جنگ سے تباہی کا جو خطرہ تھا وہ تو رک گیا ہے' مگر سرویہ کی بلغاری فوج ہیضے سے تباہ ہوتی جاتی ہے -

انگلستان کی راے میں " اب اس حالت میں ازسرنو جنگ کا چھڑ جانا انسانیت کے بالکل ہی خلاف ہے " یعنی اس سے قبل کی خونریزی اور مسلمانوں کا قتل عام تو شاید خلاف انسانیت نہو' مگر اب دو فرنگی حکومتوں کی ہمراہ آرائی سے مسیحیوں کی جان و مال خطرہ میں پڑ جائیگی' لہذا یہ جنگ ضرور خلاف انسانیت ہوگی - بااین ہمہ رومانیہ کو یہ فلسفہ تسلیم نہیں ہے - اُس نے اعلان کردیا ہے کہ مشرقی یورپ کے سیاسی میزان اقتدار میں خلل پڑنے کو وہ کبھی گوارا نہیں کرسکتی - ضرورت پڑی تو نہایت کوشش و جان فشانی کے ساتھ اُس کو تلوار کے زور سے اس معاملہ میں دخل دینا پڑیگا - وہ اپنی فوجیں فراہم کرنے کی ضرورت بھی ظاہر کرچکی ہے -

عثمانیوں اور بلقانیوں میں صلح کرانے کے لیے لندن میں جو کانفرنس اجلاس کررہی تھی' اُس کی نشستیں پوری ہو چکی ہیں - اصولاً تو معاہدۂ صلح پر پہلے ہی دستخط ہو چکے ہیں' تفریع مراتب باقی ہے' جسکی نسبت وکلاے مصالحت کی خواہش ہے کہ ہر ایک حکومت کے مابین جدا جدا عہد نامے ہو جائے تو زیادہ آسانی کے ساتھ قطعی نتائج نکل سکتے تھے -

---
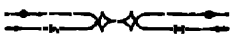
مرحوم شوکت پاشا

کامل پاشا کی جماعت نے - جو مصر کو قطعی طور پر' مسٹر ایلفرڈ بلنٹ اڈیٹر اخبار ایجپٹ لندن کے بیان کے مطابق انگلستان کے ہاتھوں فروخت کردینے' شام میں فرانس کا قانضانہ رسوخ تسلیم کرنے' اور عرب میں انگریزی سلطنت کے زیر اثر ایک جداگانہ حکومت قائم کرنے کا فیصلہ کرچکی تھی - اپنے اغراض کو پورا ہوتے نہ دیکھکر غالباً (قدری توپال) کے ہاتھوں غازی محمود شوکت پاشا کو شہید کرادیا - قاتل کے تعلقات ایک فرنگی سلطنت کے سفارتخانے سے بھی بیان کیے جاتے ہیں' تاہم اسکی تفصیل شاید بعد کو آئے کہ اس حادثے میں یورپ کے دست سیاست نے کیا کام کیا ہے ؟ خونریز جماعت کو امید تھی کہ اس انقلاب کے بعد حکومت اُن کے ہاتھ آجائیگی' مگر یہ آرزو پوری نہوئی - فوری نظم و نسق کے رو سے شہزادہ سعید حلیم پاشا وزیر اعظم مقرر ہوے' جنھیں اس سے قبل تک صرف وزارت خارجہ کی ریاست حاصل تھی - خاندان خدیویہ مصر کے وہ ایک مشہور ممبر اور اتحاد و ترقی کے سرگرم کارکن ہیں -

شام و عراق میں کامل پاشا کو شورش پھیلانے میں خاطر خواہ کامیابی ہوچکی ہے - شام کی حالت سنبھالنے کے لیے سابق وزیر اعظم (حسین حلمی پاشا) انسپکٹر جنرل مقرر کرکے بھیجے گئے ہیں - عراق کا بندوبست بھی عن قریب ہوا چاہتا ہے' لیکن یہ پیشینگوئی کون کرسکتا ہے کہ سلطنت کا اب کیا حال ہوگا ؟

زر اعانۂ " اردوے معلے "

الہلال میں اگرچہ کوئی باقاعدہ تحریک اس بارے میں نہیں کی گئی تھی' کیونکہ سید صاحب کا ارادہ معلوم نہ تھا' مگر بعض ارباب درد نے بطور خود چند رقوم بھیجدیں - اب چاہتا ہوں کہ اسکی فہرست کھول دی جاے - الہلال میں جو کچھ لکھا جاچکا ہے' ارباب درد و غیرت کیلیے کافی ہے' اور اللہ کے ہاتھ میں ہے کہ وہ دلوں کو اس کیلیے کھول دے -

ایڈیٹر الہلال ٥٠ - روپیہ - ایک صاحب درد ١٠ - روپیہ - ایک با غیرت و حمیت خاتون ٥ - روپیہ - جناب سید مرتضی صاحب (پٹنہ) ٥ - روپیہ - جناب سید فضل الرحمن صاحب ٢ - روپیہ -

۱۲ - رجب ۱۳۳۱ هجری

مسئلۂ سود

به تذکرۂ تحریک آنریبل خواجه غلام الثقلین صاحب

(۲)

الشیطان یعدکم الفقر و یامرکم بالفحشاء ' والله یعدکم مغفرة منه و فضلاً و الله واسع علیم - یوتی الحکمة من یشاء و من یوت الحکمة ' فقد اوتی خیرا کثیرا ' و ما یذکر الا اولو الالباب (۲ : ۲۷۲)	شیطان تم کو تنگ دستي سے ڈراتا هے ' اور برائیوں پر آماده کرتا هے - لیکن خدا اپني طرف سے مغفرت و برکت کا وعده کرتا هے - اسکا خزانۂ فضل وسیع ' اور وه سب کے حال سے واقف هے - وه جس کو چاهتا هے ' دانائی اور حکمت عطا فرما دیتا هے ' اور جس کو حکمت ملے تو بیشک اس نے بڑي دولت پائی ' اور نصیحت بھي وهي مانتے هیں ' جو ارباب عقل و بصیرت هیں -

بقیه مبحث اشاعت گذشته

اصل یه هے که اس تشبیه میں علۃ تشبیه وه اضطراري حالت هے ' جو کسی مخبوط الحواس یا مصروع کي اپنے دماغ اور دماغی قوی کے مقابلے میں هوتی هے - یهی مجبوري ' بے اختیاري ' اور اضطرار ' ایک سود خوار کو اپنے عواطف ادبیه اور جذبات و عواطف کے مقابلے میں پیش آتا هے - وه بغیر حق و محنت اور صرف وقت کے روپیه حاصل کرنے کا عادي هوکر ' اسکو ایک حق قدرتي و قانوني سمجھنے لگتا هے - دولت کی افزائش کا یه غیر معمولی وسیله اسکي طمع و هوس کو عام انساني مطامع کے درجے سے المضاعف کردیتا هے - وه چونکه شب و روز ایک ظالمانه حصول نفع اور بے رحمانه جلب زر کی زندگي میں رهتا هے ' اسلیے رفته رفته اسکی طبیعت کے تمام امیال و جذبات پر یهی جذبه حاوي هوجاتا هے ' اور اسکا دماغ روپیه کي تعداد کي کمي و زیادتی کے مسئلے کے سوا اسی اور چیز کو سمجھنے یا محسوس کرنے سے عاجز هو جاتا هے - اسکا نتیجه یه هوتا هے که وه با وجود انسان هونے کے ' اپنے قواے سبعیه کي مقاومت کرکے انسان نهیں رهسکتا ' اور ایک پاگل اور مصروع شخص کی طرح سرتا سر وجود مضطر ' و از فرق تا بقدم پیکر اضطرار و مجبوري هو جاتا هے !

* * *

یهي سبب هے که قران کریم نے سود خواري پر اصرار کرنے والے کیلیے سب سے بڑي وعید نازل کي ' اور اسکو " حرب من الله و رسوله " سے تعبیر کیا -

یهاں تک بحث عام انساني اخلاق و خصائل کے نتائج کے لحاظ سے تھي ' لیکن اسکے بعد اقتصاد و تمدن کے لحاظ سے " حرب من الله و رسوله " کهنے کے اسباب و علل پر نظر ڈالنا باقي هے ' اور اسکے ذیل میں نهایت اهم مباحث اُن اصول مدنیۂ صحیحه اسلامیه کے متعلق هیں ' جنکي بنا پر وه دولت کي مرکزیة ' و عدم تقسیم ' و تحصل اشخاص ' و تمول افراد ' و ضعف کسب و عمل ' کا سخت مخالف ' اور هر اُس ذریعۂ معاش و طریق زندگي کا دشمن هے ' جس سے اسطرح کي حالتیں پیدا هو جائیں -

مگر بحث کے اس ٹکڑے کو اب نهیں چھیڑتا ' کیونکه مضمون بهت بڑھگیا هے - انشاء الله مجلۂ شهریه (ماهوار رسالے) میں اسکو کسي وقت لکھونگا -

عود الی المقصود

لیکن سود کے شجرۂ خبیثه کا بدترین پھل ' اور اصول سود خواري کي مهیب ترین صورت ' وه جرثومۂ (۱) حیات مدنیة ' وه اعدی عدوے انسانیة ' اور وه مهلک عمران بلاد ' عفریت خون آشام هے ' جسکو (سود در سود) کے نام سے یاد کیا جاتا هے ' اور جسکي تیغ هلاکت نے نهیں معلوم اس وقت تک دنیا کي کتنی آبادیوں کو ویران ' کتنے محل و ایوان کو کھنڈر ' کتنے بیوت اشراف و اعیان کو فنا ' کتنے پر رونق بازاروں کو سنسان ' اور کتنی عزتوں اور شرافتوں کو ذلتوں اور رسوائیوں ' بربادیوں اور تباهیوں ' نکبت و مسکنت ' فلاکت و ادبار ' سے بدل دیا هے !!

اگر عجائب و غرائب عالم کو کوئي یکجا کرنا چاهے ' تو اسکے لیے سب سے بڑي عجیب و غریب شے اس مسئلے کي بوالعجبي بھي هوگي - یه کیسي عجیب بات هے که قانون چور کو مجرم قرار دیتا هے ' قاتل کو پھانسي پر چڑھاتا هے ' ڈاکوؤں کے سراغ میں جنگلوں اور غاروں میں بھٹکتا هے ' اور جرم کي تلاش میں شب و روز حیران و سرگرداں رهتا هے ' مگر هزار چوروں اور ڈاکوؤں سے بڑھکر تنها مجرم تو خود اسکي آستین میں پل رها هے - جسکو اُس نے ایک خونخوار بھیڑیے کي طرح مظلوم انسانوں کے گلے پر چھوڑ دیا هے ' جسکے جرائم کو وه رونق دیتا ' اور جسکي درندگي کو وه دوده پلاتا هے - اسکي طرف سے وه بالکل غافل هے ' اور غافل هي نهیں ' بلکه صریح طور پر اسکی حمایت کر رها هے !

آج ملک کے افلاس و فلاکت پر گورنمنٹ کے سرکاري اور تعلیم یافته ملکي حلقوں میں بحثیں کی جاتی هیں ' اور اُن لوگوں کی تعداد کثیر پر لوگوں کو اکثر رحم آجاتا هے ' جو اسقدر غریب هیں ' که دو وقت کی غذا بھی انهیں میسر نهیں آتی - یقیناً ایسے لوگ مستحق رحم هیں ' اور انکی تعداد دادا بھائی نوروجی کے گذشته قابل قدر شمار و اعداد میں ایک کروڑ سے متجاوز بتلائی گئی هے ' لیکن هندوستان کی آبادي صرف ایک کروڑ هی نهیں هے ' بلکه اس تعداد سے تیس چالیس گنا زیاده هے - جن لوگوں کو دو وقت کی روٹی میسر نهیں آتي ' وه ملک کی خوشحالی کا راز نهیں هیں - اصلی جماعت وه هے جسکو دو وقت کی روٹی سے زیاده ملنا چاهیے ' مگر افسوس که اتنا هی بمشکل ملتا هے - یه ایک کروڑ کی تعداد ملک کے پاؤں کی ایک انگلی هے ' حرکت نهی جاے تو غم نهیں ' لیکن اسکے جسم کی ریڑھ کی هڈي وه کروڑوں انسان هیں ' جو شهر سے باهر ' عام زراعت پیشه آبادي کی صورت میں اور شهر کے اندر متوسط الحال اور اوس سے کسی قدر ادنے طبقات کی صورت میں موجود هیں ' اور جنکی خوشحالی سے ملک کی خوشحالی ' اور جنکي تباهی سے اس پورے بر اعظم کي بربادی هے -

وه جراثیم مهلکه جو ملک کے اس اکثر حصۂ آبادي کو گھن کي طرح کھوکھلا کر رهے هیں ' ایک نهیں بلکه متعدد هیں ' اور جس فضا سے آئے هیں ' وه بھی ایک نهیں بلکه مختلف هیں - ان کے

(۱) جرثومه ' جراثیم کا مفرد هے ' جو اجسام خورد بیني کیڑوں (مائی کروب) کیلیے کہا جاتا هے - یعنی وه مهلک کیڑے ' جنکے اثر و نفوذ سے مختلف بیماریاں پیدا هوتي هیں - [منه]

اولین اور قوی اسباب کی تلاش میں حکومت اور طرز حکومت کا سوال پیدا ہوتا ہے ' اور اسکے بعد خود ملکی اور داخلی مفا سد کا - انہی میں سے ایک سبب اعظم اور ایک جرثومۂ قاتل' سود کا بھی مسئلہ ہے ' اور اسکے لیے کسی عذر و دلیل کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ' کہ براہ راست اسکی جواب دہی اور تمام تر ذمہ داری قانون کے سر کیوں نہو ؟

گورنمنٹ اگر اس سے غفلت کررہی ہے اور اپنی غفلت پر قانع ہے ' تو اسکا کوئی شکوہ نہیں - ایک امی پر کیا موقوف ہے - آج ملک کا تو یہ حال ہے کہ :

ماجرا ہاست بان چشم فسوں ساز مرا

لیکن پھر ستم یہ ہے کہ با این همہ حالات بینہ و قاطعہ ' وہ ملک کی خوشحالی کی مدعی' اور اسکے اسباب افلاس کی سراغ رسانی کی بڑی خواهشمند بھی ہے '

او حسن این چہ سوال ست کہ معشوق تو کیست ؟

این سخن را چہ جواب ست ' تو هم میدانی !

خواجہ صاحب نے اپنی تقریر میں شرح و بسط کے ساتھہ سود در سود کے حالات و نتائج پر نظر ڈالی ہے' اور آخر میں گورنمنٹ سے خواهش کرتے هیں کہ قانون خواب غفلت سے کروٹ لے ' اور اپنی هوشیاری کے اصلی موقعہ پر آنکھیں بند نہ کرلے - اس حالت کا علاج صرف یہی ایک ہے کہ قانوناً سود در سود کے سلسلۂ لا متناہی اور اضعافاً مضاعفہ کی غیر محدود افزائش کو محدود کر دیا جاے ' اور بالعموم سود کی ایک ایسی شرح خاص مقرر کردی جاے ' جس سے زیادہ کے لین دین کرنے کا کسی کو اختیار نہو' اور عدالت ڈگری دینے سے انکار کردے -

خواجہ صاحب کی اس خواهش میں بغیداً تمام ملک بالاتفاق انکا ساتھہ دیگا -

انہوں نے هندوستان میں سود کے ابتدائی قانون کا ذکر کرکے انگلستان کے قوانین کا ذکر کیا ہے ' اور پھر آن حالات پر نظر ڈالی ہے' جنکی وجہ سے شرح سود کا غیر محدود ہونا ملک کو ایک دائمی طاعون سے زیادہ نقصان پہنچا رہا ہے - قانون میں آج اسکے لیے کوئی روک نہیں کہ ایک روپیہ سود در سود کے اصول پر' ایک عرصے کے بعد سو یا ہزار روپیہ کیوں نہ ہو جاے ؟ اور اگر روزانہ نظائر و واقعات پر نظر ڈالی جاے تو قدیلان خنجر " اضعافاً مضاعفہ " کا هر شخص اپنے سامنے ایک وسیع قبرستان آباد پاےگا - خواجہ صاحب نے چند مقدمات کی طرف اشارہ کیا ہے' جنمیں چند روپیوں کے عوض کیلیے دس ہزار روپیہ کے سود در سود کی ڈگری دی گئی ہے ' اور اگر تھوڑا سا وقت خاص اس مسئلے کے نظائر البمہ جمع کرنے پر صرف کیا جاے ' تو صدہا مثالیں بحوالۂ فیصلہ هاے عدالت ' گذشتہ چند سالوں کے اندر کی بدن کی جا سکتی ہیں -

" شائیلاک " کا ایک نیا گھرانا

عام مہاجنوں اور یہود خصلت بنیوں کی هندوستان میں کیا کمی تھی کہ ایک نئی مصیبت سیاح کابلیوں اور ولایتی پٹھانوں کی پیدا ہو گئی ہے - یہ کابلیوں کا ایک بہت بڑا گروہ ہے' جو هندوستان میں سود کی باقاعدہ تجارت کرنے کیلیے آتا ہے ' اور بڑے بڑے شہروں کے علاوہ تمام دیہات و قصبات میں پھیل جاتا ہے - روپیہ کی ایک تھیلی انکے کمر میں ہوتی ہے ' اور ایک خطرناک اور معروف انگن لاٹھی ہاتھ میں - کم تنخواہ کے ملازمت پیشہ اشخاص ' بے سرمایہ دکاندار' غریب اهل حرفہ وصناع' عام مزدور اور بیوہ عورتیں ' اور وہ تمام جمعیۃ انسانیہ کا مظلوم ترین طبقہ ' جس کو اس سماء دنیا کے نیچے عیش و مراد

حیات میں سے کچھہ نصیب نہیں ' ان ظالم مہاجنوں کے قزاقانہ سود کا نخچیر ہے ' اور اسکے مناظر ایسے درد ناک' اضطراب انگیز' اور چشم انسانیت کیلیے گریہ آور هیں' کہ انکو دیکھکر ممکن نہیں " کوئی انسان قانون کی محرمانہ اور معصیت پرورانہ غفلت واغماض پر اپنے حق بجانب غیظ و غضب کو روک سکے -

ان لوگوں کی کوئی خاص شرح مقرر نہیں' بلکہ مقروض کی احتیاج پر موقوف ہے' اور جیسی سخت مجبور کن اسکی ضرورت ہوتی ہے' اتنی هی رقم بھی سود کی مقرر کر دی جاتی ہے - راکفیلر وغیرہ امریکن کروڑپتیوں کی نسبت کہا جاتا ہے کہ انکی آمدنی اسقدر وسیع ہے کہ گھنٹوں کے حساب سے اسکی تقسیم ہو سکتی ہے - یہی حال ان کابلی مہاجنوں کی شرح سود کا بھی ہے - اسکا حساب بھی مہینے کی قید سے نہیں بلکہ ایک ایک روز کے حساب سے کیا جاتا ہے - اکثر حالتوں میں ایک روپیہ کا سود ایک دن کیلیے دو آنہ ' اور بعض حالتوں میں ایک آنہ ہوتا ہے !!

غریب آبادی اپنی ضرورتوں سے مجبور ہو کر انکے دام میں پھنستی ہے - سینٹ (پال) نے کفارۂ مسیح کی تعلیم اباحت دیتے ہوے کہا تھا : " شریعت گناهگار کو سزا دیسکتی ہے ' پر بچا نہیں سکتی " یہ ایک سخت فریب تھا' لیکن میں صحیح طور پر کہتا ہوں کہ قانون صرف ڈگری دیسکتا ہے' پر مظلوم کو بچا نہیں سکتا -

ان کابلیوں کا کاروبار ایک طلسم عذاب ہے' جسمیں ایک مرتبہ اگر کوئی شخص پھنس گیا تو پھر " سود در سود " کے پھیر سے نکلنا محال ہے - ساری عمر سود کے دینے هی میں گذر جاتی ہے' اور پھر بھی وہ پورا نہیں ہوتا ' اصل رقم کا کیا سوال ہے ؟

ابھی کل کی بات ہے کہ کلکتہ کی عدالت خفیفہ میں ایک یوریشین عورت نے ایک کابلی پر مداخلت بیجا کی نالش کی تھی' جو روپیہ مانگتے ہوے اسکے مکان میں گھس آیا تھا - مقدمے کے چلنے سے معلوم ہوا کہ مدعیہ کی نانی نے ۲۴- روپیہ اس سے قرض لیا تھا ' جسکا سود ادا کرتے ہوے دو نسلیں گذر گئیں - اصل رقم اب تک باقی ہے' اور ابھی سود کا سود بھی پورا ادا نہیں ہوا !

سب سے زیادہ عجیب بات روپیے کے دینے میں انکی دلیری اور کسی فیاض آدمی کی طرح بے عذری ہے - لین دین کا عدم اعتماد اور قانونی تحفظ معاملہ کی شرائط کا پورا نہونا بھی معاملات قرض کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے' اور اسکی بدولت بہت سے لوگ قرض لینے سے بچ جاتے هیں - مگر کابلیوں کیلیے یہ تمام چیزیں بے اثر هیں - انسے معاملہ کرنے کیلیے صرف ایک هی شرط کافی ہوتی ہے ' یعنی انسے معاملہ کرنا اور روپیہ کی طلب - پھر خواہ کیسا هی بے اعتبار اور مفلوک الحال شخص طالب قرض ہو' لیکن انہیں ابداً انکار نہیں - اسلیے کہ انہیں اپنے بازو کی قوت پر بھروسہ ' اور سب سے زیادہ اپنی لاٹھی کی امان قہرمانیت اور همہ وقت مستعد قوت پر پورا اعتماد ہے - انکا قانون' انکی عدالت ' انکا حکم ' سب کچھہ وهی ایک سحرکار لاٹھی ہے - وہ بے خطر روپیہ دیدیتے هیں ' کیونکہ جانتے هیں کہ انکا مقروض قرض لیتے وقت صرف انکے دستِ ہاتھہ سے روپیہ هی نہیں لے رہا تھا ' بلکہ بالیں ہاتھہ کی جادو بھری لاٹھی کو بھی دیکھہ رہا تھا !!

میں جہاں رہتا ہوں ' اسکے قریب هی چند غریب دھوبیوں کے گھر هیں - کوئی ہفتہ اس سے خالی نہیں جاتا کہ اس بے امان گروہ کی قساوت ' اور سود کے نتائج محزنہ کا کوئی الم ناک نظارہ نہ دیکھتا ہوں - میں نے بارہا دیکھا ہے کہ عین دن کے وقت ' کلکتہ جیسے عظیم الشان شہر کے یوروپین کوارٹر میں' ایک قسی القلب

کابلی اپنے مقروض کو اسکے گھر کے اندر سے گھسیٹتا ہوا سڑک پر لایا ہے - وہ رو رہا ہے' منتیں کر رہا ہے' اسکے پانوں پر لوٹ رہا ہے' لیکن کوئی طاقت نہیں ہے' جو اسکی قہار لاٹھی سے اُسے امان دیسکے ' اور کوئی ہاتھہ نہیں ہے' جو اس ظلم کیلیے منتقم ہو - پینل کوڈ ہائی کورٹ کے کتب خانے کی الماری میں' اور جج ایک عالیشان ایوان انصاف کے تخت عدالت پر بے خبر متمکن ہے !!

قانون کی درد انگیز ناکامی

حقیقت میں یہ عجیب بات ہے کہ قانون انصاف کے نام سے اپنی پوجا کراتا ہے ' لیکن جنکو انصاف کی ضرورت ہے' وہی سب سے زیادہ انصاف سے محروم ہیں - دنیا میں قانون کی مجلدات سے صدہا کتب خانے بھرے ہوے ہیں ' عدالتوں کی عمارتیں سر بفلک کھڑی ہیں ' پولیس کا دیوتا سڑکوں کے ہر ناکے پر اپنا علم انصاف لیے ہوے اثبات وجود کر رہا ہے ' اور یہ تمام سامان اسدرجہ وسیع اور عظیم الشان ہے ' جسکو دیکھکر خیال ہوتا ہے کہ دنیا عدل و داد سے معمور' اور ظلم و بے انصافی سے پاک ہوگئی ہے ' اور انصاف کا فرشتہ دنیا کے کونے کونے میں مظلوموں کی فریاد الغیاث کو ڈھونڈھتا پھرتا ہے ' تاکہ انکو اپنے پروں کے اندر پناہ دے !!

لیکن اگر عدالت کدوں کے سربفلک مناروں سے نظریں ہٹا کر زمین کی آبادیوں کے اندر جائیے ' اور کسی ایک شہر کا ایک محلہ ' ایک محلہ کا ایک مکان ' اور ایک مکان کا ایک گوشہ بھی دیکھیے ' تو اس وقت صاف نظر آجائیگا کہ ظلم کا خونخوار دیو اب تک بدستور آزاد و حکمراں ہے - اسکے پانوں میں کوئی بیڑی نہیں - اسکا خنجر پرانے سے پرانے غیر متمدن عہد کی طرح بے نیام ہے - اسکی بے امان کاٹ برابر اپنا کام کر رہی ہے' مگر قانون کو اپنے قہلی عدالت خانوں سے جھانکنے کی مہلت نہیں :

عسس نخانہ و شہ در حرمسرا خفتست

ممکن ہے کہ امرا کے جگمگا تے ہوے محل ' قانون کی روشنی سے منور ہوگئے ہوں ' مگر روشنی کی ضرورت برق تاب ایوانوں میں نہیں ہوتی ' بلکہ تاریک حجروں اور تہہ خانوں میں ' اور افسوس ہے کہ انکی تاریکی کیلیے روشنی کا کوئی وسیلہ نہیں -

فی الحقیقت دنیا میں حکومتوں کا قانون کبھی بھی انسداد مفاسد و مظالم میں کامیاب نہیں ہوا ' اور یہی ناکامی ہماری رہنمائی کرتی ہے اور بتلاتی ہے کہ نظام اصلاح و عدل کے قیام کے لیے دنیا ان قوانین سے بالا تر ایک الہی قانون یعنے مذہب کی محتاج ہے' جسکی حکومت جسموں پر نہیں بلکہ دلوں پر ہو !!

اضعافاً مضاعفۃ

پس یہی سبب ہے کہ قرآن کریم نے " اضعافاً مضاعفۃ " کہکر سود در سود پر خاص طور پر زور دیا -

یہ " اضعافاً مضاعفۃ " اسی سود در سود کے نتائج کی طرف اشارہ ہے' اور جو حال کابلیوں کے سود اور ظالم مہاجنوں کی سودخوری کا آج نظر آرہا ہے ' یہی ہے جو جاہلیت عرب میں رائج تھا - اور اسکی تفصیل اُن روایات و آثار سے معلوم ہوتی ہے' جنکو (امام طبری) نے اپنی عظیم الشان تفسیر میں بہ ذیل آیات ربا جمع کیا ہے - علی الخصوص حضرت (عبد اللہ بن عباس) کی مشہور حدیث مطالعہ طلب ہے -

اسلام دنیا میں آیا' تاکہ ہر طرح کے ظلم و جور سے عالم انسانیت کو نجات دلاے ' اور دنیا کیونکر اس سے انکار کرسکتی ہے کہ سود کے بارے میں اسکا ساتویں صدی عیسوی کی تاریک فضاء عالم میں اسقدر صاف اور صریح صدا بلند کرنا ' ایک احسان عظیم اور ایک فضیلت کبری نہ تھا ؟

وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا ' کذلک یبین اللہ لکم ایاتہ ' لعلکم تہتدون - (۳ : ۱۰۰)	اور ظہور اسلام سے پہلے تمہارا یہ حال تھا کہ گویا تم آگ کے گڑھے کے کنارے آلگے تھے ' لیکن اسلام کا ہاتھہ دستگیری کیلیے ظاہر ہوا ' اور خدا نے تم کو بچالیا - اسی طرح اللہ اپنی نشانیاں ظاہر و بین کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ -

دنیا آج سود کے نتائج الیمہ کو محسوس کرے تو غنیمت ہے ' اور قانون اسکے انسداد کی ضرورت کو پالے تو بہت بہتر ہے ' لیکن اللہ کے قانون کو جو کچھہ کرنا تھا ' وہ کرچکا ' اور جو حکم دینا تھا ' دے چکا - یہ ہماری گمراہی ہے کہ انسانوں کے بنائے ہوے قانون کی عزت کرتے ہیں' لیکن الہی قانون کو بھول گئے ہیں حالانکہ :

و من احسن من اللہ حکماً لقوم یوقنون ؟ (۵ : ۵۶)	جو لوگ یقین کرنے والے ہیں ' انکے لیے اللہ سے بہتر حکم دینے والا اور قانون نافذ کرنے والا اور کون ہو سکتا ہے ؟ ؟

یہ مسلمانوں کا اصلی مشن ہے

پس میں " سود " کے مسئلے کو عام نظروں سے بالکل مختلف دیکھتا ہوں' کیونکہ بہتوں کے نزدیک میری سب سے بڑی سعادت ' اور بہتوں کے نزدیک میری سب سے بڑی ضلالت یہی ہے کہ ہر مسئلے پر نظر ڈالتے ہوے میرے لیے دلیل راہ صرف " اسلام " ہی کا ہاتھہ ہوتا ہے :

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ' ید اللہ فوق ایدیہم ' (۴۸ : ۱۰)	جو لوگ داعی اسلام کے ہاتھہ میں اتباع و بیعت کے عہد کا ہاتھہ دیتے ہیں' تو انکے ہاتھہ پر اُسکا ہاتھہ نہیں ہوتا ' بلکہ در اصل خود خدا کا ہاتھہ ہوتا ہے !!

فالحمد للہ' الذی ہدانی لہذا' و ہو یہدی من یشاء الی صراط مستقیم -

پس میں " مسئلۂ سود " کی تحریک کو محض ملک کا ایک اقتصادی مسئلہ نہیں سمجھتا ' بلکہ یہ ایک خالص اسلامی تحریک ' اور اسلام کے مشن کا احیاء ہے ' اور تمام مسلمانوں کو اپنا فرض دینی سمجھکر اسکے مصائب و شدائد کے انسداد کی سعی کرنا چاہیے ' اور یقین کرنا چاہیے کہ بہ حیثیت اسلام کے فرزند ہونے کے انکا اصلی مشن یہی ہے کہ خدا کے بندوں کو ظلم و بربادی کے مصائب سے نجات دلائیں - سود کیلیے جب اور جہاں کام ہوگا ' وہ اسلام ہی کا کام ہے -

اس تحریک کی سلسلہ جنبانی کرتے ہوے ' آنریبل خواجہ غلام الثقلین نے فی الحقیقت ایک اسلامی فرض ادا کیا ہے ' اور مسلمانوں کو اسکا اعتراف کرنا چاہیے -

ہندوستان میں اسلام کو اپنا فرض ادا کرنا ہے - وہ ہر طرح کے ظلم و عدوان کی بیڑیاں کاٹنے کیلیے آیا ہے ' اور تمام عالم سے قطع نظر' خود ہندوستان کے پانوں ابھی بہت بوجھل ہیں - ظلم و زیادتی کی یہ بھی ایک زنجیر ہے' اور مسلمانوں کو اپنا فرض دینی سمجھکر اس سے ملک کو نجات دلانے کیلیے سعی کرنا چاہیے -

خواجہ صاحب کا ارادہ ہے کہ وہ اسکے لیے ایک انجمن قائم کرینگے ' اور باقاعدہ طور پر اسکی کوشش جاری رکھی جائیگی - کام کرنے کیلیے اس صفحے میں بہت بڑا وسیع میدان موجود ہے ' اور انجمن کا خیال نہایت صحیح اور ایک بالکل وقت کی ضرورت ہے - امید ہے کہ ارباب رائے و اثر اس بارے میں ضرور خواجہ صاحب کی اعانت فرمائینگے - و نسال اللہ تعالی ان یوفقنا و سائر اخواننا المسلمین لما یحبہ و یرضاہ -

مفـــردات جـــذبات

علم النفس کا ایک باب

حظ و کرب[1]

از : مسٹر عبد الماجد - بی - اے - (لکھنؤ)

(۱)

تمہـــید

قانون ارتقاء کی سب سے زیادہ اہم دفعہ " انتخاب طبیعی و تزاحم فی الحیات کا مسئلہ ہے - مد و جزر ' خیر و شر ' نور و ظلمت ' جذب و دفع ' ایجاب و سلب ' کون و فساد ' التئام و خرق ' اجتماع و انتشار ؛ ان سب کی متضاد قوتیں ہر لحظہ و ہر آن اپنا عمل کرتی رہتی ہیں - بلکہ سچ یہ ہے کہ کائنات لم ہی اسی تزاحم و کشاکش کا ہے ' اور دنیا کی حقیقت اس سے زاید کچھہ نہیں کہ وہ ایک اسٹیج ہے ' جس پر بقا و فنا کے متناقض الخواص پتلے ہر وقت ایکٹ کر رہے ہیں ! !

جب تک کسی شے میں اجتماع ' ایجاب ' کون ' اور التئام کے عناصر کا پلہ زبردست ہے ' ہم کہتے ہیں کہ وہ شے زندہ ہے یا اسکی ہستی قایم ہے - اور جہاں اس میں انتشار ' خرق ' سلب ' اور فساد کے عنصر نے غلبہ حاصل کیا ' وہ شے ہماری اصطلاح میں فنا یا مردہ ہو جاتی ہے - پس کسی مخلوق کے زندہ رہنے کے معنی یہ ہیں کہ اپنے ماحول کے مقابلے میں اسکے اندر ایسی استعداد موجود ہے ' جسکے باعث اسکے موثرات حیات افزا کا پلہ ' بہ نسبت عوامل مہلکہ کے بھاری ہے - جس مخلوق میں یہ استعداد جتنی زیادہ ہوگی ' اسی نسبت سے وہ بہتر ' اور زیادہ مدت تک زندگی بسر کر سکیگی -

یہ قانون ' عالم موجودات کے ذرہ ذرہ پر محیط ہے ' جسکی پابندی سے انسان مستثنی نہیں - اگر اسے زندہ رہنا ہے ' تو ضرور ہے کہ اس میں اُن تاثرات کا حصہ ' جو حیات کو قایم رکھنے والے ' اسکی قوتوں کو بڑھانے والے ' اور جسم و نفس کو بالیدگی پہنچانے والے ہیں ' بہ نسبت ان تاثرات کے زیادہ ہو ' جو اسکی قوت کو گھٹانے والے ' اسے کمزور و ناتواں بنانے والے ' اور اسے موت کے طرف لیجانے والے ہوتے ہیں - اور یہ کہ جہاں تک اسکی سعی و انتخاب کو دخل ہے ' وہ ہمیشہ اول الذکر نوعیت کے مقابلہ میں آخر الذکر نوعیت کے تاثرات کو اختیار کرے -

احساس حظ و کرب

لیکن سوال یہ ہے کہ انسان کے پاس ان عوامل متضادہ میں امتیاز کرنے کا ذریعہ کیا ہے ؟ کیا شے ہے ' جسکی بنا پر وہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ فلاں افعال اسکے بقاے حیات کے حق میں مفید ہونگے ' اور فلاں مضر ؟ اگر کہیے کہ تجربہ و آزمایش ' تو اس جواب کا ناکافی ہونا ظاہر ہے - اسلیے کہ قبل اسکے کہ انسان عوامل مہلکہ کے تجارب سے فایدہ اٹھا کر آیندہ اُن سے محترز رہنے کے قابل ہو ' دوران تجربہ ہی میں اسکا کام تمام ہو جایگا - اسلیے فطرت نے خود نفس انسانی میں ایک ایسی قوت ودیعت کر رکھی ہے ' جسکے باعث وہ فی الفور مضر کو مفید سے ' اور زہر ہلاہل کو آب حیات سے تمیز کر سکتا ہے ' اور یہ وہ شے ہے جسے ہم حیات نفسی میں (احساس حظ و کرب) سے تعبیر کرتے ہیں -

مزید توضیح

یعنے جو اشیاء ہمیں خوش ذایقہ معلوم ہوتی ہیں ' جتنی چیزیں خوشبودار ہوتی ہیں ' جن آوازوں کا سننا خوشگوار معلوم ہوتا ہے ' جن نظاروں کا دیکھنا مرغوب ہوتا ہے ' جن چیزوں کے مس کرنے میں لذت محسوس ہوتی ہے ' غرض کہ جو چیزیں کسی حیثیت سے بھی ہم میں لذت ' مسرت ' انبساط ' حظ کا احساس پیدا کرتی ہیں ' وہ علی العموم وہی ہوتی ہیں ' جو ہمارے قیام حیات کے حق میں مفید ہوتی ہیں - اسی طرح جو ماکولات و مشروبات ہمیں بد ذایقہ معلوم ہوتے ہیں ' جو آوازیں کرخت ہوتی ہیں ' جن چیزوں میں بو آتی ہے ' جن نظاروں سے آنکھہ میں خستگی یا خیرگی محسوس ہوتی ہے ' جن اجسام کو مس کرنا ناگوار گذرتا ہے ' غرض جن چیزوں سے ہم میں کسی حیثیت سے بھی درد ' کرب ' اذیت اور انقباض کا احساس پیدا ہوتا ہے ' وہ وہی چیزیں ہوتی ہیں ' جو صحت انسانی کو نقصان پہنچانے والی اور انسان کے لیے مودی الی الفنا ہوتی ہیں - اور چونکہ یہ بھی انسان کی جبلت میں داخل ہے کہ وہ ہمیشہ انھیں افعال کو اختیار کرتا ہے ' جن سے اُسے حظ حاصل ہوتا ہے ' یا حصول حظ کی توقع رہتی ہے ' اسلیے فطرت نے ہم میں (احساس حظ و کرب) ودیعت کرکے ہمیں ایک ایسے قابل اعتماد و دلیل راہ کی سپردگی میں دیدیا ہے ' جو قدم قدم پر ہمیں مضرت کی راہ سے خبردار ' اور منفعت کی راہ کی طرف مستعد کرتا رہتا ہے ' اور جسکی رہبری میں ہم بے خوف و خطر ' نہایت کامیابی و کامرانی کے ساتھہ مدارج حیات طے کر سکتے ہیں -

قانون توارث

لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ مختلف چیزوں کے احساسات ہمارے نفس میں ہمیشہ سے از خود ایک معین وضع پر قایم ہیں ' بلکہ ان احساسات کا مبدء اصلی در اصل تجربہ ہے ' گو وہ تجربہ ' تجربۂ افراد نہیں ' بلکہ تجربۂ متوارث ہے ' اور اس مسئلہ کا حل قانون توارث میں ملتا ہے -

قانون توارث کا منشا یہ ہے کہ خصایص جسمانی کی طرح ' اسلاف کے خصایص ذہنی بھی اخلاف میں وراثۃ منتقل ہوتے ہیں ' اور جن خصایص کو چند پشتیں ' علی الاتصال ' اختیار یا ترک کرتی رہتی ہیں ' وہ آگے چلکر نئی نسل کے افراد میں یا تو مستقل طور پر جز بنجاتی ہیں ' یا اُن سے بالکل فنا ہو جاتی ہیں -

(۱) یہ دراصل ایک مستقل کتاب کا ایک ٹکڑا ہے ' جو جناب مراسلہ نگار جدید تفصیل لکھہ رہے ہیں (الہــلال)

اس قانون کی روشنی میں مسئلۂ احساس کی تشریح یوں ہوسکتی ہے کہ جن چیزوں کو ہمارے اسلاف نے آج سے ہزاروں لاکھوں سال پیشتر اپنے لیے نقصان رساں پایا ' اُن سے اجتناب کرنے لگے ' اور انکی طرف سے انکے دل میں ایک نا خوشگوار کیفیت پیدا ہوگئی ' جس پر بعد کی نسلیں بھی عملدرآمد کرتی رہیں - یہانتک کہ آج اُن اشیاء کا محض نظارہ یا تصور ہی ہمارے لیے موجب الم ہوتا ہے -

اسی طرح جن چیزوں کو اسکے نفع کی بنا پر ہمارے اسلاف پشتہا پشت سے اختیار کرتے رہے ہیں ' انکی پسندیدگی ہمارے نظام عصبی میں ایسے گہرے طور پر منقش ہوگئی ہے ' کہ محض انکے نظارہ یا تصور ہی میں ایک لطف و انبساط محسوس ہوتا ہے -

نظریۂ بالا کی تائید ' ہماری روزانہ زندگی میں اکثر مشاہدات سے ہوتی رہتی ہے - اتنی بات ہر شخص اپنے ذاتی تجربہ سے کہہ سکتا ہے کہ زیادہ بد ذایقہ و بودار چیزوں سے استفراغ ہوجاتا ہے ' لیکن برخلاف اسکے جو غذا جتنی زیادہ رغبت سے کھائی جاتی ہے ' اتنی ہی زیادہ جزو بدن ہوتی ہے - خوشگوار و تازگی بخش مناظر بصارت کو قوت دیتے ہیں ' بخلاف اسکے تیز و ناگوار روشنی بینائی کو صدمہ پہنچاتی ہے - اسی طرح تازہ ہوا میں سانس لینا ' بھوک کے وقت کھانا کھانا ' نیند بھر سونا ' ایک حد مناسب تک ورزش کرنا ' جہاں ایک طرف انسان کے لیے بیحد مفید ' بلکہ اسکے قیام حیات کے لیے ناگزیر ہیں ' وہاں دوسری طرف کس درجہ خوشگوار و باعث تفریح بھی ہیں ؟ غرض کرب و مضرت ' اور حظ و منفعت کا تلازم ' اکثر چیزوں میں ہر شخص کو نظر آتا ہے -

تاہم بعض مثالیں ایسی بھی ہر شخص کے پیش نظر ہیں جو بظاہر اس کلیہ کے منافی معلوم ہوتی ہیں - کونین کے فوائد محتاج بیان نہیں ' لیکن کیا اس سے زیادہ تلخ اور بد ذائقہ کوئی دوسری دوا ہے ؟ عمل زوجیت بقاے نسل کے لیے لازمی ہے ' لیکن کیا اسکے بعد ضعف و کسل لاحق نہیں ہوتا ؟ کسی اعلی مقصد کے لیے اپنے تئیں خطرہ میں ڈالدینا بداہۃً حفظ نفس کے منافی ہے ' مگر ایک شہید تخیل (آئیڈیل) کو ' ایک ہیرو کو ' اسی جانسپاری میں لطف آتا ہے -

نفع و ضرر

یہ ' اور اسی قسم کی دوسری مثالیں بے شبہ نہایت صحیح ہیں ' لیکن نظریۂ بالا کے معارض نہیں - اصل یہ ہے کہ ہر انسان پر تین مختلف نقطۂ ہاے خیال سے نظر کی جا سکتی ہے :

ایک اس حیثیت سے ' کہ وہ مستقلا ایک علحدہ وجود ذاتی رکھتا ہے -

دوسرے اس اعتبار سے ' کہ وہ مجموعۂ انسانیت کا ایک جزو ' اور بحر انسانیت کا ایک قطرہ ہے -

تیسرے اس لحاظ سے ' کہ اس میں توالد و تناسل کے ذریعے اپنے ہی ہم جنس دوسری مخلوقات کو پردۂ عدم سے میدان شہود میں لانے کی قابلیت موجود ہے -

ا- بنا پر ان حیثیات ثلاثہ کی مطابقت میں انسانی نفع و ضرر پر بھی تین مختلف حیثیت سے نگاہ ڈالی جا سکتی ہے :

(۱) نفع و ضرر ' افراد کے لیے -

(۲) " " ہیئۃ اجتماعیہ کے لیے -

(۳) " " نسل کے لیے -

ان منافع و مضرات سہ گانہ کے درمیان تخالف و تناقض پایا جانا ' نہ صرف ممکن ہے ' بلکہ کثیر الوقوع ہے - یعنی ایسا اکثر واقع ہوتا ہے کہ ایک فعل اپنے فاعل کے لیے سخت مضرت رساں ہے ' مگر بقاے نسل کے لیے اسکا ارتکاب لازمی ہے - یا ایک فعل ' افراد کے لیے بجاے خود ' مضر ہے ' لیکن ہیئۃ اجتماعیہ کے قیام کے لیے ناگزیر ہے -

انفرادی و اجتماعی نفع و ضرر

ساتھہ ہی ' فطرت انسانی کا یہ قانون بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ثبات عقل اور صحت نفس کی حالت میں ' علی العموم انفرادی منافع و مضار ' ہمیشہ اجتماعی اور نسلی منافع و مضار کے تابع و مغلوب رہتے ہیں - اس قسم کے متناقض الاثر افعال کے ارتکاب کے وقت انسان انبساط و انقباض ' دونوں کی کیفیات تقریباً ساتھہ ہی ساتھہ محسوس کرتا ہے - اسکی ایک بہتر مثال فعل وظیفۂ زوجیت ہے -

چونکہ ایک طرف نسلی حیثیت سے یہ نہایت مفید ' بلکہ لازمی ہے ' اسلیے اسکے عمل میں انسان ایک خاص لذت محسوس کرتا ہے ' مگر چونکہ دوسری طرف یہ انفرادی طور پر انسان کے لیے مضر و مضعف بھی ہے ' یعنی اس میں سے ایک کافی ذخیرۂ قوت کو خارج کر دینا ہے ' اسلیے معاً انسان کو کسل اور تکان کا نا خوشگوار احساس بھی ہوتا ہے ' مگر جیسا ہم ابھی کہہ چکے ہیں ' چونکہ انفرادی منافع ' نسلی منافع کے سامنے مغلوب رہتے ہیں ' اسلیے ضعف و کسل کے اندیشہ سے انسان اس فعل کے ارتکاب سے باز نہیں رہ سکتا -

یا مثلاً جب والدین ' اپنا پیٹ کاٹ کر اور خود فاقہ کرکے اپنی اولاد کو غذا پہنچاتے ہیں ' تو اس حالت میں وہ تکلیف و راحت سے تقریباً ساتھہ ساتھہ متحسس ہوتے ہیں - تکلیف اس لیے کہ فاقہ کشی کرکے ' وہ اپنی ذات کو ہلاکت کی طرف لے جانے میں معین ہوتے ہیں ' اور راحت اس بنا پر ' کہ اس فعل سے بقاے نوع کا سامان کرتے ہیں -

یہی تماشا حیوانات میں بھی نظر آتا ہے : بعض نہایت بزدل جانوروں (مثلاً مرغیوں) کو دیکھا ہوگا کہ دشمن کی مدافعت کے وقت اپنے بچوں کو الگ ہٹا کر خود اس سے مقابلہ کرنے پر تل جاتے ہیں - ظاہر ہے کہ یہ فعل کسقدر منجر بہ ہلاکت ہوتا ہے ؟ اور اسلیے انہیں اس سے نہایت سخت اذیت ہوتی ہے ' تاہم اپنی نسل کی حفاظت میں انہیں بجاے خود ایک لذت و راحت محسوس ہوتی ہے ' جو انکے ذاتی خطرہ و اذیت کے حق میں نعم البدل کا کام دیتی ہے -

انفرادی اور اجتماعی منافع کا تصادم

ایسی ہی کیفیت سے انسان کو اُن مواقع پر بھی دو چار ہونا پڑتا ہے ' جہاں منافع انفرادی و منافع اجتماعی کے درمیان آکر تضاد پڑجاتا ہے - حب قوم ' حب ملت ' اور حب وطن میں افراد سخت سے سخت صعوبت برداشت کرتے ' بلکہ اپنی جان تک دیدیتے ہیں - یوں یہ نہیں ہوتا کہ انسان کو تکلیف محسوس ہی نہ ہوتی ہو بلکہ یہ کہ جو کچھہ ہوتا ہے ' اُسکی حقیقت یہ ہے کہ نفع اجتماعی کا احساس لذت (جسے وہ " اداے فرض " " احقاق حق " وغیرہ دلفریب القاب سے تعبیر کرتا ہے) انسان کی نفع ذاتی کے حس لذت پر غالب آجاتا ہے -

ایک ہی فعل میں اجتماع نفع و ضرر

علاوہ بریں ' محض انفرادی حیثیت سے بھی بعض افعال اپنے اندر مضرت و منفعت ' دونوں کے کافی مدارج موجود رکھتے ہیں '

اور اسی بنا پر' ان افعال سے ایک فوری اذیت ' لیکن اسکے بعد ایک دیرپا لذت محسوس ہوتی ہے - مثلاً فرض کرو کہ کسی شخص کا ایک دانت ہلنے لگا ہے ' اور ڈاکٹر کو اسے مجبوراً اکھاڑنا پڑا ہے - غور کرو کہ ایسی حالت میں اس شخص کی مضرت و منفعت ' دونوں کے سامان ایک ہی فعل کے ذریعہ انجام پا رہے ہیں فرق یہ ہے کہ مضرت ہنگامی ہے ' اور منفعت مستقل : یعنی ایک طرف تو اسکا ایک عزیز عضو' ایک جزو جسم ' اس سے علحدہ کیا جا رہا ہے - اور دوسری طرف اسکی ایک اذیت ' ایک تکلیف کا بھی ازالہ کیا جا رہا ہے ' پس ضرور ہے کہ اسے اول الذکر نقطۂ خیال سے تکلیف' اور آخر الذکر حیثیت سے راحت محسوس ہو - چنانچہ دانت اکھاڑنے (اور اسی نوعیت کے تمام اعمال جراحی کے) وقت' ایک ہنگامی تکلیف' مگر اسکے بعد ایک مستقل راحت سے لذت یاب ہونا ' اسی تناقص عملی اور تناقص اثری کا نتیجہ ہے -

الام و لذات محض اضافی ہیں

ہمارے آلام و لذات ' جیسا کہ ہر شخص کو نظر آتا ہے ' دنیا کی تمام اشیاء کی طرح اضافی و اعتباری ہوتے ہیں - ایک شے ایک شخص کے لیے موجب راحت ہے ' مگر دوسرے کے لیے باعث کلفت - یا خود اسی شخص کے لیے ایک ہی شے مختلف حالات و واقعات کے درمیان' مختلف احساسات رکھتی ہے -

اس تغیر احساسات کی وجہ صاف ظاہر ہے' یعنی وہی افراد کی جلب مضرت و منفعت کی قابلیت - اور چونکہ اس استعداد ' اس قابلیت میں ہر وقت تغیر ہوا کرتا ہے' اسلیے (حظ و کرب) کے احساسات میں تغیر ہوتے رہنا بھی لازمی ہے - وہی غذا جو بھوک کے وقت نہایت خوشگوار معلوم ہوتی تھی ' شکم سیری کی حالت میں ہمارے لیے کوئی رغبت نہیں رکھتی - اس کا سبب صرف یہ ہے کہ پہلی صورت میں وہ ممد حیات تھی ' اور اب برخلاف اسکے مضرت بخش ہوگئی ہے -

ایک اعتراض

رہی یہ بات کہ بعض دوائیں ہیں' (مثلاً کونین) جو مفید ہونے کے ساتھہ ہی سخت بد ذایقہ بھی ہوتی ہیں ' تو اسکا جواب یہ ہے کہ انکا بد ذایقہ ہونا ' نظریۂ بالا کے عین مطابق ہے ' اسلیے کہ وہ فی نفسہ نہایت مضر صحت ہوتی ہیں ' اور ہمیں ان سے شفا جو حاصل ہوتی ہے ' تو صرف اس لیے کہ وہ اپنے سمی اجزا سے امراض کے پیدا کردہ زہر کا توڑ کر دیتی ہیں' اور اس طرح گو آخر کار انسان کو شفا حاصل ہو جاتی ہے ' لیکن اس سے ان ادویہ کی فطرۃ سم آلودہ بدل نہیں سکتی -

خلاصۂ بحث

صفحات بالا میں نظریۂ احساس کی جو تشریح کی گئی ' اسکا خلاصہ یہ نکلا کہ افادہ و انبساط '' اور مضرت و انقباض مترادف الفاظ ہیں - لیکن " افادہ " و " مضرت " میں پھر بھی ابہام ہے - علم وظائف الاعضا کی مدد سے یہ پردہ بھی اٹھہ جاتا ہے ' اور صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ افراد کا افادہ و نقصان دراصل نام ہے علی الترتیب انکے اعصاب جسم کے معتدل و واجب ' اور غیر معتدل و ناواجب عمل کا -

پس اب نظریۂ بالا کو ان الفاظ میں کہہ سکتے ہیں :

" اعصاب جسوقت تک ایک حد معین اور طرز مناسب کے ساتھہ کام کرتے ہیں ' حیات انسانی کو تقویت ' اور اسلیے نفس کو انبساط حاصل ہوتا ہے - اور جہاں انکی معلومات میں خواہ کیفی خواہ کمی حیثیت سے اختلال ہوا ' حیات انسانی میں بھی انحطاط ' اور اسلیے نفس میں بھی انقباض پیدا ہو جاتا ہے "

چنانچہ بعض اکابر علماء نفس نے اسی کلیہ کو اختیار کیا ہے - ورزش بالکل نہ کرنا' یا غیر معتدل طور پر کرنا ' دونوں صورتوں میں ایک ناخوشگوار اور انقباضی کیفیت کا احساس ہوتا ہے ' بر خلاف اسکے معتدل ورزش کرنے سے طبیعت کو فرحت حاصل ہوتی ہے - ایک موسیقی داں کی خوش الحانی تھوڑی دیر تک لطف دیتی ہے ' لیکن اگر دیر تک رہے تو گراں گزرنے لگتی ہے - احباب کا لطف صحبت تھوڑی دیر کے لیے ہوتا ہے ' لیکن اسکے بعد طبیعت اکتا جاتی ہے - ریل اگر اپنی معمولی رفتار سے چل رہی ہو ' تو ہم خوشی کے ساتھہ دریچوں سے باہر جھانکتے ہیں ' لیکن اگر وہی فاصلہ ایک نہایت سست رفتار بیل گاڑی ' یا نہایت سریع السیر برقی معین کے ذریعے طے کرنا پڑے ' تو دونوں صورتیں ہمیں ناگوار ہونگی - اسلیے کہ پہلی صورت میں اعصاب بصری کے سامنے ایک ہی منظر' حد سے زیادہ دیر تک رہیگا ' جس سے انسان اکتا جایگا ' اور دوسری صورت میں تمام اشیا ' اس سرعت کے ساتھہ آنکھہ کے سامنے یکے بعد دیگرے آتی جائینگی ' کہ کسی شے پر نظر نہ جم سکیگی ' اور انسان پریشان ہو جایگا -

ہوا جبتک سبک و لطیف ہے ' خوشگوار معلوم ہوتی ہے ' مگر وہی ہوا تند ہوکر' آندھی کی شکل میں کسقدر تکلیف دہ ہو جاتی ہے ؟ روشنی ' جسوقت تک ہلکی ہے ' لطف دیتی ہے' لیکن تیز ہوکر وہی روشنی تڑپ کھلاتی ہے ' اور آنکھوں میں خیرگی پیدا کر دیتی ہے - آواز میں دلکشی و ترنم اسی وقت تک ہے ' جبتک وہ ایک حد خاص سے بلند نہیں ہونے پاتی' لیکن تیز ہوتے ہی ایک تکلیف دہ شور و غوغا کی صورت اختیار کرکے ' کان کو کسقدر ناگوار معلوم ہونے لگتی ہے ؟

یہ تمام تمثیلات شواہد ہیں اس دعوے کے ' کہ ایک ہی شے جبتک کہ اعصاب کو ایک حد معین و طرز خاص تک متاثر کرتی رہتی ہے ' خوشگوار و انبساط بخش رہتی ہے ' اور جب اپنے حدود سے متجاوز ہوکر اعصاب کو متاثر کرنے لگتی ہے تو ناگوار اور باعث انقباض ہو جاتی ہے -

ایک ضروری نکتہ

احساس کی بحث میں یہ نکتہ غالباً سب سے زیادہ اہم ہے کہ قوت ارادی اپنی فعلیت میں سرتا سر احساسات کے تابع اور محکوم ہوتی ہے - یعنی انسان ' اپنے قصد و ارادہ سے انہی افعال کو اختیار کرتا ہے ' جن سے اسے براہ راست انبساط حاصل ہوتا ہے ' یا حصول انبساط کی توقع رہتی ہے (۱) اور جن افعال سے اجتناب کرتا ہے ' وہ وہی ہیں ' جو اسکے لیے موجب انقباض ہوتے ہیں - یہ فطرت انسانی کا ایک عالمگیر قانون ہے - اس سے انسان کا کوئی فعل ارادی مستثنی نہیں - رند و اوباش ' عالم و فاضل ' زاہد و صوفی ' سب اس حقیقت سے مساوی ہیں - فرق صرف یہ ہے کہ کسی کو جام و مینا میں حظ و لطف آتا ہے ' کسی کو مطالعۂ کتب و انہماک علمی میں ' اور پھر کسی کو حور و قصور کے تصور میں - بڑا سے بڑا مرتاض زاہد' جس نے جسم کو ہر طرح کی اذیت و تکلیف کا خوگر بنا رکھا ہے ' اور بڑا سے بڑا مشقت پسند عالم ' جو استغراق کتب بینی و استہلاک غور و فکر سے بالکل نحیف و زار ہو گیا ہے ' دلوں کو اگر ٹٹولو ' تو معلوم ہوگا کہ ان سب لوگوں کو انہی مشاغل و ریاضات میں حظ حاصل ہوتا ہے ' اور ویسا ہی حظ ' جیسا کہ عام افراد کو پر تکلف لباس اور لذیذ ماکولات و مشروبات میں

(لہا بقیۃ)

وثائق و حقائق

نتائج و عبر

قال موسی لقومه: استعینوا بالله و اصبروا، ان الارض لله، یورثها من یشاء من عباده، و العاقبة للمتقین - قالوا: اوذینا من قبل ان تاتینا و من بعد ما جئتنا، قال: عسی ان یهلک عدوکم، و یستخلفکم فی الارض فینظر کیف تعملون (۷ : ۱۱۴)

موسی نے اپنی قوم سے کہا: "اللہ سے مدد مانگو اور صبر کیے رہو، ملک تو سب اللہ ہی کا ہے، اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اُس کا وارث بنا دیتا ہے، اور حسن انجام پرہیزگاروں ہی کے لیے ہے" وہ لگے کہنے کہ "تمہارے آنے سے پہلے اور تمہارے آنے کے بعد بھی ہم تو اذیت ہی اٹھاتے رہے" موسی نے کہا "اب وہ وقت قریب آ رہا ہے کہ تمہارا پروردگار تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے، اور تم کو اُنکا قائم مقام بنا لے، پھر دیکھے کہ تم کیسے کام کرتے ہو" -

دنیا میں ہمیشہ ناکامیوں سے کامیابی کی بنیادیں مستحکم کی ہیں - جسقدر بندشیں بڑھتی گئیں، جتنا استبداد زیادہ ہوا، جیسے جیسے مظالم ترقی کرتے گئے، اُسی تناسب سے حوصلہ بھی بڑھتا گیا، اور ہمت نے بھی پر پرواز نکالے - شیر کو چوٹ لگتی ہے، زخم کھاتا ہے، مجروح ہو جاتا ہے، مگر درماندہ ہو کر ہمت نہیں ہار دیتا - جوش انتقام میں دوڑتا پھرتا ہے، اور جب تک اپنی ابتدائی ناکامی کو انتہائی کامیابی کی صورت میں تبدیل نہیں کر لیتا، خاموش نہیں ہوتا -

غار (گلس) کو شیشے میں بند کر دیتے ہیں، دباتے ہیں، مگر وہ دباؤ کو نہیں مانتی اور پھوٹ بہتی ہے - درخت کی شاخیں قلم کرتے ہیں، کاٹتے ہیں، بے برگ و بار کر دیتے ہیں، لیکن بہار آتے ہی اُس میں از سر نو نمو ہوتا ہے، پھلتا ہے، پھولتا ہے، ہرا بھرا ہو جاتا ہے !!

سمندر کو مطیع بنانے کی کیا کیا کوششیں کیجاتی ہیں؟ اُس کی پشت پر جہاز چلاتے ہیں، چھوڑتے ہیں، سینہ چیر ڈالتے ہیں، بحری تار کا جال بچھا کر اُسکے قلب میں سوراخ کر دیتے ہیں، لیکن وہ خبر بھی نہیں ہوتا - آخر جب شدائد بہت بڑھتے ہیں، نا قابل برداشت ہو جاتے ہیں، تو وہ دفعۃً کروٹ لیتا ہے، ہیجان میں آتا ہے، اور "نعوذ باللہ من غضب الحلیم" کا ایک معمولی طوفان، ساری بندشوں کی دھجیاں بکھیر دیتا ہے !!

یہی حال قوموں کے ہبوط و صعود، ترقی و تنزل، حرکت و سکون، اور موت و حیات کا بھی ہے - قومیں گرتی ہیں، اس لیے کہ اُبھریں - مرتی ہیں، اس لیے کہ پھر جاگیں - پیچھے ہٹتی ہیں، اس لیے کہ آگے بڑھیں -

مصائب کے تنوع نے بے شبہ ہماری موجودہ حالت خراب کر رکھی ہے، خستہ کر رکھی ہے، مگر جراحت کو نا قابل اندمال کیوں فرض کیے لیتے ہو؟ دنیا تو اسی کا نام ہے کہ مصائب و مشکلات پیش آئیں، زندگی تلخ ہو جائے، اذیتوں کا طوفان اُمنڈ پڑے، اس تلاطم میں انسان ہر ایک زحمت کے مقابلہ کو اُٹھ کھڑا ہو، اُس کی کوششیں بار بار ناکام ثابت ہوں، قدم قدم پر ٹھوکریں لگیں، چلے اور گر گر پڑے، لیکن پھر سنبھلے اور سب کچھ سنبھال لے -

یعقوب بن لیث ایک ٹھٹھیرا تھا - اُس نے جب دکان بڑھائی ہے، اور دوستوں سے حصول عظمت و عزت کے تذکرے کیے ہیں، تو لوگ اُس کے دانوں پر ہنستے تھے :

> نہ بوریا بھی میسر ہوا بچھانے کو
> ہمیشہ خواب ہی دیکھا کیے چھپر کھٹ کا

وہ اس طعن و تشنیع کا چند مختصر لفظوں میں جواب دے دیا کرتا تھا :

" میرے پاس مال نہیں ہے، دولت نہیں ہے، اعوان و انصار نہیں ہیں، ملک گیری و ملک رانی میں سابقۂ معرفت حاصل نہیں، مگر کیا میرے پاس وہ دل بھی نہیں ہے جس نے ایک خراسانی نوکر کو (ابو مسلم) بنا دیا تھا؟ "

دمشق کا تخت اُلٹا، اور بنی امیہ کے جاہ و جلال نے آل عباس کیلیے جگہ خالی کی، تو اس انقلاب کا علم بردار (ابو مسلم) نامی ایک نو مسلم خراسانی تھا - یعقوب بن لیث کا اشارہ اسی طرف تھا کہ اگر ایک نو مسلم ایک عظیم الشان حکومت کو خاک میں ملا سکتا ہے، اور ایک نئی حکومت کی بنیاد رکھ سکتا ہے، تو پھر ہر انسان کیلیے جو ہمت و عزم رکھتا ہو، یہ کیوں نا ممکن ہے؟

یہ عزم راسخ، یہ ہمت بلند، یہ جلالت آفریں حوصلے، ایک ایسے شخص کے تھے، جس کے حصے میں دنیا اور اُس کی نعمتوں سے کوئی نمایش و نموداری کی بات نہیں آئی تھی، مگر یہ حساس دل تھا، یہ اللہ اکبر کی صدائیں تھیں، یہ "لیستخلفنهم فی الارض" (قابلیت و صلاحیت رکھنے والے ایمانداروں کو زمین پر خدا اپنا جانشین بنائیگا) کے وعدے پر یقین رکھنے والے جذبات تھے، کہ اُن کی برکت سے بالآخر ایک مجہول و بے حیثیت ٹھٹھیرا ایران کا بادشاہ ہو گیا، اور خاندانِ صفّار نے زمین کی عظمت اور سپاہ و سلطنت بھی اُس کا ساتھ نہ دے سکی - تاریخ ایران یعقوب بن لیث کی داستان عظمت و جلال آجتک سنا رہی ہے !!

ذلک بان اللہ مولی الذین آمنوا، و ان الکافرین لا مولی لهم (۴۷ : ۱۰)

یہ اس لیے ہوا کہ جنگ میں ایمانداروں کا مالک اور کارساز خدا ہے، اور جو خدا کی قدرت کے منکر ہیں، اُن کا کوئی بھی مالک اور کارساز نہیں -

آجکل کا سنۂ ۱۹۱۳ ع، سنہ ۱۲۳۳ ع، کے اندلس سے گیا گزرا نہیں ہے، جہاں مسلمانوں کی حکومت کا خاتمہ ہو چلا تھا، مسجدوں میں

شراب پرتگالی کے دور چلتے تھے، تماشا گاہوں میں اسلام اور پیغمبر اسلام کی تمثیل (اہانت) ہوتی تھی - الفانسو ہفتم نے ملک ہی سے نہیں، آزادی و عزت سے بھی مسلمانوں کو بے دخل کر رکھا تھا - اس معصیت آباد میں پرانے مذاق اور پرانے خیال کا ایک فقیر منش مولوی اٹھتا ہے، جس کے پاس بجز ایمان اور عمل صالح کے اور کوئی ساز و سامان نہیں ہوتا - یہ شخص (محمد بن عبد اللہ) مشرق سے روشنی لیکر مغرب میں اکیلا آتا ہے، اور اکیلے ایک خدا کی جانب بندوں کو بلاتا ہے، اور اتباع قرآن و احیاء سنت رسول کی دعوت دیتا ہے - اس دعوت میں صرف اُس کا ایک شاگرد (عبد المومن) ساتھ ہے، لیکن صداقت کو بہت سے ساتھیوں کی ضرورت نہیں پڑا کرتی - اُس کی تنہا کوششیں حکومت میں انقلاب پیدا کردیتی ہیں، اور سنہ ۱۱۴۷ - سے سنہ ۱۱۹۷ - تک کی قلیل مدت میں، اندلس کی تثلیث پر دوبارہ توحید غالب آکر زمین کو آسمان کے اس مقدس پیغام کا مفہوم سمجھا دیتی ہے :

فانتقمنا من الذین اجرموا — جن لوگوں نے جرم کیے تھے ہم نے
وکان حقا علینا نصر — اُن سے انتقام لیا، اور ہم پر حق تھا
المومنین (۳۰ : ۴۰) — کہ ایمان داروں کی مدد کریں -

یہ انتقام و نصرت کچھ اُسی زمانہ سے مخصوص نہیں، اور نہ قدرت کاملہ کے وعد و وعید میں کسی عہد کی تخصیص ہوا کرتی ہے - ایمان کی خصوصیت اگر اب بھی ہمارے افعال سے نمایاں ہو، اور قانون الہی کی اس دفعہ پر اگر اسوقت بھی ہمیں سچا ایمان حاصل ہو جائے کہ " ان العزة للہ، و لرسولہ، و للمومنین جمیعاً " (عزت صرف اللہ کے لیے، اُس کے رسول کے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے ہے) اور ہم اپنی اس کھوئی ہوئی عزت اسلامی کو واپس لانے کے لیے با اصول کوششیں کرنے لگیں، تو اس حالت میں خدا پر بھی حق ہے کہ ہماری مدد کرے، اور جو لوگ خلاف حق و عدل کے مجرم ہیں اُن سے انتقام لے، اور پھر یہی صداقت الہی ہے، جو (من انصاری الی اللہ) کی صداے دعوت میں اپنے ڈھونڈھنے والوں کو ڈھونڈ رہی ہے، لیکن افسوس کہ " قلیلاً ما تذکرون " ایسے بہت کم ہیں، جنکے پاس عبرت آشنا دل ہوں !

فتنۂ تاتار (جس نے ساتویں صدی میں تمام عالم اسلامی کو زیر و زبر کر دیا) اسکا پہلا سر مشق جلال الدین خوارزم شاہ تھا - اُس کا یہ عالم تھا کہ ہلاکو خاں کی حملہ آور فوج پیچھے پیچھے اور غفلت و مے گساری و مخموریت آگے آگے رہتی تھی - آج کسی شہر میں مقابلہ ہوا، تاتاریوں نے خوارزم شاہیوں کو پسپا کردیا، پادشاہ ساز و سامان چھوڑ کر بھاگ نکلا، رات کو بڑی مشکلوں سے کسی مامن میں پناہ لی، لیکن پھر شراب و شاہد اور رود و سرود کا مشغلہ شروع ہوگیا - دوسرے دن تاتاری یہاں بھی آ پہونچے، اور خوارزم شاہ بھاگ کر کسی دوسری جگہ پناہ گزیں ہوا - پھر وہی دور چل نکلا، اور رات بھر جام و مینا کی صحبت عیش میں بسر ہوئی - یہی تباہ کاریاں تھیں، جن سے متاثر ہوکر پادشاہ کے خاص شاعر تنگ کا دل بھر آیا تھا اور اس نے لکھا تھا کہ :

شاہا ز مئی گران چہ بر خواهد خاست
و ز مستی ہر زمان چہ بر خواهد خاست
شہ مست، جہاں خراب، دشمن پس و پیش
پیداست کزین میان چہ برخواهد خاست

پادشاہ اس پر بھی متاثر نہوا، اور آخر اپنی سلطنت ہی نہیں، بلکہ دنیاے اسلام کی ساری عظمت و عزت بھی کھو بیٹھا -

یہ واقعات آج سے سات سو برس قبل کے ہیں، لیکن آج اپنی حالت کو دیکھیے، کیا ہماری غفلت و بے حسی اُس عہد کی سرمستی سے بڑھی چڑھی نہیں ہے ؟

ہندوستان میں ہیں تو ہندوستان سے باہر نہ جائیے - یہیں کا ماضی و حال سلف و خلف کے موازنے کیلیے کافی ہے - ایک عہد تو وہ تھا کہ (خان دوران) کو عین معرکۂ جنگ میں نماز پڑھتے ہوے گولی لگتی ہے، وہ شہید ہو جاتا ہے، سپاہی بد دل ہو جاتے ہیں، لشکر میں تفرقہ پڑ جاتا ہے، اسی عالم میں معین الملک (میر منو) اُٹھتا ہے، مرحوم سپہ سالار کی لاش کو آگے رکھ لیتا ہے، اور اس شدت سے حملہ کرتا ہے کہ احمد شاہ ابدالی جیسے نبرد آزما کو " دست ستیز " پر " پاے گریز " کو ترجیح دینی پڑتی ہے - دشمنوں سے میدان خالی ہو جاتا ہے، اور وہی موج جو ایک گھنٹہ قبل سراسیمہ ہوکر بھاگنے پر تلی بیٹھی تھی، اپنے احساس کے بیدار ہوتے ہی حریفوں کو بھگا کر دم لیتی ہے -

اب اُسی قوم کی یہ حالت ہے کہ سفینۂ مرگ اُس پر یکسر مسلط ہو چکی ہے، دین و دولت لے چکی ہے، علم و فضل لے چکی ہے، تہذیب و تمدن لے چکی ہے، اُس کے تمام موارد حیات کو فنا کرچکی ہے، اور اب اُس کے بقیہ انفاس حیات کو نیست و نابود کردینے پر آمادہ ہے - مذہب کی لاش آگے پڑی ہوئی ہے، اور وہ اُسے چھوڑ کر پیچھے بھاگے جا رہے ہیں -

واضیعة الناس والدین الحنیف وما
تلقاہ من حادثات الدھر اجواد
ھتک و قتل و احداث یشیب بھا
راس الولید و تعذیب و اصفاد

ہاے، یہ لوگوں کی تباہ کاری، یہ مذہب مقدس کا ضائع ہونا، یہ حوادث زمانہ سے شرفا کا ابتلا میں گرفتار ہو جانا !!

عصمت کی پردہ دری ہو رہی ہے، جذبات کا قتل عام ہے، حوادث ایسے پیش آ رہے ہیں کہ بچوں کے بال سفید ہو جائیں، طرح طرح کے عذاب ہیں اور گرفتاریاں وقوع میں آ رہی ہیں !!

وقت آ گیا ہے کہ ان حالات پر ہم غور کریں، ان معاملات کو پیش نظر رکھیں، ان مقدمات و نتائج سے اثر پذیر ہوں، اور اُس دیرینہ روش کو، جو فرسودہ ہو چکی ہے، جو ہمیشہ بے سود ثابت ہوا کی ہے، جس نے قوم کو ولولۂ حیات سے محروم کر رکھا ہے، ترک کرکے اس نئی وادی میں قدم رکھیں، جس کا خدا نے ہم سے وعدہ کیا ہے، اور پھر اُس پیغام آسمانی کو یاد رکھیں جو خدا نے مقدس کوہ سینا پر موسی (علیہ السلام) کی زبانی بنی اسرائیل کو دیا تھا :

" دیکھو! میں آج کے دن تمہارے آگے برکت، و لعنت دونوں کو رکھے دیتا ہوں - برکت، جب کہ تم اپنے خدا کے احکام کو، جن کا میں آج تم کو حکم دیتا ہوں، مانو - اور لعنت، جب کہ تم اپنے خدا کی فرماں برداری نہ کرو، اور اُس راہ سے پھرکے، جس کی بابت میں آج تم کو حکم دیتا ہوں، پرانے معبودوں کی، جنھیں تم نے نہیں جانا، پیروی کرو "

" جب تیرا خدا تجھ کو اُس سر زمین میں جہاں تو جاتا ہے کہ اُس کا وارث بنے، داخل کریگا تو اُس برکت کو جرزیم کی پہاڑی پر سے، اور اُس لعنت کو جبل ایبال پر سے سنائیگا .... تم اردن پار جاتے ہو کہ اُس سر زمین کے، جو تمہارا خدا تمہیں دیتا ہے، وارث ہو - تم اُس کے وارث ہوگے اور اُس میں بسوگے، لہذا تم اُن تمام حقوق و احکام کی محافظت کرو، جنھیں میں آج تمہارے سامنے رکھتا ہوں، اور اُن پر عمل کرو (استثنا - ۱۱ : ۲۶ - ۳۲)

پچھلے ملی میں واشنگٹن کے ایک مدرسہ ثانویہ (سکینڈری اسکول) میں طلبہ کا امتحان تھا - جوابات کیلیے ایک یہ شرط بھی لگادی گئی تھی کہ جواب کی کاپیوں پر خاتمۂ مسائل کے بعد جہاں نام لکھے جاتے ہیں، وہاں ہر ایک متعلم یہ بھی لکھے کہ تکمیل تعلیم کے بعد وہ کیا کرنا چاہتا ہے ؟ طلبہ کا شمار ڈھائی سو تھا - ان میں بجز دس لڑکوں کے ' جنہوں نے تعلیم کے ذریعہ قوم کو فائدہ پہونچانے کے لیے سررشتۂ تعلیم کی ملازمت پسند کی تھی' اور سب نے آزاد کاروباری زندگی کی جانب رغبت ظاہر کی - اور سرکاری ملازمت کو پسند کرنے والا کوئی نہ نکلا - طلبا میں ایک غریب گھرانے کی نوخیز لڑکی بھی تھی - اس نے اپنے نام کے ساتھ لکھا تھا : " میں امریکہ کی پریسیڈنٹ (رئیس الجمہور) بننا چاہتی ہوں " غریب لڑکی کو معلوم تھا کہ اس کی حالت خستہ ہے' خراب ہے ' بے بس ہے ' بے کس ہے' عورتوں کو رئیس الجمہور بننے کا حق بھی حاصل نہیں ' لیکن حقیقی معیار تعلیم نے اس کے خیالات بلند کر رکھے تھے' اور اس کو یقین تھا کہ مدعاے تعلیم یہی ہے کہ گرے ہوے دل و دماغ ہمیشہ گرے ہی نہ رہیں بلکہ ان کو ابھرنے اور عزت کی سب سے اونچی سطح تک پہونچنے کا موقع مل سکے -

تعلیمی روشنی کا نقطۂ شعاعی (فوکس) ایک طرف تو یہ ہے' اور دوسری جانب یہ ہے کہ پڑھو' پڑھ کر گریجویٹ بنو' لیکن صرف اسلیے کہ تمہارے لیے چاکری کی کوئی سبیل نکل سکے - تم اپنی ساری زندگی اسی غلامی میں بسر کردو' اور اسی کو حاصل ایام سمجھو :

ما ہمہ بندۂ و این قوم خداوندانند ! !

فاعتبروا یا اولی الابصار ! !

کچھ اوپر سو برس ہوے ' ہندوستان میں انگریزی حکومت آئی ' اور جدید علم و فن کو اپنے ساتھ لائی - اسکول بنائے ' کالج قائم کیے' تربیت گاہ (ہوسٹل) و اقامت گاہ (بورڈنگ ہاؤس) کی بنیاد ڈالی ' وظیفے دیے ' ملازمتوں کا دروازہ کھولا ' سررشتۂ تعلیم کی رسی درازکی - یہ سب کچھ ہوا ' لیکن اس کو کیا کہا جائے کہ تعلیم کا نظام اور اس کا طرز و طریق ہی ایسا ناقص تھا کہ تعلیم یافتہ گروہ نہ ذہنیات ہی میں ترقی کرسکا' نہ دماغ ہی آراستہ ہوے ' نہ عملی طریق پر ملک کی ثروت بڑھانے کی ضرورت محسوس ہوئی ' اور نہ ایجاد و اختراع ہی کی جانب توجہ پیدا ہوئی - اس تمام تعلیمی تگ و دو اور غوغاے علم کا نتیجہ صرف اسی قدر نکلا کہ سرکاری دفتروں میں محرری و نظامت کے لیے کم معاوضہ پر فرنگی کارکن نہیں مل سکتے تھے ' ہندوستانیوں کو انگریزی میں بہرہ نہ تھا ' انگریزی افسر ہندوستانی محرروں کے حاجتمند بھی تھے' اور ان کے ہاتھوں زحمت بھی اٹھاتے تھے - بس سرکاری یونیورسٹیوں نے یہ زحمت رفع کردی - کلرکی کے لیے اس تعلیمی ترقی کے دور میں ہر قسم کے ہندوستانی گریجویٹ ملنے لگے ' جن کی زندگی کا ماحصل یہی ہوتا ہے کہ کما ئیں ' کھائیں ' اور گورنمنٹ کی غلامی میں عمریں گذاردیں ! !

خلاص حافظ ازان زلف تابدار مباد

یہ حالت تو ہندوستان کی ہے' جہاں ایک نہیں پانچ سرکاری یونیورسٹیاں پہلے سے موجود ہیں' اب ایک اور نئی یونی ورسٹی ڈھاکے میں قایم ہونے والی ہے' اور پچھلے دنوں سر جارج کلارک گورنر بمبئی نے احمد آباد گجرات میں بھی ایک سرکاری یونی ورسٹی قائم کرنے کی راے دی تھی - اسکے مقابلے میں ارض شام کی حالت دیکھیے' جہاں ایک یونی ورسٹی بھی نہیں - گورنمنٹ کی طرف سے کوئی کالج بھی قائم نہیں ہے - صرف گورنمنٹ اسکول ہیں یا بیروت میں مبشرین امریکہ کا ایک بہت ہی مختصر کالج ہے جو اپنا آپ ہی امتحان لیتا ہے' اور سند دیتا ہے -

تاہم تعلیم کا نظام اتنا سودمند ہے ' نشو و ارتقاے دماغ پر اس قدر زور دیا جاتا ہے ' اظہار مواہب فطریہ کے محرکات اس درجہ بڑھے ہوے ہیں' کہ وہی معمولی تعلیم ان میں مصنفین و مخترعین پیدا کرسکتی ہے ' مگر ہماری غیر معمولی تعلیم ایجاد و اختراع کے سمجھنے اور علوم و فنون کا صحیح مطالعہ کرنے میں بھی مدد نہیں دے سکتی !

عبد اللہ افندی البستانی ارض شام کے ایک مشہور بزرگ ہیں' جن کو تعلیمی حیثیت سے یونی ورسٹی کی کوئی ڈگری حاصل نہیں - حال میں انہوں نے ایک نئی چیز دریافت کی ہے جس کا غلغلہ دمشق و بیروت سے نکل کر یورپ تک پہونچ گیا ہے -

تنباکو کے نقصانات اس قدر عام اور وسیع ہیں کہ ان مضرتوں کا تذکرہ اب ایک طرح کا اعلام معلوم ہوگیا ہے - علماے حفظ صحت اس کے ضرر پر رسالے لکھ چکے ہیں ' بڑی بڑی انجمنیں اسکی عادت چھڑانے کے لیے قائم ہیں ' اور حکومتوں نے اسکے لیے قوانین نافذ کیے ہیں ' تاہم جو شے ایک مدت سے جزو زندگی ہوگئی ہے ' اسکا ترک بہت مشکل ہے -

عبد اللہ بستانی کو فلسفۂ اجتماع کی اس حقیقت کا علم تھا کہ جس طرف پبلک کا عام رجحان ہو اور یہ رجحان پختہ ہوچکا ہو' اس کی فوری بندش کی کوششیں ہمیشہ ناکام رہتی ہیں - اصلاح البتہ ممکن ہے اور وہ بھی تدریجی رفتار سے مقبول ہوسکتی ہے - تنباکو میں مضرت کی جو خاص چیز ہے وہ ایک قسم کا زہریلا مادہ ہے جو استعمال کرنے والوں کے اعضاء رئیسہ پر بہت برا اثر ڈالتا ہے - اس مادہ کا علمی نام " نیکوٹین " ہے' اور وہی ان مضرتوں کا باعث ہے - بستانی کی اختراعی قابلیت نے ایک ایسی چیز نکالی ہے کہ تنباکو کے مزے اور ذائقہ و بو میں فرق بھی نہیں آنے پاتا ' اور یہ مادہ بھی اس سے نکل جاتا ہے - مصر کے سینٹری کمشنر (افسر محکمۂ حفظان صحت) ڈاکٹر بیٹسر نے اس اکتشاف کی نہایت کامیاب تصدیق کی ہے -

ایجاد کی عملی تصدیق یوں ہوی کہ ایک سو خرگوشوں کے خون میں مادہ (نیکوٹین) پچکاری کے ذریعہ پہونچایا گیا - ہنوز پورے بیس منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ سب کے سب مرگئے - پھر اس مادے سے الگ کیے ہوے تنباکو کے جوہر سے دوسرے خرگوشوں پر یہی عمل کیا گیا' مگر وہ بالکل زندہ رہے ' اور ان کی طبعی حالت میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہوا -

فاضل مکتشف نے پچھلے مہینے میں اس اکتشاف کے متعلق مصر میں ایک لکچر بھی دیا تھا ' اور اس کیفیت کا تجربہ دکھلا دیا تھا ' چنانچہ علمی دنیا کے مختلف حصوں سے انہیں پر جوش مبارکباد دی گئی ہے -

کیا ہندوستان میں بھی وہ دن آئیگا کہ تعلیم کا صحیح معیار اور درست انتظام قائم ہو' اور تعلیمی نتایج بہترین علمی اکتشاف و اختراع کی صورت میں ظاہر ہوا کریں ؟

نامورانِ غزوۂ بلقان

شہادۃ بطل الحریۃ

رحمۃ اللہ علیک یا نیازی !!

حادثۂ ملی

(۳)

انجمن میں شرکت

(نیازی بک) کے خیالات کا تغیر روز افزوں تھا - اسکے تفکرات سیاسیہ روز بروز عمیق تر ہوتے جاتے تھے - عشق ملۃ اور ہوائے حریۃ کے ایک محبوب غیر مرئی کی یاد نے اسکے تمام حسیات و جذبات دھلبہ پر قبضہ کرلیا تھا -

لیکن تاہم اب تک اسکا سفر بے مقصود' اور اسکی تفحصات فکریہ مجہول تھیں -

اٹلی کے مشہور داعی حریت (جوزف مزینی) نے جب اپنے ہم وطنوں کو غیر ملکی سپاہیوں کی قید میں سڑک پر سے گذرتے ہوے دیکھا تھا' تو عشق حریۃ کی آگ اسکے سینے میں بھڑک اٹھی تھی - وہ اپنی مخفی بیقراری سے مضطر' اور اپنے التہاب قلبی سے مضطرب تھا' لیکن تھوڑے ہی دنوں کے اندر بغیر کسی تلاش و جستجو کے' خود بخود آسے ایک مخفی ملکی جماعت کا پتہ ملگیا' اور اسکی شرکت کے ساتھہ ہی اسکی تاریخی زندگی شروع ہوگئی -

بعینہ اسی طرح نیازی بک کو بھی زیادہ انتظار کرنا نہیں پڑا - اس انقلاب طبیعت پر بیقراری کا ایک سال بھی نہیں گذرا تھا کہ اسے " انجمن اتحاد و ترقی " کا ایک مخفی داعی ملگیا' جس نے انجمن کے مقاصد و اغراض سے مطلع کیا' اور بتلایا کہ " جن افکار میں تم مبتلا ہو' یہی اضطراب ہے' جس نے ملک کے ہزاروں فرزندوں کو تم سے بہت پہلے رشتۂ اتحاد و اشتراک عمل میں منسلک کر دیا ہے "

(نیازی بک) لکھتا ہے : " اس راہ میں (انور بے) کے ارشاد طریقت اور دلیل راہ بننے کا میں ہمیشہ شکر گذار رہونگا "

+ + +

انجمن کے قبل از دستور کاموں کے ذکر کا یہ موقعہ نہیں - تیس برس کے اندر مختلف مقامات میں رہنے اور حوادث و موانع کے ظہور سے ٹوٹنے اور منتشر ہونے کے بعد' بالآخر انجمن کی مرکزی جمعیۃ پیرس میں آکر مقیم ہوگئی تھی' مگر اپنے کاموں کی طرف سے بالکل نا امید تھی' اور سرائے یلدیز کی مخالفانہ و حریفانہ کوششوں کا مقابلہ کرنے سے عاجز آگئی تھی - یہاں تک کہ سنہ ۱۸۹۶ - سے مقدونیا کے مسئلے نے یورپین ترکی کے مسئلے کی صورت اختیار کرلی' اور دول ستہ نے صاف صاف اسمیں مداخلت کا اعلان کر دیا - انجمن نے سونچا کہ یہ وقت خاموشی اور صرف نظر کا نہیں ہے' اور ترکی کے لیے جو کچھہ ہونا ہے' ضرور ہے کہ دول یورپ کے مطامع کے ظہور سے پہلے ہی ہوجاے - اس نے دیکھا کہ برلن کانگریس کے معاہدے میں سے الحاق بوسینیا و ہرزی گوئینا وغیرہ کا بڑا سبب دولۃ عثمانیہ کا غیر آئینی حکومت ہونا ظاہر کیا گیا تھا' اور اسکی تصریح کردی گئی تھی کہ اگر سنہ ۱۸۸۷ - کی عثمانی پارلیمنٹ قائم رہتی اور اصلاح و ترقی کرتی رہتی' تو یورپین ترکی کی علحدگی یا خود مختاری کا سوال بالکل چھوڑ دیا جاتا -

پس اگر اس وقت کوئی داخلی انقلاب نہ ہوا' تو مقدونیا اور بقیہ یورپین ترکی کا دولت عثمانیہ سے فصل قطعی اور یقینی ہے -

مشہور "----رائے پاسدر"
کا ڈائننگ ہال

چنانچہ انجمن اتحاد و ترقی نے اپنی مرکزی جماعت' پیرس کی جگہ مصر میں قرار دی - پھر اسکے بعد سنہ ۱۸۹۷ - میں خود مقدونیہ کے مرکزی اور فوجی مقامات (سلانیک) اور (مناستر) میں منتقل کردی گئی' اور اسکے داعی و نقیب طرح طرح کے بھیسوں اور لباسوں میں تمام فوجی آبادیوں کے اندر پھیل گئے -

انجمن کے پر اسرار اعمال

انجمن خطروں اور ہلاکتوں میں گھری ہوئی تھی' اسلیے اس نے قدیمی انقلابی اور مخفی جماعتوں کے اصول پر اپنے تمام کاموں کے طریقے قرار دیے تھے - اسکے نقیب سوسائٹی میں شامل ہوکر لوگوں کے خیالات کو ٹٹولتے' اور انکی طبیعت کا اندازہ لگاتے رہتے - جب انکو کسی شخص کے خیالات میں تغیر و اصلاح اور مصائب ملک و ملت کے حس کا پتہ لگتا' تو پھر اسکو طرح طرح کی آزمایشوں میں ڈالتے' اور کچھہ عرصے تک اسکے خیالات کی استقامت کی تفتیش کرتے - جب وہ مستقل اور قابل وثوق ثابت ہوجاتا تو پھر اسکو اطلاع دیتے' کہ جن چیزوں کے تم متلاشی ہو' انہی کیلیے

مخلصین امت و جان نثاران ملت کی ایک مخفی جماعت موجود ہے -

لیکن وہ کہاں ہیں ؟ کون لوگ ہیں ؟ کیا کام ہے ؟ کون کون اُن میں شریک ہو چکا ہے ؟ ان امور کی ابھی اسکو کوئی اطلاع نہیں دی جاتی تھی ' تاکہ اگر وہ دھوکا دینا چاہے' تو اسکے شر سے انجمن محفوظ رہے -

جب وہ اُس مخفی جماعت میں شریک ہونے کیلیے طیار ہوجاتا ' تو اسکے آگے نہایت سخت پر امتحان و محنت کاموں کو پیش کیا جاتا ' اور شدید سے شدید شرطیں سنائی جاتیں - اس منزل سے بھی گذر جاتا ' تو پھر وہ نقیب اسکو اپنے ساتھ لیتا ' اور رات کے پچھلے پہر کی تاریکی میں آنکھوں پر پٹی باندھکر کسی غیر معروف اور شہر سے دور مقام پر لیجاتا ' وہاں ایک نہایت پرخوف اور ہیبت انگیز مختصر سی صحبت ہوتی - چار پانچ سیاہ پوش لجسام ہوتے ' جنکے چہرے نقاب سے چھپے ہوے ' اور جنکی آوازیں ہیبت اور جبروت میں ڈوبی ہوئی ہوتیں - دو شخص برہنہ تلواروں کو اجنبی کے سر پر بلند کرتے ' اور ایک شخص قران مجید اسکے ہاتھ میں دیتا - پھر قبلہ رو ہوکر " حلف و میثاق مقدس " کے مندرجۂ ذیل الفاظ اسکی زبانی دہرائے جاتے -

مرحوم نیازي کا مرحوم وطن !! رسنہ کا ایک نظارہ !

" میں آج خدا کی عبودیت ' اسکی عدالت کے احترام ' اسکے رحم کی پیروی ' اسکے قوانین حریۃ ' مساوات ' اخوت ' اور بنی نوع انسان کے طبیعی حقوق کی نگہداشت کے عہد کی تجدید کرتا ہوں - آج سے میری جان ' میری عزت ' میری آبرو ' میرا مال ' اور میری تمام قوتیں میری نہیں رہیں ' بلکہ اُس جماعت کی ' جو انکو ملک کی سعادت و حریت اور اسکو ظلم و استبداد اور طمع و غصب اجانب سے نجات دلانے کی راہ میں خرچ کریگی - مجھپر اور میری نسل پر تا قیامت اللہ کی لعنت اور پھٹکار ہو ' اگر میں آج کے مقدس حلف و میثاق کی خلاف ورزی کا کبھی تصور بھی اپنے دل میں لاؤں - .... "

انجمن کے پر اسرار اعمال کے عجائب کا یہ حال تھا کہ عام آبادی ایک طرف رہی ' خود سرائے یلدیز کے ڈائننگ ہال کے اندر دو آدمیوں سے اسکے بھیس بدلے ہوے نقیب نے مقدس حلف لیا تھا !!

فوجی مسئلہ

نیازی بک بھی ان تمام منازل سے گذرا ' اور رسنہ سے پوشیدہ مناستر میں لایا گیا ' جہاں ایک مخفی اور مجہول العنوان مقام پر اس نے عشق ملت اور ہواے وطن کی مقدس قسم کھائی ' اور پھر واپس آکر انجمن کی دعوت و تبلیغ کا کام شروع کردیا ' اور تھوڑے ہی دنوں کے اندر اسکی پلٹن کے اکثر افسر اور سپاہی بھی انجمن میں شامل ہوگئے -

انجمن اپنے کاموں میں نہایت تیزی سے مصروف تھی ' اور وقت مناسب کا انتظار کر رہی تھی - ترکی کی فوج نظام سات رجمنٹوں میں منقسم ہے ' جسکو (فیلق) کہتے ہیں ' اور یہی فیالق نظامیہ اسکی فوج کی اصلی طاقت ہیں - ان میں سے دوسری اور تیسری رجمنٹیں یورپین ترکی کے صدر مقامات سالونیک ' مناستر ' اسکوب ' ادرنہ ' اور ازمیر میں تھیں ' اور چوتھی روملی میں -

باقی چار ' یعنے پہلی ' پانچویں ' چھٹی ' اور ساتویں میں سے ایک دار الخلافہ میں ' اور تین بلاد بعیدہ یعنے دمشق ' بغداد ' اور یمن میں متعین تھیں -

انجمن نے ان میں سے تین رجمنٹوں کو جو یورپین ترکی میں مقیم تھیں ' اور جنکے چھتیس ہزار سپاہی عثمانی فوج کا اعلی ترین حصے تھے ' اپنے ساتھ کرلیا تھا ' اور اسکے تمام چھوٹے بڑے افسروں نے انجمن کی اطاعت کی قسم کھائی تھی -

(غازی انور بے) اور مرحوم نیازی اسی تیسری رجمنٹ سے تعلق رکھتے تھے -

پہلی رجمنٹ جو دار الخلافہ میں تھی ' اسکے تمام بڑے افسر حتی کہ سرائے یلدیز کے محافظین انجمن کے ممبر تھے -

بقیہ چار رجمنٹیں اسقدر دور تھیں ' کہ انکی وجہ سے وقت پر کوئی مدد قسطنطنیہ پہنچ نہیں سکتی تھی -

انجمن کی اصلی حکمراں جماعت

پس انجمن نے دیکھا کہ اب کام حد تکمیل کے قریب ہے ' اور فوجی معیت کا مسئلہ تقریباً طے ہوگیا - اب وہ صرف اسکی منتظر تھی کہ پہلی رجمنٹ کے چھوٹے افسروں اور عام سپاہیوں میں جو خفیہ نقیب پھیلے ہوے تھے ' وہ بھی اپنے کاموں کو مکمل کرلیں ' لیکن حالات نے انتظار کی مہلت نہ دی - سنہ ۱۸۹۸ میں شہنشاہ اڈورڈ اور زار روس کی مشہور ملاقات بمقام (ریوال) نے مقدونیا کی آزادی کا مسئلہ تقریباً طے کر دیا ' اور انگلستان اور روس نے متفق ہوکر اور ایک ایکلو رشین اسکیم مرتب کرکے ' باب عالی کو بھیج دی -

اب وہ وقت آگیا تھا کہ انگلستان اور روس یورپین ترکی کے فصل کا فیصلہ کر چکے تھے ' اور اب دو ہفتے کے اندر مقدونیا کی قسمت کا آخری فیصلہ ہو جانے والا تھا !

پس انجمن کی جماعۂ عاملہ نے ۲۰ - جون سنہ ۱۸۹۸ع - کی رات کو آخری فیصلہ کردیا کہ اب کام بلا تاخیر شروع کر دیا جائے -

یہ جماعت عاملہ انجمن کی اصلی حکمران جماعت تھی - اسکی تعداد پانچ ممبروں سے زیادہ نہ تھی - دنیا کی تاریخ میں ہمیشہ یہ لوگ عجیب و غریب تسلیم کیے جائیں گے ' کیونکہ اپنے کاموں کی طرح ' یہ خود بھی نہایت عجیب تھے - خود انجمن کے تمام ممبر اور شرکاء بھی واقف نہ تھے کہ ہماری حکمران جماعت کہاں ہے ' اور وہ کون لوگ ہیں ؟ صرف انکے احکام تھے ' جو نقیبوں کے ذریعہ ممبروں تک پہنچ جاتے تھے - ممبروں میں کاموں کی تقسیم ہوگئی تھی - ان میں سب سے بڑی جماعت فدائیوں کی تھی - انکا کام صرف یہ تھا کہ جو حکم پہنچے ' اُسی وقت اسکی تعمیل کریں ' گو اسمیں کیسا ہی خطرہ کیوں نہو - ان فدائیوں کو بھی معلوم نہ تھا کہ ہم پر حکومت کرنے والے اور احکام بھیجنے والے کون لوگ ہیں ؟ وہ صرف حکموں کو سنتے تھے ' اور اسکی تعمیل کیلیے سر فروشانہ طیار رہتے تھے -

شئون عثمانیہ

عالم اسلامی

مسلمانان جزائر فلي پائن

جزائر فلیپائن ریاستہاے متحدہ امریکہ کے ماتحت هیں - ان جزائر میں اسوقت ٥ - لاکھہ مسلمان آباد هیں -

جزائر (مورو) جزائر فلیپائن کي حکومت کے ماتحت هیں - جزائر (مورو) پر ١١ - سال تک میجر ولني حکمراں رها - میجر مذکور نے اپنے عهد میں فرائض حکمراني نہایت خوبي سے ادا کیے اور باشندوں میں هر دلعزیز و معتمد علیه هوگیا -

سن (نیویارک امریکہ) کو اپنے نامہ نگار قسطنطنیه کے خط سے معلوم هوا ہے کہ میجر ولني فلیپائن کي اسلامي آبادي کے وکیل مطلق کي حیثیت سے آجکل آستانۂ علیه آئے هوے هیں -

میجر مذکور آستانه پہونچتے هي شیخ السلام کے پاس گئے ' اور وہ تمام سرکاري کاغذات پیش کیے ' جن کي بنا پر یہ خدمت وکالت انکے متعلق کي گئي ہے -

میجر مذکور نے مسلمانان جزائر مورو اور اپنے مقصد کے متعلق گفتگو کرتے هوے بیان کیا :

" مسلمانان فلیپائن نے انکو اسلیے اپنا وکیل بنا کے بهیجا ہے ' تاکہ وہ (یعنی میجر مذکور) سلطان المعظم سے مسلمانان فلیپائن کے رئیس دیني یا خلیفے کي حیثیت سے ملیں اور نیابۃً عرض کریں کہ جلالتماب ریاستہاے متحدہ امریکہ کي پالیسي یعنی تفریق حکومت و مذهب کي بابت اطمینان فرمائیں - اور میجر موصوف بدلائل قاطعه جلالتماب کو یقین دلائیں کہ ریاستہاے متحدہ امریکہ اپنے دل میں اپني مسلمان رعایا کے ساتهہ بد سلوکي کا خیال پوشیدہ نہیں رکهتي ' کیونکہ وہ اسلام پر چلنے کی کوشش کرتے هیں ' اور چاهتے هیں کہ ایک هي وقت میں وہ مومن کامل بهي هوں اور امن دوست شہري بهي "

میجر ولني نے کہا :

" ممکن ہے کہ ان اسباب کا دریافت کرنا مشکل هو ' جنکي بنا پر ایک قدیمي و فطري زندگي بسر کرنے والي جماعت نے میرے غیر مسلم هونے کے باوجود یہ خدمت میرے متعلق کي ' لیکن میں کہتا هوں کہ میں اپنے عهد حکومت میں انکے اعتماد و اعتبار کے حاصل کرنے میں همیشه کامیاب هوا ' کیونکہ میں نے ان پر محبت و مروت کا اظہار کیا ' اور انکو یقین دلایا کہ وہ موجودہ حالت میں نیک کردار مسلمانوں کے راستے پر نہیں چل رہے هیں اور اصلاح کے محتاج هیں "

یہ حالات تھے ' جنکي بنا پر انہوں نے میجر ولني کو اس مقصد عالي کے لیے اپنا وکیل بنا کے بهیجا ہے - خط سے معلوم هوتا ہے کہ آج سے پہلے کبهي انهیں اس مقصد کے لیے کسي شخص کو بهیجنے کا اتفاق نہیں هوا -

چنانچه وہ اپنے اسي خط میں سلطان المعظم کو لکهتے هیں :

" اب هماري تمام امیدیں آپ هي کے هاتهہ وابسته هیں - هم کبهي ایسے شخص کو نہیں جانتے ' جس سے همارے تعلقات آپکے تعلقات سے زیادہ قریب هوں - کیونکہ آپ جانشین رسول اللہ اور هم تمام مسلمانوں کے خلیفه هیں - اسکے علاوہ کوئي اور شخص ایسا نظر بهي نہیں آتا جس سے یہ امید هو کہ وہ اتباع اسلام کے باب میں هماري خواهشوں کے پورا کرنے میں همیں مدد دیگا "

میجر ولني اپني اور مسلمانان مورو کے تعلقات کي سرگذشت بیان کرتے هوئے کہتے هیں :

" میرے اور مسلمانان مورو کے تعلقات ان مساعي کي بدولت هوے هیں ' جو میں نے آستانے میں انجام دي تهیں - جسوقت یہ جزائر ریاستہاے متحدہ امریکہ کو ملے هیں اسوقت اسکا معتمد مسٹر اوسکار ٹروس آستانے میں مقیم تها - اسکو جب معلوم هوا کہ هماري نئے مستعمرات (نو آبادیوں) میں بہت سے مسلمان بهي هیں ' تو وہ سلطان عبد الحمید خاں سے ملا ' اور معاهدہ ریاستہاے متحدہ و صوبه طرابلس الغرب پیش کیا ' جسکي دفعه ١١ - میں لکها تها :

" چونکہ ریاستہاے متحدہ کي حکومت کي بنیاد کسي حیثیت سے بهي مسیحیت پر نہیں ہے ' اور چونکہ یہ حکومت مسلمانوں کے اسباب راحت ' انکے عقائد ' انکے مذهب کے ساتهہ ' کسي طرح بد سلوکي کا ارادہ نہیں رکهتي ' اور نیز کیونکہ وہ آج تک کسي مسلمان قوم سے معرکه آرا نہیں هوي ہے ' اسلیے فریقین اس امر پر متفق هیں کہ دونوں ملکوں کے تعلقات باهمي کے انقطاع کے لیے مذهبي امور سبب نہ قرار دیے جائیں "

چونکہ سلطان عبد الحمید خاں کو ان جزائر کا حال معلوم نہ تها ' اسلیے پہلے انہوں نے یہ دریافت کرنا چاها کہ آیا درحقیقت ان جزائر میں مسلمان رهتے هیں ؟ اور کیا انمیں سے کوئي جماعت اداے فریضۂ حج کے لیے حجاز بهي آئي ہے ؟ پهر اسي غرض سے انہوں نے ایک تار بهي مکہ معظمه بهیجا - حسن اتفاق سے ان جزائر کے دو شخص وهاں موجود تھے - سلطان عبد الحمید نے ان دونوں آدمیوں کے هاتهہ مسلمانان جزائر کے پاس خطوط بهیجے ' اسمیں انہوں نے نصیحت کي تهي کہ حکام کے ساتهہ دوستي و محبت کے تعلقات رکهیں - یہ انهیں خطوط کا اثر تها کہ جب یہاں انگریزوں کے قاصد آئے ' اور باشندوں کو بغاوت میں شرکت کي دعوت دي ' تو مسلمانوں نے شرکت سے صاف انکار کردیا -

میجر ولني کو مسلمانان فلیپائن (ٹون ماس) کہتے هیں - ٹون ماس کے لفظي معني بادشاہ ' باپ ' یا سردار کے هیں -

مسلمانوں نے ایک بہت بڑي مرصع انگشتري بهي بطور یادگار انکو دي ہے ' اور وہ هر وقت اسے فخریه زیب انگشت رکهتے هیں -

مسلمانوں میں مهجر زنلي کي هر دلعزیزي اور محبوبیت کا یه عالم ہے که جب سے وہ روانه هوے هیں ' هر نماز جمعه کے بعد جو لوگ قرآن حکیم پڑھسکتے هیں ' وہ سورۂ یاسین ' اور جو لوگ اس نعمت سے محروم هیں ' وہ دو رکعتیں پڑھکے دعا مانگتے هیں که تین مس مهجر زنلي باحترام و اکرام آستانے پہنچیں ' سفراء و جناللتماب سلطان المعظم سے ملاقات هو ' اور مقصد سفر میں کامیاب هوں ' اور پھر بخیر و خوبي و راحت و آرام جزائر واپس آئیں ! !

جناللتماب سلطان معظم کیخدمت میں جو عریضه بھیجا گیا ہے وہ نہایت فصیح و بلیغ عربي میں لکھا گیا ہے - یه عریضه ایک صفیحه مجهلي کے کاغذ کے غلاف میں ہے -

یه غلاف سرخ ' زرد ' اور سبز ' تین رنگوں کے فیتے سے آراسته ہے - یه رنگ غالباً اسواسطے انتخاب کیے گئے هیں که یہي ریاستہاے متحدۂ امریکه کا شعار ہے -

اس واقعه سے متعدد نتائج نکلتے هیں :

(۱) سلطان المعظم کا به حیثیت خلیفه دور دراز کے جزائر تک پر نفسي اقتدار هونا -

(۲) مسلمانوں کي امن پسندي ' جو هر جگه نمایاں ہے -

(۳) ترکي نے هندوستان کے مسلمانوں کے نام غدر سنه ۵۷ کے بعد ایک فرمان بھیجا تھا ' جس میں شورش و بد امني سے بچنے کي ترغیب دي تھي - ترکي کا یه ایک احسان عظیم ہے جسکو شاید گورنمنٹ آف انڈیا بھلا چکي هو ' مگر اس واقعه سے معلوم هوتا ہے که صرف هندوستان هی کی خصوصیت نہیں ' بلکه جزائر فلپیائن کے مسلمانوں کو بھی ترکي نے امن و وفاداري کی تعلیم دي تھي ' اور اس طرح اسلے اپنے اثر کو یورپ کي نو آبادیوں میں کبھي یورپ کے زعم کے مطابق وسیلۂ شورش و بغاوت نہیں بنایا - شورش تو یقیناً اچھی بات نہیں ' لیکن بہتر تھا که ترکي اپنے اثر سے طلب حقوق و حصول حریت کي سعي میں کام لیتی -

(۴) مسلمانوں کي احسانمندي اور احسان پرستي ' که ایک مسیحي کا سلوک انسے اچھا هوا ' تو اسکے لیے دعائیں مانگیں ' اور اسکو باپ کہکر پکارتے هیں - افسوس که اس احسان پرستی کا انہیں یورپ سے جو جواب ملا ' اسکا اشارہ اب تغیر خصلت کي طرف ہے ' اور مبارک هیں وہ ' جو اس اشارے کو سمجھیں اور اسپر عمل کریں !

الهلال کي ایجنسي

هندوستان کے تمام اردو ' بنگله گجراتي ' اور مرهٹي هفته وار رسالوں میں الهلال پہلا رساله ہے ' جو باوجود هفته وار هونے کے ' روزانه اخبارات کي طرح بکثرت متفرق فروخت هوتا ہے - اگر آپ ایک عمده اور کامیاب تجارت کے متلاشي هیں ' تو اپنے شہر کے لیے اسکے ایجنٹ بن جائیں -

واقعۂ " سید هاشمی "

قائم مقام پرنسپل کي تصریح

کچھه عرصه سے سید هاشمي کے کالج سے اخراج کے متعلق اخبارات میں غلط اور بے بنیاد خبریں شایع هو رهي هیں - اس قسم کي افواهیں خواہ غلط هوں یا صحیح ' کسي حالت میں نه طالب علم کے لیے مفید هیں نه کالج کے لیے - میں مناسب سمجھتا هوں که اسکے متعلق اصل واقعات شائع کردیے جائیں - یه مشہور کیا گیا ہے که سید هاشمی نے ٹینس ڈنر کي مخالفت اس بنا پر کي که همارے بھائیوں پر مصیبت آ رهي ہے ' اور اس مخالفت کي سزا میں انہیں نکال دیا گیا - اسکے اصل واقعات یهه هیں :

ڈنر کي تاریخ سے دو هفته پیشتر ٹینس کمیٹي کا ایک جلسه هوا جسمیں سید هاشمی شامل تھے ' اور اس جلسه میں یهه قرار پایا که پرانے عهده داروں کی علحدگی اور نئے عهده داروں کے چارج لینے کي تقریب میں ایک ڈنر دیا جاوے - اس کمیٹي میں سید هاشمي نے کسي قسم کي مخالفت نہیں کي - ڈنر کي تاریخ مقرر هوگئي - مہمانونکے پاس انویٹیشن جا چکے ' جسکو انهوں نے قبول کرلیا ' تمام جنس خریدي جا چکی - آخر وقت میں هاشمي نے کالج کے کچھه اور طلباء کو جنسکا ڈیپوٹیشن سے کچھه تعلق نہیں تھا بھڑکا کر یهه رزو لیوشن پاس کرایا که ٹینس ڈنر نہیں هونا چاهیے - اسپر ٹینس کمیٹي کا جلسه هوا ' اور یه بیان کیا گیا که انکو ڈنر کي مخالفت کمیٹي میں کرنا چاهیے تھی - اگر اسکا مقصد همدردانه هوتا تو وہ ٹینس کي کمیٹی میں مخالفت کرتے ' اور پندرہ روز خاموش رهکر ایسے وقت میں ' جبکه ڈنر کا ملتوي هونا نا ممکن تھا ' ایسے نا جائز طریقه سے اعتراض نکرتے - کمیٹي نے یه خیال کیا که اوسکا یه فعل که کمیٹي میں بیٹھکر خاموشي سے ایک بات کي موافقت کرنیکے بعد باهر جاکر اسکے خلاف اوروںکو ورغلانا ایک شریف علي گڈھ براے کے کیرکٹر کے خلاف ہے - چنانچه ٹینس کمیٹی کي ممبري سے اونکا نام خارج کردیا گیا ' اور یه معامله یہیں ختم هوگیا - اونکے اخراج کے اسباب یهه هیں :-

(۱) پچھلے تین سالوں میں ٹیوٹر کے پاس اونکے متعلق خراب رپورٹیں آئیں ' اور اونکو متعدد مرتبه اونکے ٹیوٹر نے متنبه بھي کیا - اور ایک مرتبه کچھه نا گوار گفتگو بھي هولي -

(۲) انهوں نے اپنے اسسٹنٹ کي سھولي کے خلاف جھوٹي روایتیں مشہور کیں -

(۳) انهوں نے سنیر اسٹاف کے ایک پروفیسر کو جھوٹ بولکر دھوکا دیا ' جسپر پرنسپل صاحب نے بہت تنبیه کي ' اور کہا که تھوڑي سي بات پر وہ نکالدیے جائینگے -

(۴) تھرڈ ایر کے سالانه امتحان میں وہ باتیں کرتے هوے پکڑے گئے -

(٥) فضل الحسن مرہانی اڈیٹر اردوے معلی کو جو سٹرائک میں سزا یاب ہوچکے ہیں پرنسپل نے بہ اتفاق آنریری سکرٹری کالج میں آنیکی اور طالبعلموں کو آنسے ملنے کی ممانعت کی ہے - سید ہاشمی کا اونسے ربط و ضبط رہا اور اونکے والیکات کے لوگوں نمایش میں تقسیم کرنے میں نمایاں حصہ لیا -

یہ مشہور کیا جاتا ہے کہ اونکو آلدھی اور مینہہ میں رات کے وقت نکالا - جس طالبعلم نے اونکو اپنے یہاں ٹھہرایا اوسکو نکالا - اور جسنے روٹی کھلائی اوسکو بھی نکالدیا - اوسکے متعلق واقعات یہ ہیں کہ اونکو صبح آٹھہ بجے کالج سے چلے جانے کے لیے کہا گیا' اور انکی متعدد قسم کی فیس معاف کر کے اونکو سفر خرچ کے لیے روپیہ بھی دیا گیا - اور کہا کہ اوسی روز پانچ بجے کی گاڑی سے چلے جاویں' اور اسسٹنٹ ٹیوٹر صاحب اونکو اسٹیشن پر روانہ کر نے گئے - وہ اوس روز نہیں گئے' اور تین دن تک ایک طالبعلم کے یہاں چھپے رہے' جسکی اسیکو کوئی اطلاع نہیں کی گئی - ان طالبعلم کے خلاف چونکہ پہلے کوئی بات نہیں تھی اسلیے اونکو متنبہ کر کے اوسکا کمرہ تبدیل کر دیا گیا' اور کوئی سزا نہیں دیگئی - ہاشمی کے اخراج کے بعد پرنسپل اور ٹیوٹر نے نوٹس دیدیا تھا کہ کوئی طالبعلم سید ہاشمی کو رہسپر نکرے - ایک طالبعلم نے اس حکم کے خلاف سید ہاشمی کو ایک شاندار ڈنر دیا' جسمیں بہت سے طلبا کو مدعو کیا - سید ہاشمی کو ہار پہنایا - اسپر اس طالبعلم کو صرف ایک ماہ کے لیے اسٹرائک کیا - اس طالبعلم کی پہلے سے بھی کچھہ شکایتیں تھیں - سید ہاشمی کی روانگی دہلی کو شام کے پانچ بجے ہوئی' اور اوس روز اتفاق سے خاص طور پر موسم اچھا تھا - اونکے روانہ ہونے کے بعد ٹیوٹر اور اسسٹنٹ ٹیوٹر میرے مکان پر آئے - ان تمام واقعات کے لکھنے کے بعد میں اخبارات کے ایسے اڈیٹروں سے جو کالج کے دوست ہیں اپیل کرتا ہوں کہ وہ کالج کے متعلق خبریں شائع کرنیسے قبل آنریری سکریٹری یا پرنسپل سے واقعہ کی تصدیق کرلیا کریں - مجھے خوشی ہے کہ چند اڈیٹر صاحبان نے تصدیق کے لیے پرنسپل یا آنریری سکریٹری کو لکھا -

ضیاء الدین احمد

قائم مقام پرنسپل ایم - اے - او - کالج - علیگڈہ

داستان خونیں

مظالم بلقان اور اسکی اشاعت

حضرت مولانا - السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ - آپکے اخبار مورخہ ۱۴ - مئی سنہ ۱۳۱۹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مجلس دفاع ملی نے جو روداد مظالم بلقان کی شائع کی ہے اور اوسکے تراجم مختلف السنہ یورپ میں کیے گئے ہیں - اوسکی ایک کاپی انگریزی آپکے پاس پہنچ گئی ہے' اور آپ اوسکا ترجمہ اپنے اخبار میں وقتاً فوقتاً چھاپتے رہینگے - آپنے یہہ خیال بھی ظاہر فرمایا ہے کہ اگر ہمدرد اسکو چھاپ دے تو بہت بہتر ہو' میری رائے ناقص میں نہ صرف ہمدرد بلکہ کل روزانہ اور ہفتہ وار اسلامی اخباروں میں اسکی اشاعت ازبس ضروری ہے - اور میں امید کرتا ہوں کہ ان اخبارات سے پرائیوٹ خط و کتابت کرکے آپ اسکا انتظام فرمائینگے - اخباروں کی اشاعت کے بعد جیسا کہ آپکا خیال ہے اس روداد کو ایک رسالہ کی صورت میں شائع کیا جاے -

تاریخ حسیات اسلامیۂ مسلمانان ہند کا ایک ورق

اعانۂ مہاجرین

اعلان جان فروشی

جناب عبد الحی خاں صاحب اوورسیر ڈرگ

حضرت مولانا مد ظلہ العالی - سلام مسنون - اسولت یورپین ترکی کے مظلوم و بے خانماں مہاجرین کے مصائب اور احتیاج کے تار کا مضمون اور آنکے حال زار کا مرقع جانگزا مندرجۂ الہلال پیش نظر ہے -

کیا عرض کروں کہ دل بیتاب کیا کہہ رہا ہے' اور آنکھوں سے کیا بہہ رہا ہے؟ جس ایثار سے آپنے بذریعہ قیمت اخبار ۳۰ ہزار کی فراہمی کا انتظام و اعلان فرمایا ہے وہ نہایت مستحسن اور سہل الحصول طریقہ ہے - بفضلہ تعالی قوم میں ہزاروں عالی ہمت اور صاحب دل ایسے

[بقیہ مضمون پہلا کالم]

اسکے متعلق اسقدر عرض کرنا ضروری تصور کرتا ہوں کہ اس روداد کا ترجمہ آپ خود فرمائیں - اور اگر کوئی اور شخص انگریزی سے اردو میں ترجمہ کرے تو بھی آپ اوسپر خاص نظر و اصلاح فرما دیں - یہ رسالہ اردو ٹائپ میں نہ چھپے' بلکہ لیتھوگراف میں' کیونکہ عوام الناس ٹائپ کو اچھی طرح نہیں پڑھ سکتے' اور کم ازکم اوسکے پڑھنے میں دقت محسوس کرتے ہیں - اس رسالہ کے ترجمہ میں مغلق الفاظ سے حتی الوسع احتراز کیا جاے' کیونکہ بد قسمتی سے ہندوستان میں عربی تقریبا معدوم و مفقود ہوگئی ہے - یہہ رسالہ خوشخط ہو' مگر کاغذ کی پروا نہیں' خواہ کیسا ہی کم قیمت ہو - اسکی ایک لاکھہ کاپیاں تمام ہندوستان میں کم سے کم شائع کی جائیں - اور اصلی قیمت (Cost Price) پر فروخت کیجائیں - میں نہیں جانتا کہ اس روداد کا عربی میں بھی ترجمہ ہوا ہے - لیکن اگر نہیں ہوا تو ضرور ہونا چاہیے - اور مصر اور شام اور بلاد عرب طرابلس وغیرہ مقامات میں اسکی ہزاروں کاپیاں مشتہر کرلی جائیں - حج بیت اللہ کے موقع پر اسکی اشاعت خصوصیت سے کیجاے' تا کہ مسلمانوں کی آنکھیں کھلیں' اور وہ خواب غفلت سے کروٹ لیں - اسکی تائید میں بطور چندہ دس روپیہ کا منی آرڈر اسی رسالہ کی اشاعت کی غرض سے آپکی مبارک خدمت میں بھیجتا ہوں - امید ہے کہ اسکی اشاعت کی لیے بہت زیادہ چندہ کی ضرورت نہوگی - اور تھوڑی سی سعی سے کافی چندہ ہوجائیگا - کل شہروں میں ائمہ مساجد جامع کے پاس یہ روداد مفت بلا قیمت جانی چاہیے - اس روداد کے عربی ترجمہ کے لیے آپ قسطنطنیہ میں خط و کتابت فرماکر انتظام باسانی فرماسکتے ہیں - میری رائے میں اس اشاعت سے ایک اور بھی مدعا حاصل ہوگا' اور وہ یہہ کہ گورنمنٹ برطانیہ کے رحم اور دیگر یورپین حکومتوں کی بے رحمی اور قساوت کا اندازہ عامۂ خلائق کو بمصداق تعرف الاشیاء باضدادہا ہوجائیگا والسلام -

راقم ایک مسلمان

موجود ہیں کہ ارنمیں سے صرف ایک متنفس رقمی الّتی قلیل رقم کو بلا تکلف دیکر مظلوم مہاجرین کی اعانت فرما سکتا ہے - ذرا ہمت کو کام فرمایا جاے تو ارباب ہمم کیلیے یہ امر کچھہ بھی دشوار نہیں :

ہمت اگر سرود نہیشتر ز ولعم را

عجب نہیں جو اب تک کسی غیور ہمدرد نے رقم مطلوبہ آپ کی معرفت قسطنطنیہ بھیجوا دی ہو - یا آپکو بذریعہ قیمت اخبار حسب اعلان ایک معتد بہ رقم وصول ہوچکی ہو - وکفی باللہ وکیلا -

آہ ! آہ ! ! مولانا - خدا کی قسم میرے پاس اسوقت بجز نقد جان کوئی سرمایہ نہیں ' جس سے اپنے مظلوم بھائیونکی اعانت کرسکوں ' البتہ کوئی خرید فرما لے تو میں بکنے کیلیے تیار ہوں ' مگر حیران ہوں کہ مجھہ بدترین خلایق کو کون خریدیگا ؟ مجھہ میں نہ ایاز کا سا حال و قال ' نہ یوسف کا سا حسن و جمال ' پھر کہتا ہوں کہ گو کچھہ نہ سہی مگر انسان ہوں - مسلمان ہوں -

جبکہ ادنے ادنے اشیاء چندہ کے جلسوں میں روپیوں اشرفیوں سے بذریعہ نیلام نہایت احترام کے ساتھہ بک گئی ہیں ' اور جبکہ پھٹے کپڑے ٹوٹے جوتے تک بک جاتے ہیں ' تو کیا دس کرور اہل اسلام میں ایک خریدار سراپا ایثار بھی مجھکو میسر نہ آئیگا ؟

پھر ہاں اے جان عزیز ! بتا کہ اب تیرا کیا عزم ہے ؟ گر تو سب سے عزیز سہی اور نقد دو عالم تیرے مقابلہ میں ہیچ ' مگر تیری مصیبت کی قسم کہ تو جان آفریں کی خوشنودی سے تو زیادہ ہرگز عزیز نہیں - اگر تو اسوقت بھی کام نہ آئی تو پھر کس کام کی - خدا را تامل نکر اور اپنے ستم رسیدہ بھائیوں کی اعانت میں قربان ہوجا !

یا خدا میری اس صداے جانفروشی کو در اجابت تک پہونچا اور شرف قبول عطا فرما - و افوض امری الی اللہ -

حضرت مولانا - حاشا آپ میری اس تحریر کو شاعرانہ تعلی یا دیوانے کی بڑ خیال نہ فرمالیں - میں آپکو بعزم و استقلال ' بہ ثبات عقل و ہوش ' و برضا و رغبت ' بلا اکراہ و جبر مطلع کرتا ہوں ' بلکہ اختیار دیتا ہوں کہ جو صاحب ' جن داموں چاہیں ' مجھکو خرید فرمالیں یا آپ جسکے ہاتھہ جس قیمت پر چاہیں فروخت فرما کر زر قیمت فوراً قسطنطنیہ روانہ فرماویں - کچھہ عذر نکرونگا ' اور تا زیست اپنے مولی کی غلامی سے انحراف نکرونگا ' معاملہ طے ہوجانے پر باضابطہ خط غلامی بھی لکھدونگا - و باللہ التوفیق -

---

یہ خادمہ ایک غریب شوہر کی زوجہ ہے - جو کثیر العیال بھی ہیں - میرے غریب شوہر مسمی منشی محمد عبد الکریم صاحب سکنہ فسق پان بازار سکندر آباد نے ابھی ابھی مجھسے فرمایا کہ ہمارے ترک بھائی ' بہنیں ' اور مائیں ' جو مہاجرین ہیں ' بڑی سخت مصیبت میں ہیں - ان کی امداد کے لیے حضرت مولانا ابو الکلام مد ظلہ نے اپنا اخبار مفت بھیجنے کا وعدہ فرما کر اعلان شائع کر دیا ہے - یہ خادمہ آپکی دن دونی رات چوگنی دولت بڑھنے کے لیے اور درازی عمر کے لیے دعا کرتی ہے -

جبسے کہ جنگ طرابلس اور جنگ بلقان شروع ہوئی - اور ہمارے پیارے ترک بھائیوں ' بہنوں ' اور ماؤں ' اور ننھے ننھے بچوں پر ظالم بلقانیوں و اطالیوں نے مظالم کیے ہیں - انکا حال سن سنکر جب کبھی اپنے بچوں کو محبت کی نظر سے دیکھتے ہیں تو ہمارے پیارے و عزیز ترک شہداء ' پیاری مائیں ' پیاری بہنیں - پیارے و عزیز بچے یاد آجاتے ہیں ' اور بے اختیار آنکھہ سے جھڑی شروع ہوجاتی ہے - ....

آہ اے رب العالمین ! تیری شان قہاری کو کیا ہوگیا ؟ تیرے حبیب کی امت پر یہ کیسی مصیبت ہے ؟ تو اور تیرا عرش سکوت میں کیوں ہے ؟ تیری وحدانیت اور تیرے حبیب کی رسالت کی گواہی دینیکا بدلہ یہ ہم سے لیا جا رہا ہے -

مجھے بچپن سے اردو اخبارات دیکھنے کا شوق ہے ' لیکن اب اخبارات دیکھتی ہوں تو اسلام پر ہر طرف ایک اندھیاری سی چھائی ہوئی معلوم ہوتی ہے - اب تو یہی بہتر معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے کل مسلمان ایک دل ہوکر اسلام کی حفاظت کا عہد کرلیں - اسکا نتیجہ جو کچھہ خداے پاک کو منظور ہوگا - ہوگا - ہمارا بھروسہ تو اس خداے وحدہ لا شریک پر ہے - میں تو اس دن کو اپنے لیے عید سے بڑھکر جشن کا دن سمجھوں جس دن اپنے شوہر اور اپنے نو سالہ فرزند کو شہید ہوتے دیکھوں - اور میں خود بھی " فاطمہ بنت عبد اللہ " کے قدم بقدم چلکر شہید ہوں ' جو جنگ طرابلس میں شہید ہوکر حوران بہشتی کے آغوش میں کھیل رہی ہے ' اور جسکا حال حضور نے اخبار میں لکھا تھا -

کل میرے غریب شوہر نے آٹھہ روپیہ کلدار بذریعہ منی آڈر (اعانۃ مہاجرین عثمانیہ) کے لیے بھیجا ہے ' اوسی سلسلہ میں آج یہ خادمہ بھی آٹھہ روپیہ بذریعہ منی آڈر ارسال کرتی ہے - ہمکو کسی معاوضہ کی ضرورت نہیں -

---

(از جناب محمد حسین صاحب سکریٹری انجمن ہلال احمر بلگام)

روزانہ زمیندار میں اعانہ مہاجرین کے عنوان سے الہلال کا شایع شدہ مضمون نظر سے گذرا - آپنے عالی ہمتی اور ایثار سے الہلال کی چار ہزار کاپیاں وقف امداد مہاجرین کی ہیں - جزاکم اللہ احسن الجزا - آپکی اس عالی ہمتی کی صرف زبانی داد دینا تو نہایت آسان امر ہے ' لیکن اصل بات یہ ہے کہ کچھہ عملی کارروائی بھی کر دکھلائی جاے - اسی خیال سے میں نے آج نماز جمعہ کے بعد جامع مسجد میں ایک مختصر تقریر بیان کی ' اور مسلمانوں سے اس امر کی تحریک کی کہ کم از کم ہر ایک مسجد کے لیے ایک الہلال ضرور خریدا جاے جسکی خریداری ہم خرما و ہم ثواب سے بھی بڑھکر ہے - اسی وقت آٹھہ روپیہ جمع ہوگئے جو آپکی خدمت میں بذریعہ منی آرڈر روانہ کئے گئے ہیں - وصول فرما کر الہلال امام صاحب مسجد بلگام کے نام جاری فرمائیں -

ارادہ ہے کہ ہر ایک مسجد میں جا کر لوگونکو اسکی خریداری پر آمادہ کروں تا کہ ایک معقول تعداد الہلال کے خریداروں کی پیدا ہو جاے - اور اس طرح مہاجرین کی بھی اعانت ہو -

الہلال

(کثر اللہ امثالکم - کہہ نہیں سکتا کہ جناب کے اس خلوص و درد اسلامی نے میرے دل میں کیسی جگہ پیدا کر لی ہے ؟)

حضرت مولانا - اللہ تعالی آپکے علم و فضل میں برکت و اضافہ کرے - مجھہ ضعیف و نحیف کا عزیز از جان فرزند عبد الرحیم کاتب بعمر ۲۲ - سال آپ کے اخبار الہلال کا عاشق شیدا تھا - جب تک الہلال کو دیکھہ نہ لے ' آرام چین نہ پڑتی تھی افسوس کہ اس

ضعيفي ميں مجهے داغ جدائي ديگيا ' پہلے چند ماه بيمار رهكر انتقال كرگيا - ميري بقيه عمر ضائع هوئي - كيا كروں كدهر جاؤں ؟ مهاجرين بلقان كا درد ناک احوال جو آپ نے الهلال ميں تحرير كيا هے اس سے دلپر سخت صدمه پهنچا - مرحوم كے طرف سے ايک روپيه چنده ارسال كرتا هوں ' اسكو قبول فرماويں ' اور ميرے بچے كے حق ميں دعا فرمائيں كه خدا اسكي مغفرت كرے اور اپنے جوار رحمت ميں جگهه دے آمين -

الهـــلال

(عظم الله اجـــوركم بمصائبكم - اللهم اغفـــره وارحمـــه ' وانت خير الراحمين !)

(فضل كريم حكيم ڈويژنل كورٹ هوشيار پور)

عزيزه اهليۂ برادرم ڈاكٹر اشفاق محمد صاحب حكيم مقيم هانهي دروازه امرت سر دو تين ماه سے بعارضه بخار بيمار هيں - تبديل آب و هوا كي غرض سے يہاں آئي تهيں - بيماري كی شدت سے چونكه وه بهت گهبرا اور مايوس تهيں ' اسلیے انهيں خيال هوا كه اپنے زيورات راه خدا ميں ديديں - چنانچه دو بالياں جو امرت سر ميں غالباً ۵۸ روپيه كو خريدي گئي تهيں ' مجهے ديديں كه انهيں كسي عمده مصرف ميں لگا ديا جاوے - كل رات الهـــلال كو پڑهتے هوے دل ميں خيال آيا كه اعانت مهاجرين سے اچها مصرف اور كوئي نهيں هو سكتا -

آج هر دو بالياں ڈبيا ميں بند كرکے ارسال خدمت والا هيں يه خالصاً آپكي نذر هيں ' آپ پسند كريں تو انهيں اعانۂ مهاجرين ميں بهيجديں - اور مريضه كے حق ميں دعاے صحت فرمائيں -

الهـــلال

(الله تعالى اس مومنۂ مخلصه كو صحت عطا فرماے - جميع قارئين الهلال سے التجا هے كه انكي حق ميں دعاے صحت و سلامتي فرمائيں)

(از جناب نظير احمد خاں صاحب سهسرامي)

همارے والد ماجد مولوي سبحان احمد خانصاحب ناظر عدالت ديواني برابر الهلال ديكها كرتے هيں - اس هفته كے الهلال كو ديكهكر نهايت غمگين هوے ' اور مهاجرين كي حالت ديكهكر دل بهر آيا - چنانچه ۳۰۰ روپيه اپنے مشاهره سے پس انداز اس اراده سے كيا تها كه حج كو تشريف ليجاويں - مگر حالت مهاجرين قابل رحم هے - فوراً حكم ديا كه كل روپيه " بمد اعانۂ مهاجرين " دفتر الهـــلال كو بهيجدو كه منزل مقصود تک پهونچ جاے - اور ان بيكسوں كي دستگيري هو - لهذا حسب الحكم جناب موصوف الصدر مبلغ ۳۰۰ روپيه بذريعه كرنسي نوٹ بيمه ارسال هے - اميد كه رسيد سے بهت جلد مطلع كرينگے - اور " اعانت مهاجرين " كے مد ميں جمع كرينگے -

فهرست زر اعانۂ مهاجرين عثمانيه

(۱)

نام	روپيه	آنه	پائي
جناب اعزاز الحق صاحب سوداگر - پورياں - شاهجهانپور	۱۶	٠	٠
مسلمانان قصبه رسولي بذريعه جناب برهان حسين صاحب	۱۶	۷	٠
جناب عبدالرضا خانصاحب - آر - ئے - آر - كميوني - لكهيم پور	۲۲	٠	٠
جناب حاجي محمد محي الدين صاحب بنگلور	۵	٠	٠
جناب عبد المجيد خانصاحب انسپكٹر - شور كوٹ جهنگ	۱۰	٠	٠
زميندارن كهوڑه بذريعه غلام محمد صاحب	۲	۱۵	٠
جناب مولانا سبحان احمد خانصاحب ناظر عدالت بهاگل پور	۳۰۰	٠	٠
جناب احمد حسين صاحب ٹهيكه دار نهر درگئي پشاور	۳۰	٠	٠
جناب معز الدين احمد صاحب سب رجسٹري - اله آباد	۱۵	۱	٠
غيور مسلمانان بازيد پور - مونگير	۱۷	۵	٠
جناب ايم - تراب علي خا صاحب - تحصيلدار حيدر آباد دكن	۵۰	٠	٠
مسلمانان جهلم	۱۰۰	٠	٠
جناب عبد الغفور صاحب - بسين برهما	۱۰	٠	٠
جناب امراؤ علي صاحب دهلي	۲	٠	٠
جناب مولوي حبيب الدين صاحب دهلی	٠	۸	٠
جناب ايم امين الدين صاحب بيرسٹر لائل پور	۳	٠	٠
جناب محمد اشفاق النبي خانصاحب سب انسپكٹر رامپور	۸	٠	٠
جناب ميراں بخش صاحب پٹواري هوشيارپور	۵۰	٠	٠
جناب منشي مهدي حسن صاحب محرر جنگي پرتاب گڈه اوده	۸	٠	٠
جناب سيد فضل احمد صاحب - خوشبو ساز بريلي	۱۵	٠	٠
جناب ايم - حصول احمد صاحب آنريري مجسٹريٹ خير آباد	۱۰۰	٠	٠
مسلمانان كهونٹي بذريعه عزيز الحق صاحب مختار - كهونٹي - رانچي	۲۰	٠	٠
جناب محمد نصير صاحب موضع هركاران بربيگها	۱۰۳	۹	٠
جناب رر بيگ صاحب ركيل جوانپور	۵	٠	٠
جناب ڈاكٹر عبد الله خانصاحب بكاني - كوئٹه	۳	٠	٠
جناب شيخ فضل احمد صاحب - گجرات	۷	۸	٠
جناب سيد محمد تقي صاحب - از گونده	۹۵	٠	٠
جناب سيد فضل شاه صاحب جوٹ پٹ	٠	۸	۹
ميان نذير حسين صاحب از لوهيا نواله ضلع گوجرا نواله	۳	٠	٠
جناب جمال خاں كشميري ككهر - گوجرا نواله	۱	٠	٠
ايک صاحب درد از قصور لاهور	۵۰	٠	٠
معين الدين احمد صاحب قدوائي ندوي	۷	٠	٠

بذريعه معين الدين احمد صاحب قدوائي ندوي زيورات (به تفصيل ذيل)

جوشن نقري مرصّع ۱۹ عدد - جوشن نقري ساده ۲۳ عدد - كوٹه نقري - بجلی طلائي ايک جفت - كيل طلائي ايک عدد - چوڑي نقري ۴ عدد - چهٹي نقري ۴ عدد - آرسي نقري ايک عدد

نام	روپيه	آنه	پائي
جناب سيد علي حامد شاه صاحب سجاده نشين سنڈي هردوئي	۳	۳	٠
شيخ محمد بخش صاحب سكريٹري ٹركش ريليف فنڈ - امرتسر	۳	٠	٠

باقي آينده

PRINTED & PUBLISHED BY A. K. AZAD, AT THE HILAL ELECTRICAL PRTG. PBLG. HOUSE, 7/1 McLEOD STREET, CALCUTTA.

لاکھوں بے خانماں مہاجرین

قسطنطنیہ کی گلیوں میں !!!

الہلال کلکتہ - سالانہ قیمت مع محصول صرف آٹھ آنہ !!!

آج دفتر الہلال میں دو تار دفتر تصویر افکار ' اور ڈاکٹر مصباح کے پہنچے ہیں کہ " خدا کیلیے او رپھر ترکی کے ان لاکھوں بے خانماں مہاجرین کے مصائب کو یاد کرو ' جنمیں ہزارہا بیمار عورتیں ' اور ماں باپ بچے ہیں ' جنکو جنگ کی ناگہانی مصیبتوں کی وجہ سے یکایک اپنا گھربار چھوڑنا پڑا ' اور جنکی حالت جنگ کے زخمیوں سے بھی زیادہ درد انگیز ہے - جو مرگئے ' انکو دفن اور جس جو زخمی ہیں انکو شفا خانے میں لے آئے ' لیکن جو بد نصیب زندہ ' مگر مردے سے بدتر ہیں ' انکو کیا کریں ؟ "

دفتر الہلال حیران ہے کہ اس دعوت اعانت کا کیا سامان کرے ؟ مدد کیلیے نئی اپیلیں کرنا شاید لوگوں کو ناگوار گذرے کہ ہلال احمر کا چندہ ہر جگہہ ہو چکا ہے' اور تمسکات کا کام بھی جاری ہے - مجبوراً جو کچھہ خود اسکے اختیار میں ہے' اسی کیلیے کوشش کرتا ہے -

(۱) کم ازکم وہ ایک ماہ کے اندر دو ہزار پاؤنڈ یعنے ۳۰ - ہزار کی رقم مخصوص اعانۂ مہاجرین کیلیے فراہم کرنا چاہتا ہے ' کیونکہ ہلال احمر کے مقصد سے جو روپیہ دیا جاتا ہے ' اسکو خلاف مقصد دوسری جگہ لگانا بہتر نہیں - اسکی اطلاع آج ہی ترکی میں بھیجدی گئی ہے -

اس بارے میں جو صاحب درد اعانت فرمائیں گے فاجرہ علی اللہ '

ورنہ وہ دوسروں پر بار ڈالنے کی جگہہ ' خود ہی اس رقم کو اپنی جانب سے پیش کرنا چاہتا ہے -

(۲) اسکی صورت یہ ہے کہ بلا شک نقد تیس ہزار روپیہ دینا دفتر کے امکان سے باہر ہے ' مگر یہ تو ممکن ہے کہ تیس ہزار روپیہ جو آسے مل رہا ہو' وہ خود نہ لے' اور اس اشد ترین ضرورت اسلامی کیلیے وقف کردے ؟

(۳) یقیناً میں ۳۰ - ہزار نہیں دیسکتا ' لیکن آپ کیوں نہیں مجھے ۳۰ - ہزار روپیہ دیتے ' تا کہ میں دیدوں ؟

(۴) پس آج اعلان کیا جاتا ہے کہ **دفتر الہلال چار ہزار الہلال کے پرچے ایک ایک سال کیلیے اس غرض سے پیش کرتا ہے - آج کی تاریخ سے ۳۰ جون تک جو صاحب آٹھ روپیہ قیمت سالانہ الہلال کی دفتر میں بھیجدینگے '** انکے روپیہ میں سے صرف آٹھ آنہ ضروری اخراجات خط و کتابت کیلیے وضع کرکے باقی ساڑھے سات روپیہ اس فنڈ میں داخل کردیا جائیگا ' اور ایک سال کیلیے اخبار انکے نام جاری کردیا جاے گا - گویا ساڑھے سات روپیہ وہ اپنے مظلوم و ستم رسیدہ برادران عثمانیہ کو دینگے ' اسکا اجر عظیم اللہ سے حاصل کرینگے ' اور صرف آٹھہ آنے میں سال بھر کیلیے الہلال بھی (جو جیسا کچھہ ہے' پبلک کو معلوم ہے) انکے نام جاری ہوجائیگا - اس طرح چار ہزار خریداروں کی قیمت سے ۳۰ - ہزار روپیہ فراہم ہو سکتا ہے اور دفتر الہلال آپ سے خود فائدہ اٹھانے کی جگہ' اس کار خیر کیلیے وقف کردیتا ہے -

(۵) اس وقت ماہوار تین سو تک نئے خریداروں کا اوسط ہے - لیکن دفتر ۳۰ - جون تک کیلیے اپنی تمام آمدنی اپنے اوپر حرام کر لیتا ہے - دفتر اس وقت تک کئی ہزار روپیے کے نقصان میں ہے' اور مصارف روز بروز بڑھتے جاتے ہیں ' تاہم اس تار کو پڑھکر طبیعت پر جو اثر پڑا ' اس نے مجبور کردیا ' اور جو صورت اپنے اختیار میں تھی ' اس سے گریز کرنا ' اور صرف دوسروں ہی کے آگے ہاتھہ پھیلائے رہنا ' بہتر نظر نہ آیا - یورپ میں اخبارات کے دفتر اپنی جیب سے ہزاروں روپیہ کار خیر میں دیتے ہیں - شاید اردو پریس میں یہ پہلی مثال ہے ' لیکن اسکی کامیابی اس امر پر موقوف ہے کہ برادران ملت تامل نہ فرمائیں اور اس فرصت سے فائدہ اٹھاکر فوراً درخواست خریداری بھیجدیں - ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

تورپھن ترکی کے بے خانماں مہاجرین
جامع ایا صوفیا کے سامنے

(۶) الہلال - اردو میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے' جو یورپ اور ترکی کے اعلی درجہ کے با تصویر' پر تکلف' خوشنما رسائل کے نمونے پر نکلتا ہے - اسکا مقصد وحید دعوت الی القرآن' اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے - محققانہ علمی و دینی مضامین کے لحاظ سے اسکے امتیاز و خصوصیت کا ہر موافق و مخالف نے اقرار کیا ہے - اس نے ہندوستان میں سب سے پہلے ترکی سے جنگ کی خبریں براہ راست منگوائیں' اسکا باب "شئون عثمانیہ" ترکی کے حالات جنگ کے واقعات صحیحہ معلوم کرنے کا مخصوص ذریعہ ہے - "ناموران غزوۂ طرابلس و بلقان" اسکی ایک با تصویر سرخی ہے' جسکے نیچے وہ عجیب و غریب موثر اور حیرت انگیز حالات لکھے جاتے ہیں' جو اپنے مخصوص نامہ نگاروں اور خاص ذرائع معلومات سے حاصل کیے جاتے ہیں - مقالات' مذاکرۂ علمیہ' حقائق و وثائق' المراسلۃ و المناظرہ' اسئلۃ و اجوبتہا' اسکے دیگر ابواب و عنوان مضامین ہیں - آٹھہ آنے میں شاید ایک ایسا اخبار برا نہیں -

(۷) درخواست میں اس اعلان کا حوالہ ضرور دیا جاے' اور کارڈ کی پیشانی پر " اعانۂ مہاجرین " کا لفظ ضرور لکھا جاے -

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

AL-HILAL

Proprietor & Chief Editor

Abul Kalam Azad

7/1 McLeod Street,

CALCUTTA.

Telegraphic Address.

"AL-HILAL"

Yearly Subscription, Rs 8.

Half-yearly „ „ 4-12

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

مدیر مسئول و خصوصی

مسلمان ابو الکلام الدہلوی

مقام اشاعت

۷ - ۱ مکلاود اسٹریٹ

کلکتہ

عنوان تلغراف

« الہلال »

قیمت

سالانہ ۸ روپیہ

ششماہی ٤ روپیہ ۱۲ آنہ

جلد ۲ — کلکتہ: چہار شنبہ ۱۹ رجب ۱۳۳۱ ہجری — نمبر ۲۵

Calcutta : Wednesday, June 25, 1913.

فہرست

اطلاع

خریداران الہلال کي خدمت میں

الہلال کی دوسري ششماهی جلد کا یہ اخري پرچہ هے - جن حضرات نے گذشتہ جولائي میں سالانہ قیمت دي تهی ، یا جنهوں نے جنوری میں ششماهی مرحمت فرمائي تهي ، انکا حساب اس اشاعت سے ختم هو گیا - اگر ائندہ کیلیے الہلال کي اعانت مقصود هو ، تو براہ کرم اس نمبر کو دیکهتے هي ائندہ کیلیے قیمت روانہ فرمائیں ، یا ایک کارڈ لکهکر وی - پي - کي اجازت دیں - ورنہ مجبوراً انکي خدمت میں ائندہ پرچہ روانہ نهو گا -

تذکار شہداء اسلام

الہلال کی " اشاعۂ خولدی "

افسوس هے کہ جس مخصوص اسلوب کا سلسلہ پچھلے نمبر میں [illegible] گیا تھا ، اسکي ترتیب [illegible] [illegible] سے [illegible] هوں - [illegible] الله [illegible] اشاعت میں [illegible] [illegible] [illegible] کثرت هیں اور [illegible] رهي هیں - صرف مضامین کی [illegible] [illegible] هے -

[illegible]

افسوس هے کہ اس نمبر کي تصويروں کے حاشیے میں عین وقت پر دقت پیدا هوگئي - آئندہ نمبر کے ساتھ شائع هونگي

شذرات

خاتمۃ السنۃ الاولی

فیضی گمان مبر کہ غم دل نگفتہ ماند
اسرار عشق انچہ تواں گفت ' گفتہ ایم

الحمد للہ کہ الہلال کی اشاعت کے پہلے سال کا یہ آخری پرچہ ہے - اس پرچے پر دوسری ششماہی جلد ختم ہوگئی ' اور اشاعت آئندہ سے تیسری جلد شروع ہوگی : فالحمد للہ فی البدایۃ و الانتہا ' و الشکر لہ فی السراء و الضراء - و نسال اللہ ان یرزقنا کمال الحسنی ' و سعادۃ العقبی ' و خیر الاخرۃ و الاولی :

ز عاشقان جہاں غیر ما نماند کسے
بیزار بادہ کہ ما ہم غنیمتم بسے

اس موقعہ پر بہت سے خیالات تھے ' جو معرض تحریر میں آجاتے تو بہتر تھا - جس زندگی کیلیے ہر ساعت اور ہر لمحے میں اپنے نفس و اعمال کا احتساب ضروری ہے ' کم از کم چھہ مہینے کے بعد تو اسپر ایک نظر ڈال لی جاے - سب سے بہتر " کراماً کاتبین " انسان کیلیے خود اسکا ضمیر ہے ' اور جو لوگ اس فرشتۂ غیبی کی صدا کی سماعت حاصل کر لیتے ہیں ' انکو احتساب اعمال کیلیے قیامت کے دن کی ضرورت نہیں رہتی - وہ جب کبھی اپنی جستجو میں نکلتے ہیں تو خود اسکے اندر سے آواز آتی ہے :

اقرا کتابک ' کفی بنفسک الیوم علیک حسیبا ! (۱۷ : ۱۵)	اپنے اعمال کی کتاب پڑھلے ' آج کے دن کسی دوسرے کاتب و شاھد کی ضرورت نہیں ' خود تیرے ضمیر هی کا احتساب تیرے لیے کافی ہے !

لیکن افسوس ہے کہ بعض ضروری اور مقدم افکار نے خاتمۂ جلد کے لکھنے کی مہلت نہ دی ' اسلیے اللہ تعالی کے شکر ' معاونین کرام کے تجدید ذکر ' اور آئندہ کیلیے طلب توفیق رفیق ' و استقامت و ثبات کی دعا پر ' اس جلد کو ختم کرتا ہوں ' اور آیندہ اشاعات کے فاتحۂ جلد ثالث کے مضمون پر بعض ضروری گذارشات وقت ملتوی -

جو کچھہ کیا جا رہا ہے ' سب کے سامنے ہے - اور جو کچھہ کرنے کا ارادہ ہے ' اسکے لیے ادعا نہیں - صلے کی نہ کبھی خواہش ہوئی ' اور نہ نکتہ چینی کی سماعت سے انکار ہے - اگر کوئی ایک لمحہ بھی خدمت ملۃ اور اعلاء حق کا نصیب ہوا ' تو یہ اسکا فضل ہے - اور اگر نیتوں میں کھوٹ اور کاموں میں قصور رہا ' تو یہ میرے نفس کی کمزوریاں ہیں : ما اصابک من حسنۃ فمن اللہ ' و ما اصابک من سیئۃ فمن نفسک -

پہلی صورت میں تحسین کی خواہش نہیں مگر انصاف کی التجا ضرور ہے - اور دوسری حالت میں اعتراف سے گریز نہیں ' مگر دعا کی التماس البتہ رکھتا ہوں - فنعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا و من یہدی اللہ فما لہ من مضل ؟

مسئلہ ارمنیہ

ایشیائی ترکی میں زیادہ تر پانچ قومیں آباد ہیں : ترک ' ارمنی ' عرب ' کرد ' یونانی - انمیں بڑی تعداد ارمنیوں کی ہے جن کی آبادی ۳۹ فیصدی ہے - مسٹر تھومسن کی راے میں یہی قوم سب سے زیادہ سر مشق ستم ہے ' وہ کہتے ہیں :

" قتل و غارت ' لوٹ مار ' عفت دری ' اور زبردستی مسلمان بنا لینے ' زمین و املاک کو جبراً ضبط کر لینے کی کارروائیاں کچھہ اوپر نصف صدی سے علی الاتصال جاری ہیں - حکام کے دستبرد سے اسکا انتظام اول هی ممکن تھا کہ ارمنیوں نے اسلحہ لے لیے اسلیے غریب نصرانی ارمنی اپنی حفاظت خود نہیں کرسکتے - حکام کی رشوت خواریوں نے اکثر قتل عام ہونے دیے هیں ' اور ہزاروں قتل ہولیے ہیں ' جلا وطن کردیے گئے - عجیب ترین امر یہ ہے کہ ارمنی یہ تمام مصیبتیں جھیلتے ہیں ' پھر بھی انکی دلی آرزو یہی ہے کہ دولت عثمانیہ کا ایک جزو بنکر رہیں - اس معاملہ میں وہ اسقدر ازخود رفتہ ہیں کہ اگر یورپ انکو آزاد بھی کرا دے تو وہ اسکو منظور نہیں کرسکتے "

یہ تفصیلات اس قدر غرابت آفریں تھیں کہ مقامی اینگلو انڈین معاصر کی عصبیت بھی ۱۸ - جون سنہ ۱۹۱۳ ع کی اشاعت میں ان کو مجموعۂ تضاد ماننے پر مجبور ہے ' کیونکہ " ارمنیوں کو روسی رعایا بننے کی اجازت دی جاتی ہے ' جب بھی وہ ترکی رعایا بنکر هی رهنا پسند کرتے ہیں "

مسٹر تھومسن انگلستان کو الزام دیتے ہیں کہ " ترکی کو تباہی سے صرف انگلستان هی روک سکتا تھا - اب بھی موقع ہے کہ ایشیائی ترکی میں سلسلۂ اصلاح جاری ہو تو فرنگی سلطنتیں اس پر نگرانی رکھیں - نیز فرنگی حکام نگران مقرر کیے جائیں "

انگلشمین اس راے کی تحسین کرتے ہوے اس کے عملی نفاذ میں مشکلات کے پیش آمد سے خوف زدہ ہے ' تاہم اس نے قطعی فیصلہ کر دیا ہے کہ " فرنگی سلطنتوں کی امداد سے انگلستان کو حق حاصل ہے کہ دولت عثمانیہ سے نصرانیوں کے حقوق کی نگرانی کے لیے باقاعدہ مطالبہ کرسکے ' کیونکہ دنیا بھر میں اس وقت برطانیہ هی سب سے بڑی " اسلامی سلطنت " ہے " یعنی " سب سے بڑی اسلامی سلطنت " کا یہ حق نہیں ہے کہ مسلمانوں کو مظلومیت سے بچانے کا مطالبہ کرے - البتہ اس کو یہ حق ضرور حاصل ہے کہ سب سے بڑی اسلامی سلطنت ہونے کی عجیب و غریب خصوصیت کو اسطرح عمل میں لاے کہ بقیۃ السیف مسلمان سلطنتوں کے داخلی نظم و نسق میں ' مداخلت و دراندازی کرکے ' انکی رهی سہی زندگی کا بھی خاتمہ کردے ! !

ترکوں پر نظر عنایت

ڈان ڈرکولز کو آزاد خیال ترک کی ناکامی پر افسوس ہے ' ان کی راے میں جس کی ترجمانی مینچسٹر گارجین نے کی ہے " اب یہی بہتر ہے کہ ترکی مقبوضات یورپ کو فرنگیوں کے رحم پر چھوڑ کر ایشیاے کوچک چلی جاے " ترکوں کو انہوں نے دوستانہ صلاح دی ہے کہ " وہ اپنی فوج کو از سر نو مرتب کرکے اس قدر طاقتور اور زبردست بنا لیں کہ اگر کوئی سلطنت ان پر حملہ کرنے کا قصد بھی کرے تو خود اس کی هستی معرض خطر میں آجاے " ان کو صاف اعتراف ہے کہ " آجکل کی دنیاے سیاست اسی کے حق میں انصاف کرتی ہے جو زبردست ہو ' حامی اسی کی ہوتی ہے جو طاقت رکھتا ہو ' جن کی طرف سے ذرا بھی اندیشہ ہوا کہ علی حالہ چھوڑ دینے سے قوت پکڑ جاینگے ' پھر ان کی خیر نہیں " ان اصول موضوعہ کی ترتیب و تمہید سے فارغ ہونے کے بعد لکھتے ہیں :

" سلطنت عثمانیہ کو زیادہ افواج کی ضرورت نہیں کیونکہ اسکو صرف دو سرحدوں کی حفاظت کرنی ہوگی ' میڈیا سے ایلوس تک کی ' اور داماں کوہ قاف کے حدود کی " فوج میں غیر مسلمان عنصر کا داخلہ بھی ان کے خیال میں ضروری ہے -

سیاسی اصلاحات کے ضمن میں اجرا و توسیع ریلوے کی ضرورت پر زیادہ زور دیتے ہیں کہ " اناضول (اناطولیہ) سے عرب تک لائنیں مل جائیں ' سلطان روم قسطنطنیہ سے دست بردار ہوجائیں ' خلافت کا نشیمن دمشق یا حلب میں قائم ہو ' عربوں سے قربت قریبہ حاصل رہے " اسکے بعد راے دی ہے کہ ...

یہ اصلاحات قدرتی و سیاسی اصول کی بنا پر ہیں ' کیونکہ قسطنطنیہ کے دارالخلافہ رہنے سے یورپ کی توجہ ادھر زاید رہیگی ' علاوہ اسکے قسطنطنیہ کے تمام قدرتی مناظر میں روز بروز کمی بھی آتی جاتی ہے ' موجودہ مجلس مبعوثان عثمانی کو اس بہشت ارضی (قسطنطنیہ) کا چھوڑنا طبعاً گوارا نہوگا ' تا ہم جو ممبر جب کبھی اس اہم کام کو انجام دیگا ' وہ ضرور تحسین و آفرین کا مستحق ہوگا " !!

هفتۂ جنگ

اب یہ بات صاف ہوگئی کہ محمود شوکت پاشا مرحوم کے قاتل انگریزی رعایا کے افراد تھے ' اور سازش قتل میں خارجی سیاست کو تعلق تھا - کامل پاشا اس کے علم بردار تھے ' اور پچھلے دنوں ان کی آمد قسطنطنیہ اسی بغاوت ریز کے متعلق تھی - ان سازش نے موجودہ ترکی حکومت کو خاک میں ملا دینے کا فیصلہ کر لیا تھا - طلعت بے ' نائل بے ' عاصم بے ' ان سب کے قتل کا تہیہ ہوچکا تھا ' مگر صرف وزیر اعظم کے سر گئی ' اور سب بچ رہے - کامل پاشا کے فرزند اس انقلابی تحریک کے سرغنہ تھے ' جو اپنے بہت سے رفیقوں کے ساتھہ گرفتار ہوے ہیں - ان لوگوں کو امید تھی کہ انقلاب میں وہ بر سر حکومت آجائینگے ' اور ممالک عثمانیہ کا خاطر خواہ تجزیہ کرکے دول فرنگ کی همدردی حاصل کرلینگے ' مگر منصوبہ ناکام رہا ' راز افشا ہوگیا ' اور اب باب عالی اس انقلابی پیکر کے قطعی استیصال میں منہمک ہے - ۲۰ سرغنوں کے لیے سزاے موت کا حکم ہوا ہے جن میں ۱۲ کو میدان بایزید میں پھانسی دے دی گئی - کامل پاشا کے حفید (پوتے) ایک اطالی جہاز میں سوار ہوکر بھاگ گئے - اجانب نے ان کو پناہ دی ہے کہ اب نہ سہی پھر کبھی ان آتش پاروں سے اشتعال شورش میں مدد ملیگی - دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت برطانیہ نے جس معاہدہ کی رو سے بلقانیوں اور عثمانیوں میں صلح کرادی ہے ' لندن ٹائمس نے اس کی تفصیل شائع کردی - معاہدہ کے اہم دفعات یہ ہیں :

(۱) مسیحی مقبوضات عثمانیہ کے وہ تمام علاقے جو " اینوس " سے " میڈیا " کے خط وسطی کے قرب میں واقع ہیں ' بلقانیوں کو تفویض کردیے جائینگے - حد بندی کا تصفیہ ایک بین الدولی کمیشن کے ذریعہ سے ہوگا -

(۲) البانیہ کی حد بندی اور حکومت البانیہ کے تمام متعلقات کا فیصلہ یورپین سلطنتیں کرینگی ' ترکی جزائر بحر سفید (بہ استثناے جزیرۂ کریٹ و جزیرہ نماے کوہ آتھوس) کا مسئلہ بھی دول فرنگ ہی پر واگزار ہوگا -

(۳) جزیرۂ کریٹ بلقانیوں کو دے دیا جائیگا - دولت عثمانیہ کو جو سیاسی و سلطانی وغیرہ حقوق حاصل ہیں ' وہ ان سب سے دست بردار ہو جائیگی ' اور یہ تمام حقوق بلقانیوں کو مل جائینگے -

(۴) اس جنگ سے جو مالی نقصانات ہوے ہیں ' ان کی تعویض کا سوال وہ بین الدولی کانفرنس حل کریگی ' جو اسی غرض کے لیے عن قریب پیرس میں منعقد ہونے والی ہے - مفتوحات (یا مغصوبات) کی تقسیم بھی اسی کانفرنس کے ذریعہ ہوگی -

(۵) اسیران جنگ ' سیاسی حدود اختیارات ' قومیت اور تجارت کے مسائل بلقانیوں اور عثمانیوں کے باہمی معاہدہ سے طے ہونگے ۔

اس معاہدہ نے یورپ کے تمام علاقے ' جن میں صرف تھریس کا ایک بہت ذرا سا جزو اور قسطنطنیہ کے مضافات شامل نہیں ہیں ' اسلام سے لے کر نصرانیت کو دلا دیے ' اور اب خلافت اسلامیہ کے لیے وہاں مذہبی حقوق بھی باقی نہیں رہے - ادھر سے تو صفائی ہوگئی ' لیکن اب خود بلقانیوں کی باہمی کدورت سیاسی مطلع کو روز بروز مکدر کرتی جاتی ہے - سرویا و بلغاریا کی کشاکش آویزش کی حد تک پہونچ گئی - سرحدیں فوجوں سے لبریز ہیں - روس کی سعی مصالحت سے کوئی خوش نہیں - اتحاد بلقان کے ہر رکن کو اس سے اختلاف ہے - اسٹریا تک اس کے تحکم سے ناراض ہو رہا ہے - بلغاری متطوعین (والنٹیرز) کے ایک دستے نے سرویا کی باقاعدہ فوج پر حملہ شروع کردیا - ۱۲ - جون کے حملے میں کچھہ سروی مقتول و مجروح بھی ہوے - روس نے ایک کانفرنس کے ذریعہ مصالحت کرانی چاہی تھی - سرویا نے اس میں شرکت سے انکار کردیا ' اور تصفیہ مناقشات میں صرف آگ اور تلوار کو حکم بنانے کی خواہش ظاہر کی - ۲۴ جون کو روس کے الحاح و اصرار پر اس کی ثالثی تو منظور کرلی ہے مگر کسے معلوم کہ کل کیا ہوگا ؟ مقدونیہ کے مقام کوپرلی (کوپرللو) میں جو بلغاریہ کی سرحد پر واقع ہے اوس نے ایک لاکھہ چالیس ہزار سپاہ فراہم کرلی ہے ' صوفیا دارالحکومۃ بلغاریا یہاں سے صرف ایک سو میل کے فاصلہ پر ہے ' اس سے بلغاریوں کو خوف ہے کہ سروی فوجیں صوفیا پر حملہ کر دینگی - یونان و بلغار میں بھی کشمکش کی ابتدا ہوگئی ہے - مقدونیہ اس وقت یونانیوں کے قبضہ میں ہے - بلغار کو یونان سے شکایت ہے کہ مقدونیہ میں بلغاری رعایا پر سخت مظالم ہو رہے ہیں - اس نے اپنی فوجیں سرحد مقدونیہ پر جمع کر رکھی ہیں کہ تلوار کے زور سے اس شکایت کا انسداد کر سکے - دوسری جانب یونان کا مطالبہ ہے کہ مقدونیہ کے وہ علاقے جو تاریخی روایات و قومیت کے لحاظ سے یونانی ہیں ' بلغاریوں کے قبضہ سے یونانیوں کو واپس ملنے چاہئیں - خاتمۂ جنگ کے بعد سے بلغاریہ کی روش باب عالی کے ساتھہ ایک گونہ تواضع و تذلل کا پہلو لیے ہے - یونان کو اس کی بھی شکایت ہے کہ یونانی حکومت کی مخالفت کے لیے یہ روش اختیار کی گئی کہ اگر جنگ تک نوبت آئے تو عثمانیوں کی امداد سے یونانیوں کو منہزم کیا جاے - جزائر بحر سفید کے قبضے کا تصفیہ پیرس کانفرنس کے متعلق ہے ' مگر یونان نے ابھی سے ان جزائر کے لیے تگ و دو شروع کر دی ہے ' جس سے ریوٹر ایجنسی کی راے میں جنگ کے خطرات قریب آتے جاتے ہیں - اور اب یہ احتمال اس درجہ قریب ہو رہا ہے کہ ملکۂ یونان نے سیاحت جرمنی کا ارادہ ملتوی کردیا - کیونکہ بلقان میں صورت معاملات کی تبدیلیاں ایسی نہیں ہیں کہ اس حالت میں سیر و سیاحت کے لیے ملک سے باہر جانے کا موقع مل سکے ۔

پیرس کی بین الدولی کانفرنس کے ابتدائی مراتب طے ہوگئے کانفرنس کے لیے پچاس ممبر منتخب ہوے ہیں ' جن میں عثمانیوں اور بلقانیوں کے علاوہ دول ستہ (برطانیہ ' فرانس ' روس ' جرمنی ' آسٹریا ' اٹلی) کے ممبر بھی شریک ہیں - کانفرنس میں حسب ذیل مسائل پیش ہونگے :

(۱) ترکی سلطنت کے ذمے قرضہ فرنگستان کا جو بار ہے ' وہ ہر ایک ترکی علاقہ پر منقسم ہے ' اور ہر جگہ کی آمدنی سے ایک خاص مقدار اس قرضے میں دی جاتی ہے - بلقانیوں نے جو علاقے فتح کیے ہیں ' ان سے جس قدر قرضہ کی رقم ادا ہوتی تھی ' اب وہ کس حد تک باقی رہیگی ؟ بلقانی اس کو یکمشت ادا کردینگے ' یا سود کی سالانہ قسطوں کی صورت میں دیتے رہینگے ؟ دونوں صورتوں میں ترکی تمسک لینے والوں کے لیے کیا ضمانت ہوگی ؟

(۲) بلقانیوں کو کس قدر تاوان جنگ دلا یا جاے -

" ترکی تمسکات میں زیادہ حصہ فرانس کا ہے ' جو طبعاً اس باب میں زور دیگا ' لیکن اس وقت تک مجراے سیاست بلقان سے یہی مستنبط ہوتا ہے کہ ترکی قرضے کی جو مقدار بلقانیوں کے ذمے عائد ہوگی ' وہ کم از کم ایک کرور بیس لاکھہ پونڈ اور زاید از زاید دو کرور پونڈ ہوگی ۔

۱۹ - رجب ۱۳۳۱ ہجری

الـداء والـــدواء

یعنی

جماعت " حزب اللہ " کے اغراض و مقاصد

(۱)

یا ایہا الناس ! قد جاءتکم موعظة من ربکم و شفاء لما فی الصدور' وھدی و رحمة للمومنین - قل بفضل اللہ و برحمته' فبذلک' فلیفرحوا' ھو خیر مما یجمعون (۱۰ : ۶۰)

زخمه بر تار رگ جاں می زنم * کس چه داند تا چه دستاں می زنم

زخمه بر تارم پریشاں می زند * کیں نوا هاے پریشاں می زنم

خامه همراز دم گرم منست * آتش از نے در نیستاں می زنم

☀ ☀ ☀

بار شوقم در خروش آورده ست * بار هوے همچو مستاں می زنم

دی نه یغما داده ام رخت و متاع * امشب آذر در شبستاں می زنم

ہوے شیرار سنگ راندن ابلهی ست * بهر گوهر تیشه بر کاں می زنم

گریه را در دل نشاطے دیگرست * خنده بر لب هاے خنداں می زنم

بند هر خواهش ز دل می نگسلم * نقش هر صورت بعنواں می زنم

دعوئے هستی' همان دست نقد گیست * کافرم گر لاف ایماں می زنم

☀ ☀ ☀

در خراباتم ندیدستی خراب * باده بیداری که پنهاں می زنم

تو در ینجا بیندی و' من خود هنوز * جام مے در بزم اعیاں می زنم

☀ ☀ ☀

می ستیزم با قضا از دیر باز * خویش را بر تیغ عریاں می زنم

لعب با شمشیر و خنجر می کنم * بوسه بر ساطور و پیکاں می زنم

در جنوں بیکار نتواں زیستن

آتشم تیرست و داماں می زنم

تمہید (۱)

یہ بار بار کہا گیا ہے کہ عالم اسلامی کے گذشتہ اخری مصائب نے مسلمانوں میں تنبہ و اعتبار کے جیسے غیر معمولی علائم و آثار پیدا کردیے ہیں' انکا دو سال ادھر وجود نہ تھا -

اس قسم کے آرا و قیاسات ہمیشہ مظنون' اور مستقبل کے نتائج کے محتاج ہوتے ہیں' اور انکی صحت و عدم صحت کے دلائل مہینوں اور برسوں کے واقعات و حوادث سے متغیر ہو جاتے ہیں - وہ قدیر و حکیم' جو ایک چھوٹے سے بیج کو ایک عظیم الشان نباتاتی ہستی تک پہنچاتا' اور پھر خود اس سے ہزاروں بیج پیدا کرتا ہے' صرف اسکے ہاتھہ میں ہے کہ بیداریوں کو استوار' عبرتوں کو نتیجہ خیز' اور متحرک نقشوں کو حی و قائم اجسام کی صورت میں بدل دے :

ان اللہ فالق الحب والنوی' یخرج الحی "بیشک خدا ھی ہے جو زمین کے اندر بیج کے دانے کو (جبکہ وہ محض امید

من الميت و يخرج الميت من الحي - ذالكم الله ' فانى يوفكون ؟ (۶ : ۹۵)	و بيم كي حالت ميں هوتا هے) پهاڑ كر (اميد و كاميابي كا) ايك قوي و تناور درخت پيدا كر ديتا هے - وهي زندگى كو موت سے ' اور موت كو زندگى سے نكالتا هے -

يهى قدرت كى نيرنگياں دكهلانے والى ذات قدوس ' تمهارا خدا هے ' پهر تم كدهر بهكے جا رهے هو' اور كيوں اسكى طرف نهيں جهكتے ؟ "

علائم و آثار

ليكن اسميں شك نهيں كه سمندروں كا پاني اڑتا اور پهر ابر كى صورت ميں پهيل جاتا هے - يه يقينى هے كه پانى كے برسنے سے پہلے موسم بدلتا ' اور اپنے آنے سے پہلے ' اپنى علامتوں كو بهيجتا هے - طوفان كے آنے سے پہلے طوفاني هوائيں چلتى هيں ' اور برسنے سے پہلے ابر غليظ كى چادريں آسمان پر پهيلا دي جاتى هيں :

الله الذي يرسل الرياح فتثير سحاباً ' فيبسطه في السماء كيف يشاء و يجعله كسفاً ' فترى الودق يخرج من خلاله ' فاذا اصاب به من يشاء من عباده اذا هم يستبشرون (۳۰ : ۷۴)	" الله هى هے جو هواؤں كو بهيجتا هے اور وہ بادلوں كو اپنى جگه سے ابهارتى هيں' پهر خدا جس طرح چاهتا هے انسے كام ليتا هے - كبهى بادلوں كو آسمان پر پهيلا ديتا هے ' كبهى انكے ٹكڑے ٹكڑے كر ديتا هے ' اور تم كو ايسا نظر آتا هے ' گويا انكے درميان سے مينه نكلا چلا آتا هے !

پهر جب اپنے بندوں ميں سے جن پر برسانا چاهتا هے' برسا ديتا هے ' تو وہ (زندگي پا كر) خوشياں منانے لگتے هيں ! ! "

يه علائم فطريه اور آثار طبيعيه جو تم كو دنيا ميں اپنے سے باهر نظر آتے هيں ' بعينه تمهارے اندر بهي موجود هيں - تم جو اس عالم صورت و جسم كے درے درے كي پرستش كرتے هو ' بهول گئے هو كه ايك اقليم قلب و معنى بهى هے ' اور اس " عالم صغير " ميں جو كچهه هے ' اسي " عالم كبير " كا عكس و ظلال هے :

الم تر الى ربك كيف مد الظل ؟ (۲۵ : ۴۷)	كيا تم نے اپنے پروردگار كي اس حكمت و قدرت كو نهيں ديكها كه اس نے كيونكر " ظل " يعنى سائے كو پهيلا ديا هے ؟

هر روحانياں داري ولے خود را نديد ستي

بعواب خود درا تا قبلۂ روحانياں بيني

آفتاب طلوع هوتا هے' اور اپنے سايے كو اپنے ساتهه متحرك كرتے هوے غروب هوجاتا هے (۱) چاند نكلتا هے' اور عروج و محاق كى

(۱) " غروب هو جاتا هے " اس اعتبار سے كه ايسا نظر آتا هے - يه تمام باتيں همارے ادبيات ميں داخل هوگئي هيں - آسمان كو ساكن هو اور زمين گردش ميں ' ليكن هم شكايت آسمان هي كي گردش كي كرينگے كه كرتے آئے هيں - [منه]

[نوٹ صفحه ۵ كا]

(۱) معارف انساني مجاهد بعد واقع هوئي هے - خلق الانسان من عجل - اسليے ممكن هے كه بعض حضرات كو جو اغراض و مقاصد كي تشريح كيليے ايك مضطرب اضطراب اپنے اندر ركهتے هيں ' يه تمهيد نا گوار گذرے ' كه سيدهي سادي باتوں كے اعادے سے كيا فائده ؟ ليكن جهاں انهوں نے اتنے عرصے تك صبر كيا هے ' وهاں چند دنوں كا اور انتظار گوارا فرمائيں تو بهتر هے - هر كام ترتيب طبعي سے انجام پاتا هے - اغراض و مقاصد سے پہلے ان تمام امور پر نظر ڈال لينا ضروري هے ' جنكے بغير وقت پيش نظر هوے بغير' مقصود اصلي سمجهه ميں آ نهيں سكتا - لوگوں كے بے شمار خطوط و استفسارات ان تمهيدي امور كي بابت آچكے هيں' اور اسكے سوا چاره نهيں كه تمهيد هي ميں اپنے خيالات صاف صاف عرض كردوں آگے چلكر يه تمهيد هي تشريح مقاصد كا كام ديگي ' اور اسميں صرف چند صفحوں كي ديرهے -

منزليں طے كرتا هوا نظر آتا هے (۲) موسم بدلتے هيں اور نئى نئى هوائيں چلتي هيں - سمندروں ميں طوفان اٹهتے هيں' اور آسمان پر بجلياں چمكتي هيں - جبكه موسم خشك اور گرم هوتا هے تو بارش كي علامتيں ظاهر هوتى هيں ' اور جب علامتوں كا سلسله ختم هوجاتا هے تو بارش كا نزول هوتا هے - غرضكه جو دنيا تمهارے سامنے موجود هے ' وہ طلوع و غروب ' عروج و محاق ' تساقط و تنزع ' تضارب و تصادم ' تخاذل و تسابق ' تسفل و ترقي ' تبدل و تجدد ' اور اياب و ذهاب كا ايك يكسر مرقع هے' جسكے مناظر متلون ' اور جسكے مناظر و امثال متحرك هيں -

بعينه يهى حال اس دنيا كا بهى هے جو تمهارے سامنے نهيں' مگر تم ميں موجود هے - وهاں بهى طلوع و غروب هوتا هے ' اور جبكه تاريكى چها جاتى هے تو آفتاب دريچۂ ظلمت سے اپنا سر نكالتا هے - وهاں بهى موسم بدلتے هيں ' اور هوائيں متغير هوتي هيں - بهار عيش حيات كا پيغام لاتى هے ' اور خزاں افسردگي و هلاكت كے ساتهه ظهور كرتي هے - وهاں بهي سمندروں ميں طوفان اٹهتے هيں ' اور زمينوں پر موسم كى تند و تيز هوائيں چلتي هيں - جب موسم بدلتا هے ' تو يهاں كے آسمان كے طرح ' وهاں كا آسمان بهي بدلجاتا هے - اور جب پاني برسنے كيليے آتا هے ' تو پہلے ابر كے محيط ٹكڑوں اور سرد هواؤں كے مرطوب جهونكوں كو بهيجديتا هے - قحط اور خشك سالي اس سرزمين كي سب سے بڑي مصيبت سمجهي جاتي هے ' ليكن وهاں بهي اس سے بڑهكر اور كوئى مصيبت نهيں - جب آسمان اپني دريا نوالى كا اور زمين اپني بخشش كا دروازه بند كر ديتى هے' تو دريا اتر جاتے هيں' اور سر حاصل زمين خشك هوكر چٹيل ميدان بن جاتي هے - پهر موت اور بربادي دنيا پر چها جاتي هے ' اور انسان اپني غذا سے محروم هوجاتا هے -

يهى حال وهاں كا بهي هے - البته فرق صرف اتنا هے كه يهاں كي خشك سالى جسم كو غذا سے محروم كرديتى هے ' اور وهاں كا قحط قلب و روح كيليے پيغام هلاكت هوتا هے - پس يهاں جسم كيليے موت هے ' جسكے بعد بهى زندگى باقى رهتي هے ' اور وهاں دل كيليے هلاكت هے' جسكى هلاكت كے بعد زندگي كا كوئي سامان نهيں !

و القلب نحمل ما لا يحمل البدن !

جسم و جان' رنگ و بو' لفظ و معني' صورت و حقيقت ' يهي دو مختلف دنيائيں اور موجود و مشهود كي دو اقليميں ' هيں جنكو لسان الهي " عالم آفاق و انفس " سے تعبير كرتا هے :

سنريهم اياتنا فى الآفاق و فى انفسهم حتى يتبين لهم انه الحق (۴۱ : ۵۲)	هم اپني نشانياں عالم كائنات كے مختلف اطراف و جوانب ميں بهي دكهلائيں گے اور انكے نفس كے اندر بهي' يهاں تك كه ان پر ظاهر هوجائے گا كه بيشك وهي حق هے -

اور يهي وہ عالم معنوي هے ' جسكے آثار و علائم ' اور آيات و اسرار پر قرآن كريم توجه دلاتا هے ' اور جس سے اولاد آدم كي غفلت و اعراض پر وہ هر جگه متاسف هے كه :

و في انفسكم افلا تبصرون ؟ (۵۱ : ۲۱)	اور كيا جو كچهه تمهارے نفس كے اندر موجود هے' اسے تم نهيں ديكهتے ؟

ما بعد آثار و عقب علائم

پس گو آثار و علائم هميشه مظنون ' اور مستقبل كا چهره هميشه تاريكي ميں ملفوف هوتا هے ' تاهم علامتوں كے ظهور ميں شك

(۲) ايام محاق سے مراد اصطلاح نجوم ميں مهينے كى وہ آخري راتيں هيں جب چاند گهٹنے لگتا هے ' يعنى نصف آخري (منه)

نہیں - یہ ضرور ہے کہ موسم بدل رہا ہے ' اور انکہیں ابر کی پہیلی ہوئی چادروں کو ' اور جسم ٹھنڈی ہواؤں کو محسوس کر رہے ہیں - پس پانی کا برسنا ضروری ہے ' اور گرمی جس قدر تیزی کے ساتھہ ظاہر ہوتی ہے ' اتنا ہی بارش کے نزول کو متیقن بھی کر دیتی ہے -

دلوں کی اقلیم میں ایک شورش بپا ہے - اسکے سمندر تہہ و بالا ہو رہے ہیں - موجوں اور طوفانوں کا زور ہے - آسمان کی رنگت پہلے سرخ تھی ' مگر اب سیاہ اور تاریک ہوگئی ہے - اور بجلی پہلے چمکتی تھی ' پر اب گرج گرج کر زمین پر گرنا چاہتی ہے - فضاء آسمان ایک معرکۂ دار و گیر ' اور ایک محشر رستخیز بنگئی ہے - اور کائنات کی ہر شے ابھرنے اور اچھلنے کیلیے بیقرار ہے - اگر کوئی موج نہیں آ رہی ' تو یہ گرد و غبار کیوں ہے ؟ اگر آگ نہیں جل رہی ' تو یہ دھواں کہاں سے اٹھہ رہا ہے ؟ اور اگر کچھہ ہونے والا نہیں ہے ' تو یہ ہونے کی علامتیں کیوں ظاہر ہو رہی ہیں ؟ ان فی ذالک لذکری ' لمن کان لہ قلب ' او القی السمع وھو شھید -

دہقان آسمان کو دیکھکر سمجھہ لیتا ہے کہ اسے کیا کرنا چاہیے اور کشتی بان طوفان کے آنے سے پہلے کشتی کو کنارے تک پہنچا دیتا ہے - پس ضرور ہے کہ دلوں کی شورش و اضطراب کے معنی لیں ' اور اس اقلیم کے حوادث و تغیرات کے اشارات کو پا سمجھہ جائیں -

عالم اسلامی آج ایک آخری انقلاب کے کنارے پر ہے ' اور تبدیلیوں اور انقلابوں کی وہ تمام علامتیں اسکے چہرے میں موجود ہیں ' جو دنیا کے گذشتہ سخت سے سخت انقلابات کی آمد سے پہلے ہمیشہ ظاہر ہوا کی ہیں - وہ انقلابات عظیمہ ' جنھوں نے دنیا اور دنیا کے مناظر کو زیر و زبر کر دیا - وہ تغیرات مدہشہ ' جنھوں نے قوموں اور ملکوں کی تاریخ تک کو الٹ دی - وہ ' جنھوں نے زمین کے جغرافیے اور اسکی خشکی اور تری کے حدود میں تبدیلیاں کر دیں - وہ ' جنھوں نے انسانی نسلوں کے عمران و تمدن اور انکے عوائد و خصائل کی عمارتوں کو ڈھاکر پھر از سر نو تعمیر کر دیا ' اور وہ ' جو اسلیے ظاہر ہوتے ہیں تاکہ حیات و ممات امم کے قانون الہی کے مطابق ' زمین اور زمین کے بسنے والوں کو از سر نو پا بدل دیں - ٹھیک ٹھیک ایسے ہی مظاہر و آثار کو اپنے آگے اور یمین و یسار رکھتے تھے ' جیسے کہ آج دنیا کے سامنے ظاہر ہو رہے ہیں - یہ دنیا میں ہمیشہ ہوچکا ہے ' اور ایسا ہونا انقلابات امم و ملل کے ایک دائمی قانون کے ماتحت ہے : وما تسبق من امۃ اجلھا وما یستاخرون (۱۵ :) (۱)

تہلکۂ سفر

منجملہ علائم و آثار مخصوصہ کے ایک علامت یہ بھی ہے کہ رفتہ رفتہ ماتم اور اندوہ کی حسرت کی جگہ اب بہت سے دماغ ہیں ' جو کام بھی کرنا چاہتے ہیں ' اور محض ماتم و فریاد پر قانع نہیں -

یہ احساس عام ہے اور عالم اسلامی کے دیگر اکناف و اطراف سے قطع نظر ' خود ہندوستان میں بھی باوجود استیلاء یاس و قنوط موجود ہے - اور اگر صحیح وسائل اختیار کرلے ' تو یہی الحقیقت انقلاب حالت کا اسے پہلا بیج سمجھنا چاہیے -

کل کی فکر آج ہر شخص کے سامنے ہے - فکر مستقبل اب صرف خاص دماغوں ہی کا حصہ نہیں رہا ' بلکہ اخبارات کے دفاتر کی طرح کسی دیہات کی ایک چکی پیسنے والی عورت بھی سمجھنے لگی ہے - کل تک مصائب کے ورود کا خوف تھا ' اسلیے صرف ذہن و دماغ ہی انکو محسوس کرسکتے تھے ' مگر آج جبکہ وہ ظاہر ہوچکے ہیں اور بقیہ ظہور سامنے ہے ' تو انکے سمجھنے کیلیے دماغ کی نہیں بلکہ دیکھنے کے لیے آنکھوں کی ضرورت ہے ' اور دماغ کم ہوں مگر آنکھوں کی کمی نہیں -

کچھہ تو مایوس ہیں اور کچھہ متلاشی ' مگر انتظار دونوں کو ہے - پہلوں کو اگر راہ دکھلا دی جاے تو چلنے سے انکار نہیں ' گو ابھی انکے قدم ساکن ہیں - اور دوسرے فکر و جستجو میں حیران ہیں کہ کس طرف کا رخ کریں ' اور منزل گو معلوم ہے مگر راہ باز نہیں !

بیداری کے بعد غفلت

حسریقا ان واد یرکو بدلکم مو نل لھم ثم و تل لھم !

مگر جیسا کے میں مختصراً اشارہ کر چکا ہوں ' آج کسی قدر تفصیل کے ساتھہ کہنا چاہتا ہوں کہ غفلت کے معنی صرف بستر ہی پر سونے کے نہیں ہیں بلکہ سونے کے ہیں ' اور جو مسافر بستر غفلت سے اٹھکر راہ میں سو جائے ' وہ گو بستر سے اٹھہ چکا ہے ' لیکن نیند سے بیدار نہیں ہوا -

سفر کا تہیہ ہی مطلوب نہیں ہے ' بلکہ صحیح راہ سفر کا معلوم کرنا اور پھر اسپر چلنا ' دونوں باتیں شرط کار ہیں - کیا فائدہ اس سے کہ آپنے بستر کے آرام اور خواب نوشیں کی راحتوں کو خیر باد کہا ' جبکہ نیند میں ضائع ہونے والی زندگی ' بستر کی جگہ ' راہ کی گم کردگی اور ضلالت پیمائی میں ضائع ہو رہی ہے !

آج اس بارے میں بلند ترین حد نظر ' اور فکر و جستجو کا آخریں سدرۃ المنتہی جو لوگوں کے سامنے ہے ' وہ اسکے سوا کچھہ نہیں ہے کہ حفظ اسلام و مقامات مقدسۂ اسلامیہ کے نام سے ایک وسیع اور عظیم الشان فنڈ جمع کیا جاے ' اور ہر مسلمان بقدر استطاعت اسمیں حصہ لے ' نیز وہ عہد کرے کہ کعبۂ معظمہ کی حفاظت کو ہمیشہ پیش نظر رکھیگا -

اسمیں کوئی شک نہیں کہ زمین کی وراثت اور تاج و تخت حکومت میں سے جو کچھہ ہمارے پاس باقی رہا تھا ' وہ ہماری غفلتوں اور نادانیوں کی نذر ہوگیا - جو باقی ہے ہر آن و ہر لمحہ خطرے میں ہے ' اور اگر کوئی متاع آخری رہگئی ہے تو وہ صرف اسلام کا مبدء اولی اور دعوت الہی کا اولین سرچشمہ ہے - جہاں " فاران " کی چوٹیاں ہیں ' جسپر " سعیر " کے بعد خداوند خدا نے کتاب شریعت اور شمشیر عدل کے ساتھہ ظہور کیا - جہاں وہ محترم و مقدس " غار " ہے ' جسکی تاریکی میں " داعی الی اللہ و سراج منیر " کی روشنی سب سے پہلے نمودار ہوئی ' اور جو دعوت اسلامی اور ملۃ حنیفہ کے اس اولین داعی کی یادگار ہے ' جس نے اپنے نفس و جان کی قربانیوں کا اسوۂ حسنہ دکھلا کر ' حقیقت اسلامیہ کی پہلی بنیاد رکھی تھی :

ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وھدی للعالمین - فیہ ایات بینات مقام ابراھیم ' ومن دخلہ کان امنا - (۳ : ۹۱)	" وہ عبادت الہی کا پہلا گھر ' جو انسانوں کی عبادت گذاری کیلیے بنایا گیا ' بھی تھا ' جو شہر مکہ کی سرزمین میں فیضان و برکت الہی کا مرکز اور عالم و عالمیان کیلیے سرچشمۂ ہدایت ہے - اسمیں حکمت الہیہ کی بہت سی کھلی کھلی نشانیاں ہیں -

اور انہی نشانیوں میں سے ایک بہت بڑی نشانی اسلام کے اولین داعی حضرت ابراہیم کا " معلم " مقدس ہے - جو شخص اس بیت الہی

(۱) اور کوئی امت نہ اپنے مقررہ وقت سے آگے بڑھسکتی ہے اور نہ پیچھے رہسکتی ہے - (منہ)

کي برکتوں میں داخل ہوگیا ' اسکے لیے پھر ہمیشہ کیلیے امن و امان ہے "

پس ضرور ہے کہ ہر مسلم ہستي اسکي خدمت گذاري کي راہ میں اپنے تئیں قربان کر دینے کا حلف اٹھالے ' اور یہ بھي ضروري ہے کہ اللہ کیلیے پوري سعي و مجاہدت کے ساتھہ ایک عظیم الشان اسلامي خزینہ فراہم کیا جاے ' جو ہر موقعہ پر ہمارے لیے وسیلۂ کار اور ذریعۂ رفع احتیاجات ہو ' اور اسکے لیے بہتر سے بہتر اشخاص اپنا وقت بے دریغ صرف کریں -

یہ سب کچھہ سچ ہے - اس سے کسی طرح انکار نہیں ' لیکن سوال یہ ہے کہ جو ضرورت ہمارے سامنے ہے ' جس منزل کی تلاش و جستجو ہے ' جس مقصود کے کھوج میں قدم اٹھے ہیں ' اور حسن لیلي کے فراق میں مجنون مقلان عشق کي یہ کچھہ بیقراریاں ہیں ' کیا اسکے لیے صرف اتنا ہی کافي ہے ؟ کیا صرف ایک عہد کا لے لینا ' اور ایک بہت بڑے فنڈ کا قائم کر لینا ہي ہماري کوششوں کا اصل مقصود ' اور ہمارے امراض کا علاج وحید ہے ؟

جو سوال ان کاموں کے شروع کرنے کا سبب تھا ' مشکل یہ ہے کہ اختیار کرنے کے بعد بھی وہي سوال سامنے آجاتا ہے :

گشت راز دگر آن راز کہ افشا می کرد

مدتوں سمجھکر صرف مشغول آہ و بکا رہنے کا الزام دیا گیا - کئی ماہ سے لوگ معترض ہیں کہ صدا اٹھہ رہی ہے مگر مدعا کا پتہ نہیں - اسکے اسباب سے تفصیلي بحث کبھي نہ کبھی ہو رہیگي ' اور غالباً مضمون کے آخر میں پہونچ ' مگر یہاں صرف اسقدر کہنا چاہتا ہوں کہ یہ خاموشي بے وجہ نہ تھی - یاران راہ نے منزل مقصود کي جستجو کو جتنا آسان سمجھہ رکھا ہے ' شاید اسقدر آسان نہیں ہے :

بیا کہ مسئلۂ عشق ازاں دقیق تر است

کہ حل شود بشرف ار دماغ باطل ہمہ کس

لوگ سفر کا اعلان کردیتے میں بہت جلد باز ہیں مگر بہتر ہو اگر یہ جلدي قدموں کي جگہ دماغوں کو سونچنے میں نصیب ہو -

روپیہ کا جمع کرنا ایک نہایت اہم کام ہے ' اور خدمت کعبہ تو ہر مسلمان کا شعار ملي ہے - پانچ وقت جس تجلي گاہ معبود حنیفی کي طرف روز ہمارا سجدہ ہوتا ہے ' دن میں ایک مرتبہ بھي کیا اسکی طرف ہمارا دل نہوگا ؟ اس ولولے کي آگ جسقدر ممکن ہو بھڑکا دیجیے ' اور اگر کچھہ بھڑکي ہے تو دامن سے ہوا دیجیے - لیکن کہنا صرف یہ ہے کہ اسکے بعد مشکل حل نہیں ہو جاتي ' اور عقدۂ کار کي گرہ بدستور باقی رہتي ہے - پھر کہتا ہوں کہ یہ سب باتیں ضرور ہیں ' سوال یہ ہے کہ جڑ کہاں ہے ؟ باغ بسانے کي تدبیر یہ نہیں ہے کہ درختوں کی شاخوں پر پچکاري سے پانی دیجیے - پہلی بات یہ ہے کہ جڑ کو تر و تازہ کیجیے - آپکو یہ معلوم نہیں تو ممکن ہے کہ دوسروں کو معلوم ہو -

تو گل از باغ مي خواہی من ار گل باغ می جویم

من از آتش دخان بینم تو آتش از دخان بینی

فسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون (۱۶ : ۳۵) پھر اگر تمہیں معلوم نہیں تو صاحبان فکر و ذکر سے دریافت کرو ؟

صرف روپیے پر زور دینا

ایک خطرناک غلطي ہے

یقیناً حالات نے ہمیں بتلا دیا ہے کہ " ضروریات ملی " کی غرض سے ایک وسیع " خزینۂ ملی " (نیشنل فنڈ) کا ہمیشہ مہیا رکھنا کس درجہ ضروري ہے ؟ پس ضرور ہے کہ اسکا سامان کیا جاے - لیکن صرف کسي ایسي انجمن کا قائم کرلینا ' جو آنے والے مصائب کو کیونکر دور کرسکے گا ' جو چاروں طرف سے ہم پر امنڈنے والے ہیں ؟ کیا ملکوں اور قوموں کا انقلاب ایک ایسا معاملہ ہے ' جسکو ایک دو کرور روپیہ بطور رشوت دیکر ہم اپنے حسب مرضی طے کرالیں گے ؟ کیا کرایے کی فوجیں ' اور کرایے کا جوش لندن اور برلن میں ملتا ہے کہ جب کبھی کوئي موج بلاد اسلامیہ پر حملہ آور ہوگی تو ہم تار کے ذریعہ اُجرت طے کرکے فوراً انہیں میدان کی طرف روانہ کردیں گے ؟ کیا ہماري تمام بربادیاں اور نامرادیاں صرف اسلیے نہیں کہ ہم نے ہمیشہ اپنے پاس روپیہ جمع نہ رکھا ' اور یورپ نے صرف افلاس کا الزام رکھکر ہم سے سلانیک اور ایڈریانوپل لے لیا ؟

فرض کیجیے کہ کل کو فرانس نے شام پر علانیہ قبضہ کرلینا چاہا ' اور اسکي خبر ریوٹر نے ہمیں پہنچادي - اس وقت ہمارے پاس ایک نہایت طاقتور انجمن ہوئي جسکے خزانے میں دو سال کا چندہ چودہ کرور روپیہ موجود ہوا - پھر با ایں ہمہ دولت فراواں ' ہم کیا کرینگے ؟ ایم - پوانکرے کو تار دیں گے کہ ہم سے ۱۴ - کرور روپیہ لیکر شام کے دعوے کا ارادہ ترک کردو ؟ یا سرایڈ ورڈ گرے سے درخواست کرینگے کہ ہم سے ۱۴ - کرور روپیہ لیکر اپنے اتحاد ثلاثہ کے مقاصد اور فیصلۂ مسئلہ مشرقي کو واپس کرلیجیے ' اور کرایے کي ایک عظیم الشان اور قاہر و باسل فوج اور راہ رعایا پروري ساحل بیروت پر اُتار دیجیے ؟ فمالکم کیف تحکمون ؟

ممکن ہے کہ بعض خوش اعتقاد بزرگوں کا ایسا خیال ہو :

و للناس فیما یعتقدون مذاہب

لیکن :

فاش مي گویم و از گفتۂ خود دل شادم

بندۂ عشقم و از ہر دو جہاں آزادم

اگر مثال کیلیے فرض ہي کرنا ہے تو زیادہ بہتر مثال کیوں نہ فرض کي جاے ؟ فرض کیجیے کہ کل کو انگلستان نے مسئلۂ عراق کا قطعي فیصلہ ضروري سمجھا ' اور اسپر قبضے کا اعلان کردیا تو پھر اس وقت ہمارا یہ عظیم الشان فنڈ کیا خدمت انجام دیگا ؟ عرب زمین اسلامی ملکوں اور زمین کے ٹکڑوں کا نیلام نہیں ہے کہ آپ بھی زیادہ سے زیادہ بولي دینے کیلیے اپنی جیب کو مستعد رکھیں - یہ تو قوتوں کا مقابلہ اور طاقتوں کی نبرد آزمائی ہے - صرف آپکی جیب بھاري ہوگئي تو اس سے کیا ہوتا ہے ' جبکہ دل ہی خالي ہے !

معمورۂ دلے اگرت ہست داز گویے

کین جا سخن بہ ساک فریدوں نمی رود

اس وقت کے مستعد جوش و خروش اور طاقتور حسیات اسلامیہ کو محض روپیے کے جمع کر دینے ہی میں خرچ کر ڈالنا اپنے ہاتھوں اپنی آخري فرصت کو کھونا ہے - روپیہ کي ضرورت اور قوت سے انکار نہیں ' لیکن خدا را اتني پرستش تو نہ کیجیے کہ قوم کي ساري قوتیں صرف اسی میں ضائع ہوجائیں ؟

ہمارے سامنے آج ہمارا زوال ہے ' ہم بربادیوں کے کنارے پر کھڑے ہیں ' اور اپنی تجہیز و تکفین کا سامان اپني آنکھوں سے دیکھہ رہے ہیں - ہمارے پاس اب اتني مہلت نہیں ہے کہ بار بار نسخے آزمائیں ' اور بہت سے طبیبوں سے رجوع کریں - ہم کو اس وقت صرف ایک ہی نسخے کی ضرورت ہے ' اور صرف ایک ہی طبیب کي - ہمارے امراض یقیناً بے شمار ہیں ' اور فرصت ہوتي تو ایک ایک کا علاج کرتے ' مگر اب تو ایسے نسخے کی تلاش ہي پر انحصار زندگي اور امید صحت ہے ' جو ایک ہو ' مگر اپنے اندر ہمارے تمام بے شمار امراض کا علاج رکھتا ہو -

پھر اگر ہم نے محض خدمت حرمین کا عہد کرلیا اور ایک رقم ماہوار یا سالانہ اسکے لیے نکالدی' تو گو یہ بہت اچھا کیا' اور کئی حیثیتوں سے مفید ہوگا' لیکن کیا اس سے ہمارے تمام اُن امراض کا علاج ہوجاے گا' جنہوں نے صدیوں سے ہمارے جسم کو کھلا رکھا ہے' اور اب یہ حالت ہو گئی ہے کہ:

کین خستہ اگر دیر زید' شام نمیرد!

کہا جاتا ہے کہ اسلامی حکومتوں کا خاتمہ' اور ترکی کا بدرجۂ قصوی انحطاط ایک ایسا واقعہ ہے' جس نے حرمین شریفین کی حفاظت کو خطرے میں ڈالدیا ہے' پس اب صرف اسلیے اُٹھہ کھڑے ہونا چاہیے - اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جاے کہ ہمارے لیے صرف یہی ایک کام علاج اصلی ہے' تو سوال یہ ہے کہ اس مقصد کو بھی کیونکر حاصل کرینگے؟ ہمارے پاس دو ہی چیزیں ہونگی - یا ممبروں کا عہد یا انجمن کے خزانے کا روپیہ' عہد و قرار توپ و تفنگ کا کام دے نہیں سکتا' اور روپیہ لیکر حماۃ آور واپس نہیں ہو سکیے - پھر:

چیست یاران طریقت بعد ازیں تدبیر ما؟

فرض کیجیے کہ اگر تمام مسلمانان ہند نے حرمین شریفین کی جگہ آج ایڈریا نوپل کی (مسجد سلیم) کی حفاظت و خدمت کا عہد کرلیا ہوتا' اور اس نام سے ایک فنڈ بھی انکے پاس مہیا ہوتا' تو کیا ایڈریا نوپل کو وہ بچالیتے؟

ایام جنگ میں ہم نے جو کچھہ مالی مدد دی' وہ نتائج کی محتاج نہ تھی - کیونکہ وہ جنگ' اور اسلام و صلیب کے مقابلے کا وقت تھا' اور بغیر فکر نتائج و عواقب' ہمارا فرض دینی و جہادی یہ تھا کہ جو کچھہ بن پڑے' اس سے دریغ نہ کریں - آج بھی جبکہ مہاجرین کے مصائب کے حالات ہمارے سامنے ہیں' ہمارا فرض دینی ہے کہ انکی اعانت کریں - اور یہ اعانت کچھہ اس بنا پر نہیں ہے کہ اس سے مصائب اسلامی کا خاتمہ ہو جاے گا -

لیکن جبکہ ہم آیندہ کیلیے انتظام کرنا چاہتے ہیں' جبکہ مسلمانان عالم کا مستقبل ہمارے سامنے ہونا ہے' اور جبکہ آیندہ کی حفاظت کے نام سے ہم قوم کو دعوت دیتے ہیں' تو ہمارا فرض ہونا چاہیے کہ ہر قدم پر نتائج و عواقب امور کا لحاظ رکھا جاے' اور اس وسیلۂ فوز و فلاح کی جستجو کریں' جسکے حاصل ہو جانے کے بعد آیندہ کیلیے اِن مصائب کے نزول و ہجوم کا قطعی سد باب ہو جاے -

کعبہ کی خصوصیت

حاجی بہ کعبہ رواں کس راہ دیں سعد

خوش می رود' اما رہ مقصود نہ ایںست

پھر صرف " خدمت کعبہ " کی خصوصیت سے بھی میں متفق نہیں ہو سکتا - یہ سچ ہے کہ آج بڑی ضرورت مسلمانوں میں تنظیمات عمل (آرگنائزیشن) کی ہے' اور مسلمان کعبے ہی کی حفاظت کیلیے اسلامی ممالک کی بقا کے بھی خواہشمند ہو سکتے ہیں' مگر ضروری ہے کہ اسی وقت اسکی تشریح بھی کردی جاے - نہو کہ ہمتیں پست ہوجائیں' اور تمام موجودہ قوتیں اسی دائرے میں سمٹ آئیں کہ " صرف حدود کعبہ و مدینہ کی حفاظت ہی ہمارا فرض ہے اور بس " -

جو کچھہ کہہ رہا ہوں' بہتر تھا کہ آپ اُسے سمجھنے میں بغیر کسی اندیشہ و تامل کے اپنے عقیدے کا اعلان کردینا چاہتا ہوں' اور حیات ملت کا یہ ایک اساس قویم ہے' جس سے اگر آج غلطی کی گئی تو عجب نہیں کہ اس دور مصائب و نا امیدی میں بے ہمت دلوں کیلیے کوئی سہارا باقی نہ رہے -

بقیۂ شذرات

أفلا تتقون؟

مصر کی مجلس ہلال احمر نے محمد بک کو مسلمانان ادرنہ (ایڈریا نوپل) کی موجودہ حالت کا اندازہ کرنے کے لیے بھیجا تھا - اُن کا بیان ہے کہ ادرنہ میں چالیس ہزار مسلمان اس وقت ایسے درد انگیز حالوں میں ہیں کہ تن ڈھانکنے کو کپڑا' اور سد رمق کو دن رات میں ایک وقت کا کھانا بھی میسر نہیں - چار ہزار مسلمان زخمی پڑے ہیں' اور ۲۶ - ہزار قیدی ہیں - مناستر میں ۱۵ - ہزار' سلانیک میں اس سے بھی زیادہ - اور تمام مقدونیہ کے ستم رسیدہ و بے خان و مان اسلامی آبادی کا شمار تو ایک لاکھہ سے بھی زاید ہے - یہ وہ بے سرو سامان لوگ ہیں' جن میں اتنی بھی سکت نہیں رہی کہ ظالموں کے دست ستم سے چھوٹ کر قسطنطنیہ تک اپنے آپ کو پہونچا سکیں اور وہاں اُن کے لیے کوئی انتظام ہو -

اس حالت میں اگر کوئی درد رسیدہ و دردمند دل ان بلا کشان صلیب کی اعانت کے لیے کوئی تدبیر سوچتا ہے اور اُس کے مطابق کام کا آغاز کردیتا ہے' تو اُس پر تعریضیں ہوتی ہیں کہ ترک خود اپنے بھائیوں کی امداد سے مقصر ہیں تو ہم کیوں یہ بلا اپنے سر لیں؟:

و اذا قیل لہم : انفقوا مما رزقکم اللہ' قال الذین کفروا للذین امنوا أنطعم من لو یشاء اللہ اطعمہ؟ ان انتم الا فی ضلال مبین (۳۶ : ۳۸)	جب اُن سے کہا گیا کہ " خدا کی دی ہوئی روزی سے خرچ کرو " تو منکروں نے ایمانداروں کو جواب دیا: " کیا ہم ایسے کو کھلائیں جسے اللہ چاہتا تو آپ کھلا دیتا؟ تم لوگ تو صریح گمراہی میں پھنسے ہو جو ایسا کہتے ہو "

فرنگی سلطنتیں

واے بر ریشے کہ آن را از نمک مرہم کنند

خوش ہیں کہ باب عالی نے ایشیاے کوچک کے متعلق نظم و نسق میں اصلاحیں منظور کرلی ہیں' جن کا اہم پہلو یہ ہے کہ یہ پورا ملک چھہ صوبوں پر منقسم کیا جائیگا - ہر صوبہ کا انتظام چھہ ممبر اور ایک گورنر کے متعلق ہوگا جو سب کے سب گورنمنٹ کے ملازم سمجھے جائینگے' اور جن میں ایک ثلث فرنگی ہونگے - اس کمیشن کے ذمے چار مختلف شعبوں کی نگرانی ہوگی - (۱) عدالت - (۲) تعلیم - (۳) پولیس - (۴) رفاہ عام - جنڈارمہ (جنگی پولیس) ہر صوبہ کے لیے علحدہ علحدہ ہوگی' جس کے سرکاری (کمیشنڈ) و غیر سرکاری (نان کمیشنڈ) افسر فرنگی ہوا کرینگے - فرانسیسیوں نے پچھلے تین سالوں میں معاملات انا طول کو ایک طرح اپنے ہات میں لے لیا ہے - گورنمنٹ کا کوئی ایسا محکمہ نہیں ہے جس میں ایک نہ ایک فرانسیسی کارفرما یا کارکن نہو - اس مداخلت کے سرخیل جنرل بومن ہیں' جن کی حسن خدمت کے ترک بھی معترف ہیں - وہ ترکی گورنمنٹ کے فرائض ملازمت بھی ادا کرتے ہیں' اور در پردہ فرانس کا نفوذ و رسوخ بھی بڑھاتے رہتے ہیں - اس تمہید مداخلت کی بنا پر انگلستان نے تسلیم کرلیا ہے کہ فرانسیسی افسروں کے علاوہ اور جتنے افسر ہونگے' سب انگریز ہونگے' یعنی اتحاد برطانیہ و فرانس' جو مصر و مراکش کے متعلق پہلے سے قایم ہے' اب مشرق صغیر بھی اُسی سلسلہ میں منسلک ہو جائیگا!!

مرہم از لبہاش می جویند ہر جان فگار

واے بر ریشے کہ آن را از نمک مرہم کنند!

مفردات جذبات

علم النفس کا ایک باب

حظ و کرب

از - مسٹر محمد الماجد - بی - اے - (لکھنو)

(۲)

چند اہم تفریعات

گذشتہ نمبر میں احساس کی بابت اصولی نظریہ کا بیان تھا - صفحات ذیل میں اس مسئلہ کی چند اہم تفریعات درج کی جاتی ہیں :

(۱) دنیا کی کوئی لذت ' درد و اذیت کی آمیزش سے پاک نہیں ہوتی ' بلکہ ہر انبساط کے اندر انقباض کا شائبہ لازمی طور پر شامل رہتا ہے -

یہ ہم ابھی اوپر کہہ چکے ہیں کہ حظ نام ہے اعصاب کے ایک محدود و متعین عمل کا ' اور چونکہ ہر عمل سے اعصاب میں کسی نہ کسی قدر تکان پیدا ہونا ضروری ہے ' اسلیے کوئی حظ ایسا نہیں ہوسکتا ' جسکے متعاقب کرب نہ واقع ہو - جس طرح ہر کون کے لیے فساد اور ہر محنت کے لیے خستگی لازمی ہے ' اسی طرح ضروری ہے کہ ہر حرکت عصبی کے بعد ایک کسل و تکان پیدا ہو' اور اسی کا نام انقباض ' کرب ' اذیت ہے -

---

گذشتہ نمبر کی آخری سطور میں قوت ارادی اور احساسات کے تعلق پر بحث کرتے ہوے ظاہر کیا گیا ہے کہ انسان کے تمام افعال ارادیہ حس لذت و الم کے تابع ہوتے ہیں - اسکے متعلق ایک ضروری فٹ نوٹ شائع ہونے سے رہگیا تھا جو درج ذیل ہے :

بعض موجودہ علماء نفس کو اس کلیہ کی ہمہ گیری سے انکار ہے ' اور تعجب ہے کہ پروفیسر جیمس جیسا دقیق النظر عالم نفس بھی انکا ہم زبان ہے - یہ تسلیم کرنے کے بعد کہ افعال انسانی کا ایک بڑا حصہ اسی کلیہ کی ماتحتی میں انجام پاتا ہے ' جیمس ایک خطیبانہ انداز میں کہتا ہے .

" کون شخص چھینکنے کی لذت کے لیے چھینکتا ؟ اور رفع باد ہونے کے استلذاذ سے عصبناک ہوتا ہے ؟ کون شخص نہ چھینکنے کی تکلیف رفع کرنے کی غرض سے چھینکتا ہے ؟ کون شخص غم و غصہ اور خوف کی حالت میں حصول لذت کے لیے ان مختلف حرکات کا مرتکب ہوتا ہے ؟ " (پرنسپلز آف سائیکالوجی جلد ۲ - ۵۵۰)

لیکن غرض یہ ہے کہ یہ حرکات ' اور نیز افعال عادیہ ہمارے ارادے کی محکوم ہی کب ہوتے ہیں ؟ یہ تو افعال اضطراری ہیں ' جو بلا قصد ہم سے از خود سرزد ہوجاتے ہیں - حالانکہ احساس حظ و کرب کا دایرۂ عمل یہ حیثیت محرکات افعال ارادی تک محدود ہے - یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ محرکات افعال صرف موجودہ احساسات ہی نہیں ہوتے ' بلکہ احساسات کے تصورات بھی ہوتے ہیں - (مدہ)

(۲) کوئی حیات انسانی ' آلام و تکالیف سے قطعاً پاک نہیں رہ سکتی -

چونکہ حیات عبارت ہے مجموعۂ حرکات سے ' اور حرکت نام ہے انتشار سالمات کا ' جو مرادف ہے انقباض و کرب کا ' اسلیے ہر ذی حیات کے لیے کرب و اذیت ناگزیر ہے - پھر چونکہ ہر حیات انسانی لازمی طور پر حیات اجتماعی ہونی چاہیے ' اور حیات اجتماعی ممکن نہیں ' جبتک که افراد کی آزادی اعمال محدود نہ کردی جاے ' اور اسی تحدید حریت کا نام احساس کرب ہے ' پس اسلیے بھی درد و الم حیات انسانی میں ناگزیر ہے -

(۳) قوت احساس ' مدارج تمدن کے متناسب ہوتی ہے -

احساس ' چونکہ نفس کے ایک خاص شعبے کا نام ہے ' اسلیے اسکا نشو و نما عام نفسی نشو و نما کے تابع ہوتا ہے - یعنی جن لوگوں کے عام قواے نفس ترقی یافتہ ہوتے ہیں ' انکی قابلیت احساس بھی بڑھی ہوئی ہوتی ہے - اور چونکہ متمدن اقوام ہمیشہ غیر متمدن باشندوں کے مقابلے میں ذہنی حیثیت سے بلند پایہ ہوتی ہیں ' اسلیے انکے افراد بھی نسبۃً نہایت ذکی الحس ہوتے ہیں ' اور اسے ادنی سے ادنی واقعات سے متلذذ یا متالم ہوتے ہیں ' جنکے وقوع کی غیر متمدن افراد کو خبر تک نہیں ہوتی -

کسی مہذب یورپین کے نرم و گداز بستر پر ذرا سی شکن بھی اگر رہجاتی ہے ' تو وہ چین بہ جبیں ہوجاتا ہے ' لیکن ہندوستانی دہقان بلا تکلف فرش خاک پر لیٹ رہتا ہے ' اور اسکی پیشانی پر ہلکی سی ہلکی شکن کا نشان بھی نہیں ہوتا -

متمدن ممالک میں ہلکے سے ہلکے عمل بالید کے لیے ہوشیار سے ہوشیار ڈاکٹر ' اور بہتر سے بہتر انتظامات درکار ہوتے ہیں ' اسکے مقابلے میں وحشی قبایل کے افراد بلا کسی ساز و سامان کے بلا تکلف اپنے ہاتھ ' پیر ' اور دیگر اعضاء جسم کاٹ ڈالتے ہیں -

عوام اس طرح کے واقعات کو طبقۂ اعلی کے تصنع پر محمول کرتے ہیں - حالانکہ یہ صحیح نہیں - تمدن کی بلندی کے ساتھ ' احساسات کا نازک و دقیق ہوجانا بھی لازمی ہے -

ایک اور وجہ متمدن افراد کے زیادہ متاثر عن الاحساسات ہونے کی یہ ہے کہ چونکہ ان میں عقل ' دور اندیشی ' اور پیش بینی زیادہ ہوتی ہے ' اسلیے یہ بہ نسبت وحشیوں کے وہ نتایج افعال کا اندازہ انکے وقوع سے بہت پیشتر کرلیتے ہیں ' اور اسی لیے وقوع واقعات سے بہت پیشتر ہی وہ حظ یا کرب سے متاثر ہونے لگتے ہیں - فرض کرو کہ ایک بکری ذبح کرنے کے لیے ہم نے خرید لی ' مگر چونکہ وہ اپنی قسمت سے ناواقف ہوتی ہے ' عین ذبح ہونے کے وقت تک اسے کوئی غم نہیں ہوتا - برخلاف اسکے جس انسان کو پھانسی کا حکم سنا دیا جاتا ہے ' وہ اسی وقت سے گھلنے لگتا ہے - اسی طرح جوں جوں انسان تمدن اور عقل و علم میں ترقی کرتا جاتا ہے ' اسی کے ساتھ ساتھ وہ اپنے آلام و لذات ' دونوں کے اسباب بھی بڑھاتا جاتا

ہے، اور اکثر حالات میں اصل واقعات مسرت و غم سے زیادہ، ان چیزوں کا تصور خوش آیند یا روح فرسا ہوتا ہے (۱) -

پھر محض انسان کی عقل و پیش بینی ہی نہیں، بلکہ اسکی تمام تمدن زائیدہ صناعیاں و دستکاریاں، ریل، تار، جہاز، ہوائی جہاز، و آلات جنگ، جہاں ایک طرف اسکے اسباب راحت و مسرت میں اضافہ کرتے ہیں، وہاں دوسری طرف اسکی تکالیف و دردمندی کا سامان بھی اپنے اندر رکھتے ہیں -

(م) مختلف احساسات، معاشرت کی وقعت و قیمت کے لحاظ سے مختلف درجات میں رکھے جاسکتے ہیں -

ہمارے احساسات، اگرچہ من حیث الاحساس، سب کے سب مساوی درجہ کے ہوتے ہیں، تاہم بازار معاشرت میں انکی قیمتیں مختلف ہوتی ہیں - بعض احساسات پست و ادنی خیال کیے جاتے ہیں - بعض بلند و اعلی، اور بعض بلند تر و اعلی تر - یہ فرق مراتب، محض اتفاق کی بنا پر نہیں، بلکہ ایک خاص اصول کے ماتحت ہے - یعنی

> جو احساسات، بقاے افراد و حفظ نوع سے براہ راست متعلق ہیں، وہ ادنی درجہ کے، اور جو اس سے صرف بعید و بالواسطہ تعلق رکھتے ہیں، وہ اعلی درجہ کے سمجھے جاتے ہیں - بہ الفاظ دیگر، احساسات کی پستی و بلندی کا انحصار لوازم حیات سے علی الترتیب انکے قرب و بعد تعلقات رکھنے پر ہے

اس کلیہ کی توضیح چند مثالوں سے ہوگی - نوع اور فرد یا نسل کی بقا کا دار و مدار کس فعل پر ہے؟ ظاہر ہے، کہ عمل زوجیت پر، لیکن یہ عجیب وہ فعل ہے، جس سے تعلق رکھنے والے احساسات کا ذکر تک ہر مہذب سوسائٹی میں سخت معیوب خیال کیا جاتا ہے، اور تمام الفاظ، جو اس فعل کی جانب بعید اشارہ بھی کرتے ہیں، "فحش" خیال کیے جاتے ہیں - اسکے بعد ان افعال کا نمبر ہے، جو اس عمل کے مقدمات کا کام دیتے ہیں - مثلاً بوس و کنار وغیرہ - اس قسم کے افعال ایسے شرمناک نہیں خیال کیے جاتے - چنانچہ ہم علانیہ ایسے متعلق گفتگو کر سکتے ہیں - تاہم انکی حالت عمل پر شرم و حجاب کا پردہ پڑا رہتا ہے، یعنی سوسائٹی اسکو جائز نہیں رکھتی کہ ان افعال کا وقوع علانیہ ہو - اس سے بھی اگر کر وہ افعال ہیں، جنکا تعلق فعل بقاے نسل سے نہایت بعید ہوتا ہے - مثلاً عورت کا خارجی ذرائع، یعنی لباس، زیور وغیرہ سے اپنے تئیں دلفریب بنانا - ظاہر ہے کہ اس زینت و آرائش کا مقصد محض نمائش ہوتا ہے، تاہم اگر شوہر یا اس خاص شخص کے علاوہ، جسکے لیے یہ سامان کیا گیا ہے، کسی اور شخص کی نظر اس پر پڑ جاتی ہے تو سخت معیوب ہوتی ہے - غرض کہ جو احساسات بقاے نسل سے تعلق رکھنے والے افعال سے جتنا زیادہ وابستہ ہوتے ہیں، اتنے ہی وہ پست و ادنی درجہ کے سمجھے جاتے ہیں -

یہی حال ان افعال کا بھی ہے، جن پر افراد کی حیات کا انحصار ہے - خیال کرو کہ جسم کی تمام خارج کردہ کثافتیں، بالخصوص ناک صاف کرنے اور تھوکنے کا ذکر بھی مہذب حلقوں میں کس قدر مکروہ و ناشایستہ سمجھا جاتا ہے؟ رفتہ رفتہ جوں جوں شایستگی و نفاست مزاجی ترقی کرتی جاتی ہے (اور جسکا نمونہ ہمیں آج کل کی اونچے طبقے کی یوروپین خواتین میں ملتا ہے) معدہ، انتڑیاں، شکم، تلبلہ، وغیرہ آلات ہضم کا نام لینا تک سخت بد تہذیبی خیال کیا جانے لگتا ہے - کھانا کھانے کا فعل، بہ ظاہر اس اصول کے منافی معلوم ہوتا ہے، اور بلا شبہ ایک حد خاص تک وہ اس کلیہ کے مستثنیات میں داخل ہے، لیکن صرف ایک حد تک، اس سے زاید نہیں - کھانا کھانے کی حالت میں دفعۃ کسی غیر شخص کا آ جانا، کھانے والے اور آنے والے دونوں کو محجوب کر دیتا ہے - ہم خود جب کسی کھانا کھاتے ہوے شخص سے ملتے ہیں تو کوشش کرتے ہیں کہ اسکے کھانے پر ہماری نگاہ نہ پڑے - اسکے علاوہ ضیافتوں کے موقع پر اسکا خاص اہتمام رہتا ہے کہ کھانے والوں کی توجہ، گفتگو وغیرہ دیگر مشاغل کی جانب مصروف رہے، اور اعلی طبقوں میں غذا کے ذائقہ وغیرہ کا ذکر تک کرنا سخت بد مذاقی خیال کیا جاتا ہے - اس سے ظاہر ہوگا کہ کھانا کھانے کی مثال بھی کلیہ بالا کے معارض نہیں، بلکہ ایک حد تک موید ہے -

اسکے مقابلے میں ان مشاغل کو دیکھنا چاہیے، جنکا قیام حیات سے نہایت بعید تعلق ہے، اور جنہیں ہم صرف تفنن طبع کے لیے اختیار کرتے ہیں - مثلاً کسی قدرتی سینری (منظر) میں دریا، پہاڑ، سمندر، سبزہ زار وغیرہ، یا کسی اعلی انسانی صناعی کو دیکھکر، یا وہ احساسات جو سماع موسیقی سے پیدا ہوتے ہیں، نہایت اعلی خیال کیے جاتے ہیں، اور جن لوگوں کے یہ احساسات قوی ہوتے ہیں، انہیں "صاحب ذوق" و "خوش مذاق" وغیرہ کا لقب دیا جاتا ہے -

استحالۂ احساس

(ن) بعض حالات میں ممکن ہے کہ انبساط، انقباض، اور انقباض، انبساط کی شکل میں تبدیل ہو جاے -

احساس حظ و احساس کرب، جیسا کہ ہم اوپر کہہ آے ہیں، چونکہ نام ہے کسی ذات اور اسکے ماحول کے درمیان علی الترتیب موافقت و عدم موافقت کا، اور یہ بالکل ممکن ہے کہ جو شے پہلے ہمارے مزاج کے موافق تھی، اب ناموافق ہوگئی ہو - یا جو پہلے ناموافق تھی، اب موافق ہوگئی ہو - اس لیے انبساط کا انقباض میں، اور انقباض کا انبساط میں تبدیل ہو جانا بھی بالکل ممکن ہے - جو لوگ بچپن میں کھیل کود، اچک پھاندنے پر جان دیتے تھے، بڈھے ہوکر اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں - بعض چیزیں اب ہم رغبت سے کھانے لگے ہیں، حالانکہ چند سال پیشتر انکی صورت سے بھی کراہیت آتی تھی - سردی کے موسم میں برف کو چھونا تک گوارا نہ تھا، لیکن گرمیوں میں آتے ہی ذوق و شوق سے ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں - یہ تمام واقعات اسی کلیہ بالا کے تحت میں داخل ہوتے ہیں - اس "استحالۂ احساسات" کی حسب ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں :

(الف) ماحول میں تغیر - مثلاً موسم، اور آب و ہوا وغیرہ کی تبدیلی -

(ب) ذات میں تغیر، مثلاً عمر میں نشو و نما، دفعۃ کسی مرض میں مبتلا ہو جانا، یا اس سے شفا پانا -

یہ دونوں صورتیں غیر ارادی ہوتی ہیں، اور علی العموم دفعۃ، لیکن جو صورت انسان کے تصرف و اختیار کے اندر ہے، اسکا نام ہے :

(ج) مشق و تمرین، یعنی ناموافق چیزوں کی تدریجی مزاولت کرکے انکو موافق بنا لینا اور انکا خوگر ہو جانا - [یعنی اکتسابیہ

(۱) اسکا تجربہ ہر شخص کو اپنی زندگی میں ہوا ہوگا کہ اکثر آیندہ مصایب کا تصور، خود ان مصایب سے بڑھکر تکلیف دہ ہوتا ہے - غالب نے خوب کہا ہے :-

نے تلف در بلا بودن بہ از بیم بلاست
قعر دریا سلسبیل و روے دریا آتش ست

فواید کی عملی تدابیر، تو اولاً تو اس بحث کے چھیڑنے کا یہ موقع نہیں، دوسرے ہم اسکی کسی قدر تفصیل اپنے ایک علحدہ مضمون میں کرچکے ہیں]

حس لذت و الم کا ایک اہم فرق

(۶) آلام کی طرح لذات کبھی تیز و شدید نہیں ہوسکتیں - دیکھا ہوگا کہ شدید درد کی حالت میں ساری رات کروٹیں بدلتے رہتے ہیں اور کسی پہلو کل نہیں پڑتی - فرط غم کی حالت میں پچھاڑیں کھاتے ہیں اور سینہ کوبی کرکے کرکے اپنے تئیں ہلکان کر ڈالتے ہیں، لیکن فرط مسرت میں کبھی یہ بے تابی اور بیقراری طاری ہونے نہ دیکھی ہوگی - اسکی وجہ ظاہر ہے - انبساط نام ہے اعصاب کی معتدل ورزش کا، اور اس پر انبساط کا اطلاق اسی وقت تک ہو سکتا ہے، جبتک کہ اس میں اعتدال ہے، اور جہاں ابتدائی کیفیت حدود اعتدال سے متجاوز ہوئی، یہ انبساط نہیں رہتی، بلکہ خالص حزن ایک کرب و الم ہو جاتی ہے - اطمینان، سکون، چین، کل، راحت، کے حدود مقرر ہیں، لیکن اضطراب، بیقراری، بے چینی، بے کلی، کرب کی کوئی انتہا نہیں ہو سکتی -

وجــدان

احساس کا نظریہ مع اسکی اہم تفریعات کے بیان ہو چکا - ان دو لفظوں میں صرف یہ کہدینا باقی ہے کہ احساس، جسکے دو رخ ہیں، ایک حظ اور انبساط کا، دوسرا کرب و انقباض کا، وجدان کی منزل اولیں کا نام ہے - وجدان جبتک سادہ، بسیط اور مفرد حالت میں ہے، احساس کہلاتا ہے اور جب پیچیدہ، مرکب اور مخلوط شکل اختیار کر لیتا ہے، تو جذبات کے نام سے موسوم ہوتا ہے - گویا احساسات، جذبات کے عناصر و مفردات ہیں - یعنی جذبات کی جب تحلیل کی جاتی ہے، تو آخر کار وہ احساسات ہی پر آکر ٹھہر جاتے ہیں - جذبات کی ماہیت، اور مہمات جذبات کی مفصل تشریح، آیندہ ابواب کا موضوع ہے -

الہــلال

یہ مضمون کتاب کا ایک ٹکڑا ہے، اور امید ہے کہ اسکے اور ابواب بھی شائع ہوں - مسٹر عبد الماجد اُن معدودے چند تعلیم یافتہ ارباب علم میں سے ہیں، جنکو تصنیف و تالیف اور تراجم علمیہ سے ذوق ہے - ان ابواب کی اشاعت سے انکا مقصود یہ ہے کہ طرز تحریر اور اسلوب بیان کے متعلق اگر ارباب علم مشورہ دیسکیں، تو قبل از اشاعت کتاب اس سے فائدہ اٹھائیں، مگر مجھے اسمیں شک ہے کہ لوگ اس طرح کے مضامین کو غور سے پڑھنے اور رائے دینے کی زحمت گوارا کرینگے -

بالفعل صرف ایک امر کی طرف اشارہ کردینا ضروری ہے - مضمون میں جا بجا " حس لذت و الم " کو " حظ و کرب " سے تعبیر کیا ہے، اور اسی کو بصورت اصطلاح عنوان میں بھی جگہ دی ہے - لیکن اسکے لیے " لذت و الم " ہی کے الفاظ زیادہ موزوں اور صحیح تھے -

اول تو " حظ " کے معنی لذت کے نہیں بلکہ حصے کے ہیں (الحظ : النصیب، جمعہ حظوظ) البتہ اردو اور شاید فارسی میں لذت کیلیے بولتے ہیں، لیکن باعتبار لغت غلط ہے، اور عربی میں تو اس معنی کا کہیں پتہ نہیں -

پھر جب " لذت " کا ایک لفظ پیشتر سے اسکے لیے موجود ہے، اور عربی میں ٹھیک ٹھیک اُسی مفہوم کو ادا کرتا ہے، جو مباحث علم النفس میں آپکا مقصود ہے، تو دوسرا لفظ کیوں تلاش کیا جاے ؟

اردو میں لذت کا لفظ اپنے اصلی معنی سے ہٹ گیا ہے، اور مختلف موقعوں پر بولا جاتا ہے، لیکن عربی میں یہ ہمیشہ " الم " کے مقابلے میں لایا جاتا ہے، اور لغت میں اسکی تعریف " نقیض الالم " ہے -

" کرب " اور " الم " میں بھی فرق ہے - کرب صرف " حزن " کے معنوں میں آتا ہے، لیکن " الم " میں اس سے زیادہ وسعت اور تعمیم ہے -

بقیــہ شــذرات

ھنــا و ھنــاک

محمد شریعی پاشا مصر کے ایک نامور دولتمند رئیس ہیں - ارض شام میں انہوں نے تین سال درشام ریلوے لائن جاری کرنے کی درخواست کی ہے -

(۱) ایک لائن غزہ سے بیر سبع تک -
(۲) غزہ سے یافا و بیت المقدس تک -
(۳) غزہ سے مصر تک -

دو درخواستیں خود اہل شام نے بھی دی ہیں، جن میں ایک اجراء ریلوے، اور ایک جہاز رانی کے متعلق ہے - ٹرامرے کے لیے بھی ایک درخواست پیش ہوئی ہے، جو امید ہے کہ منظور ہو جائیگی -

مسلمانان شام کی اس پر آشوب حالت کا اندازہ کیجیے کہ مظالم یورپ نے ان کے دل پاش پاش کر دیے ہیں، مگر بقاے حیاۃ کی فکروں سے وہ اس حالت میں بھی غافل نہیں ! یہ اس لیے کہ مظلومان بلقان کا انکو درد نہیں ہے، بلکہ محض اس لیے کہ وقت فرصت سے فائدہ اٹھانے میں اگر پیش قدمی نہوی تو یہی اجازت غیر ملکی سرمایہ داروں کو ملجائیگی - لیکن ہندوستان کی حالت بقدر افسوس ناک ہے کہ تمام موارد ثروت پر غیر ہندوستانی قومیں قابض ہوتی جاتی ہیں، تاہم کسی ہندوستانی سرمایہ دار کو اس کا احساس بھی نہیں ہوتا، اور باوجود ورود مصائب کے، پھر بھی آنکھیں بند ہیں !

زر اعانــۂ " اردوے معلے "

جناب محمد ناظم صاحب صدیقی رامپور سے لکھتے ہیں .

آپکے اخبار الہلال میں " اردو پریس علیگڈہ کی ضمانت " کے عنوان سے جو مضمون شائع ہوا ہے، اسکو پڑھکر بہت صدمہ ہوا اور اسوقت اور بھی اضطراب پیدا ہوا، جب میرے ایک دوست مسٹر غلام جیلانی نے جو حال ہی میں علیگڈہ سے تشریف لائے ہیں اُن تمام امور کی تصدیق کی جو کچھ جناب حسرت موہانی نے عریب کا حال اپنے اخبار میں درج فرمایا ہے - واقعی ایک ایسے پریس سے دو ہزار کی ضمانت طلب کرنا سراسر نا انصافی ہے - ہملوگ اپنی حیثیت کے مطابق موجودہ احباب سے ایک ایک روپیہ جمع کرکے اپکی خدمت میں بھیجتے ہیں - آپ جسطرحپر چاہیں اس روپیہ سے حضرت موہانی کی امداد فرمائیں - ہملوگ استدعا کرتے ہیں کہ آپ بہت جلد اسکے متعلق ایک با قاعدہ فنڈ قائم کردیں - ہملوگ کوشش کرکے جسقدر بھی روپیہ یہاں سے جمع ہوسکیگا، آپکی خدمت میں بھیجینگے -

جن صاحبوں نے ایک ایک روپیہ دیا ہے اُنکے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں :

مسٹر غلام جیلانی - مولوی امام علیصاحب - مسٹر رشید محمد مولوی شہباز خانصاحب - محمد ناظم صدیقی -

الحریۃ فی الاسلام

(۱)

منجملہ ان مقاصد مہمہ کے ' جنکے لیے الہلال شائع کیا گیا ' ایک مقصد اہم اسرار اسلام کا باب تھا -

ارادہ تھا کہ منجملہ مستقل ابواب مضامین کے ' یہ باب بھی بالالتزام ہمیشہ چند صفحات کا سر عنوان رہیگا ' اور اسکے نیچے تاریخ اسلام کے ماضی و حال کے وہ واقعات اور سوانح حالات درج ہوا کرینگے ' جنسے غفلت پیشگان ملت کو اپنا حق پرستی و حریت روشی کا بھولا ہوا خواب یاد آجائے گا -

لیکن اسکے لیے سب سے پہلے بطور دیباچہ و توطیۃ مضامین کے ' ایک مبسوط تمہید کی ضرورت تھی ' تاکہ اسلام اور حریۃ صحیحہ کے رشتے کو نمایاں طور پر ظاہر کردیا جائے -

الہلال جلد اول کے دوسرے نمبر ہی سے اسکا سلسلہ شروع کرنا چاہا ' اور اسکی پہلی تمہیدی قسط " الحریۃ فی الاسلام " کی سرخی سے شائع بھی کی ' لیکن اسکے بعد سے آجتک کہ دوسری جلد کا اختتام درپیش ہے ' اسکے متعلق ایک حرف لکھنے کی مہلت نہ ملی - احباب کرام نے بارہا یاد دلایا ' اور بھولا تو میں بھی نہ تھا ' لیکن کیا کرتا کہ اپنی بساط میں زندگی اور زندگی کے اوقات کی ایک ہی اینٹ تھی - کن کن عمارتوں کی دیواریں اس سے چنتا ' اور ایک ہی پتھر کو کہاں کہاں لگاتا ؟

فرصت دیدن گل آہ کہ بسیار کم است
و آرزوے دل مرغان چمن بسیارست !

اب چاہتا ہوں کہ الہلال میں یہ سلسلہ بالالتزام شروع ہو جائے - سب سے پہلے " اسلام و حریت " کے تعلق پر مختلف پہلوؤں سے نظر ڈالنی چاہیے ' اور اسکے لیے سب سے پہلے قرآن کریم ' پھر احادیث صحیحہ ' اور اسکے بعد آثار صحابۃ و تابعین ' اور تاریخ اسلام کے عام حالات و سوانحات سے مدد لینی چاہیے -

سلسلۂ بیان کیلیے ضروری تھا کہ الہلال جلد (۱) نمبر (۲) کا تمہیدی مضمون سامنے آجائے ' اسلیے آج کی اشاعت میں وہ مکرر شائع کیا جاتا ہے - اسکے بعد اصلی سلسلہ جو طیار و مستعد ہے ' شائع ہونا شروع ہو جائے گا -

و ما توفیقی الا باللہ -

یا صاحبی السجن ! ءارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار ؟

اے یاران محبس ! بہت سے مالک اور آقا بنا لینا اچھا ہے یا ایک ہی خدائے قہار کے آگے جھکنا ؟ تم جو اللہ کو چھوڑ

ما تعبدون من دونہ الا اسماء ' سمیتموہا انتم و اباؤکم ما انزل اللہ بہا من سلطان ' ان الحکم الا للہ ' امر الا تعبدوا الا ایاہ ' ذلک الدین القیم ' و لکن اکثر الناس لا یعلمون (۱۲ : ۴۱)

کر دوسرے معبودوں کی پوجا کر رہے ہو ' تو یہ اسکے سوا کیا ہے کہ چند نام ہیں ' جو تم نے اور تمہارے پیشرؤں نے گھڑ لیے ہیں ؟ حالانکہ خدا نے تو اسکے لیے کوئی سند بھیجی نہیں - اے گمراہو ! یقین کرو کہ تمام جہان میں حکومت صرف اس ایک خدا ہی کیلیے ہے - اس نے حکم دیا ہے کہ صرف اسی کے آگے جھکو ! یہی دین اسلام کا سیدھا راستہ ہے لیکن افسوس کہ اکثر لوگ ہیں جو نہیں سمجھتے ! !

انسان کے تمام نوعی فضائل و محاسن اور عز و شرف کا اصلی منبع (توحید) ہے - اس کا اعتقاد انسان کو خدا کے آگے جسقدر تذلل و تعبد اور انکسار و ابتہال کے ساتھ جھکاتا ہے ' اتنا ہی خدا کی پیدا کی ہوئی تمام کائنات کے آگے سر بلند و مغرور کر دیتا ہے - دنیا کی کوئی طاقت ' اور خدا کے سوا کوئی ہستی ' اسکے دل کو مرعوب و محکوم نہیں کرسکتی - وہ ایک چوکھٹ پر سر جھکا کر ' اور تمام بندگیوں اور فرماں برداریوں سے آزاد ہو جاتا ہے ' اور ایک کا ہو کر سب کو اپنا بنا لیتا ہے -

(اسلام) اسی اعتقاد کی دعوت لیکر آیا ' اور (ان الحکم الا للہ) کی صدا کے ساتھ حکومت ' خاندان ' نسب ' رسم و رواج ' اور تمدن قوم و مرزبوم کی وہ تمام بیڑیاں کٹ کر گر گئیں ' جنکے بوجھ سے نوع انسانی کے پاؤں شل ہوگئے تھے ' لیکن یہ کتنے تعجب کی بات ہے کہ آج صدیوں سے اسکے پیرو اپنے اندر اس حریت بخش تعلیم کا کوئی ثبوت نہیں رکھتے - انکے تمام اعمال یکسر نفس و اوہام اور انسان و اجسام کی غلامی و تعبد کا نمونہ ہیں ' اور وہ جن بیڑیوں کو کاٹنے آئے تھے ' اسسے زیادہ بوجھل بیڑیاں آج خود انکے پاؤں کا زیور ہیں ! !

بسوخت عقل ز حیرت کہ این چہ بو العجبی ست !

پھر کیا ایک ہی علت دو متضاد نتائج پیدا کرسکتی ہے ؟ اور کیا تاریخ اسلام کے آغاز کے صفحے ' اسکے وسط و آخر کے مقابلے میں غلط اور پُر فریب تو نہیں ہیں ؟ اور اگر نہیں ہیں ' تو کیا اسلام کی دعوت کی گھڑی ' چند ابتدائی سالوں ہی تک کیلیے کوکی گئی تھی ؟

یہ سوالات ہیں ' جو قدرتی طور پر اس موقعہ میں پیدا ہوتے ہیں -

گذشتہ نصف صدی سے عالم اسلامی کی نئی بیداری آزادی و حریت کے ولولوں سے معمور ہے - علی الخصوص پچھلے چھہ سالوں کے اندر تمام اسلامی ممالک میں جمہوریت اور آزادی کی تحریکیں پیدا ہوئیں ' ایران اور ترکی میں پارلیمنٹیں قائم ہوئیں '

اور بار بار یہ ظاہر کیا گیا کہ اسلام خود اپنے اندر جمہوریت اور مساوات کے اصول رکھتا ہے ' اور یہ جو کچھہ ہوا ' اسکی تعلیم کا اصلی منشاء اور اقتضا تھا ' مگر (انقلاب عثمانی) پر یورپ کے اخباروں ' وقائع نگاروں ' اور عام اہل قلم نے جسقدر تحریریں لکھیں ' مجھکو یاد ہے کہ اُن میں کوئی قلم ایسا نہ تھا ' جس نے شک و شبہہ کے ساتھہ بھی اِس بیان کے قبول کرنے میں تامل نہ کیا ہو - مسٹر (ای ایف - نائٹ) جو عرصے تک یورپین ترکی کے متعدد مقامات میں رہ چکا ہے ' اور بقول خود سیکڑوں مسلمانوں کا دوست اور اسلامی معلومات کو ایک مسلمان سے بہتر جاننے والا ہے ' (سلطان عبد العزیز) کے واقعۂ عزل کا ذکر کرتے ہوے لکھتا ہے :

" یہ یاد رکھنا چاہیے کہ گو بعض لوگوں کا ایسا خیال ہے کہ (سلطان عبد العزیز) کو اسکی نا اہلی اور نا قابل حکمرانی ہونے کی وجہ سے معزول کرنا قرآن کی تعلیم کے عین مطابق تھا ' مگر فی الحقیقت ایسا نہیں ہے ' اور پلے مسلمانوں کے عقیدے میں دستوری گورنمنٹ مذہباً قبول نہیں کی جاسکتی - البتہ نوجوان ترکوں کا یہ بیان ہے کہ اسلام ظلم و تعدی کو پسند نہیں کرتا ' اور اُس نے قوموں اور ملکوں کو اپنے اوپر آپ حکومت کرنے کا حوصلہ دلایا ہے - حالانکہ اب کچھہ مدت سے قرآن کی جو آیتیں بتلائی جاتی ہیں جنکا خلاصہ یہ ہے کہ خدا ظلم کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا ' اور جب لوگ اپنے کاموں کا باھمی مشورے سے انتظام کرتے ہیں تو خدا انکو اجر دیتا ہے " (Awakening of Turkey p. 8.)

مسٹر (نائٹ) اسلامی معلومات کی واقفیت پر نازاں ہیں مگر ہم کو معلوم ہے کہ مشرقی معلومات کے تبحر کا یورپ کی اصطلاح میں کیا ظرف ہے ' اسلیے انکا قول چنداں قابل اعتنا نہیں ' لیکن پروفیسر (ویمبرے) جس نے ترکی کے ملب میں رہکر نشو و نما پائی ہے ' جو برسوں مسلمانوں کے قافلوں میں ایک مسلمان سیاح یقین کیا گیا ہے ' جو قرآن کی سورتوں کی عربی لب و لہجے میں تلاوت کرتا ہے ' اُس فتوے کا ذکر کرتے ہوے ' جو شیخ الاسلام نے سلطان عبد العزیز کے عزل پر لکھا تھا ' رقم طراز ہے :

" چونکہ تمام مذہبی کتابوں میں کھینچ تان کے دلیلیں دی جاسکتی ہیں ' اسلیے قرآن کی آیتیں کانسٹی ٹیوشنل گورنمنٹ اور حریت و مساوات کی تائید میں بآسانی ملگئیں ' لیکن یہ تمام تدبیریں در اصل یورپ سے حاصل کی گئی تھیں ' گو انکا منبع اسلام قرار دیا گیا ' اور پیغمبر اسلام کے اس قول سے کہ شاورھم فی الامر (اپنے معاملات کیلیے باہم مشورہ کرلیا کرو) پارلیمنٹ قائم کرنے کی تاکید ثابت کی گئی "

پھر ایک دوسرے موقعہ پر اسلام کو عام ایشیائی مطلق العنانی سے نا قابل استثنا قرار دیتے ہوے لکھتا ہے :

" کہا جاتا ہے کہ خلافت راشدہ کے دور کے حکمراں ' عدل و انصاف سے متصف تھے - (خلیفۂ اول) نے منصب خلافت قبول کرتے ہوے مسلمانوں سے کہا : " جب تک انصاف پر چلوں میرا ساتھہ دو ' اور اگر اسکے خلاف کروں تو ملامت کرو ' .... جب تک میں احکام شریعت کی تعمیل کروں ' تم کو میری اطاعت کرنی چاہیے ' لیکن اگر تم دیکھو کہ میں بال برابر بھی راہ شریعت سے ہٹ گیا ہوں تو میرا کہنا ہرگز نہ مانو " (خلیفۂ دوم) کی نسبت بھی ایسا ہی کہا جاتا ہے .... جو مسلمان آجکل کی آزادانہ طرز حکومت پر شیفتہ ہیں ' وہ اس طرح کی بہت سی نظیریں پیدا کرکے مسلمان پادشاہوں کے عدل و انصاف کو ثابت کرنا چاہتے ہیں - اگر یہ مان بھی لیا جاے کہ اسلام کے دور اول میں فرماں رواؤں کا یہی حال تھا ' تو بھی یہ حالت دیر تک قائم نہیں رہی "
(Western Light and Eastern Lands Vol. 3. p. 32.)

اسکے بعد تاریخ اسلام کی اس مزعومہ عام شخصیت اور استبداد پسندی میں بعض فرمانرواؤں کا عدل و لیاقت سے اتصاف تسلیم کرتا ہے ' لیکن مثال میں بابر ' حسین مرزا ' اور ھمایوں و اکبر کے سوا ' تاریخ اسلام کے اس عظیم الشان ماھر کو ' اور کوئی نام نہیں ملتا ! و ذلک مبلغھم من العلم -

یہ یورپ کے ایک مشہور مستشرق کا خیال ہے ' اور گو " و شاورھم فی الامر " ہم کو پیغمبر اسلام کے اقوال میں نہ ملے ' مگر قرآن سے ڈھونڈھکر نکال سکتے ہیں ' اور اسکی اتنی واقفیت کو بھی غنیمت سمجھتے ہیں -

اسلام کے ماضی و حال کا جب مقابلہ کیا جاے گا ' تو اس طرح کے خیالات کا پیدا ہونا قدرتی ہے - ایک ضعیف و ناتوان بیمار ' اگر اپنی صحت و توانائی کے عہد کی طاقت آزمائیوں کو بیان کرے تو عجب نہیں کہ سننے والے اُسکے نحیف و زار چہرے کو دیکھکر تسلیم کرنے میں متامل ہوں - مسلمان آج اپنے بڑھاپے کے انحطاط و اضمحلال میں مبتلا ہیں - انکے قوی مضمحل ہوچکے ' اور انکے چہرے پر رونق و شگفتگی کی جگہ ' افسردگی اور مردنی چھا گئی ہے ' پھر انکے " ذکر جوانی در عہد پیری " کو آج کون بعدر سنگ و خشت کے تسلیم کریگا ؟ گری ہوئی دیواروں اور شکستہ اینٹوں کا ڈھیر ممکن ہے کہ کبھی ایک قصر چہل ستون ہو ' مگر اس وقت تو ایک مٹی کے ڈھیر سے زیادہ نہیں ! !

فتادم دام بر کنجشک و شادم ' یاد آں ہمت
کہ گر سیمرغ می آمد بدام ' آزاد می کردم

٭ ٭ ٭

تاہم جستجو کرنی چاہیے کہ اسلام کی جمہوریت اور آزادانہ روح کی نسبت آج جو کچھہ کہا جاتا ہے ' وہ یورپ کے اثر سے پیدا کی ہوئی تاویلیں ' اور انقلاب فرانس کی بخشی ہوئی حریت کا عکس مستعار ہیں ' یا خود (اسلام) اپنی روز پیدائش ہی سے اس روح کو اپنے اندر رکھتا تھا ' اور کیا یہ واقعی مسٹر نائٹ اور ویمبرے کے الفاظ میں " چند برسوں " کے تراشیدہ خیالات ہیں ' یا تیرہ سو برس سے اسلامی دعوت و تعلیم کے صحائف و اسفار میں مدون چلے آتے ہیں ؟

ایک دوسرا گروہ

علاوہ بریں اس جستجو و تفحص نے مذکورۂ صدر خیالات سے بھی بڑھکر ایک اور خیال محرک ہے -

اسلام کے متعلق یورپ اور مسیحیت کی غلط اندیشی عام ہے - اس نے ایک جو کچھہ سمجھا ہے اور ظاہر کیا ہے ' وہ تمام تر مجموعۂ افترا و اکاذیب ہے - وہ اس جسم کے کسی خال و خط کے دیکھنے ہی میں غلطی نہیں کرتا ' بلکہ اُسکی نظر میں از سرتا پا اسکی ہیئت و صورت مکروہ ہے - پس اگر اسلام کی تعلیم حریت کے متعلق وہ اس طرح کے خیالات رکھتا ہو ' تو یہ چنداں عجیب و مستبعد نہیں -

لیکن بدبختی یہ ہے کہ اسلام کی تعلیم کے سمجھنے میں ہمیشہ غیروں سے زیادہ خود اپنوں نے ٹھوکریں کھائی ہیں -

گذشتہ دس سال کے اندر ایران اور ترکی کے اندر جمہوریت کی تحریکیں بار آور ہوئیں ' اور نظام حکومت شخصی استبداد حکمرانی کی جگہ دستوری و آئینی طرز حکومت پر قرار پایا - اس قسم کے انقلابات قدرتی طور پر امن و سکون حاصل کرنے کیلیے ایک زمانۂ ممتد کے محتاج ہوتے ہیں - بیمار آدمی کو گو بہتر سے بہتر نسخہ مل جاے ' مگر اسکے استعمال کے نتائج کیلیے انتظار ناگزیر ہے -

مقالات

بد قسمتی سے ان دونوں حکومتوں کو ناگہانی انقلاب کے قدرتی نتائج' اختلال و اغتشاش' اور اجانب کے فشار و ہجوم سے مہلت نہ ملی' اور اسکے بعد ہی ان بادیوں اور اندھیوں کا ایک سلسلہ غیر منقطع شروع ہوگیا - یعنی المعروض دول علمانیہ' جو موجودہ جنگ کی بربادیوں سے بالکل نیم جاں ہوگئی ہے -

عام ناظرین جو انقلاب حکومت سے نتائج عاجلہ کے منتظر تھے' انہوں نے دیکھا کہ نتائج مطلوبہ ایک طرف' انقلاب کے بعد تو پچھلی حالت بھی قائم نہ رہسکی' اور بربادیوں کا ایک سیلاب عظیم ہر طرف سے امنڈ آیا - بظاہر ہر مقدم واقعہ' موخر کی علت ہوتا ہے' اسلیے انہوں نے یقین کرلیا کہ یہ تمام بربادیاں صرف دستوری حکومت کے نتائج ہیں' اور پھر اس الزام سے اسلام کو بچانے کیلیے یہ سمجھہ لیا گیا کہ اسلام صرف شخصی حکومت ہی کا مجوز ہے' اور " مشورہ " اور " شوری " سے حکومت دستوری مقصود نہیں - یا ہے بھی تو وہ کوئی اور سے ہوگی جسکی ہمیں خبر نہیں - کم ازکم دستوری نظام حکومت او تو اس سے کوی تعلق نہیں !!

اسطرح وہی اسلام' جو کل تک شخصیت کا دشمن اور حکومت مستبدہ کا ماسع یقین کیا جاتا تھا' اور اسکے لیے قرآن کریم کی آیات سے استدلال کیا جاتا تھا' ترکی اور ایران کے حوادث کے بعد آئین و دستور کا اعدی عدو مخالف ہوگیا !! وما لہم بہ من علم' ان یتبعون الا الظن' وان الظن لا یغنی من الحق شیئا (۵۳ :)

آج ہندوستان کے مسلمانوں میں شاید نصف سے زیادہ اخبار بین طبقہ اسی غلطی میں مبتلا ہے -

لیکن فی الحقیقت یہ ایک نہایت خطرناک گمراہی ہے - اسلام اگر حریت و جمہوریت کا حامی ہے' تو اسکے لیے وہ ترکی اور ایران کے تجربے کا محتاج نہیں' اور اگر مخالف ہے' تو مدحت پاشا یا جمال الدین کی تحریک اسکو حامی نہیں بنا سکتی - پھر ہم کو اسلام کے متعلق ایک محکم فیصلہ کرلینا چاہیے - وہ ایک تعلیم ہے - کوئی پیچیدہ راز نہیں ہے - اسکی تعلیم کی جو حقیقت ہمارے سامنے ہوگی' وہ ہمیشہ قائم رہیگی' خواہ تمام دنیا کی جمہوری حکومتیں غارت ہوجائیں' خواہ دنیا سے شخصیت و استبداد کا نام و نشان ہمیشہ کیلیے مٹ جاے -

کوئی تعلیم تجربے کی ناکامیوں کی ذمہ دار نہیں ہوسکتی - تجربہ حالات و حوادث اور اپنے اطراف و ماحول سے وابستہ ہوتا ہے' پس دنیا میں کبھی کامیابیاں ہوتی ہیں' کبھی ناکامیاں - لیکن صداقت اور تعلیم کی حقیقت ہمیشہ غیر متزلزل ہوتی ہے -

کچھہ حرج نہ تھا اگر لوگ ایران اور ترکی کے انقلاب پر معترض ہوے - کچھہ مضائقہ نہ تھا اگر وہ وہاں کے حامیان دستور پر لعنت بھیجتے' اور وہاں کے رجال انقلاب کی سخت سے سخت مذمت کرتے - اسلام کے احکام اسکے پیروؤں کی غلطیوں سے ملوث نہیں ہوسکتے' اور اسلام کی کس تعلیم کا آج ہم نے اپنے نکبتی نمونہ

[بقیہ مضمون ۔۔۔]

دکھایا ہے کہ اس امر خاص میں ہمارا عمل اسکی تعلیم کا آئینہ ہوتا ؟ لیکن مصیبت یہ ہے کہ سرے سے جمہوریت اور نظام شوری ہی کو اسلام کا ضد اور مخالف بتلایا جاتا ہے' اور اس طرح اسلام کی دعوت و تعلیم کے متعلق (کہ پیشتر ہی سے غلط فہمیوں اور غلط اندیشیوں میں ملفوف ہے) ایک نئی اور نہایت سخت تاریکی پھیلائی جا رہی ہے -

حالانکہ اسلام کو شخصی حکومت کا حامی بتلانا ایک ایسی اشد شدید ضلالت ہے' جسکا تصور بھی اسکے دامن حریت پرور کیلیے معصیۃ کبری سے کم نہیں -

پس ضرور ہے کہ اس غلط فہمی کا' اسکے ترقی و اشاعت سے پہلے انسداد کیا جاے - پھر کہ حوادث و آلام کا فوری اثر نادانوں کو اسلام کے متعلق ایک سخت ضلالت اندیشانہ عقیدے پر استوار کردے - اسکا تو کچھہ غم نہیں کہ ترکی اور ایران کے رجال انقلاب کے متعلق دنیا کیا سمجھتی ہے ؟ البتہ اسلام کے دامن عصمت پر جہل و تاریکی اور ظلم و استبداد کی حمایت کا دھبہ گوارا نہیں کیا جاسکتا :

من و دل گر فنا شدیم' چہ باک ؟
غرض اندرمیاں سلامت اوست

المکاتیب الحربیہ

یعنی وقائع نگاران جنگ

موجودہ تاریخ حرب کا ایک صفحہ

از مسٹر ولیم - نامہ نگار ڈیلی میل (لندن)

دنیا کی تمام مشہور جنگیں اپنے اندر چند ایسی خصوصیتیں ضرور رکھتی ہیں' جو انکے لیے علت شہرت و باعث تذکرہ ہوتی ہیں - مگر بیسویں صدی کی صلیبی جنگ گونہ گوں خصائص و مزایا کا ایک طول طویل سلسلہ ہے' اور ان خصائص میں انشاء کے لیے عموماً اور عالم اسلامی کے خصوصاً سب سے زیادہ سبق آموز پہلو یورپ کے خصائل و عقائد کی بے نقابی ہے' جس نے مسیحی عصبیت کے تمام خال و خط نظارہ گیان عالم کیلیے نمایاں کردیے -

غالباً لفٹننٹ ویگنر اولین وقائع نگار جنگ کے لیے مزید تعارف کی ضرورت نہیں' کیونکہ انکی روپوشی کو ابھی زیادہ عرصہ نہیں گذرا - قارئین کرام کو یاد ہوگا کہ آغاز جنگ میں لفٹننٹ مذکور کی سحر کار پنسل نے فتوحات بلغاریہ کا ایک طلسم باندھا تھا' مگر اس عصر کہرباد و بخار

میں ایسے طلسموں کی عمر زیادہ نہیں ہو سکتی - دوسرے وقائع نگاروں نے بہت جلد واقعات سے پردہ اٹھا دیا ' اور ایک طرح کی قلمی جنگ واقعات بلقان کے متعلق چھڑ گئی - جبکہ یورپ ادنی کے میدانوں میں ہلال و صلیب معرکہ آرا ہو رہے تھے ' تو یورپ اقصی کے کاغذی میدانوں میں صدق و کذب اور حق و باطل بھی دست و گریباں ہونے لگے -

سب سے پہلے مسٹر بیت نے (نائین ٹینتھ سنچوری) میں ایک مضمون شائع کیا ' جسمیں ان تمام وقائع نگاروں پر نہایت سخت حملے کیے ' جو عسکر عثمانی کے ہمراہ تھے - اس مضمون کا جواب مسٹر جارج پلیچر نے اسی رسالے میں میں شائع کیا - پھر اسی سلسلے میں مسٹر ولیم میکسول نے ایک پر مغز مضمون رسالہ مذکور میں شائع کیا - اس کے آغاز میں ان سوانح و وقائع پر بھی ایک سرسری نظر ڈالی تھی ' جو نامہ نگاروں کو جنگ سوڈان ' جنگ بوئر ' جنگ جاپان ' وغیرہ وغیرہ میں پیش آئے تھے - یہ مضمون کسیقدر طویل ہے - اسلیے اصل مضمون کے بدلے صرف اسکی تلخیص شائع کیجاتی ہے کہ بعض دلچسپ اور سبق آموز کوائف سامنے آجائیں -
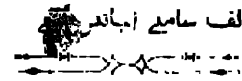
سنہ ۱۸۵۴ع کے بعد سے جنگ بلقان سب سے پہلی جنگ ہے جسمیں نامہ نگاروں کو معرکوں میں شرکت کی اجازت نہیں دیگئی - مگر اس بات میں ٹرکی اور ریاستہاے بلقان ' دونوں حق بجانب ہیں - اسلیے کہ گذشتہ زمانے میں نامہ نگاروں کی مراسلات کے پہنچنے اور شائع ہونے میں اتنا وقت صرف ہو جاتا تھا کہ اسکے بعد ان اطلاعات سے فریقین جنگ کسی حالت میں مستفید نہیں ہوسکتے تھے ' اور اسیطرح ان مراسلات کا فائدہ ایک تاریخی حد تک محدود رہتا تھا ' مگر اب حالات بالکل بدلگئے ہیں - نامہ نگار کی مراسلت اسی دن پہنچ جاتی ہے ' اور وصول اشاعت کے بعد سب سے پہلی اشاعت میں نکل جاتی ہے ' اور اسکو تمام دنیا کی طرح فریقین جنگ بھی پڑھسکتے ہیں -

پس اگر نامہ نگاروں کو معرکوں میں شرکت کی اجازت دیجاتی تو ان مراسلات کا اثر وقائع نگاری کی حد سے گذر کے جاسوسی کی حد تک پہنچ جاتا ' اور فریقین میں سے کوئی بھی اپنے ان مخصوص حالات کو پوشیدہ نہ رکھ سکتا ' جنکا اخفا اسکے مصالح کے نقطۂ نظر سے ناگزیر تھا -

یہ ایک ایسی بات ہے ' جسکو کوئی قائد بھی گوارا نہیں کرسکتا ' کیونکہ اس کا مقصد اپنے حریف کی شکست ہوتی ہے نہ کہ قارئین کی دلچسپی اور جرائد و صحائف کی گرم بازاری -

ماضی و حال میں ایک فرق یہ بھی تھا کہ گذشتہ زمانے میں نامہ نگاران جنگ کی جماعت مختصر ' منتخب ' اور کارداں افراد کا مجموعہ ہوتی تھی ' مگر اس زمانے میں برخلاف اسکے نامہ نگاروں کا ایک جم غفیر تھا ' جسمیں ہر طبقے اور ہر لیاقت کے لوگ تھے - ان نامہ نگاروں کی فوج گراں میں سے بعض نے تو اپنی خدمات بعض اخبارات کے لیے بلا معاوضہ محض اس شوق کی بناء پر پیش کردی تھی کہ وہ اپنی آنکھوں سے ان افسانہ ہاے غم کو ایکٹ (ممثل) ہوتے دیکھینگے ' جنکو نہایت عمیق شوق و ذوق کے ساتھ ہمیشہ اخبار و رسائل ' تاریخ ' یا ناولوں کے صفحات پر پڑھا کرتے ہیں -

بساط صحافت (نامہ نگاری) کے ان تازہ واردان جنگ میں بعض افراد تو اس درجہ اپنے فرائض سے ناواقف ہوتے ہیں کہ انہیں یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ اپنی مراسلت میں کیا لکھیں اور کیونکر لکھیں ؟ -

اس موقع پر مجھے وہ گفتگو یاد آتی ہے ' جو ایک اخبار کے مالک اور بہت بڑے صحافی میں ہوئی تھی - مالک اخبار پہلے قالین باف تھا - اسکے یہاں فرش بنے جاتے تھے ' مگر آدمی بلند حوصلہ تھا - اس نے ایک اخبار جاری کیا ' اور اسکی تحریر (اڈیٹری) کے لیے اس صحافی کی خدمات حاصل کرلیں - کچھ دنوں کے بعد مالک اخبار کو خود مضمون نویسی کا ولولہ اٹھا ' اور کاغذ کے چند صفحے سیاہ کرکے مالکانہ تحکم کے ساتھ اڈیٹر کے حوالہ کیے - مضمون اس درجہ مہمل اور بے معنی تھا کہ اڈیٹر اپنی راے کے ضبط کرنے پر قادر نہو سکا اور ردی کے ٹوکرے میں ڈال دیا - یہ دیکھکر مالک نے کہا :

" میں نے بہت سے مضامین دیکھے تھے اسلیے مجھے یہ خیال ہوا کہ اب میں بھی لکھسکتا ہوں "

نامہ نگار نے کہا :

" ہاں مگر میں نے بہت سے فرش پامال کیے لیکن مجھے تو کبھی یہ خیال نہ ہوا کہ اب میں خود بھی فرش بن سکتا ہوں " !!

نامہ نگاروں کا یہ اژدحام دفعتہً نہیں ہوا ' بلکہ اس تدریجی اضافے کا نتیجہ ہے ' جو جنگوں کے توالی و تتابع کی وجہ سے عرصے سے ہو رہا ہے -

ام درمان (سوڈان) کی جنگ میں ہم لوگوں کی تعداد ۱۶ - تھی مگر اس پر بھی لارڈ کچنر نے کہا تھا کہ اب یہ تعداد اتنی ہوگئی کہ ایک پورا رجمنٹ ترتیب دیا جا سکتا ہے - مگر ان میں صرف ۹ - شخص پیشہ کار نامہ نگار تھے - انہی چھہ میں مرینڈ رک اوڈس بھی تھے جو بالاخر زخمی ہوے ' اور ہربرٹ ہاورڈ بھی تھے ' جنھوں نے اسی راہ میں اپنی جان تک قربان کردی -

جنگ بوئر میں ہماری تعداد اور بڑھ گئی ' اور جنگ جاپان و روس میں تو اسقدر بڑھگئی تھی کہ پورا ایک لشکر جرار تھا - ہم میں سے بعض نے اپنی خدمات بغیر کسی معاوضۂ مالی کے پیش کی تھیں - جاپان سے جب کوریا جانے کے لیے روانہ ہوے تو ہم میں سے ۵۶ - آدمیوں نے فوج کے ہمراہ جانے کی درخواست کی - ان ۵۶ - میں ۳۳ - انگریزی اخبارات کے نامہ نگار تھے ' ۱۷ - امریکن ' ۲ - فرانسیسی - اتنے ہی جرمنی ' اور اطالی اخبارات کے تھے -

ہم انگریزی نامہ نگاروں کے قافلے میں ارباب صحف و قلم کے علاوہ عام مضمون نگار ' معلم ' تاجر ' سیاح وغیرہ بھی تھے -

بخاری جہاز اس لشکر مکاتبین کے لیے ہر روز نئی نئی کمکیں لاتے رہتے ' جنمیں سے کسی میں امریکہ اور کسی میں سولر لینڈ کی خاتونیں بھی ہوتی تھیں -

بلغاری فوج کے ہمراہ کتنے نامہ نگار تھے ؟ مجھے اسکا صحیح علم نہیں - کیونکہ ان لوگوں کے صوفیا پہنچنے سے پہلے ہی میں نے صوفیا چھوڑ دیا - لیکن بعجلت سر سے تو کسی طرح کم نہ ہونگے - انمیں سے بعض فوجی افسر بھی تھے - ان فوجی افسروں نے عجیب تماشہ کیا - ایک طرف تو اتحادی سپاہیوں کے مقابلے میں اس بنا پر امتیاز کا دعوی کیا کہ وہ نامہ نگار ہیں ' اور دوسری طرف نامہ نگاروں کے مقابلے میں بعینہ یہی دعوی اتنی سنجیدگی کے ساتھ دہرا دیا کہ وہ فوجی افسر ہیں !!

ان میں سے اکثر برگ و ساز اور تجربہ و اعتبار ' دونوں حیثیتوں سے اس خدمت کے لیے تیار نہ تھے -

پھر کس اعتماد پر آے تھے ؟

صرف اس امید پر ، کہ وہ بلغاري قوم کي خدمت کے لیے جا رہے ہیں ، اسلیے حکومت اور قوم ، دونوں انکا خیال کرینگی ! !

اقوام کے اختلاف کے ساتھہ نامہ نگاران جنگ کے ساتھہ برتاو بھی بدلتا رہا ہے -

جنگ ام درمان (سوڈان) میں پہلے تو لارڈ کچنر نے نامہ نگاروں کو شرکت کی اجازت دینے سے صاف انکار کر دیا تھا ، حالانکہ وہ خود (اسٹینڈرڈ) کے نامہ نگار تھے ، مگر جب لارڈ رابرٹس کے سفارش کی تو پھر اجازت دي گئي - مگر احتساب مراسلات میں کسی طرح کی تنگ گیري نہیں کی - کیونکہ فوج ایک ہی تھی -

اسوقت محتسب مراسلات سر فرانسس ونگیٹ تھے -

کہا جاتا ہے کہ نامہ نگاروں کو روکنے کے لیے جنگ روس و جاپان میں جاپانیوں نے بعض وسائل اختیار کیے تھے ، مگر یہ بالکل غلط ہے - میرے علم میں کوئی ایسی قوم نہیں جس نے جاپانیوں سے زیادہ نامہ نگاروں کی مدارات کي ہو ، یا جنکے قوانین متعلقہ نامہ نگاران جنگ ، جاپانیوں کے قوانین سے زیادہ معقول ہوں - خود انکے قوانین میں اگر کوئي عیب تھا (بشرطیکہ یہ عیب ہو) تو صرف یہ کہ وہ قابل نامہ نگاروں کو شرکت کی اجازت دیتا تھا ، اور نا قابل نامہ نگاروں کو محروم رکھتا تھا - لائق نامہ نگاروں کے واسطے ہر ممکن الرویۃ معرکے کے دیکھنے کے لیے جاپانیوں نے ہر قسم کي آسانیاں بہم پہنچائیں - نگرانی بھی غیر مناسب سختی نہ تھی - مراسلات کا وہ حصہ ہرگز حذف نہیں کیا جاتا تھا ، جسکي اشاعت اصولاً جائز تھي ، گو بعض مصالح خصوصیہ کے خلاف ہو -

نامہ نگاروں کے انتخاب کا طریقہ بھي معقول تھا - ہر امید وار کے لیے ضروري تھا کہ وہ اپني حکومت کے سفیر کي ایک تحریر پیش کرے ، جسمیں اس بات کي شہادت دي گئي ہو کہ یہ شخص کم از کم ایک سال تک کسي اخبار کے دفتر میں کام کرچکا ہے ، یا معروف صحافی ہے -

اگر امید وار اور سفیر میں اختلاف ہوتا تھا تو اسکا فیصلہ اس حکومت کے متعلق کر دیا جاتا تھا جسکي طرف نامہ نگار اپنے آپ کو منسوب کرتا تھا -

ان اصول پر انتخاب میں ٥٦ - امید وار کامیاب ہوے - ان میں سے پہلي فوج کے ساتھہ ١٦ - گئے ، جنمیں ٨ - انگریز ، ٦ - امریکي ، ایک فرانسیسي ، اور ایک جرمن تھا - دوسري فوج کے ساتھہ ٢٠ - گئے - ان میں ١١ - انگریز ، ٦ - امریکي ، ایک فرانسیسي ، ایک جرمن ، اور ایک اطالي تھا - تیسري فوج کے ساتھہ بھي ٢٠ - نامہ نگار گئے ، جنمیں ١٤ - انگریز ، اور ١٦ - امریکي تھے -

کون کس فوج کے ساتھہ جائے ؟ اسکا فیصلہ قرعے کے ذریعہ کیا گیا تھا - حکم یہ تھا کہ جس کا نام جس فوج کے ساتھہ نکلے ، وہی اس کے ساتھہ رہے -

ایک امریکي نامہ نگار اس تقسیم پر راضي نہ ہوا ، اور اس کے خلاف احتجاج (پروٹیسٹ) کرنے کیلیے ایک مشہور امریکي مصنف اور ایک دوسرے مشہور انگریزي مصور کو اس نے راضی کرلیا ، مگر نتیجہ یہ نکلا کہ ایک فوجي افسر آیا اور اس نے نامہ نگار کو اطلاع دیدي کہ ایک گھنٹے کے بعد ٹوکیو کے لیے یہاں سے ٹرین روانہ ہوگي ، ضرور ہے کہ تم اسی ٹرین میں روانہ ہوجاؤ ! !

بلغاریا اور نامہ نگاران جنگ

مگر جنگ بلقان کي حالت اس سے بالکل مختلف تھی - جاپانیوں نے تعداد کو قلیل رکھي تھي اور اہل لیاقت و کفایت کے انتخاب کا اصول کسي قدر سخت ضرور تھا ، تاہم اتنا ہي دانشمندانہ بھي تھا - لیکن بلغاریوں نے دو افسروں کے اعتراض کرنے کے با وجود ، صرف اس خوف سے آلعن انتخاب کو نظر انداز کردیا ، کہ اگر یہ لوگ (جو جنگ کے متعلق دنیا کی معلومات کا سرچشمہ ہیں) ناراض ہوگئے ، تو ہمارے اسرار و خفایا کو بے نقاب کردینگے ، اور یورپ کی شعوب و امم کي اس ہمدردي کو نفرت سے بدل دینگے ، جو غیر معمولي فرزانگي و ہوشیاري کے ذریعے حاصل کی گئی ہے -

بلغاریا نے اپنے مصالحۂ مخصوصہ کي بنا پر چاہا کہ نامہ نگاروں کی دو جماعتیں کردي جائیں - ایک جماعت پہلے جائے اور دوسري اسکے بعد - جو جماعت کہ بعد کو بھیجي جانے والي تھي ، اس نے اس تجویز پر نہایت سختی سے اعتراض کیا - چونکہ بلغاریا کا قدم عمل پہلے ہي سے نامہ نگاروں کي رضا جوئی تھا ، اسلیے اعتراض کی وجہ سے پہلي تجویز مسترد کردیگئی ، اور تمام نامہ نگاروں کو صوفیا سے لشکر گاہ تک اک ساتھہ جانے کی اجازت ملگئی -

اسوقت نامہ نگاروں کی تعداد سو کے قریب تھی -

اس کاروان مکاتبین میں سے ١٠ - اشخاص کو تیسري فوج کے ساتھہ جانے کی اجازت دیگئی - ان میں کرنل رنکینگ نامہ نگار ٹائمس مسٹر فرانک فکس نامہ نگار مورننگ پوسٹ ، اور نامہ نگار ڈیلی میل کے علاوہ تین روسی نامہ نگار بھی تھے ، جنمیں دو فوجی افسر تھے اور ہمیشہ اپنے رسمی لباس میں رہتے تھے -

فرانسیسي نامہ نگار بھي شامل ہوگئے تھے اور ان میں بھي دو فوجي افسر تھے -

لیکن قرق کلیسا ، لولوبرغاس ، اور چتلجا کے معرکوں میں خود بلقانی ریاستوں کے نامہ نگاروں میں سے صرف ایک ہی شخص تھا ! !

لفٹننٹ (ونگدر) کا دعوی ہے کہ وہ تیسري فوج کے ساتھہ گئے تھے ، اور محققانہ تاریخ نگاري کے پیرایہ میں انھوں نے اپنے مشاہدات قلمبند کیے ہیں ، مگر اصل واقعہ یہ ہے کہ تیسري فوج کے ساتھہ ایک بھي آسٹروي نہ تھا - آسٹریا اور جرمني کے نامہ نگار تیسري فوج کی ہمراہي سے اسلیے عمداً روکدیے گئے تھے کہ وہ بلغاریوں کا طریقۂ جنگ نہ دیکھہ سکیں -

خوش قسمتي سے میں بھي ان لوگوں میں سے تھا ، جنکو اجازت تھي کہ جس فوج کے ساتھہ وہ چاہیں ، جا سکتے ہیں -

جب میں (مصطفی پاشا) پہنچا تو افسر فوج نے اپنی فوج کے ہمراہ جانے کي مجھے اجازت نہ دي - یہ افسر خوش صحبت تھا - اس نے ایک بار میري دعوت بھی کي تھي - میرے پاس رؤساء ارکان جنگ کا صریح اجازت نامہ بھی موجود تھا - با ایں ہمہ مجھکو اجازت نہ ملسکی ، اور کہا گیا کہ یہاں ٹھیرے رہنا ناگزیر ہے -

بسا اوقات اسطرح کے غیر اختیاري معاملات میں کشود کار کسی ایسی صورت سے ہوجاتی ہے جسکا ہمیں خیال بھی نہیں ہوتا - اسی اثنا میں بلغاري فوج میں دو پروفیسر پہنچ گئے ، جنمیں سے ایک مدرسۂ حربیہ کا معلم تھا ، اور دوسرا صوفیا کي یونیورسٹی کا - یہ دونوں احتساب مراسلات جنگ پر مامور کیے گئے ، اور انھیں حکم ملا کہ چتلجا روانہ ہوجائیں -

راستہ دشوار گزار تھا اور سواري کوئی نہ تھی - صرف میرے اور کرنل رنکینگ کے پاس موٹر کار تھی - یہ حالات دیکھکر ہم نے فرصت کو معلوم کرلیا ، اور ان پروفیسروں سے کہا کہ اگر وہ ہمیں فوج کے ہمراہ جانے کی اجازت دیدیں تو ہم انکو اپنی موٹر پر چتلجا پہنچا دینگے -

وثائق و حقائق

اقتراعیات

مس سفریجٹس

میونسپل کمشنری کیلیے مدراس میں ایک لیڈی کے انتخاب نے هندوستان میں بھی اقتراعیات انگلستان (حقوق طلب عورتوں) کی یاد تازہ کردی ہے

روزانہ تار برقیوں میں ایک دو تاریں عورتوں کے متعلق ضرور ہوتے ہیں - انکے سرفروشانہ عزائم اور جاں نثارانہ اقدامات کے حالات فی الحقیقت نہایت عجیب و غریب ہیں -

جس قوم کے افراد کمال " حقوق طلبی " کے معنی سے نا آشنا ہوں ' انکے لیے ان عورتوں کی حقوق طلبانہ جاں بازیوں کی خبریں نظر انداز نہیں کی جاسکتیں -

خوش طبیبے ست ' بیا تا همه بیمار شویم !

شکسپیر کا ایک مشہور ڈراما ہے Tamin gof the Shrow - حال میں لندن کے ایک تھیٹر نے سفریجٹ عورتوں کی دست درازیوں کو ان بعض مناظر میں نہایت خوبی سے دکھلایا ہے - اس تصویر میں مس ڈی سلوا ڈرامے کی عیار و شوخ چشم عورت بنی ہے ' اور اپنے آخری امیدوار کی جوتے سے مزاج پرسی کر رہی ہے !

یہ بحث بالکل الگ ہے کہ جو طریقہ ان عورتوں نے اختیار کیا ہے اور جو ہمیشہ ایسی جماعتیں اختیار کرتی ہیں ' وہ کس درجہ قابل تحسین و تقلید ' اور کہاں تک موجب اختلاف ہے ؟ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ راہ حق طلبی میں جو ولولہ و استقلال اور استحکام و ثبات یہ عورتیں ظاہر کر رہی ہیں ' کیا ایشیا کے مردوں کیلیے اس میں کوئی عبرت اور بصیرت نہیں ہے ؟

اگر یورپ کے جاں فروش مردوں کے حالات ہمیں بیدار نہیں کرتے تو حیف ہے اگر وہاں کی عورتوں کی قربانیاں بھی ہمارے لیے تازیانۂ عبرت نہوں !

حقوق طالب عورتوں کی تحریک اگرچہ عرصہ سے ہے ' مگر فدائی عورتوں کے اعمال کا سلسلہ سنہ ۱۹۰۵ سے شروع ہوتا ہے ' جبکہ سر هنری کیمبل بنیرمین وزیر اعظم ہوے تھے - اس فدائیت کی تحریک کا مقصد یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو ' ملک کے قانون ' امن ' نظام اور سکون میں خلل ڈالا جاے ' اور اپنی جانوں کی قربانیاں کر کے قوم کو مجبور کیا جاے کہ وہ حقوق طلب عورتوں کی خواہشوں کے آگے سر تسلیم خم کردے -

اس راہ میں کسی سخت سے سخت قربانی سے بھی جو کوئی زندہ وجود کرسکتا ہے ' انھیں انکار نہیں - وہ وزیر اعظم (مسٹر ایسکویتھ) پر حملہ کرتی ہیں ' مظاہرے (ڈیمانسٹریشن) نکالتی ہیں ' پولس سے لڑتی ہیں ' ایوان حکومت کو گھیر لیتی ہیں ' بم چلاتی ہیں ' قید ہوتی ہیں ' قید خانے میں فاقے کرتی ہیں ' پارلیمنٹ کی چھت میں اپنے تئیں لٹکا دیتی ہیں ' اجلاس شروع ہوتا ہے تو مسئلۂ اقتراع کی ضرورت پر انقلاب آفریں تقریریں کرتی ہیں -

شہنشاہ (جارج خامس) کی سواری جا رہی ہے ' ایک اقتراعیہ بڑھکر گاڑی روک لیتی ہے ' گھوڑوں کے آگے فرش راہ بن جاتی ہے ' اور بالآخر بادشاہ اتر کر اس کی مزاج پرسی کرتے ہیں -

اس سے بھی زیادہ یہ کہ ۴ - جون کو یہی نازک و ناز آفریں جماعت دریۃ فورڈ (لندن) کے قریب ایک عالی شان عمارت میں آگ لگا دیتی ہے ' جس سے دو لاکھ دس ہزار روپے کا نقصان ہوتا ہے -

پبلک کا یہ حال ہے کہ آب رسانی کے دو منبع (ریز روائرس) خراب کر دیے ہیں ' پانی کا رنگ بدل گیا ہے اور اسمیں سمیت آگئی ہے ' مجبور ہو کر سلسلۂ آبرسانی کو بند کر دینا پڑتا ہے -

کونسل ہال کے جلسے میں مسٹر چرچل تقریر کرنا چاہتے ہیں مگر اقتراعیات کے شور و غوغا سے نا چار ہو کر رک جاتے ہیں -

شہنشاہ کی تصویر جو مسٹر میلی کی معجزانہ بدائع نگاری کا بہترین نمونہ ہے ' رائل اکاڈیمی کے وسط ایوان میں آویزاں تھی ' اسکی صورت بگاڑنے کا خطرہ پیدا ہوتا ہے ' اس لیے ملکہ الیگزینڈرا بے بس ہو کر ۶ - جون کو اکاڈیمی سے تصویر واپس منگالیتی ہیں -

اس قسم کے بے شمار واقعات ہر روز پیش آتے رہتے ہیں ' حکومت نالاں ہے ' امن عامہ میں خلل آگیا ہے ' قانون کی بے عزتی ہوتی ہے ' تعزیرات بے اثر ہیں ' یہ سب کچھہ ہے مگر سواد اعظم کا ایک بڑا حصہ اس جد و جہد میں عورتوں سے همدردی رکھتا ہے ' خود سر ایڈورڈ گرے بہادر (وزیر خارجیۂ برطانیہ) جنکا طرز عمل مشرق کی آزادی کا سب سے بڑا دشمن ثابت ہوتا آیا ہے ' پارلیمنٹ کے

رزمزار طرابلس

پچھلے افتتاح کے موقع پر اقترعیات کی حمایت میں تقریر کرتے ہیں - تیس برس سے مسٹر ایسکوئتھ کے ساتھہ اُن کے دوستانہ تعلقات ہیں ' مگر اُنہیں کسی بات کی پروا نہیں ہوتی ' علانیہ مخالفت کرتے ہیں ' اور عورتوں کو حق اقترع دینے کے خلاف مسٹر ایسکوئتھ نے جو روش اختیار کر رکھی ہے ' اُس کو بڑی وضاحت سے قابل ترمیم بتلاتے ہیں !!

وہ مردانہ وار قید خانے میں جاتی ہیں ' اور خوشی خوشی اسکے مصائب جھیلتی ہیں - قید خانے میں عہد کر لیتی ہیں کہ بالکل بھوکی پیاسی رہینگی ' اور اس طرح اپنی جان دیدینگی ' لیکن جرم کا اعتراف نہ کرینگی - مشہور اقترعیہ : مس کرسٹیبل پانکہرسٹ بارہا قید خانے جا چکی ہے - جیل کے ڈاکٹر کو ربر کی نالیاں حلق میں اتار کر غذا پہنچانی پڑی ' مگر اس نے اپنے میثاق جان فروشی کا روزہ کبھی نہیں توڑا - مجبور ہو کر پولیس نے بارہا رہا کر دیا - اب پھر قید خانے میں ہے -

پولیس کی کیا ہستی ہے ؟ فوج تک انکے ہاتھوں عاجز آگئی ہے - وہ صرف نہتی عورتیں ہیں - اسلحہ و آلات جنگ انکے پاس نہیں - ہلاکت اور بربادی کی قوتوں پر دسترس نہیں - دولت و شوکت اور فوج و جمعیت ' کوئی بھی کار فرما قوت اپنے ساتھہ نہیں رکھتیں - چند جوان اور بوڑھی عورتیں ! جنس نازک و ضعیف کی ایک جمعیۃ محقرہ ! چند نا تمام مشورے ' اور کمزور ہستیوں کی ایک باہمی سازش !! لیکن با ایں ہمہ ایک طرف انکی صف ہے ' اور دوسری طرف حکومت اور ملک مع اپنی فوج و آلات جنگ کے ' اور مع اپنے قواے عظمت و جبروت کے صف آرا ہے - برسوں گذر گئے ' لیکن ابتک شکست و فرار ' عجز و اعتراف ' اور تذلیل و تحقیر کے سوا انہیں کچھہ نصیب نہیں !!

غور کیجیے کہ حقوق طلبی کے فرشتے کے دل و جگر کیسے قوی ہیں ؟ یہ چند کمزور عورتوں کے دل گردے نہیں ہو سکتے کہ گھوڑ دوڑ کے میدان میں بادشاہ کے گھوڑے کو روکنے کی کوشش کریں ' اور پھر اسکے نیچے آکر جان دیدیں - یہ کوئی دوسری ہی روح ہے جو انکے اندر کام کر رہی ہے :

> ہم از غالب حریفی ہاے حسن است
> کہ یک عالم حریف کردہ نیست

چند نادیدان عشوہ طراز نے ایک پورے ملک کے امن کو خطرے میں ڈالدیا ہے !!

> خوش طبیعے ست ' بیا تا ہمہ بیمار شویم

اس حالت پر کئی حیثیتوں سے نظر ڈالی جا سکتی ہے - یورپ نے مردوں اور عورتوں کے حقوق عامہ میں جس غیر طبیعی مساوات کا دعوا کیا ہے ' اگر آج اسپر عمل کا وقت آیا ہے تو اسے پیٹھہ نہیں دکھلانی چاہیے - حالات کا لازمی نتیجہ یہی تھا جو ہوا ' اور جبکہ ان حقوق طلبیوں میں کامیابی ہوگی (اور ایسا ہونا ضروری ہے) تو اسکے بعد یورپ کے نظام عائلہ و معیشۃ منزلی کے امراض اجتماعی و اخلاقی کے ظہور کا خ[illegible]ب دن ہوگا :

> ابھی تو تلخی کام و دہن کی آزمایش ہے !

ایک فتح عظیم

ناکام حملۂ اطالیہ

جنرل رائنی کا استعفا

اطالی غارتگران طرابلس خود حملہ آور ہیں ' مگر آغاز جنگ سے انہوں نے اپنا انداز یہ رکھا ہے کہ گویا خود محصور ہیں ' اور انکا فرض مدافعت سے زیادہ نہیں - و قذف فی قلوبہم الرعب ' فریقاً تقتلون و تاسرون فریقا (۳۳ : ۲۴)

بیشک انکے اعمالنامے میں حملوں کا بھی ایک عنوان ہے ' مگر یہ حملے ان خروج سے مختلف نہیں ' جو محصورین شدائد محاصرہ سے اکتاکے کردیا کرتے ہیں -

۱۶ - مئی کو اطالیوں نے ایک حملہ کیا تھا - اس حملے کی تفصیل تازہ عربی ڈاک سے موصول ہوئی -

درنہ سے ایک نامہ نگار لکھتا ہے :

" مجاہدین کرام کی ایک جماعت نے کوکویرے پوری صبح کا وقت تھا - رات کی خاموشی کے پردے ابھی ہٹائے نہ گئے تھے ' ابھی ساتھہ پیدا نہیں ہوا تھا کہ مجاہدین نے اپنے آپ کو جنرل ممبرورتی کے زیر قیادت ۱۲ - ہزار فوج میں گھرا ہوا پایا - صبح کا وقت ' پہلے سے علم نہیں ' دشمن سر پر ' مگر با ایں ہمہ سپہ سالار (عزیز بک) نے ثبات قلب سے اس خبر کو سنا ' اور سنتے ہی فوراً تیاری کے لیے مجاہدین کی مختلف جماعتوں کے نام اوامر و احکام صادر کردیے - تفتیش حال کا کام اہم اور دشوار تھا ' اسلیے اسکو خود اپنے لیے رکھا -

آفتاب طلوع ہو رہا تھا کہ عزیز بک تفتیش کے لیے روانہ ہوگئے - نقطہ (عین المنصورہ) تک اطالیوں کے آنے کی خبر نہ تھی ' اسلیے انہوں نے اپنے ہمراہ زیادہ فوج نہیں لی - تھوڑی دور آگے بڑھے تو ۱۲ - ہزار انسانوں کا ایک سیلاب رواں نظر آیا -

دونوں فوجیں رو در رو کھڑی ہوگئیں - ایک طرف مٹھی بھر انسان تھے ' دوسری طرف ایک لشکر جرار ' مگر فتح و شکست کا مدار قلت و کثرت ہی پر نہیں بلکہ اس شجاعت و بسالت ' صبر و ثبات ' جوش فدویت و شوق شہادت پر ہے ' جو وجود مومن کی صفات اصلیہ ہیں ' اور جنکی وجہ سے تاریخ اسلام کے ابتدائی عہد میں ایک مسلم اور دس حملہ آور یکساں سمجھے جاتے تھے "

عزیز بک اس شرذمۂ قلیلہ کو لیکے اس انسانی سیلاب کے راستے میں کھڑے ہوگئے ' اور اپنے کمال عسکری کے محیر العقول کرشمے دکھانے لگے -

اطالیوں کی آتشباری نے کارزار کو آتشکدہ بنا دیا ' مگر عزیز بک مع اپنے مجاہدین کے اس آتشکدے میں کھڑے جواب دے رہے تھے - آتشباری کی شدت نہایت شدید تھی - ممکن تھا کہ انسانی کمزوری صبر و ثبات پر غالب آجاتی ' مگر غالباً جسقدر ابتلاء و امتحان ہو چکا تھا وہ نا کافی نہ تھا - فیصلہ کن گھڑی قریب آرہی تھی کہ نصرتہ